رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۷
دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہو

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نمبر ۱

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق و تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو بڑی پابندی وقت کیساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک قسم اول ۱۲ قسم دوم ۸ ششماہی ۷ و ۴ نمونہ ۶ و ۴ علی الترتیب۔

مقام اشاعت دہلی کوچہ چیلاں

مطبوعہ [illegible] دہلی

پرنٹر پبلشر محمد احمدی

۸۶

ہماری کتابیں انڈیا کونسل لندن میں

حضور وزیر ہند کی کونسل نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی کی معرفت ہم سے مندرجہ ذیل کتابیں منگائی ہیں +

(۱) **خون شہادت کے دو قطرے**۔ یہ سرمدؒ و منصورؒ کی سوانحمریاں ہیں جنہیں مولانا ابوالکلام آزاد اڈیٹر الہلال اور مُلا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ نے مرتب کیا ہے قیمت مع محصول ۳/ ر

(۲) **اسلام کی برکتیں**۔ اس نام سے مُلا محمد الواحدی صاحب نے مولوی ظفر علیخاں شمس العلما مولانا شبلی اور خواجہ حسن نظامی صاحبان کے تین نہایت دلچسپ و مفید مضمون جمع کر دیئے ہیں قیمت مع محصول ڈاک ۳/ ر +

(۳) **بزم فرید**۔ اسے مُلا محمد الواحدی نے حضرت سلطان نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے لکھے ہوئے ملفوظات حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ سے اردو میں لیا ہے۔ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اگلے زمانہ کے بزرگوں کی مجالس میں کیا چرچے رہا کرتے تھے اور آجکل کے مشائخ نے کیا ڈگر اختیار کر رکھی ہے تو بزم فرید ملاحظہ کیجئے۔ قیمت مع محصول ۹/ ر +

(۴) **شیخ سنوسی** مصنفہ خواجہ حسن نظامی صاحب جس میں شہنشاہ انگلستان کے مسلمان ہونے کی پیشین گوئی ہے قیمت مع محصول ۴/ ر +

(۵) **فیضان سنوسی**۔ شیخ سنوسی کا تیسرا حصہ عجیب و غریب چیز ہے قیمت مع محصول ۶/ ر

(۶) **جاماسپ نامہ** حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب کا ترجمہ سلیس اردو میں۔ پانچہزار برس پہلے قیامت تک کے حالات لکھے گیا ہے۔ جو سب کے سب ٹھیک نکل رہے ہیں۔ قیمت مع محصول ۳/

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس دہلی

جلد ۵ فہرست مضامین نظام المشائخ بابت محرم ۱۳۳۲ھ نمبر ۱

ہمارے معاونین

جنہوں نے اس مہینہ رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی انکے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں

جناب ڈاکٹر محمد عمر خانصاحب دموہ (۱)
جناب محمد ظہور الدین صاحب کلرک چترال (۱)

جناب شاہ محمد جنید احسینی صاحب نامی کو سوار (۱)
جناب مولانا ابوالآزاد خلیقی صاحب دہلوی (۱)

جناب منشی احمد حسین صاحب میرٹھ (۱)
جناب محمد رضا حسین صاحب صدیقی حیدرآباد دکن (۱)

جناب سید الہ الدین صاحب ناگپور (۴)
جناب محمد حسن مرزا بیگ صاحب متھرا (۴)

جو خود خریدار ہوئے وہ یہ ہیں

جناب رحمت اللہ خانصاحب شاکر قادری سلطانپور
جناب مولوی مرزا محمد نیاز حسین بیگ صاحب ٹانڈہ

جناب عبدالقادر صاحب ٹھانہ (دہلی)
جناب قاضی سید چراغ الدین صاحب تحصیلدار راچوڑ
جناب جمال الدین صاحب کلکتہ
جناب مولا بخش صاحب خراسانی حنفی مشہد
جناب سید احمد صاحب شاہ آباد
جناب سید اصغر علی صاحب مشہد (فارس)
جناب احمد الدین صاحب پٹیالہ
جناب محمد عابد حسین صاحب لگزار ضلع میدلہ

جناب مرزا حیدر علی بیگ صاحب حیدرآباد دکن
جناب معین الدین احمد صاحب لکھنو
جناب محمد خانصاحب ولد الہ یار خانصاحب مقام لبہ
جناب محمد علیشاہ صاحب ضلع بہنگنہ قاضی
جناب ثناء اللہ صاحب چوکیرہ
جناب محمد سلام الحسن صاحب کانپور
جناب محمد منظر حسین صاحب نقشبندی رامپوری
جناب محمد احمد صاحب شاہ پور
جناب سید رویا نجی میاں چھوٹے صاحب قادری احمد آباد گجرات

شکر گزار

محمد الواحدی

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے قواعد وضوابط

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو جو سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا یوم عرس ہے شائع ہوتا ہے۔ لیکن اسے کسی ایک سلسلہ سے خصوصیت نہیں۔ یہ تمام خاندانوں اور خانوادوں کا یکساں خدمتگزار ہے۔ مضامین اسمیں علمی۔ تاریخی۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ اصلاحی مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ تحریروں میں انشا پردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ حجم کم از کم ۷۲ صفحے مقرر ہے۔ سال میں ۷۲ × ۱۲ = ۸۶۴ صفحوں سے زیادہ ہوجائیں تو ہوجائیں۔ لیکن تخفیف کبھی نہیں ہوتی +

(۲) اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے ۱۰۔ ۱۲ تک انتظار کریں۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیئے۔ ورنہ دوبارہ پرچہ کی قیمت لیجائے گی +

(۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیدیں ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاکخانہ کو کردینی کافی ہے +

(۴) رسالہ کے متعلق تمام خط وکتابت میرے نام ہونی چاہیئے خط وکتابت میں اپنا نام وپتہ نہایت صاف وخوشخط لکھیئے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتایئے ورنہ تعمیل محال ہے۔ جوابی امور کیلیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیئے +

(۵) رسالہ کی قیمت ہر حال میں پیشگی لی جاتی ہے۔ نمونہ کے لیئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں +

خاکسار محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ دہلی

۷۸۶
چند دن بعد کیا ہوگا
کان میں پڑے رہنے کے لائق باتیں
از
جناب مولوی محفوظ علی صاحب بی اے علیگ
قیمت ۲ر
منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمایئے
۷۸۶
حالات خواجہ خضر علیہ السلام
عجیب و غریب اسرار کا ذخیرہ
مصنفہ
ملا محمد الواحدی صاحب
قیمت ۱ر
المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دھلی
۷۸۶
اڈیٹر کا حشر
ایک عبرتناک افسانہ
از
جناب مولوی ظفر علیخاں صاحب بی اے علیگ
قیمت ۱ر
منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگایئے

حمدیہ ترانے

(۱)

(جمال وجلال)

جلوہ کہاں نہیں ہے اے خوش جمال تیرا — لیکن جو دیکھنے دے رُعبِ جلال تیرا
سُنبل بنفشہ دونوں تیرے اسیر گیسو — ہر باغ میں صبا ہے پھیلائے جال تیرا
ہر گل میں رنگ و بو ہے، ہر رنگ و بو میں تو ہی — ہر نخل ہے سراپا، ہے نونہال تیرا
ہر شاخ ہے خمیدہ، سجدہ میں تیرے آگے — ہر سبزہ دمیدہ، ہے پائمال تیرا
ہر داغ کا تو مرہم ہر درد کا تو درماں — منت پذیر درماں ہر خستہ حال تیرا
قالب میں مایۂ جاں، دل میں متاع ایماں — یہ بھی تری امانت، وہ بھی ہے مال تیرا
کہتے ہیں جسکو جینا، تیرا فراق ہے وہ — کہتے ہیں جسکو مرنا، وہ ہے وصال تیرا
کہتے ہیں جسکو جنت، مشہور ہے جو دوزخ — وہ ہے جمال تیرا، یہ ہے جلال تیرا

دونوں جہاں میں رکھیو تو سُرخرو شفق کو
ہے اِک ذلیل بندہ اے ذوالجلال تیرا۔

(۲)

(نور و ظہور)

وحدت میں جلوہ تیرا کثرت میں نور تیرا — ہر ذرہ چشم موسیٰ ہر کوہ طور تیرا

شام و سحر ہویدا شمس و قمر سے پیدا — نیرنگیاں دکھا کر رنگ ظہور تیرا

پیمانہ تیرا کوثر میخانہ تیرا جنت — فردوس کا محل ہے دار السرور تیرا

ڈھونڈھ آئے آسماں تک چھان آئے لامکاں تک — ہم نے پتہ لگایا کیا دور دور تیرا

دوری میں ہاتھ آئی ہم کو تری حضوری — اپنے سے دور ہو کر پایا حضور تیرا

معراج بندگی ہے عجز و نیاز میرا — شایان کبریائی کبر و غرور تیرا

زیر زمیں شفیق کو دم بھر نہ کل پڑیگی
جسوقت دم بھرے گی آواز صور تیرا

(۳)

ارض و سما پہ چھایا یارب ہے نور تیرا — جلوے دکھا رہا ہے رنگ ظہور تیرا

خالق ہے سب کا تو ہی مالک ہے تو ہی مولے — دنیا و ماسوا ہے سب بالضرور تیرا

خورشید و ماہ و انجم سب ہیں گواہ تیرے — لیتے ہیں نام ہر دم مرغ و طیور تیرا

مٹی بنائی تو نے آتش جلائی تو نے — باد بہار تیری ماء طہور تیرا

دونوں جہاں کی شاہی زیبا تجھے الٰہی — یاں بھی ظہور تیرا واں بھی ظہور تیرا

ارفع ہے ذات تیری ادراک سے بشر کی — پاتا ہے بھید کوئی کب ذی شعور تیرا

دنیا ہو آسماں ہو تحت الثریٰ ہو کچھ ہو — اک شور مچ رہا ہے نزدیک و دور تیرا

وابستگان دامن عزت بنائیں کیونکر — اے رحمت خدا ہے ہر جا وفور تیرا

سائل ہے مغفرت کا صدقے میں مصطفٰے کے
اک بندۂ کمینہ رب غفور تیرا

ایک تنہا بلند چوٹی سے، اونچے مقام سے، بے خود کر دینے والی صدا اٹھی اُسے ہوا کے سبک کاندھوں نے اٹھایا؛ اور ایک دشوار گزار وادی میں، جہاں اپنے انجام سے بے خبر، انسان کے پاؤں کی تباہ کن آہٹ سے ناآشنا، جانور آزادی اور بے فکری کے آغوشِ شفقت میں پڑے ہوئے تھے لا ڈالا۔ اور یہ گوشۂ راحت، مسرت بھری حیوانی صورتوں کا مسکن سُریلی صداؤں سے پُر ہو گیا۔ چاند کی چاندنی میں شجرِ سبز کے سائے میں لیٹے ہوئے آہوئے تیز رو نے اپنی بڑی بڑی رسیلی آنکھیں اٹھائیں خطرہ سے آگاہ ہو کر کھڑے ہو جانے والے کانوں کو سمیٹا، اور ایک عالم بے خودی میں، ایک حالت استغراق میں اس شیریں نغمہ کے راحت انگیز احساس کے لطف میں محو ہو گیا۔

فاصلہ پر کی سفید برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیوں کی چمکدار سطح سے ٹکرا کر منعکس ہونے والے نغمہ نے ایک خاص قسم کی لرزش پیدا کی۔ مقطر پانی کی بہنے والی چھوٹی چھوٹی چمکدار ندیوں نے اپنی ننھی رفتار کو بے خود بنا دینے والی صدا سے بھری ہوئی وادی کی جانب پھیر دیا۔ اور سفید پانی کی تنگ، پتلی دھاریں۔ اپنی تہ پر کے پتھروں سے گلے مل مل کے شیریں اگ کی نہ ختم ہونے والی داستان جلدی جلدی دہراتی ہوئی اُمتاں وخیزاں روانہ ہوئیں۔ سینہ اُگلنے والے چشمے جوشِ مسرت سے بہہ نکلے۔ پھولوں سے لدے ہوئے اشجار جھومنے لگے۔ شبنم کے ناچیز مگر درخشندہ قطرے پئے در پئے عالمِ بالا

اُترے۔ کہ اپنی بے حقیقت ہستی کو نغمہ کی گود میں ڈال کر ہمیشہ کا اضطراب دائمی بے چینی سے لیں۔ پردۂ مغرب سے جھانکنے والے چاند نے فرط ادب سے چاندنی کی چادر بچھائی۔ اور اپنی روشن کرنوں کو اس احساس سے بہرہ یاب ہونے کے لیے بھیجا۔ جو وادی کو دل گداز اور شیریں صدا سے بھر رہا تھا۔ نزدیک کے سبزہ زاروں کی زمردیں گھاس کی نازک پتیوں نے وفور طرب سے بے خود ہو کر جنبش کی۔ بلند درختوں کی ہلنے والی گچھے دار چوٹیوں نے دلنوازئی کے سننے کے لیے سر جھکائے۔ باد نسیم کے خوشگوار جھونکے آئے۔ اور اس صدا کو اردگرد پھیلا دیا۔

دور پہاڑ کے کسی نیچے غار میں مقصد زندگی کے حصول کی کوشش میں محو، دنیا و مافیہا سے بے خبر انسان نے بھی اپنا جھکا ہوا سر اُٹھایا۔ اس کا کثرت ریاضت سے خشک، کمزور جسم کانپا۔ اس کی بند آنکھوں نے دو چار قیمتی آنسو ٹپکائے کیسی وصال کی آرزو میں تڑپنے والا دل اور بھی تڑپا۔ اور اردگرد کی دور تک کی ہوا یا ہُو کے دل ہلا دینے والے نعرے کی صدا سے گونج اٹھی۔ مگر اس غار میں اُس گوشۂ خلوت میں ہمیشہ کے لیے خاموشی چھا گئی۔ جسے سوائے صور اسرافیل کی زبردست آواز کے کوئی صدا دور نہیں کر سکتی۔

امیر حسن نازؔ۔ از میانہ پورہ۔

اسلام کی کتابیں | اس نام کا ایک رسالہ ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ دہلی نے مرتب کیا ہے جو تین آنے قیمت پر آپ کو مل سکتا ہے اس رسالہ میں اول مولوی ظفر علیخاں صاحب کا ایک عمدہ مضمون درج کیا ہے جس کا عنوان وہی ہے جو اس رسالہ کا نام ہے۔ پھر شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی ایک نظم درج کی ہے جس کا عنوان ہے تنزل اسلام کا اصلی سبب۔ آخر میں خواجہ حسن نظامی کا ایک دلچسپ مضمون دربار رسول کے عنوان سے درج کیا گیا ہے۔ (زبیر اعظم)

غزل

از روئے دلارائے تو آئینہ جانہا — روشن ز جمالِ تو بہر وجہہ مکانہا

اے چار جہت نجگہ از شور روانہا — آوازۂ نامت ز زمیں ہا و زمانہا

پرخون ز تماشائے تو ہر دیدۂ و ہر دل — بیخود ز تمنائے تو تنہا و روانہا

در خط شدہ از حرفِ تو ہر خامۂ و نامہ — برہم زدۂ وصفِ تو بیانہا و زبانہا

حسنِ تو دل افروز فروغِ تو جہانسوز — در ہر شب و ہر روز ز شانِ تو نشانہا

ہر جلوہ ز رویت ہمہ آشوبِ نمویت — ہر نافہ ز بویت چو ریاحین جنانہا۔

چشمانِ تو خونریز نگہ عربدہ انگیز — مژگانِ تو سر تیر بلایا چو سنانہا

آنجا کہ توئی غیر تو کہ باشد کہ دو باشد — معراجِ تو زنہار نباید بگمانہا

پس ماندہ خیالات ز چالاکی رفتار — اے پیشِ براقِ تو ز کف رفتہ عنانہا

برخیز عزیز از سرِ جاں گر بتوانی
یادش کن و یکسو زن ازینہا و ازانہا

عزیز

عقل و عشق

مولانا سعد الدین نے شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا تھا کہ راہ مقصود و حقیقت تک پہونچنے کے لیے عقل بہتر ہے یا عشق اور انہوں نے اپنی دانست میں عقل کو بہترین تصور کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پیش کی تھی اول ما خلق اللہ العقل فقال لہ اقبل فاقبل ثم قال لہ ادبر فادبر قال وعزتی وجلالی ما خلقت خلقا اکرم علی منک بک اعطی وبک اعاقب۔ (یعنے پہلے اللہ تعالی نے عقل کو پیدا فرما کر ارشاد کیا کہ آگے آ۔ جسپر وہ آگے بڑھی پہر فرمایا پیچھے ہٹ جا۔ چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گئی اسپر اللہ تعالی نے اپنی عزت وجلال کی قسم کہا کر کہا کہ ہم نے تجہہ سے بڑا کسی کو نہیں بنایا تیرے ہی سبب بخشش اور تیرے ہی سبب عذاب کروں گا۔)

شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ عالموں فاضلوں سے پوچھنے کا نہیں ہاں سالکان راہ حقیقت سے یہ عقدہ حل ہو سکتا ہے اور میں تو خود ہی ایک دور افتادہ ہوں مگر خیر درویشوں کی صحبت اور اہل دل کی طفیل جو کچھ مجھے معلوم ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ راہ خدا میں عقل بمنزلہ ایک چراغ کے ہے جس سے کنوئیں ٹیلے نشیب و فراز اور نیک و بد میں تمیز ہو سکے اب اگر کوئی شخص چراغ ہاتہہ میں لیے ادہر ادہر دیکھا کرے تو کیا وہ منزل پر پہنچ سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ العلم حجاب الاکبر ایسی ہی حالت اور ایسی ہی عقل وعلم کی نسبت کہا گیا ہے۔ البتہ علم وعقل حصول مراد کا بہت اچہا رستہ ہے کہ اگر انسان اس رستہ پر چلنا چاہے تو چراغ کی موجودگی اس کے لیے ضرور آسانیاں پیدا کر دیگی علم وعقل سے

انسان اچھے اخلاق سیکھ سکتا ہے اور صفائی باطن پیدا کر سکتا ہے جو بے عقلوں اور بے علموں کو نصیب نہیں ہوتی۔ پس مریدان طریقت کے لیے مناسب ہے کہ علم و عقل کے ذریعہ نیک چلنی اور صفائی حاصل کریں تاکہ بری صفتیں محو اور نیست ہو جائیں اور اسی طرح جب نیک چلنی اور پاکبازی میں چند عرصہ گذر جائے تو پیر اہل دل کی امداد سے گوشہ نشینی اور عزلت گزینی پر متوجہ ہوں اس حالت میں ان کو معرفت کے پھول کی خوشبو آنے لگی اور باغ تقدس سے محبت کا غلبہ ہوگا اور اس کے سبزہ زار سے فیضان الٰہی کے جھونکے اس قدر پے در پے آئیں گے کہ بے پردہ اس شوق میں مست ہو جائیں گے اور اختیار و احتیاط کی باگیں ان کے ہاتھوں سے جاتی رہیں گی یہ ہستی جو ذکر و رہوئی ہے اصطلاح تصوف میں اسکو حلاوت ذکر (ذکر کی مٹھاس زیادہ کا چٹخارہ) کہتے ہیں کہ بغیر اس کے انسان بے آرام و بے چین ہونے لگتا ہے اس سے آگے بڑھ کے منزل وجد ہے جہاں عقل و قیاس و ادراک سب رہ جاتے ہیں اور طالب حق پر ایک عجیب قسم کی حالت طاری ہوتی ہے اس سے اگلی منزل کا نام عشق ہے یا یوں کہو کہ قصر عشق تک پہنچنے کی یہ تین ڈیوڑھیاں ہیں سلامت روی۔ ہستی۔ اور وجد۔ ان کا طے کرنا اول ضروری ہے۔ ورنہ وہاں کی کیفیت کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔ اہا کچھ عجیب راز سربستہ ہے کہ کہنے اور سننے دونوں سے باہر اور بالاتر یوں سمجھو کہ خزانہ راز کے دروازہ پر عشق کا ایک جان بر طلسم لٹکا ہوا ہے جہاں کسی نے داخلہ کی کوشش کی کہ جھٹ اس طلسمی سوار نے دو ٹکڑے کر کے خزانہ راز کے اوپر ڈال دیا چلنے چھٹی ہوئی ہے

قدغن ہے کہ اس گھر میں کوئی آنے نہ پائے • گر بے خبر آ جائے تو پھر جانے نہ پائے

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ (میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا پس مجھے پسند آیا کہ میں اپنے آپ کو پہچنواؤں) او ہو ہو کیا پتے کی بات فرمائی ہے اب سمجھنا چاہیے کہ خزانہ پر ہمیشہ بادشاہ سلامت اور اس کے اخص الخواص درباریوں کو ہی علم ہوا کرتا ہے اور بغیر ان کے کوئی شخص اس راز سے آگاہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ عام طور پر بادشاہوں کا یہہ دستور ہے کہ جو لوگ خزانہ کے حال پر مطلع ہوتے ہیں وہ واقفیت کے ساتھ ہی قتل کر دیے جاتے ہیں سچ ہے۔ ع

اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی

یہی حال اللہ تعالےٰ کے خاص لوگوں کا ہے جو ابدال و مسکین و فقیر کہلاتے ہیں کہ جب تک یہ منازل ابتدائی طے کرتے رہتے اور عوام و خواص زمانہ کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ملتے جلتے رہتے ہیں تب تک تو خیر ہے مگر جوں ہی خزانہ کے بھیدوں پر واقف ہوئے ساتھ ہی شمشیر جلال نے سر اُن کا کے الگ رکھہ دیا۔ اور غور کیا جائے تو یہ عین انصاف و حکمت ہے کہ خزانہ کا بھید عام نہ ہو جائے اور ذات بے چون و بے چگون کا راز سربستہ اہل دنیا پر ویسے ہی پوشیدہ کا پوشیدہ رہے ہاں یہہ بھی ممکن ہے کہ طالب کا پانوں خزانہ پر بھی جا پڑے اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ گیا اور وہیں کا ہو رہا بھلا کوئی اس کیفیت کو ظاہر کیسے کر سکتا ہے کیونکہ کسی صحیح العقل نے اسکی تصویر تو اتاری ہی نہیں کہ سامنے رکھدے اور جنھوں نے دیکھ پایا ہے وہ کچھ ایسے شہید غمزہ اور کشتۂ ناز ہو چکے ہیں کہ ان کی زبان نہیں چلتی اور چلے کیسے کیا کبھی مقتول بھی بولا کرتے ہیں لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اسکی معرفت کا آلہ عقل و قیاس و قوت و حواس ہے وہ یہ تو سوچیں کہ ان بیچاروں کی ہستی تو مستی و جد میں ہی جاتی رہتی ہے پھر آ

تخت عشق تک اور گنج راز تک کیونکر پہونچ سکتے ہیں ؎

خرد در راہِ او بیکار فرہنگ　　بیاباں در بیاباں آہوئے لنگ

حضرت یہ تو وہ کیفیت ہے کہ جیسے کوئی انتظار یار میں بیٹھا طرح طرح کے منصوبے سوچ رہا ہو کہ آئیں گے تو یہ عرض کریں گے یہ سنائیں گے مگر جب صورت دیکھی ؎

پئے تعظیم او خیز ند نا گاہ　　زرخ رنگ از سر ہوش و زدل آہ

بات یہ ہے کہ وجد کے سوا مکاشفہ نہیں ہوتا اور وجد کی حالت میں ادراک و عقل سب دھرے ہی رہ جاتی ہے۔ یہی تو سبب ہے کہ پختہ کاروں نے بھی اپنی خامی کا اقرار کیا ہے اور ملاء اعلیٰ کے فرشتوں نے بھی۔ ما عرفناک حق معرفتک (نہیں پہچانا ہم نے یہ پہچاننے کا حق) معرفت کی انتہا تو کون جان سکتا ہے کیونکہ اس راہ میں چلنے والے کو پہلے ہی قدم میں وہ پیالہ دیا جاتا ہے کہ پھر اسکو دوسرے کی ضرورت نہیں رہتی اگرچہ مے معرفت کا خم ویسے کا ویسا ہی بھرا پڑا ہوتا ہے مگر دوسرا جام لینے کی ہمت اور ہوش کسے ہو سکتا ہے۔ گو ارادے تو بڑے بڑے ہوا کرتے ہیں مگر لطف یہ ہے کہ ایک گروہ وجد میں ہی حضور سے غائب رہتا ہے یعنے وہ وجد کی مستی میں ہی اسقدر محو و مدہوش ہو جاتا ہے کہ آگے بڑھنے کی ہمت نہیں رہتی۔ حضرت ابوبکر صدیق کا قول ہے۔ یا من عجز عن معرفتہ کمال معرفت الصدیقین (تیری ذات پاک کے پہچاننے سے اولیاء کرام کا کمال معرفت بھی عاجز ہے) اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک شخص کی معرفت کی نہایت و غایت انقطاع ادراک و عقل و علائق و عجز ہی سے ہے درحصل یہ ایک دریائے ناپیدا کنار ہے اس کے اندرونی اسرار کون جان سکتا ہے جس سے پوچھو گے وہ خود کنارہ پر چلنے والا ہوگا بہرحال اس کے اوصاف کا احاطہ ہماری ہر ایک طاقت سے بلند و بالا ہے۔ فقط

نجم الدین عباسی

تضمین

برغزل مولانا شفق عمادپوری۔

بہارِ گلشن فلک روئے محمدؐ گلِ باغِ جناں روئے محمدؐ
فروغِ آسماں روئے محمدؐ چراغِ لامکاں روئے محمدؐ
شعاعِ مہر گیسوئے محمدؐ

مثالِ کعبہ ابروئے محمدؐ ہے طوبیٰ قدِ دلجوئے محمدؐ
معطر کیوں نہو کوئے محمدؐ نسیم عطرِ گل بوئے محمدؐ
رگِ گل سایۂ موئے محمدؐ

نبی محوِ جمالِ کبریا ہے خدا بھی اس کا مشتاقِ لقا ہے
عجب رمزِ خدا و مصطفےٰ ہے محمدؐ کی نظر سوئے خدا ہے
خدا کی ہے نظر سوئے محمدؐ

وہی شمعِ شبستانِ ہدا ہے وہی شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ ہے
حقیقت میں چراغِ حق نما ہے سراپا جلوۂ نورِ خدا ہے
زہے آئینہ روئے محمدؐ

یہ پوچھو عیسیِ گردوں نشیں سے بڑے ہی ہیں وہ چرخ چارمیں سے
ملادیں فرش کو عرشِ بریں سے ملادیں عرش کا پلہ زمیں سے
قوی ایسے ہیں بازوئے محمدؐ

ملی ہے نعت گوئی سے وہ عظمت شرف اشرف کو ہے جسکی بدولت
بقولِ اُستاد کے ہے اک عبادت شفق گویا ہے قرآں کی تلاوت
ثنائے مصحفِ روئے محمدؐ

نتیجۂ فکر ... زیدوی

لسان الغیب حافظ شیراز

دفتر شعرا میں جس پسندیدہ نگاہ سے لسان الغیب شمس الدین محمد حافظ شیرازی علیہ الرحمتہ کا کلام فیض نظام دیکھا جاتا ہے اسکا عشر عشیر بھی کسی بڑے سے بڑے سخنور کے کلام کو نصیب نہیں ہوا۔ لاریب آپ کے دیوان کا ایک ایک شعر خمخانہ فصاحت اور میکدۂ بلاغت کی کلید ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید کی جھلک جو آپ کے کلام فیض التزام میں پائی جاتی ہے وہ جلوۂ طور کا کرشمہ ہے حضرت رؤف احمد صاحب نقشبندی مجددی دہلوی علیہ الرحمتہ درالمعارف میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا کلام شہودی مذہب کی تائید کرتا ہے آپ اپنے وقت کے صوفی اجل ہوتے ہیں آپ کا کلام حقائق اور معارف کی شراب کا سرچشمہ ہے۔ شاہ شجاع کے وقت میں آپ شیراز کے مفتی زادہ پر عاشق ہوگئے اس نوجوان کا آئینہ حسن ایسا روشن تھا کہ حافظ صاحب باوجود ہزار داستانی اور لسان الوقتی کے اس کے حسن کی تعریف میں حیران تھے ایک روز حافظ صاحب اور آپ کا معشوق خلوت میں ان اللہ جمیل ویحب الجمال کی قرأت میں مصروف تھے کہ مخالفین نے بادشاہ سے جاکر کہا کہ اسوقت حافظ صاحب خلوت میں اپنے معشوق کے ساتھ شاہد بازی میں مشغول ہیں بادشاہ نے بالاخانہ کا دریچہ کھولکر جو دیکھا تو واقعی حافظ صاحب کو اس شغل میں پایا کہ مفتی زادہ کو شراب کا پیالہ دے رہے ہیں اور وہ لے رہا ہے قبل ازیں بادشاہ کو اسکی اطلاع نہ تھی اب قوی اپنی آنکھ سے دیکھ لیا پھر کیا تھا فی البدیہ مصرع ذیل نظم کر کے کہا سبحان اللہ ؎

حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش

حافظ نے سلطان کی آواز پہچان کر جھٹ جواب دیا۔ ؎

در دور پادشاہ خطا بخش و جرم پوش

حضرت شیخ رؤف احمد صاحب درالمعارف میں تحریر فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب کے بعض اشعار حدیث شریف کے مطابق ہیں جیسا کہ ؎

ساقیا عشرت امروز بفردا مفگن — یا ز دیوان قضا خط امانی بمن آر

یہ حدیث ذیل کا مضمون ہے۔ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ۔ شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد نیرنگ خیال میں حافظ صاحب کا فوٹو یوں اتارتے ہیں کہ اسی اثناء میں دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ آزاد وضع، قطع تعلق کا لباس بر میں، خاکساری کا عمامہ سر پر آہستہ آہستہ چلے آتے ہیں تمام علماء و صلحاء مورخ اور شعراء سر جھکائے ان کے ساتھ ہیں وہ دروازہ پر آکر ٹھیرے سب نے آگے بڑھنے کی التجا کی کہا کہ معذور رکھو میرا ایسے مقدموں میں کیا کام ہے اور فی الحقیقت وہ معذور رکھے جاتے اگر تمام اہل دربار کا شوق طلب ان کے انکار پر غالب نہ آتا وہ اندر آئے اور ایک طلسمات کا شیشہ مینائی ان کے ہاتھ میں تھا کہ اس میں کسیکو دودھ کسی کو شراب شیرازی کسیکو شربت نظر آتا تھا ہر ایک کرسی نشین انہیں اپنے پاس بٹھانا چاہتا تھا۔ مگر وہ اپنی وضع کے خلاف سمجھکر کہیں نہ بیٹھے فقط اس سرے سے اس سرے تک ایک گردش کی اور چلے گئے وہ حافظ شیراز تھے اور شیشہ مینائی انکا دیوان تھا جو فلک مینائی کے دامن سے دامن باندھے ہے جن ایام میں آپ مفتی زادہ کا مصحف رخسار دیکھ دیکھ کر سورۂ نور کا ورد کیا کرتے تھے انہیں دنوں میں مفتی زادہ نے ایک آہنگر زادہ کا عشق مبلح کر رکھا تھا۔ ایکدن آپ ان دونوں کے درمیان بیٹھے تھے کہ مفتی زادہ نے فرمائش کی کہ مجھے ایک غزل کہ

معشوق کے متعلق کہدیجئے آپنے فی البدیہ غزل ذیل کہی ؎

دلم ربودہ لولی وشیست شور انگیز — دروغ وعدہ و قتال وضع و رنگ آمیز

فدائے پیرہن چاک ماہرویاں باد — ہزار جامہ تقوی و خرقہ پرہیز

فرشتہ عشق نداند کہ چیست قصہ مخواں — بخواہ جام و شرابے بخاک آدم ریز

غلامِ آں کلماتم کہ آتش افروزد — نہ آب سرد زند در سخن بر آتشِ تیز

فقیر و خستہ بدرگاہت آمدم رحمے — کہ جز وفائے توام ہیچ نیست دست آویز

بیا کہ ہاتفِ میخانہ دوش بامن گفت — کہ در مقامِ رضا باش و از قضا مگریز

پیالہ در کفنم بند تا سحر گہ حشر — بمے ز دل ببرم ہول روز رستاخیز

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست

تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

دیکھیے تصوف کے مسئلہ کا مقطع میں کیا عمدہ حل کیا ہے مقطع ذو معنی ہے ایک تو یہ بات کہ ان دونوں کے مابین صرف میں ہی حائل ہوں۔ دوسرے بموجب مذہب فقرا ہستی سے گذرنا فنا فی الشیخ فنا فی الرسول فنا فی اللہ بقا باللہ پر عمل کرنے کی ترغیب ہے اس مسئلہ پر صوفیہ متفق ہیں۔

چونکہ محمد مظفر بادشاہ خشک مزاج تھا علما صلحا فصحا سے اسے نسبت نہ تھی فقرا اس کے عہد میں آرام سے زندگی بھی بسر نہ کر سکتے تھے حافظ صاحب نے غزل مسطورہ ذیل میں اسی امر کی شکایت کی ہے ؎

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گلبیز است — ببانگ چنگ مخور مے کہ محتسب تیز است

صراحی و حریفے گرت بدست افتد — بعیش کوش کہ ایام فتنہ انگیز است

در آستین مرقعہ پیالہ پنہاں کن — کہ ہمچو چشم صراحی زمانہ خونریز است

ز رنگِ بادہ بشوئید خرقہا از اشک — کہ موسمِ ورع و روزگار پرہیز است

مجوی عیش خوش از دور واژگون سپہر — کہ صاف این سرخم جملہ دردآمیز است
سپہر برشدہ پرویز نیست خون افشاں — کہ قطرہ اش سر کسریٰ و تاج پرویز است

عراق و پارس گرفتی بشعر خوش حافظ
بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است

صوفیائے کرام کا اتفاق ہے کہ تصوف میں کوئی دیوان خواجہ صاحب کے دیوان سے عمدہ نہیں حضرت عبدالرحمٰن صاحب جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ہر چند کہ معلوم نہیں کہ خواجہ صاحب نے کسی بزرگ سے شرف بیعت حاصل کیا ہے لیکن جو حقائق اور معارف آپ نے بیان فرمائے ہیں وہ دوسرں کی زبان پر نہیں آئے حضرت رؤف احمد صاحب فرماتے ہیں کہ خاکسار حضور میں حاضر ہوا یعنے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں) حضرت قدس نے دیوان حافظ کا مطلع پڑھا ع

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا — کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

اور فرمایا کہ قلبی نسبت نے ظہور کیا ہے۔ پھر دوسرا شعر اسی غزل کا پڑھا ع

بوئے نافہ کاخر صبا زاں طرہ بکشاید — زتاب جعد مشکینش چہ خوں افتادہ در دلہا

پھر ایک آہ دل حشمۂ فیض سے کھینچی حاضرین وقت پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی اور احوال غریب ظاہر ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ حضرت خواجۂ خواجگان بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کا کلام حضرت نقشبندیہ کے مذہب کے مطابق ہے اور قائلین وحدۃ الوجود کے برعکس جیسا کہ رسالہ مذکور کی عبارت ذیل سے واضح ہے (فرماتے ہیں) کہ اس کے بعد حضور پر نور میں توحید وجودی کا ذکر آیا۔ فرمایا کہ یہ ایک حالت ہے کہ سیر قلبی کے لطیفہ میں ظاہر ہوتی ہے جنہوں نے سے مقامات قرب کا درجہ جاتا ہے وہ ان مقامات عالیہ سے کہ جنھیں حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے

بے خبر ہیں اور انہوں نے دائرہ ظلال سے قدم باہر نہیں رکھا اور اصل تک رسائی
نہیں پائی تشبیہ کو تنزیہ سمجھتے ہیں اور مخلوق کو عین خالق اور ممکن کو عین واجب
جیسا کہ ان میں سے ایک کہتا ہے

اے مغربی آں یار کہ بے نام ونشاں بود از پردہ بروں آمد وبا نام ونشاں شد

یہ نہیں جانتے کہ یہ ایک ظل ہے حق تعالیٰ تقدس کے اسموں اور صفات
کے سایہ سے مثلاً جب آئینہ میں آفتاب کی قرص جلوہ گر ہوتی ہے تو اس میں
چمک اور شعاعیں آفتاب وحدۃ کی تمامتر موجود ہوتی ہیں۔ مگر آفتاب نہیں
ہوتا یہ آفتاب کا سایہ ہے اور یہ گروہ آفتاب کو دیکھتے ہوئے سایہ کو آفتاب
خیال کرتے ہیں اور آئینہ کو بھی نہیں دیکھتے۔ حالانکہ اس کا جسم درمیان میں باقی
ہے۔ اس میں آفتاب کا سایہ ہے چنانچہ حافظ شیرازی کہتے ہیں ؎

عکس روئے تو چو در آئینہ جام افتاد عارف از خندۂ مے در طمع خام افتاد

کتاب مذکور میں دوسری جگہ رقم کیا ہے۔ اولیائے اکرام کی ایک جماعت
وحدۃ الشہود قائل ہے اور کہتے ہیں کہ عالم آئینہ خانہ کے رنگ پر ہے
اور معشوق حقیقی کے چہرہ کے آفتاب کا نور اس میں پڑا ہوا ہے ؎

عکس روئے تو چو در الخ

حقیقت میں بلبل شیراز کا چمکتا ہوا کلام ہم سے بے زبانوں کی تعریف کا محتاج نہیں ؎

من چہ گویم وصف آں عالیجناب نیست پیغمبر ولے دارد کتاب

آپ کا کلام آپ ہی کے مصرع تعریف کا مصداق ہے ؎

بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبا را

امیر سلطان حسین نبیرۂ صاحبقران امیر تیمور گورگان اپنی تالیف مجالس العشاق میں
لکھتے ہیں کہ گویہ بات معلوم نہیں کہ آپ نے سلسلۂ فقر میں کس بزرگ سے فیض

حاصل کیا ہے یا کس کے مرید ہیں لیکن آپ کا کلام داؤدِ تصوف کا اعلان ہے مطالع ملاحظہ ہوں ؎

در ازل پر تو حسنت ز تجلی دم زد — عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند — نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند

چو آفتاب مے از مشرقِ پیالہ برآید — ز باغ عارضِ ساقی ہزار لالہ برآید

بیا کہ ترک فلک خوانِ روزہ غارت کرد — ہلالِ عید بہ دور قدح اشارت کرد

سالہا دل طلب جام جم از ما میکرد — آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا میکرد

در ہمہ دیرِ مغان نیست چو من شیدائی — خرقہ جائے گرو بادہ و دفتر جائے

زیب النساء کی سوانح عمری میں مرقوم ہے کہ ایک دن اپنے محل میں بیٹھی ہوئی دیوان حافظ دیکھ رہی تھی۔ اور یہ شعر زیر نظر تھا ؎

دوش دیدم کہ ملائک درِ میخانہ زدند — گلِ آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند

کہ یکا یک عالمگیر چلا آیا۔ اسے دیکھتے ہی زیب النساء باادب کھڑی ہوگئی اور مجرا بجالائی بادشاہ بیٹھ گیا اور زیب النساء کو بیٹھنے کی اجازت دی اور گفتگو کرتے کرتے دیوان حافظ کا ذکر بھی آگیا جو شعر کہ زیب النساء پڑھ رہی تھی وہ اپنے شفیق باپ کے آگے رکھا عالمگیر نے شعر دیکھکر دریافت کیا کہ تم اس کا مطلب کیا سمجھی ہو زیب النساء نے ادب اور داب شاہی کی پابند ہوکر عرض کیا کہ حضور اس شعر کے معنے ادق ہیں حافظ نے انسانی فطرت کی طرف اشارہ کیا ہے بلکہ اسکی سچی ماہیت کو کھول دیا پیمانہ ایک چیز بھی ایسی ہے کہ وہ ہمیشہ گردش کرے زمین کی شکل گول ہے اس لیے وہ بھی گردش کرتی ہے آدمی کی مٹی کو پیمانہ میں آمیز کرنا انسان کی اصلی فطرت کا نقشہ بتاتا ہے کہ انسان کو کبھی قرار نہیں خواہ اسکی کوئی حالت کیوں نہ ہوجائے۔ پھر بھی وہ آگے ترقی کرنے کے لیے بیقرار

رہتا ہے اگر آرام سے ہے تو یہ خیال ہے کہ اور بھی آسایش ہو اور جو تکلیف میں ہے
تو صرف آرام ہی کی آرزو میں ساعی ہے حضور اس کے علاوہ یہ بھی ایک
بدیہی بات ہے کہ جس زمین پر ہم بستے ہیں جب وہ گردش میں ہے پھر ہم کیوں نہیں
پیمانہ کی طرح گردش میں ہوں گے یہ عقل و دانش کے معنے سنکر عالمگیر بہت
خوش ہوا۔ اور شاد شاد واپس گیا۔

جب حافظ صاحب کی غزل کا مطلع ہذا ؎

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل ما را — بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بادشاہ وقت نے سنا تو بہت خفا ہوا اور حافظ صاحب کو بلا کر کہا کہ جس ملک
کو مینے بڑی مشکل سے حاصل کیا ہے تم اسے ایک ترک کے خال پر بخش رہے
ہو یہ کیا طریق ہے۔ آپنے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت نہ میرے پاس بخارا ہے نہ
سمرقند ہے میں تو ایک فقیر آدمی ہوں یہ میرا مطلع غلبہ محبت کا ہے ورنہ کجا
یہ فقیر اور کجا سمرقند و بخارا آپ کا کلام فلسفیانہ اور عاشقانہ ہونے کے علاوہ
عارفانہ بھی ہے ؎

نشوی واقف یک نکتہ ز اسرار وجود — تا نہ سرگشتہ شوی دائرۂ امکاں را۔

وجود وہ ہے کہ وجد اور وجد غلبہ نور شہود موجود میں غائب اور ناچیز ہو جائے
اور وجد محدث کی صنعت ہے اور وجود قدیم کی الخ مصباح الہدایت ترجمہ
عوارف المعارف صفحہ ۱۲ ۔
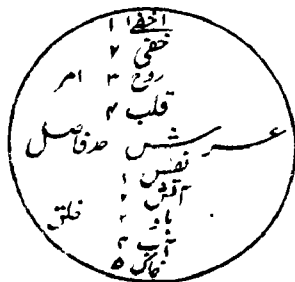
عالم امر وہ ہے جو کن سے پیدا ہوا ہے اور عالم خلق وہ جو اس سے مابعد ہوا اور دائرہ
امکان عالم امر اور خلق کے دس لطائف کا نام ہے ہدایت الطالبین صفحہ ۱۰ دائرے
کئی ہیں دائرہ امکان پہلا دائرہ ہے حافظ صاحب نے مبتدیان طریقت کو اس
راستہ پر چلنے کی ترغیب دی ہے اس عندلیب بلاغت کا کلام گلزار قبول
میں ایسا چہکا کہ کسی گل اندام کا کان اس سے سیر نہ ہوتا تھا کیا فقیر کیا امیر
سب کی محفل میں ارباب نشاط گاتے ہیں آپ کے کلام میں مجاز اور حقیقت دونوں
کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں اگر شاعروں کی جان ہے تو شوقین مزاجوں کے
نوک زبان ہے آپ کے زمانۂ حیات میں نوبت تا بانجا رسید کہ آپ نے فرمایا ؎

غزل سرائی حافظ بدان رسید کہ چرخ نوائے نغمہ ناہید را ببرد از یاد،

سلطان الاذکار کا ورد آپ کو غزلیات جمع کرنے سے مانع تھا سبحان اللہ کیا
شستہ کلام ہے ؎

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است باب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

عاشقانہ اور عارفانہ ہونے کے علاوہ فلسفیانہ بھی ہے شعر ذیل ملاحظہ ہو ؎

بحسن خلق توان کرد صید اہل نظر بدام و دانہ نگیرند مرغ دانا را،

آزاد طبعی اور قناعت کے ثبوت میں ذیل کے دو شعر کافی ہیں ؎

ملک آزادگی و کنج قناعت گنجیست کہ بشمشیر میسر نشود سلطان را
غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود زہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

راز دہر کے مالاینحل عقدہ کی تحقیق سے منع فرماتے ہیں ؎

میان او کہ خدا آفریدہ است از ہیچ دقیقہ ایست کہ ہیچ آفریدہ نکشادست
حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمارا

تنزیہ کے متعلق دیکھئے کہاں پہنچے ہیں ؎

برزمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود ‌‌ ‌ سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

نامِ من رفتست روزے بر لبِ جاناں زسہو ‌ ‌ اہلِ دل را بوئے جاں مے آید از نامم ہنوز

• یہ مضمون دیکھئے کس خوبی سے ادا کیا ہے ؎

پیرِ ما گفت خطا در قلمِ صنع نرفت ‌ ‌ آفریں بر نظرِ پاک خطا پوشش باد

اس شعر کو بیدہ الملک کی تفسیر کہنا چاہئے ؎

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ‌ ‌ آنچہ استادِ ازل گفت ہماں میگویم

اگر کوئی شخص تفول کرنا چاہے تو وہ پہلے حافظ صاحب کی روحِ اطہر پر فاتحہ پڑھے اور پھر آپ کے دیوان کو کھولے اور داہنے صفحے کی پہلی بیت کے مضمون سے جو مطلب نکلے اسے فال سمجھے حضرتِ داراشکوہ نے اپنی تالیف سفینۃ الاولیا میں رقم کیا ہے کہ جہانگیر بادشاہ اپنے باپ سے ناراض ہونے کے باعث الٰہ آباد میں اقامت پذیر تہا۔ اور وہ یہ سوچتا تہا کہ باپ کی خدمت میں حاضر ہو یا نہ ہو ایک روز دیوانِ حافظ منگوا کر بارادۂ فال کہولا یہ فال نکلی ؎

چرا نہ در پے عزمِ دیارِ خود باشم ‌ ‌ چرا نہ خاکِ رہِ کوئے یارِ خود باشم الخ

جہانگیر اِس فال کے بموجب باپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اس کے باپ کا چہہ مہینے کے بعد انتقال ہو گیا اور جہانگیر بادشاہ ہوا داراشکوہ فرماتے ہیں کہ میتے یہ جہانگیر کی قلم سے دیوانِ حافظ کے حاشیہ پر لکھا ہوا دیکھا ہے عبدالقادر بدایونی کے تذکرہ میں مرقوم ہے کہ آپ خواجہ خواجگان حضرت بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں۔

مخدومی حافظ انور علی صاحب جج پنشنر رہتکی اپنے ایک رسالہ میں ؎

ساقی بیار بادہ کہ ماہِ صیام رفت ‌ ‌ دردہ قدح کہ موسمِ ناموس و نام رفت الخ

کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ طالب کا انتظار رہی ایک کیفیت اور اثر رکہتا ہے

جو اس اثر کو کہ مرشد کے قلب سے اس کے تصور اور توجہ کے تار پڑتا ہے۔ لیتا ہے اسے اصطلاح میں ربط قلب کہتے ہیں جب تک طفل جسمانی بھی پستان مادر کو منہ میں نہیں پکڑتا اور نہیں چوستا دودہ اس کے منہ میں نہیں آتا اس ربط قلب کو یوں سمجھ لو کہ جیسے بچہ دودہ پی رہا ہے یا یوں سمجھ لو کہ صراحی کے نیچے جام رکھا ہے اور اس صراحی میں سے نور اس جام میں گر رہا ہے جام قلب طالب اور صراحی قلب مرشد ہے حافظ صاحب علیہ الرحمۃ ؎

ساقی بیار بادا کہ ماہ صیام رفت الخ

آپ کے دیوان کی بعض غزلیں آپ کے طرز کلام سے نہیں ملتیں، اسکی وجہہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کی وفات کے بعد بادشاہ وقت نے غزلیں جمع کرنے کا حکم دیا جب تمام غزلیں آچکیں مزید جستجو کے لحاظ سے انعام مقرر کر دیا۔ اس انعام کے لالچ میں آکر اور شاعر غزلیں کہہ کہکر آپ کے نام پر موسوم کرنے لگ گئے اور یہ غزلیں بہت سی آپکے دیوان میں درج ہوگئیں +

آپ کا مزار تکیہ حافظیہ دار العلوم شیراز میں اہل شیرازی کے داہنی طرف ہے تاریخ وفات یہ ہے۔

تاریخ وفات

بسال باو صاد و ذال ابجد ز دور ہجرت میمون احمد
بسوئے جنت اعلیٰ روان شد فرید عہد شمس الدین محمد

قطعہ ذیل بھی ایک شاعر نے آپ کی وفات کے متعلق کہا ہے ؎

چراغ اہل معنے خواجہ حافظ • کہ شمع بود از نور تجلی

چو در خاکِ مصلّٰی یافت منزل — بجو تاریخش از خاکِ مصلّٰی ۵

ناصحِ بے نظیر شمس الدین — طوطیِ سبزہ زارِ خلدِ بریں

گفتِ تاریخ نقلِ آں عارف — نوراللہ صدہ الابدا

بمصلیٰ ہست مرقدِ پاکش — سرمۂ چشمِ عرشیاں خاکش

نفحات الانس میں آپ کا سنِ وفات ۷۹۲ھ ہے۔ ۵

لسان الغیب حافظ پیرِ شیراز — ز دنیا رفت و شد سردارِ جنّت

عیاں شد سر و ار سالِ وصالش — زادے طوطیِ گلزارِ جنّت

مخبر الواصلین میں سنِ وفات آپ کا ۷۹۱ھ ہے۔ ۵

چو شمس الدین حافظ پیرِ شیراز — بجنت رفت زیں دنیائے پرخار

وصالش ہست شمس الدین منوّر

دگر ہم زبدۂ دیں شاہِ ابرار

خاکسار محمد عبدالحکیم خان حکیم از قصبہ بہرال

سلامی غمِ آلِ خیر البشر سے — رواں اشک ہیں اندن چشمِ تر سے

لڑے بھوک میں پیاس میں تین دن تک — حسینؑ ابنِ شیرِ خدا اہلِ شر سے

کیا قتل جس نے شہِ کربلا کو — ہوا ہے وہ لاریب اہلِ سقر سے

کرامت عیاں تھی یہ بعدِ شہادت — صدا آرہی تھی یہ نیزے پہ سر سے

کیا ہائے ای شامیوں ظلم کیسا — ڈرے تم خدا سے نہ خیر البشر سے

محمد ہوا سے دم میں گنج تمنا — جسے آپ دیکھیں کرم کی نظر سے

نہ ہو ہم بہر حسنؑ یا حسینؑ اب — بلاؤ کہ یہ کربلا آئے گھر سے

تضمین بر غزل حافظ شیرازیؒ

از ہوائے چمن کون و مکاں برخیزم
از سر الفت حوران جناں برخیزم
بہر پابوسیت اے سرو رواں برخیزم
مژدۂ وصل تو کو کز سر جاں برخیزم

طایر قدسم و از دام جہاں برخیزم

برگ و سازے نہ میسر نہ سر و سامانے
دل و سرمایۂ حسرت جگر و ارمانے
داغ حرمان شگفاند ہست بدل بستانے
یارب از ابر ہدایت برساں بارانے

پیشتر زانکہ چو گردی ز میاں برخیزم

بلقائے تو کہ صد جان و تہمت قربانی
بجفائے تو کہ گر تیغ بفرق رانی
برضائے تو کرم خاک در خود دانی
بولائے تو کہ گر بندۂ خویشم خوانی

از سر خواجگی کون و مکاں برخیزم

خاک راحت شدم از من جبیں چین بجبیں
ترسم آئینہ غبارے بپذیرد از کیں
ذرہ دارم مگرم از نگہ مہر ببیں
بر سر تربت من با مے و مطرب بنشیں

تا ببویت ز لحد رقص کناں برخیزم

مایۂ ہستی نابود کہ باشد تو و من
خار و خس بشمرمش آنکہ بود در گلخن
بے نیازم ز رواں گرچہ برآید از تن
تو مپندار کہ از خاک سر کوئے تو من

بجفائے فلک و جور زماں برخیزم

بہر جان حسن تو سرمایۂ خوان لذات
وان دہان تو بود کوزۂ صد قند و نبات
لب لعل تو برائے عجمی آب حیات
سرو بالا بنما اے بت شیریں حرکات

کہ چو حافظ ز سر جان و جہاں برخیزم

عفی عنہ نزند عجمی از بیام

گناہ

انسان جسم و روح سے مرکب ہے۔ جسطرح جسم انسانی قواعد حفظانِ صحت کی مخالفت سے مختلف امراض کا شکار رہتا ہے۔ اسیطرح روح انسانی بھی احکام شریعت اور نواہیس الہیہ کی خلاف ورزی سے انواع و اقسام کے عوارض میں مبتلا ہوتی ہے۔ ان روحانی بیماریوں کو گناہ۔ پاپ۔ اثم۔ پاسن (sin) سے تعبیر کیا جاتا ہے جسمانی بیماریوں کی طرح روحانی بیماریاں بھی بے شمار ہیں۔ مثلاً عداوت۔ بغض۔ سخن چینی۔ چغلخوری۔ تعصب۔ کفر۔ نفاق۔ کینہ۔ دوروئی۔ قساوت قلبی۔ تندخوئی غیبت۔ آوازہ کشی۔ پھبتی بازی۔ تمسخر۔ استہزاء۔ سب وشتم۔ مارپیٹ۔ قتل۔ ظلم۔ زنا۔ کبر و غرور۔ فخر۔ جبن۔ نامردی۔ حرص۔ طمع۔ حب دنیا۔ حسد۔ بخل اسراف۔ خیانت۔ بہتان۔ ریا۔ جھوٹ۔ فریب۔ خیانت۔ بدباطنی۔ بدعہدی بدظنی۔ عیب جوئی یہ سب اور اسی قسم کے دیگر رزائل روحانی بیماریاں ہیں اور ہر مذہب و ملت میں ان پر گناہ اثم پاپ یا سن کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ کوئی قوم کوئی ملک اور کوئی مذہب ان رزائل پر فضائل کا اطلاق نہیں کرتا۔ بلکہ ہر فرد بشر ان کو معیوب و ناپسندیدہ ہی سمجھتا ہے اور جو شخص ان رزائل کا ارتکاب کرے اسکو مجرم۔ اثیم گنہگار یا روحانی بیمار کہتے ہیں +

بعض جسمانی بیماریاں معمولی قسم کی ہوتی ہیں اور طبیعت خود بخود ان کا تدارک کر لیتی ہے کسی طبیعت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور نہ دوا کے استعمال اور پرہیز تک نوبت پہنچتی ہے۔ یہی حال چھوٹی چھوٹی روحانی عوارض کا ہے جن کو شرعی اصطلاح میں صغائر سے تعبیر کرتے ہیں۔ اعمال صالحہ

صوم وصلوٰۃ اور خیرات وصدقات سے ان کی تلافی ہو جاتی ہے جیساکہ قرآن شریف
فرماتا ہے۔ واقم الصلوٰۃ طرفے النہار وزلفا من اللیل ان الحسنٰت
یذھبن السیئات ذلک ذکریٰ للذاکرین (پ ۱۲ س ہود ع ۱۰) اور
اے پیغمبر دن کے دونوں سرے یعنے فجر وعصر کی نماز اور اوائل شب نماز پڑھا
کرو کیونکہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں جو لوگ ذکر الٰہی کرنے والے ہیں
ان کے حق میں یہ ہمارا فرمانا ایک طرح کی یاد دہانی ہے۔

بعض جسمانی بیماریاں نہایت تکلیف دہ ہوتی ہیں ان کے دفعیہ کیواسطے
اطبا کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جو نبض قارورہ اور دیگر علائم وعلل سے
ان کی تشخیص کر کے نسخہ تجویز کرتے ہیں ترکیب استعمال خوراک اور پرہیز
وغیرہ کی ہدایت کرتے ہیں اطبا کی ہدایات کے مطابق عمل کرنے سے شافی
مطلق شفا بخشتا ہے۔ یاد رہے کہ انسان اپنی ہی غفلتوں سے بیمار ہوتا ہے
کیونکہ دکھ خدا کی طرف سے کبھی نہیں آتا۔ جب تک انسان سے کوئی کمزوری
ظہور میں نہ آئے ہاں شفا من جانب اللہ ہے جیساکہ جناب ابراہیم علیہ السلام
کی زبانی خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے واذا مرضت
فھو یشفین (پ ۱۹ س الشعراء ع ۵/۹)۔ اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی
پروردگار عالم مجھ کو شفا دیتا ہے کئی روحانی بیماریاں بھی اس قسم کی ہوتی
ہیں جن کے معالجہ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

روحانی بیماریوں کے معالج انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے نواب
(جمع نائب) خلفا علما اور صوفیا ہیں۔ یاد رہے کہ صوفی ایک یونانی لفظ صوف سے
ماخوذ ہے جس کے معنے حکمت کے ہیں اس بنا پر صوفیائے کرام حکمائے اسلام
ہیں۔ روحانی مریضوں کا علاج حکمائے اسلام کرتے ہیں ان کے امراض کی مختلف

علائم و علل سے تشخیص کرتے ہیں اور جس مرض میں کوئی شخص مبتلا ہو اس کے مطابق نسخہ تجویز کرتے ہیں۔ ترکیب استعمال پرہیز وغیرہ کی ہدایت بھی کرتے ہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مختلف آدمیوں نے ایک ہی قسم کا سوال کیا تھا کہ اعمال صالحہ اور افعال پسندیدہ کیا ہیں؟ مگر حضور نے ہر ایک کو جدا جدا جواب دیا کسی کو صوم وصلوٰۃ کی تاکید فرمائی۔ کسیکو اطاعت والدین کی ہدایت کی کسیکو ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جس مرض میں کسیکو گرفتار پایا اس کے مطابق نسخہ تجویز فرمایا۔ جب روحانی بیمار حکما کی ہدایت پر کاربند ہوتے ہیں تو خداوند تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کو شفا بخشتا ہے إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (پ ۱۸ س النور ع ۱) مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے پیچھے اور سنوار پکڑی تو اللہ بخشنا ہے مہربان۔ علم طب عجیب وغریب علم ہے جس سے انسان کی جسمانی بیماریوں کا حال معلوم ہوتا ہے اور ان کے معالجہ پر قدرت حاصل ہوتی ہے خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ علم اپنے بندوں کو عنایت فرمایا۔ اس علم سے بھی عجیب وغریب اور شریف و اعلیٰ وہ علم ہے جس میں روحانی بیماریوں کا علاج مذکور ہے۔ اور خدائے رحمان نے اپنے فیض رحمانیت سے اپنے بندوں کی ہدایت کے واسطے نازل فرمایا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا (پ ۱۵ س بنی اسرائیل ع ۹) اور ہم قرآن میں ایسی ایسی باتیں اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے امراض روحانی کا علاج اور موجب رحمت ہیں اور نافرمانوں کو تو اس سے اور الٹا نقصان ہی ہوتا ہے۔

دنیا میں کوئی دکھ کوئی مرض ایسا نہیں جس کی دوا حق تعالیٰ جلشانہ نے
پیدا نہ کی ہو۔ لکل داء دواء۔ ہاں وہ مرض جس کو سہل انگاری سے آسان خیال
کریں اور اس کے دفعیہ کی تدابیر نہ کریں بلکہ اگر کوئی طبیب شفقت و رحمت
سے مریض کو اس کی حالت زار کی طرف متوجہ کرے اور اس کا علاج
بتلائے تو اس پر آوازے کسیں اور اس کی الفت و ہمدردی کو ہذیان پر محمول
کریں۔ اس قسم کے مریضوں کی شفایابی کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی۔ اور
بالآخر وہ امراض ہائل میں گھل گھل کر ہلاک ہوجاتے ہیں۔ اس قسم کے روحانی
مریض بھی دنیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں جن کو اپنی بیماری کا احساس تک نہیں
ہوتا۔ جب کبھی روحانی حکما ان کو وعظ و نصیحت سے ان کی بیماری پر مطلع کرتے ہیں تو وہ
اپنے ناصح شفیق کی ایک نہیں سنتے بلکہ اوٹا انکو باؤلا اور دیوانہ کہتے ہیں ایسے لوگ
روحانی امراض سے کبھی نجات نہیں حاصل کرسکتے اور دنیا و آخرت میں ان کے
واسطے عذاب عظیم ہے۔ قرآن مجید ان کا حال اس طرح بیان کرتا ہے۔ ان الذین
کفروا سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون ختم اللہ علی
قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ ولہم عذاب عظیم
(پ ا س البقرہ ع ۱) جو لوگ منکر ہوئے برابر ہے ان کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ نہ مانیں گے
مہر کردی اللہ نے ان کے دلو پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں
پر پردہ ہے اور ان کو بڑی رہے۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جس قسم کے
اعمال و افعال انسان سے رد ہوتے ہیں قدرت ان پر اسی قسم کے نتائج
مترتب کرتی ہے جو آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ اس کا ہاتھ جل جاتا ہے
اس بنا پر جو شخص کفر اختیار کرنے کی وجہ سے امر حق کا سننا بھی گوارا نہیں کرسکتا
قدرت اسکو یہ سزا دیتی ہے کہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے جس کے واسطے سننا

اور نہ سننا برابر و مساوی ہوتا ہے۔ سن تو لیتا ہے مگر کچھ پرواہ نہیں کرتا اسکو یہہ سزا ملتی ہے کہ اس کے کانوں پر مہر لگ جاتی ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ماننا یا نہ ماننا برابر ہے اس میں کچھ فرق نہیں اسکو یہہ سزا ملتی ہے کہ اسکی بصارت پر پردہ ڈالا جاتا ہے غرض جیسا کوئی کرتا ہے ویسا ہی بدلہ پاتا ہے۔ اس قسم کے روحانی بیماروں کو قرآنی اصطلاح میں مغضوب علیہم کہتے ہیں اور مغضوب علیہم بننے کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ولہم عذاب عظیم۔ اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

بعض جسمانی امراض ایسے دقیق ہوتے ہیں کہ ابتدائی حالت میں تو مریض کو انکا احساس ہوتا ہے اور نہ طبیب آسانی سے ان کی تشخیص کرسکتا ہے لیکن ابتدائی حالت میں ہی وہ قابل علاج ہوتے ہیں جب وہ امراض بڑھ جاتے ہیں تو لاعلاج ہوجاتے ہیں اسوقت طبیب کا فتویٰ یہہ ہوتا ہے کہ مریض کا جان بر ہونا محال ہے۔ سل و دق انہی امراض میں سے ہیں۔ بعض روحانی امراض بھی ایسے ہیں جن کے بے شمار اقسام ہیں اور ان اقسام میں سے بعض ایسے دقیق ہیں کہ مریض کیا طبیب حاذق بھی ان کو مشکل سے پہچان سکتا ہے۔ ریا بھی انہیں امراض میں سے ہے امام محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ ریا کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ اس کی تین قسمیں ہیں جلی۔ خفی۔ اور اخفیٰ۔ ایک شخص صرف لوگوں کے دکھانے کی غرض سے عبادت کرتا ہے یہہ نوع ریا جلی ہے۔ ایک اور شخص ہے جو لوگوں کے دکھانے کی غرض سے تو عبادت نہیں کرتا بلکہ جب گھر میں تنہا ہوتا ہے اور کسی شخص کو خبر بھی نہیں ہوسکتی اس وقت بھی اس کی عبادت قضا نہیں ہوتی۔ لیکن جب اتفاقاً کوئی شخص گھر میں آجائے تو ادائے عبادت میں جسقدر اس کا دل لگتا ہے اور جس آسانی کے ساتھ خود بخود اس سے عبادت ہوتی ہے تنہائی میں ایسی نہیں ہوتی تھی۔ یہہ ریا خفی ہے۔ ایک اور شخص ہے جو کسی کو دکھانے

کے لیے عبادت نہیں کرتا نہ کسی مہمان وغیرہ کے آنے سے اسکی حالت میں کچھ فرق آتا
ہے لیکن جب لوگوں کو اسکی عبادت گذاری کی اطلاع ملتی ہے تو اس کے دل میں آپ سے
آپ ایک خوشی پیدا ہوتی ہے یہ ریاء اخفیٰ ہے کیونکہ اس خوشی کا اصلی سبب صرف یہ ہے
کہ دل میں ریا کی کیفیت موجود تھی موقع پاکر ظاہر ہوگئی جس طرح پتھر میں آگ چھپی ہوتی ہے
اور چقماق کے اشارہ سے باہر نکل آتی ہے۔ یہ بھی ریا ہی کا اثر ہے کہ باوجود اس کے
کہ انسان لوگوں سے چھپا کر عبادت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسیکو اطلاع نہ ہونے پائے
تاہم اس بات کا متوقع رہتا ہے کہ لوگ اس سے ادب و تعظیم کیساتھ پیش آئیں اگر کسی موقع پر
اس کے خلاف وقوع میں آتا ہے تو اس کو گراں گزرتا ہے اور رنج و ملال ہوتا ہے یہ
اس بات کی علامت ہے کہ اسکی دل میں ریا کا اثر موجود ہے کیونکہ بالفرض اگر وہ عبادت
گزار نہ ہوتا تو لوگوں سے اسکو ادب و تعظیم کی توقع نہ ہوتی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ درحقیقت
یہی توقع تھی جس نے اس سے عبادت کرائی تھی ؎

کوئی مریض نسخوں کو زبانی یاد کرنے سے شفا نہیں پاسکتا تاوقتیکہ ان کے مطابق دوا کا
استعمال نہ کرے اور طبیب کی ہدایات پرہیز وغیرہ پر کاربند نہ ہو۔ کیا قرآن کریم
کو صرف طوطے کی طرح زبانی رٹنے سے کوئی شخص روحانی امراض سے شفایاب
ہو سکتا ہے جب تک اس کے معانی و مطالب نہ سمجھے اور ان پر عمل نہ کرے؟

یہ امر صریحًا خلاف عقل ہے اور کبھی کسی کے مشاہدہ میں نہیں آیا ہوگا کہ ایک
بیمار اپنے معالج کے فصد کھلوانے دوا کے استعمال کرانے یا عمل جراحی کرانے سے شفایاب
ہوگیا ہو جب تک بیمار خود اس بار کا متحمل نہ ہو وہ ہرگز بیماری سے شفا نہیں
حاصل کر سکتا۔ بہلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ روحانی بیمار ایک شخص کے مصلوب ہونے سے
روحانی امراض سے نجات پاسکتے ہیں؟ اسی بنا پر عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ جناب
مسیح علیہ السلام مصلوب ہو کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوئے بعید از عقل

دفعہ ہے۔ گناہوں کا حقیقی کفارہ کیا ہے؟ اس کا جواب قرآن کریم نے مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا ہے:۔ ومن یعمل سوء ا و یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفوراً رحیماً (پ۵ س النساء ع ۱۶) اور جو شخص کوئی برا کام کرے یا آپ اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے اپنا گناہ بخشوائے تو پائے گا کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یاد رہے کہ گناہ ولغزش نفوس ناقصہ کا خاصہ ہے جو ان سے سرزد ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مغفرت ورحمۃ خدا کا ازلی وابدی خاصہ ہے اور وہ اپنی ذات میں غفور اور رحیم ہے۔ خدا کا قانون قدرت یہ نہیں ہے کہ جو ٹھوکر کھانے والی طبائع ہیں وہ ٹھوکر نہ کھائیں۔ یا جو لوگ قوائے بہیمیہ یا غضبیہ کے مغلوب ہیں ان کی فطرت بدل دی جائے۔ خدا کا قانون قدیم یہ ہے کہ ناقص لوگ جو اپنے ذاتی نقصان کے مقتضا سے گناہ کریں وہ توبہ واستغفار کر کے بخشے جائیں۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نفوس ناقصہ سے جب کوئی بُرا فعل صادر ہو یا کوئی برا خیال دل میں آئے تو اگر وہ توبہ واستغفار سے اس کا تدارک چاہیں۔ تو خدا اس گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ جب وہ بار بار ٹھوکر کھانے سے بار بار نادم وتائب ہوں تو وہ ندامت و توبہ اس آلودگی کو دھو ڈالتی ہے اور یہی حقیقی کفارہ ہے جو اس فطرتی گناہ کا علاج ہے ولنعم ما قیل ؎

باز آ باز آ ہر آنکہ ہستی باز آ۔	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

نورالدین۔ از گوجرانوالہ

جلوۂ رخ

فدائے صورت زیبا نثار جلوۂ رخ
ترا شہید ہوں اے پردہ دار جلوۂ رخ

جنوں خیال نہ بن انتشار جلوۂ رخ
وہ مہ جمال ہیں آئینہ دار جلوۂ رخ

ہمارا فیض رساں ہوگیا یہ صبر جمیل
کیا اسی نے ہمیں کامگار جلوۂ رخ

یہ قید خواستہ دل ہے اے کریم عطا
بنا اسیر ہمیں ہے حصار جلوۂ رخ

قرار سوز ہوا بیقرار ہجراں کا
یہ کیوں ہے آفت جاں انتظار جلوۂ رخ

ادہر کو وہ متوجہ ہے کیوں ہوا مدہوش
خراب حال نہو میگسار جلوۂ رخ

نگاہ راز کشائے مراد ہو جاتی
حجاب تو نے کیا شرمسار جلوۂ رخ

طلسم ہوش ربا ہے وہ جادۂ معکوس
سنبھل کے رکھیو قدم رہ سپار جلوۂ رخ

فسردہ رنگ ہوا داغدار دل میرا
شہید شوق کیا لالہ زار جلوۂ رخ

نہو کشاکش بصیرت شاہد مقصد
مطیع صبر جو ہے اختیار جلوۂ رخ

نگاہ فیض تماشا دہر نہیں ہوتی
یہ منتظر ہی رہا خاکسار جلوۂ رخ

نظر فریب نہ ہو نظارۂ جمال نہو
چلا ہے شوق میں امیدوار جلوۂ رخ

ملا ہے کیف نظر انکو جو ہیں اہل نظر
وہی ہیں ناظر نقش و نگار جلوۂ رخ

ترا ہے بلبل کشمیر مضطرب اے گل
کبھی اسے بھی دکھادے بہار جلوۂ رخ

مرید ساقی رعنا کے ہم ہیں اے ساقی
دیا ہے جام مے خوشگوار جلوۂ رخ

ساقی

وفائے عہد

ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سادہ دربار خلافت گرم تھا۔ اکابرین صحابہ موجود تھے۔ اور مختلف معاملات پیش ہو ہو کر طے ہو رہے تھے کہ ناگہاں ایک خوش رو نوجوان کو دو اور خوبصورت نوجوان پکڑے ہوئے لائے، اور فریاد کی یا امیرالمومنین اس ظالم سے ہمارا حق دلوایئے۔ اس لیے کہ اس نے ہمارے بوڑھے باپ کو مار ڈالا ہے۔ حضرت فاروق (رض) نے اس نوجوان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اِن دونوں کا دعویٰ تو سن چکا اب تیرا کیا جواب ہے۔

اس نے نہایت ہی فصاحت و بلاغت سے پورا واقعہ بیان کیا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہاں مجھ سے یہ جرم ہوا، اور میں نے ایک پتھر کھینچ کے مارا، جس کی ضرب سے وہ مرگیا ہے حضرت فاروق نے فرمایا کہ چونکہ تجھے اعتراف ہے لہذا اب قصاص کا عمل لازمی ہوگیا۔ اب اُس کی عوض تجھے اپنی جان دینی پڑے گی۔ نوجوان نے سر جھکا کر عرض کیا، مجھے امام کے حکم اور شریعت اسلام کے فتوے کے ماننے میں کوئی عذر نہیں ہے، لیکن ایک بات کی درخواست ہے۔ ارشاد ہوا، "وہ کیا" عرض کیا میرا ایک چھوٹا سا نابالغ بھائی ہے جس کے لیے والد مرحوم نے کچھ سونا چھوڑا تھا، اور میرے سپرد کیا تھا کہ بالغ ہو تو اُس کے حوالے کر دینا۔ میں نے اُس سونے کو ایک جگہ زمین میں دفن کر دیا ہے، اُس کا حال سوائے میرے کسی کو معلوم نہیں۔ اگر وہ سونا اُس کو نہ پہنچا، تو قیامت کے دن میں ذمہ دار ہونگا۔ اس لیے اتنا چاہتا ہوں کہ تین دن کے لیے ضمانت پر چھوڑا جاؤں۔ جناب فاروق نے اِس بارے میں سر جھکا کر ذرا غور فرمایا، اور پھر سر اُٹھا کر ارشاد کیا۔ اچھا کون ضمانت کرتا ہے کہ تو تین دن کے بعد تکمیل قصاص کے لیے چلا آئیگا۔ فاروق اعظم (رض) کے اِس ارشاد فیض بنیاد پر اس نوجوان نے چاروں طرف دیکھا۔ حاضرین مجلس کے چہروں پر ایک سرسری نظر ڈالی، اور پھر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا، وہ میری ضمانت کریں گے حضرت فاروق نے پوچھا ابوذر تم ضمانت کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا بے شک میں ضمانت کرتا ہوں کہ یہ نوجوان تین دن میں آکر حاضر ہو جائیگا یہ ایسے جلیل القدر صحابی کی ضمانت تھی کہ حضرت فاروق بھی راضی ہو گئے۔ ان دونوں مدعی نوجوانوں نے بھی اپنی رضامندی ظاہر کی، اور وہ شخص چھوڑ دیا گیا۔

اب تیسرا دن تھا، حضرت فاروق اعظم (رض) کا دربار بدستور قایم ہوا، تمام جلیل القدر صحابہ جمع ہوئے، وہ دونوں نوعمر مدعی بھی آئے، حضرت ابوذر بھی تشریف لائے، اور مجرم کا انتظار کیا جانے لگا۔ اب وقت گذرا جاتا ہے، اور اس کا پتہ نہیں۔ صحابہ میں تشویش پیدا ہو چلی ہے، دونوں مدعیوں نے بڑھکر کہا "اے ابوذر ہمارا مجرم کہاں ہے" انہوں نے کمال استقلال اور ثابت قدمی سے جواب دیا، اگر تینوں دن گذر گئے اور وہ نہ آیا، تو خدا کی قسم میں اپنی ضمانت پوری کروں گا۔ عدالت فاروقی بھی جوش میں آئی، حضرت فاروق (رض) سنبھل بیٹھے اور فرمایا کہ اگر نہ آیا تو ابوذر کی نسبت وہی کارروائی کی جائے گی۔ جس کی شریعت اسلامیہ متقاضی ہوگی۔ یہ سنتے ہی صحابہ میں ہول پڑ گئی، بعضے آب دیدہ ہوگئے اور بعضوں کی آنکھوں میں آنسو جاری ہوگئے۔ مجبور ہو کر لوگوں نے مدعیوں سے کہنا شروع کیا کہ "تم خون بہا قبول کرو" اونہوں نے قطعی انکار کیا کہ ہم تو خون کے بدلے خون ہی چاہتے ہیں غرض لوگ اسی پریشانی میں تھے کہ ناگہاں وہ مجرم نمودار ہوا، مگر اس حالت میں کہ پسینہ میں ڈوبا ہوا تھا، اور سانس پھولا ہوا تھا۔ وہ آتے ہی حضرت فاروق (رض) کے سامنے آیا۔ خندہ پیشانی سے سلام کیا اور عرض کیا، میں نے اُس بچے کو اُس کے ماموں کے سپرد کیا ہے، اور اُسکی جائداد اُنہیں بتادی ہے۔ اب جو حکم خدا اور رسول کا ہو بجالاؤں۔ اب حضرت ابوذر (رض) نے فرمایا، امیرالمومنین خدا کی قسم میں جانتا بھی نہ تھا کہ یہ کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے، اور نہ آج سے پہلے کبھی اسکی صورت دیکھی تھی، مگر اور سب کو چھوڑ کر اس نے مجھے اپنا ضامن بنا لیا، تو مجھے انکار کرنا مروت کے خلاف معلوم ہوا، اور اوس کے بشرے نے یقین دلایا کہ یہ شخص اپنے عہد میں سچا ہوگا، اس لئے ضمانت کرلی اسکے آپہونچنے سے حاضرین میں ایسا غیر معمولی جوش پیدا ہوگیا کہ دونوں نوجوان مدعیوں نے خوشی میں آگے عرض کیا۔ امیرالمومنین ہم نے اپنے باپ کا خون معاف کیا سب طرف سے ایک نعرہ مسرت بلند ہوا، اور حضرت فاروق رضی اللہ کا چہرہ مارے خوشی کے چمکنے لگا، اور فرمایا۔ مدعی نوجوانو تمہارے باپ کے خون بہا کو میں بیت المال سے ادا کرونگا، اور تم اپنی نیک نفسی کے ساتھ فائدہ بھی اٹھاؤگے۔ اُنہوں نے عرض کیا امیرالمومنین ہم اس حق کو محض خدا کی خوشنودی کے لیے معاف کرچکے۔ لہذا اب ہمیں کچھ لینے کا حق نہیں ہے، اور نہ لیں گے غرض اس عجیب و غریب وفائے عہد کا واقعہ بہت خوشی اور مسرت پر ختم ہوا۔

دنیا کی بے ثباتی

عبرت انگیز یہ کہانی ہے سرگزشت جہانِ فانی ہے
ذاتِ معبود جاودانی ہے چند ساعت کی زندگانی ہے

یہ سرا مثلِ آب ہے گویا
زندگانی حباب ہے گویا

اے فلک تیری چال کے قرباں مفت کی قیل و قال کے قرباں
روز و شب ماہ و سال کے قرباں اس نرالے خیال کے قرباں

جس پہ تیرا عتاب ہوتا ہے
وہ نہایت خراب ہوتا ہے

تو نہیں مانتا امیروں کو تو نہیں جانتا غریبوں کو
تو نہیں دیکھتا شریفوں کو تو نہیں جانچتا رذیلوں کو

جس کو اک بار تو نے تاک لیا
اُس کو فی الفور ہی ہلاک کیا

اب ابو بکرؓ کا وہ جوش کہاں اب عمرؓ کا کہاں ہے وہ ساماں
اب کہاں ہیں وہ حضرتِ عثمانؓ اب تو حیدرؓ بھی ہیں نظر سے نہاں

سب کو تو نے کیا تہ و بالا
موت ہو جائے تیرا منہ کالا

کس جگہ ہے وہ ماہِ کنعانی کس جگہ ہے وہ نوحؑ طوفانی
ہے کہاں ہیبتِ سلیمانی ہے کہاں وہ کلیمِ عمرانی

حشر تک کوئی رہ سکے کیونکر
ہم رہیں کیا رہے نہ پیغمبر

صاحب جاہ و مال و زر نہ رہے — حیف لقمان سے بشر نہ رہے
لاکھ چا ہا رہیں۔ مگر نہ رہے — وہ تو کیا رہتے اُنکے گھر نہ رہے

غافلو! یہ سرائے فانی ہے
اس کی ہر چیز آنی جانی ہے

مایۂ نازکش چمن ہیں کہاں — غیرت حور گلبدن ہیں کہاں
رشک خورشید سیمتن ہیں کہاں — باعث فخر انجمن ہیں کہاں

سب پڑے زیر خاک سوتے ہیں
ہستی سے نیستی کو روتے ہیں

گلشن دہر میں بہار نہیں — گل مقصود کو قرار نہیں
کوئی دنیا میں غمگسار نہیں — مرنے والوں کا کوئی یار نہیں

چشم عبرت سے دیکھ لو قرآن
آیۂ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ

غافلو! کیوں پڑے ہو غفلت میں — اور دنیا کے عیش و عشرت میں
کشتیٔ قوم ہے جہالت میں — آپھنسی ہے یہ سخت آفت میں

تم کو مذہب کا کچھ بھی پاس نہیں
روز محشر کا کچھ ہراس نہیں

غالبؔ ذوقؔ۔ آتشؔ اور نصیرؔ — ناسخؔ و مومنؔ و صباؔ و وزیرؔ
میرؔ و سوداؔ و مصحفیؔ و نظیرؔ — جرأتؔ و سوزؔ اور انیسؔ و دبیرؔ
شعرا میں بیشۂ سخن کے کہاں — پھول ہیں ہائے اس چمن کے کہاں

شمس انبالوی

۶۸۶

اولیات خلفائے اسلام

خلفائے بنی عباس میں سوائے سفاح۔ مہدی اور امین کے اور باقی کنیزوں کی اولاد تھے ✦

حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت امام حسنؓ۔ امین بن ہارون الرشید۔ اعظم نسلاً ہاشمی تھے۔ اِن کے سوا اور کوئی ہاشمیہ نہ تھا ✦

مقتفے اور مستنصر کے سوا کوئی خلیفہ اپنے برادرزادوں کا جانشین نہیں ہوا۔ امین۔ مامون معتصم (اولاد ہارون الرشید) مستنصر معتز۔ معتمد (اولاد متوکل) راضی مقتفے مطیع (اولاد مقتدر) کے سوائے تین خلفا۔ ایک ہی باپ کے بیٹے خلافت نشین نہیں ہوئے ✦

حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابوبکر الطائع بن مطیع۔ اپنے والد کی حیات میں خلیفہ ہوئے۔ اِن اصحاب کے سوا یہ فخر اور کسی خلیفہ کو حاصل نہیں ہوا ✦

حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اول عہد کیا گیا۔ اور سب سے پہلے جناب ممدوح نے بیت المال مقرر کیا۔ اور قرآن مجید کو مصحف کا خطاب دیا۔ امیر المومنین کا خطاب سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ دُرّہ آپ نے جاری فرمایا۔ سنہ ہجری شروع ہوا۔ تراویح کا حکم دیا۔ دیوان قائم ہوا ✦

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ چراگاہوں کے بانی ہیں۔ جاگیریں حضرتؓ کے زمانہ میں عطا ہوئیں۔ جمعہ میں اذان ثانی مقرر ہوئی۔ معزولوں کو تنخواہیں دی گئیں سب سے پہلے پولیس (جندرامہ) حضرتؓ نے مقرر فرمائی ✦

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اپنی حیات میں ولیعہد مقرر کیا۔ اور خدمت کے لئے خواجہ سرا رکھے ✦

عبدالملک بن مروان نے سب سے پہلے سکہ مضروب کرایا +

سب سے پہلے ولید بن عبدالملک نے اپنا نام پکارنے کی ممانعت کی +

نجومیوں کا تقرب سب سے پہلے منصور کے زمانہ میں ہوا۔ احکام نجوم پر پابندی اسی کے عہد میں ہوئی۔ غلام اسی کے زمانہ میں حاکم ہوئے۔ یہاں تک کہ عرب کی حکومت تک پہنچے +

سب سے پہلے خلیفہ مہدی نے مخالفین کی تردید میں تالیفات کا حکم دیا +

خلیفہ ہادی کے جلو میں سب سے پہلے سپاہی تلواریں اور نیزے لیکر چلے +

سب سے پہلے ہارون رشید نے چوگان (پولو) کھیلا +

سب سے پہلے امین الرشید اپنے لقب سے مخاطب کیا گیا +

سب سے پہلے متوکل نے ذمی کافروں کے واسطے ایک نیا لباس مقرر کیا +

سب سے پہلے ترکوں نے متوکل کو قتل کیا اس واقعہ سے وہ حدیث قدسی پوری ہوگئی جس میں مخبر صادق صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم ترکوں کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ہی لوگ میری امت کے ایک بادشاہ کو قتل کرینگے +

مستعین نے سب سے پہلے چوڑی آستین اور چھوٹی ٹوپی اختیار کی +

معتز نے سب سے پہلے گھوڑوں کو نقرئی سازو یراق سے آراستہ کیا +

معتمد پر سب سے پہلے جبر کیا گیا +

مقتدر سب سے پہلے بچپن میں خلیفہ بنایا گیا +

محمد شفیع الدین خاں مرادآبادی

نظام المشائخ کے ۱۳۳۱ھ سے پہلے پہلے کے پرچے دو دو آنے میں بھیجے جارہے تھے۔ آپنے غلطی کی کہ انہیں نہ منگایا۔ خیر اب ایک ہفتہ ہوا اُسے کیلئے پھر اعلان کیا جاتا ہے۔ اس رعایت سے جلد فائدہ اٹھائیے + (منیجر)

۷۸۶

مسدس ولی

یہ کس حسین کی جانب ہے آج روئے سخن ، کہ سلسبیل پہ ہوتی ہو شستہ و شوئے سخن
ہوائے خلد کو شرما رہی ہے بوئے سخن ، بڑھی ہوئی نظر آتی ہے آبروئے سخن
یہ جس کی مدح ہے ممدوح بھی وہ یکتا ہو ، کہ بات بات میں رنگِ وفا ٹپکتا ہے

حسیں یہ وہ ہے کہ خود حُسن لاکھ جاں سے فدا ، خدائے پاک کو آئی پسند جس کی ادا
احد نے رنگ میں اپنے ملا لیا ایسا ، کہ درمیاں میں رہا فرق ایک نقطے کا
وجود نقطہ کو اہلِ شعور جانتے ہیں ، برائے نام ہی تفریق ہم بھی مانتے ہیں

بغیر ذاتِ محمد خدا نہیں ملتا ، یہ دولت جس کو ملی اُسکو کیا نہیں ملتا
جسے جہاں میں درِ مصطفےٰ نہیں ملتا ، تو حشر تک اُسے حق کا پتا نہیں ملتا
کیا جو غور تو ثابت ہی ہر قرینے سے ، خدا کے ملنے کا رستہ ملا مدینے سے

مدینے والے تری بارگاہ پر قرباں ، اُس آستانِ مبارک کی راہ پر قرباں
نگاہِ لطف اِدھر بھی نگاہ پر قرباں ، ترے شرف پہ ترے عز و جاہ پر قرباں
زمانہ دشمنِ جاں ہو گیا کہاں جائیں ، سروں پہ چھائی ہے غم کی گھٹا کہاں جائیں

ہو اک نگاہ اِدھر بھی اب اے خدا کے حبیب ، حضور رحمتِ عالم ہیں دو جہاں کے طبیب
پھرا ہے سارا زمانہ اُلٹ گیا ہے نصیب ، بکھر گئی ہے جماعت بگڑ گئی ترکیب
وفورِ رنج سے دلکو نہیں قرار ہے اب ، ظہورِ مہدیٔ برحق کا انتظار ہے اب

پڑا ہے وقت مدد کیجئے غلاموں کی ، چلے ہوائے طرب کھل گئی ہو خاموں کی
ہوئی ہے سست یہ رفتار تیز گاموں کی ، خیالِ ننگ نہ پروا رہی ہے ناموں کی
خدا کی شان نچایا نہ تھے جو گانوں سے ، وہ ہاتھ بندھ گئے عصیاں کے ریسمانوں سے

عبث ہے اب تو ہمیں دعوئے مسلمانی — نہ پاس شرع ہمیں ہے نہ قرب ربانی
جو کچھ حضور نے بخشا تھا فیض روحانی — ہزار حیف کہ اُس پر بھی پھر گیا پانی
نہ زور و زر ہے نہ عزت نہ آبرو باقی — فقط رہی ہے جہالت کی ہم میں خو باقی

چڑھائی کفر و ضلالت کی دور دور سے ہے — ہر ایک سمت میں ظلمت کی جنگ نور سے ہے
نہ کام عقل سے اپنے نہ کچھ شعور سے ہے — گناہگار ہیں نسبت مگر حضور سے ہے
اسیکا پاس ہے لازم شہ کرم کو — کہ اہل کفر مسلمان کہتے ہیں ہم کو

جسے حضور کے یاروں نے خون سے سینچا — وہ باغ ہوتا ہے برباد دیکھیے مولا
کوئی نہ یار نہ یاور رہا غریبوں کا — چھری کی تیغ سے اور ہائے بیکسوں کا گلا
کھڑے ہیں اہل ستم ہر طرف جفا کیلئے — بلاکشوں کی خبر لیجئے خدا کے لیے

سُنا ہے آپ نے اَلظّالِمُوْنَ لِیْ کا خطاب — اسی سبب سے ہے ٹھیرا ہوا دل بیتاب
یقین ہے کہ ملیگا نہ صاف ہمکو جواب — خطا شعار ہیں لیکن نہ ہوگا کام خراب
جو فوج بدر میں آئی تھی خوں بہانے کو — وہ آج آئے گی اسلام کے بچانے کو

بلائیں امتِ عاصی کی رد کرو مولا — طلب سپاہِ خدائے صمد کرو مولا
خراب خانۂ اہلِ حسد کرو مولا — یتیم ہوتے ہیں بچے مدد کرو مولا
خراب گلشن ایمان ہے اب دیکھیے — عرب تباہ ہیں ماہ عرب مدد کیجیے

گھرا ہے پنجۂ کفار میں اُدھر ایران[1] — اِدھر پڑی ہے مصیبت میں اہل روم کی جان
چلی جو بادِ مخالف اُٹھا عجب طوفاں — کہ بحر و بر میں ہے باقی نہ امن کا ساماں
محیط سوز عالم کی گرد جا ہو جائے — خدا غریبوں کی کشتی کا ناخدا ہو جائے

کھڑے ہوئے ہیں ستمگر پئے جفا مولا — چھری غریبوں پہ چلتی ہے بے خطا مولا
پڑھا غضنفر کا اسد کے حملہ مولا — کہ آئے سامنے شیروں کے برملا مولا
ہمارے بخت نے یہ دن ہمیں دکھائے ہیں — کہ دشمن مقابل ہمارے آئے ہیں

[1] یہ نظم خاص جنگوں کے زمانہ میں ہو گئی تھی لیکن ہماری غلطی سے بہت دیر میں شائع ہوتی ہے ۱۲ (والہدی)

فلک جفا پہ جفا کر رہا ہے واویلا — ملا یا خاک میں روضہ امام ضامن کا
مدد کا وقت ہے بہر خدا نظر ہو ذرا — نشاں علیؑ کے نشاں کا مٹا گئے اعدا
لحد میں روح پیمبر کو دردناک کیا — غلاف روضۂ اقدس جلا کے خاک کیا

اُسی مزار کا دیتے ہیں واسطہ سُنیئے — دغا سے یوں جو خراساں میں لٹ گیا سُنیئے
پئے علیؑ پئے موسیٰؑ پئے رضاؑ سُنیئے — حضور! بہر شہیدانِ کربلا سُنیئے
شہید ظلم شہ مشرقین کا صدقہ — دہانِ پاک امام حسین کا صدقہ

اُسی کا واسطہ جس کی ہے جانگزا رُوداد — لب فرات سہے جس نے جورِ اہلِ فساد
خدا کی راہ میں گھر جس کا ہو گیا برباد — بلا قصور چلا جس پہ خنجر بیداد
خدا کی یاد میں جس بخطا پہ وار ہوئے — ہزار تیر ستم جس کے دل سے پار ہوئے

خاکسار ولی الدین ملی چشتی

صفحہ

سلوکِ نقشبندیہ

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی اصطلاحوں کی شرح میں متقدمین و متاخرین صوفیہ رحمہم اللہ نے دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے ہیں۔ ہزاروں رسالے اور سیکڑوں کتابیں دکھائی دیتی ہیں مگر حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز نے جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے فرزند دلبند ہیں اِس بارے میں کمال کیا ہے یعنی ایک مرید کے پوچھنے پر ایک چھوٹے سے خط میں اُن اصطلاحوں کے حقیقی معنی کو اِس طرح ظاہر فرمایا ہے۔ جس طرح ایک محبوب دلربا کا سراپا آئینہ میں دکھایا جائے اور دیکھنے سے اُسکو دکھا جائے۔ خال و خط انداز و ادا کوئی باقی نہ رہے۔ میں اُس اکسیر اعظم کو طالبوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ مگر اس سے پہلے یہ عرض بھی ضروری ہے کہ اگر ترجمے میں مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو اُسکو معاف فرمائیں۔ کیونکہ معاملہ تصوف مجھ جیسے خطا کار کا سمجھنا دشوار ہے۔ ہم لوگ زبان کے صوفی ہیں۔ حال کچھ بھی نہیں۔ اسی لیے مولانا روم رح تنبیہ فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو　　　پیش مردے کاملے پامال شو

وھو ھذا۔ الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین **محمد** و آله واصحابه اجمعین۔ **اما بعد** مجھ سے صلاح آثار شیخ محمد الیاس نے درخواست کی کہ نقشبندیہ مجددیہ طریقہ کی بعض اصطلاحوں کی میں شرح کر دوں۔ اگرچہ میرا ذہن قاصر ہے مگر شیخ صاحب کے فرمانے کی تعمیل کرتا ہوں ؞

سفر در وطن سیر انفسی سے مراد ہے جسکا دوسرا نام جذبہ ہے۔ ہم لوگ اپنے کام کو اسی سیر سے شروع کرتے ہیں۔ اور سیر آفاقی جسے سلوک کہتے ہیں اسکے

ضمن میں طے ہو جاتی ہے۔ مگر اور سلسلہ کے مشائخ اپنے معاملہ کو سیر افاقی سے شروع کرتے ہیں اور سیر انفسی پر ختم کر دیتے ہیں۔ اسی واسطے ہمارے حضرات نے فرمایا ہے کہ اوروں کی انتہا ہماری ابتدا ہوتی ہے یا ہماری ابتدا اوروں کی انتہا ہوتی ہے۔ اب یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ سیر افاقی اور سیر انفسی چیز کیا ہے۔ سیر افاقی مطلوب کی جستجو ہے جو صوفی اپنے وجود کے دائرہ سے باہر جہان میں کرتا ہے۔ اور سیر انفسی مطلوب کی تلاش اپنی ذات کے اندر کرنی اور اپنے دل کے حصار کی چاروں طرف پھرنے کو کہتے ہیں۔ اسی واسطے شاعر نے کہا ہے ؎ ہمچو نابینا ببر ہر سوئے دست ٭

خلوت در انجمن آدمی جب محفل میں بیٹھتا ہے تو اس کا دل بٹ جاتا ہے اور لوگوں کی کائیں کائیں اسے بولا دیتی ہے۔ پس صوفی وہ ہے جو اس بھیڑ بھاڑ اور ہلڑ میں مطلوب کو نہ بھولے۔ اور اس جھمخم دھاڑ میں محبوب کے ساتھ اس طرح مشغول ہو گویا خلوت ہی۔ اور اسکے اور اسکے یار کے سوائے کوئی تیسرا موجود ہی نہیں ہے ؎ از بروں درمیان بازارم ٭ از دروں خلوتیست با یارم ٭ گو یہ کسالے کا کام ہے۔ اور شروع شروع میں خلوت در انجمن کے لیئے بڑا زور لگانا پڑتا ہی۔ مگر رفتہ رفتہ ملکہ ہو جاتا ہے۔ یہ مجاہدہ اگرچہ اور حضرات کے سلسلہ میں بھی پایا جاتا ہی۔ مگر ہمارے طریقہ نقشبندیہ میں یہ خصوصیت کے ساتھ کرنا پڑتا ہی۔ اسی لیئے کہا گیا ہے ؎

اندروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ باش ۔۔۔ ایں چنیں زیبا صفت کم مے بود اندر جہاں

نظر بر قدم سے یہ مراد ہے کہ جب صوفی رستہ پہ چلے تو ادھر ادھر نہ دیکھے نظر ایسی نیچی کرے گویا آنکھیں پاؤں پر دھر کر سی دی ہیں۔ کیونکہ انسان کا دل نظر کے تابع ہوتا ہے۔ جدھر نظر جاتی ہے۔ ادھر ہی یہ پھیل جاتا ہے۔ اور پریشان ہو کر مطلوب کو بھول جاتا ہے کیا خوب کہا ہے ؎

بکہ مشغول کنم دیدہ و دل راکہ مدام ۔۔۔ دل ترا مے طلبد دیدہ ترا میخواہد

۹۵۹۴

ہوش در دم سے یہ مراد ہے کہ صوفی اپنے ہر سانس کو چوکسی میں کرے۔ اور محبوب کو نہ بھولے اور ایک دم غفلت میں نہ کاٹے +

یاد کرد جبتک سالک کو ملکہ حضوری نصیب نہیں ہوتا ہے اور منزل حقیقت کو نہیں پہنچتا ہے۔ مقام یاد کرد میں رہتا ہے ؎

دایم ہمہ کس در ہمہ کار میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

یادداشت جب سالک "یادکرد" کے تکلف سے نکل جاتا ہے۔ اور اسکو حضور دوامی حاصل ہوجاتا ہے۔ اور ایسا ملکہ بہم ہوتا ہے کہ کوئی حرکت اُسے نہیں مٹا سکتی ہے تو یادداشت کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ اور سلوک کی ساری جان یہی ہے ؎ دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال + در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال +
یادداشت کے معنی ایک اور بھی ہیں مگر وہ تحریر میں نہیں سما سکتے ہیں +

وقوف قلبی دل کی حفاظت اور نگرانی کو کہتے ہیں جو بغیر ذکر کے کی جائے۔ سالک ہر دم دہیان رکھے کہ کوئی تفرقہ ڈالنے والی بات دل میں نہ سمائے اور غیر کا نقش اسمیں بیٹھنے نہ پائے۔ کیونکہ دل ایک آن بیکار نہیں رہتا ہے۔ اس لیے کہ جبتک انسان جاگتا ہے ظاہر کے پانچ اعضا جاسوسی کرتے ہیں۔ اور دم بدم اِدہر اُدہر کی خبریں اُسے دیتے ہیں اور مطلوب کی طرف سے تفرقہ ڈال دیتے ہیں۔ اور جب انسان سوجاتا ہے تو باطن کے حواس یہ کام کرتے ہیں اور دلکو ڈانواں ڈول بناتے ہیں اور یہ نامراد رہتا ہے۔ اس دفعیہ کے لیئے وقوف قلبی ہے۔ اور جب صاحب دل وقوف قلبی کے ذریعہ سے دل کی طرف توجہ کرتا ہے تو دل کی چاروں طرف ایک قلعہ بن جاتا ہے اور اسکے اندر حواس خمسہ ظاہری اور حواس خمسہ باطنی گھسنے نہیں پاتے ہیں۔ اور دل مراد کو پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ پہلے کہا گیا ہے کہ دل ایک لحظہ کے لیئے بیکار نہیں رہا کرتا ہے۔ پس جب اسکے رستے بند کردیئے جاتے ہیں تو وہ اُس مشغلہ کو قبول کرلیتا ہے جیسے سالک

چاہتا ہے۔ یعنی جب وہ اِن دراندازوں سے پاک ہوجاتا ہے تو دلدار اُس میں بے بلائے آکر اپنی رعنائی دکھاتا ہے۔ کیونکہ جب آئینہ پر سے زنگ اُڑ جاتا ہی تو نور آپ ہی اپنا جوبن دکھانے لگتا ہے۔ میں نے اپنے والد بزرگوار (یعنی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ) کی زبانِ مبارک سے سُنا ہے کہ جب سالک ذکر قلبی سے فیضیاب نہو تو اُسوقت مرشد کو لازم ہے کہ ذکر قلبی اُس سے چھُڑا دے اور سالک کو وقوف قلبی پر لگائے۔ امید ہے کہ جلد کامیاب ہو۔

وقوف عددی نفی و اثبات کے جاننے سے مراد ہے یعنی سالک کو نفی و اثبات کے ذکر میں اِسقدر ملکہ ہوجانا چاہیئے کہ جب طریقہ نقشبندیہ کے قانون کے موافق اُسے کرنے بیٹھے تو ہر سانس میں اُسے طاق کے جفت نہونے پائے۔

مراقبہ ترقب سے مشتق ہے جو باب تفعل کا ایک مصدر ہے جسکے معنی انتظار ہیں ؎ ہمہ چشمیم تا بروں آئی + ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی + ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ میں نے مراقبہ بلّی سے سیکھا ہے اور مراقبہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ حق تعالےٰ کی حضوری سالک کو نصیب ہو اور علم الٰہی سے اُسے مشرف فرمائیں +

سلطان ذکر سے یہ مراد ہے کہ سالک کا رُوئیں رُواں اور بال بال دل بن جائے اور ذکر الٰہی میں اُس کا سراپا ہر وقت ڈوبا رہے +

رابطہ پیر کی صورت یاد رکھنے کو کہتے ہیں۔ جو دل میں ہوتا ہی۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے جس مقام پر یہ فرمایا ہے ؏ سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق + اُس سے یہی رابطہ مراد ہے۔ یعنی شیخ کا تصور خدا کے ذکر سے زیادہ نفع دیتا ہے۔ کیونکہ بیچارہ مرید عالم سفلی میں گرفتار ہوتا ہے اور عالم بالا سے کچھ تعلق نہیں رکھتا ہے۔ اور اُس عالم کے فیض اور برکتوں تک اُسکی رسائی نہیں ہوتی ہی

پس ضرور ہے کہ اُس عالم اور مرید کے درمیان ایک قوت ہو جو عالم علوی اور سفلی دونوں میں تصرف کرسکتی ہو تاکہ عالم علوی کے فیضان اور برکتوں کو لاکر عالم سفلی کے رہنے والوں کو اُس سے سیراب کرے۔ اور یہ قوت شیخ کی ذات ہی ہوتی ہے۔ جسے مقام نیچھوٹی تک اتصال اور غیب الغیب تک رسائی ہوتی ہے اور پھر وہ عالم شہادت کی کی طرف رجوع کرتا ہے پس جسقدر مرید اپنے پیر کے ساتھ رابطہ رکھیگا اُتنا ہی فیض باطنی حاصل کرے گا۔ اور جو چیزیں رابطہ کو بڑھاتی ہے وہ شیخ کی خدمت اور ادب ظاہری اور باطنی اور اُسکے عادات اور عبادات اور مرادات کی پیروی۔ مرید شیخ کے حضور میں اسطرح رہے جسطرح مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ اور اسی رابطہ سے مرید اپنے شیخ میں فانی ہوجاتا ہے۔ اسی لیئے اکابر نے فرمایا ہے۔ فنا فی الشیخ مقدمہ فنا فی اللہ ہے ✦

عدم اُس فنا سے مراد ہے جس میں صوفی اپنی ہستی اور ہستی کے شعور کو بالکل بھول جائے ✦

وجود عدم اُس بقا کو کہتے ہیں جو اپنی فنا پر قائم ہوتی ہے اور چونکہ یہ فنا بقا جذبہ کی جہت سے لاحق ہوتی ہیں۔ اس لیئے سلوک سے ملحق نہیں ہوتی ہیں اور اسی واسطے اسمیں دھڑکا رہتا ہے کہ مبادا بشریت عود کرآئے۔ یہی وجہ ہے کہ ولایت اس فناء وجودی سے رابطہ نہیں رکھتی ہے۔ البتہ وجود فنا وہ شئے ہے جسے ولایت سے تعلق ہے۔ اور اس میں بشریت پلٹ کر نہیں آسکتی ہے۔ اور حال کو پائداری ہوتی ہے ✦

فنائے حقیقی ماسوائے کے بھول جانے اور ماسوائے کے علم مٹ جانیکا نام ہے۔ ہمارے حضرت اقدس (حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اگر صوفی سے اشیاء کا علم حضوری زائل ہوجائے تو اُسے فنائے قلبی

کہتے ہیں۔ اور اگر علم حضوری باقی نہ رہے تو فنائے نفس کہیں گے ٭

وجود فنا اُس بقا کا نام ہے جس پر قربت حاصل ہو اور اُس میں کبھی عود نہیں کرتی ہے ٭

بازگشت اُسے کہتے ہیں کہ بعد ذکر نفی و اثبات کے جو معمول سے سالک دل کی زبان سے کہے کہ اے خداوند میرا مقصود سوائے تیرے اور تیری رضا کے کچھ نہیں ہے ٭ فقط والسلام

فقیر ناصر نذیر فراق چشتی دہلوی کان اللہ لہ

(مرحوم اخبار توحید میرٹھ کی رائے)

اسلام کی برکتیں یہ دلچسپ مفید رسالہ درویش پریس ایجنسی دہلی نے ابھی حال میں شائع کیا ہے اس میں ظفر علیخاں صاحب ایڈیٹر زمیندار اور شمس العلماء مولٰنا شبلی اور خواجہ حسن نظامی دہلوی کے نہایت عجیب مؤثر خیالات دین ملت کی پرورش کرنیوالے نظم و نثر کے مضامین درج ہیں کتاب اس قابل ہو کہ مسلمان بچوں میں تقسیم کیجائے۔ اور غالباً اسی وجہ سے درویش ایجنسی نے اعلان کیا ہی کہ تقسیم کرنیوالوں سے قیمت کم لیجائے گی۔ قیمت فی نسخہ ۲۰ ر٭

شکوہ و فریاد۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب کی مشہور نظم شکوہ اور شیخ عاشق حسین صاحب سیالکوٹی کی پُراثر نظم فریاد۔ ۲۴ صفحہ کے ایک چھوٹے سے رسالہ میں نہایت خوشنمائی کے ساتھ درویش پریس ایجنسی نے شائع کی ہی۔ کاغذ لکھائی چھپائی مضامین کی خوبی کا ساتھ دینے میں درویشانہ کرامت کا اظہار کرتے ہیں۔ مُلا محمد الواحدی صاحب مالک درویش پریس ایجنسی کی یہ کوشش قابل مبارکباد ہیں۔ مگر ان سے سوال کیا جاسکتا ہی کہ جس ایجنسی کا نام لفظ درویش سے عزت یاب ہوا اسکے لیے یہ کوشش کچھ باعث فخر کے قابل نہیں ہے کہ نئے زمانہ کی نظم و نثر کو شائع کردیا جائے ضرورت ہی کہ پرانے مشائخ عظام کے عارفانہ تذکرے چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں خوبصورتی اور خوشنمائی کے ساتھ شائع کیے جائیں۔ ہم اپنے عزیز مُلا پر مخلصانہ نکتہ چینی کرنیکا حق رکھتے ہیں کہ اُنکی ایجنسی نے اپنے نام کا فرض نرم فریب کے سوا ابھی اور کہیں اچھی طرح ادا نہیں کیا ہے

موسمی تضمین

(در بیان شہادت)

درد و غم جور و جفا تشنہ لبی فاقہ کشی کون سی ایسی مصیبت تھی جو شہ پر نہ پڑی
مثل ایوبؑ مگر اُف نہ زباں سے نکلی مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

کہتے تھے اکبرؓ ذی جاہ سے یہ شاہ امم حسن و خوبی میں ہے تو فخر عرب اور عجم
دیکھے یوسفؑ بھی اگر تجھکو کہے تیری قسم من بے دل ز جمال تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بو العجبی

شاہ سے کہتے تھے عباسؓ کہ اے بندہ نواز گو نہیں کرتے ہیں ظالم ترا اس دم اعزاز
تو مگر وہ ہے کہ خالق نے کیا ہے ممتاز بر درِ فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز

رومی و طوسی و ہندی یمنی و حلبی

عمرِ سعد سے فرمایا یہ شاہ نے۔ بدذات بند کیوں ساقیٔ کوثر پہ کیا آب فرات
دیکھ کل حشر میں تو ہم سے کہیگا یہ بات ما ہمہ تشنہ لبانیم تو ئی آب حیات

لطف فرما کہ ز حد میگزرد تشنہ لبی

مستعدِ قتل پہ جس دم کہ ہوئے بانیٔ شر مُنہ مدینے کی طرف کر کے پکارے سرور
کوئی ساعت کا ہے مہمان حسینؓ مضطر چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

عرض کی حُرؓ نے کہ اے شافع روزِ محشر یہ تمنا ہے کہ قربان کروں آپ پہ سر
مرتبہ آج شہادت کا میں پاؤں مرکر چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

بولے انصار کہ یا قبلۂ ہر دو عالم — آپ پر جان فدا کرنے کا مطلق نہیں غم
یہ خوشی ہے کہ غلاموں میں ہوئے ورنہ ہم — نسبتِ خود بسگت کردم و خود منفعلم

زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

روز عاشورہ ملائک میں یہی تھا چرچا — آج پائے گا دہ احمد کا نواسہ رتبہ
انبیاء دیکھ کے جسکو یہ کہیں گے بخدا — نسبتِ نیست بذاتِ تو بنی آدم را

برتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

شاہ کفار سے بولے کہ او قومِ مغرور — میرے نانا کا جو رتبہ ہے نہیں مستور
ہے اُسی مُہر نبوت کا اُجالا سب دور — ذات پاکش کہ میں ملک عرب کرد ظہور

زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

عیشؔ پر لطف و کرم کی ہو نظر ابن علیؓ — مرضِ ظاہر و باطن سے شفا ہو جلدی
رستہ دیکھ رہا ہے یہ غلامِ ہندی — سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ پیش تو قدسی پئے درماں طلبی

نور اللہ عیشؔ امروہوی

اخبار بدر کی رائے

"بزمِ فرید" راحۃ القلوب کا اردو ترجمہ۔ اور خوب ترجمہ جس میں اصل کی چاشنی موجود ہے۔ ترجمہ کرنیوالے ملا محمد الواحدی صاحب اڈیٹر نظام المشائخ ہیں۔ یہ کتاب حضرت بابا فرید الدین صاحب گنج شکر قدس اللہ سرہٗ کے ملفوظ اقوال کا مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ دہلوی نے ترتیب دیا تھا۔ کیا خوب کتاب ہے۔ پڑھنے سے دل پر رقت طاری ہوتی ہے نیکیوں کی قوت

سعید بن جبیرؓ کی شہادت

ناظرین نظام المشائخ شہادت کے مفہوم سے اچھی طرح واقف ہونگے۔ کیونکہ جن بزرگان دین کے دلچسپ خیالات کا مطالعہ آپ ہر مہینے کرتے ہیں۔ انکی زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد یہی شہادت ہی۔ لیکن اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام دو قسم کی شہادت کا قائل ہے +

(۱) وہ جسکا سبب جہاد صغر۔ یعنی ایک مسلمان کسی ظالم کے ہاتھوں بیگناہ قتل کیا جائے +

(۲) وہ جو جہاد اکبر کا نتیجہ ہے۔ یعنی ایک مسلمان خدائے برتر کی محبت میں اپنی تمام نفسانی خواہشات کو پامال اور فنا کردے +

اگرچہ اہل اللہ کے نزدیک پہلی شہادت کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ کیونکہ شارع علیہ السلام نے جس اجر اور ثواب کی امید مجاہدین کبریٰ کو دلائی ہو وہ جہاد اصغر سے بدرجہا بڑھکر ہے۔ لیکن متبعان شریعت نبوی علیہ السلام جس طرح جہاد اکبر کے حاصل کرنے میں کوشاں نظر آتے ہیں اُسیطرح جہاد صغر کی نعمت عظمیٰ سے بھی محروم رہنا پسند نہیں کرتے یہ حضرات جس طرح نفس کُشی کو خدائے عزوجل کی محبت میں ایک ادنیٰ کھیل سمجھتے ہیں۔ اُسی طرح جاں فروشی بھی اُنکے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے +

آجکل تاریخی دنیا کے شیدائی بڑے بڑے اسلامی انقلابات کی سیر کرتے ہیں اور اپنے لکچروں میں سلف کے واقعات نہایت فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ لیکن تمام زور شور صرف اُنکی زبان تک محدود رہتے ہیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس شیریں پیالہ کا ایک گھونٹ بھی اُنکے حلق سے نیچے نہیں اُترتا +

ماہ محرم الحرام میں سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعات نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ تمام اسلامی دنیا میں ایک خاص طریقہ سے ماتم ہوتا ہے لیکن اس تمام شور وغل کا اثر بجز چند واعظان خوش بیان کی زبان یا چند سامعین خوش ایمان کی آنکھوں کے آگے نہیں ملتا۔

یہ میں مانتا ہوں کہ آپ اہل بیت کے محب ہیں۔ لیکن قصور معاف آپ کے نزدیک اتباع اہل بیت قطعی حرام ہے۔ میں آج اپنے مضمون میں ایک اہل بیت کے سچے خادم سعید بن جبیر کی شہادت کا حال عرض کروں گا۔ جس سے آپکو حقیقی محبت واتباع کا حال معلوم ہوگا۔

اس سے پیشتر کہ میں آپکے سامنے سعید بن جبیر کا وہ مظلومانہ مکالمہ جو دم شہادت ظالم سفاک حجاج بن یوسف سے نہایت بیباکی کے ساتھ ہوا پیش کروں مناسب سمجھتا ہوں کہ دونوں مذکورالصدر صاحبان سے مختصر الفاظ میں آپ کی ملاقات کرادوں۔

سعید بن جبیرؓ

آپ کی ولادت باسعادت ۳۶ھ ہجری میں ہوئی۔ آپنے اکثر صحابہ سے ملاقات کی۔ اہل حدیث کے نزدیک آپ اوثق واصدق ہیں۔ صحاح میں بہت سی روائتیں آپ سے مروی ہیں۔ آپکا شمار اجل تابعین سے ہے۔ آپ کی وفات حسرت آیات شعبان ۹۵ھ میں ظالم حجاج کے ہاتھوں واقع ہوئی۔

حجاج بن یوسف ثقفی

اس ظالم حکمران دشمن اہل بیت کے نام سے کون شخص ناواقف نہیں۔ عبدالملک ابن مروان کے عہد میں یہ حوالی خراسان کا عامل مقرر ہوا ۷۳ھ ہجری میں اُسنے نہایت

سفاکی اور بیدردی سے عبداللہ بن زبیر پر قاتلانہ حملہ کیا اور آنجناب کو نہایت بیدردی کے ساتھ حرم محترم میں شہید کیا۔ اُس نے اپنے عہد مملکت میں تقریبًا ستر ہزار آدمی بیگناہ قتل کیے ہیں جس میں اکثر صحابہ اور تابعین تھے۔ نعوذ باللہ من ذلک ۔

یہ عدو اہل بیت جب عبدالرحمٰن بن اشعث کے قتل سے فارغ ہوا تو بعض خوشامدیوں نے سعید بن جبیر کا اسکے سامنے ذکر کیا۔ اُس نے فورًا اُن کے قتل کی ٹھان لی اور ملتمس ابن احوص کو دس سپاہیوں کے ہمراہ اس بے گناہ تابعی کی گرفتاری کو روانہ کیا۔ ملتمس تلاش کرتا ہوا ایک راہب کے عبادت خانہ میں قیام پذیر ہوا۔ رات کو اُس راہب سے تمام پتہ دریافت کر کر صبح ہی موقع پر جا پہنچا۔ سعید اُس وقت صلوٰۃ ضحیٰ (چاشت کی نماز) میں مشغول تھے۔ سلام کے بعد ملتمس نے حجاج کا حکم سنایا۔ سعید نے اُسیوقت خدائے برتر کا شکریہ ادا کیا۔ اور اپنے دونوں ہاتھ آہنی زیور سے (جو اہل اللہ کا فخریہ زیور ہے) آراستہ کر لیے۔ ملتمس نے واپسی میں اُسی راہب کے ہاں قیام کیا۔ راہب نے تمام سپاہیونکو مخاطب کر کے کہا۔ رات کو یہاں شیر آتا ہے۔ تم لوگ عبادت خانہ کے کواڑ بند کر کر سونا۔ لیکن سعید رضہ نے فرمایا۔ میں مشرک کے مکان میں ہرگز پناہ گزیں نہ ہونگا۔ ملتمس نے کہا۔ شاید آپ اس بہانہ سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ سعید رضہ نے نہایت بیباکی کے لہجہ میں فرمایا جس نے اپنی تمام عمر اس مبارک دن کے انتظار میں گزاری ہو کیا آج وہ فرار کا خیال تک دل میں لا سکتا ہے میں اپنا ضامن خدا کو بناتا ہوں۔ یہ کہکر آپنے نماز کی نیت باندھ لی۔ سپاہیوں نے دروازہ بند کر لیا۔ اور جھریوں سے اس مشتاقِ شہادت کا تماشہ دیکھنا شروع کیا۔ رات کو شیر آیا اور سعید کے مبارک قدموں کو بوسہ دیکر واپس چلا گیا۔ صبحکو اس خدائی نظارے کی برکت سے راہب نے اسلام قبول کیا۔ اور تمام سپاہیوں نے معذرت کی۔ اے سعید ہم تمہارے مرتبہ سے واقف نہ تھے۔ حجاج نے ہمکو طلاق اور عتاق کی قسم دی ہے ہم آپکے لیجانے پر مجبور ہیں۔ اسلئے ہمیں اپنی بدقسمتی پر افسوس ہے۔ سعید نے اسوقت بھی نہایت

خندہ پیشانی سے انکی تسلی کی اور ساتھ ہو لیئے۔

یہانتک کہ جب حجاج کا دار الامارۃ صرف ایک منزل رہگیا تو سعید نے تمام سپاہیوں سے ایک دن کی اجازت حاصل کی۔ آپ لوگ آجکی رات مجھے اپنے مولا سے مناجات کا موقع دیں۔ چونکہ میری شہادت کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ اس لیئے ضرورت ہے کہ اپنے بزرگ کا سے تمام جرائم کے متعلق معافی کی درخواست کروں ملتمس نے بخوشی اجازت دی سعید نے غسل کیا اور تمام شب اپنے پروردگار کے سامنے روتے رہے۔ ادھر تمام سپاہی ایک دوسرے پر نفرین اور اپنی بدنصیبی پر افسوس کرتے رہے۔ بالآخر یہ راز و نیاز کی شب آخر ہوئی۔ اور آفتاب عالمتاب زیور شعاعی سے آراستہ و پیراستہ ہوکر افق مشرق سے سر نکالکر سعید کو اس کامیابی پر مبارکباد دی۔

تقریبًا چاشت کیوقت ملتمس نے اُس خونخوار عامل کو جو انتظار کی مشقت سے کبھی اُٹھتا اور کبھی بیٹھتا تھا یہ مژدہ جانفزا سنایا۔

(سعیدؓ کی طرف اشارہ کرکے) حضور! یہ ناکردہ گناہ حاضر ہے ہم نے راستے میں انکی عجیب عجیب کرامتیں دیکھی ہیں۔ تمام راستے یہ نماز پڑھتے ہوئے تشریف لائے ہیں بہت ہی مسکین اور اسم باسمیٰ ہیں۔

حجاج نے خشم آلود لہجہ میں کہا۔ بس بس اسکی زیادہ تعریف نہیں سننا پسند کرتا اسکو قتل کرکر کھانا کھاؤنگا۔ اسکے بعد حجاج نے اپنی قہر آلود نگاہ کا رُخ سعید کی جانب کرکر کہا۔

ما اسمک (تیرا کیا نام ہے)

سعید سعید بن جبیر (سعید بیٹا جبیر کا)

حجاج بل انت شقی بن کسیر۔ (نہیں تو بدبخت ہے بیٹا شکستہ اور ذلیل کا)

سعید بل امی کانت اعلم باسمی منک (میری ماں میرا نام آپسے زیادہ جانتی تھی)

حجاج شقیت انت وشقیت امک (تو بھی بدبخت ہے اور تیری ماں بھی بدبخت تھی)

سعید ۔ الغیب یعلمہ غیرک (غیب کا عالم آپ کے سوا دوسری ذات (خدا) ہے۔

حجاج ۔ لابدلنک بالدنیا نارا تلظی (میں آپ کا عنقریب دنیا سے جہنم کی طرف تبادلہ کرتا ہوں)۔

سعید ۔ لو علمت ان ذلک بیدک لاتخذتک الٰھًا (اگر مجھے آپ کے اختیارات کی اسقدر وسعت کا علم ہوتا تو میں آپ کی ہی پرستش شروع کر دیتا)

حجاج ۔ فما قولک فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تیرا کیا عقیدہ ہے)

سعید ۔ نبی الرحمۃ (وہ نبی رحمۃ للعلمین ہیں)

حجاج ۔ فما قولک فی علیؑ انی الجنۃ ھو ام فی النار (حضرت علیؑ کے متعلق کیا عقیدہ ہے وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں)

سعید ۔ لو دخلتہا وعرفت اھلھما عرفت فیہما (یہ سوال قبل از وقت ہے نہ میں نے ابھی دوزخ دیکھی نہ جنت کی سیر کی۔ ایسی صورت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بابت کوئی رائے نہیں دے سکتا)

حجاج ۔ فما قولک فی الخلفاء (اچھا خلفاء کے متعلق تیرا کیا عقیدہ ہے)

سعید ۔ لست علیہم بوکیل (میں اُنپر وکیل نہیں مقرر کیا گیا)

حجاج ۔ فایہم اعجب الیک (تجھے ان سب میں کون زیادہ محبوب ہے)

سعید ۔ ارضاھم لخالقہ (جو پروردگار کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے)

حجاج ۔ فایھم ارضی للخالق (خدا کے نزدیک کون زیادہ پسندیدہ ہے)

سعید ۔ علم ذلک عندہ الذی یعلم سرھم ونجوھم (اسکا علم اسی کے پاس ہے جو تمام ظاہر باطن کا عالم ہے)

حجاج ۔ فما بالک لا تضحک (تجھے ہنسی کیوں نہیں آتی)

سعید۔ اتضحک مخلوق خلق من الطین والطین تاکله النار۔ (کیا اُس شخص کو ہنسنا زیبا ہے جو مٹی کا بنا ہوا ہو اور پھر مٹی کے کھانے کو آگ بھی تیار ہو)

حجاج۔ فما بالنا نضحک (اچھا ہم کیوں ہنستے ہیں)

سعید۔ لم تستوی القلوب (سب دل برابر نہیں ہیں)

پھر حجاج نے آپ کے سامنے جواہرات اور سیم وزر کے ڈھیر پیش کیے۔ آپ نے فرمایا اے حجاج اگر یہ تمام سامان تو نے محشر کے ہولناک دن کی رہائی کے لیے جمع کیے ہیں تو مبارک ہیں ورنہ یاد رکھ دنیا میں بہتری نہیں ہے۔ اسکا مآل ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔ اسکے بعد آپ کے سامنے آلات لہو اور مزامیر وغیرہ پیش کیے۔ اس سامان عشرت کو دیکھکر حضرت سعید بہت روئے

حجاج۔ ویل لک یا سعید (اے سعید تیرے لیے خرابی ہو)

سعید۔ الویل لمن زحزح عن الجنة وادخل النار (حقیقی خرابی کا مالک وہ شخص ہے جو جنت الفردوس سے محروم کرکر دوزخ میں داخل کر دیا جائے)

حجاج۔ ای قتلة ترید ان اقتلک بہا (تجھے اپنے قتل کے لیے کونسا طریقہ پسند ہے تاکہ اُسکو تیرے لیے مقرر کروں)

سعید۔ اختر لنفسک یا حجاج فواللہ لا تقتلنی قتلة الا قتلک اللہ مثلها فی الآخرة (اسکا فتویٰ آپ اپنے دل سے لیجئے کیونکہ جس طرح آپ مجھے قتل کرینگے اُسی طریقہ سے خدا آپ کو قتل کرے گا)

حجاج۔ فترید ان اعفو عنک (کیا آپ کی تمنا ہے کہ میں معاف کردوں)

سعید۔ ان کان العفو من اللہ فنعم واما منک فلا (تیری معافی کی مجھے پروا نہیں البتہ اگر خدا کی جانب سے معافی ہو تو زہے نصیب)

حجاج نے جلادوں کو حکم دیا کہ اسکو لیجا کر قتل کردو۔ جب آپ دروازہ کے قریب پہنچے تو بےتحاشا ہنس دیے۔ حجاج نے واپسی کا حکم دیا۔ اور دریافت کیا۔ آپ اس وقت کیوں ہنسے میں نے

سنا ہو تم چالیس سال سے کبھی نہیں ہنسے۔

سعید۔ ضحکت عجبا من جرأتک علی اللہ ومن حلم اللہ علیک (مجھے اس وقت آپکی دلیری اور خدا کے حلم پر تعجبانہ ہنسی آگئی)

حجاج نے حکم دیا۔ اسکو میرے سامنے قتل کرو۔

سعید (قبلہ رو ہوکر) کل نفس ذائقة الموت۔ وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین +

حجاج۔ وجھوہ لغیر القبلة (اسکا منہ قبلہ سے پھیر دو)

سعید۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (تم جس طرف منہ کرو اُدہر ہی خدا کی ذات موجود ہے)

حجاج۔ کبوہ لوجھہ (اسکو اوندھا لٹاکر قتل کرو)

سعید۔ منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارة اخری (اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمکو مرنے کے بعد لوٹا دینگے اور پھر اسی سے پچھلی دفعہ زندہ کرینگے)

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ اللھم لا تسلطہ علی احد یقتلہ بعدی (الٰہی تیری توحید اور تیرے رسولوں کی رسالت پر گواہی دیتا ہوں پروردگار میرے بعد اسکو اتنی مہلت نہ دے کہ یہ کسیکو بیگناہ قتل کرے) ظالم جلادوں نے فورًا سرتن سے جدا کردیا۔ لیکن باوجود اسکے بھی توحید کی حرارت عرصہ تک سعید کی زبان سے کلمہ شہادت پڑہواتی رہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

شیخ المشائخ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس سانحہ جانفرسا کی خبر پہنچی تو آپنے سجدے میں گرکر یہ الفاظ فرمائے اللھم انت علی فاسق ثقیف رقیب (اے اللہ تو ہی اس ظالم ثقفی سے بدلہ لینے والا ہے) پہر حضرت نے حاضرین سے فرمایا۔ واللہ لو ان اھل المشرق والمغرب اشترکوا فی قتلہ لکبہم اللہ تعالیٰ فی النار۔ واللہ لقد مات واھل الارض من المشرق الی المغرب محتاجون الی علمہ (قسم ہے خدائے عزوجل کی اگر سعید کو تمام اہل مشرق ومغرب

مشترک ہوکر قتل کرتے تو پروردگار عالم اس بزرگ مرحوم کا انتقام تمام قاتلوں سے لیتا اور تمام مشرکین کو دوزخ میں جھونکتا۔ قسم ہے اللہ کی سعید کی شہادت ہوگئی اور حال یہ ہی کہ تمام ساکنان مشرق و مغرب اُس چشمۂ فیض کے پیاسے ہیں)

ظالم حجاج اس خونریزی کے بعد صرف ۱۵ یوم زندہ رہا۔ اور ان ایام مذکورہ میں کسی کے قتل پر قدرت حاصل نہ تھی۔ جب بیہوشی سے افاقہ ہوتا تھا تو کہتا مالی لسعید بن جبیر (سعید بن جبیر کو کیا ہوگیا وہ مجھے سونے نہیں دیتے اور میرا کپڑا پکڑکر کہتے ہیں یا عدو اللہ فیم قتلتنی (اے خدا کے دشمن ہ مجھے کس جرم کے بدلہ میں تونے قتل کیا) آخر اسی ذلت اور خواری کے ساتھ چیختا چیختا راہی جہنم ہوا اور جو آگ سعید کے لیے تجویز کی تھی قدرت نے وہ تجویز اسی کے حق میں پسند فرمائی۔

فانظر ایها الناظر مآل الظالم والجابر۔ صدق اللہ مولٰنا العلی العظیم ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظٰلمون۔ وقال تعالٰی فی حدیثہ للمظلوم لانصرنك ولو بعد حین وصدق رسولہ النبی الکریم من لا یرحم لا یرحم۔ وقال علیہ الصلٰوۃ والسلام ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

حضرت سیدنا خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مجدد مأتہ اولیٰ نے خواب میں حجاج کو دیکھکر فرمایا۔ یا حجاج ما فعل اللہ بك (اے حجاج خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا) حجاج نے جواب دیا۔ قتلنی اللہ بکل قتیل قتلتہ قتلۃ واحدۃ وقتلنی بسعید بن جبیر سبعین قتلۃ (مجکو اللہ تعالے نے ہر مقتول کے بدلہ میں ایک ایک دفعہ قتل کیا لیکن سعید کے بدلہ میں ستر دفعہ قتل کیا گیا) اس جگہ بعض مورخین نے ایک شبہہ کیا ہی جو ناظرین نظام المشائخ کی دلچسپی کیلئے ہم مع جواب کے نقل کرتے ہیں۔ "کیا وجہ کہ سعید کے بدلہ میں ستر دفعہ قتل کیا گیا۔ حالانکہ اُسنے اکثر صحابہ کو بھی قتل کیا تھا اور یہ مسئلہ مسلمہ ہی کہ صحابی کا مرتبہ تابعی سے بدرجہا افضل ہی؟" اسکا جواب علمانے اسطرح دیا ہی کہ "بیشک صحابی کا مرتبہ افضل ہی۔ لیکن اُسوقت ایک دوسرے کی مثل موجود تھا۔ دین کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ اور سعید کی شہادت ایسے موقع پر ہوئی کہ جب عالم میں سعید کا جواب نہ تھا جیساکہ آپ شیخ المشائخ رح کے الفاظ سے سمجھے ہونگے

پس ایک ایسے معصومی اور محتاج الیہ وجود کے مٹانے کی ایسی ہی سزا تھی واللہ اعلم بالصواب۔ وفی هذہ القصۃ اشارات عجائب ونکات غرائب انا نکل الی رأی الناظرین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۞ احمد سعید واعظ دہلوی

ادعیہ و نوافل عشرہ شریف

(۱) ہر شب کو محرم شریف کی بعد عشاء ۱۰۰ بار کلمہ تمجید پڑھے (۲) ہر جمعہ کو چار رکعت پڑھی ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ قل ھو اللہ ۳۱ بار (۳) روز عاشورہ نماز فجر کے پہلے چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی تین بار اور قل ھو اللہ تین بار اور بعد سلام کے قل ھو اللہ سو بار پڑھے (۴) روز عاشورہ روزہ رکھنا (۵) غسل کرنا (۶) سرمہ لگانا۔ (۷) بدگوئی سے بچنا (۸) مسلمانوں میں صلح کروانا (۹) عالموں سے ملاقات کرنا۔ (۱۰) عیادت کو جانا (۱۱) زیارت قبور سے مشرف ہونا (۱۲) یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنا (۱۳) یتیم بچے اور بیوہ عورتوں کو صدقہ دینا (۱۴) جن دس قرآنی آیتوں کو چاہیں ضرور پڑھیں (۱۵) خوف خدا سے رونا (۱۶) دعا کرنا (۱۷) دس مسلمانوں سے مصافحہ کرنا (۱۸) سو بار قل ھو اللہ پڑھنا (۱۹) چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد کے قل ھو اللہ ۱۵ بار اور اسکا ثواب امیر المومنین حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کی جناب میں گزارے (۲۰) چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد کے قل ھو اللہ ۵ بار (۲۱) دو رکعت پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد کے قل ھو اللہ تین بار پڑھے (۲۲) تین بار یہ دعا پڑھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْاَعْلٰی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ دَعَاکَ فَاَجَبْتَہٗ وَاٰمَنَ بِکَ فَھَدَیْتَہٗ وَرَغِبَ اِلَیْکَ فَاَعْطَیْتَہٗ وَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فَکَفَیْتَہٗ وَاقْتَرَبَ مِنْکَ فَاَدْنَیْتَہٗ اَللّٰھُمَّ امْدُدْ بِعَیْشِیْ مَدًّا وَّاجْعَلْ لِّیْ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ وُدًّا اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْاِیْمَانَ بِکَ وَنَسْئَلُکَ الْاِنَابَ بِکَ وَنَسْئَلُکَ الْفَضْلَ مِنَ الرِّزْقِ وَنَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ مِنَ الْبَلَآءِ وَحُسْنَ الْعَاقِبَۃِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (۲۳) سات بار یہ دعا پڑھے سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْءَ الْمِیْزَانِ وَمُنْتَھَی الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضَا وَزِنَۃَ الْعَرْشِ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ الشَّفْعِ وَالْوِتْرِ وَعَدَدَ کَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ کُلِّھَا اَسْئَلُکَ

کتاب الدعا والثنا

حصہ اول

خدا کی زبانی ہماری دعائیں

حصہ دوم

ہماری زبان میں خدا کی ثنائیں

منظومہ

عالیجناب معلی القاب پیرزادہ مولوی محمد حسین صاحب ایم اے
متخلص بہ عارف پنشنر سشن جج

تحت ادارہ ملا محمد الواحدی پرنٹر و پبلشر بماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء
درویش پریس دہلی میں چھپی
۱۳۳۲ھ

حصہ اوّل

خدا کی زبانی ہماری دعائیں

(۱)

بِسْمِ اللّٰهِ — آغاز کر زباں پر لا۔ نام اُس خدا کا
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — جو مہرباں بڑا ہے۔ بیحد ہے رحم والا
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ — تعریف اُس خدا کو جو رب ہے کل جہاں کا
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — جو مہرباں بڑا ہے بیحد ہے رحم والا
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ — روز جزا کا مالک۔ بندوں کی اپنے رکھ لاج
اِيَّاكَ نَعْبُدُ — تجکو ہی پوجتے ہیں تیرے ہی سب ہیں محتاج
وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ — تجھ سے ہی مانگتے ہیں مشکل کے وقت امداد
مشکلکشا تو ہی ہے سُنتا ہی تو ہی فریاد
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ — سیدھا جو رستہ ہو وہ رستہ دکھا دے
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ — جن پر ہے فضل تیرا اُن کی ڈگر بتا دے
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ — ہو وہ ڈگر نہ اُن کی جن پر غضب ہوا ہے
وَلَا الضَّآلِّيْنَ — ہو وہ نہ راہ اُنکی گمراہ جنھیں کیا ہے
آمین — میں مانگتا ہوں تجھ سے یہ فردو شب دعائیں
مقبول کر الٰہی میری یہ سب دعائیں!

(۲)

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ — یا الٰہی مت پکڑ کر در گزر

نَسِینَا اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ	بھول جائیں چوک جائیں ہم اگر
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا	یا الٰہی ہم پہ بوجھ اتنا نہ ڈال
حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا	ہم سے پہلوں کو کیا جسنے نڈھال
رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا	یا الٰہی ہم سے وہ اُٹھوا نہ بار
مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ	جسکی ہو طاقت نہ ہم میں اور سہار
وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا	درگزر کر ہمسے ہم کو کر معاف
وَارْحَمْنَا	رحم کر (بندے ہیں تیرے بخلاف)
اَنْتَ مَوْلٰنَا	ہی تو ہی حامی و آقا (سے خبر)
فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ (بقرہ ۴۰)	برخلاف کافراں امداد کر (بقرہ)

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً	کر عطا دنیا میں تو ہم کو وہی
	جس میں تو جانے ہماری بہتری
وَفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً	(یعنی دے توفیق کار نیک کی)
	اور ہماری آخرت بھی کر بھلی
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ	آگ کی تکلیف سے ہم کو بچا!
(بقرہ ۲۵)	ہے سہارا اُسکی نہ ہم میں الٰہدا) (بقرہ ۱۵)

(۳)

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا	ہدایت جو دی تو نے ہم کو خدایا
بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا	کجی کر دلوں میں ہمارے نہ پیدا
وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً	خزانہ سے اپنے سدا بھیج رحمت

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○	سخاوت کی تیری نہیں کوئی غایت
رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ	قیامت کے دن جس میں ہرگز نہیں شک
لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط	اکٹھا کرے گا تو سب کو یکایک
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ○	کرے گا خدا تو نہ وعدہ خلافی
(عمران ۱)	ترا وعدہ ہے یہ کہ دونگا معافی (عمران ۱)

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا	خدا - چونکہ ایمان ہم تجھپہ لائے
فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا	ہمارے گنہ بخش ہم کو بچائے
وَقِنَا عَذَابَ	نہ دوزخ کی ہو آگ سے ہمکو زحمت
النَّارِ (عمران ۲)	سپر نار دوزخ کی ہو تیری رحمت (عمران ۲)

(۳)

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ	یا الٰہی! جس کو تو نے آگ میں داخل کیا
فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ط	کرکے رسوا نامرادوں میں اُسے شامل کیا
وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○	ہونگے ظالم جتنے ہیں سب نار دوزخ میں غریق
(عمران ۲۰)	اور نہ ہوگا کوئی اُنکا وہاں مددگار و شفیق
رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا	یا الٰہی! اک منادی نے ہمیں آواز دی
يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ	اور کہا تم لاؤ ایماں ہے اسی میں بہتری
فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا	لائے ہم ایمان یارب کس خلوص و شوق سے
ذُنُوْبَنَا	ہوں گنہ جتنے ہمارے تو بھی یارب بخشدے
وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا	مت پکڑ پاداش میں جرموں کے دے ہمکو نجات

وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝
رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى
رُسُلِكَ
وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۝
اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝
(عمران ۲۰)

روز محشر بھی ہمیں یارب اُٹھا نیکوں کے سات
وعدے جو تیرے رسولوں نے کیے تھے کر وفا
دن قیامت کے ہمیں رسوا نہ کر تو اے خدا
اور کرم سے اپنے جتنے ہیں گنہ کر دے معاف
ہو نہیں سکتا ہی وعدوں میں ترے ہرگز خلاف
(عمران ۲۰)

(۵)

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا
سُبْحٰنَكَ
فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (عمران ۲۰)

عالم میں تونے رنگ جو ہمکو دکھایا اے خدا
بیفائدہ تونے نہیں اُسکو رچایا اے خدا
سبحان تیری ذات ہی باطل کا اُسمیں دخل کب
دوزخ سے لے ہمکو بچا بندے ہیں تیرے سب کے سب
(عمران ۲۰)

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا
وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا
لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝
(اعراف ۱۵)

نفسوں پہ اپنے ظلم ہم کرتے ہیں یا رب سر بسر
تونے نہ گر بخشا ہمیں رحمت نہ کی ہم پر اگر
ہو جائینگے البتہ ہم بیچارے زیاں کار اے خدا
امداد کر کے وقت پر اپنے فضل سے ہمکو بچا

(۶)

رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ
وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ

یا الٰہی! تونے جو کچھ عرش سے نازل کیا
لائے ہم ایمان اُسپر اور یقیں حاصل کیا
اور کی تیرے پیمبر کی بھی دل سے پیروی

فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (عمران ۵)
لکھ گواہوں میں الٰہی اب ہمارا نام بھی (عمران ۵)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا
اے خدا اے رب ہمارے اے رحیم اور اے غفور
بخش دے جتنے گنہ ہوں ہم سے سرزد اور قصور

وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا
ہم سے گر حد سے تجاوز ہو گیا افعال میں
درگزر کر بخش دے اپنے کرم سے تو ہمیں

وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا
ڈگمگائیں ہم نہ راہ رہتے ثابت قدم

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ
راہ پر تیری رہیں۔ کفار پر غالب ہوں ہم

(عمران ۱۵) (عمران ۱۵)

(۷)

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا
یا خدا! یا رب! بطور یادگار

اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ
خوانِ نعمت عرش سے ہم پر اتار

تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا
تاکہ ہم خود اور فرزند و عیال

لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا
شکر تیرا سب کریں اے ذوالجلال
اور شکرانہ میں جو پیہم کریں
عید کا اک دن مقرر ہم کریں

وَاٰيَةً مِّنْكَ
تا ابد تیری نشانی وہ رہے
زندہ نسلوں میں کہانی وہ رہے

وَارْزُقْنَا
رزق دے ہم سب کو خلاق جہاں

وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ (المائدہ)
تجھ سے بہتر کون ہے رازق یہاں (المائدہ)

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا	یا الٰہی! کر عطا صبر اتم
وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا	اور رکھ دائم ہمیں ثابت قدم
وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ	ناتواں ہیں نصرت و امداد کر
(بقرہ ۳۳)	غالب آئیں تاکہ ہم کفار پر
اَنْتَ وَلِيُّنَا	ہے ہمارا تو ولی کارساز
فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا	ہم کو ہے تیری ہی غفاری پہ ناز
وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝	بخش ہم کو رحم کر ہم پر غفور
(اعراف ۱۹)	تجھ سے آخر کون ہی بڑھکر غفور
رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً	اے خدا اے مہرباں اے دادگر
لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ	تختۂ مشق ظالماں ہم کو نہ کر
وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ	کافروں کے ظلم سے دے تو نجات
مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (یونس ۹)	رحم کر فریادرس تیری ہی ذات (یونس ۹)

(۸)

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ	ظاہر و مخفی ہمارا تجھ پہ ہے یارب عیاں
وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي	ہے جو کچھ ارض و سما میں وہ نہیں تجھ سے نہاں
الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ (ابراہیم ۶)	(ابراہیم ۶)

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ	یا خدا مجکو بھی اور میری تمام اولاد کو
وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ	کردے پابند نماز اور وہ نماز اخلاص ہو
رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝	یا خدا میری دعائے عجز آگیں کر قبول
(ابراہیم ۶)	اور کر بندے کو اپنے تو نہ خاسر و ملول

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ
بخش دے اپنے کرم سے بندۂ ناچیز کو
اور میرے پُرگنہ ماں باپ پر بھی فضل ہو

وَلِلْمُؤْمِنِينَ
ہو چکے ہیں جسقدر یا ہوں گے مومن باصفا

يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (ابراہیم ۶)
کر نہ رسوا دن جزا کے ایک کو بھی اے خدا

ابراہیم ۶

(۹)

رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ
الٰہی راستی کو میرا دستور العمل کردے

وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ
مرے دلمیں صداقت کی محبت کوٹ کر بھر دے

بچھونا اوڑھنا میرا ہو سچ - سچ کو نہ چھوڑوں میں
نکلنا گھسنا میرا سچ ہو - سچ سے مُنہ نہ موڑوں میں

وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ
عطا کر پاس سے اپنے وہ حجت جس سے میں غالب

سُلْطَانًا نَصِيرًا (بنی اسرائیل ۹)
ہر اک منکر پہ ہو جاؤں صداقت کا رہوں طالب

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا
بڑھا ہر لحظہ دانش میری اور دلکو منور کر
نہ زنگِ جہل و نادانی ذرا سا بھی رہے دلپر

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا
نہ بے کس اور تنہا چھوڑ مجکو روز ہو یا شب

وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ (انبیاء ۶)
نہیں بہتر کوئی تجھ سے یہاں والی مرا یارب
(انبیاء ۶)

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ
نہ قوم ظلم پیشہ میں الٰہی مجکو شامل کر

الظَّالِمِينَ
تو قاہر ہے غضب ہوتا ہی تیرا قوم ظالم پر

أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ
وساوس میں جو شیطانی نہ دل ہو مُستطرف ان کا

الشَّيٰطِيْنِ ۝ مومنون ۶ | پناہ اپنی میں لے مجکو تری رحمت کا ہوں سائل

مومنون ۶

رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا | الٰہی تجھپہ ہم لائے ہیں ایماں بخش رحمت سے
وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ مومنون | نہیں تجھسا رحیم اے حق جگہ سایہ میں اپنے دے

(۱۰)

مومنون ۶

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا | عطا کر الٰہی مجھے عقل کامل
وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ | مجھے نیک بندوں میں کر اپنے شامل
وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي | بجز راستی کے نہ کھولوں زباں کو
الْاٰخِرِيْنَ ۝ | مرے بعد جاری رہے ذکر نیکو
وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ | بنا دے مجھے وارثِ خلد اعلےٰ
النَّعِيْمِ ۝ | تجھے سب ہے آسان باری تعالےٰ
وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝ | نہ کر مجکو رسوا بروز قیامت
| کہ جس روز ٹوٹے گی مجرم پہ آفت
يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ | نہ مال آئے گا کام اُسدن نہ فرزند
| کھلیں گے وہاں پردے جب چند در چند
اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ | سلامت روی دلکی کام آئیگی واں
شعرا ۵ | مگر وہ بھی جب ہو ترا فضل و احساں
| خطا بخشدے اپنے بندونکی یارب
| کہ رحمت میں بڑھکر ہے تجھسے کوئی کب

(۱۱)

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ | زمیں آسماں سب کیے تو نے پیدا

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۔
وَاَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ ۔
فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۔
(زمر ۵)

نہاں اور ظاہر ہیں تجھپر ہویدا
پڑا اختلاف آسکے بندوں میں تیرے
جھگڑتے ہیں آپس میں شام او رسویرے
کرے گا ترا حکم ہی دور اس کو
یہ طاقت ہی کسکی یہ مقدور کسکو (زمر ۵)

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ
الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ
وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ
وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔
وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ
وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ
وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔
(مومن ۱)

خدا پورے ہونگے جو وعدے ہیں تیرے
جگہ سب کو تو جنتِ عدن میں دے
جو تھے نیک آبا و اجداد ان کے
وہ ازواج و فرزند و اولاد ان کے
بہشت بریں انکو سب کو عطا کر
تو دانا ہی غالب ہے اور سب سے برتر
برے کاموں سے دور رکھ انکو یا رب
یہ ممکن ہی تب ہے ترا فضل ہو جب
کسی پر جو ہو جائے یہ تیری رحمت
نشانی ہو اس کی کہ اچھی ہے قسمت (مومن ۱)

(۱۲)

رَبَّنَا اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ
الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ

مجھے بخش توفیق الٰہی یہ ہر دم
تری نعمتوں کا کروں شکر ہر دم
مرے والدین اور میں نے خدایا

وَعَلٰى وَالِدَيَّ	مسلمان ہونیکی نعمت کو پایا
وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ	نہیں کیا یہ نعمت ۔ کہ توفیق دی ہے
	کروں کام وہ جسمیں تیری خوشی ہے
وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ	مری آل و اولاد کو بھی مرے رب
	یہ توفیق دے ہوں نکوکار وہ سب
اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ	گناہوں سے کرکے میں توبہ خدایا
	بہت عجز سے تیری جانب ہوں آیا
وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝	رضا پر تری اپنے سر کو جھکا کر
(احقاف ۲)	ہوا تیری درگاہ میں حاضر آکر

(۱۳)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا	بخش ہمکو اور ہمارے بھائیوں کو اے خدا
الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ	ہم سے پہلے لائے جو ایمان باخلاص صفا
وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا	اور دے توفیق یہ کل مومنان پاک کو
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	باہم انکے صاف ہوں دل بغض و کیں بالکل نہو
رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝	رحم و رافت سے تری امید ہے ہمکو یہی
(حشر ۲)	ہم میں تو پیدا کرے گا اتفاق و یک ہی (حشر ۲)

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا	ہی بھروسا سب ہمارا تجھپہ تو ہی ہے وکیل
وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝	تو ہی ہے مرجع ہمارا سب کا از روئے سبیل
رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا	بخش ہم کو مت بنا تو تختہ مشق کافراں

اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ (ممتحنہ ۱)

رحم کے قابل ہے تیرے حال زار بیکساں (ممتحنہ ۱)

رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا
وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
(تحریم ۲)

نور ایماں جو ہمیں بخشا ہے کامل کر اسے
بخشدے بے پوچھے ہمکو یہی تو دے تجھے
چونکہ تو ہر چیز پر قادر ہے اے دانائے راز
تجکو زیبا ہے غنا اور ہمکو سجتا ہی نیاز
(تحریم ۲)

(۱۴)

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ
وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ
(ابراہیم ۶)

بخش مجکو یا الٰہی اور مرے ماں باپ کو
جتنے مومن مرد و زن ہیں حشر انکا نیک ہو
(ابراہیم ۶)

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ
الظَّالِمِ اَهْلُهَا

جو ستمگر ظلم میں رکھتے ہیں اتنا انہماک
انکو اے قاہر مرے کر قہر سے اپنے ہلاک
شہر سے ان ظالموں کے ایخدا ہمکو نکال
خوف ہے نقصان نہ پہنچائے ہمیں انکا وبال

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا
وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا
(نساء ۱۰)

بھیجدے درگاہ سے اپنی کوئی ایسا ولی
جو کرے امداد آکے سخت ہی ہم پر بنی
(نساء ۱۰)

(۱۵)

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ
الشّٰهِدِیْنَ ۝ (مائدہ ۱۱)

لائے ہم ایمان تجپر یارحیم و یاغنی
شاہدان صدق میں لکھدے ہمارا نام بھی

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا
جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ
وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ
الصّٰلِحِيْنَ ۝ (نمل ۲)

کیوں نہ ہم ایمان لاتے تجھپر اور قرآن پر
جبکہ تھی ہم پر ترے فضل اور رحمت کی نظر
اب ہماری یہ تمنا ہے ۔ الٰہی! کر کرم
زمرۂ نیکاں میں داخل کر ہمیں کرلے بہم
(نمل ۲)

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ
رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ
وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۝
(اعراف ۱۱)

کر نہ شامل ہم کو یارب ظالموں کی قوم میں
فیصلہ حق سے تو کر ہم میں ہماری قوم میں
تجھ سے بہتر کون ہو سکتا ہے قاضی او حکم
ہاتھ میں تیرے ہے دل ہر ایک کا اے ذوالنعم

(۱۶)

رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ
اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ
وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ
وَتَرْحَمْنِيْٓ
اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝
(ہود ۴)

خدا! مانگتا ہوں میں تجھ سے پناہ
یہ کرتا ہوں میں عہد اے بادشاہ
نہ بخشیگا مجکو اگر تو کریم
اگر ہو گی تیری نہ رحمت رحیم
زیاں کاروں میں ہوگا میرا شمار
نہوگا کوئی مجھ سا آشفتہ کار
(ہود ۴)

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا

زمیں آسمانوں کا خالق تو ہے
بنائی ہے تو نے ہی ہر ایک شے
تو ہی دین و دنیا میں ہے کارساز

وَالْاٰخِرَةِ ۔ گنہ کو ہے غفران پر تیرے ناز
تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا ۔ مروں جب الٰہی مسلماں مروں
نبی کا ترے یعنی کلمہ پڑھوں
وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۔ اُٹھا حشر میں مجکو نیکوں کے سات
(یوسف) کہ صحبت ہی اُن کی سبیلِ نجات

(۱۷)

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً الٰہی دعا کر ہماری قبول
کہ رحمت کا تیری ہو ہم پر نزول
وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ہمارے جو ہیں کام اے رب پاک
(کہف ۱) کرم سے تو کر لینے سب ٹھیک ٹھاک

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ مرے سینۂ تنگ کو اے خدا
کشادہ تو کر اور کر باصفا
وَيَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ کشادہ تو کر اپنی رحمت کا در
(طٰہٰ ۲) مرے کام جتنے ہیں آسان کر (طٰہٰ ۲)

اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ مصائب نے مجکو رلایا بہت
اور اعدا نے مجکو ستایا بہت
وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۔ تو کر مہربانی اے رب جہاں
(انبیا ۶) نہیں تجھ سے بڑھکر کوئی مہرباں

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

نہیں کوئی معبود تیرے سوا
نہیں کوئی موجود تیرے سوا

سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (انبیاء ۶)

تو پاک ۔ اور بندہ گنہگار ہے
خطاوار ہے اور ستمگار ہے

(۱۸)

رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ
وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ (انبیاء ۷)

الٰہی حکم کر اپنا کہ سچا حکم ہے تیرا
الٰہی رحم کر ہے رحم پر ہی آسرا میرا (انبیاء ۷)

رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا
وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ (مومنون ۲)

الٰہی دے مقام ایسا کہ وہ مجکو مبارک ہو
بڑا داتا ہے بن مانگے بھی دیتا ہے تو بندوں کو

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ
اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝
اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ (فرقان ۶)

عذاب نار دوزخ کو الٰہی پھیر دے ہم سے
ہی فکر اسکا ہمیں ہر دم چھڑا دے ہمکو اس غم سے
برا ہی نار دوزخ میں قیام ہو ایک پل بھی گر
پھر انکا حال کیا ہوگا بنیگا جن کا اسمیں گھر

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا
وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ
وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ (فرقان ۶)

الٰہی جوڑا ایسا دے ہمیں اور ایسی اولادیں
کہ جن کو دیکھکر پڑ جائے نور ٹھنڈک آنکھوں میں
خدا دے خوف اپنا اور دعا ہم تجھ سے کرتے ہیں
نہیں ہم پیشوا انکے جو ہر دم تجھسے ڈرتے ہیں

رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَھْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ۝ (الشعراء ۹)
نجات اعمال بد سے ہمیں اے قادر مطلق
مجھے اور آل کو میری کہ تو ہی ناجیے برحق

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ط (قصص ۲)
کیے ظلم اپنے نفسوں کیے بھاری گنہ ہم نے
خدا تو بخشدے ہم کو الگ کر تو معفرت سے

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ہ (قصص ۳)
الٰہی چاہے جتنا دے گر نگیے بن نہ سر گز ہم
ترے درویش ہیں مع لا ترے محتاج ہیں ہر دم

تمت

حصہ دوم

ہماری زبان میں خدا کی ثنائیں

اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ
یا خدا تو ملک کا مالک ہے۔ قدرت ہے تجھے

تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ
ملک بخشے جاہے جسکو چاہے جس سے چھین لے

تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ
تو اگر چاہے تو کردے مفلسوں کو تاجدار

وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ
تو اگر چاہے تو کردے بادشاہوں کو بھی خوار

بِیَدِکَ الْخَیْرُ
ہاتھ میں تیرے ہی عزت اور ذلت اور خیر

اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝
کسکو قدرت ہے کرے کچھ بھی کوئی تیرے بغیر

مختصر فہرست کتب دوکان غلام نظام الدین تاجر کتب متصل فوارہ چاندنی چوک دہلی

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
الہامات غوثیہ اردو	۸ر	حکایات الصالحین	۴ر	دیوان غالب اردو	۳ر
عوارف المعارف اردو دو جلد	عہ	قصص الکاملین	۴ر	دیوان ذوق اردو	۴ر
کشف المحجوب اردو	عہ	عین الولایت	۶ر	دیوان مومن اردو	۸ر
تذکرۃ الاولیا - کانپوری	عہ	**کتب دواوین اردو فارسی**		مجموعہ قوالی چار حصہ	۴ر
حدیقۃ الاولیا اردو	۶ر	دیوان حضرت شمس مغربی فارسی	۱۲ر	دیوان مخفی یعنی زیب النساء	۴ر
فوائد الفواد اردو	عہ	دیوان منصور حلاج فارسی	۸ر	**کتب اعمال**	
افضل الفواد اردو	۱۲ر	کلیات جامی فارسی	سہ	اعمال یوسفی	۲ر
اسرار الاولیا اردو	۶ر	کلیات سعدی فارسی	عہ	اعجاز یوسفی	۸ر
کلیات طیبات فارسی	۱۲ر	دیوان احمد جام	۶ر	اعمال مجربہ سورہ یٰسین شریف	۴ر
معرفۃ السلوک فارسی	۴ر	رباعیات عمر خیام	۴ر	اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف	۴ر
شواہد نظامی سوانحعمری کلاں		دیوان شمس تبریز	۱۲ر	اعمال مجربہ سورہ اخلاص شریف	۲ر
حضرت محبوب الٰہی رح	عہ	دیوان [illegible] قی	۱۰ر	اعمال مجربہ آیۃ کریمہ شریف	۲ر
خلاصہ تاریخ مشائخ چشتیہ	۴ر	کلیات امیر خسرو رح	عہ	مفتاح الرزق	۱ر
سوانحعمری بوعلی شاہ قلندر رح		دیوان خواجہ معین الدین چشتی رح		مفلسی کا علاج	۱ر
راہبر راہ حق ۱۲ رسالوں کا مجموعہ	۸ر	دیوان غوث الاعظم رح	۲ر	حرز سلیمانی	۶ر
سوانحعمری بندہ نواز گیسو دراز	۸ر	دیوان خواجہ قطب الدین رح		لوح سلیمانی کامل	۸ر
مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی	۱۰ر	دیوان نیاز	عہ	رسالہ حل المشکلات	۰ر
سراج السالکین امام غزالی	۸ر	دیوان حافظ جلی قلم	عہ	دیوان مصطفیٰ اوراد مصطفیٰ	۲ر
سراج الفقر	۴ر	دیوان ظہیر فاریابی	۱۰ر	نیز ہر قسم کی کتابیں موجود ہیں	

چوب چینی و عشبہ کے اکتالیس مجربہ فوائد

جس کی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں نے اپنے مریضوں پر آزمانے سے کی ہے

فائدہ ۱ } جس کی تصدیق ایک سو دس مریضوں نے آپ استعمال کر کے کی ہے اور سرٹیفکیٹ دیے ہیں وہ یہ ہیں جب کبھی آتشک یا سوزاک ہو چکا ہو اور کچھ عرصہ بعد جلد پر سیاہی آجاوے چہرے اور جسم پر بدنما سیاہ داغ پڑ جائیں یا جوڑوں یا ہڈیوں میں درد ہو تو اس مرکب کے استعمال کرنے سے تمام دکھ دور ہو جائیں گے +

فائدہ ۲ } جس کی تصدیق ۵۰ مختلف مریضوں اور مختلف عمر کے لوگوں نے کی ہے وہ یہ ہیں خون کے سوء خرابی جلد ہو جانے سے دن بدن لاغر ہوتے جاتے تھے چہرے پر بے رونقی اور زرد پن پیدا ہو گیا تھا تھا۔ ہاتھ پاؤں جلتے تھے معدے پر بوجھ کبھی دست کبھی قبض ہو جاتی تھی وہ سب اس مرکب کے استعمال سے دور ہو گئے +

فائدہ ۳ } جس کی تصدیق دو سو مریض آدمی کرتے ہیں۔ خون گندہ ہونے سے چہرے پر چھائیاں اور جسم پر دانے پھوڑے پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہ میں پیدا ہو کر ان سے پیپ اور پانی بہکر جہاں پانی لگتا تھا زخم ہو جاتے تھے +

فائدہ ۴ } جس کی تصدیق سو ہم آدمی کرتے ہیں ان کی رانوں کا چمڑہ سیاہ اور موٹا ہو گیا تھا اور پسینے آتے تھے سخت خارش ہوتی تھی۔ ہر وقت نا سور ہی میں رہتا تھا۔ اور ان سے سخت بو آتی تھی +

فائدہ ۵ } جس کی تصدیق گیارہ مریض کرتے ہیں خنازیر مختلف حصہ جسم میں بغل اور بدن میں دن بدن گلٹیاں بڑھتی جاتی تھیں اس کے استعمال سے بڑی گلٹیاں بیٹھ گئیں اور آگے پیدا ہونی بند ہو گئیں۔ اور مرض جاتا رہا +

فائدہ ۶ } جس کی تصدیق تین سو مریض کرتے ہیں۔ عرصہ سے ناسور اور بھگندر سے پتلی سی پیپ جاری رہتی تھی اور سخت تکلیف کا سامنا ہوتا تھا۔ اس مرکب کے چند روزہ استعمال سے ناسور سوکھ گیا اور زخم بھر گئے +

فائدہ ۷ } جس کی تصدیق ۲۷ مریض کرتے ہیں عرصہ سے اٹھکر درد تمام بدن اور پنڈلیوں میں پہنچا کرتا تھا جس سے ٹانگ دن بدن سوکھتی جاتی تھی۔ اس کی ایک شیشی کے استعمال سے رنگت بدلی اور درد جاتا رہا +

فائدہ ۸ } جس کی تصدیق چار سو عورتیں اسے استعمال کرنے کے بعد کرتی ہیں کہ انکے تلوں میں درد اور رحم سے بدبودار پانی جاری رہتا تھا اور ایام حیض میں کمر و سر میں سخت درد ہوا کرتے تھے اس کے استعمال سے ایام ماہواری باقاعدہ ہو گئے رحم کا پانی بند اور چہرہ سرخ ہو گیا +

الغرض یہ مرکب عشبہ و چوب چینی سب سے عمدہ و بہتر اور سب سے مصفی خون ہے

جہاں بہت سے عشبے ناکارہ اور نقصان رساں ثابت ہوتے ہیں (کیونکہ وہ بلحاظ اس ملک کی آب و ہوا کے شراب وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں۔ جس سے خون زیادہ غلیظ اور تیز ہوتا ہے) اس مرکب نے سریع الاثر فائدے دکھلائے۔ یہ جواہر اعضائے رئیسہ اندرونی پر بہت اچھا اثر ڈالتا ہے۔ جس سے تمام چمڑے کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں +

ثبوت کے لیے اس جو مرکب کے استعمال سے پہلے اپنے بدن کو وزن کرو ڈیوڑھا ہو جاوے گا۔ صدہا مرکب ملک کے ہر ایک حصہ میں تجربہ کیا گیا ہے +

قیمت

شیشی کلاں جو ایک ماہ کے لیے کافی ہے تین روپے (للعہ) شیشی خورد ڈیڑھ روپیہ (عہ ۸)

علاوہ انکے اس شفاخانہ میں ہر مرض کی مجرب دوائیں موجود ہیں (۱) شربت مقوی اعصاب دافع نامردی للعہ (۲) طلائے نادر للعہ (۳) دوائے سوزاک عہ/ ۸ (۴) حب دافع آتشک عہ (۵) حب دافع بواسیر ۱۲ (۶) حب دافع جریان و احتلام عہ (۷) سرمہ میرا کرامانی فی تولہ ۲ (۸) سفوف مستحکم دندان عہ (۹) سر کے لگانے کا خوشبودار تیل وغیرہ وغیرہ۔ اگر آپ کسی مرض سے تنگ ہیں تو ہم سے فارم تشخیص امراض ہمراہ ٹکٹ آنہ کا بھیجکر منگا لیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ مرض قابل علاج ہے یا نہیں اور یہ کہ کتنے تک صحت ہو گی +

پتہ۔ شہنشاہی سند یافتہ حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی زبدۃ الحکماء۔ لاہور موچی دروازہ

ہماری کتابیں انڈیا کونسل لندن میں

حضور وزیر ہند کی کونسل نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی کی معرفت ہم سے مندرجہ ذیل کتابیں منگائی ہیں +

(۱) **خون شہادت کے دو قطرے** - یہ سرمد و منصور کی سوانح عمریاں ہیں جنہیں مولانا ابو الکلام آزاد اڈیٹر الہلال اور ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ نے مرتب کیا ہے قیمت مع محصول ۳ ر

(۲) **اسلام کی برکتیں** - اس نام سے ملا محمد الواحدی صاحب نے مولوی ظفر علیخاں شمس العلما مولانا شبلی اور حضرت خواجہ حسن نظامی صاحبان کے تین نہایت دلچسپ و مفید مضمون جمع کئے ہیں قیمت مع محصول ڈاک ۳ ر

(۳) **بزم فرید** - اسے ملا محمد الواحدی نے حضرت سلطان نظام الدین محبوب الٰہی کے لکھے ہوئے ملفوظات حضرت بابا فرید الدین گنجشکر سے اردو میں لیا ہے اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اگلے بزرگوں کی مجالس میں کیا چرچے ہوا کرتے تھے اور آجکل کے مشائخ نے کیا ڈگر اختیار کر رکھی ہے تو بزم فرید ملاحظہ کیجئے قیمت مع محصول ڈاک ۹ ر

(۴) **شیخ سنوسی** - مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب جس میں شہنشاہ انگلستان کے مسلمان ہونے کی پیشین گوئی ہے قیمت مع محصول ڈاک ۴ ر

(۵) **فیضان سنوسی** - شیخ سنوسی کا تیسرا حصہ عجیب غریب چیز ہے قیمت مع محصول ۶ ر

(۶) **جاماسپ نامہ** - حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب کا ترجمہ سلیس اردو میں - پانچہزار برس پہلے قیامت تک کے حالات لکھے گیا ہے جو سب کے سب ٹھیک نکل رہے ہیں قیمت مع محصول ۲ ر

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس دہلی

فہرست مضامین رسالہ نظام المشائخ رسول نما نمبر ۲ ۱۳۳۲ھ

ہمارے معاونین

جنہوں نے اس مہینے رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی۔ اُنکے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں

جناب ابو عمر صاحب رنگون (۱) ۔ جناب مولوی محمد نور اللہ صاحب عیش رگھوگڈھ (۱) ۔ جناب محمد ظہیر الدین صاحب چترال (۱) ۔ جناب مولوی مفتی محمد حنیف صاحب نکودر (۱) ۔ جناب حکیم اسعد صاحب سیسا (۱) ۔ جناب نیاز نے والا وزیر الخان صاحب گنگ ہار (۲) ۔ جناب مرزا احمد علی بیگ صاحب ورگ (۱) ۔ جناب مولوی محمد حبیب اللہ صاحب رآبادی (۱) ۔ جناب منشی احمد خان صاحب گجراتی (۱) ۔

جو خود خریدار ہوئے وہ یہ ہیں

جناب عبد العزیز صاحب صدیقی حاجی پورہ
جناب مولوی سید خلافت حسین صاحب موضع کریلا
جناب ولی محمد صاحب قلات
جناب سلیم اسعد صاحب شاہ آباد
جناب مولوی سید منظر الدین صاحب ضلع اکولہ
جناب ہیڈ ماسٹر محمد یوسف علی صاحب تنڈ والی سندیلہ
جناب ملک محمد مہر الدین صاحب رسولپور
جناب حکیم محبوب السبحان صاحب رام پور
جناب ایس ایم ایوب صاحب صدر دار جیا
جناب شیخ محمد فرزند علی صاحب واسٹی
جناب سکرٹری صاحب محمدن لائبریری نیلور
جناب محبوب میاں صاحب مدراس
جناب عبد العلی صاحب اندعد
جناب سردار محمد سعید صاحب عیسے خیل

جناب شیخ شہاب الدین صاحب پونا
جناب ابو عبد الغفیر صاحب حیدر آباد دکن
جناب محمد یعقوب صاحب عدن
جناب سید غلام نبی صاحب برہان پور نماڑ
جناب محمد حسین صاحب شاہ پورہ
جناب مولوی سخاوت علی صاحب گوگھر ڈیہہ
جناب سید ارشاد علی صاحب عدن
جناب شیخ محمد عمر بھائی صاحب مکانی والا احمد آباد گجرات
جناب تکارام بالاجی صاحب پونا
جناب شاہ محمد شعیب صاحب قادر آباد
جناب محمد نذیر الدین صاحب ضلع الہ آباد
جناب محی الدین صاحب پانی پت
جناب حاجی رحمت اللہ صاحب علاقہ پشاور
جناب شیخ محمد عظیم صاحب ایوت محل ۔ ڈی ایس سیڈاو

مختصر فہرست کتب دکان غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک شہر دہلی

اخفیر العارفین مصنفہ مولوی سرفراز علیشاہ صاحب ... یہ کتاب تصوف میں نہایت عجیب غریب ہے جسمیں تصوف کی ہر قسم کی باتیں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اسمیں یہ مضامین ہیں۔ اسلام میں تصوف نے کسطرح جگہ پائی۔ تصوف کے کتنے طریق نکلے۔ تصوف نے علمی اور عملی طور پر کیا کیا کام کیا۔ تصوف کیا چیز ہے۔ تصوف اور فلسفہ علامات مرشد کامل۔ آداب حقوق پیر کا بیان۔ مرید کرنے اور توبہ کرانیکا طریقہ۔ توجہ دینے کا طریقہ۔ فضیلت کا ذکر۔ ذکر نفی اثبات کا بیان۔ ذکر جہر۔ ذکر اسم ذات۔ ذکر خفی۔ مراقبات کا طریقہ۔ مراقبہ احدیت۔ دائرہ اقربیت مراقبہ قیومیت۔ مراقبہ معیت۔ مراقبہ توحید وصفائی۔ مراقبہ فنا و بقا۔ مراقبہ اولوالعزم۔ مراقبہ حقیقت محمدی بیان کشف و نتائج النبوۃ۔ ذکر چار پیر چودہ خانوادہ۔ ذکر سلسلہ نقشبندیہ۔ سلسلہ چشتیہ خواجہ سید معین چشتی قدس سرہ العزیز کا ذکر۔ **شغل بساط** یہ وہ شغل ہے جو خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کو بلا واسطہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچا تھا۔ اور خواجہ بزرگ کو اسی شغل کی برکت سے معراج معنوی ہوئی تھی۔ اور ماسوائے اسکے اور باتیں بھی عمدہ عمدہ درج ہیں قیمت ۸ ؍

گلدستہ گلشن فقیری اسمیں ہر ایک خاندان قادریہ چشتیہ۔ سہروردیہ اور جملہ خانوادوں کے سیکڑوں اولیاء اللہ کا نام مع حالات پیدایش وطن و مزار و تاریخ وفات بقید سلسلہ درج ہیں قیمت ...

مجالس حسنہ ملفوظ فارسی جناب حضرت خواجہ حسن محمد چشتی۔ جمع فرمودہ حضرت مظہر اللہ التام صمد خواجہ محمد صاحب چشتی قیمت ۳ ؍

جامع السعادات اردو ترجمہ کتاب منبہات حجر عسقلانی منفعت ساعت ملواز واعظ و نصائح تالیف جناب حضرت مولانا مولوی قطب الدین احمد صاحب دہلوی یہ کتاب مولویوں اور واعظوں اور تمام لوگوں کے واسطے اخلاق کی بہت عمدہ کتاب ہے قیمت ۲ ؍

تحفہ سبحانی ترجمہ الفتح الربانی والفیض الرحمانی۔ یہ کتاب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ملفوظ مبارک ہے مصر میں بزبان عربی چھپا تھا۔ اب اردو میں چھپ گیا ہے۔ اسمیں اعلی درجہ کے نصائح و وعظ و تقریریں درج ہیں آپکے تبحر علمی کا اس کتاب کے مضامین سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ عجیب غریب کتاب ہے۔ قیمت فی جلد ...

اور ہر قسم کی کتابیں بھی مل سکتی ہیں

زیارت النبی

وہ کونسا مسلمان ہے جو رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا کا مشتاق نہیں عشاق کے مضطرب پہلو میں بیقرار اور آنکھیں حلقوں میں اشکبار رہتی ہیں کہ کسی طرح نور دلمنیر کا جلوہ نظر آجائے۔ وہ لوگ کیسے خوش نصیب ہیں جنکی حسرتوں کو آغوش کامرانی میں جگہ ملگئی بہت سے آرزومندان دیدار سید ابرار شرف زیارت کیلئے درود و وظائف خوانی کرتے ہیں لیکن محرومی قسمت انکی خدنگ آرزو کو ہدف مقصد تک نہیں پہنچنے دیتی وجہ یہ کہ انکو اسکا طریقہ معلوم نہیں ہوتا۔ ان تشنہ کامان شربت دیدار کیلئے نسخہ تحفۃ المحبین المعروف بہ زیارت سید المرسلین اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے۔ یہ حضرت مولانا مولوی احمد سعید صاحب واعظ دہلوی کے چار وعظوں کا مجموعہ ہے جسکو خاکسار نے مجلس وعظ میں قلمبند کیا اور جہاں کہیں شبہ ہوا مولانا موصوف کے مکان سعید منزل پر ہوکر ان سے اطمینان کر لیا۔ یہ بے بہا مجموعہ چار بابوں پر منقسم ہے **پہلا باب** فضائل درود شریف کی ۴۰ مرفوع حدیثوں پر مشتمل ہے **باب دوم** آیہ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی الخ کی تفسیر اور اشارات عجیب و نکات غریب میں **باب سوم** بزرگان دین و صوفیائے کاملین کے ان واقعات کا مظہر ہے جو دوران درود خوانی میں پیش آئے اور طرح طرح کے مصائب سے نجات ملی۔ **باب چہارم** میں ان درودوں کا بیان ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باسناد صحیحہ مروی ہیں نیز صوفیائے کرام کے وہ طریقے اور درود جن کے پڑھنے سے حضور کی زیارت حصول ہوئی یا ہوسکتی ہے مرقوم ہیں آخر میں صلوۃ التسبیح کی ترکیب بہ صراحت درج ہے یہ نایاب و نادر مجموعہ واعظین کیلئے ہم خرما و ہم ثواب کا حکم رکھتا ہے اس سے وہ خود اور دوسرے بھی فیضیاب ہوسکتے ہیں۔ کتاب ہاتھ میں لیکر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک فصیح واعظ درود شریف کی خوبیاں بطرز احسن بیان کر رہا ہے جا بجا حضرت مولانا راسخ مرحوم کی دلکش نظموں نے حسن بیان کو چار چاند لگا دیئے ہیں لکھائی چھپائی کاغذ سب عمدہ ہیں قیمت ۸ علاوہ محصول مجموعہ جناب مولانا احمد سعید صاحب واعظ دہلوی مقیم سعید منزل کوچہ ناہرخان دہلی اور پتہ ذیل پر خاکسار سے درخواست کریں

المشتہر سید ممتاز علی دہلوی مدرس مدرسہ میر فتح علیشاہ رح بھوجلا پہاڑی شہر دہلی

حمد و نعت

شکرِ خدائے پاک کہ منہ میں زبان ہے — احسان حق زبان ہے اور اس میں جان ہے

اور جان وہ کہ جس میں سخن کی بھی آن ہے — اس آن میں خدا کے کرم سے وہ شان ہے

جس شان میں قبول کی شانیں خدا نے دیں

شانیں وہ جن میں سحر کی آنیں خدا نے دیں

لازم ہے حمد خالقِ کون و مکاں کروں — عنواں میں جو چاہیے سچ سچ بیاں کروں

عاجز بیان ہو تو ہو لیکن بیاں کروں — مسرور اہلِ زہد کی روح و رواں کروں

کچھ لو دعائیں اہلِ حدیث و کتاب سے

دادِ کلام لے کے تلوں شیخ و شاب سے

ساقی شراب کوثر و تسنیم کی پلا، • حمد خدائے پاک کا جب آئے گا مزا

گر بیخود سے درسِ وحدت وفنا   حق حمد کا نہ ہوگا تو مجھ سے کا ادا

آتی یاد کر نشہ صہبا میں چور ہوں۔

مستوجب عنایت رب غفور ہوں

یہ کہکشاں یہ مہر یہ بستان پُر فضا   کس نے کیا ہے خلق بجز ذات کبریا

مظہر ہے جس کا ... علم بس جز خدا   وہ مستحق حمد ہے مستوجب ثنا

ہر شے میں اللہ کا نور ہے اسکا ظہور ہے

انسان کے وہ پاس ہے یہ اوس سے دور ہے

سر کیوں نہ صرف سجدۂ ربِ قدیم ہو   افضال جس کے عام ہوں حکمت قدیم ہو

جس سے امید بخشش جرم عظیم ہو   جس کا علم جہاں میں رحیم و کریم ہو

قابل سجود کے وہی اِک ذاتِ پاک ہے

کونین میں اوسی کی خدائی کی دھاک ہے

جز مشت خاک رکھا ہے انساں میں اور کیا   گر مُنہ سے اس کے بند ہوا آمد شد ہوا

آمد شد ہوا سے ہے بس رُوح مدعا   من امر ربّ کا فیصلہ اک اذن نے کیا

اب فلسفی کہا کرے لاکھ اس کے باب میں

ایمان اوسپہ ہے جو ہے ناطق کتاب میں

بے روح کیا بتاؤں ہے کیا بیکر بشر   اِک سانس کے نہونے نے اس کی گنوائی ور

ہرگز نہیں کھلونے سے مٹی کے بیشتر   وہ چیز خوف کی نہیں لگتا ہے اس سے ڈر

وہ روح جس سے کالبد خاک چیز ہے

سچ تو یہ ہے کرشمۂ ربِّ عزیز ہے

معبود پاک خالق جز و کل جہاں   لیتی ہے جس کے نام سے کیا کیا مزے زباں

تسبیح اوسکی پڑھتے ہیں دن رات انس و جاں   جس روہ مہربان ہو کل اوسپر مہرباں

اوس کے نثار اوس کے نبی پر فدا رہو
طاعت گزار حکم رسول خدا رہو

تیرہ صدی سے جسکی ہے دنیا میں دھوم دھام — وہ جزو نور ذات ہے مخلوق کا امام
ختم الرسل خطاب ہے محبوب اوس کا نام — ہم آپ ہیں تو بیٹھے ہیں اوس کے ہیں سب غلام

تکوین کائنات کا اصلی سبب ہے وہ
سب جانتے ہیں حامی روز تعب ہے وہ

لازم ہے اس کے نام پہ پڑھنا درود کا — وہ خاصہ حبیب ہے رب ودود کا
پاس و لحاظ چاہیئے ان دو قیود کا — یہ مستحق درود کا حق ہے سجود کا

جس انجمن میں ذکر و خیال رسول ہو
صلوا علی رسول و آل رسول ہو

حمد خدا و نعت پیمبر ہے وہ مقام — جو نظم و نثر سے کبھی ہوتا نہیں تمام
گر عمر بھر لکھے کوئی از صبح تا بہ شام — ممکن نہیں کہ اوس کا ہو پایان اختتام

اتنا ضرور ہے کہ یہی توشہ معاد کا
مداح کو دکھائے گا چہرہ مراد کا

سائل دہلوی

یہ حمد و نعت میرے محترم کرمفرما جناب نواب سراج الدین احمد خاں صاحب سائل رئیس دہلی کی ایک نظم کا ٹکڑا ہے جو انہوں نے حال میں ہی اہل حدیث کانفرنس میں پڑھی تھی۔ مستقل کو کسی آیندہ پرچے میں شائع کیا جائیگا۔ یہاں اتنا حصہ اس خیال سے درج کرتا ہوں کہ دسویں نمبر کے شروع میں بجائے خالص حمد کے ایسی حمد کی ضرورت تھی کہ اس کے ساتھ ہی نعت بھی ہو۔

محمد الواحدی

رحمۃ للعالمین

مسیح سے قریباً دو ہزار سال پیشتر کا ذکر ہے۔ کہ سلطنت بابل نہایت عروج پر تھی سلطنت کی مالی حالت مستحکم اور فوجی طاقت زبردست تھی۔ دولت کثیرہ امن بسیط نے بادشاہ کے دماغ میں نخوت وغرور اس قدر بھر دیا تھا کہ اس نے سلطنت کے معبد اعظم میں اپنی سونے کی مورت رکھوا کر حکم دیا تھا کہ مخلوق اُسی کو سجدہ کرے اور اُسی سے منت و نذر و نیاز مانی جایا کرے۔

رب العالمین نے اُن کی ہدایت کے لیے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ ۹ واسطوں سے ان کا سلسلہ نسب حضرت نوحؑ سے جا ملتا ہے۔ بادشاہ کو توحید کی آواز پسند نہ آئی۔ کیونکہ اس کے قبول کرنے سے بادشاہ کو خدائی کے درجے سے اُتر کر بندہ بننا پڑتا تھا۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ کا گھرانا بھی جو بادشاہ رس تھا اپنے خاندان کے نونہال سے ناراض ہو گیا۔ قوم اور سلطنت کی مخالفت دیکھکر انہوں نے وطن چھوڑ دیا۔ سُرہ جو بیوی تھی سا اور لوطؑ بن فاران جو بھتیجا تھا دونوں نے مہاجرت میں اُن کا ساتھ دیا۔

حضرت ابراہیم نے اپنی گزران کے لیے بھیڑ بکریاں رکھلی تھیں۔ خدا نے اُن میں برکت دی اور وہ اتنی بڑھیں کہ بہت سے گلّے بن گئے۔

اتفاق! امساک بارش سے وہ سر سبز میدان۔ جہاں ان کے گلّے رہتے اور بڑھتے تھے۔ کف دست بیابان بن گیا۔ حضرت ابراہیم آگے بڑھے اور مصر پہنچ گئے۔

مصر میں اس وقت جو بادشاہ تھا۔ اُس کا نام رقیون تھا۔ اور وہ دراصل بابل کا ہی

سلہ خطبات احمدیہ صفحہ ۱۰۹۔

باشندہ تھا (ممکن ہے مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے ہم وطنی کے رشتہ کو وجہ تعارف خیال کر لیا ہو)

پادشاہ مصر نے بی بی سرہ کو اپنی ملک کی خاتون سمجھ کر اپنے لیئے پسند کیا۔ لیکن اسے خدا نے جلد معلوم کرا دیا۔ کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے حضرت ابراہیمؑ کی اس نے نہایت قدر و منزلت کی۔ اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے۔ تو اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ[1] بھی ساتھ کر دی۔ تاکہ اسی نیک خاندان میں اسکی تربیت ہو۔ اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیاہی جائے اپنے مہمان نواز پادشاہ کی خوشی آئندہ آرزو کے پورا کرنے کی غرض سے حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہ سے نکاح کر لیا۔ خدا نے انہیں پہلوٹی کا بیٹا اسی کے بطن سے عنایت کیا۔ اس کا نام اسمٰعیلؑ رکھا گیا۔

بی بی سرہؑ سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام اسحٰق (علیہ السّلام) رکھا گیا۔ خداوند تبارک و تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیمؑ کو تبلایا تھا کہ یہ دونوں[2] بیٹے بڑے بابرکت ہوں گے۔ اور بڑی بڑی قوموں کے جداعلیٰ بنیں گے۔ اور ان کی اولاد کثرت کے سبب گنی نہ جاسکیگی۔ اس لیے باپ نے خدا کے حکم اور کنبہ والوں کی درخواست پر

---

[1] ہاجرہ کو صرف یہی شرف حاصل نہیں کہ وہ شاہزادی ہیں۔ بلکہ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کے ہاں بھی ان کا درجہ بالاتر تھا۔ کتاب پیدائش ۱۶ و ۲۱ سے واضح ہے۔ کہ خدا کے فرشتے ہاجرہ کے سامنے خود آتے اور خدا کا حکم اسے پہونچایا کرتے تھے۔ مگر سارہ بی بی کے سامنے کبھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ کتاب پیدائش ۱۸ سے ثابت ہے کہ سارہ کو بیٹے کی بشارت فرشتہ نے حضرت ابراہیمؑ کی معرفت دی تھی۔

[2] حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰق کا برابر درجہ اور برابر کی برکت مندرجہ ذیل حوالجات سے بخوبی ملتی ہے

(الف) خدا نے درد و غم کو سنا ..... { ہاجرہ کے ...... ۱۶ - ۱۲ ... کتاب پیدائش
سارہ کے .... ۲۵ - ۱۲ ... ״ }

ان کے لیے علیحدہ علیحدہ ملک تقسیم کر دیے تھے۔

شام کا ملک اسحق کو دیا۔ کیونکہ بابل اس کے مشرق میں تھا۔ اور اسحق کو اپنی ننھیال سے قرب کا موقعہ ملا

عرب کا ملک اسمٰعیل کو دیا۔ کیونکہ مصر اس کے مغرب میں تھا۔ اور اس طرح اسمٰعیل اپنے ننھیال سے قریب رہ سکتے تھے۔ علاوہ ازیں ہر دونوں بھائی اس طرح آباد ہوئے کہ ان کے درمیان کوئی تیسرا ملک نہ تھا۔ تاکہ وقت پر ایک بھائی دوسرے[1] بھائی کی امداد و اعانت کرتا رہے۔

اسمٰعیل کی شادی بنت مضاض سیّد قبیلہ بنو جرہم سے ہوئی تھی۔ جو عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقہ کا واحد فرماں روا تھا[2]۔ اور اسحق کی شادی اپنی ننھیال میں ہوئی تھی۔ غرض ایک ہی نسل کے بچوں میں جسمانی بُعد بڑھتا رہا لیکن ربّ العالمین وقتاً فوقتاً اس بُعد کو دونوں قوموں کے باہمی

بقیہ نوٹ

(ب) خدا نے نام رکھا........	ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کا... ۱۶...۱۲..	کتاب پیدائش
	سارہ کے فرزند اسحق کا.... ۱۷ — ۱۹	"
(ج) خدا نے برکت دی........	ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کو... ۱۷ — ۲۰	"
	سارہ کے فرزند اسحق کو... ۲۵ — ۲۰	"
(د) خدا ساتھ تھا........	اسماعیل کے........ ۲۱ — ۲۰	"
	اسحق کے........ ۲۶ — ۲۴	"
(ہ) قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا..	اسماعیل........ ۲۵ — ۱۶	"
	اسحق........ ۱۷ — ۶	"

[1] پیدائش باب ۲۵۔ درس ۹ میں ہے کہ ابراہیم کو اس کے بیٹے اسحق اور اسمٰعیل نے دفن کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ دونوں بھائی کس طرح دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔ [2] خلاصۃ تاریخ العرب پروفیسر سیدیو صفحہ ۲۴

ملاپ اور یکجہتی سے دور نہ رہا۔

حضرت موسیٰ نے فرعون کے خوف سے بھاگ کر عرب ہی میں پناہ لی تھی۔ مگر جب بنی اسرائیل کو وہ مصر سے نجات دلا کر لائے۔ تب بھی اسی بیابان میں انہوں نے چالیس سال پورے کیے تھے۔

حضرت داؤد بھی جب بادشاہ سموئیل کے مظالم کے مارے اپنے ملک سے نکلے تو عرب میں ہی آکر ٹھہرے تھے۔

جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ کیا تھا۔ تو انہیں معدبن عدنان ہی نے عرب میں آرام اور عزت سے رکھا تھا۔

حضرت اسحٰق کی اولاد میں پیدا ہونے والے انبیاء نے بھی اپنے الہامات کی بابت بہت کچھ اشارے کیے ہیں۔

اس جگہ میرا مقصود صرف حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی بابت کچھ لکھنا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کو اور ان کی والدہ کو اس جگہ رکھا تھا۔ جہاں اب شہر مکہ معظمہ ہے۔ مقدس باپ نے نامور بیٹے کی شمولیت سے اس جگہ ایک مسجد بھی (مکعب شکل کی) بنا دی تھی۔ اور خدا سے دعا کی تھی۔ کہ وہ مالک الملک اس سنسان جگہ میں رہنے سہنے والی قوم کی روزی کا خود سامان کرے۔ انہیں کھانے کے لیے عمدہ عمدہ میوے۔ ترکاریاں ملتی رہیں[1]۔ اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے ایک عظیم الشان رسول بھی اسی مقام پر پیدا ہو۔

[1] جو لوگ مکہ جاتے ہیں۔ ان کو دو باتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی ہیں (۱) زمین مکہ میں کوئی روئیدگی یا پیداوار نظر نہیں آتی۔ (۲) مکہ کے بازاروں میں سبز و تر میوے ترکاریاں بہت سستی اور بہتات سے ملتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم کی دعا کو قبول کیا۔ اور اس سے دلیل پکڑی جاتی ہے کہ خدا نے دعا کے دوسرے جزو یعنے رسول پیدا

اسمٰعیلؑ کی اولاد میں بارہ بیٹے ہوئے۔ انہوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کرلیا اور وہ بہت جلد اس قدر پھیل گئے کہ مغرب کی طرف مصر سے جہاں اُنکی ننھیال تھی۔ جا ملے اور جنوب کیطرف اُن کے خیمے یمن تک پہنچ گئے۔ جہاں باپ نے ان کے بھائیوں بنو قطورہ کو آباد کیا تھا۔ اور شمال کیطرف اُن کی بستیاں شام سے جا ملیں جہاں ان کے بھائی بنو اسحٰق آباد تھے۔

اس طرح ایک ہی باپ کے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم اور تہذیب کے مالک ہوگئے اور بحیرۂ ہند، و بحر احمر جیسے بندرگاہوں پر اُن کا قبضہ ہوگیا۔ جہاں سے اُسوقت کی تمام متمدن دنیا کی تجارت پر وہ قبضہ کرسکتے تھے۔ اور عرب کا اندرونی حصّہ بھی ان کے پاس آگیا جو غیر اقوام سے بچاؤ کیلیے ہمیشہ ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوا ہے۔

حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں اُن کا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہوا ہے قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی۔ انہوں نے اپنے باپ کی طرح اُس مقدس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ پورا کیا جو دنیا کیلیے توحید کی پہلی درسگاہ تھی۔

قیدار کی اولاد میں ۳۷ پشت کے بعد عدنان اول نہایت اولوالعزم شخص گذرا ہے جس کے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قایم کرلی تھی عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آگیا۔ اگرچہ وہ ان کے ماموں ہی تھے۔ تاہم انہوں نے اِن کو مکہ سے نکال دیا۔ کیونکہ بنو اسماعیل نے اب تک بنو جرہم کا بت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا۔

لیکن قصیٰ نے جو عدنان دوم سے پندرہویں پشت میں ہے۔ پھر مکہ پر قبضہ

(بقیہ نوٹ ص۷) کرنے کو بھی ضرور قبول کیا۔ نبی موعود کا حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے پیدا ہونا تورات کی کتاب استثنار ۱۵ تا ۱۹ باب ۱۸ سے اور سکہ (فاران) سے ظاہر ہونا استثنار ۳۳/۲ سے ثابت ہے

حاصل کرلیا اور اس نے مکہ میں جمہوری حکومت کی بنیاد ۴۴۰ء میں رکھکر مندرجہ ذیل عہدے قایم کیئے :-

(۱) رفادہ۔

(۲) سقایہ۔

(۳) دارالندوہ۔

قصی کے بعد اس کا فرزند عبد مناف[۵۱]۔ پھر اس کا فرزند ہاشم[۵۲]۔ اس کا فرزند عبدالمطلب[۵۳] (المولود ۴۹۷ء) اس کا فرزند ابو طالب اپنے اپنے وقت میں مکہ کے محترم سردار ہوتے رہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی سیرت پاک پر یہ مختصر کتاب لکھی گئی ہے۔ عبدالمطلب کے پوتے تھے *

مذکورہ بالا بیان سے آپ سمجھ گئے ہیں۔ کہ عرب میں بسنے والے کون تھے۔ اور اُن کا اپنی ہمسایہ ملک کی قوموں کے ساتھ کیا تعلق تھا۔ لیکن ابھی ملک عرب کی نسبت مجھے کچھ اور بیان کرنا ضرور ہے:

نقشہ پر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے جس کے مغرب میں بحر احمر اور جنوب میں بحیرۂ ہند۔ مشرق میں خلیج فارس۔ اور شمال میں ملک شام ہے۔ اسے شام سے وہ سلسلہ کوہ جدا کرتا ہے۔ جو اس کے شمال میں چلا گیا ہے۔ اور مصر سے آبنائے سویز جو چالیس برس پیشتر خاکنائے سویز سے موسوم تھی۔ الگ کرتی ہے۔ ہندوستان اور عرب میں خلیج فارس حایل ہے:

---

۵۱ عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ پیدایش کے بعد انکو مناف بُت کے مندر میں لیگئے تھے۔ اس لیے عبد مناف مشہور ہوگئے

۵۲ ہاشم کا نام عمرو تھا۔ یہ شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر غریبوں کو کھلایا کرتے تھے اسلئے ہاشم نام پڑ گیا

۵۳ انکا نام شیبہ تھا۔ جب پیدا ہوئے تو سر کے بال سفید تھے۔ اس لیے ماں نے انکا نام شیبہ (بوڑھا) رکھا مطلب انکا چچا تھا جس نے یتیمی کے دنوں میں انہیں پالا تھا۔ اس شکرگزاری میں یہ تمام عمر عبدالمطلب کہلائے۔

عرب وسعت میں مملکت فرانس سے قریباً دوچند بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ یمن کی وادی اور طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں۔ کہ ہندوستان کے بہترین حصوں کو رشک آتا ہے۔ الحجر کی پتھریلی زمین اور اور وسط عرب کا وسیع ریگستان اس قدر بے آب وگیاہ ہے۔ کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کہا تا ہے۔ ہم جس ستودہ صفات کے عہد سے اپنی کتاب کا آغاز کرنے والے ہیں انکی پیدایش کے وقت عرب کی ملکی اوراخلاقی حالت کا یہ حال تھا کہ اس کے جنوب پر سلطنت حبش کا۔ اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا۔ اور شمالی مقطع پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا۔[۵] اندرونی ملک بزعم خود آزاد تھا۔ لیکن ہر ایک سلطنت اسپر قبضہ کرنے کے لیئے ساعی تھی؛

اندرونی ملک کے باشندوں پر خود مختاری نے بہت برا اثر ڈالا تھا۔ ان میں خودمختاری سے خودسری پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنی شجاعت وجرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا بیکاری۔ اور کاہلی نے جوے اور شراب کی عادت پیدا کر دی تھی۔ اور وہ عادت طبیعت ثانی بن گئی تھی۔ ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے انکی زبان اور نسل بیشک کھری تھی لیکن فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خودستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے۔ یا اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے کے لیے زبان کی ساری طاقت خرچ کر کے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی آوارگی کی بھی خوب اشاعت کرتے تھے۔ اسی بات نے مصاہرت کی برائی بھی اُن کے ذہن میں قایم کر دی تھی۔ اور مدعیان شرافت بڑی دلیری سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے؛

جہالت نے اُن میں بت پرستی رایج کردی تھی۔ اور بت پرستی نے انسانی دل ودماغ

---

[۵] تاریخ العرب پروفیسر سیدیو صفحہ ۴۰؛

پر قابض ہوکر ان کو توہم پرست بنا دیا تہا۔ فطرت کی ہر ایک چیز پتھر۔ درخت۔ چاند۔ سورج۔ پہاڑ۔ دریا۔ وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگے تھے۔ اور اس طریقے سے وہ خدا کی عظمت و جلال کے فراموش کر دینے کے ساتھہ ساتھہ خود اپنی قدر و قیمت کو بھی بہول چکے تہے اس لیے انسانی حقوق کے واسطے نہ کوئی ضابطہ تھا۔ اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لیے کوئی قانون تہا۔ قتل انسان رہزنی۔ حبس بیجا۔ تصرف ناجائز مداخلت بیجا۔ عورتوں کو جبر یا پہسلا و ٹے بھگالیجانا۔ بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کر دینا۔ اسی شجر کے ثمر تھے۔ کہ بت پرستی نے اُن کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان کی نسل کو ہی بنا دیا تھا۔

برسوں۔ بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے اُن کے دل و دماغ میں یہ ہی نقش کر دیا تہا۔ کہ اُن کی حالت سے بہتر کوئی حالت۔ اور اُن کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن اور انکے تدین سے بہتر کوئی تدین ہو ہی نہیں سکتا۔

عرب کے مختلف اطراف میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق کی وجہ سے تمام ملک میں اور بھی بہت سے مذاہب پائے جاتے تھے۔ یہودی عیسائی صابی۔ ایسے مذاہب ہیں۔ جن کے نام سنکر نا واقف شخص دہوکا کہا سکتا ہے کہ ان لوگوں میں ان مذاہب کی عمدگیوں کے نمونہ بھی پائے جاتے ہونگے لیکن حقیقت یہہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنے کے بجائے مذہب کو اپنی وجہہ سے خراب کر دیا تہا۔ اگر موسےٰ و عیسےٰ و شعیب و صالح علیہم السلام پیغمبروں کو اُن کے دیکھنے کا موقعہ ملتا۔ تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔

عام عیسائی ایک مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ لیکن عرب کے عیسائی مریم کو خدا کی جورو اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہا کرتے تہے۔ اور بت پرستی

لات و عزیٰ کو مؤنث خدا (لات مؤنث ہے الہ کا۔ اور عزیٰ مؤنث ہی عزیز کا) بھی کہا کرتے تھے۔

اس زمانہ کے عام یہودی حضرت عزیر کو توریت کے ازبر لکھدینے سے ابن اللہ کہا کرتے ہیں۔ مگر عرب کے یہودی اپنی قوم کے سب زن و مرد کو خدا کے بیٹے بیٹی۔ پیارے۔ پیاری۔ کہا کرتے تھے۔

آتش پرست غالبًا بیٹی۔ بہن۔ کو گھر میں ڈال لیا کرتے تھے۔ مگر عرب کے مقیلد اپنی حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام جوروں کو اپنی لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے۔

عرب کی جملہ اقوام (باستثنائے بعض افراد) لکھنے سے بے خبر۔ علوم سے بے بہرہ فنون سے عاری۔ تمدن سے ناواقف۔ فصاحت اور معانی سے نا آشنا تھے۔

ملحد اور دہریئے بھی عرب میں آباد تھے۔ وہ حیات اور موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کرکے دنیا کے ہر انقلاب کو دور زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے۔ خدا کی ہستی کا اقرار۔ اور جزا و سزا کا تصور نیک بد افعال پر نیک و بد نتائج کا مترتب ہونا ان کے نزدیک قابل تمسخر خیالات تھے۔

ان جملہ برائیوں کی وجہ سے عرب گویا دنیا پر پھیلے ہوئے جملہ مذاہب اور تخیلات کی برائیوں کا مجموعہ تھا۔

اگر ہم عرب کو کرۂ ارض کے نقشہ پر دیکھیں۔ تو اس کے محل و قوع سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اسے ایشیا و یورپ و افریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے۔ اور وہ خشکی و تری (دونوں رستوں) سے دنیا کو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لیے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا۔ اور جہالت کی حکومت اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب کا ہی بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور اسیطرح یہہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ کہ اگر تمام دنیا کی

ہدایت کے لئے ایک واحد مرکز قایم کرنے کے لیے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو عرب ہی اس کے لیے موزوں ہے خصوصاً اُس زمانہ پر نظر کرکے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب افریقہ اور یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا عرب سے تعلق تھا تو عرب کی آواز ان برّ اعظموں میں بہت جلد پہونچ جانے کے ذرایع بخوبی موجود تھے رب العالمین نے (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) اسی لیئے سیّدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عرب میں پیدا کیا۔ اور اُن کو بتدریج قوم۔ اور ملک اور عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا۔

ناظرین اِس کتاب کو پڑھکر معلوم کر سکیں گے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کس قدر مشکل تہا۔ اور اُنہوں نے اس فرض کو کیسی خوش اسلوبی۔ صبر و حلم۔ استقامت اور تحمل سے شروع کیا۔ کیونکر تہذیب و تمدن۔ اور علم۔ و اخلاق کو پہیلایا۔ کیونکر قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا۔ کس طرح انسان کا درجہ بلند کیا۔ کس طرح توحید کی اشاعت کی اور انسان کے دل پر عظمت و کبریائی خداوندی کا نقش قایم کر دینے کے بعد کس طرح جملہ اشیاء و اسباب کا خادم انسان ہونا ثابت کر دیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح پر نسل اور قومیت کی خصوصیتوں اور ملک و مقام کی حالتوں۔ اور امیری و غریبی کے امتیازوں۔ اور فاتح و مفتوح کے فرقوں مختلف زبانوں مختلف رنگتوں کے مابہ الامتیازوں سے قطع نظر کرکے کیسی عمدگی سے سب کو دینِ احد کے رشتہ سے متحد و متفق۔ یکساں و مساوی ہم سطح و ہم خیال۔ ہم اعتقاد و ہم آواز بنایا۔

اور جب وہ اس عظیم الشان کام کو انجام دے چکے۔ بندوں کو خدا سے نزدیک اور قوموں کو قوموں سے قریب بنا چکے۔ نفرت و عداوت کی جگہ نصرت و اخوت

کو بٹھلا چکے ظلمت اور جہالت کو نکال کر دل و دماغ پر نور صداقت و علم کو تمکن کر چکے تب کیسی فارغ البالی۔ کشادہ پیشانی۔ اور مسرت کے ساتھ اس دنیا سے سدہار گئے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان کام کا اندازہ کرنے کے لیے دیکھو۔ کہ اسلام کا بیج کیسے پاک قلوب میں لگایا گیا تہا۔ جو اس کا نیک پہل لائے تہے؛

نجاشی ملک حبشہ۔ جیفر ملک عمان۔ اکیدر شاہ دومۃ الجندل نجد کے وحشی تیما کے بدو۔ اور یمن کے مسکین کے دوش بدوش کہڑے ہونے پر نازاں ہوئے ہیں

عبداللہ بن سلام یہودیت اور ورقہ بن نوفل عیسائیت اور عثمان بن طلحہ ابراہیمیت کی مسندہائے امامت چہوڑ کر اسلام کے خادم شمار کیے جانے پر مفتخر ہیں؛

یہودیوں کا زرخرید غلام سلمان پارسی۔ منا اہل البیت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے اور بت پرستوں کے زرخرید غلام بلال حبشی کو فاروق اعظم بہی جس کی سطوت وہیبت سے قیصر و کسرے کے اندام پر لرزہ تہا سیّد سیّد (آقا آقا) کہہ کر پکار رہا ہے

رنگتوں کا اختلاف زبانوں کا تبائن۔ قومیت کا تفرقہ۔ ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا ہے۔ حسب و نسب کی شرافت کا زبان پر لانا کمینگی کی دلیل بنگیا ہے۔ دین واحد نے سب کو ملت واحد بنا کر ایک ہی ولولہ دلوں میں ایک ہی جوش طبیعتوں میں۔ ایک ہی خیال دماغوں میں۔ ایک ہی آوازہ توحید زبانوں پر جاری کر دیا ہے؛

دشمن دوست بن گئے ہیں۔ اور جان ستاں جاں نثار ثابت ہوئے ہیں۔ وہ عمرو بن عاص جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بنکر گیا تہا کہ مسلمانوں کو بطور اکسٹراڈیشن مجرموں کے حاصل کرے۔ چند سال کے بعد ہی عمان کے بادشاہ کے پاس داعی اسلام بن کر جاتا ہے۔ اور ہزاروں اشخاص کے مسلمان ہوجانے کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتا ہے؛

وہی خالد بن ولیدؓ جو جنگ احد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈ کرتا ہو مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حاضر ہوتا ہے۔ لات وعزیٰ کے مندمعل کو اپنے ہاتھوں سے گراتا۔ اور اسلامی فتوحات میں گرم جوش جنرل کا درجہ پاتا ہے۔ وہی عروہ بن مسعودؓ۔ جو حدیبیہ میں آنحضرت کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے قریش کا سفیر بنکر آیا تھا۔ خود بخود مدینہ میں حاضر ہوتا۔ اپنی قوم میں دعوت اسلام کی اجازت حاصل کرکے اسی خدمت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ وہی سہیل بن عمرو جو معاہدہ حدیبیہ میں بت پرستوں کی جانب سے کمشنر معاہدہ تہا۔ اور جس نے عہدنامہ میں اسم پاک محمدؐ کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبوی کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الٰہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر (خطبہ) کرتا ہے۔ جو سینکڑوں دلوں میں سکینہ اور ایمان بہر دیتی ہے وہی عمرؓ جو تلوار لے کر گھر سے آنحضرت کا سر قلم کرنے کے لیے نکلا تھا۔ وفات نبوی کے دن شمشیر برہنہ لیکر کہہ رہا ہے۔ کہ جو کوئی کہے گا۔ کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی۔ اُس کا سر قلم کر دیا جاوے گا۔ وہی وحشی جس نے امیر حمزہ کو مارا۔ کلیجہ نکالا۔ اعضاء کاٹے۔ جنازہ بیحرمت کیا تہا۔ کچھ دنوں کے بعد مسلمان ہو جاتا شرم وخجالت سے منہ سامنے نہیں کرتا اور بالآخر مسیلمہ جیسے کذاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے +

وہی ابوسفیان بن عبدالمطلب۔ جو حقیقی چچا کا بیٹا ہو کر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتا تہا جذبہ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور جنگ حنین کے میدان میں وہی اکیلا رکاب نبوی تہامے نظر آتا ہے

وہی ابوسفیان بن حرب۔ جو سات برس تک برابر آنحضرت کے مقابلے میں

فوجیں لاتا رہا۔ اور مسلمانوں کے برخلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا۔ اسلام لاتا۔ اور نجران کے عیسائی علاقہ پر اسلامی حاکم بناکر بھیجا جاتا ہے۔ وہ طفیل بن دوسی جو مکہ آتا تو روئی کانوں میں رکھو کر پھرتا کہ محمد کی آواز کان میں نہ پہونچے۔ بالآخر اپنے وطن میں گھر گھر جاتا اور محمد کی آواز کو پہونچاتا تھا۔ وہ عبدیالیل ثقفی جسنے طائف میں غلاموں بچوں کو تپھراؤ کرنے کے لیے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگادیا تھا۔ آخر مدینہ حاضر ہوا۔ اور وہاں سے اپنی قوم کے پاس جوہر ایمان وایقان لایا۔ وہی بریدہ بن الحصیب اسلمی جو قریش سے سو شتر سرخ کے انعام کا وعدہ لیکر آنحضرت کی گرفتاری کے لیے ستر سواروں کی پوشش لے گیا تھا۔ چند لمحہ کے بعد بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بردار بن گیا۔ الغرض ایسی مثالوں کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

یہ سب کرشمے اُس پاک تعلیم کے تھے۔ جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتی جاتی تھی۔ اکثر انبیاء علیہم السلام نے معجزے دکھلائے۔ لاٹھی۔ سانپ۔ تپھر۔ دریا آگ۔ کی قلب ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ کرایا۔ لیکن بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی و امی) کا عظیم الشان معجزہ یہہ تھا کہ دلوں کو بدل دیا اور روح کو پاکیزہ بنادیا۔ انسان اور لاٹھی۔ انسان اور سانپ۔ انسان اور تپھر میں جتنا تفاوت ہے۔ وہی تفاوت اس معجزہ اور دیگر معجزات میں ہے۔

اور یہی وہ چیز ہے جو آجتک اُن سب روشن دماغوں کی حیرت و محویت کا موجب ثابت ہوئی ہے جنھوں نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رباوجود مخالفت مذہب کچھ کہنا یا کچھ لکھنا چاہا ہے۔

کاش مسلمان اُس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں۔ کاش وہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مقصد سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش وہ اسلام کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں

کاش وہ اسلام کی بقا کو اپنے نفسوں۔ اپنے بچوں۔ اپنے باپ۔ پیر۔ بزرگوں کی حیات و بقا سے زیادہ ضروری سمجھنے لگیں۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

ناظرین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہ عجیب خصوصیت ہے۔ کہ اس سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت پا سکتا ہے۔

آنحضرتؐ دنیا کی ہوا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم ہو چکے تھے۔ اس لیے مسکینی و غربت ایسے اوصاف ہیں۔ جو حضورؐ کے توام ہیں۔

عمر کے ابتدائی سال دیہاتی زندگی میں بسر ہوئے تھے۔ لڑکپن کا زمانہ ایسے وقت میں کٹا جب کہ قوم حرب الفجار وغیرہ لڑائیوں میں مصروف تھی۔

۲۵ سال کی عمر تک حضورؐ نے شادی نہیں کی تجرد کا یہ زمانہ جو عین عنفوان شباب کا زمانہ تھا۔ کمال عفت و عصمت شرم و حیا سے بسر ہوا۔ دیکھنے والوں کی شہادت موجود ہے کہ حضورؐ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر باشرم و باحیا تھے۔

آنحضرتؐ نے معاش کے لیے تجارت کو پسند فرمایا تھا۔ اور اس طرح ان بلند حوصلہ لوگوں کے لیے جو ثبات و استقلال۔ معاملہ فہمی و ضرورت شناسی حلم اور بردباری سے متصف ہوں۔ ہدایت فرمائی۔ کہ تجارت سے بہتر ان کے لیے کوئی معاش نہیں۔

مردانہ جمال میں کمال حسین حسبؐ نسب میں عالی خاندان ہونے پر بھی ایک بیوہ عورت سے جو عمر میں ان سے پندرہ سال زیادہ تھی۔ پہلا نکاح کیا اور اس سے عقد بیوگان کی ضرورت اور عظمت پر نہایت شاندار نمونہ قائم فرمایا۔ نیز واضح کر دیا۔ کہ ہم متاہل زندگی میں بھی کیونکر شہوانی خیالات کے تقید سے آزاد رہ سکتے ہیں۔

یہ بیوی نہایت متمول تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قانعانہ طبیعت اور زاہدانہ سیرت کیوجہ سے اپنے آپ کو اپنی بیوی یا اپنے خاندان کی امداد سے ہمیشہ مستغنی ثابت کیا۔ اور اسطرح اپنی مدد آپ کرنے والوں کے سر راہ ایک مشعل روشن فرمادی۔

آنحضرت نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ و ہمدردانہ زندگی کا اثر خونخوار عرب پر پھیلا دیا تھا۔ اور سب کے دلوں میں اپنے لیے عزت و محبت کے ساتھ جگہ بنالی تھی اور اسطرح پر راستبازوں کے لیے ایک درخشندہ مثال قایم فرمادی۔ کہ کیونکر نیکی۔ اور صداقت کی طاقت ظلم اور جہالت کو مغلوب کرسکتی ہے۔

آنحضرت نے تعاون و تمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا۔ اور حلف الفضول کے قایم کرنے سے قیام امن اور حفاظت نوع انسانی کے لیے جدید سڑک تیار کردی اور اُن منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں اُسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کرلینے کے زرین اصول کا سبق دیا۔

حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلا دیا۔ کہ جب مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہو جائیں تو انکو کیونکر مرکز وحدت پر لاسکتے ہیں۔ نیز ثابت فرمادیا کہ خدشۂ جنگ کے ٹلادینے۔ اور امن کو مستحکم رکھنے کے لیے جنگی طاقت کی نہیں۔ بلکہ اعلے دماغی قابلیت کیضرورت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جملہ انبیاء کی شان نظر آتی ہے۔ آپ مسیح علیہ السّلام کیطرح جھٹلائے۔ اور ستائے گئے۔ لیکن صابر و شاکر ہی پائے گئے۔

• آپ نے زکریا علیہ السّلام کیطرح بیابانوں اور بستیوں میں خدا کی آواز کو پہونچایا
آپ نے عیسےٰ روح اللہ کی طرح خدا کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سرِ نو زندہ فرمایا
آپ نے ایوب علیہ السّلام کیطرح صبر و شکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین سال
تک محصوری کے دن کاٹے۔ اور پھر بھی آپ کا دل خدا کی ثنا گزاری سے
لبریز۔ اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنج رہی۔
• آپ نے نوح علیہ السّلام کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ اور علانیہ
خلوت اور جلوت میں۔ میلوں اور جلسوں۔ گزرگاہوں۔ اور راہوں پر
پہاڑوں۔ اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ اور لوگوں کو اُن کے
افعال سے نفرت دلائی۔
آپ نے ابراہیم علیہ السلام کیطرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی اور
وطن کو چھوڑ کر شجرۂ طیبہ اسلام کے لگانے کے لیے پاک زمین کی تلاش
میں رہ نورد ہوئے۔
آپ شب ہجرت کو داؤد علیہ السلام کیطرح دشمنوں کے نرغہ سے نکلنے
میں کامیاب ہوئے۔
اور یونس علیہ السلام کیطرح (جنھوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر
پھر نینوے میں اپنی منادی کو جاری کیا تھا) غار ثور کے شکم میں تین دن
رہ کر پھر مدینہ طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا۔
آپ نے موسےٰ علیہ السّلام کی طرح (جنھوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی
غلامی سے آزاد کرایا تھا)۔ شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بندِ ملوکیت سے
اور شرقی عرب کو کسرائے ایران کے حلقۂ غلامی سے۔ اور جنوبی عرب کو شاہ
حبش کے طوق بندگی سے نجات دلائی۔

آپ نے سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ میں خدا کے لیے ایک گھر بنایا۔ جو ہمیشہ کے لیے خدا کی یاد کرنے والوں سے معمور۔ اور ضیاء توحید سے پرنور رہا ہے جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہیں کرسکا۔

آپ نے یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے ایذا رساں وستم پیشہ برادران مکہ کے لیے نجد سے بتوسط ثمامہ بن اثال غلہ بہم پہونچایا۔ اور بالآخر فتح مکہ کے دن لا تثریب علیکم الیوم کا مژدہ سُناکر۔ انتم الطلقاء کے فرمودہ سے انہیں پابند منت واحسان بنایا۔

وقت واحد میں آپ موسےٰ کی طرح صاحب حکومت تھے۔ اور ہارون کیطرح صاحب امامت بھی ذات مبارک میں نوح علیہ السلام کی سی سرگرمی۔ ابراہیم علیہ السلام جیسی نرم دلی اور یوسف علیہ السلام کی سی درگذر۔ داؤد علیہ السلام کی فتوحات یعقوب علیہ السلام کا سا صبر۔ سلیمان علیہ السلام کی سی سطوت عیسیٰ علیہ السلام کی سی خاکساری۔ زکریا علیہ السلام کا سا زہد۔ اسماعیل علیہ السلام کی سی بیک وحی کامل ظہور بخش تھی۔

اے کہ بر تخت سیادت ز ازل جا داری ۔۔۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خورشید رسالت میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے لیکن رحمۃ للعالمین کا وہ نور تھا کہ جس نے تمام رنگتوں کو اپنے اندر لیکر دنیا کو ایک برگزیدہ و چیدہ (بیضا و نقیہ) روشنی سے منور کردیا ہے۔

خاکسار
"محمد سلیمان"

یہ مضمون دراصل سوانح عمری حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم مسمیٰ بہ "رحمۃ للعالمین" سے ماخوذ ہے جو ہمارے پاس حال ہی میں اظہار رائے کیلئے آئی تھی۔ ہم نے اظہار رائے کی بجائے مناسب سمجھا کہ اس کا کوئی حصہ ہی بطور نمونہ نذر ناظرین کردیں کیونکہ مشک آنست کہ خود ببوید۔ امید ہے کہ اسکو پڑھکر اکثر حضرات اس کتاب لاجواب کے شائق ہوجائیں گے اور اس سے مزید فوائد اٹھائیں گے۔ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری سپیشل مجسٹریٹ درجہ اول ریاست پٹیالہ مقام بھٹنڈا سے طلب کیجئے قیمت ابھی نہیں لکھی غالباً ۲ روپیہ ہوگی ضخامت بیس جزو ہے۔

محمد الواحدی

نظم

ماہ میلاد رسولِ عربی آپہونچا

ماہ میلاد رسولِ عربی آپہونچا، مژدہ اے دل کہ مسیحا لقبی آپہونچا
جسکو کہنا ہے بجا فخرِ عرب روحِ خلیلؑ مایۂ ناز وہ عالی نسبی آپہونچا
خانۂ کعبہ کی توقیر بڑھانے کیلئے مکی و ہاشمی و مطلبی آپہونچا
نخلِ مقصود کا گل شاخِ تمنا کا ثمر باغ عالم میں بشیریں رطبی آپہونچا
خلق کو خالق اکبر سے ملانے کیلئے وارث ورثۂ ہر ایک نبی آپہونچا
بخشنے کیلئے عالم کو حیاتِ جاوید روحِ اسلام مسیحا لقبی آپہونچا،
سر بلندی کی ہے دستارِ سرِ اقدس پر زیب بر کرکے قبائے عربی آپہونچا
جسکی آمد کی خبر لائے تھے توریت و زبور لیکے قرآن وہ طٰہٰ لقبی آپہونچا
دردمندانِ محبت کو کہاں اب غمِ ہجر غیب سے چارہ درماں طلبی آپہونچا
بحرِ توحیدِ الٰہی کا وہ یکتا گوہر اب بجھانے کیلئے تشنہ لبی آپہونچا
ہوکے مایوس زمانہ سے تمہارا اسحٰق اب تو در پہ یہ حاجت طلبی آپہونچا

(ماخوذ از دیوان عطر مجموعہ جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب رشی اٹاوی مرحوم)

(مرسلہ فضل حسن وارثی)

"رشحاتِ اکبر"

اہلِ دل کو وجد میں لائیگا میرا یہ بیان دھوم تھی روزِ ازل اُس سیدِ ذیجاہ کی
جب مٹے آثارِ فطرت بعد نقشِ لاالٰہ روحِ احمد سے اٹھی آواز الا اللہ کی
وہ رعب تھا طاری کہ عدو رک گئے آخر
وہ شان تھی عالی کہ صنم جھک گئے آخر

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

جو لوگ قانونِ قدرت پر غور کرنے اور اوسے بصیرت کے باعتبار واقعات اور کیفیات سے کے دیکھنے کے عادی ہیں وہ جانتے یا آسانی سے جان سکتے ہیں کہ دنیا میں جب کبھی کوئی بڑا واقعہ وقوع پذیر ہونے والا ہوتا ہے تو بہت عرصہ بیشتر اوس کے آثار اور کیفیات مختلف رنگوں میں وجود پذیر ہوتی رہتی ہیں بے شک بعض دفعہ یکایک اور ناگہاں بھی واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں جنہیں ناگہانی واقعات سے تعبیر کرتے ہیں لیکن جو واقعات مہتم بالشان اور اہم ہوتے ہیں اُن کے آثار مدتوں پہلے وجود پذیر ہوتے رہتے ہیں۔
حضرت انسان کی پیدائش یا ظہور کے اول ہزاروں قسم کی مخلوقات پیدا ہوئی تب اوس کی نوبت یا باری آئی ؎

چونکہ حضرت انسان دیگر کل مخلوقات سے اشرف اور افضل تھے اسواسطے اُن کے وقت کو سب سے آخیر رکھا گیا اگرچہ وہ اوروں سے درجہ میں مقدم تہا مگر خلقت میں موخر رہا ؎

آخر آمد بود فخر اوّلین ؏

بارش آنے سے پہلے بادل آتے ہیں اور ہوائیں چلتی ہیں غور کرنے والے تاڑ جاتے ہیں کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشنما بادل بارش یا باران رحمت کا پیش خیمہ ہیں ایک نہیں بہت سی مثالیں ایسی مل سکتی ہیں جن سے

یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ بڑے بڑے واقعات سے کے قبل مختلف قسم کی کیفیات وجود پذیر ہوتی اور ظہور میں آتی ہیں دنیا کے جب کسی خطہ میں ابتری اور خرابی پھیلتی ہے تو اس کے بعد ایک امن کا زمانہ بھی آتا ہے ان واقعات پر تاریخیں شرح وبسط سے روشنی ڈالتی ہیں۔ اور ماننا پڑتا ہے کہ قانون قدرت کا یہ ایک خاص اصول ہے جب کوئی بگاڑ ہونے والا ہوتا ہے تو رفتہ رفتہ لوگوں اور مخلوق کی حالت میں فرق آنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ یک لخت ایک نیا سماں وجود پذیر ہوتا ہے۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ناگہاں یہ صورت پذیر ہوئی ہے۔ حالانکہ مدتوں کے عمل سے ایسی صورت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السّلام کی بعثت یا خلقت کے اول جنّت یا باغ عدن کا وجود موجود تھا۔ اور اُس کے ساتھ ہی دیگر حشرات بھی پیدا ہو چکے تھے یہ نشانیاں اس امر کی تعیں کہ حضرت ابوالبشر کی بعثت اور خلقت ہونے والی ہے۔ حضرت ابوالبشر کی بعثت اور خلقت کے اول چونکہ کوئی انسانی مخلوق نہ تھی اس واسطے اوس کی بشارت اسی نہج میں تھی کہ اور مخلوق معرض خلقت میں آچکی تھی اور باقی صرف انسانی خلقت ہی کی باری تھی قانون قدرت کا یہ طریق عمل صرف اُن واقعات سے وابستہ رہا ہے۔ جو اپنی ذات میں خاص عظمت اور اہمیت رکھتے ہیں اور ایسے واقعات باعتبار اپنے تاثرات کیفیات کی عام تقسیم کے خیال سے دو ہی صورتیں رکھتے ہیں +

(الف) روحانی۔

(ب) مادّی۔

مادی واقعات میں بھی بعض اِس قسم کے واقعات ہوئے ہیں جو اپنی اہمیت اور عظمت کے اعتبار سے خاص واقعات کی لسٹ میں داخل ہیں اسکندر اعظم اور

بوناپارٹ کا یوروپ کے خطوں میں پیدا ہونا اپنی عظمت اور ہیبت کے اعتبارات سے اپنے مقدم ایام میں بہت کچھ آثار رکھتا ہے۔ ارسطو سقراط افلاطون ابن رشد بوعلی سینا۔ ہربرٹ اسپنسر اور نیوٹن کی پیدائشیں بھی اپنے ماسبق ایام میں بعض خصوصیتیں رکھتی تھیں جو لوگ تاریخ پر غور کرنے کی عادت رکھتے ہیں وہ ایسے امور سے واقف ہو سکتے ہیں +

روحانی مقدمات کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ بقول یہود۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے انبیا علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوالیس یا چوبیس ہزار تک پہنچتی ہے یہ سب نفوس روحانیت کی ابجد یا قاعدہ تھے اور ان ہی کی بدولت اور ذوات سے اس وقت دنیا کے ہر حصہ میں روحانیت کی گرم بازاری ہے ان سب انبیائے کرام کے جیسے خط و خال اور زمانہ میں فرق تھا ایسے ہی ان کے روحانی مدارج اور کیفیات میں بھی فرق اور امتیاز ہے

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

اگرچہ بلحاظ منصب نبوت کے ہر ایک نبی تھا۔ لیکن درجوں اور استعداد۔ یا فرائض اور اختیارات میں بہت کچھ فرق بھی تھا۔ کوئی محض نبی ہی بنے اور کوئی مرسل کوئی مہتم بالشان اور کوئی اون سے اولوالعزم۔ کسیکو صرف ایک محدود علاقہ سپرد تھا اور کوئی چند علاقوں پر متعین۔ بائبل اور دیگر کتب سماوی کے مطالعہ سے پایا جاتا ہے کہ صرف چند نبیوں یا مرسلوں کی بابت ہی پہلے انبیا علیہم السلام کی زبانی بشارتیں دی گئی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہم حضرت موسے حضرت ابراہیم حضرت داؤد۔ اور حضرت عیسے علیہم السلام وغیرہ کی بابت واضح طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُن کے بارہ میں بشارات دی گئی ہیں۔ اور ان ہی انبیا علیہم السلام کی بعثت اور خلقت کے قبل آثار عامہ ظہور پذیر ہوتے

اور واقعات عجیبہ معرض حدوث میں آ ئے ہیں چونکہ ان فوات عظیمہ سے قدرت نے بہت کچھ کام وابستہ کر رکھا تھا اس واسطے ان کی بابت شروع ہی سے بشارتیں دی جاتی رہیں۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

تمام قسم کی بشارات کے ملانے اور دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ درجہ بدرجہ اُن میں امتیاز اور فرق رکھا جاتا رہا ہے پیشین گوئیوں اور بشارتوں کی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) اشاریہ۔

(۲) تعبیریہ۔

(۳) نصیہ

بائبل میں یہ تینوں قسم کی بشارتیں پائی جاتی ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی بابت توریت میں جو پیشین گوئیاں اور بشارتیں پائی جاتی ہیں وہ سب اشاریہ اور تعبیریہ ہیں بہت کم ایسی ہیں جو نصیہ ہوں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت اور خلقت میں چونکہ ایک اہمیت اور عظمت رکھی تھی اس واسطے اوس کے مقدمات بھی بہت کچھ اہمیت اور خصوصیت رکھتے ہیں اور ایسے آثار تھے جن سے غور کرنے والے یہ سمجھتے تھے کہ روحانی دنیا میں ایک بڑا انقلاب آنے والا ہے اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے کے آثار اور کیفیات کو اکٹھا کر کے دیکھا جائے تو یہ راز کھل سکتا ہے۔ چونکہ ہمارے حضرت رسول عربی کی بعثت ایک عظیم الشان اور سب سے اہم بعثت تھی اس واسطے ان کی بابت شروع ہی سے دنیا کی مختلف کتابوں اور صحیفوں میں اس قسم کی پیشین گوئیاں کی جاتی اور بشارتیں دی جاتی

ہی ہیں جو کسی اور نبی مرسل کے بارے میں نہیں کی اور دی گئیں ہیں یہ تمام
پیشین گوئیاں اور بشارتیں نصی ہیں محض اشارات اور تعبیرات ہی نہیں ہیں۔
بلکہ ایسے الفاظ ہیں جو بجائے خود ایک فرمان اور حکم ہیں اگرچہ اس قسم
کی پیشین گوئیوں اور بشارتوں کی بابت دیگر مذاہب والے باوجود
اس کے کہ خود اون ہی کے مسلمات میں سے ہیں معترض ہوتے ہیں۔ مگر
غور کرنے والے یہ خیال کر سکتے ہیں کہ اغیار ہی کے مسلمات میں سے
آنحضرت کی بعثت کے متعلق کیا کچھہ مل سکتا ہے اور باوجود اس کے کہ اغیار
شروع سے لیکر اخیر تک آنحضرت کے متعلق غیور اور نفرت گزیں رہے ہیں
پیر بھی اون کا گہر آنحضرت کے نام سے خالی نہیں رہا یہ بھی ایک معجزہ آنحضرت کا
ہے کہ دشمن باوجود دشمنی کے بھی کسی نہ کسی رنگ میں اون کی عظمت اور
اہمیت کے شاہد ہیں توریت شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
آنحضرت کی بابت جو پیشین گوئی بالفاظ "تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری
ہی مانند الخ"
جو کی ہے وہ بجائے خود ایسی صاف اور مسکت ہے کہ باوجود غیرت مذہبی کے
بھی بعض منصف مزاج عیسائی اور یہودی بھی اُس کا لوہا مانتے ہیں۔ اور یہ
مانتے ہیں کہ اس کا مصداق مسیح علیہ السلام کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتے
اناجیل مروجہ میں یہ لفظ فارقلیط اور توریت شریف میں باشارہ کوہ فاران
(مکہ معظمہ) جو بشارت دی گئی ہے وہ بھی ایسی صاف اور واضح ہے جو باوجود
مختلف جوابات اور تاویلات کے اب تک اٹل مانی جاتی ہے۔
عرصہ دو صد سال سے ایطالی کتب خانہ میں سے ایک انجیل نامی برنباس
جو یورپ والوں کو ملی ہے اوس میں آنحضرت کی بابت جس وضاحت سے

اور جس صراحت سے بشارت دی گئی ہے اوس سے آنحضرتؐ کی شان عظم اور اہمیت کا صرف پتہ ہی نہیں لگتا۔ بلکہ یہ اعتراف لازمی ہوجاتا ہے کہ بقاعدہ قانون قدرت ایسے عظیم الشان انسانی کی بابت ایسے ہی الفاظ میں بشارت دی جانی لازمی تھی ؛

انجیل برنباس فصل ۴۱۔ درس ۱۴۔

۱۴۔ پس جبکہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اُس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

۱۵۔ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا کہ میں تیرا شکر کرتا ہوں اے میرے پروردگار کیونکہ تو نے مہربانی کی پس مجکو پیدا کیا۔

۱۶۔ لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر کردے کہ ان کلمات کے کیا معنے ہیں محمدؐ رسول اللہ۔

۱۷۔ تب اللہ نے جواب دیا مرحبا اے میرے بندے آدم۔

۱۸۔ اور میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جسکو میں نے پیدا کیا

۱۹۔ اور یہ شخص جسکو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے جو کہ اسوقت سے بہت سال بعد دنیا میں آئے گا۔

۲۰۔ اور وہ میرا ایسا رسول ہوگا کہ اوسی کے لیے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

۲۱۔ وہ رسول جب آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشیگا۔

۲۲۔ یہ وہ نبی ہے کہ اوس کی روح ایک آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس کے رکھی گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔

۲۳۔ پس آدم نے بہ منت یہ کہا کہ اے پروردگار یہ تحریر میرے ہاتھ کی

انگلیوں پر عطا فرما۔

۲۴ تب اللہ نے پہلے انسان کو تحریرا اوس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی۔ داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر لا الہ الا اللہ۔

۲۶۔ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر محمد رسول اللہ۔

۲۷۔ تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ[ل] دیا

۲۸۔ اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا۔ اور کہا مبارک ہے وہ دن جس میں کہ تو دنیا کی طرف آئے گا۔

انجیل برنباس کی بابت اب تک عیسائیوں میں معرکۃ الآرا بحثیں ہو چکی ہیں کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ بعض کی اگرچہ یہ رائے بھی ہے کہ شاید کسی مسلمان نے اسے لکھا ہو اور اکثر یہ کہتے ہیں کہ کسی یہودی۔ یا عیسائی نے مسلمان ہو کر یہ انجیل لکھی ہے آجتک یہ طے نہیں ہوا کہ اس کی اصلیت کیا ہے۔ لیکن یہ ٹھیک ہے کہ اطالی کتب خانہ میں سے یہ نکلی ہے۔ اور اب تک موجود ہے

باوجود ان سب باتوں کے خلیل سعادت عیسائی مصری نے اس انجیل کے مؤلف کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں:۔

بہر حال کچھ بھی کیوں نہ ہو اس میں شک نہیں کہ انجیل برنباس کا مؤلف بڑا اعلیٰ درجہ کا فلسفی، دانشمند مباحثہ و مناظرہ میں فرد کامل اور تحریر و تقریر دونوں میں بڑا زبردست شخص تھا۔

اُس کے بیان کی خوبی اور عبارت کی دلنشینی قابل تعریف ہے۔

اور جسد و حس اور نفس کے بارہ میں دینی اعتبار سے اوس نے جو فلسفی

[ل] بعض مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سنکر دونوں ہاتھوں سے بوسہ دیتے ہیں ممکن ہے کہ اسکی بنا حضرت آدم علیہ السلام کا یہی طریق عمل ہو اور اوس سے یہ رسم نکلی ہو۔ ۱۲

بحث کی ہے وہ اس موضوع پر لکھنے والے دینی مباحثین کی تمام
تحریروں سے اعلی اور افضل ہے اور یہ امر کمال حیرت انگیز ہے
کہ اس انجیل میں اعلیٰ درجہ کی نکتہ رسی عبارت آرائی اور دینی فلسفہ
کی مہارت کے ساتھہ ہی بعید از عقل تفاوت بھی پایا جاتا ہے

بلاشبہ مذکورۂ بالا بیان کے اعتبار سے انجیل برنباس کا مولف اسلوب عبارت آرائی اور ادطرز ادائے مطالب میں اعلیٰ درجہ کا قادر الکلام۔ شخص تھا دلیل دینے میں اوس کی مہارت حد سے بڑہی ہوئی ہے اور بڑی خوبی سے وہ اپنے دعوے پر حجت قایم کرتا ہے۔

باوجود اس تعریف اور عظمت کے پہر یہ کہنا کہ اس کا لکھنے والا کوئی جعلی ہے اور اوس نے جھوٹ موٹ یہ لکھ کر رکھدی ہے کتنی بڑی جرأت اور بدظنی ہے۔ کیا ایسے شخص پر شبہ کی کوئی گنجایش ہے اور بالخصوص اوس حالت میں کہ

پاپا جلاسیوس اول نے پانچویں صدی عیسوی کے اخیر میں اپنے
ایک فرمان میں انجیل برنباس کا پڑہنا ممنوع قرار دیا ہو۔

ہم اس مضمون میں جارحانہ بحث نہیں کرتے ہیں۔ صرف یہ بتانا۔ اور ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ ثابت کرنا عیسائیوں کے ذمہ ہے کہ یہ انجیل فرضی ہے۔ یا کسی مسلمان کی لکھی ہوئی ہے۔ ہمیں انہیں کے کتب خانہ میں سے ملی ہے اور ہمارے واسطے یہ ایک صحیح سند ہے۔ اور ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ آنحضرت کی بعثت کی بابت یہ کیسی زبردست اور بین بشارت ہے۔ کوئی دوسرا نبی اور دوسرا مرسل اس قسم کی بشارت نہیں رکھتا ہے۔ اور یہ واضح بشارت صرف اس واسطے دی گئی تھی کہ سلسلہ نبوت کا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خاتمہ تہا۔

ہر نبی اور ہر مرسل صرف اپنی ہی قوم کیطرف آیا تہا۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام خلاف سب کے کل ممالک اور کل اقوام کیطرف مبعوث ہوئے۔ حضور رسول عربیؐ اس واسطے تشریف لائے کہ کل قومیں اون کے نور سے مستفید ہوں اور کل قوموں کی مذہبی غلطیاں اصلاح پائیں۔ جیسے کہ انجیل برنباس کی فصل ۱۷۔ درس ۲۲ میں حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"لیکن عنقریب میرے بعد تمام نبیوں اور پاک آدمیوں کی روشنی آئے گی۔ وہ تمام نبیوں کے اقوال کی تاریکی پر نور چمکائیگی۔

آنحضرتؐ کی بعثت سے قبل ادیان پر مختلف رنگوں میں مختلف تاریکیاں قبضہ اور دخل پاگئی تہیں ہر دین میں بت پرستی کا زور تہا۔ ہر قوم میں اصنام پرستی کی روح حلول کرچکی تہی۔ اگرچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بت پرستی کے خلاف وعظ کیا لیکن اُن کی تعلیمات میں بہی تہوڑی ہی دیر کے بعد اصنام پرستی سے بہی زیادہ معیوب تثلیث کی تعلیم اور خیالات پہیل گئے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئی درست نکلی کہ نبیوں کے اقوال پر تاریکی غالب آجائے گی۔ اور اوس کو میرے بعد ایک اولوالعزم نبی آکر دور کرے گا، اگر چشم انصاف سے دیکہو تو ماننا پڑتا ہے کہ یہ خوفناک تاریکیاں ان حضرتؐ ہی کے زمانہ میں دور اور کم ہونی شروع ہوئیں۔ اسوقت یورپ کے خطے میں گو مذہب عیسائی سے لوگ فیصدی بیشتر منحرف ہیں لیکن اسپر بہی لوگ جوق جوق اس تلاش میں لگے ہوئے ہیں کہ اصلیت کیا ہے جو اسبات کی علامت ہے کہ رفتہ رفتہ لوگ توحید اور خدا پرستی کی جانب آتے جائیں گے ۔

ہندوستان بت پرستی کا گویا گہر تہا۔ لیکن اب اوس میں بہی مختلف رنگود
میں توحیدی رشحات چمک رہے ہیں مختلف رنگوں میں آنحضرتؐ اور آنحض
کی مشن مبارک کی تائید اور تصدیق کی جا رہی ہے۔ یورپ میں مذہب اسلا
متعلق بہت کچہ غلط فہمیاں ہپیلائی جا چکی تہیں۔ لیکن اب بعض روشنضم
انگریز۔ فرنچ۔ جرمن وغیرہ رفتہ رفتہ خاموشی کے ساتہہ اون اغلاط
ازالہ کر رہے ہیں۔

آں حضرت صاحب البشارات کی روشن اور واضح تر بشارتیں نہ صر
یہی ثابت کرتی ہیں کہ وہ ایک زبردست نبوت لیکر آئیں گے۔ بلکہ یہ بہ
اون کے بعد اور کوئی مرسل اور صاحب نبوت نہیں آئے گا۔ اُن
شریعت خاتم الشرائع ہوگی اور اُن کی نبوت خاتم الانبیا یہ بات
کس خوب صورتی سے پوری ہو رہی ہے۔

حضرت مسیح نے فرمایا تہا کہ وہ سب سے پہلے پیدا ہوا اور سب سے بع
آئے گا۔ گویا اُس کے بعد اور کوئی نبی صاحب شریعت نہیں آئے گ
دیکھ لو تیرہ سو سال سے ساری دنیا میں کسی نے بہی یہ بڑا دعوے نہیر
کیا ہے۔ اور اگر کسی نے کچہ کیا بھی تو وہ کاٹ کر پہینک دیا گیا۔
ہاں انوار محمدی کے ماتحت صدہا اولیائے کرام اور بزرگان عظام
ہر صدی میں پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کا رتبہ بہ مصداق العلما
امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ بنی اسرائیل کے نبیوں سے بھی بڑھ چڑھ کر
رہا۔ چونکہ قدوسوں کا قدوس آچکا تہا اور چونکہ خاتم الشرائع کی بعثت
ہو چکی ہے اس واسطے کسی اور کے آمنے کی قیامت تک ضرورت نہیر
جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جائے گا۔ انوار احمدیہ کی تائید اور تصدیق

ہوتی جائے گی۔ اور اسلام کی عظمت لوگوں کے دلوں میں نقش پذیر ہوگی۔
ہم کس منہ سے اور کس زبان سے ایسے مبشر مرسل کی تقدیس کریں اور
کس دل و دماغ سے ایسے پاک نور کی ستائش وہ دنیا میں اس واسطے آیا
کہ دنیا اور دنیا والوں کو اپنے انوار کی روشنی میں سیدھا راستہ دکھائے
اور اُن مراحل سے گزارے جو خدا کی رضا کے مراحل ہیں اوس مرکز پر
لے جائے جو توحید اور خدا پرستی کا مرکز ہے۔ جو غور کرتے ہیں جو دیکھتے
ہیں وہ رفتہ رفتہ محمدؐ کے رتبہ اور درجہ سے واقف ہوتے جاتے ہیں۔
اور اسکی تقدیس میں شامل ہوتے ہیں۔
اے خدائے کریم وہ زمانہ جلد لا کہ سب اس نور کی روشنی میں چلیں اور
تیری رحمت سے بھرپور ہوں۔ ہزاروں درود اور صلواۃ اوس نبی پر
جس کی بابت شروع ہی سے خبریں دی جاتی رہی ہیں جو سب نبیوں کا
سرتاج ہے +

سلطان احمد از بہاولپور۔

"جان و دل آپ پہ قربان رسولِ عربی"

واہ کیا آپ کی ہے شان رسول عربی — جان و دل آپ پہ قربان رسول عربی
نزع کی، قبر کی، محشر کی، ہوں جو بیکس — مشکلیں ساری ہی آسان رسول عربی
بار عصیاں سے سبکدوش کہیں ہو جاؤں — ہو خدارا کوئی سامان رسول عربی
ساتھ جاکہ نہ جائے مرے دنیا سے کچھ اور — میں ہوں اور ہو مرا ایمان رسول عربی
حالت زار پہ معصوم کی ہو جائے نظر
ہے بہت دل میں پشیمان، رسول عربی

معصوم

تشبیب قصیدۂ نعت سرورِ کائنات

مکرمی اڈیٹر صاحب، تسلیم،

والد ماجد قبلہ جناب مولانا محمد امیر خان صاحب المتخلص امیر غالب کے بھائی تھے، اور ان چند مقدس نفوس میں سے تھے، جنھوں نے باوصف کمال کبھی شہرت نہیں چاہی، وہ ایک بہت بڑا ذخیرہ اپنے کلام فارسی کا چھوڑ گئے ہیں جو اس وقت تک طبع نہیں ہوا، حضرت مرحوم نے ریختہ میں کبھی کوئی فکر نہیں کی، ہمیشہ فارسی میں فرماتے تھے، اور وہ بھی صرف حمد و نعت، یا مناقب صحابہ واہلبیت آپ کے رسالہ نمبر کیلئے ایک قصیدہ نعت کے چند اشعار تشبیب بھیجتا ہوں، قصیدہ بہت بڑا ہے، باقی اشعار پھر کبھی پیش کروں گا:-

خادم نیاز

گراں غمیست بدوشِ ضعیف انسانی — کہ بار زبارِ فشارِ دو کون ارزانی،

چہ ارض و کوہ، زاحمال او شدند ستوہ — سپہر ہم زسبک مغزی و گراں جانی

مگر بہ ہمچو تحمل، بزورِ من ذُوجیٖ — قوی زروزِ ازل بود درِ وضع عنانی

اگر زعرضِ امانت بکوہ وارض و سما — غرض نبود ظلوم و جہول پنہانی

قوی ضعیف، توانا نحیف، زار نزار — چہ تاب داشت کہ برداشتے بآسانی

بریں کہ از چہ شکستند کوہ بر سرِ کاہ — بکوہ کوہ مرا بود کاہشِ جانی

کہ ناگہاں متنبہ شدم زعالمِ غیب — چہ نیست اشرفِ مخلوق نوعِ انسانی؟

خصوص افضل اولاد آدم و حوّا، — بہ فضلِ ثانیِ اوّل ز آدمِ ثانی

مسیح یافت زدار الشفائے اعجازش — دو نسخہ مرض الموت و دردِ روحانی

زجسم روح جدا بد بمار طیس آدم — زداو بخشود جاں تختِ چار ارکانی

نقود معجزہ از کاروانِ اعجازش — مسیح یافت حق خدمت مسیحائی خوانی

نمک زشورشِ شورِ ملیح گفتارش، — بباده حکم خم نشینِ یونانی،

شیام کی مرلی

فضائے کوہ کا سکونِ مطلق، جب ماہِ چہاردہم کی ردائے وسیع میں اپنے مطمئن تبسّم سے، آسمان کے بیشمار چمکنے والے ستاروں کی ضیا کو نوید سیاحت دے رہا تھا، ہم نہیں کہہ سکتے کہ سحر کی ان کرشمہ سازیوں فطرت کی ان پُرسکون اٹکھیلیوں کائنات کے اِن خاموش مناظر کی گواہی دینے والا، سوائے اُس چکور کے اور کون تھا، جو اس منظر معصوم سے متاثر ہوکر، اپنی بے چین صدائے اعتراف سے ہار سنگھار کی بھینی بھینی خوشبو کو بھی سرگرداں کیے ہوئے تھا۔

جب ایک ہلکی سی آبشار نیچے اِک پارۂ سنگ کو صدائے سمیں سناتی ہوئی، اپنی رفتار کی جستجو میں مضطربانہ بھاگی جا رہی تھی، کسے خبر ہے کہ اُس کے نغمۂ مرغولہ پیرو جد کرنے والے برگہائے چنار اُس سے ہم آغوش ہوکر کیوں فنا طلب تھے؟ مگر قلہائے کوہ، اللہ کے جبروت و جلال کی یہ پُروقار نشانیاں، جن کا دائمی سکون، جن کی آغوشِ خلوت قدرت کے بیشمار رازہائے سربستہ کا انکشاف ہے، اُس وقت جبکہ چاند کی تھکی ہوئی شعاعیں سپیدۂ سحر کی آغوش میں پڑی انگڑائیاں لے رہی تھیں کچھ بولنا چاہتے تھے۔ چکور اپنی عاشقانہ سرگرمی میں ایک نامعلوم سی بردوت محسوس کرکے اپنی سنبھالے شی کا جائزہ لینے کے لیے ایک کنج کی خلوت تلاش کر رہا تھا، آبشار کا سرد و سیال، چند کوہستانی طیور کو اپنا ہمنوا دیکھ کر اِس دنیائے سنگین میں صدائے بازگشت پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بازوئے صبح اپنے وسیع آغوش میں ساری دنیا کو لے لینا چاہتا تھا۔ ہاں، اسیوقت جبکہ ہر ذرۂ عالم سے نطق کی خواہش پیدا ہو رہی تھی۔ ایک مرد تھا، ایک زمزمہ روح نواز تھا

ایک لحنِ جاں پرور تھا، ایک صوت سرمدی تھی، جو اپنی کمل موسیقی کے ساتھ جبل بوقبیس کے سازِ خاموش کو، صرف ایک انسانی ہستی کے ترنم سے معمور کیے ہوئے تھی۔

وہ مخزن موجودات، وہ نازش کائنات، وہ خلاصہ نشار خداوندی، جسکی معصومیت کو یہ بھی خبر نہ تھی کہ عالمِ امکان کی جلوہ گستری اس کے انتظار میں خاموش و ساکت نظر آتی ہے، ایک نامعلوم حس، ایک غیر محسوس ادراک کے ساتھ حراء کے تنگ مگر وسعتِ دارین رکھنے والے غار میں خاموش تھا متحیر تھا۔ وہ اپنی روح میں ایک محبت آمیز فشار، ایک تسلی بخش ہیبت محسوس کرنے لگا اور ناگہاں اس خاموش فضا میں ایک لرزش پیدا ہوئی کہ

اقرأ باسم ربك الذی خلق ٥ خلق الانسان من علق

اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم ٥ علم الانسان مالم يعلم ٥

خموشی جاتی رہی، سکوت مٹ گیا، وہ طلسم جو قرنوں سے، عمروں سے ناقابل الفہم بنا ہوا تھا اور جس کے سمجھنے کی کوشش میں صاحب ید بیضا، طور سینا میں بیہوش ہو گیا تھا، آپ ہی آپ ٹوٹ گیا، جس کی نگاہوں کے سامنے یہ مناظر پیش کیے جانے والے تھے، وہ متحیر کھڑا تھا، اور متحیر ہنس رہا تھا اور اس معصوم ادا پر نثار ہو رہا تھا۔

وہ کملی والا محبوب، وہ قاب قوسین او ادنے کا مالک حبیب جمیل، وہ فارقلیط موعود، ناگہاں چونکا، ہوش میں آیا، اور اٹھ کے اس نغمۂ مبہم، اس صدائے بے نشان کی جستجو میں چل دیا، لیکن ہمارے لیے ایک مرلی چھوڑ گیا کہ اسکی آواز سے ہمیشہ مست رہیں +

فویل لنا ان کنا غافلین ٥ بالقرآن الحکیم ٥

نیاز محمد خان نیاز فتحپوری

ایک پنڈت کی نعت

بادۂ عصیاں سے کل ملکِ عرب مخمور تھا، ۔۔۔ سوجھتا اُسکو نہ تھا زنہار راہِ ارتقا

آس خدا کے دو جہاں کا دیکھئے لطف و کرم ۔۔۔ ریت کے ذروں کو عالم میں کیا جلوہ نما

آخر تو نے عرب کا پار بیڑا کر دیا ۔۔۔ کاشفِ اسرارِ وحدت یا محمدؐ مصطفےٰ

ہادیِ برحق کہوں یا تجھکو نورِ معرفت ۔۔۔ پارۂ وحدت کا سمجھوں تجھکو سچا رہنما

یا مجسّم تو قدرت کی تھی اک تصویر تو، ۔۔۔ یا مکمل تھا تو اک اظہارِ شانِ کبریا

نازش ہے اہلِ عرب کو ہی نہ تیری ذات پر ۔۔۔ حشر تک تجھ پر کرے گا فخر سارا ایشیا،

امن کا چشمہ بہایا خشک ریگستان میں ۔۔۔ آفریں عصمت سراپا آفریں صدآمنہ

علم کا شربت پلایا جس نے اپنے شیر میں ۔۔۔ کون ہے جو نام تیرا اسے حلیمہ دے بھلا

فرد تھا اک اک عرب کا بن رہا عبد الصنم ۔۔۔ ایک عبد اللہ تھا جس کے گھر ہوا نورِ خدا

جاہلوں اور وحشیوں کو لایا راہِ راست پر ۔۔۔ آفریں ہمت پہ تیری یا محمدؐ مصطفےٰ

ختم تیری رہنمائی راہِ وحدت پر نہ تھی ۔۔۔ ہاں سیاست اور تمدن میں بھی تجھکو دخل تھا

کام تو نے وہ کیا کہا کر فقط نانِ جویں ۔۔۔ زندۂ جاوید جس سے دو جہاں میں بن گیا

آج اُمت کو تری حاصل ہیں تری آسانیاں ۔۔۔ ہائے پر کارِ نمایاں کچھ نہیں اس سے ہوا

بزم میں صدیا الفت رزم میں جنگی جواں ۔۔۔ الغرض ہر ایک منزل میں تھا ترا رتبہ بڑا

جنگِ خندق اور پیکارِ اُحد سے ہے عیاں ۔۔۔ تیری جرأت اور دلیری اور ترا جود و عطا

آج تیری قوم پر افسوس آتا ہے مجھے ۔۔۔ فرقہ بندی نے جسے زنجیرِ در پا کر دیا۔

وہ زمانے کو نہ سمجھی اسکی کیا رفتار ہے ۔۔۔ سرزمیں سے اُسکو اپنی کچھ نہیں اُلفت ذرا

جسکی ذاتِ پاک میں حبِ وطن کا جوش تھا ۔۔۔ اسکی اُمت سو رہی ہے ہائے اسکو کیا ہوا

تیرا قرآں ہی پڑھائے حبِ قومی کا سبق ۔۔۔ دم سے تیری روح کے ہو پار بیڑا ہند کا

نعرۂ ہُو

خاموشی تھی جب نیلگوں کی تڑپنے والی لہریں خاموش تھیں۔ ہواؤں کے سائیں سائیں کرنے والے جھونکے خاموش تھے۔ بلندیوں سے بہنے والی ندیوں کی روانی اور حرکت کے گیت گانے والی موجیں خاموش تھیں۔ فانی دُنیا کے فانی حسن دوروزہ پر اترانے والے پھول تصویرِ حیرت بنے ہوئے دم بخود تھے۔ آفتاب عالمتاب کی روشن کرنوں کے اشاروں پر ریگستان کے لرز جانے والے، کانپ اُٹھنے والے ذرّے پریشان تھے۔ تاریک راتوں میں لمبی اندھیری راتوں میں وطن سے دُور۔ راہ گم کردہ مُسافر کی اپنی مدہم روشنیوں سے راہ نمائی کرنے والے ستارے اُداس تھے۔ زمین اور اہلِ زمین کی گری ہوئی۔ ناگفتہ بہ حالت پر پچھلی رات کے خاموش گھنٹوں میں۔ عالمِ تنہائی میں حسرت کے افسوس کے آنسو بہانے والی شبنم کے ناچیز مگر درخشندہ قطرے اوپر کے طبقوں سے سچی خوشی کا۔ اصلی مسرت کا پیام لانے والے ننھے مگر روشن قطرے حیران تھے۔

صحراؤں کی وسیع گودیں۔ ریگستانوں کے فراخ آغوش میں کھیلنے والی چاند کی شعاعیں سمندروں کے قوس و قزح کے سے رنگین پانیوں کی سطح پر دوڑنے والی کرنیں منعکس ہو ہو کر زمین سے۔ اہلِ زمین سے خود غرض۔ کوتاہ بیں اہلِ دُنیا سے بہ زبانِ حال بے زاری کا اظہار کر رہی تھیں۔ پتھروں کے بلند۔ اونچے ٹیلے سکوت کی۔ خاموشی کی مجسّم تصویر بنے ہوئے۔ دنیا کی احساس سے خالی دنیا کی۔ افسردہ حالت پر سر جھکائے عبرت کا رونا رو رہے تھے۔ آفتاب صداقت چمکتا تھا۔ مگر گمراہ بھٹکے ہوئے۔ غافل انسان دیدہ و دانستہ آنکھیں بند کیے تھے۔ قدرت کی وسیع اقلیم

ہر روز کوئی نہ کوئی عبرت کا نشان پیش کرتی تھی۔ مگر باوجود آنکھیں رکھنے کے نہ دیکھنے والے انسان اس فانی ہستی پر اترانے والے مٹی کے پتلے۔ متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ زمانے کے انقلاب انگیز واقعات پکارتے تھے۔ مگر سننے والے کان رکھنے پر بھی نہ سننے والے ناچیز انسان ان پیاموں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ زمین۔ اپنے رہنے والوں کی حرکات کے باعث بدنام زمین۔ احساس کی جستجو میں۔ گرما دینے والے۔ تڑپا دینے والے احساس کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ ایک گہرا سکوت تھا۔ اور نہ زائل ہونے والی خاموشی تھی کہ یکایک یاھو کی دلوں کو ہلادینے والی صدا بلند ہوئی۔ ہوائیں کوئے یار سے ہو کر آنے والی ہوائیں محبت کی عشق کی۔ گرمی سے حرکت میں آئیں دریاؤں کی روانی توحید کے شیریں گیت گانے لگی۔ سمندر کی لہریں۔ تڑپ اٹھیں۔ ریگستان کے ذرے بے قرار ہو گئے۔ پھول۔ منہ کھول کھول کر محبت کے۔ اوپر کی الفت کے پیام دینے لگے۔ فضا۔ توحید کے بے چین کر دینے والے بے تاب بنا دینے والے نغموں کی صداؤں سے بھر گئی۔ ایک نامعلوم غار سے آفتابِ توحید برآمد ہوا عشق کے جلا دینے والے۔ مگر ہمیشہ کی ابدی زندگی عطا کرنے والے احساس کے نور کی کرنیں۔ نور کی بارش برساتی ہوئی نکلیں۔ اور محبت سے ناواقف الفت کے اصلی مفہوم سے بے خبر دنیا جوشِ اضطراب سے بے تاب ہو گئی۔ ایک عالمگیر لرزش مسرت بھری لرزش جسموں میں گوناگوں آلائشوں سے ناپاک ہوئے جسموں میں ظاہر ہوئی اور گمراہی کی تاریکی۔ شرک کی ظلمت ہمیشہ کے لیے دور ہو گئی۔

امیر حسن ناز

تعرفِ مزمّل
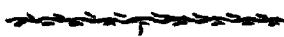
براہِ رابطہ جاتا ہے یہ قشونِ حرم
وقوفِ قلب سے چل سالکِ بطونِ حرم

ہوا ہے ذوقِ تجلی جو رہنمونِ حرم
ہوا ہے شوق کا منظر بنیں عیونِ حرم

طریقِ ملغرہ سے آسان ہو گئی منزل
بروزِ رنگ کا جادہ نہیں کمونِ حرم

کبھی ہے ستر و تجلی کبھی ہے جذبہ کبھی
یہ ہے درونِ حرم اور وہ برونِ حرم

کہاں ہے محرمِ حا میم و عین و سین و قاف
تجھے نظر نہیں آئیگا کاف و نونِ حرم

دکھایا چشمِ حقی نے طلسمِ کونین
صفاتِ ذات کا نیرنگ ہے فسونِ حرم

تجھے عیاں ہو کہاں وہ حقیقتِ برزخ
ملے گا شغلِ معیت سے بیچگونِ حرم

یہی تو ذکرِ خفی کا محل ہے اے سالک
شہید قلب میں ہے قصرِ بے ستونِ حرم

کبھی یہ ذکرِ خفی ہے کبھی وہ ذکرِ جلی
شہود و غیب ہیں تصویرِ ذوفنونِ حرم

عجیب انفس و آفاق کا تماشا ہے
یہ قلبِ قلب میں ہے سیرِ واژگونِ حرم

زمان مکان کا ہوا تو کہاں ہے محرمِ راز
یہ حبس و حصر کے پردے میں ہیں قرونِ حرم

نیاز شیوہ ہیں بالا بلند باطن سے
خراب حال بظاہر ہیں سرنگونِ حرم

نصیبِ سرمۂ مازاغ و البصر ہی نہیں
وہ راہرو ہو کہاں شاہدِ شیونِ حرم

یہ حسنِ عشق کا نغمہ سروشِ غیب نہ ہو
بجایا وجد کی حالت میں ارغنونِ حرم

ہوش باش سفر در وطن ہوا آخر
کدھر کو رخ ہے ترا زائرِ بطونِ حرم

شہید مست قلندر ہے بلبلِ کشمیر
سلوک جذب میں پنہاں ہوا جنونِ حرم

سرورِ حسنِ ارادت سے ہے ساقی سرمست
ملا ہے کیف میں یہ جامِ لالہ گونِ حرم

صلی اللہ علیٰ نورٍ کز و شد نورہا پیدا

شیوع اسلام سے پہلے کا وقت مشرکین عرب کیلیے زمانہ جاہلیت کہلاتا ہے کیونکہ ان دنوں اہل عرب دین و مذہب کو کچھ نہیں جانتے تھے اور اس وقت عرب پر کفر و شرک اور جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ یہ تاریکی صرف عرب تک ہی محدود نہ تھی بلکہ تمام دنیا ایک سرے سے دوسرے سرے تک اسی ظلمت میں گھری ہوئی تھی خدا کا قانون ہے کہ جب تمام رات کا اندھیرا ہو جاتا ہے تو ماہ نو آسمان پر نمودار کرتا ہے اسی طرح جب ضلالت و جہالت کی ظلمت تمام دنیا پر چھا گئی اور دنیا آسمانی نور کی ضرورت شدت سے محسوس کرنے لگی تو اس ظلماتی حالت کو دیکھ کر اور ظلمت زدہ بندوں پر رحم فرما کے خدا کی صفت رحمانیت جوش میں آئی اور آسمانی برکات زمین کیطرف متوجہ ہوئیں۔ دنیا کی ظلماتی حالت مبارک ہو گئی۔ کیونکہ اس حالت میں دنیا نے ایک عظیم الشان رحمت کا حصہ پایا کہ ایک روحانی چاند انسان کامل سید الرسل مظہر اتم الوہیت باعث دنیا و عالم سرور بنی آدم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کی ہدایت کے لیے تشریف لائے اور دنیا کو ظلمات سے نکال کر نور میں لانے کیلیے ایک روشن کتاب لائے نہ آپ سا کوئی پیدا ہوا نہ ہو گا۔ اور اس کتاب منیر کی نظیر بھی کسی آنکھ نے نہیں دیکھی نہ کسی کان نے سنی و صلی اللہ علی نور کز و شد نورہا پیدا۔

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور باعث ایجاد عالم ہوا ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ہی کا نور پیدا کیا تھا اور تمام کائنات آپ ہی کے نور سے ظہور پذیر ہوئی۔ اسی نور محمدی کا نام فلاسفہ کی اصطلاح میں عقل اول ہے اور اسی کو متصوفین نقطہ یعنی محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ کہتے ہیں لیکن باعتبار جسمانی ظہور کے آپ ۱۲ ربیع الاول

کو عام الفیل میں پیدا ہوئے اور آج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیرہ سو چھتیسویں سالگرہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کے واسطے عید میلاد النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بڑھ کر کوئی دن مبارک و مسعود نہیں ہو سکتا حق تو یہ ہے کہ تمام عیدیں اور شب براتیں اسی مبارک دن کی تابع ہیں۔ اس تقریب سعید میں ہر دیار و امصار میں مسلمانوں کا مجالس میلاد منعقد کرنا بے حد ضروری ہے جن میں سیرت نبوی اور اسوہ حسنہ رسالتمآب صلعم کا تذکرہ ہو۔ وصلی اللہ علیٰ نور کز و شد نورہا پیدا۔

اصل میں تو آسمان و زمین کا نور خدا ہے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ ۱۸- س النور ع ۶/۱۱) خدا زمین و آسمان کا نور ہے یعنے ہر ایک نور جو بلندی و پستی میں نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ارواح میں ہے یا اجسام میں۔ ذاتی ہے یا عرضی۔ ظاہری ہے یا باطنی۔ ذہنی ہے یا خارجی۔ اسی کے فیض کا عطیہ ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت رب العالمین کا فیضان عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے اور کوئی شے اس کے فیض سے خالی نہیں وہی تمام فیوض کا مبدء تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی کی ہستی حقیقی تمام عالم کی قیوم اور تمام زیر و زبر کی پناہ ہے وہی ہے جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانہ عدم سے باہر نکالا او خلعت وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی وجود ایسا نہیں جو فی حد ذاتہ واجب و قدیم ہو یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک و افلاک انسان و حیوان شجر و حجر روح و جسم سب اسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔ یہ تو عام فیضان ہے جس نے دائرہ کی طرح ہر ایک چیز پر احاطہ کر رکھا ہے اور جس کے فائض ہونے کی کوئی قابلیت شرط نہیں۔ بمقابلہ اس کے ایک خاص فیضان بھی ہے جو مشروط بہ شرائط ہے اور انہیں افراد خاصہ پر فائض ہوتا ہے جن میں اس کے قبول کرنے کی قابلیت و استعداد موجود ہے یعنی نفوس کاملہ انبیاء علیہم السلام جن میں سے

افضل و اعلیٰ ذات جامع البرکات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ فیضان عام چونکہ بدیہی الظہور ہے اسی بنا پر خداوند تعالےٰ نے پہلے اس کا بیان کر کے پھر فیضان خاص کو بغرض اظہار کیفیت نور حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اسی آیۃ شریف میں بطور ایک مثال کے بیان فرمایا ہے۔ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اور طاق میں ایک چراغ رکھا ہے اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں ہے اور قندیل اس قدر شفاف ہے گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے کہ جو نہ پورب کے رخ واقع ہے نہ پچھم کے رخ اس کا تیل اس قدر صاف ہے کہ اگر اس کو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے آپ جل اٹھے گا غرض کہ ایک نور نہیں۔ بلکہ نورٌ علی نورٍ اللہ اپنے نور کی طرف جسکو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہاں طاق سے مراد سینۂ مشروح حضرت نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم ہے اور چراغ سے وحی اللہ اور شیشہ کی قندیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک و مقدس دل جو اپنی فطرت میں شیشۂ سفید و صافی کی طرح ہر ایک طور کی کثافت و کدورت سے منزہ و مطہر ہے اور تعلقات ماسوے اللہ سے بکلی پاک ہے۔ حضرت خاتم النبیین فخر المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا دل ایسا صاف ہے کہ کوکب دری کی طرح نہایت منور و درخشندہ ہے اس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر بہتی ہوئی نظر آتی ہے شجرۂ مبارکۂ زیتون سے مراد وجود مبارک محمدی ہے جو بوجہ نہایت جامعیت و کمال کے انواع و اقسام کی برکات کا

مجموعہ ہے۔ اس کا فیض کسی جہت و زمان اور مکان سے مختص نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہمیشہ جاری ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ وہ شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی طینت پاک محمدی میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ بلکہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے اور احسن تقویم پر مخلوق ہے۔ روغن سے مراد عقل لطیف نورانی محمدی معہ جمیع اخلاق فاضلہ فطرتیہ ہے۔ وحی کا چراغ لطائف محمدیہ سے اس طرح روشن ہوا کہ ان لطائف کاملہ پر وحی کا فیضان ہوا۔ اور ظہور وحی کا وہی تو ٹھیرے فیضان وحی لطائف محمدیہ کے مطابق ہوا اور انہیں اعتدالات کے مناسب حال ظہور میں آیا جو طینت محمدیہ میں موجود تھے۔ وصلی اللہ علی نور کز وشد نور ہا پیدا

اس آیۃ شریفہ کے حقائق و دقائق بیشمار ہیں جو جناب میرزا غلام احمد صاحب مرحوم نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ یہ چند نکات ملخصاً اسی کتاب سے ماخوذ ہیں:۔

اللہ نور السمٰوت والارض نے جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پاک کتاب میں نور اور سراج منیر سے موسوم فرمایا ہے۔ قد جاءکم من اللہ نورٌ وّ کتابٌ مبین (پ ۶ س المائدہ ۶ ع ۳) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور قرآن آچکا ہے جس کے احکام صاف و صریح ہیں۔ یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً (پ ۲۲ س الاحزاب ۶ ع ۳) اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور نیکوں کو خوشنودی خدا کی خوشخبری دینے والا اور بدوں کو اس کے غضب سے ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف لوگوں کو بلانے والا اور ہدایت کا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جو کتاب باری تعالیٰ عز اسمہ سے عطا ہوئی ہے اس کا نام بھی نور ہے فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا واللہ

بما تعملون خبیر (پ ۲۸ س التغابن ع ۱) تو لوگو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور نیز نور ہدایت یعنی قرآن پر جسکو ہم نے اتارا ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اسکی خبر ہے۔ وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مومنین کو ظلمات سے نکال کر نور میں لاتا ہے۔ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (پ ۳ س البقرہ ع ۳۴) اللہ ایمان والوں کا حامی و مددگار رہے کہ ان کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاتا ہے۔ مومنین کی شناخت کیا ہے؟ وہ ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آتے جاتے ہیں ظلمت کیا ہے۔ جس میں تمیز نہ رہے۔ نور کیا ہے جس میں تمیز ہو سکے معمولی روشنی سورج کی ہے۔ پھر اس سے بڑھکر نور طب ہے جس سے انسان کے اندرونی امراض معلوم ہوتے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر نور فلاسفہ ہے کہ وہ خط وخال سے بالوں سے آواز سے ناک سے ہونٹ سے کسی کے اخلاق پر آگاہ ہو جاتے ہیں پھر اس سے بھی بڑھ کر جنکو انوار دیئے جائیں وہ مومن ہیں چنانچہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اتقوا من فراسة المومن فانه ينظر بنور الله پس مومن ہونے کا نشان یہ ہے کہ اس انسان کی قوت متمیزہ بڑھتی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ تاریکیوں سے نکل کر انوار میں آتا جاتا ہے اور اپنی حالت میں دن بدن نمایاں تبدیلی پاتا ہے۔ ظلمتیں بھی کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ مثلاً کفر۔ شرک۔ جہل۔ رسم و عادت۔ حب افلاس و دولت۔ مجلس۔ شہوت۔ حرص۔ غضب۔ سستی و کاہلی۔ اللہ تعالیٰ کامل ایمان والوں کو ان تمام تاریکیوں سے نکال کر انوار میں لاتا ہے تو وہ ینظر بنور اللہ کے مورد و مصداق بنتے ہیں۔ وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا۔

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اس کثرت و کمال سے نور باطنی عطا ہوا ہے

کہ آپ نور مجسم ہو گئے ہیں اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قرآن شریف میں نور اور سراج منیر کہا ہے جیساکہ اوپر مذکور ہوا۔ آپ اپنے متبعین کو بھی ظلمات سے نکال کر نور میں لاتے ہیں جیساکہ قرآن شریف فرماتا ہے الرکتب انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور (پ ۱۳ س ابراہیم ۶ ۱۳) میں اللہ دیکھتا ہوں۔ اے پیغمبر یہ قرآن ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے اس کو ہم نے تم پر اس غرض سے اتارا ہے کہ تم لوگوں کو کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاؤ۔ اس آیتہ شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلمات سے نور کیطرف نکالنے والا فرمایا۔ گویا جو کام اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا وہی نسبت حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کیطرف فرمائی وصلی اللہ علی نور پر کز وشد نورہا پیدا۔

غور کرو خدا زمین و آسمان کا نور ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت کثرت و کمال سے نور باطنی عطا ہوا ہے۔ آپ نورِ مجسم ہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی کا نور پیدا ہوا۔ تمام کائنات آپ ہی کے نور سے ظہور پذیر ہوئی۔ آپ کا نام قرآن شریف میں نور اور سراج منیر ہے۔ آپ کو جو کتاب عطا ہوئی ہے اس کا نام بھی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنین کو ظلمات سے نکال کر نور میں لاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کو ظلمات سے نکال کر نور میں لاتے ہیں۔ وصلی اللہ علی نور پر کز وشد نورہا پیدا

نور الدین۔ از گوجرانوالہ

نعتیہ غزل

مری دل کی آنکھوں کا تارا محمد ﷺ
مری پیاری جان سے ہے پیارا محمد ﷺ

بوقتِ ولادت یہی تہنیت تھی۔
کہ پیدا ہوا حق کا پیارا محمد ﷺ

نہوتے نہوتے دو عالم نہوتے
نہوتے اگر آشکارا محمد ﷺ

مکرم ہے بیشک یہ نبیوں میں سب سے
معظم ہے سب میں ہمارا محمد ﷺ

اُٹھو بہرِ تعظیم مولود والو،
کہ آتا ہے اُمت کا پیارا محمد ﷺ

سماعت اُسی دم ہوئی اُسکی فوراً
کوئی درد سے جب پکارا محمد ﷺ

سنبھالو سنبھالو سنبھالو سنبھالو
مجھے دردِ فرقت نے مارا محمد ﷺ

کہاں جاؤں تبلاؤ در چھوڑ کر اب
تمھارا محمد ﷺ تمھارا محمد ﷺ

جو ختم الرسل افضل الانبیا ہے
وہ ہے کون یعنے ہمارا محمد ﷺ

نہوتے اگر تم شفاعت نہوتی
بڑا ہے وسیلہ تمھارا محمد ﷺ

میں خائف ہوں کس واسطے معصیت سے
لیا جب تمھارا سہارا محمد ﷺ

نکیوں سب کو دل سے کہو پیارا آہے
کہ ہے حق سے پیارے کا پیارا محمد ﷺ

کرم ہو تو بنجاؤں اعلیٰ سے اعلیٰ
گو ادنیٰ ہوں بردا تمہارا محمد ﷺ

بلا لو مجھے ہند سے لو بلا لو،
زمانہ بہت یاں گذارا محمد ﷺ

فصیحِ حزیں کی بھی اب تو خبر لو
کہ ہے نام لیوا تمھارا محمد ﷺ

از فصیح

۱۸۹۶ء

نورِ محمدی

مصطفےٰ را نورِ حق میدان یقین
تا رسی در قربِ ربُّ العالمین

مُلّا محمد ابوالحمدی صاحب کا تقاضا برابر آرہا ہے کہ رسولنا نمبر کے لیئے کچھ لکھوں گویا نورِ محمدی کی جھلک جو اون کے دلمیں جلوہ افروز ہے وہ اصل میں متقاضی ہے کہ وہ اوروں کے دل میں بھی اپنا جلوہ دکھاے اور یہہ کوئی نئی بات نہیں ہے خداوند تبارک و تعالےٰ نے ہی جب چاہا کہ ظاہر ہو جاے۔ تو اول نزولی شان جو ہوئی یا یوں کہیئے کہ اول جس چیز کو اس عالم کا مبدا یا بنیاد یا غرض و غایت یا اور جو الفاظ اس کے متقارب ہیں قرار دیا وہ کیا تہا وہ نورِ محمدی تہا جسکی بابت خود اُس نور نے اپنے آپ فرمادیا۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ یعنے سب سے پہلے خدا نے میرا نور پیدا کیا یا کبھی بجاے نور ہی کے قلم فرمایا ہے کہیں اوج و عقل کہا ہے سب کا ایک ہی مطلب ہے اور ایک ہی معنے ہیں۔ گویا اس عالم کے ظہور کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ یہہ نورِ محمدی ہی ہے۔ جب کسی کے دلمیں اس نور کی جھلک نمودار ہوگی خواہ مخواہ وہ اپنی فطرت کے باعث اس کا گرویدہ رہے گا باقی یہہ اور بات ہے کہ کوئی اپنے مرتبہ کا کچھہ خیال نہ کرے یا توجہ نہ کرے وہ تو اپنا کام برابر کیے جاتا ہے۔ کیونکہ جان اُسکی اور شانیں ہیں رحمتہ للعالمین کی ہی شان ہے۔ بقول سعدی علیہ الرحمتہ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ❊ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ابھی کوئی مانے یا نہ مانے یہ نور محمدی تمام موجودات کی اصل ہے اور یہی مربی ہے
ذرا چشم بصیرت کسی کی کھلی ہوئی ہو تو وہ دیکھے گا کہ ہر چیز میں نور محمدی کا جلوہ ظاہر
ہو رہا ہے۔ ہر وقت اور ہر آن آپ کے ذریعہ سے انوار و برکات کا مینہ برستا رہتا
ہے جو قلوب سلیم ہوتے ہیں وہ فوراً ادراک کر لیتے ہیں اور جن میں قساوت ہوتی
ہے یا غفلت کے پردوں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں وہ اس کا ادراک نہیں کر سکتے
اور نہ انکو اس طرف توجہ ہوتی ہے۔ جن کی بابت کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے
ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم
عذاب عظیم۔ گویا اون کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر خدا نے مہر لگا دی
ہے اور انکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ ایسے غافل دلوں کے لیئے بڑا
عذاب ہے۔ اس سے بڑھکر کیا عذاب ہو سکتا ہے کہ خدا کی مہربانیوں سے
اور اسکی نور سے جو دل میں ٹھنڈک اور سرور پیدا کرنے والا ہے دور پڑے
رہیں اور ان کے دل حیوانوں کے دلوں کی طرح سخت رہیں ایسے ہی لوگوں کی
شان میں ارشاد ہوتا ہے۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اذان لا
یسمعون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا اولئک کالانعام بل ھم
اضل۔ اولئک ھم الغفلون یعنے اُن کے دل ہیں مگر سمجھتے نہیں یعنے ا
کام نہیں لیتے اور ان کے کان تو ہیں مگر اون سے جن باتوں کے سننے
کی ضرورت ہے سنتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں مگر جس چیز کو دیکھنا چاہیے
ان سے وہ چیز نہیں دیکھتے یہ ایسے ہیں جیسے حیوانات بلکہ ان سے بھی
زیادہ گمراہ یہ کون لوگ ہیں یہ غافل لوگ ہیں جن کی بابت مولانا فرماتے ہیں ؎

اہل دنیا کافران مطلق اند — روز و شب در زق زق و در بق بق اند
اہل دنیا کہیں چہ مہیں — لعنۃ اللہ علیہم اجمعین

اب ذرا نور محمدی کی جلوہ آرائی اور اس کے حالات عرض کرتا ہوں غور سے
سنیئے اور اپنی اصل کیطرف رجوع کیجئے۔ کیونکہ یہ خیال رہے کہ جو لوگ رسولوں کے منکر
ہوتے ہیں۔ اور ان کے قائل نہیں ہوتے اور یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم تو خدا کو مانتے
ہیں رسولوں کے ماننے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یا جو طریقہ رسول بتا گئے ہیں گو یہ
طریقہ تو کرتے نہیں۔ بلکہ اور اپنا ایجاد کردہ طریقہ کرتے ہیں اور اسی طریقہ سے
ہم اپنے خدا کی پوجا کرتے ہیں۔ تو حضرات ایسے لوگوں کو خداوند تبارک
وتعالیٰ نے کھلے الفاظ میں کافر بتایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ
یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوابین اللہ ورسلہ
ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوابین
ذٰلک سبیلا اولٰئک ھم الکٰفرون حقا واعتدنا للکٰفرین
عذابا مھینا۔ بیشک وہ لوگ جو خدا اور رسول کے نافرمان ہیں اور یہ ارادہ
کرتے ہیں کہ خدا اور رسول کے درمیان جدائی کردیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض
پر ایمان لاتے ہیں اور بعض سے نافرمانی کرتے ہیں اور یہ ارادہ رکھتے
ہیں کہ درمیانی کوئی راستہ بنالیں۔ ایسے لوگ بیشک کافر ہیں۔ اور ہمنے
کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ لہذا خداوندی قرب
حاصل کرنے کے لیے بڑی ضرورت ہے کہ ان رسولوں کا اتباع کرے
اور پھر خاتم النبیین کا جو تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ جن کا دین مکمل دین
ہے جن کے تابع داروں کے اوپر ہر وقت رحمت کا مینہ برستا رہتا ہے
اوسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے مربی کی مرضی کا دھیان رکھتے ہیں اوس کا
ہر وقت خیال رکھتے ہیں اس کا ادب کرتے ہیں جو لوگ ایسے ہوتے ہیں
وہ دین و دنیا کی نعمتوں سے فائز المرام ہوتے ہیں۔ آمدم برسر مطلب

جب خداوند تبارک وتعالی نے چاہا کہ خود ظاہر ہوں تو اول جوہر اول کو پیدا کیا جو طرفۃ العین میں ظاہر ہوگیا یہ جوہر اول کیا تہا یہ نور محمدی تہا جس کے استنے نام ہیں قلم روح اعظم - روح محمدی - روح اضافی - جوہر اول اس کے رتبہ اور شان کو اور حقیقت اس کو قرب خداوندی حاصل ہے اسکو سوائے باری تعالےٰ وتقدس کے دوسرا کوئی جان ہی نہیں سکتا - یہہ نہایت لطیف ہے - ہمیشہ خدا کے عشق میں سرشار رہتا ہے یہی ایک ذریعہ ہے اور اس میں ہی یہہ قابلیت ہے کہ مبدأ فیاض سے بلاواسطہ فیض لے سکے یہی نور محمدی تہا - جسکو اول خطاب آیا تہا کہ منفردات سے عالم عقول ونفوس - افلاک - ستارے - عناصر - طبائع کو نکو -
چنانچہ طرفۃ العین میں ان کا ظہور ہوگیا - اسی طرح مرکبات معادن حیوانات کا ظہور ہوا - گویا یہہ ایک بیج تہا جو بو دیا گیا اور اسی سے اس عالم کے درخت کا اظہار ہوگیا پس جس طرح آملی کے درخت کی ہر ہر شاخ میں اور ہر ہر گدے میں ستنے میں جڑ میں وہی بیج یعنے تخم تر ہندی سرایت کیئے ہوئے ہے -
اسی طرح نور محمدی کی شان ہے - اللہ اکبر - پہر اس بیج کو درخت کی جڑ و بنیاد کہا جاتا ہے - اسی طرح اس عالم کی بیخ و بنیاد نور محمدی ہے اس کے مرتبہ کا بیان کرنا احاطہ بشری سے باہر ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے -

لا یمکن الثناء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جس قدر اس نور کی تعریف کیجائے اور جس قدر اس پر درود بہیجے جائیں اس سے ہزاروں درجہ بڑہی ہوئی خداوندی رحمت اس شخص پر ہوتی ہے - جو اسکی نگہداشت کرتا ہے ؎

خدایا از تو عشق مصطفےٰ را محمدؐ از تو میخواہم خدا را

یہی تو وجہہ ہے کہ فرمادیا ہے - لا نبی بعدی - ظاہر ہے کہ نہ ایسا کسی کا مرتبہ ہوگا

اور نہ آپ کے بعد کوئی نبی ہوگا۔ لہذا حضور کے بعد جو اِس نور کا حامل ہوتا ہے وہ اصطلاح صوفیہ میں قطب مدار اور فرد الافراد کہلاتا ہے۔ یہی شخص تمام عالم کے انتظام کا ذریعہ ہوتا ہے۔ نظم نسق تبدل تغیر سب اسی کے ذریعہ سے ہوتا ہے یہ جانشین خاص خاتم النبیین کا ہوتا ہے۔ اس کے تحت میں اقطاب اوتاد ابدال اخیار صلحا۔ عامہ مومنین ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی تعداد کل تین ہوتی ہے۔ جب قطب مدار کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو ماتحت جو ہوتے ہیں اونہیں سے کسی ایک کو وہ مرتبہ عنایت ہو جاتا ہے اور اُسکی جگہ سلسلہ بہ سلسلہ نیچے کے طبقے سے ترقی دیدی جاتی ہے۔ نور محمدی کا ایک ظاہری انتظام یہی ہے۔ جسکی بہت سے لوگوں کو خبر ہی نہیں۔ خبر ہو تو کیسے ہو دل میں طلب ہو ذوق و شوق ہو خدا کے تقرب حاصل کرنے کا خیال ہو تو سب کچھ ہو مگر یہاں تو ہر وقت اپنے آسایش و آرام اور نفس پروری سے ہی فرصت نہیں ملتی مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ یعنے ہماری زندگی اور کوئی نہیں ہے۔ جو کچھ ہے یہ دنیا کی زندگی ہے اسی میں مرتے ہیں اور زندہ رہتے ہیں زمانہ کے اولٹ پھیر ہم کو ہلاک کر دیتے ہیں اور پھر ہم ایسے پیدا ہوجاتے ہیں جیسے درختوں سے درخت پھولوں سے پھول نہ ہم کو حساب دینا ہے نہ ہمارا کوئی پرساں حال ہے نہ عذاب ہے نہ ثواب نہ قیامت ہے نہ جنت ہے نہ دوزخ جب یہ حالت ہو اور رسول کا اتباع نہو اوسکی وقعت نہو تو ایسی حالت میں کس طرح نور محمدی کے جلوہ کا لطف حاصل ہو۔ سچ ہے ؎

ہر گدائے مرد میداں کے شود　　　پشۂ آخر سلیماں کے شود

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ پس جو لوگ یہ چاہتے ہوں کہ خداوند تبارک وتعالی کے دربار میں اُن کی عزت ہونے لگے وہ آئیں۔ اور نور محمدی

کی جھلک سے اپنے دلوں کو منور کریں پھر دیکھیں کہ کیسی قلب میں برد یقین کی کیفیت
پیدا ہوتی ہے کیونکہ نور محمدیؐ میں جہاں اور صفات بے پایاں ہیں بڑی صفت یہ ہے
کہ یہ خالق ومخلوق کے درمیان وسیلہ ہے ؎

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا

پس اس جوہر اول یا نور محمدیؐ کے دو مظہر ہیں اس عالم کے تعلقات کے ساتھ
وہ خاتم النبیین ہے اور اُس عالم کے تعلق کے ساتھ صاحب الزماں ہے کہ مبدأ
ولایت ہے۔ صاحب الزماں کے نام بھی بہت ہیں۔ امام مہدی بھی انہیں کہتے
ہیں۔ انہیں اس ولایت کے مرتبہ کا جو خاتم النبیین کو حاصل ہے خاص پر تو ہوگا۔ جب
آپ تشریف لائیں گے تو آپ میں علم وقدرت الٰہی کا خاص جلوہ ہوگا تمام
روئے زمین سے ظلم وفسق کا بیج دور ہو جائے گا۔ تمام آدمی آپ کے وقت
میں آرام وآسایش سے زندگی بسر کریں گے۔ اب تک تو اس نور محمدیؐ نے
خاتم النبیین کی شان میں جلوہ آرائی فرمائی اور اب انشاء اللہ وہ نور محمدی
ولایت اور خاتم الولایت کے بھیس میں جلوہ آرائی فرمائیگا۔ کیونکہ نبوت
کا وقت تھا اس نے دین کی صورت کو مکمل کر دیا۔ نبوت بھی ختم ہوئی۔ اب
ولایت کے ظہور کا وقت ہے اب حقائق کا انکشاف ہوگا۔ صورت پوشیدہ
ہو جائے گی اور حقیقت اسلام حقیقت انسان حقیقت صلوٰۃ حقیقت حج حقیقت
صوم ظاہر وآشکارا ہو جائے گی۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ مقصود یہ عالم کا ظہور کیا
ہوا حکم ہوا۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت لاعرف یعنے
میں ایک خزانہ چھپا ہوا تھا میں نے چاہا کہ ظاہر ہو جاؤں اور پہچانا جاؤں۔

پس ذات خداوندی ایک دریائے ذخار کی مانند ہے اس سے دریاء دوم ظاہر ہوا وہ نور محمدی اور روح اضافی وغیرہ کے نام سے موسوم ہوا دریائے دوم کی تجلی سے دریائے سیوم ظاہر ہوا اور دریائے سیوم کی تجلی سے دریائے چہارم۔ یعنے روح اضافی یا نور محمدی جو ہر اول سے عالم افلاک و انجم و عناصر ظاہر ہوئے۔ اور ان کے اظہار سے عالم ملک ظاہر ہوا۔ اسی وجہ سے افلاک عناصر وغیرہ کو آباؤ امہات کہتے ہیں ان کی تجلی سے موالید سہ گانہ کا ظہور ہوا۔ آخر میں سب کے حضرت انسان کا ظہور ہوا۔ یہ جو کچھ بھی ہوا سب نور محمدی کی جلوہ آرائی تھی۔ سچ ہے

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی   خدا سے پوچھئے شان محمدؐ

محمدؐ عربی کا بروئے ہر دو سرا ست   کسیکہ خاک درش نیست خاک برسر او

غرض جن لوگوں نے اپنے مربی کی قدر کی ان کے لیے صاف خوشخبری ہے کہ ارشاد ہوتا ہے ھُوَ الَّذِی یُصَلِّی عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ یعنے وہ پروردگار جو تم پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے اور اسکے فرشتے تمہارے لیے طلب رحمت کرتے ہیں تاکہ تمکو اندھیروں سے نور کی طرف لیجائے یعنے اس نور محمدی کی روشنی میں تم کو پرورش کرے۔ سبحان اللہ وبحمدہ مولانا فریدالدین عطار کیا خوب فرماتے ہیں

مصطفےٰ آمد دریں رہ بحر نور   ہر دو عالم یافتہ از وے حضور

مصطفےٰ آمد دریں رہ نور پاک   جملہ ظلمات را کردہ ہلاک۔

مصطفےٰ آمد دریں رہ شہریار   حکم او بر ہر دو عالم پائے دار

سبحان اللہ دنیا میں آکر جب نور محمدی نے خاص صورت اختیار کی تو عرب کو اسکے لیے منتخب کیا۔ عرب میں خاندان قریش کو یہ فضیلت مرحمت ہوئی۔ قریش میں سے بنی ہاشم کو اس سے معزز فرمایا گیا۔ بنی ہاشم میں سے خاص بنی عبدالمطلب کو یہ فضیلت حاصل ہوئی۔ بنی عبدالمطلب میں سے حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب

ہاشمی اس نور سے منور ہوئے اور بوسیلہ حضرت آمنہؓ یہ نور محمدی بصورت انسان کامل ظاہر ہوا جس نے تمام عرب وعجم کو بلکہ تمام عالم کو منور کر دیا۔ پھر اس نے حضرت صدیقؓ کے قلب میں جگہ پکڑی تو شان صدیقی کا ظہور ہوا۔ اسیطرح حضرت عمرؓ سے شانِ فاروقی اور حضرت عثمانؓ سے شان حیا اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے شان حیدری۔ اسی طرح اہلبیت نبی سے خلق محمدی وشجاعت محمدی وسخاوت محمدی وجمال وجلال محمدی کا اظہار ہوتا رہا۔ اسیطرح حضرت محبوب سبحانی میں جلوہ آرا ہوا اور محی الدین کا لقب حاصل ہوا۔ اسیطرح امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ امام احمد حنبلؒ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند۔ حضرت خواجہ غریب نواز۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا۔ حضرت علی احمد صابرؒ غرض اس نور محمدی کا جہاں ظہور ہوا اپنی ایک نئی شان ظاہر کرتا رہا۔ حضرت سید بدیع الدین قطب مدار پر جلوہ آرائی ہوئی تو مقامِ صمدیت میں پہونچا دیا۔ اور کھانے پینے کپڑے دہوتے وغیرہ تعلقات سے بالکل علیحدہ کر دیا۔

غرض کہاں تک اس کی شان کا اظہار کروں یہ جو کچھ لکھ رہا ہوں یہی اسیکا ایک کرشمہ ہے۔ یہ قیامت تک مومنین کے قلوب کو منور کرتا رہیگا اور جن قلوب میں قابلیت ہوگی اپنی طرف ان کو کھینچتا رہے گا۔ یہ تو یہہ چاہتا ہے کہ تمام عالم خداوندی دربار میں بسر ہو جائے مگر جب خداوند تعالےٰ وتقدس کو یہ منظور تو ہو وہاں سے صاف حکم ہے انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدى من يشاء۔ یعنے تم جس سے محبت رکھتے ہو اس کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ ولیکن خداوند تعالےٰ وتقدس جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اے اللہ تو ہم سب انسانوں کو توفیق عنایت فرما کہ ہم نور محمدی کی روشنی میں پرورش پائیں ہمارے قلوب صاف ہو جائیں ہم میں اسلامی جوشش جو

فطرتی ہے وہ بہت ہلکا پڑگیا ہے از سرنو جوش میں آجائے اور بواسطہ اپنے حبیب پاک سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم سب کو دنیاوی اور اخروی تکالیف سے محفوظ رکھے اور سبکو اپنے عشق و محبت میں سرشار

یارب دل پاک و جان آگاہم دہ ۔ آہ شب و گریۂ سحرگاہم دہ

در راہ خود اول ز خودم بیخود کن ۔ وانگہ ز بیخودی بخودم راہم دہ

لیجیے حضرت ملا صاحب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں مگر اوس نور محمدی کی جھلک جو آپکے دل میں موج زن ہے اس نے مجھے جیسا سرشار کر دیا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کے قلوب بھی اس سے منور ہو جائیں گے اور اسکو دیکھ کر درود شریف کی کثرت کریں گے اور میں اور آپ ناظرین کے خلوص و محبت کے انوار و برکات سے محروم نہ رہیں گے ✦

وَاٰخِرُ دَعْوٰىنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فرید احمد عباسی مجددی ساز بیگم پور

غزل

صفت کرے کیا کوئی تمہاری حبیب خلاق دوسرا ہو ۔ تمہاری مرضی خدا کی مرضی وہی خدا چاہے تم جو چاہو

ہزار سوچے بہت کی کوشش مگر نہ پہونچی سمجھ وہاں تک ۔ تمہارا رتبہ جدا ہے سب سے خدا ہی جانے کہ چیز کیا ہو

تمہاری خوشبو سے باغ ہستی نہ کیوں مہکتا رہے ہمیشہ ۔ تمہیں سے تو یہ ہرا بھرا ہے تمہیں تو اس باغ کی ہوا ہو

کسی مصیبت کسی الم میں پکارا تم کو کہ یا محمدؐ ۔ قسم خدا کی نجات پائی عجیب راحت رساں دوا ہو

تمہاری فیاضیوں کو پہونچے جہاں میں کوئی نہیں ہے ممکن ۔ بنا دیا ہے گدا کو سلطاں کریم ہو صاحب سخا ہو

مرے بڑے چلے کی شرم رکھ لو عدو جفا پر تلے ہوئے ہیں • غریب کے دستگیر ہو تم فقیر کے تم گرہ کشا ہو

دعا ہے واضحؔ کی یہی ہر دم کہ وقت مرنے کے یا الٰہی • خدا خدا ہو زباں کے اوپر تو ساتھ ہی اس کے مصطفٰےؐ ہو

عاصی محمد اسلم واضحی مختار آمادہ

۴۸۶

سرودِ عشق

(۱)

دل باد اسیرِ خمِ گیسوئے محمدؐ
جاں بستۂ تارِ رسن موئے محمدؐ

جوّاد و کریم ست و رحیم ست و کریم ست
اخلاقِ الٰہی ست ہمہ خوئے محمدؐ

طوبیٰ بہ جناں گشت نگونسار زخجلت
چوں دید نہالِ قد دلجوئے محمدؐ

مہ شد بہ محاق آنکہ شدہ مدعیِ حسن
از عارضِ تابان و ہم از روئے محمدؐ

قمری کہ بصد شوق بگردن زدہ طوق است
دیدہ است مگر قامت دلجوئے محمدؐ

پروانہ صفت لذتِ دو جگر است
اے عاشقِ جاں تفتہ ببیں روئے محمدؐ

پائے طلب است و لا صورتِ مجنوں
البتہ بنہ گام سر کوئے محمدؐ

جز خضرؑ ز ظلمات تمتع نہ کسے برد
عالم ہمہ سیراب شد از جوئے محمدؐ

خورشید ز خجلت رخِ خود بردہ تہ میغ
چوں دید تجلائے خد و روئے محمدؐ

اے شیخ و برہمن حرم و دیر مبارک
من سجدہ کنم در خمِ ابروئے محمدؐ

حل عقدۂ مشکل نشد از رمز زمیست
بازوئے خدا است چہ بازوئے محمدؐ

دل تنگ چرا در دکن اے عشق بمانی
برخیز و کن عزمِ سفر کوئے محمدؐ

گر ظلِ بخت ہے خد و رخسارِ محمدؐ
ہے طاقِ حرم ابروئے خمدارِ محمدؐ

کیوں فکر عبث کرتے ہو اے حضرت عیسےٰؑ
اچھا بھی ہوا ہے کہیں بیمارِ محمدؐ

گردن میں محبت کا قلاوہ رہے تا حشر
چھوٹا ہے نہ چھوٹے گا گرفتارِ محمدؐ

کیا اُسکو سروکار ہے منتِ مغاں کی
جو بادۂ وحدت سے ہے سرشارِ محمدؐ

ہوئے ہی نہ پھر یاد کرے خلد کو رضواں
دیکھے جو فضائے گلِ گلزارِ محمدؐ

بازارِ محبت میں تو ہنگامہ بپا ہے
دل بیچتے پھرتے ہیں خریدارِ محمدؐ

ہے پیش و پس اور بازو پہ رحمت باری
کس شان سے آتا ہے گنہگارِ محمدؐ

دیکھو تو سہی حضرتِ یوسفؑ ذرا آکر
کیا گرم ہے ہنگامۂ بازارِ محمدؐ

مستانہ چلے آتے ہیں سب جھومتے اے عشقؔ
لے لے کے قدح ہاتھ میں میخوارِ محمدؐ

عشقِ چشتی

گنبدِ خضرائے مدینہ

ہے سبز قبا گنبدِ خضرائے مدینہ
اے صل علیٰ گنبدِ خضرائے مدینہ"

مجھ سے نہ کرو سبزہ رخو نازش بیجا
ہوں شیفتۂ گنبدِ خضرائے مدینہ"

افلاک ہیں یا حجرۂ اطہر کی زمیں ہے
یہ عرش ہے یا گنبدِ خضرائے مدینہ"

رہتے نہ یہاں حضرتِ خضرؑ آکے ہمیشہ
ہوتا نہ اگر گنبدِ خضرائے مدینہ"

سرسبز اسی سے چمنِ دہر ہے سارا
ہے جانِ جہاں گنبدِ خضرائے مدینہ"

لائے گا بہت رنگ مرا سبزۂ تربت
ہے دل میں مرے گنبدِ خضرائے مدینہ"

واللہ یہی سایۂ رحمت سے مجسّم
کہتے ہیں جسے گنبدِ خضرائے مدینہ"

وحشی بنے پھرتے ہو جو اے شیرؔ سبب کیا
یاد آگیا شاید تمھیں صحرائے مدینہ"

سیّد مرتضیٰ شیرؔ

رسول مبین اور اس کا دین

اسلام، اور مسلمانوں کی تاریخ جاننے والے جانتے ہیں کہ عصر نبوت صحابہ و تابعین کے مبارک ترین زمانہ میں مسلمانوں کے معتقدات قرآن پاک، اور حدیث شریف کے مستند، استدلال عقلیہ و نقلیہ سے مستحکم، اور شکوک و شبہات سے پاک غلطی و اختلاف آراء سے محفوظ تھے۔ اسی لیے اسلام کا باغ پھولا پھلا، اور مسلمانوں کا دامن گلہائے خنۃ المراد سے، مالا مال تھا، سکون تھا، اور بہار تھی، آسمان سے نور برس رہا تھا، امت کا فرد فرد، اوامر شرعیہ کا پابند، منہیات و منکرات سے محترز اور اخلاق حمیدہ و آداب پسندیدہ کا عامل تھا، متی طاب الاصل طابت الفروع۔

ایک مدت تک مسلمانوں کا یہی حال رہا۔ یہاں تک کہ خلفائے بنی عباس کے زمانہ میں فلسفہ کی کتابیں یونانی سے عربی میں ترجمہ ہوئیں اور ترجمے مسلمانوں میں پھیلے، ان ترجموں کا پھیلنا تھا کہ دفعۃً ضعیف الایمان و اعتقاد، اور اصول دین سے بے خبر مسلمانوں کے اعتقادات میں تزلزل عظیم واقع ہو گیا۔

علمائے اعلام، اور آئمہ کرام نے جب دنیائے اسلام میں یہ ہلچل دیکھی تو فلسفہ کے شبہات کو معارضہ، اور تحقیق سے رد، اور عقائد اسلامیہ کو ثابت و محقق کرنے کے لیے کمر ہمت چست کی اور علم کلام کی بیسیوں کتابیں لکھ کر حفاظت دین کے واسطے مضبوط حصن حصین کھینچا، اللہ تعالیٰ نے ان کی سعی مشکور فرمائی، اور امت محمدیہ فلسفہ قدیم کی دہریت و الحاد کی بلا سے بچ گئی۔

کئی سو سال تک ان قلعوں نے دہریت و الحاد کے طوفانی حملوں کا مقابلہ کیا جو

دشمنانِ دین کی طرف سے ہوتے رہے یہاں تک کہ آخر کار ایک طرف کھنگی نے اسکو کمزور کیا اور دوسری طرف فلسفۂ قدیم کی جگہہ فلسفۂ جدید نے لی،، اور تازہ دم حملے اسلام پر شروع ہو گئے نئے نئے آلات حرب سے آراستہ اور جدید فنونِ جنگ سے ماہر دشمنِ دین آگے بڑھا اور عہد عباسی کی یاد کو تازہ کر دیا۔ بلکہ فلسفہ قدیم اس کثرت و عجلت سے مسلمانوں میں نہ پھیلا تھا کہ جس عجلت سرا اثری سے فلسفہ جدید اثر پذیر ہوا۔ اب پھر حامیانِ دینِ محمدی کو نئے شبہات کی تردید اور ازالہ کی ضرورت محسوس ہوئی، میں سمجھتا ہوں اسلام اور عقائدِ اسلام کو بدلیل مدلل ثابت کرنے کے لیئے اور فلسفۂ جدید کے نئے شبہات سے پاک و صاف کر کے تحقیقاً محقق، اور معارضۃً ثابت کرنے کے واسطے جہاں سینکڑوں کتابیں تصنیف ہوئیں وہاں اقتضا وقت کے لحاظ سے رسالہ نظام المشائخ کا اور بالخصوص "رسول نمبر" کا اسرا بھی نہایت موزوں اور مفید ثابت ہوا۔ اور ہوگا۔"

سینکڑوں مضامین باتوں باتوں میں فلسفۂ جدید کے نئے شبہات کا ازالہ کر جاتے ہیں، اور محبوب خدا کی لائف اور دین پاک کی خوبی سے مملو نکلنے والے مضامین جو اہتمام سے رسول نمبر میں نکلتے ہیں وہ اک وقت اگر جمع کیے گئے تو اک اچھا خاصہ ذخیرہ ہو جاویں گے، جو تازگی روح اور روشنیت تامہ کا ذریعہ ہوں گے ہم اس اہتمام کے اعلیٰ رکن مُلا محمد الواحدی کو قابل مبارکباد سمجھتے ہیں۔ اور تبرکاً و تیمناً اپنے پیارے کے پیارے کے لیے کچھ لکھتے ہیں خدا قبول فرماوے ؛"

مذہب کس چیز کا نام ہے ؟

نیکی، و اخلاق کے مجموعے کو مذہب کہتے ہیں اور وہ چلنے کی جگہ، یا وہ طریق راہ جس پر

پہ چلنے والا محض اک اپنے معبود، مالک کی رضا حاصل کرنا مقصود رکھتا ہو، عبدیت و عجز کا اظہار، مولا اور اپنے والی عظمت و قدرت کو تسلیم کرنے کی ادا کو بھی قانون، یا مذہب کہہ سکتے ہیں۔!

اور اس ایک زبردست لاکھوں طریقوں سے اپنی قدرت و عظمت ظاہر کرنے والے کے آگے اپنی بندگی و بےچارگی کا اقرار کرنا اپنے علم، اپنی قوت ادراک، عمل اور اپنے خیالات، تمناؤں اور اپنی امیدوں، کو اور ہر شے کو خدا ہی کا عطیہ، اور فیضان قدرت کرشمہ ساز سمجھنا، اور اسی عظمتوں و قدرتوں والے کو رفع طلب اور حصول مقصد کا ذریعہ جاننا ہی، مذہب ہے!!

اپنی توجہ تامہ کا اس طرف مائل کرنا اپنی رشح کو خاص ایک ذات پاک کے خیال کا مرکز بنانا، علم اور اس کے اصولوں کو، فلسفہ اور اس کی پیچیدگیوں کو، التجاؤں اور ان کے ماخذوں کو، دینوں اور انکی مخالفتوں کو، قوموں اور ان کی باہمی کشمکشوں کو، خواہش اور ان خواہشوں کے مرکزوں کو عالم ہستی، اور اسکی تمام کائنات کو بالکل چھوڑ اور دنیائے واہمہ کی ساری جھلکیوں سے موںہہ موڑ کر سچے دل سے، پاک طلب سے یکسانیہ آسمانوں اور زمین کے "خالق اور قایم رکھنے والے کیطرف متوجہ ہونا، انسانی تلون، انقلاب حالت، انانیت خود مختاری، سے بچنا، اس سے نیکی کی توفیق مانگنا مذہب ہے، اور کسی سب سے اچھے مذہب کا یہ معیار بالکل ٹھیک ہے۔ مَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ

مذہب اسلام

آج ہم ایک ایسے زمانہ میں ہیں کہ تمام دنیا کے اجسام اور عالم انسانی، خیالات، علوم، اسباب راحت و ضروریات زندگی کے مبادلے کے لیے باہم شناسائی پیدا کرنے، اور تعلقات یگانگت کی وسعت کی تجاویز و کوششوں پر غور کرنے میں محو، و سرگرم پائے جاتے ہیں

اور جس طرح کہ اسرارِ معاشرت و معیشت نے اون کو، اور اُن کی زندگی کو علمی و عملی برکات میں ایک کو دوسرے سے وابستہ کر دیا ہے، اسی طرح رموز روحانیت کی خفی تحریک فطرتاً، اون میں یگانگت عقائد کے لیے از خود گُدگُداہٹ پیدا کر رہی ہے، اور ہر طرف ضرورت محسوس کیجا رہی ہے کہ خدارسی، و خدا جوئی، کے لیے بھی ہمارا سب کا ایک متحدہ و متفقہ، عام دینی مرکز ہونا چاہیئے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ ادیان میں سے بنی نوع انسان کے لیئے اُن کی رفاع، اور فلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ ایک الہامی کونسا دین ہے جو عام دین مختص ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو؟

ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر ادیان آج ہماری پیش نگاہ ہیں وہ سب اپنے پیروؤں کو بڑی مشکل میں ڈالے ہوئے ہیں، حیران ہیں کہ وہ اپنی ہزاروں سال کی بوسیدہ شخصیت کا جامہ جس میں اونکو لطف اور استغنا حاصل ہے وہ کیونکر اُتار پھینکیں؟ اور اُس کے بدلے کسی ایسے نئے دین، نئی شخصیت کا جامہ وہ کسطرح پہن لیں، جو اُن کی موجودہ شخصیت کی عظمت سے بالکل خلاف ہو، بچپن سے بڑے پن تک کی وسیع مدت میں جو عقیدے، اور خوش خیالیاں اپنے بزرگوں کی نسبت ذہن میں راسخ ہو چکی ہیں، اب اُن کی توہین، اُن کی بُرائی کیونکر سکیں، اور سن سکیں، تمام مذاہب ایک دوسرے کے بزرگوں، اور اصولوں کو اون کے اگلے برگزیدہ انسانوں، اور دینوں کا دشمن پاتے ہیں، ایک دوسرے کے انبیاء، اور رسولوں کی تکفیر و تکذیب کرتا ہے، اور انہیں دروغ گو، اور مفتری ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے، اور اُن کے پہلے مقدس، پاک سیرت بزرگوں اور باعظمت لوگوں کی تحقیر کرتا ہے، الغرض سارے کے سارے دین اپنے پیروؤں کے لیے

ایسے دو متناقض و متمائز کناروں پر کھڑے ہیں کہ ان میں آپس کی یگانگت عقاید، اور موافقتِ خیالات پیدا نہیں ہو سکتی، مثلاً بدہ مذہب، اور دین عیسوی کو لیجئے ایک مقدس عیسائی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ عیسے علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں، وہ باپ کے بعد دوسرے اقنوم ہیں[1]، جنھوں نے جسم کا جامہ پہنکر انسانوں میں زندگی بسر کی اور صلیب پر اس لیے چڑھائے گئے کہ ابتدائے آفرینش میں آدم ابو البشر نے جو گناہ کیا تہا، یہ اوس کا کفارہ بنکر تمام دنیا کو بُرے اعمال کی شامت سے بچالیں

اور ایک محترم بدہ مذہب والا یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ "وشنو" دیوتا ہندی تثلیث کے ایک رکن تہے، جنھوں نے دنیا کو شرارت اور بدی سے نجات دلانے کے واسطے کئی مرتبہ مختلف اوتار و جنم لیئے، اور بالآخر نویں مرتبہ "مہاتما گوتم بدہ" کی شکل و روپ جنم لیکر دنیا کو نیکی کیطرف رہنمائی کی"

اسی طرح کم و بیش تمام مذاہب مختلف الخیال ہیں۔ اب غور فرمایئے وہ کونسی ایک ترجیحی دلیل ہو سکتی جو دو ایسے مختلف العقیدہ انسانوں کو آپس میں متحد کر دے، اور یگانگت پیدا کر دے، مگر بخلاف تمام مذاہب کے مذہب اسلام یعنی **دین محمدی** اس قسم کے تمام تعصبات و مکروہات سے پاک و صاف ہے، اس کا بنیادی پتھر یہ ہے کہ تمام سابقہ ادیان، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور بانیان مذاہب پر ایمان لائے، مسلمان ایمان لائے ہیں کہ آفرینش عالم سے خدائے برتر و بزرگ نے اپنی مخلوق کو کوئی وجہہ نہیں جو راہ ہدایت سے محروم، اور گمراہ رکھا ہو، بندے ہونیکی حیثیت سے ہم ہیں وہ کیا تہا جو ہم کو تو ہادی بہیجکر راہ ہدایت دکہائی ہو اور کروڑوں ملین انسان گمراہ

---

[1] اقنوم ہر چیز کی اصل، عیسائی لوگ دنیا کی اصل تین چیزوں کو قرار دیتے ہیں۔ جن کا نام اقانیم ثلاثہ ہے۔ وجود۔ حیات۔ علم۔ دوسرے الفاظ میں باپ۔ بیٹا۔ روح القدس۔ ۱۲۔ منہ

رہ گئے ہوں، ضرور تھا کہ خدائے تبارک وتعالیٰ نے ہر زمانے میں وقت کے مناسب اپنے انبیاء اور رسولوں کو ہدایت کے لیے بھیجا ہوگا جیسا کہ وہ ہماری الہامی کتاب میں فرماتا ہے۔ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (کوئی قوم ایسی نہیں جس میں ایک عذاب الٰہی سے ڈرانیوالا نہ گذرا ہو) یہ اشارہ تو اُن کھلے پیغمبروں اور ہادیوں کے لیے ہے کہ جن کے مبارک نام مسلمانوں کی کتاب پاک میں آگئے ہیں، اور اس سے بھی پہلے جو رسول گذرے ہیں اُن کی نسبت یقین لانے کو یوں ارشاد ہوتا ہے کہ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (بعض اُن میں سے ایسے نبی تھے جن کا حال ہم نے تم کو سُنا دیا، اور چند اون میں ایسے بھی ہیں جن کا حال ہم نے تمھیں نہیں سنایا) کسی مذہب میں یہ اشارہ نہیں اب تمام مذاہب والے کس عزت سے، کس دینی احترام سے، مذہب اسلام میں آسکتے ہیں وہ دیکھتے ہیں اسلام درحقیقت کیا دین ہے جس میں اون کے اسلاف اور پُرانی روایات کے ہوبہو خاکے دھرے ہیں۔

مسلمانوں کا عقیدہ اور اُن کی آسمانی کتاب میں یہ منقول ہے کہ ہمارا مذہب کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ یہ وہ سب سے پہلا مذہب ہے جو خداوند کریم نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہمیشہ مناسب موقع ہدایت کے لیے بذریعہ وحی بھیجا، لیکن ہر ایک دعوتِ نبوت کا سلسلہ منقطع ہو جانے کے باعث اُنکے پیروں نے اُس پاک دین کو افراط و تفریط میں ڈال کر اس پاک مذہب کی صورت مسخ کردی، اور اپنے اختلافات سے اُسکو بگاڑ ڈالا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (اہل کتاب نے جو اختلاف ڈالا ہے وہ بعد علم حاصل کرنیکے آپس کی

چنانچہ سب سے آخر خداوند کریم نے وہی دین پاک (بذریعہ وحی) اپنی پسندیدگی کی مہر لگا کر (ان الدین عند اللہ الاسلام) اپنے حبیب پاک پیغمبر آخر الزماں خاتم النبیین، جناب رسالت مآب احمد مجتبےٰ، محمد مصطفےٰ، فخر امم خیر الشیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام مذاہب کی اصلاح، تمام دنیا کی ہدایت کے لیے جامع، او مکمل کر کے قیامت تک کے لیے دستور العمل بنا کر بھیجا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ،

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ،

یہی وہ سچا او معتدل اور عام دین ہے جس میں تمام اقوام عالم کو اپنے زیر سایہ مجتمع کر لینے کی قوت ہے آپس میں بھائی بھائی بنا دینے کی طاقت ہے یہی وہ دین پاک ہے جو دنیا کو نظام تمدن، آئین معاشرت، وتکمیل دین کے لیے ایک مکمل قانون لایا ہے۔ جو قیامت تک بلا ترمیم کے) اپنی معجز نمائی کے کرشمے دکھاتا۔) جاری رہے گا۔ وہ دین جو تمام ادیان کی روحوں کا خوشنما نچوڑ ہے، وہ دین جو مکمل شکل میں دنیا کو ایک مرکز پر جمع کر دینے کا حامی و ذریعہ ہے، وہ دین جو شاہ و گدا کو اخوت و مساوات کے واحد سلسلے میں منسلک کر کے ایک جگہ اٹھانے بٹھانے کا مدعی ہے، وہ دین جو اسلاف کے بزرگوں کی عظمت کو سراہتا اور راسخ کرتا ہے، وہ دین جو دنیا کی معاشرت و معیشت کو اپنے وسیع دامن ایک گوشہ میں مذہب کو ہے وہ دین جو دنیا میں، خوش معاملگی، دیانت، امانت، نیکی، مساوات کے ستون قائم کرتا ہے، وہ دین جو سچائی، پاکی، الہامی حیثیت سے اپنی آپ

نظیر ہے، درحقیقت "دین اسلام ہے" اور وہی اکیلا اس قابل ہے جو تمام
بنی نوع انسان کا مرکز دینی ہوسکے، اُس کی وجہہ کیا ؟ وہ یہ
(الف)" اسلام سب سے پچھلا، اور آخری، الہامی دین ہے، اور اس حیثیت سے
اُسکو تمام مذاہب عالم پر ایک جائز امتیاز حاصل ہے، اس لیے کہ ہر شے
کا سب سے پچھلا حصہ ضرور تاً پہلے حصوں سے بہتر، اور مکمل ہوتا ہے
(ب) قرآن پاک نے اس بات کی تصریح کردی ہے کہ جناب سالت مآب صلے اللہ
علیہ وسلم آخری پیغمبر، یعنی خاتم النبیین، ختم رسل ہیں، اور تمام دنیا کے
انسانوں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے ہیں، چنانچہ اللہ تبارک وتعو
فرماتا ہے، مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ، (محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں
ہیں مگر وہ خدا کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں)
اور دنیا کی عام ہدایت کا اشارہ اس آیت شریفہ میں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَعْلَمُونَ ، (اور ہم نے تمکو بغیر اس کے اور کسی کام کے لیے نہیں بھیجا کہ تمام
لوگوں کو بشارت دو، اور عذاب الٰہی سے ڈراؤ، مگر اکثر لوگ اس بات
کو نہیں جانتے"

اہل بصارت کے لیئے یہ ایک ایسی تصریح ہے کہ کسی آسمانی کتاب میں
نہیں پائی جاتی، جو آسمانی کتابیں آج پیش نظر ہیں اُنمیں کہیں اسبات کا
پتہ نہیں، مہاتما گوتم بدھ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف برہمو سماج ہند
کی اصلاح کے لیے مامور ہوئے تھے، موسیٰ علیہ السلام، اور عیسیٰ علیہ السلام
کی بعثت اون کی کتاب سے صرف بنی اسرائیل کے لیے ثابت ہوتی ہے قوم علی ہذا

مگر پیغمبر اسلام کو عام مخلوق الٰہی، اور تمام بنی نوع انسان کی درستی و فلاح کے لیے ارسال کیا گیا۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جو اسلام کو وہ ایک خاص امتیازی شان عطا کرتی ہے جو کسیکو نصیب نہیں۔"

ج۔ چونکہ مسلمانوں کے اعتقاد سے اب نہ کوئی کتاب آئیگی اور نہ کوئی رسول ہوگا اس لیے خدائے پاک نے اپنی کتاب قرآن مجید میں شرعی، اخلاقی، اصولی ہدایتیں فرمائی ہیں۔ اور زمانہ، مقام، اور تقضا وقت کے لیے اجتہاد کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ عدل کی نسبت ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُکُمْ اَنْ تودوا الامنٰت الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل، (بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچاؤ اور جب لوگوں کے مابین حکومت او فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ)

(د) یہ نظام عالم ہے یہاں امیری۔ غریبی ممکن ہے، اس لیے بادشاہ دوجہاں اسلام کی مساوات بیان فرماتا ہے اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم (بیشک تم میں سے خدا کے نزدیک اوسی کی بڑی عزت ہے جو سب سے زیادہ اُس سے ڈرتا ہے) یہاں معیار اسلام بندگی، اور انتہائے عجز کہا ہے، جس سے بہتر مساوات کیلئے قانون نہیں ہوسکتا۔ ہزاروں درود و سلام اُس پر جو ہمارے لیے ایسا مبارک دین لایا، اور لاکھوں سلام اُس پاک قدسی نفس پر جو ہمارا رہبر و شفیع بنا۔

کہلا بید خبیر الورا کہتے کہتے ہوا ہیں فنا مصطفےٰ کہتے کہتے
مرے مُنہ سے آنے لگی بوے نافہ تری زلف کو مشک سا کہتے کہتے
گئے آدم و شیث، و موسیٰ و عیسیٰ مجھے خاتم الانبیا کہتے کہتے
زیادہ ہوئی عقل کل کی بصیرت تری شان میں ماطغیٰ کہتے کہتے

پڑہو مسلمانوں درود ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

خلقِ عظیم

ایک خاتون کی آزادانہ گستاخی
اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم و عفو

ہند تھی پردہ نشینِ حرمِ بوسفیان — لقب ہندِ جگرخوار ہے جس سے مشہور
بارگاہِ نبوی میں وہ ہوئی جب حاضر — اس ارادے سے کہ ہو داخلِ اربابِ حضور
عرض کی خدمتِ اقدس میں کہ اے ختمِ رسل — دینِ اسلام ہے مجھکو بدل و جان منظور
آپ ہم پردہ نشینوں سے جو بیعت لینگے — کون سے کام ہیں جن کا کہ ترنا ہے ضرور

آپ نے لطف و عنایت سے یہ ارشاد کیا — پہلی یہ بات کہ ہو شائبہ شرک سے دور
دوسری یہ کہ نبوت کا ہے لازم اقرار — بولی "ان باتوں سے انکار نہیں مجکو حضور"
پھر ارشاد ہوا "منع ہے اولاد کا قتل — اس شقاوت سے ہر ایک شخص کو بچنا ہے ضرور"
عرض کی اس نے کہ "اے شمعِ شبستانِ رسل! — یہ وہ موقع ہے کہ عاجز ہے یہاں فہم و شعور
میں نے اولاد کو پالا تھا بڑی محنت سے — میں انہیں آنکھ میں رکھتی تھی کہ تھی آنکھ کا نور
بدر میں قتل انہیں حضرتِ والا نے کیا — ہم سے کیا عہد اب اس بات کا لیتے ہیں حضور"

گرچہ یہ سوءِ ادب تھا غلطی پہ مبنی — گرچہ یہ بات تھی خود شیوۂ انصاف سے دور
اسکی اولاد نے خود جنگ میں کی تھی سبقت — لڑکے مارا کوئی جائے تو یہ کس کا ہے قصور
لیکن آزادی انکار تھی از بسکہ پسند — آپ نے فرطِ کرم سے اسے رکھا معذور

(۱) ماخوذ از الہلال بحوالہ طبری کبیر۔ غزوہ بدر میں ہند کے دو لڑکے کفر کی حالت میں لڑکر مارے گئے تھے)

۴۸۶

خلفائے رسولؐ

قانون فطرت پر غور کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا میں مختلف الوضع انسان پیدا کیئے ہیں۔ ہر شخص میں خاص فضائل ودیعت کر دیے ہیں۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص جامع الاوصاف ہو۔ دیکھو سکندر اعظم بہت بڑا فاتح تھا لیکن حکیم نہ تھا۔ ارسطو حکیم تھا لیکن کشور کشا نہ تھا۔ ان کو رہنے دو اور غور کرو کہ ایک شخص اگر بہادر ہے تو ضابط نہیں۔ دوسرا پاکیزہ اخلاق رکھتا ہے تو مدبر نہیں غرض دنیا یوں ہی چلی آئی ہے اور نظام عالم اسی طرح قایم ہے۔ اب خلفائے رسولؐ کے حالات پر غور کرو وہ بزرگ ایک وقت میں دنیا بھر کے اوصاف رکھتے تھے۔

فتوحات میں سکندر۔ حکمت میں ارسطو۔ اعجاز میں مسیحؑ۔ عدل میں نوشیرواں فقہ میں ابوحنیفہؒ۔ تصوف میں ابراہیمؒ

کیا تاریخ بتا سکتی ہے کہ سوائے خلفائے رسول اکرم صلعم کے اور بھی ایسے بزرگ نفوس گزرے ہیں؟ سینکڑوں برس ہوگئے دنیا نے ہزاروں چکر کھائے لاکھوں پلٹے کائنات عالم کو ہوئے لیکن ایسے بے نظیر انسانوں کا پیدا ہونا تو کجا مثال بھی نہ مل سکی۔ تبارک اللہ۔

حضرت امیرالمومنین ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت پر غور کرو۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام دیتے ہیں تو جواب میں صدقت یارسول اللہ فرماتے ہیں۔ جب ارشاد نبوی تصدق مال کا ہوتا ہے تو کل اثاث البیت راہ خدا میں دیدیتے ہیں اور فرماتے ہیں اللہ اور رسول کا نام کافی ہے۔ جاں نثاری

کی کیفیت ہے کہ آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں حقیقی بیٹے (عبد الرحمن) کو کچھ نہیں خیال فرماتے۔ شجاعت دیکھئے کہ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آپ کو دنیا کا شجاع ترین بزرگ بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اپنے برابر والے سے لڑتا ہوں۔ یہ کوئی شجاعت نہیں ہے اور حضرت ابا بکر صدیق رضہ اپنے سے بڑے کیا تہ صف آرا ہوتے ہیں۔ اب حلم و تواضع دیکھئے کہ دنیائے اسلام تحت میں تمام عالم کا خزانہ ہاتھوں میں لیکن ایک ضعیفہ کی خدمت گزاری میں مصروف علم کی یہ کیفیت کہ جملہ اصحاب کبارؓ آپ کو اپنے سے زیادہ عالم سمجھیں اور آپ کے مقابلہ میں اپنے علم کو کچھ بھی نہ شمار کریں قرآن مجید میں اللہ العالمین آپ کی رائے سے اتفاق فرمائے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی برابر دنیا کی تاریخ میں کوئی شخص بھی دکھلا سکتے ہو جو حکمراں ہونے کے ساتھ دس پیوندوں کی قمیص پہنے ہوئے کاندھے پر مشک رکھ کر غریب عورتوں کے یہاں پانی بھرا آتا ہو۔ فرش خاک پر پڑ رہتا ہو۔ جہاں جاتا ہو جریدہ و تنہا چلا جاتا ہو۔ اونٹوں کے بدن پر اپنے ہاتھ سے تیل ملتا ہو۔ دربار نقیب۔ چاؤش۔ خدم وحشم کے نام سے آشنا تک نہ تھا اور پھر یہ رعب و داب رکھتا ہو کہ عرب و عجم اس کے نام سے لرزتے ہوں اور جس طرف رخ کرتا ہو زمین دہل جاتی ہو۔ سکندر و تیمور تیس تیس ہزار فوج رکاب میں لے کر نکلتے تھے جب ان کا رعب قائم ہوتا تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضہ کے سفر شام میں سواری کے ایک اونٹ کی سوا اور کچھ نہ تھا لیکن چاروں طرف غل پڑا ہوا تھا کہ مرکز عالم جنبش میں آگیا ہے۔

اب علمی حیثیت پہ نظر ڈالو۔ اصحاب کبارؓ میں سے جن لوگوں نے خاص اس

---

[۱] الفاروق۔ علامہ شبلی بتصرف چند الفاظ ۱۲

کام میں حصہ لیا تہا اور رات دن اسی شغل میں بسر کرتے تہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ ابن عباسؓ۔ حضرت زید بن ثابتؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ۔ ان کے مسائل اور اجتہادات کا حضرت عمرؓ کے مسائل اور اجتہادات سے موازنہ کرو۔ صاف مجتہد اور مقلد کا فرق نظر آئے گا۔ زمانہ مابعد میں اسلامی علوم نے بے انتہا ترقی کی اور بڑے بڑے مجتہدین و آئمہ فن پیدا ہوئے مثلاً حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت امام شافعیؒ۔ حضرت امام بخاریؒ لیکن انصاف سے دیکہو کہ حضرت عمرؓ نے جس باب میں جو کچہہ ارشاد فرمایا اُسپر کچہہ اضافہ نہو سکا۔ مسئلہ قضا و قدر۔ تعظیم شعائر اللہ۔ حیثیت نبوت۔ احکام شریعت کا عقلی یا نقلی ہونا۔ احادیث کا درجہ اعتبار۔ خبر احاد کی قابلیت احتجاج احکام خمس و غنیمت۔ یہ مسائل شروع اسلام سے آجتک معرکہ آرا رہے ہیں اور آئمہ فن نے اُن کے متعلق ذہانت اور طباعی کا کوئی دقیقہ نہیں اُٹہا رکہا لیکن انصاف کی نگاہ سے دیکہو کہ حضرت عمرؓ نے ان مسائل کو جس طرح حل کیا تہا تحقیق کا ایک قدم بہی اُس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ تمام آئمہ فن نے اُن کی پیروی کی یا انحراف کیا تو علانیہ غلطی کی۔

اخلاق کے لحاظ سے دیکہو تو انبیاء کے سوا اور کون شخص اُن کا ہم پایہ مل سکتا ہے زہد و قناعت۔ تواضع و انکسار۔ خاکساری و سادگی۔ راستی و حق پرستی۔ صبر و رضا۔ شکر و توکل۔ یہ اوصاف ان میں جس کمال کے ساتہ پائے جاتے تہے کیا لقمانؑ۔ ابراہیم ادہمؒ۔ ابوبکر شبلیؒ۔ معروف کرخیؒ میں اس سے بڑھکر پائے جاسکتے تہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرؓ کی جامعیت کمالات کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے ہم اسکو نقل کرتے ہیں +

تینہ فاروق اعظم را بمنزلہ خانہ تصور کن کہ درہائے مختلف دارد۔
در ہر درے صاحب کمالے نشستہ در یک درمثلاً سکندر ذوالقرنین
با ہمہ سلیقہ ملک گیری و جہاں ستانی و جمع جیوش و برہم زدن اعداء
در دیگر نوشیرواں باآں ہمہ رفق ولین و رعیت پروری داد گستری
(اگرچہ ذکر نوشیرواں در مبحث فضائل حضرت فاروق رض سوء ادب است)
و در دیگر امام ابوحنیفہ رض یا امام مالکی رض باآں ہمہ قیام بہ علم فتوے
و احکام و در دیگر مرشدے مثل سیدی عبدالقادر جیلانی رح یا خواجہ
بہاء الدین رح و در دیگر محدثے بروزن ابوہریرہ رض و ابن عمر رض و در دیگر
حکیمے مانند مولانا جلال الدین رومی رح یا شیخ فریدالدین عطار رح و مردماں
گرداگرد ایں خانہ استیادہ اند۔ و ہر محتاجی حاجت خود را از صاحب
فن درخواست مے نماید و کامیاب مے گردد۔"

امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شان عالی ملاحظہ
فرمائیے۔ آجتک سوائے آپ کی اور کسی بزرگ کے عقد میں کسی نبی کی دو
صاحبزادیاں نہیں آئیں اور یہی وجہ ذوالنورین کہلانے کی ہے اور نبی بھی
کون؟ ذات پاک۔ سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلعم (روحی فداہ)
خیال فرمانے کی بات ہے کہ جب حضور انور صلعم نے اپنے دو جگر گوشوں کا
دامن حضرت عثمان رض سے وابستہ کر دیا تو کیا شان ہوئی۔ حلم۔ دانش۔ فضل
شرم و حیا۔ میں آپ کی نظیر تاریخ اسوقت تک نہیں دے سکی۔ دین اسلام
کو مثل ستون فولاد قایم کر دیا اور مسلمان جس قدر آپ کی ذات گرامی پر
فخر کریں بجا ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب اُن کے لیے بطرز احسن
فرما دی۔ سبحان اللہ۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ شیر خدا۔ وصی مصطفےٰ

پیشوائے اولیاء کرام۔

آپ کی کیا تعریف بیان ہو۔ ہم اس مضمون کو حضرت مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے کلام پر ختم کرکے دعا کرتے ہیں کہ الہ العالمین بطفیل حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت عطا فرمائے آمین۔

زہے عزّ و جلالِ بوترابِ فخر انسانی ۔۔۔ علی مرتضیٰ مشکلکشائی شیر یزدانی
امیر عالمِ فقر شہ اقلیم عرفانی ۔۔۔ خدا گوئی خدا بینی خدا دانی خدا شانی
بہ میر بر سر منبر نشست و خواند مولائش ۔۔۔ کہ تا مولا نشیں را شد اندر خلق پیدائی
انیس مونس انسی جلیس محفل قدسی ۔۔۔ سرور جان نا صافی نشاط روح پاکانی
مہ ظلمت کشائی مشعل تا سیئے عالم ۔۔۔ سراپا جلوہ نور رتامی مہسترا بانی
برائے حق نمائی ناقہ ہائے کاروانش را ۔۔۔ بنا شد جز حدی او کے دیگر حدی خوانی

نیاز اندر قیامت بے سر و سامان نخواہد شد
تو از حب تو لائی علیؓ داری تو سامانی

العاصی۔ محمد شفیع الدین خان ستر اللہ عیوبہ

رکھ محبانِ نبی سے اختلاط ۔۔۔ ترک کر غیروں سے اپنا ارتباط
دل میں رکھیگا اگر حضرت کا غم ۔۔۔ پائیگا دنیا و عقبےٰ میں نشاط
منہ سے پڑھ کانوں سے سن نام رسول ۔۔۔ جس سے ہو خاطر کو حاصل انبساط
جان و دل سے حکم پیغمبر کا مان ۔۔۔ کر اطاعت میں نہایت احتیاط

اہل دیں سے رکھ ہمیشہ دوستی
اور بڑھا مردان حق سے اصلاط

سرقص

ترحم یا نبی اللہ ترحم

تڑپتا ہے دلِ بیتاب ہر دم — چکاں ہے خونِ دل آنکھوں سے پیہم
نہیں ہے کوئی میرا یار و ہمدم — کہوں کیا ہے فزوں حد سے تپِ غم

ز مہجوری برآمد جانِ عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

مکاں کونین و تو او را مکینی — دو عالم خاتم و تو چوں نگینی
سرت گردم چہ زیبا نازنینی — حبیبی مونسی جانی معینی

نہ آخر رحمۃ للعالمینی
ز محروماں چرا فارغ نشینی

بُری حالت ہوئی ہے میری غم سے — جسے میں لکھ نہیں سکتا قلم سے
خفا کیوں ہو گئے ہیں آپ ہم سے — خدارا دیکھئے چشمِ کرم سے

ز خاک اے لالۂ سیراب برخیز
چو نرگس خواب چند از خواب برخیز

عیاں گو آپ پر ہے ہر نہانی — مگر کیا کیجے اے صاحب قرانی
یہی تسکینِ دل کی ہے نشانی — کرم فرما ز راہِ مہربانی

بروں آور سر از بردِ یمانی
کہ روئے تست صبحِ زندگانی

شبِ فرقت کے ہاتوں ہیں پریشاں — لبوں پر ہر گھڑی ہے آہِ سوزاں
ہوا ہوں الغرض فرقت میں بیجاں — تمنا ہے یہی اے شاہِ خوباں

شبِ اندوہ ما را روز گرداں
ز رویت روز ما فیروز گرداں

کمر پر پیم کے پٹکے کو باندھو	قزل کی ردا کاندھے پہ ڈالو
فختا کا عصا اب ہاتھ میں لو	مبارک سینہ پر گیسو کو چھوڑو

بہ تن در پوشش عنبر بوئے جامہ
بسر بر بند کافوری عمامہ

لگا لو آنکھ میں اب کحل مازاغ	پھر ایک دو "داغ لالہ پر نیا داغ"
تحیر میں ہے تا نرگس باغ	غزالِ چین کند رم جانب راغ

فرود آور سیر از سر گیسواں را
فگن سایہ بپا سرو رواں را

کیا ہے شوق پابوسی نے بےخود	تڑپتا ہے دلِ صد چاک بےحد
تمنا ہے یہی اب یا محمد	زہے قسمت اگر مقبول گردد

ادیم طائفی نعلین پاکن
شراکِ از رگ جانہائے ماکن

نہیں جس دل میں پنہاں آپ کی چاہ	نہیں دل "بلکہ وہ پتھر ہے واللہ"
مسلمانی سے جنکے دل ہیں آگاہ	یہہ ہے انکی زبان پر گاہ و بیگاہ

جہانے دیدہ کردہ فرش راہ اند
چو فرش اقبال پابوس تو خواہند

تمھارے ہجر کا صدمہ ہے جانکاہ	دم آیا ہے لبوں پر آہ - صد آہ
بڑی مدت ہوئی تکتے ہوئے راہ	خدا کے واسطے اے شاہ ذیجاہ

ز حجرہ پاسے در صحن حرم نہ

بفرق خاکِ رہ بوساں قدم نہ

نہیں تیرے سوا کوئی مددگار بوقتِ رنج و غم ہوشے جو غم خوار
ترے ہی ہم ہیں خادم تو ہی سرکار ہمیں پھر کیا کسی سے کچھ سروکار

بدہ دستے ز پا افتادگان را
بحق دلدارئے دل دادگاں را

ادا کچھ ہو سکی مجھ سے نہ طاعت رہا اب تک نے غفلت سے بدمست
تعجب کیا بدلجائے جو صورت کہ ہے جرموں کی ہی کچھ ایسی کثرت

اگرچہ غرق دریائے گناہم
فتادہ خشک لب برخاک راہم

مگر ہے رحمتِ عالم ترا نام شفاعت کا بھی تجھ ہی کو ملا کام
تری رحمت ترا فیضان ہے عام بحق حضرتِ خلاقِ علام

تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے
کنی بر حال لب خشکاں نگاہے

فقیرِ عشق چشتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تم سے ممکن ہو تو ایسا کرو کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک تمہارے دل میں کسی کی طرف سے برائی نہ آئے پھر ارشاد ہوا کہ یہ میرا طریقہ ہے جو اس پر چلے گا اور اسے محبوب رکھے گا گویا وہ مجھے محبوب رکھیگا۔ اور میں اُسے جنّت میں اپنے ساتھ ہونے کا یقین دلاتا ہوں ✦

سرکار رسولِ امین صلعم میں ایک گنہگار کی عرضی

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ

باخدا دیوانہ باش و بامحمدؐ ہوشیار - ہاں بالکل بجا اور درست - فقیر بھی کوشش کریگا کہ اپنی ناچیز سمجھ کے موافق یہ عرضی نہایت ہی مودب پیرایہ میں لکھی جائے کوئی کلمہ شانِ محبوبی کے خلاف نہو - کیونکہ قلم اُٹھاتے ہی ادب ادب کی آواز کانوں میں آنے لگی - مگر ہیں یہ آنکھیں تو روتی ہیں جواب ملا کیونہ روئیں یہ ندامت وخجالت کا رونا ہے تم چاہے لاکھ ریاکاری کرو مگر دل - کون دل وہی جو گذرگاہ ربِّ جلیل ہے وہ تمھاری ظاہرداری نہ چلنے دے گا - تم کچھ کہنا چاہو گے وہ کچھ کہوائے گا - یہ کیوں؟ اس لیے کہ آج اُس اُمت کے ایک بدترین فرد کی طرف سے جس کی محبت کا حضور فخرِ دوجہاں بعد وصال ربی بھی لبِ مبارک سے اُمتی اُمتی فرما کر ثبوت دے رہے تھے اپنے شہنشاہ کے حضور میں وہ عریضہ پیش کیا جاتا ہے جس میں ندامت اور شرم آگیں لہجہ میں اقرار گناہ کرکے معافی کی التجا کی گئی ہے قلم اور ہاتھ تمکو ہدایت ہے ایک لفظ بھی بیباکانہ اور جسارت آمیز تحریر نکرنا اور ہاں اے حضرتِ دل تمھاری بھی منت وسماجت کرتا ہوں کہ برائے خدا قابو میں رہ کر عرض کرلینے دینا - اچھا تو اب عرضی لکھنی شروع کردوں - ذرا القاب وخطاب سوچ لوں - اُفوہ جتنے بہترین الفاظ تھے وہ تو اللہ میاں نے استعمال فرمالیے باقی حضور کے بڑے بڑے ثناگو اور عاشقوں نے لکھڈالے -

اب کیا کروں۔ اتنی لیاقت کہاں سے لاؤں کہ نئے الفاظ گھڑسکوں بہتر ہو گا وہ پیارے لفظ لکھوں جو خود رب بے نیاز نے فرقان حمید میں نازل کیے۔ کوشش تو بہت کروں گا کہ ایک فقرہ بھی خلاف داب پیغمبری و رسالت نہ نکلے لیکن اگر بے خودی میں کچھ لکھ جاؤں تو مجبور اور معذور ہوں :-

السلام علیک یا سیدالانام و فخر کائنات۔ ذرا ٹھیرو۔ ارشاد خداوندی اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا، کی تعمیل میں پہلے درود شریف پڑھ لو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ مدثر و بشیراً و نذیراً۔ ہاں یہ بدترین مخلوق بادل خستہ آج حضور والا کی سرکار میں عرضی پیش کرتا ہے۔ حضور اقدس سے مخفی نہیں کہ جناب والاتبار کی وہ اُمت جس میں دیگر امتوں کے پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام بحیثیت امتی شامل ہونے کی آرزو رکھتے تھے ہاں وہی اُمت جس کو حضور نے کسی موقعہ پر بھی ذہن مبارک سے فراموش نہیں کیا تھا آجکل کس حالت میں ہے۔ فقیر کو ان کی دنیاوی حالت سے واسطہ نہیں۔ خاکسار انکی روحانی زندگی کے متعلق کچھ سُنانا اور سننا چاہتا ہے۔ عالیجاہا۔ جس اُمت کے لیے حضور نے مدت العمر ناقابل برداشت تکالیف اُٹھائیں آپ فاقہ کشی کرکے اُس کے لیے تمام نعمتیں جائز رکھیں کوئی قربانی ایسی نہ تھی جو چھوڑی گئی ہو۔ حتیٰ کہ اپنی نور نظر کے لخت جگر کو بھی فدا کر دیا۔ آج وہ ہر طرح سے تباہ ہو کر صراط مستقیم سے دُور جا پڑی ہے۔ حضور رحمۃ اللعالمین ہیں واللہ تمام دنیا کی اقوام نے حضور کی رسالت سے فیض پایا اور اب تک پا رہی ہیں۔ مگر ہم اس سے گریزاں ہیں گو فرقان حمید

ہمارے پاس موجود ہے۔ مگر اُس کے ناقابل خطا احکام کو پس پشت ڈال کر بموجب
ارشاد سعدی علیہ الرحمۃ ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید که ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ہمنے اپنے آپ کو ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں گرا دیا اور اُس میں پڑے
پڑے پدرم سلطاں بود کی صدا لگا کر شاہراہ ترقی کے روندگان سے امداد
کے خواہاں ہوتے ہیں۔ ایک خدا۔ ایک رسول۔ ایک قرآن۔ مگر ہم بہتر تہتر
کے پھیر میں پڑے ہوئے ہیں۔ کیا یہ تاسف انگیز حالت نہیں ہم میں
صالح عنقا مگر ہمچومن دیگرے نیست کہنے والوں کی تعداد ماشاء اللہ بہت
زیادہ ہے۔ بزرگان سلف کے کارناموں کو اپنے بسم اللہ کے گنبد میں
بیٹھکر دُہرانا اور فخر کرنا ہمارا شغلہ اور ان کے مقدس ناموں کو بیچکر گذر
اوقات کرنا ہمارا شعار ہے۔ نماز و روزہ۔ تقویم پارینہ۔ ہوگئے زہد و
تقوے دنیاوی ترقی کے لیے بڑی روک خیال کیئے گئے۔ آزاد خیالی
کے مقابلہ میں پابندی شریعت دل میں الجھن پیدا کرتی ہے جس مقدس
گروہ کے ایک رکن اعظم کو بارگاہِ صمدیت میں باریاب ہونے سے
محض ایک کاسہ اور دلق نے محجوب کر دیا تھا۔ اس کے نام لیوا اب
حصول جاہ میں کوشاں ہونا ضروری کام سمجھتے ہیں۔ تو ضیکہ ہماری جو بات
ہے اُلٹی ہے ہم نے قسم کھائی ہے جو کام کرنا اپنے بزرگوں کے اعمال حسنہ
کے برعکس کرنا۔ شاید حضور والا دریافت فرمائیں ان حرکات پر اُمید بہبود
رکھنا کہاں تک حق بجانب ہے یہ ارشاد حضور عالی بالکل بجا۔ مگر ہم نے تو اپنی
اصلیت کو ارشاد ربانی "ظلوماً جہولاً" کے مطابق ظاہر کر دیا تو کیا جناب اپنے
خُلق عظیم کو نہ دُہرائیں گے۔ کیا اب حضور کی وہ محبت جس نے ہماری یاد کو

اسجگہ بھی نہ چھوڑا جہاں سے حضرت جبریل علیہ السّلام جیسے عالیقدر اور مقرب فرشتہ
کو چھوڑ دیا گیا تھا اس نازک موقعہ پر ہم کو فراموش کر دیگی؟ نہیں نہیں غریبوں اور
بیکسوں کے والی۔ اب ہماری توبہ ہے۔ ہم کو نہ چھوڑئیے۔ ہم میں اتنی ہمت نہیں
کہ نفس اور شیطان کے مقابلہ آرائی کو تیار ہو جائیں۔ ہم کو محسوس ہوتا ہے
کہ ہماری روحانی زندگی کے یہ آخری سانس ہیں۔ وقت نزع قریب ہے اس قصہ
پر تو کوئی بھی ساتھ نہیں چھوڑا کرتا۔ پھر حضور جیسے شفیق غمخوار سرپرست
بظاہر ہم کو کیوں بے وارث بنائے دیتے ہیں ستار غفار خدا سے
معافی دلوائیے وہ مقلب القلوب ہے ہمارے خیالات کو ایکدم بدل دے ہماری
آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھادے۔ ہمیں اصل راہ پر پہونچادے افواج
شیطانی او نفسانیت کے رسالوں نے جو ہمارے قلوب کا محاصرہ کر رکھا ہے
انکو پراگندہ و منتشر کر کے ایک بار پھر مسلمان بنا دے ہم توبہ نصوحہ کر کے
ادب سے اقرار کرتے ہیں۔ آیندہ ہرگز خلاف امر ربی نہ کریں گے ہمارے
اس معاہدہ کو عالی حضور اپنی ضمانت کے ساتھ درگاہ رب العزت میں پیش کر دیجئے
اور عرض کر دیجئے: "میری امت اپنے افعال قبیحہ سے منفعل ہو کر لاالہ الا انت
سبحانک انی کنت من الظالمین" کہہ رہی ہے تو اپنے ارشاد قل یاعبادی
الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر
الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ؕ کے موافق اب انکو معاف کر دے
حضور والا جو کچھ عرض کرنا تھا عرض کر چکا خاص اپنے لیے اطمینان دل اور
اس چیز کا خواہاں ہوں جو میرا خالق خوب جانتا ہے سفارش کر کے
دلوا دیجئے۔ آمین ثم آمین

قادری

سرکار حجاز میں استغاثہ

نالہ کش، آہ بلب، اشک بداماں ہوکر
چشم تر، خون بجگر، سر بگریباں ہوکر
بے زر و بے پر و بے بال و پریشاں ہوکر
بے گل و بے ثمر و بے سر و ساماں ہوکر

چمن دہر میں پامال خزاں کون کہ ہم؟
مائل شکوہ و فریاد و فغاں کون کہ ہم؟

ہم وہی ہیں کہ جو تھے اُنکو نہ ہم سے پوچھو!
دولت و سطوت و اقبال و حشم سے پوچھو!
تخت و تاج و علم و سیف و قلم سے پوچھو!
کچھ عرب پر نہیں موقوف عجم سے پوچھو!

پوچھ لو اندلس و بغداد کی دیواروں سے
کسکے اونچے تھے ستوں مصر کے میناروں سے

گونج اُٹھے دشت و جبل کسکی وہ تکبیریں تھیں؟
دل ہلا دینے کی کس نعرے میں تاثیریں تھیں؟
فتح قبضے میں ہی کسکی وہ تسخیریں تھیں؟
جسپہ قرباں تھے عدو کسکی وہ شمشیریں تھیں؟

کنگرے قصر سلاطیں کے تھے توڑے کس نے
رشتے ٹوٹے ہوئے اقوام کے جوڑے کس نے؟

باندھے بکھرے ہوئے شیرازہ ملت کس نے؟
منتظم کر دیئے قانون سیاست کس نے؟
سے لیے ملک تمدن کی بدولت کس نے؟
دی مساوات کو تعلیم اخوت کس نے؟

زمزمہ سنج ہے ہر ترکی و تازی کس کا؟
بڑھ کے داؤد سے ہے لحن حجازی کس کا

چھیڑ اے جذبۂ دل نغمۂ مستان حجاز!
خضر بن اے کشش شوق فراوان حجاز؟
لیچل اے جوش جنوں سوئے بیابان حجاز!
چل کے پلکوں سے چنوں خار بیابان حجاز؟

گنبدِ سبز کا ہو جائے طواف آنکھوں سے
پتلیاں چوم لیں روضے کا غلاف آنکھوں سے

اُس سے ناز کروں صدقے دلِ نالاں جس پر
اُس سے شکوہ کروں فریاد بھی نازاں جس پر
ناز اُس پہ ہے کہ کونین ہے قرباں جس پر
اُس پہ قرباں ہوں قربانِ دل و جاں جس پہ

دل یہ کہتا ہے کہ ہر درد کا درماں ہے وہی
جان کہتی ہے علاجِ غمِ جاناں ہے وہی

بڑھ کے اے دردِ دروں! طالبِ درماں ہو جا
جل کے اے داغِ جگر! شمعِ شبستاں ہو جا!
مرحبا! دیدۂ پُرنم گہر افشاں ہو جا!
حبذا! اشکِ رواں قطرے سے طوفاں ہو جا!

سیلِ گریہ میں سمندر کی روانی ہو جائے
گھل کے پتھر کا کلیجا ہو تو پانی ہو جائے

تابکے ضبطِ فغاں خسروِ عادل فریاد!
تا کجا صبر و سکوں؟ باتپشِ دل فریاد!
ناؤ منجدھار میں ہے دور ہے ساحل فریاد!
قافلے بڑھ گئے ہم ہیں پسِ منزل فریاد!

نوحِ طوفاں مدد اے! خضرِ بیاباں مدد اے
آبِ حیواں مدد اے! قلزمِ عرفاں مدد اے

ساقیِ روزِ جزا! چشمۂ کوثر والے!
رحم بر تشنہ لباں! شیشہ و ساغر والے
سب ہیں جاہ و حشم و افسر و کشور والے!
حیف! کہلائیں جو محتاج پیمبر والے

نامِ مسلم سے جو دولت کا نگیں ہے خالی
تیری رحمت کا خزانہ تو نہیں ہے خالی

التجا سن لے غریبوں کی دعا بھی سن لے!
گریہ و زاری و الحاح و بکا بھی سن لے!
تو جو سن لے مری فریاد خدا بھی سن لے!
اک فقیرانہ صدا اس کے سوا بھی سن لے!

خیر خم کی ترے مولا مرا پیالا بھر دے

بھر دے بھر دے امرے کشکول کو داتا بھر دے

کھول کس منہ سے کہ سرکار میں کیا لایا ہوں
نذر کو محضر خون شہدا لایا ہوں
پارہائے دل صد چاک اٹھا لایا ہوں
پھول بکھرے ہوئے کانٹوں میں لگا لایا ہوں

آپ ہی جب نہ سنیں کون ہے سننے والا؟
کون ان پھولوں سے کانٹوں کا ہے چننے والا

آب رنگ چمن خون شہیداں تا کے؟
گل پژمردہ سر گور غریباں تا کے؟
دست صرصر بہوائے گل خنداں تا کے؟
وقف تاراج خزاں صحن گلستاں تا کے؟

ڈھائیگی ہم پہ ستم امت عیسیٰ کبتک؟
چرخ چارم سے نہ اتریں گے مسیحا کبتک؟

نہ ٹلی آجتک اٹلی کی بلا ساحل سے
صلح بلقان جو ہوئی بھی تو بڑی مشکل سے
بائی جلاد سے ہم نے نہ امان قاتل سے
کیا کہیں حسرت خون گشتہ نہ نکلی دل سے

کاش جمتا وہی سامان خدا ساز کا رنگ
دیکھتے جنگ میں ہم خالد جانباز کا رنگ

الغیاث! آپکے انصار کا صدقہ مولا!
المدد! عترت اطہار کا صدقہ مولا
حمزہ و جعفر طیار کا صدقہ مولا!
بازوئے حیدر کرار کا صدقہ مولا!

غزوہ بدر کی پھر تیغ ہلالی چمکے
بن کے سیفی اثر اسم جلالی چمکے

کھولکر بند نقاب رخ انور اٹھیئے!
باندھکر حلقۂ گیسوئے معنبر اٹھیئے!
سر سے سرکائے ہوئے نور کی چادر اٹھیئے
دیکھ لیں ابروئے خمدار کے جوہر اٹھیئے!

عقدۂ فتح ہوا، باب ظفر کھلجائے
آئیں جبریل امیں حجرے کا در کھلجائے

اے گلِ ہاشمی و سروِ ریاضِ مدنی! خجل از زلف تو صد نافۂ مشکِ ختنی
بر میں ہو سبز قبا صورتِ سروِ چمنی سر پہ عمامہ ہو اور دوش پہ بردِ یمنی

بارک اللہ اُسی آن اُسی شان سے آ
جسطرح ہو تجھے زیبا اُسی سامان سے آ!

اس طرح آ کہ فلک پر قمر آئے جیسے سنگ میں لعل صدف میں گہر آئے جیسے
اس طرح آ! کہ نوید ظفر آتے جیسے اس طرح آ! کہ دعا میں اثر آئے جیسے

چشمِ مشتاق میں آ! دیدۂ بینا ہوکر
جلوۂ طور دکھا! برقِ تجلّا ہوکر

بجلیاں گرنے لگیں خرمنِ کفار پہ پھر قہر کے شعلے برسنے لگیں اشرار پہ پھر
غازۂ نور ہو ہر چہرۂ دیدار پہ پھر نظر آئے وہی پرتو در و دیوار پہ پھر

پھر بیابانِ عرب وادیِ ایمن ہوجائے
بجھکے آذر کا پھر آتشکدہ گلشن ہوجائے

پھر ہو تازہ چمنِ ملّتِ بیضائے خلیلؑ پھر وہی خضر ہو سروِ چمن آرائے خلیلؑ
وقفِ کونین ہو خوانِ منّ و سلوائے خلیل زیبِ اسلام ہو پھر سنّتِ زیبائے خلیلؑ

پھر حریمِ حرم و دیرِ مغاں گونج اُٹھے
پھر کلیسا و کنِشت آوازِ اذاں گونج اُٹھے

ظلم سے عدل کہے ڈر کے پشیماں ہوجا! رند سے شیخ کہے تائبِ عصیاں ہوجا!
کفر سے دین کہے طالبِ ایماں ہوجا! کلمہ پڑھ کر کے شہادت کا مسلماں ہوجا!

حق یہ باطل سے کہے کان نہ ہو تو قا پڑھ لے!
لِا الٰہ بھی نہ پڑھتا تھا اب الّا پڑھ لے

اُنگلیاں اُٹھیں گی وہ رایتِ اسلام آیا! عجبؐ دعوتِ توحید کا پیغام آیا

خود مسیحا کہیں، مہدی خوش انجام آیا — لو وہ خلوت سے سوئے بارگہِ عام آیا!

لقب انجیل مقدس میں ہے احمد جس کا
ہے شفق صلِ علیٰ نام محمد جس کا

شفق رضوی عمادپوری قادری چشتی

کس قدر مؤثر اور درد انگیز نظم ہے شکوہ اقبال اور فریاد سیماب کی طرح یہ استغاثہ شفق بھی خوب مقبول ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

وحیدی

سامرتھی

پریم کی بنسی بجائی سید ابرار نے — پاپ کی کایا مٹائی سید ابرار نے
شودر پاپی شدھ ہو کر بن گئے بالکل پوتر — وہ مدھر بانی سنائی سید ابرار نے
جو تپت اور راکھش تھے وہ ہوئے ایشور بھگت — ایسی سامرتھی دکھائی سید ابرار نے
پاپ میں ڈوبے تھے جو اونکو ڈبویا پریم میں — خوب ہی بگڑی بنائی سید ابرار نے
ہو گیا ہر ہر میں ہر ہر آ گیا جی دھیان میں — کچھ عجب شکتی دکھائی سید ابرار نے
کر دیا سچ تم کو ستو پر تنتر کو یکدم ستر — من میں یہ لیلا رچائی سید ابرار نے
انتی میں کر دیا منتشت سب سنسار نے — پریم کی مدرا پلائی سید ابرار نے
جو انہکاری تھے ہتھکاری بنا کر ان سے پھیر — حق کی دلوائی گواہی سید ابرار نے

اپنے پیارے دھرم سے سمبندھ پردیسی کرو
ہے یہی شکشا سکھائی سید ابرار نے

پردیسی جی بہاری

۸۰۶

مسجد نبوی صلعم

اس مقدس ترین مسجد کو جو تمام روئے زمین کی مساجد میں درجۂ امتیاز رکھتی ہے رسول اکرم نبی صلے اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضوان اللہ علیہم کے پاک ہاتوں نے بنایا! یہی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ وطہارت پر رکھی گئی ہے۔

جس زمانہ میں حضور انور ہجرت فرماکر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ہر شخص کا یہ اصرار تہا کہ حضور انور اپنے قیام کا شرف ہم کو بخشیں لیکن آپ نے فرمادیا تہا کہ میرا ناقہ مامور ہے جہاں یہ قیام کرے گا وہیں میرا قیام ہے چنانچہ ناقہ کا پہلا قیام اُس مقام پر ہوا جہاں مسجد نبوی ہے اور دوسری مرتبہ وہاں جاکر بیٹھا جہاں منبر شریف ہے! اسکے زیادہ قریب اوس جگہ سے ابوایوب انصاری کا مکان تہا۔ جہاں حضور انور نے قیام فرمایا۔

اسی مقام پر عبداللہ ابن سلام جو مشاہیر علمائے یہود اور اولاد حضرت یوسف علیہ السلام سے تہے آکر مشرف بہ اسلام ہوئے ہجرت کے پہلے ہی سال مسجد نبوی کی بنیاد پڑی اسی سال اذان کا رواج ہوا۔ اور اسی سال بیت المقدس سے کعبہ کی سمت نماز کا حکم ہوا۔

اگرچہ مسجد نبوی کی اب وہ صورت باقی نہیں رہی تاہم وہ ایک ایسی یادگار شے ہے جہاں ہر صاحب ایمان کا دل وفور شوق سے بیتاب اور آنکھیں فرط کیف سے اشکبار ہوجاتی ہیں۔ ہزاروں دل ہیں جو راتیں تڑپ تڑپ کر اشتیاق دید میں کاٹ رہے ہیں۔ ہزاروں آنکھیں ہیں جو نظارہ کے خیال میں اشک خونیں برساتی ہیں نظام المشائخ چونکہ ایسے ہی حضرات کا پرچہ ہے

جن کا مرجع اصلی اور قبلہ حقیقی اوس ذات پاک کا تصور ہے۔ لہذا چشم ظاہر کے لیے اس کا بیرونی نوٹو اور عہد بعہد کی تبدیلیاں پیش ہیں۔

سنہ ۱۷ھ میں حضرت فاروق اعظم نے اس کو پانچ درجہ کا کرادیا تھا لیکن تعمیر بدستور خام تھی۔ چھت اور ستون کھجور کی لکڑی کے تھے۔ زمین میں اتنی زیادتی کی گئی کہ حضرت عباسؓ کا پورا مکان اور حضرت جعفر ابن ابی طالب کا نصف مکان شامل تھا۔

دوسری مرتبہ حضرت عثمانؓ نے بقیہ نصف مکان حضرت جعفرؓ کا خرید فرماکر شامل کردیا اور تعمیر بجائے خام کے پختہ کرادی۔ پتھر کے در و دیوار۔ اور چھت درخت ساج کی قایم کی۔ اور بجائے پانچ کے سات درجے قائم فرمادیے۔ سب سے زیادہ یہ کہ گارے کی جگہ لوہے اور سیسہ کو کام میں لائے۔ منبر کے درجے چھ زیادہ کردیے گئے۔ اور اوس پر پوشش چڑھائی۔ یہ کام سنہ ۲۹ھ میں شروع ہوکر ایک سال کے بعد سنہ ۳۰ھ میں ختم ہوا۔ مزدوروں میں خود جناب عثمانؓ شریک تھے۔

اس کے بعد مروانی حکومت کے زمانہ میں تیسری مرتبہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے حکم سے سنہ ۸۸ھ میں عمر بن عبدالعزیزؒ نے اطراف مسجد شریف کے مکانات خرید لیے جس سے طول دو سو گز اور عرض ایک سو ساٹھ گز ہوگیا۔ اسی میں حجرہ ہائے ازواج مطہرات بھی شامل تھے۔ یہ کام تیرہ سال تک رہا۔ چالیس معمار رومی اور چالیس قبطی جو نہایت ہوشیار اور استاد تھے کام کرتے تھے۔ قندیلیں چاندی کی زنجیروں میں آویزاں کی گئیں۔ اور چھت اور ستون سنہری بنادیے گئے مینار چار کردیے گئے یہ کام سنہ ۹۱ھ میں ختم ہوا۔

اس کے بعد خلفائے بنو عباس اس طرف توجہ کی اور خلیفہ مہدی عباسی نے

دس ستون منقش اور سنہری شمال کیطرف بڑھائے یہ واقعہ سنہ ۱۶۱ھ کا ہے۔
سنہ ۲۰۳ھ میں خلیفہ مامون الرشید نے کچھ زیادتی کی۔
چھٹی مرتبہ سلطان عبد المجید خاں مرحوم نے مسجد و روضہ متبرکہ کو از سر نو نہایت شاندار طریق پر بنوایا ہے۔ اور ایسے ایسے سامان فراہم کیے ہیں جن کو دیکھ کر عقل حیرت میں آتی ہے۔
اب مسجد بارہ درجے کی ہے سامنے ۱۲ دالان در دالان ستونوں کی بلندی ۱۵۔ ۱۵ فٹ اور دَور چہ فٹ۔ منبر سنگ مرمر کا ہے جسپر سلطان مراد ثانی کا بنوایا ہوا ایک قبہ ہشت دہاتی لگا ہے۔ یہ قبہ ڈہلا ہوا ہے جس کو سلطان موصوف نے ۹۹۸ھ میں نذر گزرانا تہا۔
چار چار ستونوں پر ایک ایک گنبد لداؤ کا قایم ہے جس کے دور میں طرح طرح کے نقش و نگار اور آیات مقدسہ کلام پاک درج ہیں۔ اون تین درجوں میں جو عہد نبوی کی یادگار ہیں سنگ رخام کے ستون ہیں۔ اور عہد فاروقی و عثمانی میں سنگ مرمر کے۔ باقی درجوں میں سنگ سماق اور سنگ سرخ و اوّل سنگ رخام و سنگ مرمر کے ستون از سر تا پا منقش و مطلا ہیں۔
آنحضرت کے زمانہ مبارک کے جو ستون ہیں اون میں چار انگل کا ایک ایک یاقوت سرخ نصب ہے۔ عہد فاروقی کے ستون ایک زمرد سبز سے درخشاں ہیں۔ ان جواہرات کی پچیکاری اس عمدگی سے کی گئی ہے کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس میں سے پیدا ہوا ہے۔
عثمانی درجوں کے سامنے ہشت دہاتی جنگلہ سنہری جالیدار نہایت خوشنما ایک ایک گز کا قایم ہے جس میں تین دروازے آمد و رفت کے لیے سنہری جالیدار لگے ہیں۔

دیواریں تمام وکمال سنگ مرمر کی مطلا و مینا کار ہیں جن پر آیات قرآنی اور اسمائے مطہر ومقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درج ہیں سنگ سماق وسنگ سرخ کے ستون صرف دو فٹ نیچے اور دو فٹ اوپر کام کیا گیا ہے محراب میں ان ستونوں کی بھی مطلا و مینا کار ہیں۔

صحن کے باقی تین طرف دالان ہیں جن کے ستون نہایت خوش نما اور نفیس کام کا نمونہ ہیں چار چار ستونوں پر گنبد ہے۔ صرف منبر کی لاگت پچاس ہزار ہے۔ یوں تو سنگ مرمر کا ہے لیکن سنہری کام کیوجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سادہ کار ڈھال کر گئے ہیں۔

مینار پانچ ہیں جو سہ منزلے ہیں چار چار گوشوں پر۔ اور ایک باب الرحمن کے قریب سمت مغرب بیرونی دیوار کے وسط میں ہے۔ ہر مینار پر تین حلقے روشنی کے ہیں اور ہر حلقہ میں چالیس گلاس روشن ہوتے ہیں۔ مینار پانچوں ساخت سنگ مرمر مطلا ومنقش ہیں۔

ابتدا میں چار دروازے تھے۔ باب الرحمن۔ باب السلام۔ باب جبریل۔ باب النسار۔ حضرت مولانا جامی وفور شوق میں فرماتے ہیں ؎

بر در باب السلام آیم بگریم زار زار
گہ بباب جبرئیل از شوق واویلا کنم

پانچواں دروازہ اب بنا ہے جو باب المجید کے نام سے موسوم ہے۔ یہ دروازہ سلطان عبدالمجید خاں کی یادگار ہے۔ یہ دروازہ بھی نہایت نفیس وشاندار۔ مطلا و مینا کار ہے ٭

مسجد کے مشرقی درجوں میں وہ چیز ہے جس کے دیکھنے کی آرزو میں اہل دل بیچین رہتے ہیں۔ جہاں جذبات کا ہجوم ہوتا ہے جہاں وفور شوق سے

جو اس پر ہم، عقل و ادراک، کوسوں دور ہو جاتے ہیں وہاں صرف ایک ہی جلوہ نظر رہتا ہے، اور باقی خاکستر۔

اللہ آخر کیا شے ہے جس پر دیدہ و شوق نثار ہوتی ہے کونسا برقی اثر اوس حصہ میں نہاں ہے جو لاکھوں نفوس کو سمندروں۔ دریاؤں پہاڑوں کی راہ طے کراتا اور ہزاروں طرح کی صعوبتوں سے دوچار کرتا ہے جس کے اثر سے کیفیت طاری اور آہ و زاری کے سوا کچھ نہیں ہوتا

میرے حضور۔ میرے سلطان۔ میرے آقا۔ میرے شاہنشاہ حضور کہاں ہیں۔ کیوں اس نگاہ ظاہر بین کو حجابات میں پنہاں کیا ہے۔ حجابات کا پردہ چاک فرمایئے اور وہ سرمدی خزانہ عطا کیجئے جس کے بعد کسی چیز کی حاجت نہ رہے۔

وہ نورانی کی چادر اوڑھا دیئے جس کے بعد کسی قدیم و جدید روشنی کی حاجت نہ رہے۔ چشم مرحمت نواز کا ادنے اشارہ میرے تمام دکھ کو دور کر دے گا۔

یہ وہ مقام ہے جہاں روضۂ خیر الانام ہے اس میں ایک حجرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا ہے اور ایک حضرت عائشہ صدیقہ کا۔ تیسرا حجرہ سیدۃ النسا فاطمہ زہرا کا ہے، یہ تینوں درجے تمام و کمال سنگ مرمر کے بنے ہوئے اور سر تا پا سنہری کام سے متغرق ہیں۔ آیات و احادیث جلی حروف میں مطلا کندہ کئے گئے ہیں۔ اسی لاکھ روپیہ صرف ان تینوں حجروں کی لاگت ہے پہلا درجہ ۲۴ گز مربع ہے جس میں جناب سرور کائنات حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم کے مزارات ہیں۔ ان تینوں مزارات مقدس مطہر کے گرد نجر ہشت پہلو بنات کا پانچ گز اونچا لگایا گیا ہے جس پر حریر وغیرہ کا غلاف پڑا رہتا ہے غلافوں پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے، اندر کوئی نہیں جا سکتا صرف خدام صفائی و روشنی حجر کے قریب ہو کر گذر سکتے ہیں،

روضہ ہائے مطہر کے جنوب میں تین دروازے ہیں جنپر ڈھلی ہوئی ہشت ہات جالیاں لگی ہوئی ہیں، یہ جالیاں نہایت مضبوط و خوبصورت ہیں اور ان میں سے زائرین دیکھ سکتے ہیں، ہر جالی کے وسط میں ایک کھڑکی ہے جس میں قمقمہ ہائے متبرکہ صاف نظر آتے ہیں،

اس درجہ میں ایک ایک دروازہ شرق و غرب میں ہے جس میں علاوہ جالی کے کیواڑ بھی ہیں۔ جس کی وجہ سے اندر کی کوئی شئے نظر نہیں آتی۔
شمال کی سمت ایک دروازہ حجرہ سیدۃ النسا فاطمہ زہرا میں ہے جس میں خدام وغیرہ جا سکتے ہیں،

اصل مدفن پاک اگر چہ حضرت فاطمہؓ کا جنت البقیع میں ہے لیکن صاحبان مکاشفہ نے ہمیشہ حضور انور کی خدمت میں آپکو دیکھا۔ اس لیے دوسرے درجہ میں جناب کار و منتظمہ نہایت شاندار بنادیا گیا ہے۔ سیدہ پاک کے روضۂ پُرانوار پر چادر زرین اور کمخواب کی مغرق پڑی رہتی ہے اوپر ریشم کا سرخ مقنع جس کی جھلک مشرقی دروازہ کی جالی سے معلوم ہوتی ہے۔ اس حجرہ کا ایک بہت بڑا دروازہ سمت مغرب مسجد شریف کے اندر ہے جس کی چوکھٹ کیواڑ۔ زنجیر قفل وغیرہ تمام خالص طلا احمر کی ساخت ہیں۔

تیسرا درجہ جسکو توشہ خانہ کہنا شاید موزوں ہو سکے اون بیمثل اور نادر اشیاء کے رکھنے کی جگہ ہے جو بعض سلاطین یا نواب لوگوں سے نذر گزرانی ہیں۔ مثلاً جواہرات۔ مشک۔ عنبر۔ عود۔ کافور۔ عطریات۔ ظروف نقرئی و طلائی وغیرہ وغیرہ چنانچہ اس قسم کی متعدد اشیا یہاں صندوقوں میں محفوظ ہیں۔

شرق و غرب میں ایک ایک دروازہ اور جانب شمال تین دروازے ہیں جن کے

سامنے ایک چبوترہ مسجد حضرت فاطمہؓ کے نام سے موسوم ہے یہ قناتی مسجد بھی سنگ مرمر کی ہے، مذکورہ دروازوں میں ہشت وہاتی جالی لگی ہوئی ہے جس سے اندر کا حال معلوم ہوتا ہے مسجد کے فرش کا حال قالینوں کی کثرت کیوجہ سے نہیں معلوم ہوتا۔ البتہ دونوں عثمانی درجوں اور تینوں جانب روضۂ مطہرہ مقدسہ رسول اللہؐ کے نہایت عمدہ فرش سنگِ مرمر کا ہے۔ موسم گرما میں بجائے قالینوں کے ہلکا شطرنجی کا فرش کرا دیا جاتا ہے۔ گنبدوں میں جھاڑ۔ اور محرابوں میں رنگ برنگ کی ہانڈیاں ہمیشہ رات بھر روشن رہتی ہیں +

جھاڑ سو سو گلاسوں کے ہیں جن کی ڈالیں خالص چاندی کی ڈھلی ہوئی ہیں محرابہائے نبویؐ۔ فاروقی۔ عثمانی کے دائیں بائیں دو دو موم بتیاں چار چار گز لمبی اور موٹائی ڈھائی فیٹ موٹی چاندی کے حلقوں میں روشن ہوتی ہیں حلقے سنگ مرمر میں جڑے ہوئے ہیں۔ یہ بتیاں مغرب۔ عشا۔ صبح کی نماز کیوقت سیڑھی لگا کر روشن کیجاتی ہیں اور بعد ختم ہوجانے جماعت کے فوراً گل کردیجاتی ہیں یہ روشنی اس قدر تیز ہے کہ تمام روشنیاں اس کے سامنے ماند پڑجاتی ہیں۔

روضۂ مبارک کے اندر جواہرات اور سونے کے فرشی جھاڑوں میں روشنی کی جاتی ہے +

روضۂ پاک پر ہر سال سبز رنگ پھیرا جاتا ہے!

روشنی کی تمام چیزیں طلائی ہیں، روضۂ مبارک کے باقی دو درجوں میں بھی فرش پر روشنی رہتی ہے۔ چھت میں بلوری جھاڑ و فانوس آویزاں ہیں روضۂ شریف کے ایک جانب چمن ہے۔ جسکو چمن فاطمہ کہتے ہیں اس چمن کے گوشہ پر ایک کنواں ہے جس سے درختوں کو پانی دیا جاتا ہے

چونکہ ہجرت کے بعد جناب سیدہ پاک چاہ زمزم کو یاد فرما کر اکثر ملول ہو جاتیں۔ اس لیے جناب سرور کائنات نے یہ کنواں بنوا دیا تھا۔ پانی اس کنوئیں کا سرد اور شیریں ہوتا ہے۔ زائرین تبرکاً پیتے اور بعض لے جاتے ہیں، مسجد کے پیچھے بھی بیس گز عریض فرش سنگ مرمر کا ہے مسجد شریف کے صحن میں کنکریاں اسی طریق پر کٹی ہوئی ہیں جیسے کہ حرم کعبہ شریف میں۔

(تلخیص)

مقبول احمد نظامی سیوہاروی

غزل نعتیہ

زہے چو کعبہ بطاقِ ابرو زہے چو جادو بچشم شہلا | زہی چو بعثت بکمال مندو زہی چو مصحف بروئے زیبا

دلم بشوق تو پارہ پارہ دو چشم مشتاق یک نظارہ | گہے کرشمہ گہے اشارہ بکن ز رحمت بآشتی ہا

نبود جائے خدا نمائے چو ذاتِ پاکِ تو مصطفائے | توئی کہ ہستی بہر ادائے بہ از حکیم و بہ از مسیحا

…نت پردہ مریز آبم کہ گر ز حشمت اشارہ یابم | ہر بدہ آبم بسر شتابم دوم بکویت نگاہ آسا

اگرچہ دانم کہ بے نیازی شہید عشقم کہ جاں نوازی | ز پاکبازی ز عشوہ سازی بکن نگاہی بجانب ما

مکن جدائی بجوش ادائی کہ جانفزائی بآشنائی | دگر نہائی ز دلربائی ز انت یحیی و منہ امحیٰ

ز اشک گلگون دیدہ جیحون دلم کہ کون تمام پرخون | فا قلبی علیک مفتون و منک ارجو لانت ملجا

بعشق میرم بعشق خیزم کہ در ہوائے تو خاک بیزم | اگر گریزم کجا گریزم کہ جز تو نبود ملاذ ماوا

عزیز کردی دلم ربودی ز دردِ فرقت غمم فزودی

فیا حبیبی و یا طبیبی اموت بالشوق و التمنی

(عزیزی)

"عشقِ رسولؐ"

کافروں نے یہ کیا جنگِ اُحد میں مشہور
کہ پیمبرؐ بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ دو دم

ہوگیے مشہور مدینہ میں جو پہونچی یہ خبر
ہر گلی کوچہ تھا ماتم کدۂ حسرت و غم

ہوکے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر
کودک و پیر و جوان و خدم و خیل و حشم

وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینانِ عفاف
جن میں تھیں سیّدۂ پاک بھی با دیدۂ نم

ایک خاتون کہ انصار انکو نام سے تھیں
سخت مضطر تھیں نہ تھے ہوش و حواس انکے بہم

موقعِ جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا
کیا کہیں تجھسے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم

تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی
تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ ستم

سب سے بڑھکر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید
گھر کا گھر صاف ہوا، ٹوٹ پڑا کوہِ الم

اس عفیفہ نے یہ سب سنکے کہا تو یہ کہا
"یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ امم؟"

سب نے دی اسکو بشارت کہ سلامت ہیں حضورؐ
گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم

بڑھ کے اسنے رُخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
تو سلامت ہے، تو ہیچ ہے سب رنج و الم

میں بھی، اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہِ دیں! ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

شبلی۔ نعمانی

حبیب اور صفی

الحمد للہ انتظار ہے کے بعد عاشقان سیّد المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو پھر حقیقی عید کی دید کا موقع ملا۔ ملّا واحدی کا خدا بھلا کرے انہوں نے امسال بھی ان عشاق کے لیے روحانی غذا کا سامان مہیا کیا ہے۔ ناظرین با تمکین نے اس سے بیشتر خاکسار کے دو مضمون بعنوان (خلیل اور حبیب ـ کلیم اور حبیب) ملاحظہ فرمائے ہوں گے جن میں ظاہر طریقہ سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و فضلیت حضرت سیدنا کلیم و خلیل علیہما السلام پر ثابت کی گئی تھی۔

امسال خدائے عز وجل کی توفیق و نصرت کی امید پر ارادہ کیا ہے کہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام (ملقب بہ صفی اللہ) پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوقیت کا ذکر کیا جائے۔

شاید بعض حضرات کو اس موقعہ پر ایک شبہ ہو جس کا اندفاع ضروری سمجھکر عرض کئے دیتا ہوں:-

تقریر شبہ

انبیاء علیہم السلام کو آپس میں ایک دوسرے پر ترجیح دینا جائز نہیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ (ہم تیرے رسولوں میں تفریق نہیں کرتے)

حدیث شریف میں ہے۔ جب آپ کے سامنے ایک یہودی اور مسلمان کا معاملہ پیش ہوا جس میں اسی ہی مضمون پر بحث تھی اور ہر دو متخاصمین اپنے اپنے رسول کو دوسرے پر ترجیح دیتے تھے۔ تو آپ نے اس میں یہی فیصلہ کیا تھا کہ

کہ ایسا نہ کرنا چاہیئے اور حضورؐ نے اپنی زبان مبارک سے یہ بھی فرمایا تھا۔ لا تفضلونی علی یونس بن متی (مجھے حضرت یونس بن متی پر بھی فضیلت نہ دو) پس جب آپ نے ایک نبی کو دوسرے پر ترجیح دینے سے منع کیا تو اب حضرت آدم (علیہ السلام) جو علاوہ نبی ہونے کے تمام انبیا (علیہم السّلام) کے باپ بھی ہیں۔ اُنپر اس قسم کی فضیلت کا بیان کرنا کیونکر صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔

اندفاع شبہ

بیشک آیت صحیح ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم کسی رسول کی نفس رسالت میں فرق نہیں کرتے تمام رسولوں پر ایمان لائے ہیں اور اُن کو تیری جانب سے رسول مانتے ہیں۔ لیکن انہیں آپس میں فرق مراتب ضرور ہے۔ جیساکہ دوسری جگہہ ارشاد ہے۔

تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض (ہم نے ان تمام رسولوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے) بلکہ اس آیت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر ایک خاص اشارہ ہے۔ کما قال العلامہ فی شرح التلخیص (یعنی مختصر معانی)۔

حدیث شریف کا جواب یہ ہے بیشک وہ فضیلت ناجائز ہے جس میں مفضل علیہ کی توہین کیجائے۔ اور جس صورت میں ہم جملہ انبیا (علیہم السّلام) کو مستقل نبی تسلیم کرتے ہوئے حضور روحی فداہ کی فضیلت ثابت کریں تو لا مضائقہ فیہ

اب رہا حضرت آدم علیہ السّلام کا ابو البشر ہونا اس کا جواب یہ ہے کہ اس فضیلت کا نام جزئی فضیلت ہے۔ اور فضیلت کلی ہمیشہ فضیلت جزئی سے افضل ہوتی ہے مثلاً صحاح میں مذکور ہے جب شیطان اذان اور اقامت کو سنتا ہے تو نہایت خائف ہو کر بھاگتا ہے لیکن اقامت کے بعد نمازی کو آکر مختلف طریق سے

بہکاتا اور وسوسہ ڈالتا ہے۔ یہاں تک کہ اُسکو نماز میں شبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ تین رکعتیں پڑہیں یا چار۔

پس صورت مذکورہ میں سطحی رہئے کا شخص خیال کرسکتا ہے کہ اذان اور اقامت کا مرتبہ نماز سے زیادہ ہے۔ کیونکہ جتنا شیطان ان دونوں سے ڈرتا ہے نماز سے نہیں ڈرتا لیکن ہر ذی رائے سمجھ سکتا ہے کہ اذان اور اقامت میں جزئی فضیلت ہے اور نماز میں فضیلت کلی لہذا اذان و اقامت کبھی نماز سے افضل نہیں ہوسکتے +

اب ہم ناظرین کی توجہ اصل مقصود پر مبذول کرنا چاہتے ہیں

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کو تمام انسانوں سے پیشتر پیدا کیا لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حضرت آدم سے بہت پیشتر ظاہر فرما کر نبوت کے مبارک خطاب سے شرف بخشا۔

چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔ کنت نبیا وادم بین الماء والطین (آدم ابھی مٹی اور پانی ہی میں تھے جو رب العالمین نے مجکو نبی بنا دیا تھا)

(۲) صفی اللہ کے متعلق ارشاد ہے۔ ونفخت فیہ من روحی (میںنے آدم میں اپنی روح پھونکدی) یہی روح حضرت علیہ السلام کی زندگی کا سبب تھی اور حبیب کے متعلق ارشاد ہے۔ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا (ہم نے تمپر اپنے حکم سے روح کو وحی کیا) اس روح سے مراد قرآن شریف ہے حضرت آدم اپنی روح سے خود مستفید ہوئے اور یہاں اس روح سے ہزاروں مردہ دلوں نے حیات ابدی حاصل کرلی۔

(۳) حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا کر جنت کی سیر کرائی اور حضور بابی وامی کا ارشاد ہے ادم ومن دونہ تحت لوائی

(آدم اور انکی تمام اولاد قیامت میں میرے لوا الحمد (جھنڈے) کے نیچے ہونگے۔

(۴) حضرت صفی اللہ کا منتہائے عروج فلک نہم اور بہشت مقرر کیا گیا۔ اور حبیب کی انتہائے معراج دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوسَین اَو اَدنیٰ۔

(۵) صفی اللہ پر شیطان نے قابو پا کر تصرف کیا اور آپ کے لیے خروج جنت کا باعث ہوا لیکن حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مجھپر میرے خدا نے فضل کیا اور شیطان کو میرا مطیع و منقاد کر دیا۔

(۶) حضرت صفی اللہ علیہ السلام کو جنت میں سے اھبطوا منھا (تم سب کے سب زمین پر اترو) ارض خاکی پر نازل کیا۔

اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ارض خاکی سے بارشاد سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ (پاک ہے وہ ذات جو اپنے حبیب کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی کیجانب لے گیا۔) مقام قاب قوسین تک پہنچایا۔

(۷) حضرت آدم علیہ السلام کو اشیاء کے نام تعلیم کیے گئے فرماتے ہیں۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الاسماء (ہم نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیے)

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہے۔ وعلمك ما لم تكن تعلم (ہم نے تمکو علم اولین آخرین بلکہ جو کچھ تم نہ جانتے تھے سب بتا دیا اور سکھا دیا)

(۸) حضرت آدم کی لغزش کا ذکر اس طرح کیا۔ وعصیٰ اٰدم ربہ فغویٰ (آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور شیطان کے دہوکے میں آگیا)

حبیب کی ہر معمولی سے معمولی لغزش کی بابت معافی نامہ اسطرح تحریر کیا گیا۔ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر (ہم نے تمہاری تمام اگلی پچھلی لغزشیں بالکل معاف کر دیں)

(۹) حضرت آدم کی لغزش کا پیشتر ذکر فرما کر معافی کا اظہار کیا چنانچہ آیت مذکور کے بعد فرماتے ہیں ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ وھدیٰ۔ (ہم نے اُس نافرمانی کے بعد آدم کی توبہ قبول کر کے برگزیدگی کے مبارک خلعت سے آراستہ کیا۔

لیکن حبیب کے معاملہ میں معافی کا اظہار پیشتر کیا اور بعد میں لغزش پر اشارہ فرمایا عفا اللہ عنک لم اذنت لھم (اللہ تعالیٰ نے تمہارے سہو کو معاف کر دیا تم نے منافقین کو بغیر ہمارے حکم کے تخلف کی اجازت کیوں دی) وفیہ اشارۃ غریبۃ انا نترک بخوف الاعتاب

(۱۰) حضرت صفی اللہ سے جنت میں خطا ہوئی جس کے باعث زمین پر آتارے گئے۔ لیکن حبیب کی امت زمین پر گناہ کرے گی اور پروردگار اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔

(۱۱) حضرت آدم کی لغزش کا تمام آسمانوں اور زمینوں میں اعلان کیا گیا۔ مگر حبیب کی امت کے گناہوں پر بجز پروردگار کے دوسرا کوئی شخص مطلع نہیں ہوسکتا۔ والتفاوت بین فی الاظہار والاخفار۔

(۱۲) صفی اللہ ایک معمولی خطا کے باعث دوسو برس تک روتے رہے مدت مذکورہ کے بعد معافی کا پروانہ دیا گیا حضور فرماتے ہیں میری امت کی توبہ صرف ندامت ہے۔ جب بندہ اپنے نامناسب فعل پر نادم ہوتا ہے تو پروردگار کی رحمت اس ندامت کا تبسمانہ استقبال کرتی ہے۔ فاعتبر ایھا الناظر ما الفرق فی امت الحبیب وصفی النادر

۱۳ حضرت آدم علیہ السلام کو ارشاد ہوا تم خانہ کعبہ میں جا کر اپنی خطا کے لیئے معافی چاہو حبیب اپنی امت کے لیے فرماتے ہیں۔ جب کوئی بندہ زمین کے کسی حصہ پر گناہ کرتا ہے اور اُسوقت اُسکی معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ تو

توپروردگار عالم اس کے رکھنے سے پیشتر خطا معاف کردیتا ہے۔ چنانچہ
ایک حدیث قدسی کا مضمون ہے منی قلت اسأت اقول غفرت۔
(جب تو کہتا ہے بیٹے بڑا کیا مجھسے قصور ہوا تو میں کہتا ہوں میں نے بخشدیا
اور معاف کردیا)

وَمَا احسن مَا قِیل

لاتقنطن فان اللہ منان ۔۔۔ وعندہ للورے عفو وغفران
ان کان عندک اعمال ومعصیۃ ۔۔۔ فعند ربک افضال واحسان

(اے مخاطب خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ اُس کے پاس مغفرت
اور معافی کا غیر محدود سامان موجود ہے۔ اگر تیرے پاس معصیت
کے انبار اور ڈھیر ہیں تو تیرے پروردگار کا احسان اور فضل
اُن سب سے زیادہ ہے)

اگرچہ میرے ذہن میں ابھی بہت کچھ ذخیرہ موجود ہے لیکن عدیم الفرصتی
کے باعث قلم انداز کرنے پر مجبور ہوں۔
اپنا یہ مضمون صرف ایک درخواست پر دجو دربار رسالت میں پیش
کرنی مقصود ہے) ختم کرتا ہوں :-

یامن شفاعتہ تنجی العصاۃ غدا ۔۔۔ من العذاب الالیم الرائع الشرر
انت النبی الشفیع المستضاء بہ ۔۔۔ یوم القیمۃ یوم الروع والحذر
فاشفع لنا عند رب العرش خالقنا ۔۔۔ یا سید الخلق من انثی ومن ذکر

ہماری درخواست اُس ذات عالی سے ہے جس کی شفاعت سے
باعث کل (قیامت) بڑے بڑے نافرمان سخت اور دردناک عذاب
سے محفوظ رہیں گے۔

اے عالی صفات نبی تجھ پر سے ہماری جان اور مال عزت و آبرو قربان۔ ہم گنہگاروں کو اس تکلیف اور مشقت کے دن نہ بھولیو۔ اے شفیق اور رحیم نبی ہم درخواست کرتے ہیں کہ ہمارا قیامت میں بجز تیرے کوئی سہارا نہیں۔ اُس بھیڑ اور نفسانفسی اور بے پروائی کے دن ہم کو شفاعت سے محروم نہ کیجیو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

بندہ احمد سعید واعظ۔ دہلوی

رسول نمانمبر کے لیے نظمیں

ماشاء اللہ اس کثرت سے موصول ہوئی ہیں کہ اُن سب کا اندراج کسی طرح ممکن نہ تھا۔ لہٰذا اُن کرم فرماؤں کی خدمت میں جن کے رشحاتِ قلم سے مزین ہونے کا اس پرچہ کو فخر حاصل نہیں ہو سکا التماس ہے کہ وہ ہمیں معذور رکھیں انشاء اللہ اپنی باری میں ہر قابل اندراج مراسلہ (نظم یا نثر) چھپ جائیگا جملہ احباب کو جدا جدا رسید یا جواب دینے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی خدام رسالہ کی عدیم الفرصتی کو ملحوظ رکھکر امید ہے کہ تکلیف انتظار نہ اٹھائیں گے۔

مدیر رسالہ

۵۲

کلامِ عارف

قولِ ناصح

اشکِ خوں آنکھ سے بہتے ہیں تیری دمبدم — آرہے ہیں یاد کیا۔ ہمسائیگانِ ذی سلم
یا صبا لائی ہے سمت کاظمہ سے کچھ پیام — کوندمیں بجلی کی یا دیکھا کہیں کوہِ اضم
رُو کے نہ رُکے کیوں نہیں تیرے یہ اشک — بیقرار دل ہے کیوں؟ تیرا دل پُر درد و غم
کیوں چھپاتا ہے؟ کبھی چھپنے نہ دینگے رازِ عشق — یہ دو غماز۔ اشکِ خوں آمیز و قلبِ مضطرم
زخمی گر شمشیرِ انگشت حنائی کا نہیں، — مثلِ بسمل کیوں تپاں؟ ہے کیوں تجھے آرام کم؟
فائدہ انکار سے کیا! آنکھیں اور چہرہ ترا، — کہے دیتے ہیں علی الاعلان تیرا سب بھرم

جوابِ عاشق

ہاں خیالِ زلف نے مجکو جگایا رات بھر — سونے کب دیتا ہے مارِ عشق کا نیشِ الم
ناصحا! بہرِ خدا کر معذرت میری قبول — بس۔ نہ کر ہرگز بلند اتنا ملامت کا علم
ہوگیا ہے راز میرا فاش ہر غماز پر — درد کا درماں ہے بیرے اب جہاں میں کالعدم
ہے نصیحت تیری بیشک خیر خواہانہ تمام — کان عاشق کا مگر سنتا نہیں پند و حکم
ناصح۔ کافی تھا میرے واسطے موئے سفید — لینے آیا تھا مجھے یہ قاصدِ ملکِ عدم
نفسِ امارہ نے ازبس جہل سے اپنے مگر — کی نہ اُس بیچارے کی جانب کبھی چشمِ کرم
کی نہ نیک اعمال سے اسکی ضیافت ایک شب — ہائے اس مہمان کو جانا نہ میں نے محترم
کاش ہو مائے سفیدِ ریش پر کرتا خضاب — یوں چھپاتے اِس برص کو میرے حِنّا اور کتم

مذمت نفس

ہے خلافِ نفسِ سرکش کَون میرا کارسا — جو کرے اس توسنِ بدذات کی گردن کو خم
نفس کی شہوت معاصی سے نہیں ہوتی فرو — سیر کھانے سے نہیں ہوتا حریصوں کا شکم
نفس ہے انسان کا بالکل مثل طفلِ شیر خوار — ماں کے پستاں کو نہیں جو چھوڑتا بغیر از ستم
نفس نا ہنجار کو غالب نہ ہونے دے کبھی — ہے تسلط اُس کا معیوب اور مہلک مثل سم
شکل پر لذاتِ دنیا کی نہ کھا ہرگز فریب — مختلط ہے زہر قاتل ان میں اور شکر بہم
نفس کے مکروں میں ہے زور دریا کا رکھ خیال — نیک بھی اعمال ہوں گر سرکشی اس کے کر قلم
بھوک اور سیری میں رکھ مدِ نظر تو اعتدال — بھوک بعض اوقات تخمہ سے نہیں ہوتی ہے کم
آنکھیں تیری زانیہ ہیں اشک سے نہلا انہیں — اور آئندہ پکڑ محکم در توبہ و ندم
کر خلافِ نفس و شیطاں حکم دونوں کا نہ مان — سچ ہی یہ بولیں اگر ہاں ان کو ہر دم متہم
ہوں مقابل یا کہ ثالث داؤ میں ان کے نہ آ — کیونکہ ہے مشہور مکرِ مدعی کید حکم
توبہ توبہ بے عمل اقوال سے کیا فائدہ — غیر کو ہر دم نصیحت اور غافل آپ ہے ستم
راہِ عقبیٰ کا نہیں تو نے کیا اب تک خیال — خالصاً للہ جھکایا سر نہ اپنا ایک دم

گریز بنعت

حیف اُسکی راہ سے کرتا رہا ہے تو عدول — پاؤں بھی جسکے عبادت میں کر آتے تھے ورم
روکنے کو بھوک کے کُتا تھا جو اپنی کمر — پتھروں سے باندھتا تھا اپنا مخمل سا شکم
پیش کرتا تھا طلا و سیم جب کوہ بلند — رد کیا کرتا تھا فوراً اُسکو وہ عالی ہمم
زہد اُس کا اور ہو جاتا تھا حاجت سے سوا — صاحبِ عصمت یہ حاجت کا کہاں چلتا ہے دم
کس طرح کرتی اُسے دنیا یہ راغب احتیاج — خلق دنیا کا تھا باعث جب ہی خود محتشم
سید الکونین احمد ہاشمی و ابطحی — خاک بوس اُس کے ہیں در کے کیا عرب کیا عجم
وہ حبیب رحمت عالم کہ جس کی ذات سے — ہے شفاعت کی ہمیں امید روزِ ہول و غم

ایسا پیغمبر کہ امر و نہی اُس کی شرع کے
نسخ کے قابل نہیں ہیں قول لا ہو یا نعم

جس کے پیرو عروۃ الوثقیٰ کو ہیں تھامے ہوئے
اُنمیں سے ہر ایک ہے پکڑے ہوئے ایمان کا نم

فوق ہے سب انبیا پر اسکو خلق اور خُلق میں
وہ کہاں سے لاتے اُس کا علم اور اُس کا کرم

اُن میں اور اُس میں ہے نسبت ذرہ و خورشید کی
سامنے اسکے وہ قطرے اور یہ دریائے یم

وہ تھے نقطے اور اسکو علم کا دفتر سمجھ
وہ زبر زیر اور یہ ہے ایک قاموس الحکم

تھی کمالِ صورت و معنی کا مخزن اُسکی ذات
برگزیدہ کرکے حق نے کھائی خود اُسکی قسم

کوئی عالم میں نہیں اُس کا محاسن میں شریک
حُسن میں جوہر ہے اُس کا فرد کُل لاینقسم

چھوڑ کر قولِ سفیہانِ نصاریٰ بعد ازاں
صادق اُس پر آئے گی تعریف ہر بیش اکلم

جو شرف دنیا میں ہے اس سے ہی ہے منسوب
جو بڑائی ہے جہاں میں اُسپہ ہے وہ مختتم

حیطۂ تقریر میں آئے کہاں اسکا کمال
ہیں سپر انداز یاں حسّان و سلمانِ عجم

سہل اور آسان ہیں تعلیم کے اسکے اُصول
ایک بھی اُنمیں نہیں تثلیث سا جذر اصم

وہ کمالات جلی ہیں ذات میں اُس کی نہاں
فہم سے عاجز ہیں جن کے سب عقیلانِ امم

کیا ادانی کیا اعالی کیا اقارب کیا بعید
سب یہاں آکر پھسلتے ہیں بصارت کے قدم

کون ہے ایسا کہ دیکھے پاس سے خورشید کو
دور سے بھی دیکھنے میں چشم ہے پُر اشک و نم

اہلِ دنیا پر حقیقت کس طرح سے کھل سکے
دیکھتے ہیں خواب سب لیٹے ہوئے بستر پہ ہم

جانتے ہیں وہ جو ظاہر بیں ہیں اُسکو اک بشر
دیکھتے اہلِ کمال اُس میں ہیں انسانِ اتم

سابق پیغمبروں کے جس قدر ہیں معجزات
فی الحقیقت تھا طفیل اُن کا بھی ایک اُسکا ہی دم

شمس ہے وہ ذاتِ اکرم اور کواکب ہیں رسل
وحی کے محتاج وہ سب قلب اُس کا جامِ جم

تھا بدیع الخلق وہ اور حُسن میں ماہ تمام
ہے کب اُن کو میسّر اُس کا سا خُلقِ اعم

تھا شرف میں بدر اور عیدِ سخا کا تھا ہلال
بحر تھا جود و کرم میں وہ ہر سا عالی ہمم

رُعب تھا چہرے کا اُسکے اسقدر تنہائی میں
جیسے ہو کوئی شہنشہ گرد ہو اُس کے حشم

اُسکے مدفن کی ہی مٹی مشک و عنبر سے سوا — اے مبارک وہ جو سونگھے شوق سے خاکِ حرم

اُسکے دندانِ درخشاں کی صفائی سامنے — دُرِّ مکنونِ صدف بھی ہی کہیں درجے میں کم

کہہ رہے ہیں نو فلک شمس و قمر سب برملا — وہ نہ ہوتا پیدا اگر ہوتے نہ پھر تم اور نہ ہم

شبِ میلادِ رسول ؐ

نور اور برکت سے پُر اس کی شبِ میلاد تھی — آیۂ رحمت تھی دنیا کے لیئے اُس کا جنم

پا لیا تھا اہلِ فارس نے فراست سے جبھی — آگیا بس خاتمہ پر اُن کا دورانِ نعم

گر پڑے تھے کنگرے ایوانِ کسریٰ کے کئی — جیسے گھوڑوں سے گرے پھر کے گیو و رستم

خشک پانی ہو گیا دریائے ساوہ کا تمام — تشنہ لب اُس سے پھرے مایوس ہو کر کل عجم

بجھ گئی نارِ مغاں آتشکدوں سے یک بیک — پھرتی تھی حیران فرات اُس رات چھوڑ اپنا شکم

آگ پانی اور پانی آگ یوں سمجھے بن گئے — تاکہ ہو معلوم ہوگا انقلاب آگے اہم

روشنی عالم میں پھیلی۔ اور زبانِ حال سے — کہتے تھے افلاک سب آئے رسولِ محترم

کاہن اُن کے کہہ چکے تھے پہلے ہی ڈنکے کی چوٹ — جتنے باطل دین ہیں اب ہونگے رخصت لاجرم

گر پڑا تھا سرنگوں جیسا کہ ابلیسِ لعیں — منہ کے بل اوندھے گرے اُس رات کے سب صنم

بھاگے پھرتے تھے شیاطین جا بجا اُس رات کو — ابرہہ کے جیسے بھاگے تھے کبھی فیل و حشم

بعد ازاں یا جیسے بھاگے بدر میں کافر تمام — ہاتھ سے پھینکا جب اُس نے سنگریزہ بجوہم

معجزات

پڑھتے تھے تسبیح کنکر مثلِ یونس ہاتھ میں — پھینکتے ہی لنگڑے اُٹھے بھاگا مداے ورم

جب پکارا آپ نے اشجار یا احجار کو — حکمِ رب سے لگ گئیں کہنے زبانیں در قدم

لطفِ حق کا ابر تھا سایہ فگن اُس پر مدام — شدتِ گرما سے جب ہوتے تھے تپتے تھے ہی بہم

انشراحِ صدر اور شقِ قمر ہیں واقعات — شک نہیں اسمیں خدا فرقِ مبارک کی قسم

غار میں یارانِ یکدل جس گھڑی داخل ہوے — ہوگئیں کفار کی آنکھیں بحکمِ حق پٹم

در پہ مکڑی نے وہیں جالا تنا الہام سے — اور کبوتر نے کے بیٹھا بیضہ کو زیرِ شکم
تھی زرہ کی اِن کو پروا اور نہ حاجت قلعہ کی — حفظِ حق کے تھے فرشتے اُن پہ نازل دمبدم
آگیا جو شخص دامانِ حمایت کے تلے — کیا مجالِ دہر جو اُس پر کرے ظلم و ستم
ہوتے تھے بیمار چھونے سے بھلے چنگے جبھی — چھوٹ زنجیرِ مرض سے جاتے تھے صاحبِ سقم
ہو گیا سرسبز جب اُسکی دعا سے سالِ قحط — ہو گیا وہ سال ارزانی میں مشہورِ عَلَم
تھی دعا کی دیر ابر آیا اُمنڈ کر وہ معاً — دشت دریا بن گیا بند ہو لی پی آہ عدم
تھی رسول اللہ کے اسمِ مبارک کی وہ دھاک — شیر بھی جنگل میں کرتا تھا سرِ تسلیم خم

معراج

بدرِ کامل کی طرح تُو نے شبِ معراج کو — رات کو مکہ سے چل کر دیکھا اقصیٰ کا حرم
بیتِ مقدس میں نمازِ با جماعت کی ادا — آپ تھے مخدوم باقی انبیا تھے سب خدم
چیرتی جاتی تھیں افواجِ ملائک آسماں — اور تھا اُس فوج کا دستِ مبارک میں علم
ہر مکان و لامکاں سے ماورا جب بڑھ گیا — یا محمد کہہ کے بولا تجھ سے ربِ ذوالنعم
تاکہ ہو تجھکو میسر وصلِ مخفی بے حجاب — تاکہ ہو تجھ پر عیاں خلوت میں سرِ مکتتم
وہ مراتب قابلِ فخر اُس جگہ تجھکو ملے — جسکے حامل ہو نہیں سکتے ہیں قرطاس و قلم
تھے جو اعدا وہ نہ بدلے دیکھ کر یہ معجزے — ہوگئے تقدیرِ حق سے سب وہ اعمیٰ اور اصم

معجزۂ زندہ یعنی فرقانِ حمید

تو کہ اُمی تھا وہ مخزن ہر طرح کے علم کا — سچ اگر پوچھو تو ہے کیا معجزہ کچھ یہ بھی کم
مدح تیری کی خدا نے اِس لیے قرآن میں — فہمِ انساں سے تھے باہر تیرے اخلاق و شیم
اُس پہ نازل کی خدا نے وہ کتابِ مستند — ہے قدیم اُس کا حدوث اور ہے حدوث اُس کا قدم
ہے زماں کی اور مکاں کی قید سے بالکل بری — گو کہ ذکرِ حشر ہے اُس میں اور احوالِ ارم

برملا قائم رہے گا معجزہ تا حشر یہ — معجزے اور انبیاؑ کے ہوگئے وقفِ عدم
شبہۂ شک احکام میں اس کے نہیں ہرگز ذرا — اس سے بہتر اور ہوگا کون قاضی اور حکم
کیوں کبھی دعوی فصاحت کا کیا تھا جہل نے — امرأ القیس اور سحبان ہیں خجل سب بحقلیم
ہے بلاغت اسکی حافظ و تمنا ان میں سے — جیسے ہوں محفوظ غیر تمند سے کے اہلِ حرم
ہیں ہر اک شعر میں گوہر معانی کے نہاں — دُرِ یکتا سے ہیں بڑھ کے جن کی قیمت کی رقم
ہے دل آویز اور مرغوب اسکا پڑھنا بقدر — بے حقیقت ہیں مقابل اسکے سارے زیر و بم
آنکھ اور دل کو وہ لطف آتا ہے اس کے وِرد میں — قاری و سامع کی افزوں ہے توجہ دمبدم
مومنوں کو یہ عذاب قبر سے دیگا نجات — شعلۂ نارِ جہنم اس سے ہو جائے گا نم
ہیں مثالِ حوضِ کوثر آیتیں تاثیر میں — کھلے سے چہرے بچاتے ہیں بلور و لشم
ہے یہ ایماں کی کسوٹی مثلِ میزان و صرا — روبرو اس کے نہیں رہتے کھڑے ظلم و ستم
خوب سمجھ کا اس کی منکر حاسدِ دین ہے — ہے تجاہل سے یہ سب گر عقل ہے اسکی اتم
روشنی سورج کی اندھے کو نظر آتی نہیں — جانتے ہیں تلخ شیریں آب کو اہلِ سقم
آیتِ کبریٰ ہے وہ پر آنکھ والوں کیلئے — نعمتِ عظمیٰ ہے وہ جانیں اگر ہم مغتنم
ہو مبارک اے مسلمانوں تمھیں یہ قصر دیں — جسکے ہیں توحید و شرع و دیئے مضبوط کھم

جہاد

تیری بعثت کی خبر سے چونک اٹھے تو اعدائے دیں — چونکتے ہیں جیسے کھڑکے سے مواشی اور غنم
جبکہ تعذیب اور شرارت انکی حد سے بڑھ گئی — اور ضعیفوں کو لگے کرنے ہلاک اہلِ ستم
جنگ کا اعلان کیا تو نے بھی حفظِ نفس میں — زور اور تدبیر سے سب کے نکالے پیچ و خم
شاہدِ صادق احد ہے تیرا ہیں بدر و حنین — پشت دیکر کس طرح بھاگا تھا ہر عبدِ صنم
سدِ راہ ان کی ہوئی تیری دعائے بدگر — رہ گئے تیرے صحابہ نے بھگوڑوں کے قدم

صحابہ اور انکی تکمیل

صحابہ جن کی تلواریں سفید اور آبدار
خون سے کفار کے تھیں سرخ مانندِ بقم

تھے سوار ایسے کہ تنگ اور زین کی پروا تھی
پشت پر گھوڑے کی مثلِ میخ جب جاتے تھے جم

نقشبند ایسے سناں سے جسمِ اعدا پر تمام
نقش میدانِ وغا میں وہ کیا کرتے رقم

ہوگئے آخر کو وہ کفار سب اعدائے دیں
تو نے جا کر جبکہ گاڑا سقفِ مکہ پر علم

تیرے نطق و خلق نے کی آنکھ وہ کایا پلٹ
بن گئے خاکِ قدم کرتے تھے پہلے جو ستم

روح تو نے پھونک دی وہ جسم میں اسلام کے
ہوگئی تیری محبت ان کے جسم و جاں میں ضم

باپ نے بیٹے کو جب دیکھا شہیدوں میں پڑا
کہہ کے انا للہ اس نے آنکھ تک بھی کی نہ نم

ماں نے سن پائی اگر بیٹے کے مرنے کی خبر
سب سے پہلے پوچھا یہ ہیں کیسے شاہِ امم

بیوی شوہر کی شہادت پر کیا کرتی تھی ناز
بھائی کو بھائی کے مرنے کا ذرا بھی تھا نہ غم

زخمی یہ کہتا تھا جب پانی پلاتے تھے اسے
میرے ہمسایہ کو دو، مجھ میں ابھی باقی ہے دم

عرضِ حالِ مترجم

نام لیوا تیرے اب گو یا ہیں مسلماں نام کے
پر نہیں تیری محبت دل ہیں کچھ ان کے بھی کم

دیکھ اب بھی تو عیاں ہیں تیری راہِ شوق میں
دشت میں اور کوہ میں عشاق کے نقشِ قدم

ان میں سے سب سے ادنیٰ اور احقر اور اذل
اس قصیدے کا مترجم، عارِ انصار و خدم

یاوہ گوئی میں ہمیشہ عمر ضائع جس نے کی
کی بھی دشمن کی غیبت کی کبھی یاروں کی ذم

خدمتِ اربابِ دنیا میں رہا مشغول وہ
عاقبت کی فکر کی ہرگز نہ اس نے ایک دم

کارہائے دنیوی کرتا رہا اور جہل سے •
آخرت کے کام کو سمجھا کیا ہیچ و سقم

پھنس رہا ہے ہر طرف سے نفس کے پھندے میں وہ
کوہ آ دبے ہیں گر وہ اسکے گناہوں کے اثم

نفس سرکش اسکا پر اب بھی نہیں آتا ہے باز
قبر میں لٹکے ہوئے ہیں اس کے گو دونوں قدم

آسرا بالکل نہیں آتا نظر اسکو کہیں
یاس کے سنتا ہے جب ہر سمت سے صوت و نغم

چھوڑ کر ارث توکل اور قناعت کا عروج
حرص سے دائم رہا جویائے دینار و درم

ہاں مگر باقی شفاعت کی تری امید ہے
تونے فرمایا کہ نیکے بیچ گنہگاروں کی ہے سہم

ہے ترا ہم نام گو اس نام کا شایاں نہیں
نام ہو جس کا محمد حشر کا کیا اس کو غم

نیز ہے ہم نام اس جسنے امت کے لیے
کربلا میں خط شفاعت کا کیا خوں سے رقم

گو ضرورت کچھ نہیں پر عرض کر دیتا ہے یہ
نسبت اسکی ہے ترے صدیق سے بھی منتظم

ثانی اثنین جسنے ہو کے فانی فی الحبیب
محو کر ڈالا تھا اپنے جان و تن کو یک قلم

نسبت اسکی اس لیے تجھ سے نہیں ہے غیر ہی
گو ترے نزدیک سب یکساں ہیں اولاد و خدم

آپ تو وہ ہیں کہ کرتے درگزر بوجہل سے
بدنصیب آکر اگر کرتا سر تسلیم خم

آپ کے خلق و محبت سے نہیں ہرگز بعید
ہو جو عارف پر عنایت سے کبھی چشم کرم

یعنی کھنچ جائیں طنابیں دشت و دریا کی تمام
حاکم حق سے پاس ہو جائیں مدینہ اور حرم

ہو کے حاضر دست بستہ پا بوسی کے سامنے
عرض حال اپنی زباں سے خود کروں بے بیش و کم

عرض حال قوم[1]

پہلے کچھ شکوہ کروں امت پہ کیوں ہے خشم قہر
گرچہ ہیں اعمال سے ہم مستحق ہر ستم

کیا گوارا ہے تجھے؟ ایسی ہو دنیا میں ذلیل
تیری وہ امت کہ تھی اک وقت میں خیر الامم

[1] تمام قوم سے عرض ہے کہ میلاد شریف کے بعد اس عرض حال کو سوز و گداز سے پڑھا کریں ۱۲ مترجم

قعرِ ذلت میں پڑے ہیں خوار اور مسکین ہیں
تاج کسریٰ تخت قیصر جنکے تھے زیرِ قدم

جہل اور افلاس سے ہیں پاشکستہ وہ تمام
جنکے تھے ہاتھوں میں حکمت اور دولت کے علم

نعرۂ توحید سے جنکے تھا لرزاں کل جہاں
اُنپہ کرتے ہیں حکومت حیف عُبّادِ صنم

آچکی ہے تیری امت نرغۂ اعدا میں اب
حملہ آور دشمنانِ دین ہیں مل کر بہم

دشمنوں کے نیزے ہیں اُنکے جگر کی سیدھ میں
اور یہ سرشارِ غفلت بےخبر ہیں یک قلم

کیا گوارا تجکو ہوسکتا ہے؟ میرے منہ میں خاک
خیمہ گاہِ دشمنانِ دین ہو تیرا حرم

التجا تجھ سے کروں بہرِ شفیع المذنبین
اُمتِ عاصی پہ کر اک بار پھر چشمِ کرم

بھیجدے اک بار اُن کو پھر ہماری قوم میں
گردنیں تھیں قیصر و کسریٰ کی جنکے آگے خم

عزتِ اسلام کے بانی جو تھے آغاز میں
اب بھی ہوگا اُن سے ہی شیرازہ اُسکا منتظم

ہے ہمیں درکار پھر فاروقؓ سا عاقل امام
ہے ہمیں درکار پھر اک سعدؓ سا عالی ہمم

ہے ہمیں درکار پھر کرارؓ سا اک پہلواں
ہے ہمیں درکار پھر خالدؓ سا سالارِ حشم

گر انہیں منظور فرقت اپنے آقا کی نہیں
اک صلاح الدین ہی دیدے ہے تجھے حق کی قسم

کفر کی ظلمت کو جو اور ظلم کو کفار کے
زور سے اور نور سے ایماں کے کر دے کالعدم

ایک وہ ہے اپنی اسلامی حمیت سے فقط
جس نے کر ڈالے تھے لاکھوں غاصبوں کے سر قلم

جس نے اپنے دین اور اپنے وطن کے حفظ میں
ایک شب بارہ برس تک پشت کی اپنی نہ خم

نادر و تیمور و محمود و محمد ارسلاں
کیا ترے دربار میں ایسے مسلماں بھی ہیں کم؟

ایک بھی ایسا اگر ہو جائے ظاہر دیکھ پھر
کلمۂ توحید کی برکت سے کیا کرتے ہیں ہم

ورنہ گر روزِ قیامت آگیا ہے اب قریب
بھیج جلد اُس کو کہ ہے جس پر امامت مختتم

جو نہ چھوڑیگا جہاں میں کفر و ظلمت کا نشاں
عدل سے جس کے جہاں ہو جائیگا رشکِ ارم

ہم بھلے ہیں یا بُرے ہیں تیرے کہلاتے تو ہیں
تیرے ہوکے یوں ہوں عاجز کیا ہے کم کچھ یہ ستم

العبد المذنب محمد حسین صدیقی مہی

عرب و انبیائے عرب کا مذہب

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ

حضور ختم المرسلین محمد رسول اللہ علیہ التحیۃ والسلام کے مبعوث ہونے سے پہلے عرب میں پانچ نبی۔ ہود۔ صالح۔ ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ شعیب۔ علی نبینا وعلیہم السلام مبعوث ہو چکے تھے۔ یہ سب انبیا علیہم السلام حضرت موسےٰ علی نبینا۔ اور بنی اسرائیل کو احکام عشرہ کے عطا ہونے سے قبل گذرے ہیں۔ اور چار الہامی مذہب یعنے صابئی۔ ابراہیمی۔ یہوٰدی و عیسوی جاری ہو چکے ہیں۔

۱۔ مذہب صابئی۔ حضرت شیث ؑ اور حضرت ادریس کیطرف منسوب کیاجاتا ہے انکی الہامی کتاب صحیفہ شیث ؑ تہی۔ وہ ہر روز سات نمازیں ادا کرتے تھے۔ سال میں ایک ماہ کا روزہ ان کے ہاں فرض تہا وغیرہ۔ آہستہ آہستہ وہ ستاروں کی پرستش کرنے لگے۔ انہوں نے ہفت ہیکل یعنے معبد سبع سیارگاں کے لیے بنائے اور انکی پرستش کرنے لگے۔

۲۔ مذہب ابراہیمی۔ کی تعلیم تلقین اسلام یعنی خدائے واحد کی پرستش تہی حضرت ابراہیم نے سب سے پہلے اپنے باپ کے بتونکو توڑا۔ پہر خانہ کعبہ کو حضرت اسمٰعیل کے ساتہ مل کر تعمیر کیا۔ کچہ عرصہ تک لوگ خدا پرست رہے پہر رفتہ رفتہ ملک عرب میں بت پرستی کا عام رواج ہوگیا اور ایسے معدوٗد لوگ رہ گئے۔ جو ابہی تک خدائے واحد کی پرستش کرتے تہے اور لوگونکو ایک خدا کی عبادت کے لیے بلاتے تہے۔ یہ لوگ مجدد مذہب کے نام سے پکارے جانے لگے۔ یہ خنظلہ ابن صفوان۔ خالد ابن سنان۔ اسعد

ابو کرب قیس۔ ابن صیداہ۔ وغیرہ ہیں۔ لیکن ان کی آواز نقارخانہ میں طوطی کی آواز سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی۔ ان کے خاتمہ کے بعد عرب میں کوئی منادی کرنے والا بت پرستی کے خلاف نہ رہا۔

۳۔ مذہب یہودی۔ عرب میں پانچ صدی قبل حضرت مسیح جاری ہوا اس طرح کہ یہودی مذہب کے لوگ بخت نصر کے ظلم سے بھاگ کر عرب میں پناہ گزیں ہوئے اور قبیلہ کنانہ۔ حارث ابن کعب اور کندہ کے بعض لوگ اس مذہب میں شامل ہو گئے۔ ۳۴۵ قبل مسیح یمن کے بادشاہ ذو نو اس حمیری نے مذہب یہود قبول کیا۔ اول اول۔ یہ لوگ بت پرستی کے بڑے زور سے مخالف رہے۔ لیکن آہستہ آہستہ عرب کی تاریکی نے ان کو بھی بت پرست بنا دیا چنانچہ یہودیوں نے حضرت ابراہیمؑ کی مورت خانہ کعبہ میں رکھی اور تصویروں اور مورتوں کے احترام کو جائز سمجھنے لگے +

۴۔ مذہب عیسوی۔ ملک عرب میں تیسری صدی عیسوی میں جاری ہوا۔ یہ لوگ بھی یہودیوں کی طرح بھاگ کر اولاً مقام نجران میں آباد ہوئے۔ جن کی وساطت سے بعض لوگ عیسائی ہو گئے۔ لیکن کثیر باشندے یعنی قبائل۔ حمیر۔ غسان۔ ربیعہ۔ تغلب۔ بحرد۔ تونخ۔ طی۔ تودیہ۔ اور حیرہ۔ بت پرستی ہی پر جمے رہے۔ لیکن ان تھوڑے سے عیسائیوں میں بھی بت پرستی پہنچ گئی۔ اور انہوں نے یہودیوں کی طرح حضرت مریمؑ کی تصویر مع حضرت عیسےٰ خانہ کعبہ کی دیوار پر کھینچی۔ اہل عرب میں ہر ایک قوم کو اپنے اپنے معبود خانہ کعبہ میں رکھنے کی اجازت تھی۔ اس لیے یہودی اور نصرانی اپنے معبودوں کو خانہ کعبہ میں بلا مزاحمت رکھ سکے۔

انسان فطرتاً مذہب کو ماننے والا پیدا ہوا ہے۔ اگر وہ معبود حقیقی سے

ناواقف ہوگا۔ تو مجازی معبود اپنے لیے بنائیگا۔ چنانچہ اہل عرب نے آفتاب۔ مہتاب سیارگان۔ بروج۔ ملائکہ ارواح وغیرہ کو مرتبہ الوہیت دے رکھا تہا۔ اوران کی پرستش کرتے تہے۔ قدیم باشندگان عرب یعنی قوم عاد۔ ثمود۔ جدیس عملیق وغیرہ یہ سب بت پرست لوگ تہے۔ ان کے معبود ہبل ود۔ سواع۔ یغوث نسر عزیٰ۔ لات۔ منات۔ نائلہ وغیرہ تہے۔ جن میں سے بعض خانہ کعبہ میں خدا بنے بیٹھے تہے۔ کعبہ میں ان کے علاوہ حضرت ابراہیمؑ کی مورت بہی خدائی حیثیت رکہتی تہی۔ اور حضرت عیسےؑ اور حضرت مریمؑ کی تصویریں بہی زیور الوہیت سے آراستہ خانہ کعبہ پر رکھی ہوئی تہیں۔

خانہ کعبہ کے مثل دو اَور معبد بنائے گئے تہے۔ ایک قبیلہ غطفان نے عرب میں اور دوسرا یمن میں قبائل خثعم اور بجیلہ نے بنایا تہا۔ انمیں بہی مانند خانہ کعبہ بتوں کی پرستش ہوتی تہی۔ گویا دنیا میں قبل بعثت ختم المرسلینؐ تین کعبے موجود تہے۔ ان میں سے اول کو زہیر شاہ حجاز نے چھٹی صدی عیسوی میں توڑا۔ اور دوسرے کا جریر نے زمانہ سرور کائناتؐ میں ہمیشہ کے لیے خاتمہ کردیا۔ اور وہی اللہ کا مبارک گہر لوگوں کی مذہبی ہستی کی بقا کیلئے باقی رہ گیا اس راز کی حقیقت کو آیت قرآنی وجعلنا الکعبۃ قیاما للناس نے اچھی طرح سے سمجہایا۔

چنانچہ قبل بعثت خاتم النبیین۔ ملک عرب کی یہ مذہبی حالت تہی۔ خدا کا کلام اور اس کے احکام طاق نسیاں پر رکہہ دیے گئے تہے۔ اور مختلف مذاہب کچہ ایسے خلط ملط ہوگئے تہے کہ کوئی مذہب بہی اپنی صورت اصلیہ پر قائم نہیں رہا تہا۔ اور بت پرستی نے اُس خدا کے گہر میں پورے طور پر دخل کرلیا تہا۔ جسکو حضرت ابراہیم واسمٰعیل نے خداوند واحد کا نام لیکر تعمیر کیا تہا۔ تو غیرت الٰہی نے ایک ایسا زبردست بت شکن یعنے (ریونیورسل ریفارمر) پیدا کیا۔ جس نے نہ صرف مثل

ابراہیمؑ اپنے مورثوں کے بتوں کو بلکہ تمام عرب کے بتوں کو ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کر کے جہالت و کفر کی تاریکی کو عرب و عجم سے نسیاً منسیاً کر دیا۔ اور اس طرح انسانوں کو بت پرستی سے چھڑا کر (جس نے ازروئے تمدن و اخلاق ان کو غلام بلکہ حیوان بنا رکھا تھا) اور تمام قیود باطلہ سے بچا کر آزاد کر دیا۔ اور ساتھ ہی تمام دنیا کے مذاہب پر جو ظلمت میں ڈھکے ہوئے تھے۔ روشنی ڈال کر انکو ایک طرف اوہام باطلہ سے الگ کیا اور دوسری طرف اس رشتہ مذہب الٰہی کو جسکا مبدا ار وہی ایک احکم الحاکمین تھا پھر اسی کے ساتھ شامل و واصل کر دیا۔

اسلام مذہب الٰہی۔ اسلام تکمیلی صورت میں حضور محمدؐ رسول اللہ صلعم کی ذات ستودہ صفات سے ۵۷۰ برس بعد عیسےؑ ۔ ام البلاد۔ عرب یعنی ناف عالم سے ظاہر ہوا۔ جسکی نورانی شعاعیں اطراف و اکناف عالم میں آفتاب کی مانند ؎ پھیل گئیں۔ یہاں تک کہ ایک عالم کو اس نے اپنا مسخر و ممنون احسان بنا لیا۔

اللھم زد ضیاء الاسلام فی قلوبنا وثبت اقدامنا علی صراطک المستقیم۔ اللھم انصر من نصر دین محمد واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد۔ ولا تجعلنا منھم۔ آمین

مطلوب احمدؐ

سکرٹری انجمن اصلاح المسلمین و ندوۃ الاحباب دہلی

؎ حال کی مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تمام دنیا کی آبادی جسمیں تمام مذاہب شامل ہیں ایک سو چھتیس کروڑ ہے جس میں سے صرف اسلام کی آبادی بحساب تحقیقات انگریزی ساڑھے اٹھائیس کروڑ ہے۔ یعنی اسلام کی آبادی تمام روئے زمین کی آبادی کا پانچواں حصہ ہے۔ ۱۲

۷۸۶

غزلیاتِ حسن

آنکہ تا طیبہ فراسنگ شمر دخامی ہست — زانکہ دوری پئے رہرو ہمہ اکرامی ہست

پیش شاہنشہ طیبہ بادب باش و بگو — اے صبا از من فرقت زدہ پیغامی ہست

رہرو اہل نظر در رہ طیبہ گویند — رشکِ صد صبح بدیدیم کہ ہر شامی ہست

العطش العطش اے ساقی ما بخل مدار — تفتہ جانیم اگر دُردِ تہ جامی ہست

یارب از باب اجابت ز کرم مقروں دار — از ادب دور دعائے کہ با برامی ہست

وصل کعبہ شدہ و فائز طیبہ گشتم — اللہ اللہ چہ احسان و چہ انعامی ہست

پائے رفتار شکست و پر پرواز بریخت — چہ کنم قصر شہے راکہ در و بامی ہست

حسن انجام بآغاز ہمہ مربوط است — وائے بر عشق کہ بیچارہ بد انجامی ہست

اے دلا از غمکدۂ ہند سوئے طیبہ بپر — کہ در آنجا ہمہ آسایش و آرامی ہست

ہمہ نعمت ز حریصان شکم بندہ رسید — عاشق تفتہ جگر خون دل آشامی ہست

حسن نپرسد کہ در مجلس الور محبوس
خواجہ را بندۂ دلخستہ حسن نامی ہست

دیگر

عرب چہ دلکش و دلچسپ دلربائی ہست — چہ خوش گوار تریں آب و خوش ہوائی ہست

باہل دولت و ثروت باہل جاہِ عرب — بہ بندِ ہند کہ گوید کہ بے نوائی ہست

ہوائے طیبہ چہ گوید چو من ہوا داری — چہ روح پرور و جاں بخش و جانفزائی ہست

چہ بخت مند بود رہروی کہ تا طیبہ — ز فرخئے رہش خضر و رہنمائی ہست

بحل عقدۂ دشوار ناامیدی نیست	مرا کہ رحمت عالم گرہ کشائی ہست
در راہ شوق مدینہ دگر چہ خواہد بود	لبیکہ کہ دلی ہست و مدعائی ہست
نے وصال گراں از ریش مگو اما	مریض ہجر عرب راہمیں دوائی ہست
زراہ دوست چہ پرسی کہ نزد بے گانہ	فضائے جنت ما وشت کربلائی ہست
چو جذبہ کرمش دیدہ موکشاں آورد	کہ دور گرد محبت نگر دعائی ہست
بعشق گلشن طیبہ وظیفۂ صلوٰۃ	برائے بلبل ہندی چہ خوش نوائی ہست
بشوق طیبہ ہندوستاں چہل سالست	کہ گرم رہروی در شکستہ پائی ہست
رسد بمنزل مقصود گر عجب نبود	کہ رہنمون ورد ہم بش خدائی ہست

ق

بشان طیبہ کہ گوید حسن کہ خند بیدہ
بہند سایل لطفت شہا گدائی ہست

حسن از الور

درگاہ قدم شریف

شاہجہاں آباد کے وہ کھنڈر اور عمارتیں جو آجتک مٹنے والوں کے نام تازہ کر رہی ہیں شہر پناہ سے باہر نکلتے ہی گرد وپیش اپنے دکھائی دیتے ہیں گو شہر پناہ کا بہت سا حصہ مسمار ہوگیا۔ مگر اب تک اس کے نشانات باقی ہیں ترکمان دروازہ سے باہر نکلکر جی آئی پی کی لائن کو عبور کرکے ہم ایک ایسے مقام پر پہونچتے ہیں جہاں چار دل طرف شہر خموشاں آباد ہے اور جو قدم شریف کے نام سے مشہور ہے عمارت ہر چہار طرف سنگین اور پختہ دیواروں سے محصور ہے گو سلسلہ قبور باہر سے شروع ہوجاتا ہے۔ مگر اندر پہونچکر جو قبر خصوصیت کے ساتھ نظر آتی ہے وہ شہزادہ فتح خاں کی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۲۱)

امت سے رسول ﷺ کا الوداعی خطاب اور وفات

حضور سرور کائنات ﷺ کا معمول تھا کہ رمضان المبارک میں دس روز تک اعتکاف میں رہتے سنہ ۱۰ھ کے رمضان شریف میں حضورؐ خلاف معمول بیس یوم تک اعتکاف میں رہے دریافت کرنے پر آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو اس غیر معمولی قیام کیوجہہ یہ بتلائی کہ عزیزہ اب زمانہ وصال نزدیک ہے خدا جانے اگلے برس کیا ہو۔ تقریباً اسی مہینہ میں یعنے وفات سے چھ ماہ قبل سورہ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی۔ اس سورۃ کے نزول کے بعد سے کلمات رحلت آپ کی زبان مبارک پر کثرت سے آنے لگے۔ شوال اور ذیقعدہ کے مہینوں میں آنحضرت معبود حقیقی کے وصال کے اشتیاق کا اظہار فرماتے رہے کہ بقرعید کا مہینہ آن پہونچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا او اطراف واکناف میں اس کی اطلاع کرادی۔ چنانچہ اس خبر کے مشتہر ہوتے ہی انبوہ کثیر مدینہ منورہ میں جمع ہو گیا۔ چونکہ یہ حج آنحضرتؐ کا آخری حج تھا اور اس میں آپ نے امت سے کلمات تودیع فرماے تھے اس لیے اس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ الغرض ایک انبوہ کثیر کے ساتھ حضورؐ سے روانہ ہوئے اثنائے راہ میں خلقت جوق درجوق اس متبرک قافلہ کے ساتھ ہوتی گئی۔ مقام ذی حلیفہ پر آپ نے احرام باندھا اور یہیں سے لبیک اللھم لبیک کا پرتاثیر نعرہ بلند فرمایا اور احرام باندھے ہوئے علی الصباح نور ظہور کے وقت کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے۔ نویں ذی الحجہ کو عرفات میں تشریف لائے تمام میدان بندگان خدا سے پٹا پڑا تھا اور ایک لاکھ

چوبیس ہزار کا مجمع حکم الٰہی کی تعمیل کے لیے حاضر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی پر چڑھکر خطبہ کا آغاز فرمایا۔ وھو ہذا۔

لوگوں! میں خیال کرتا ہوں کہ آیندہ میں اور تم پھر کبھی اس جگہ اکٹھے نہ ہوں گے۔ یاد رکھو کہ ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے وہ تم سے تمہارے کاموں کا محاسبہ کرے گا کہیں گمراہ نہ ہو جانا یہ نہ ہو کہ تم میں پھوٹ پڑ جائے۔ میں جاہلیت کی ہر ایک بات کو پامال کرتا ہوں اور نیز اس زمانہ کے تمام قتلوں پر بھی پانی پھیرتا ہوں سب سے پہلے میں خود ربیعہ بن الحارث کا خون بہا لینے سے ہاتھ اٹھاتا ہوں جو میرے قبیلہ کا شخص تھا اور ہذیل کے ہاتھ سے مارا گیا۔ زمانہ جاہلیت کے سود کو بھی مٹاتا ہوں اور خود عباس بن مطلب کا سود سب کا سب چھوڑتا ہوں جو میرا عزیز تھا۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو کھلاؤ اور پہناؤ عزیزوں میں تمہارے پاس وہ چیز چھوڑتا ہوں جس پر عمل کرنے سے تم کبھی برباد نہ ہو گے وہ چیز کتاب اللہ ہے۔ یہ بھی سن رکھو کہ میرے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی امت خدا کی عبادت کرو پنجگانہ نماز پڑھو روزے رکھو۔ زکوٰۃ دو فریضہ حج کو بجا لاؤ اور اپنے حکام کی اطاعت کرو اس کے صلہ میں تم کو جنت ملے گی۔

حاضرین! ذرا بتاؤ تو سہی کہ قیامت کے دن جب تم سے میری نسبت پوچھا جائیگا تو کیا جواب دو گے سب نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم اسبات کی شہادت دیں گے کہ آپ نے احکام الٰہی ہم تک

پوہنچائے اور حق رسالت ادا کیا آنحضرتؐ نے اپنی انگلی آسمان کیطرف اوٹھائی اور پھر مجمع کیطرف جھکا کر فرمایا خدایا اُن سے تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں۔

جب حضورؐ خطبہ سے فارغ ہوئے تو آیت الیوم اکملت لکم دینکم کا نزول ہوا یعنے آج میںنے تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر دیا۔

الغرض آنحضرتؐ ایک لاکھ چوبیس ہزار برگزیدہ بندوں کے سامنے الوداعی کلمات بیان فرماکر مدینہ منورہ کو مراجعت فرما ہوئے۔

اوائل ماہ صفر ۱۱ھ میں نبی اللہ نے سفر آخرت کی تیاری اس طرح شروع کی کہ جملہ مہاجر اور انصار کو جمع فرماکر خطبہ ذیل سنایا:۔

لوگوں مرحبا خدا تمہارا محافظ اور نگہبان تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں وہ تمھیں نیک توفیق عطا فرمائے۔ مدارج اعلیٰ پر پہونچائے۔ اور ارضی و سماوی آفات سے بچائے۔ تم کو خدا پرستی کی نصیحت کرتا ہوں اور غضب الٰہی سے ڈراتا ہوں امید ہے کہ تم بھی اپنے جانشینوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے رہوگے۔ موقع ہے کہ تم سرکشی تکبر و غرور کو بندگان خدا اور ملک خدا میں نہ پھیلنے دوگے۔ آخرت میں وہ ہی سرخرو ہوں گے جو دنیا میں عجز و انکساری سے بسر کریں گے۔ مجھے اس کا تو خیال نہیں کہ تم مشرک ہوجاؤگے ہاں ڈر ہے تو یہ کہ کہیں تم میں تفرقہ نہ پڑجائے اسی فتنہ نے تم سے پہلی امتوں کو برباد کیا تہا۔ آخر میں فرمایا سلام تم پر اور ان سب پر جو اب سے لے کر قیامت تک اسلام کے ذریعہ سے میری بیعت میں داخل ہوں +

۲۹ صفر یوم دوشنبہ سلاھ کو آنحضرت کی طبیعت ناساز ہوئی علاوہ تیز بخار کے سر میں درد بھی تھا حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ آنحضرت جب علیل ہوئے تو یہ دُعا پڑھ کر ہاتھوں پر دم فرماتے اور ہاتھ جسم پر پھیر لیتے تھے +

اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء

الا شفاءک شفا لا یغادر سقما۔

اس مرتبہ آپ نے یہ دُعا نہ پڑھی اور جب میں نے دعا پڑھکر آپ کے ہاتھوں پر پھونک کر چاہا کہ ہاتھ جسم مبارک پر پھیروں تو آپ نے ہاتھ پرے ہٹائے۔ علالت کے چودہ دنوں میں سے گیارہ دن تک حضور خود مسلمانوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ گیارھویں روز عشا کے وقت تین دفعہ ہمت باندھی مگر تینوں بار غشی طاری ہوگئی۔ حکم ہوا ابوبکر صدیق رض نماز پڑھائیں۔

گھر میں جو کچھ تھا سب راہِ مولا میں دے دیا۔ چنانچہ جس رات کی صبح کو وفات ہوئی ہے اس رات کو حضرت عائشہ رض نے ایک پڑوسن سے جلانے کو تیل مستعار منگوایا تھا۔ رسول اللہ نے اس روز جو حضور کی دنیاوی زندگی کا آخری روز تھا صبح کے وقت حجرہ مبارک کا وہ پردہ جو مسجد کی جانب پڑا ہوا تھا ہٹایا دیکھا کہ صفیں آراستہ ہیں اور مسلمان نماز میں ہیں یہ نظارہ چونکہ آپ کی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ اس کی دید نے چہرۂ اقدس پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا کردی اور آپ نے یہ نماز حضرت ابوبکر صدیق رض کا مقتدی بنکر ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ پر پھر دنیا میں دوسری فرض نماز کا وقت نہیں آیا۔ جب حالت نزع طاری ہوئی تو آپ نے ایک پیالہ پانی سے بھروا کر سرہانے رکھوا لیا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد آپ اس میں سے دست مبارک کو تر فرماکر

چہرہ مقدس پر پھیرتے اس حالت میں بھی حضور سب کو پند نصائح فرماتے رہے آخری الفاظ جو زبان مبارک سے نکلے وہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ اور اللہم الرفیق الاعلیٰ تھے اس کے بعد آنکھ کی پتلی پھر گئی اور ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ روز دوشنبہ کو بعمر ۶۳ سال قمری بوقت چاشت جسم اطہر سے روح منور نے پرواز کی

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس حادثہ جانکاہ پر یوں نوحہ فرمایا:-

دریغا وہ نبی جس نے فقیری کو امیری پر و درویشی کو تونگری پر ترجیح دی۔ صد حیف وہ دین پرور جو گنہگار امت کی فکر میں کبھی تمام رات چین سے نہ سویا جس نے نہایت استقلال کے ساتھ اپنے نفس سے محاربہ کیا جس نے ممنوعات کو ذرا بھی نظر التفات سے نہ دیکھا جس کے احسان کے دروازے کسی کے لیے بھی کبھی بند نہ ہوئے۔ جو باوجود مخالفین کی ایذا رسانی کے کبھی اپنے دل پر میل تک نہ لایا جس کے موتی سے دانت پتھر سے توڑے گئے۔ جس کی نورانی پیشانی کو زخمی کیا گیا جس نے کبھی دو دن برابر جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ حسرتا وہ نبی آج دنیا سے رخصت ہوا۔"

حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ نے مل جل کر آپ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفنایا پہلے کنبہ والوں نے پھر اور لوگوں نے ازاں بعد عورتوں نے اور سب سے پیچھے بچوں نے نماز جنازہ پڑھی اس نماز میں کوئی امام نہ تھا۔ حجرہ شریف چونکہ تنگ تھا اس لیے دس دس آدمی اندر جاتے اور جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے تو اور دس آدمی اندر جاتے یہ سلسلہ لگاتار جاری رہا۔ اور اسی لیے تدفین مبارک شب چہارشنبہ کو انتقال کے ۳۲ گھنٹے بعد عمل میں آئی۔

حیات مستعار کا لازمی نتیجہ موت ہے جس سے کوئی ذی روح نہ بچا اور نہ بچ سکیگا
کارخانہ قدرت کے نیچے تلے قوانین ہر متنفس کا رشتہ حیات ایک نہ ایک دن
ضرور منقطع کریں گے۔ پیر پیغمبر۔ ولی۔ نبی۔ راجہ۔ پرجا۔ ادنیٰ۔ اعلیٰ۔ کیا چھوٹا
کیا بڑا سب پر قدرت کا ایک کلیہ حاوی ہے۔ مبارک ہیں وہ زندگیاں
جن کی خوشبوؤں سے عالم امکان معطر ہے۔ جن کا زمانہ قیام دنیا کے
لیے خیر و برکت تھا جن کی خاک کا ہر ایک ذرہ گوہر آبدار کیطرح چمک رہا ہے
خلوص و صداقت کے شیریں چشمے ان کے لگائے ہوئے پودوں کو
سرسبز و شاداب کر رہے ہیں۔ جن کے کارناموں کی درخشندگی چودھویں
رات کے چاند کو ماند کرتی ہے اور جو ایسے گلہائے رنگین سے مزین
و آراستہ ہیں کہ قیامت تک نہ مرجھائیں گے وائے بر حال ما کہ
زندگی میں کوئی نیک کام نہ بن پڑا۔ حسرتا کچھ بھی نہ کیا جیئے تو بے سود
مرے تو مردود نہ فاتحہ نہ درود۔ غرض کے بندے بنے ہوئے ہیں تن پروری
کو مقصد حیات سمجھ کر وقت برباد کرتے ہیں۔ اور اسی کو سب سے بہتر
اصول زندگی جان کر مدت حیات گزارتے ہیں۔ دنیا فانی کی ہر ایک
بات میں دل لگایا اور فکر عقبےٰ کبھی نہ کی۔ زندگی میں دُر دُر پھٹ پھٹ
کی بوچھاڑیں ہیں اور مریں گے تو بزم دنیا ہم پر ہنسی اڑائیگی۔

محمد فضل احمد شیدا

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۱۱)
جس کے اوپر سرور کائنات حضور انور کا نقش قدم ہے۔
قدم مبارک کے متعلق مختلف روایتیں ہیں لیکن سب سے معتبر یہی کہ (دیکھو صفحہ ۱۲۲)

تضمین بر غزل مولانا جامی علیہ الرحمۃ

از خسروِ سخن مولانا امیر مینائی لکھنوی خلد آشیاں

روبدرگاہِ تو اے عالم پناہ آوردہ ام
چوں خطِ اعمال خود روئے سیاہ آوردہ ام
چشمِ شرم آلود و قلب عذر خواہ آوردہ ام
یا شفیع المذنبیں بارِ گناہ آوردہ ام
بر درت ایں بار پشتِ دوتا آوردہ ام

نور رحمت سے ہوئی شام ایک عالم کی سحر
ساری ظلمت دور ہو جائے ادھر بھی اک نظر
پیر عاصی ہوں ترحم چاہیے اس ضعف پر
چشمِ رحمت برکشا موئے سفیدِ من نگر
گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام

دور ہو نزدیک ہو اپنا ہو یا بیگانہ ہو
پرورش منظور ہے رحمت سے سب کی آپ کو
کیا کروں ظاہر رفاقت یہ سخن ہے گو مگو
آں نمی گویم کہ بودم سالہا در راہِ تو
ہستم آں گمرہ کہ اکنوں رو براہ آوردہ ام

قلب محزوں چشمِ پُر خوں اشک گرم آہ سرد
سینہ مجروح دستِ رعشہ دار روئے زرد
تیرگی غم پریشانی دل مانند گرد
عجز و بیخویشی و درویشی و دلریشی و درد
ایں ہمہ بر دعوی عشقت گواہ آوردہ ام

آسماں برگشتہ میرے خون کی پیاسی زمیں
حرص دولت حرص زر با حد ہے ہو شمشیر کیں
دیدہ دل مائل حسنِ بتانِ نازنیں
دیو رہزن در کمیں نفس و ہوا اعدائے دیں
زیں ہمہ با سایۂ لطفت پناہ آوردہ ام

منفعل ہوں منفعل ہوں منفعل ہوں میں شہا
لاتعد عصیاں معائب ہیں مرے بے انتہا

عذر بدتر جرم سے پھر کیا کہوں اسکے سوا — گرچہ رفت معذرت بگذشت گستاخی مرا
کردہ گستاخی زبانِ عذر خواہ آوردہ ام

کیا کہے تجھ سے امیر تشنہ بیدائے ہیچ — جز متاعِ جرم کیا ہے مایہ دوکانِ ہیچ
مدتوں مانند جامی ہو گئے سرگردانِ ہیچ — بستہ ام بر رحمتِ کرگ خلیلے زخارستانِ ہیچ
سوئے فردوس بریں بستہ گیاہ آوردہ ام

امیر مینائی۔ مرحوم و مغفور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۱)

یہ پاک قدم عہد فیروز شاہ میں آیا شہزادہ فتح خاں چونکہ اسکی عظمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتا تھا اور شب و روز اسکی زیارت سے مشرف ہوتا تھا اس لیے اس نے وصیت کی کہ مرنے کے بعد یہ مبارک قدم اس کے سینہ پر رکھدیا جائے۔

چنانچہ اس کے انتقال کے بعد یہ وصیت پوری کی گئی۔ اور قبر کے اوپر ایک پختہ عمارت بنادی گئی۔ جس کے گرد مدرسہ مکانات اور مسجد تعمیر ہوئی۔ قبر کے اوپر سنگ مرمر کا کٹہرا ہے جس میں پانی بھر کر قدم مبارک کو دھوتے ہیں اور یہ تبرک عام طور پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ عقیدہ یہ ہے کہ پائی قدم شریف کا آب حیات ہے۔ ماہ ربیع الاول میں بارہ تاریخ تک علی العموم اور بارہویں کو بالخصوص ایک میلہ لگتا ہے جس میں دور دور کے مشائخ آکر جمع ہوتے ہیں اس قصبہ پر ہزار ہا فقیر جو ملنگ کہلاتے ہیں آکر جمع ہوتے ہیں وہ شہر بھر میں دھمال کرتے ہیں اور بھیک مانگتے ہیں یوں تو درگاہ کے کئی دروازے ہیں مگر خاص دروازہ پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

نہ ہے گم کرداں رہنمائے محمد — ہدایت دہندہ بدائے محمد
منم از سگانِ سگِ کوئے او — شدہ شیرواں از گدائے محمد

دہلی میں اسی مقدس مقام پر عید میلاد منائی جاتی ہے (نظام المشائخ)

حیات النبیؐ

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

ہادی برحق اور مرشد کامل ہمارے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ہے جب حضور والا انوارستان اعلیٰ میں تشریف رکھتے تھے تو ملایکہ اور کروبی اور عالم ملکوت اور ارواح کی تعلیم و ہدایت میں مشغول تھے جب اس خاکدان دنیا میں رونق افروز ہوئے تو جن و انسان کا تو کیا ذکر ہے۔ چرند۔ پرند۔ اور ننھی چیونٹیوں تک کو دولت توحید سے مالامال کر دیا۔ اب جس دن سے عالم برزخ کو سدھارے ہیں وہاں کی رنگارنگ مخلوق کو فیض یاب فرما رہے ہیں حضور کی زندگانی بھی عجائبات سے لبریز تھی اور آپ کی وفات بھی لاکھ معجزوں کا ایک معجزہ ہے انک میت وانھم میتون ؕ میں جو خداوند تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمایا۔ اور عوام الناس کو الگ میت کہا۔ اس میں یہی راز ہے کہ آپ کی موت اور ہماری موت میں زمین آسمان کا فرق ہے ہماری موت ایسی جیسے چراغ گل ہو کر اس کی روشنی فنا ہو گئی اور حضور کی وفات ایسی جیسے سکنڈ اور فرسٹ کلاس ریلوے گاڑیوں کا برقی لیمپ جس کے چاروں طرف سیاہ بانات کا غلاف لگا ہوتا ہے اور اشارہ کے ساتھ لیمپ کو وہ اپنے آغوش میں چھپا لیتا ہے۔ مسافر جانتے ہیں لیمپ گل ہو گیا۔ مگر لیمپ بدستور اندر روشن ہوتا ہے۔ جب پردہ سرکائیے گا وہی نور وہی تجلی پائیے گا ؎

زیر دامن رخ روشن نہ چھپے گا ہرگز
ماہ پردے میں کتاں کے کہیں پنہاں ہوگا

محی الدین اورنگ زیب عالمگیر نے ایک دن اپنے اوستاد ملا جیون صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا حضرت یوں تو عاقبت کے سارے مرحلوں سے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ مگر قبر کی اندھیری کی مجھے بڑی فکر ہے اس کے تصور سے میرا کلیجہ کانپتا ہے جہاں نہ شمع ہے نہ چراغ ہے وہاں کیونکر گزرے گی۔ ملا صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ اورنگ زیب اس ڈر کو اپنی جی سے نکال ڈالو۔ کیونکہ جسدن سے آفتاب رسالت نے مدینہ کی اچھوتی زمین میں غروب فرمایا ہے زمین کا اندرونی طبقہ مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک روشن ہو گیا ہے۔ وہاں اندھیرے کا کیا کام ہے۔ اسیواسطے خواجہ حیدر علی آتش نے کہا ہے ؎

یہ اُس رشکِ مسیحا کا مکاں ہے
زمیں جسکی چہارم آسماں ہے۔

اسکی نسبت خداے تعالی ارشاد فرماتا ہے۔ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور ط یعنے ہمارے حبیب کی اور اُس کے روضہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لیمپ۔ لیمپ کے اندر گلاس کی شفاف چمنی۔ چمنی کے اندر گیس روشن پھر گیس اوس روغن زیتون سے بنایا گیا ہے جو نہ شرق میں پیدا ہوا ہے نہ مغرب میں پھر اُس گیس کو آگ دکھانے کی ضرورت نہیں ہے وہ آپ ہی آپ جلتا ہی کیونکہ وہ نور ہی نور ہے۔ لیمپ سے آپ کا گنبد شریف اوس میں چمنی ستارہ کی طرح چمکتی ہوئی آپ کا جسم نازنین گیس سے مراد آپ کی روح پاک ہے۔ پھر نور علی نور کہہ کر یہ خدشہ بھی مٹا دیا کہ آپ کا جسم مبارک اربعہ عناصر معمولی سے نہیں بنا ہے بلکہ وہ بھی نور ہے۔ حضور والا سبز پہ وہ ڈالے روضۂ مقدسہ میں تخت ناز پر جلوہ گستر ہیں

اور اپنی غریب اور گنہگار امت کی فریاد عاشقوں کا درود توجہ سے سنتے ہیں اور فرماتے ہیں علمی بعدی فانی کعلمی فی حیاتی ۔ جس حجرہ میں حضور آرام کرتے ہیں اوسکی دیوار کے پیچھے ہمسایہ نے کھونٹی گاڑی جسکی آواز حضرت عائشہ صدیقہ نے سنی آپنے فوراً ہمسایہ کو بلا کر فرمایا بھائی میاں کیا تم نے رسول اللہ کو سچ مچ مُردہ تصور کیا ہے جو تم نے بے دھڑک کھونٹی گاڑی اور یہ خیال نہ آیا کہ جب قبر کے اندر یہ دہم دہم حضور کے کان میں پہونچے گی تو آپ کے نازک دماغ کو کیا تکلیف ہوگی کیا تم نہیں جانتے کہ آپ حیات ابدی ہیں اٹھواڑہ میں دوبار آپ کے روبرو ساری امت کے اعمال نامے پیش ہوتے ہیں اور آپ ایک ایک امتی کے کاغذ کو ملاحظہ فرماتے ہیں ۔ قیامت کے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پروردگار عالم کا حکم ہوگا ۔ کہ تم اور اسرافیل ملایکہ کی فوج اور براق کی سواری شاہانہ تاج اور لباس لیکر ہمارے حبیب کے روضہ پر حاضر ہوکر اونہیں خواب ناز سے بیدار کرو اور آراستہ پیراستہ کرکے ہمارے پاس لاؤ حضرت جبرئیل اور حضرت اسرافیل آسمان سے اوترکر زمین پر آئیں گے تو معلوم ہوگا زمین کا سطح کسی خورشید نگار معشوق کے رخسار کیطرح مشرق سے مغرب تک صاف مصطفےٰ ہے کوئی پیڑ رہے نہ پہاڑ ہے نہ کوئی پشتہ ہے نہ ٹیلہ ہے نہ اونچا ہے نہ نیچا ہے ۔ حضرت جبرئیل حضرت اسرافیل سے کہیں گے زمیں پر نہ کوئی مقبرہ دکھائی دیتا ہے نہ مرقد حضور کی تربت شریف کا پتہ کیونکر لگے گا ۔ اسرافیل کہیں گے بھائی میں خود اسی حیرت میں ہوں چلتے چلتے یہ ایک ایسی زمین پر پہونچ جائیں گے جہاں نور کا ایک منارہ کھڑا ہوگا اور منارہ کی چوٹی آسمان تک پہونچی ہوگی ۔ منارکی چمک دمک دیکھکر دونوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی ۔ جبرئیل اسرافیل سے کہیں گے غالباً اسی جائے حضور کی آرام گاہ ہے حضرت اسرافیل کہیں گے میرا دل بھی یہی کہتا ہے تم دستک دیکر حضور کو خواب راحت سے

جگاؤ کیونکہ انکو انبیاء علیہم السلام کے مزاج میں ہمیشہ سے در خور ہے۔ بارہ بار حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ہو بیالیس بار حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سرکار میں پیغام الٰہی سے گئے ہو۔ چار سو بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آستانہ میں تم نے باریابی پائی ہے چوبیس ہزار مرتبہ محبوب رب العالمین خاتم المرسلین کی خدمبوسی تم نے کی ہے۔ جبریل کہیں گے یہ ٹھیک ہے مگر روحوں کا جگانا اور اٹھانا تمہیں سے متعلق ہے۔ ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الیٰ ربھم ینسلون اسرافیل کہیں گے یہ بجا ہے مگر تمھاری آواز کے ساتھ حضور والا مانوس ہیں بہتیں کو حضرت کا جگانا مناسب ہے۔ مانوس کا لفظ سنکر حضرت جبریل رونے لگیں گے اور انکی نورانی آنکھوں سے موتیوں کی لڑیوں کیطرح آنسو بہنے لگیں گے حضرت اسرافیل کہیں گے خیر ہے بھائی تم کیوں روتے ہو حضرت جبریل کہیں گے میں حضرت کے بیدار کرنے سے اس لیے ہچکچاتا ہوں کہ میں اگر آپ کو جگاؤں گا تو آپ آنکھ کھولتے ہی اپنی امت کا حال دریافت فرمائیں گے۔ کیونکہ آپ کو اپنی امت بہت پیاری ہے۔ آخر کار حضرت جبریل و حضرت اسرافیل بہت ادب کے ساتھ نرم آواز میں عرض کریں گے۔ ارجعی یا روح الطیب الی البدن الطیب ان کلموں کے بار بار عرض کرنے سے حضور کی نرگسی آنکھیں میٹھی نیند سے کھلیں گی۔ حضرت جبریل گذارش کریں گے اللہ تعالےٰ سلام کے بعد فرماتا ہے قبر مبارک سے باہر تشریف لائے اور میدان محشر کو ملاحظہ فرمایئے کہ آپ کے لیے اوسے کس کس طور اور کن کن آئین سے سجایا ہے اس لفظ کو سنکر آپ قبر شریف میں بیٹھ جائیں گے اور فرمائیں گے بھائی جبریل یہ تو کہو تم نے میری امت کو کہاں چھوڑا ہے جبریل دست بستہ عرض کریں گے۔ جناب عالی اسوقت تک کوئی فرد بشر قبر سے نہیں اٹھایا گیا ہے سب کے سب

اپنی اپنی لحد اور گوروں میں پڑے سو رہے ہیں آپ فرمائیں گے درگاہ خداوندی
میں میری جانب سے سلام کے بعد عرض کرو جب تک میری امت قبروں سے
نہیں نکلے گی۔ میں بھی قبر سے باہر نہیں آؤں گا یہ پیغام حضرت جبرئیل بارگاہ
احدیت میں لیجائیں گے اور وہاں سے حضرت اسرافیل کو حکم ہوگا۔ صور پھونکو
صور کی آواز کے سات مخلوق اپنی اپنی قبروں سے ٹڈی دل کی طرح اوبل پڑے
گی حضور فرشتوں کو حکم دیں گے میری امت ہزاروں برس قبر میں مٹی تلے
دبی پڑی رہی ہے تم اُن کے پنڈہ سے خاک جھاڑو مگر ماتھے اور ناک اور
زانو کی مٹی نہ چھٹانا کیونکہ یہ خاک نماز ادا کرنے کے وقت لگی تھی اور آج چاند کی
طرح چمکے گی۔ آپ کی امت کے بعض نیک بندے اپنی قبر کے چمنستان سے باہر نہ
نکلیں گے اور فردوس بریں کے لالہ وریحان کی سیر میں مشغول رہیں گے فرشتے
اونہیں جتائیں گے بھی کہ محشر برپا ہے آپ صاحب بھی اپنے اپنے سرخانوں سے
باہر تشریف لائیے وہ لوگ کہیں گے ہمیں کیا پڑی ہے۔ جوان باغوں، اور
باغوں کی بہاروں کو چھوڑکر قیامت کی چلچلاتی دھوپ اور شدت کی گرمی میں پیاسا
مرنے کے لیے باہر آئیں۔ فرشتوں کا جب ان پر بس نہ چلیگا تو اس کی اطلاع
جناب الٰہی میں کریں گے وہاں سے جواب آئے گا وہ میرے لاڈلے
نبی کے پاک اُمتی ہیں اون سے کچھ کہو سنو نہیں مگر بہلا پر جاکر اونہیں میدان
محشر میں لے آؤ۔ اب بازار رستاخیز گرم ہوجائیگا۔ انبیاء اور رسول اور بڑے
بڑے پیغمبر بدحواس ہوجائیں گے یوم یفر المرءُ من اخیہ وامہ وابیہ
وصاحبتہ وبنیہ زمین تانبے کی طرح جلتی ہوگی۔ ہلڑ۔ چیخ دہاڑ۔ رونا پیٹنا
ہر طرف برپا ہوگا۔ آدمی ادہر سے اودہر اور اودہر سے ادہر ملے مارے
پھریں گے جس نبی اور رسول کے پاس جاکر سفارش اور شفاعت چاہیں گے

وہ فرمائیں گے لست ھُناکم لست ھُناکم میں اس قابل نہیں ہوں
آپ ابھی روضہ شریف میں ہی ہوں گے جو ملایکہ ایک دولہن کی سواری روضہ
اقدس کے سامنے لاکر دھر دیں گے اور عرض کریں گے آج اللہ تعالے اُنے
کعبہ کو دُلہن بناکر اپنے پاس بلایا ہے۔ مگر کعبہ پہلے آپکے سلام کے لیے آیا ہے
کعبہ آداب بجالائیگا حضور والا فرمائیں گے اے کعبۃ اللہ میر ابھی تجھپر سلام ہو
تجھے معلوم ہے آج یوم الفرار ہے آج یوم الاضطرار ہے سب جن و بشر پیر
پیغمبر چیخ اوٹھے ہیں اور ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہے اور مجھے اپنی اُمت کی
اور سب امتوں کی بخشش کی فکر ہو رہی ہے اس اڑی بہیڑ میں تو میری
کیا مدد کر سکتا ہے کعبہ عرض کرے گا۔ یا حبیب اللہ جو لوگ میری زیارۃ
یا حج کے لیے مجھ تک آئے ہیں اون کی شفاعت میں کروں گا اور باقی امت
کی آپ شفاعت فرمائیں حضور فرمائیں گے تیرا اتنا ہی کہنا کافی ہے میری
شفاعت خاص کر گنہگاروں کے لیے ہے میں نے اونکو دنیا میں مژدہ دے دیا
تھا۔ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی

کعبہ کو رخصت کرکے آپ شفاعت کے لیے کمر باندہ کر کہڑے ہو جائیں گے
اور عرش عظم کے نیچے تشریف لے جائیں گے جو یکایک آپ کے گوش
مبارک میں ایک ہولناک آواز پہونچے گی اس صدا سے زمین دہل جائیگی
آسمان ہل جائیں گے اور جن و بشر کو اوس کے سننے کی تاب نہ ہوگی اور بے اختیار
ساری مخلوق غش کہا کر گر پڑے گی اوسوقت حضور کو معلوم ہوگا کہ یہ جوش و
خروش دوزخ کا ہے اور فرشتے اوسے میدان محشر میں لارہے ہیں
آپ اپنی امت کی بیکسی اور گناہوں پر خیال فرما کر زار زار رونے لگیں
گے اور اپنا سر مبارک عرش کے نیچے سجدہ میں رکھہ کر حمد و ثنا کے بعد گڑگڑا

گڑگڑا کر امت کی بخشش کے لیے دعا کریں گے۔ روتے روتے حضور کی موتیوں کو شرمندہ کرنے والی آنکھیں غیرت یاقوت ہو جائیں گی۔ آنسوؤں سے محاسن شریف تر ہو جائیں گے اوسوقت دریائے رحمت جوش میں آئیگا خدا فرمائیگا میرے پیارے محمدؐ کیوں رو رو کر اپنی جان ہلکان کیے ڈالتے ہو سر اٹھاؤ اپنا دیدار ہمیں دکھاؤ ہم تمھارے مشتاق ہیں ؎

خوشا وقتے و خورم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے

حضور عرض کریں گے داتا جب تک میری امت کی بخشش کا وعدہ نکرے گا محمدؐ کا سر سجدہ سے نہ اوٹھے گا۔ خدا فرمائے گا وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ میرے لاڈلے محمدؐ سن جس طرح یوسفؑ نے اپنے بوڑھے اور عاشق باپ یعقوبؑ کے طفیل میں سب مصریوں کو غلامی سے آزاد کرا دیا تھا اسی طرح میں آج تیرے طفیل میں تیری امت کو آتش دوزخ سے آزاد کرونگا ؎

مرے حضرت کا جب بحر شفاعت جوش پر ہوگا / خدا فرمائیگا تسلیم جو تیری رضا ٹھیرے
یہ ہوگا حکم رضواں کو کہ پہلے باغ جنت میں / گنہگاروں کو آنے دو گروہ پارسا ٹھیرے

اُسوقت حضور خوش ہو کر اپنا سر مبارک سجدہ سے اُٹھائیں گے اور عرض کریں گے الٰہی اپنی امت کا حساب میں خود لونگا۔ خدا فرمائے گا میرے ہٹیلے دوست تجھے اپنی امت کا حساب لینا مناسب نہیں ہے جب تو ان کے اعمال نامے گناہوں سے لبریز دیکھے گا تو تجھے رنج پہونچے گا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تیرا دل میلا نہو میں تیرے ہر امتی سے اسطرح حساب لینا چاہتا ہوں کہ تجھے بھی کانوں کان خبر نہو گنہگاروں کا پردہ فاش نہو بعضوں کو بے حساب بخشدونگا۔ دوزخ کا جوش و خروش بدستور ہوگا اور سب جن و انسان بیہوش پڑے ہوں گے اوسوقت

حضور والا اپنے ہاتھ سے دوزخ کی طرف اشارہ کریں گے اور اشارہ کیا تھ
دوزخ ہزاروں کوس سے پرے سرک جائیگا اور وہ جوش و خروش بھی گھٹ جائے گا
اور مخلوق کو غشی سے افاقہ ہوگا۔ اس میں آپ کے جان نثار عاشق زار صحابہ بھی خدمت
اقدس میں حاضر ہو جائیں گے اور آپ شفاعت کا اہتمام فرمائیں گے حضرت
ابو بکرؓ کو حکم دیں گے تم میزان کی جاکر نگرانی کرو جب تک میں نہ آلوں فرشتے
میری امت کے اعمال نہ تولنے پائیں حضرت عمر کو حکم ہوگا تم پل صراط پر جاکر
پہرہ دو جب تک میں وہاں نہ آؤں کوئی جن و بشر پل صراط کے پاس پھٹکنے
نہ پائے حضرت علی کو ارشاد ہوگا۔ میرے پیارے بھائی تم دوزخ کے دروازہ
پر جاکر حفاظت کرو اول تو میں ہی کسی امتی کو دوزخ کیطرف جانے نہ دوں گا
اور اگر کوئی بھولا بسرا گنہگار ادہر چلا جائے یا فرشتے پکڑ کر دوزخ تک
لے پہونچیں تو اس بدنصیب کو تم ان کے چنگل سے نکال کر میرے پاس بھیجدینا
اور عثمانؓ تم ہر دم میرے پاس رہو جب حضور یہ تاکید ہی فرمالیں گے تو میزان
کے پاس جلوہ افروز ہوں گے اور فرشتوں کو حکم دیں گے میری امت
کے اعمال میرے سامنے تولو۔ فرشتے ایک پلڑہ میں نیکیاں اور ایک پلڑہ میں
بدیاں رکھیں گے بدیوں کا پلڑا بوجھل ہوگا۔ اور نیکی کا پلہ ہلکا ہوگا۔ اور اوپر
اٹھ جائے گا۔ حضور اپنا ہاتھ بڑھا کر نیکی کے پلڑہ کو نیچا اور بدی کے پلڑہ کو
اونچا کر دیں گے۔ فرشتے عرض کریں گے یا رسول اللہ یہ کس طریقہ کا تولنا ہے
حضور فرمائیں گے میری گنہگار امت کی تول اسی طرح تولی جائے گی۔ فرشتے
عرض کریں گے حضور کا فرمانا صحیح ہے مگر ہم خدا کے تابع فرمان ہیں لا یعصون
اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون اوس کی مرضی کے خلاف کوئی کام
نہیں کر سکتے ہیں جب فرشتوں کی کچھ پیش نہ جائے گی تو درگاہ الٰہی میں

اس کی اطلاع کریں کے حکم ہوگا مجھے اپنے حبیب کی دل شکنی کسی طرح منظور نہیں ہے وہ میرا رسول مختار ہے آج اوس کا بازار گرم ہے جو چاہے وہ کرے تم جاؤ اور جس طرح اوسکی خوشی ہو اوسکی امت کے اعمال تول دو۔ اعمال تلواتے تلواتے آپ کی امت گھبرا جائے گی۔ پیاس۔ سورج کی طپش زمین کی گرمی۔ پسینہ کا دریا چڑھا دے گا امتی عرض کریں گے حضور یہ پچاس ہزار برس کا دن کیونکر کٹے گا ہم نے دنیا میں سُنا تھا جب سات برس کے کال میں چھ مہینے باقی رہ گئے تو مصر کے انبار خانوں میں اناج نہ رہا اور رعایا پر جا بھوکی مرنے لگی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اُنکے بچاؤ کی یہہ صورت نکالی کہ وہ اٹھواڑہ میں سب لوگوں کو جمع کرکے اپنا برقع اوٹھا کر جمال روح پرور دکھا دیتے تھے۔ مخلوق آپ کی صورت دیکھ کر بھوک پیاس سب بھول جاتے تھے اور بے کھائے پئے اٹھواڑہ گزر جاتا تھا۔ اسی طرح چھ مہینے کٹ گئے اور کسی نے ایک دانہ تک نکھایا آج آپ بھی اپنی حُسن جاں بخش سے ہم کو مشرف فرمائے رحمۃ للعالمین امت کی اس عرض داشت کو منظور فرمائیں گے اور اپنے چہرہ پر سے نقاب کا ایک کونا اوٹھا دیں گے۔ آپ کے عارض کی تجلی سے چاند سورج ماند ہوجائیں گے عاشق اپنے کلیجے تھام لیں گے۔ ایک طرف سے صدا آئے گی ؎

تا نقش می بندد فلک کس را نداوہ این نمک
شمسی ندانم یا قمر حوری ندانم یا پری۔

دوسری طرف سے آواز آئے گی ؎

آفاقہا گردیدہ ام عشق بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اس ذوق شوق میں پچاس ہزار برس کا دن چند منٹ کی طرح آپ کی امت پر

گزر جائے گا اور وہ یکایک دیکھیں گے کہ ہم بہشت بریں کے دروازہ پر کھڑے ہیں
سب کی عمریں حضرت عیسےٰ کی جیسی ۳۳ برس کی سب کے قد حضرت آدم علیہ السلام
کے سے سرفراز دبنے ہوئے سب کے سینوں میں خلق محمدی بھرا ہوا ہے ناگہاں
ایک فرشتہ ہفتہ بھر کی دعوت کا پروگرام اس طرح سنائے گا اے امت محمدی
شنبہ کے دن تمہاری دعوت جنت الخلد میں حضرت آدم علیہ السّلام کی سرکار
میں ہوگی اتوار کے دن جنت النعیم میں حضرت نوح علیہ السّلام تمہاری ضیافت کریں
گے پیر کے دن جنت الفردوس میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام تمہیں اپنا مہمان
بنائیں گے بدھ اور جمعرات کے دن طوبیٰ کے نیچے ایک ڈال موتی کے خیمہ
میں تمہارے آقائے نامدار حبیب خدا تمہیں مدعو کریں گے اور بادۂ طہور اپنے
دست خاص سے اپنے غلاموں کو مرحمت فرمائیں گے جمعہ کے دن دار الجنان میں
خدائے قدیر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو مع سب امت کے اپنا مہمان
کرے گا دار الجنان کی نہر بہر اور وہاں کے عجیب و غریب سامان اور تیاریوں
کو کوئی زبان کوئی قلم معرض بیان میں نہیں لاسکتا ہے کیونکہ لا عین
رائت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ہ

جب حضورؐ مع اپنی امت کے دار الجنان میں داخل ہوں گے تو پروردگار
عالم کی طرف سے ایک ایک بندہ کو سات سات خلعت اوپر تلے پہنائے جائینگے
مگر ان سب خلعتوں کی نزاکت اور لطافت ملا کر ایک بال سے بھی کم وزن میں
ہلکی پھلکی ہوگی جب یہ مہمان دار الجنان کی نعمتوں سے سیر اور مگن ہو جائیں گے
تو خدا اپنے حبیب کے تصدق میں ان سب مہمانوں کو اپنے دیدار سے
سرفراز فرمائے گا جسکی لذت اور سرور میں وہ ستر ہزار برس تک بیہوش
پڑے رہیں گے اور اپنے تن بدن کی انہیں اصلا شدہ نہ رہ

بعد حوروں کو حکم ہوگا ہمارے مہمانوں کو جگاؤ۔ حوریں کنگھی چوٹی سے درست ہوکر اور بناؤ سنگار کرکے مہمانوں کی خبرداری میں مشغول ہوں گی۔ کوئی بہشتی پھولوں کی پنکھیہ لیکر جھلیگی کوئی اپنی زلف عنبریں کی خوشبو سنگھائے گی کوئی کسی بیہوش کو اپنی معطر آغوش میں لیکر بیٹھے گی کوئی حوض کوثر کے پانی کے چھینٹے دے گی۔ کوئی کسی متوالے کو گدگدائے گی اُسوقت بادۂ دیدار کے متوالے انگڑائیاں لیتے اور یہ کہتے ہوے اوٹھیں گے ؎

کیفیت چشم اوسکی مجھے یاد ہے سودا ساغر کو میرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

بس فراق بس آقائے نامدار کی مدح گستری میں نثاری ہو چکی اب ایک مختصر نظم بھی بارگاہ عالم پناہ میں ہاتھ باندہ کر عرض کردہ ہو نہدا۔

غزل

شفاعت کا بیڑا اُٹھا لیجئے گا
اِس اُمت کو اپنی بچا لیجئے گا

غم ہجر سے اب چھڑا لیجئے گا
مدینہ میں مجھ کو بلا لیجئے گا

عقیدت میری آزما لیجئے گا
مگر اپنا بندہ بنا لیجئے گا

قیامت میں سب انبیا کہتے ہونگے
محمدؐ ہمیں بھی بچا لیجئے گا

مشرف ہوں دیدار سے سارے عاشق
ذرا مُنہ سے برقع اُٹھا لیجئے گا

مدینہ کو اے خضر گر آپ جائیں
مجھے ساتھ اپنے لگا لیجئے گا

مسیحا ہیں یہ چشم بد دور آنکھیں
اشارہ سے مردہ جلا لیجئے گا

فراق آل احمدؐ سے یہ التجا ہے
سفینہ میں اپنے بٹھا لیجئے گا۔

معروضہ فقیر حقیر ناصر نذیر۔ فراق دہلوی
از دہلی محلہ سوداگراں مدرسہ ارادتمند خاں مکان میر ظریف صاحب

بادۂ جامی بجام عاشق میں

از خرابات عمل روئے سیاہ آوردہ ام
اضطراب سیب رابیشت گواہ آوردہ ام
تحفہ عجیبے بہ ندرت واہ واہ آوردہ ام
یاشفیع المذنبیں بارگناہ آوردہ ام

بردرت ایں بار باپشت دوتا آوردہ ام

عمر بھر گمراہ تھا اب رو براہ آوردہ ام
سر خجالت سے جھکا بے عذر خواہ آوردہ ام
تیری رحمت کیلئے کیا آہ آہ آوردہ ام
یاشفیع المذنبیں بارگناہ آوردہ ام

بردرت ایں بار باپشت دوتا آوردہ ام

تیرگی چھپ جائیگی روئے مصفا دیکھ کر
اے شہنشاہ حسیناں اسطرف بھی ہو اک نظر
بار عصیاں سے دبی جاتی ہے پشت خم کمر
چشم رحمت برکشا موئے سفید من نگر

گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام

جز سیہ کاری نہ مجھسے ہوسکا کچھ عمر بھر
شرم کے مارے اوٹھا سکتا نہیں ہوں اک نظر
میری غلطی پہ بجا اپنے کرم پر کر نظر
چشم رحمت برکشا موئے سفید من نگر

گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام

دیکھتا ہے تو کوئی کافر ہو یا دیندار ہو
جان سکتا ہے تو ہی ہر شخص کے احوال کو
شرم مانع ہی کہوں کیا تجھسے اے شاہ تجھ کو
آن نے گویم کہ بودم سالہا در راہ تو

ہستم آں گمرہ کہ اکنوں رو براہ آوردہ ام

تنگدی کی راہ چھوڑی آپڑا در راہ تو
دل مٹا کر عشق خوباں سے چلا در راہ تو
فکر رہتی ہے چلوں صبح و مسا در راہ تو
آن نے گویم کہ بودم سالہا در راہ تو

ہستم آں گمرہ کہ اکنوں رو براہ آوردہ ام

کوئی دنیا میں نہیں اپنا سوائے آہِ سرد
دربدر کی ٹھوکروں سے ہو گیا ہے رنگ زرد
شوق پابوسی میں در پر پڑ رہا ہوں شکل گرد
عجز و بے خویشی و درویشی و دلریشی و درد
ایں ہمہ با دعوئے عشقت گواہ آوردہ ام

دربدر بھٹکا رہا ہے رات دن قلب حزین
چھینتے پر دل ستے ہیں دلربائے نازنین
کیا کروں جاؤں کہاں کوئی ٹھکانا بھی نہیں
دیو رہزن در کمیں نفس و ہوا اعدائے دیں
زیں ہمہ با سایۂ لطفت پناہ آوردہ ام

در پئے گردش ہے گردوں در پئے ایذا زمیں
کرتے ہیں ایمان پر حملہ بتانِ مہ جبیں
لوگ کہتے ہیں کہ تو ہے رحمۃ للعالمین
دیو رہزن در کمیں نفس و ہوا اعدائے دیں
زیں ہمہ با سایۂ لطفت پناہ آوردہ ام

شرم کے مارے اٹھا سکتا نہیں سر کو ذرا
لہو میں دن کٹ رہا ہے لہب شب کا مشغلا
منہ دکھانے کے نہ قابل اے شہِ ہر دو سرا
گرچہ بے معذرت نگذاشت گستاخی مرا
کردہ گستاخی زبانِ عذر خواہ آوردہ ام

بعد مدت کے بر آیا آج تو ارمانِ طبع
کھل رہے ہیں صورت جامی گلستانِ طبع
بھر کے عاشق غنچۂ مقصود داماں طبع
سینہ ام با یکدگر نخلے زخارستانِ طبع
سوئے فردوسِ بہشت گیاہ آوردہ ام

پنڈت پرتھوی پال مصر عاشق لکھنوی

(از چھاونی نیمچ)

ضروری اطلاع | ناظرین کرام خط و کتابت میں اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں تاکہ تعمیل ارشاد میں تا خیر و دقت نہو۔

(منیجر)

تیسرا

مصر میں یوم میلاد النبی صلعم

مسٹر ایس ایچ لیڈر اپنی کتاب موسومہ خفیہ اسرار مصر میں یوم میلاد النبی صلعم کے متعلق اہل مصر کے حالات اس طرح حوالہ قلم فرماتے ہیں :-

میں ابھی مصر ہی میں تھا کہ چند روز پہلے ہی ہر ایک شخص نہایت مستعدی سے اس آنے والے دن کو یاد کرتا اور اس کی ایک ایک گھڑی کو گن رہا تھا۔ آخر وہ مبارک اور سعید دن آگیا جس دن کہ حضرت رسول کریم صلعم پیدا ہوئے تھے۔ مصر میں چند ایسے تیوہار ہیں جو نہایت ہی شان وشوکت سے منائے جاتے ہیں اور ان پر خوب جی کھولکر روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ اس دن شہر کا کچھ عجیب حال تھا۔ ہر طرف رنگ برنگ کی جھنڈیاں لہراتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اور ہر ایک گلی کوچہ ایسے عمدہ طور سے آراستہ وپیراستہ کیا گیا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ باب قلعہ سے ایک جلوس نکلا اور شہر کے ہر ایک حصہ سے ہوتا ہوا عباسیہ پہنچا۔ اس جلوس کا منظر کچھ اور ہی تھا ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں اہل مصر اس کے ہمراہ تھے۔ ان میں زیادہ تر درویش اور فقیر بیری تھے۔ یہ رسم ۱۲ ربیع الاول کو نہایت ہی دھوم دھام کے ساتھ منائی گئی تھی۔ اس دن ہر شخص نے اپنا اپنا کام چھوڑ دیا تھا اور اعلیٰ افسروں سے لے کر ادنیٰ مزدور تک اس دن کی مسرت میں شریک تھے اس جلوس کو دیکھنے کی خاطر میں پہلے ہی سے سلطان محمود کی مسجد کے ایک مینار پر چڑھ بیٹھا تھا۔ حالانکہ ابھی صبح ہی تھی اور جلوس کے نکلنے میں چار گھنٹے باقی تھے لیکن پھر بھی آدمیوں کی اس قدر ریل پیل تھی کہ میں کئی مرتبہ راستہ میں کچلے جانے سے بال بال بچا جس جگہ میں اسوقت بیٹھا ہوا تھا وہ مقام نہایت ہی بلند اور ایک

اعلیٰ جگہ واقع تہا۔ جہاں سے ہر ایک چیز بآسانی دکہائی دے سکتی تھی۔ جلوس نکلنے
سے پیشتر نوجوان عربوں کے کئی ہزار گروہ ہاتہ میں ڈفلیاں لیے باجے بجاتے
اور ناچتے ہوئے ہمارے سامنے سے گزرے۔ ان کا لباس سیاہ لیکن تہبند
اور عمامہ سفید تہا۔ مسجد عباسیہ میں عرب مصری اور کئی اقوام کے لوگ جوق
در جوق دیکھنے کی خاطر جمع ہو رہے تھے۔ کیونکہ جلوس یہاں آکر ٹہر جاتا ہے
تھوڑی دیر کے بعد مصری فوج کے سپاہی ہر ایک گلی میں راستہ صاف کرانے
کی خاطر آموجود ہوئے۔ کئی ایک مصری نوجوان سوار بہیڑ کو چیر کر راستہ صاف
کرنے کے لیے اپنا گہوڑا نہایت پہرتی سے کبہی اودہر اور کبہی اُدہر لے جاتے تہے
پُرانی رسم کے مطابق تمام عرب اور مصری لڑکوں کے ہاتہ میں طبل تہے جنکو
وہ زور سے پیٹتے۔ شور وغل مچاتے ہوئے مسجد عباسیہ کیطرف جا رہے
تھے۔ تہوڑے وقفہ کے بعد مجھے نوجوان عربوں کا ایک گروہ اللہ اکبر کے
نعرے لگاتا ہوا دور سے دکہائی دیا۔ اور اس کے تہوڑی دیر بعد جلوس آتا ہوا
نظر آیا۔ پہلے کئی سو مصری سوار ہاتہ میں جہنڈے لیے ہوئے اللہ اکبر اور لا الٰہ
الا اللہ محمد رسول اللہ کے نعرے لگاتے ہوئے میرے سامنے سے گذرے
ایک سفید گہوڑے پر شیخ الاسلام سوار تہے۔ اور ان کے ہاتہ میں ایک ریشمی جہنڈا
تھا۔ جس پر بہت سی آیات کریمہ لکھی ہوئی تہیں۔ اور وہ پہولوں اور ہاروں سے
لدے ہوئے تہے۔ ان کے پیچھے شہر کے تمام رئیس اور خدیو مصر بہی تہے۔ ان کا
لباس بالکل سفید تہا۔ اور ایک مشکی گہوڑے پر سوار تہے۔ اس کے بعد
جلوس جامع عباسیہ میں پہنچا۔ یہاں سے چونکہ جامع عباسیہ نزدیک ہی ہے
میں نے وہاں کا بہی منظر اسی مسجد کے مینار پر سے دیکھا۔ شیخ الاسلام
مسجد میں پہنچ کر منبر پر چڑھ گئے اور کچھ آیات کریمہ پڑہنی شروع کردیں۔ اس کے بعد

تمام ہجوم نے اس وسیع مسجد کے صحن میں نماز پڑھی اور اس کے بعد ہر ایک اپنے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا جس کے بعد ہر امیر غریب نے اپنے گھر میں حسب توفیق کھانا پکایا۔ اور مساکین اور غربا میں تقسیم کیا۔ خدیو مصر نے تمام اہل قاہرہ کو محل میں ایک پر تکلف دعوت دی۔

غرض تین چار دن تک تمام مصر میں دن عید اور رات شب برات کا لطف رہا۔ علاوہ اس کے مجھے اور مقامات پر محفل میلاد دیکھنے کا موقع ملا۔ لیکن میں نے خلوص و مسرت کا یہ جوش کہیں نہیں پایا۔ جو مصر میں یوم میلاد پر ظہور میں آتا ہے

اختر علی خان

شاہ حسن و ماہ مین

اے شاہِ حُسن چو تو حسینے نہ آمدہ — وے ماہِ مُین چو تو مہینے نہ آمدہ

پیشِ معلئے لعل لبت سلکِ گوہرت — یاقوت لعل و در ثمینے نہ آمدہ

اے غایتِ نخست پدیں روز ہمسرت — پیدا نہاں نخستِ سیسنے نہ آمدہ

گردید بیکہ صد گہت مسندِ دنیٰ — ہمپایۂ تو صدر نشینے نہ آمدہ

ہر ناصیہ کہ بر سر سنگِ جناب تست — زاں بہرہ ور بدہر جبینے نہ آمدہ

دل دادہ ام بجان جہانے مگر ہنوز — دلدارِ یش بطرز تو مینے نہ آمدہ

وابستہ تر ز جان و تنِ سینۂ حزیں
بانقد عشوۂ تو رہینے نہ آمدہ

ظفر حسن حسینی

۴۸۶

نعت شاد

رونق جو دو جہان میں شاہ امم سے ہے ۔ سارا ظہور آپ ہی کے دم قدم سے ہے

ہمکو غرض حرم سے نہ بیت الصنم سے ہے ۔ بندہ ہیں جس کے کام اسی کے کرم سے ہے

باطن میں ذات ایک ہے ظاہر میں عین و غیر ۔ عقدہ کھلا یہ ہم کو شگاف قلم سے ہے

کہلاتے تیرے ہیں ترے در کے فقیر ہیں ۔ جنت سے واسطہ نہ غرض کچھ ارم سے ہے

اسیر جو ہو کرم تو یہ ناشاد شاد ہو ۔ ق ۔ محزون دل حزین جو پیسر کے الم سے ہے

لاتقنطوا ہے وجہ تسلی مرے لیے ۔ امید مجھکو تیرے ہی فضل و کرم سے ہے

واقف نہوگا راز فنا و بقا سے وہ ۔ مطلب اگر بشر کو وجود اور عدم سے ہے

ہے آرزو کہ آپکے در پر پڑا رہوں ۔ دولت سے کچھ غرض ہے نہ جاہ و حشم سے ہے

اے شاد خوب نعت میں تمنے کھلائے گل

پھولی پھلی یہ شاخ تمھارے قلم سے ہے

شاد

(مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت سابق وزیر اعظم حیدرآباد دکن)

دعوت اِلی الخیر
خدا اور رسول کی خوشنودی کا سامان

کسی خاص زمانہ یا خطہ کے لیے نہیں بلکہ بالعموم ہمیشہ کے واسطے ارشاد خداوندی ہے کہ مسلمانو تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے جو دعوت الی الخیر کرتا رہے (ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الایہ) اعلائے کلمۃ اللہ سے بڑھ کر اور کونسی دعوت ہو سکتی ہے۔ پھر ایک ایسی سرزمین میں جہاں مادیت اور دنیا پرستی کے طوفان بے تمیزی نے خدا فراموشی تک نوبت پہنچا دی ہو۔

مغربی دنیا کو اس وقت سفلی ترقیات کی چمک دمک نے انوار ہدایت سے کہاں تک بیگانہ و غافل بنا رکھا ہے محتاج بیان نہیں۔ مگر پھر بھی دو باتیں ہمارے لیے بیحد تسلی کا موجب ہیں۔ ایک یہ کہ دانایان فرنگ کی فرزانگی و فراست انہیں ہمیشہ تین کو ایک اور ایک کو تین ماننے کی لایعنی بھول بھلیاں میں نہیں رہنے دے سکتی۔ دوسرے مخبر صادق (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ پیشین گوئی کہ آخری زمانہ میں ضرور آفتاب صداقت کی نور بیز کرنیں مغرب سے نمودار ہوں گی۔ پس اب جبکہ اسلام کی حقیت اور حقانیت کا زندہ ثبوت ملنے کے صریح آثار عیاں ہو چلے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ مسلمان تمام باہمی تفرقوں اور اختلافوں کو نظرانداز کر کے اس سلسلہ کار خیر میں متفقہ سعی و سرگرمی نہ دکھلائیں؟۔ دعوت الی الخیر یوں ہی مسلمانوں کا منصبی صریح ایک اہم فرض ہے۔ پھر خصوصاً ایسے نازک وقت میں جو دین و ملت کی لاج رکھنے کو پکار پکار کر ازبس ضروری قرار دے رہا ہو اور ایسی جگہ جہاں اس پیے خطر جہاد کے شیریں نتائج علاوہ ثواب عقبیٰ کے

دنیا میں بھی ملت اسلام کو بہت سے فوائد و برکات کی توقع دلاتے ہوں۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈیٹر مسلم انڈیا و اسلامک ریویو لندن کی مساعی جمیلہ نے الحمدللہ کہ آج ہمیں اس سچی خوشی کا موقعہ دیا جس میں بکمال خلوص دلی حصّہ لینا ہر مسلم کا حق ہے۔ کیا یہ خداتعالیٰ کا بڑا بھاری فضل نہیں کہ جس قوم کی سالہا سال کی سرگرم کوشش۔ کروڑہا روپیہ کے صرف اور طرح طرح کی جائز و ناجائز تدابیر سے اب تک ہندوستان میں زیادہ تر نیچ قومیں ہی ان کے دین صلیبی کو قبول کر سکیں وہ بھی شرح صدر سے نہیں۔ بلکہ خدا جانے کن کن مکروہ ترغیبات سے اسی قوم کے ایک اہم مرکز میں۔ اعلیٰ طبقہ کے شرفائے ملت علیٰ وجہ البصیرت صداقت اسلام کے دلدادہ ہوتے جاتے ہیں چنانچہ لارڈ ہیڈلے اور لارڈ سٹینلے بالقابہا۔ نیز چند معزز و ممتاز خواتین انگلستان وغیرہ کے مشرف باسلام ہونے کی خبریں اخبارات میں ابھی تک گشت لگا رہی ہیں اور بہت سے دیگر عالی مرتبت اہل مغرب خواجہ صاحب ممدوح کی دعوت اسلام سے متاثر ہو کر دین حق کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ پس اسوقت تمام غیور تمدن اسلام کا فرض ہے کہ جس قدر اور جسطرح سے بھی ممکن ہو تبلیغ کے اس کام میں ان کا ہاتھ بٹائیں ہمت بندھائیں اور اس امر کا عملی ثبوت دیں کہ مسلمان گو اپنی پستی و نکبت کے لیے کیسے ہی بدنام ہوں لیکن دین کی تائید و نصرت کے لیے بفضلہ تعالیٰ ان میں اب بھی وہی غیرت وہی حرارت وہی دریا دلی وہی اولوالعزمی و ہمت موجود ہے جو کبھی انکا ایک ممتاز خاصہ قومی سمجھی جاتی تھی۔ ضرورت ہے کہ بہت جلد جابجا خواجہ صاحب کی امداد کیلئے فنڈ کھولدیئے جائیں۔ نیز چند اور مستعد مسلمان بھی جو اس خدمت کی اہلیت رکھتے ہوں ان کے پاس پہنچ جائیں۔ تاکہ ایکبار پھر یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ عنقریب ہی دیکھنے میں آسکے آمین۔

(ایڈیٹر)

مردہ زندہ کرنے کی حیرت انگیز ایجاد مشین

ولایت کے کاریگروں کے قربان جو ہر روز نئی ایجاد کرتے ہیں

مبارک ہو آپ کو ہندوستان والو

کہ آپ کے ہندوستان میں ہی مشہور معروف ڈاکٹر بھونسلہ صاحب نے ایک نئی ایجاد مردہ زندہ کرنیکی مشین ایجاد کرکے پبلک پر بڑا بھاری احسان کیا ہے کہ میں عرصہ پانچسال سے نامردی سستی جریان احتلام رقت منی کجی آلہ تناسل ضعف دل ضعف دماغ ضعف جگر ضعف مثانہ ذیابیطس دل دھڑکن لاولدی چہرہ کی زردی وغیرہ وغیرہ کے باعث بظاہر زندہ مگر بباطن مردہ تھا آپ کی ایجاد مردہ زندہ کرنے کی مشین کے ایک ہفتہ کے استعمال سے میری تمام مذکورہ بالا امراض رفع ہوگئیں جو بھائی میری طرح مذکورہ بالا امراض میں مبتلا ہوں اور کسی دوائی سے فائدہ نہ ہوتا ہو تو فوراً مندرجہ ذیل پتہ سے اکسیر باہ (مردہ زندہ کرنیکی مشین) منگوا کر استعمال کریں اگر کسی صاحب کو فائدہ نہ ہو تو قیمت واپس کردی جاوے گی۔ اکسیر باہ مذکورہ بالا ممسک مسک کی لاثانی شرطیہ مدکسیر بے خطا جانیوالی بینظیر دوائی ہے ضرور منگوا کر استعمال کریں اور یہ ہر ایک موسم و ہر ایک عمر و ہر ملک کیلئے یکساں مفید ہے۔ اکسیر باہ مردہ زندہ کرنیکی مشین مشمولہ بکس جسمیں چالیس گولیاں ایک شیشی طلاء ہے قیمت فی بکس ہے مگر ناظرین نظام المشائخ سے صرف چھ روپے رعایتی۔

نوٹ بعض جھوٹے نیم حکیموں فرضی لقب کہانیوالوں نے اس ایجاد کی ترقی روکنے کیلئے اور ہماری تحریروں کو نقل کرکے اور جعلی قیمت کا لالچ دیکر دھوکہ میں ڈالکر لوٹ رہے ہیں ایسے نقالوں سے بچو بچو اور ہمیشہ اس پتہ سے منگوا کر استعمال کرو۔ (**بھونسلہ خضاب**) ایک بکس جیبی دیکھنے کالی کرنے اور بالوں کو قدرتی سیاہ اور چمکدار رہنا ہے اور نزلہ کو روکتا ہے ضرور استعمال کریں۔ کیونکہ آپکے بہار کی طرح بیچی باندھکر بڑے رہنا جھوٹ جائیگا قیمت فی بکس عہ روپیہ ہمیشہ اس پتہ سے منگوا کر استعمال کریں

بھونسلہ اینڈ کمپنی مقام ٹانڈہ اُڑمڑ ضلع ہوشیارپور پنجاب (تار کا پتہ بھونسلہ ٹانڈہ ہوشیارپور)

مراد آباد میں مردہ زندہ ہوگیا

میں سالگرام ساکن مراد آباد پانچسال سے سستی نامردی جریان احتلام کجی وغیرہ میں مبتلا ہوکر بظاہر زندہ مگر بباطن مردہ تھا۔ صدہا علاج کیے مگر فائدہ نہ ہوا۔ آخر حکیم دوست محمد خاں کا بکس اکسیر باہ (مردہ زندہ کرنے کی مشین) مشمولہ چالیس گولیاں و شیشی طلاء استعمال کی۔ صدق سے لکھتا ہوں کہ سویوم میں بکلی سب امراض سے آرام ہوگیا ہے جو لوگ مندرجہ بالا امراض میں مبتلا ہیں وہ بہت جلد حکیم صاحب سے بکس اکسیر باہ منگوا کر استعمال کریں حکما آرام ہوگا۔ بکس اکسیر باہ سستی نامردی جریان احتلام کجی وغیرہ کی ایک نہایت ہی مجرب المجرب بے نظیر دوا ہے حتی کہ اکثر بزرگ ڈاکٹروں مہاراجوں اور حکیموں نے منگوائی ہے۔ اگر با قاعدہ استعمال سے آرام نہو تو قیمت واپس ہوگی قیمت بکس اکسیر باہ مبلغ صہ روپیہ ہے مگر تھوڑے ہی دنوں تک ۴ روپیہ رعایتی جلدی کریں تا کہ رہ جائیں۔

احتیاط اس دوائی کی غیر معمولی ترقی دیکھکر ایک شخص نے جو نہ حکیم ہے نہ ڈاکٹر نہ اسکی کمپنی ہے محض پرائمری تک تعلیم یافتہ تمباکو فروش ہے ہمارے اشتہارات سے ملتے جلتے اشتہار دیئے ہوئے ہیں سو ایسے نقالوں سے بچیں احتیاط کریں۔

اکسیر النساء عورتوں کے کلہم امراض رحم۔ لاولدی۔ بے قاعدگی حیض۔ اسقاط حمل۔ رطوبت رحم۔ اور اختناق الرحم۔ درد کمر۔ زردی چہرہ کی مجرب دوا ہے قیمت ۴ روپے۔

اکسیر ذیابیطس کثرت بول۔ ذیابیطس شکر آنا۔ کمزوری گردہ کی خاص الخاص دوا ہے قیمت صہ روپیہ۔

اکسیر دافع دمہ پرانی کھانسی۔ بلغم ضیق النفس نزلہ زکام کی مجرب دوا ہے قیمت ۴ روپے۔

نوٹ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر ہر مرض کا مشورہ مفت۔ جو مریض گھر پر بلا کر علاج کرانا چاہیں وہ فیس کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے کریں۔

پتہ حکیم دوست محمد خاں (خاندانی) ڈاکخانہ اُڑمڑ ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور پنجاب

تار کا پتہ حکیم دوست محمد خاں ٹانڈہ ہوشیارپور

بیان خسرو رحمۃ اللہ علیہ
حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی
سوانحعمری
مصنفہ
شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی
قیمت
حالات خواجہ خضر علیہ السلام
عجیب و غریب اسرار کا مجموعہ
مصنفہ
ملا محمد الواحدی صاحب
قیمت
اسٹر
ایک عبرتناک
از
جناب مولوی ظفر علی خان صاحب
قیمت
شکوہ و فریاد
نتیجہ فکر
ڈاکٹر محمد اقبال
و
حضرت سیماب اکبرآبادی
قیمت
درد دل
مصنفہ
جناب قاری سرفراز حسین صاحب
عزمی دہلوی
قیمت
بزم فرید
یعنی بابا فرید الدین گنجشکر کے ملفوظات
مرتبہ سلطان نظام الدین محبوب الٰہی
کا ترجمہ اردو
از ملا محمد الواحدی صاحب دہلوی
قیمت
یہ سب کتابیں منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے طلب کریں

هو الکل
یا معین
رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۱
نظام المشائخ
روحانی تسکین و تسلی کا ماہواری پیام
مذہب، اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک لاجواب مجموعہ - جو بڑی پابندی وقت کیساتھ ہر مہینہ کی ٹھیک چھٹی تاریخکو شائع ہوتا ہے
تتمہ رسول نمبر
مرتبہ
خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی
قیمت سالانہ (رسالہ نظام المشائخ) مع محصولڈاک قسم خاص پانچ روپے قسم اول تین روپے قسم دوم ڈھائی روپے
ششماہی ایک روپے بارہ آنے - دو روپے - ایک روپیہ چھ آنے علی الترتیب - نمونہ مفت
مقام اشاعت دہلی کوچہ چیلاں
مطبوعہ درویش پریس دہلی

ہماری کتابیں انڈیا کونسل لندن میں

حضور وزیر ہند کی کونسل نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی کی معرفت ہم سے مندرجہ ذیل کتابیں منگائی ہیں:

(۱) **خون شہادت کے دو قطرے** - یہ سہرورد و منصور کی سوانحعمریاں ہیں جنہیں مولانا ابو الکلام آزاد اڈیٹر الہلال اور ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ نے مرتب کیا ہے قیمت مع محصول ۳ر

(۲) **اسلام کی برکتیں** - اس نام سے ملا محمد الواحدی صاحب نے مولوی ظفر علیخاں شمس العلما مولانا شبلی اور حضرت خواجہ حسن نظامی صاحبان کے تین نہایت دلچسپ مفید مضمون جمع کر دیئے ہیں قیمت مع محصول ڈاک ۳ر

(۳) **بزم فرید** - اسے ملا محمد الواحدی نے حضرت سلطان نظام الدین محبوب الٰہی کے لکھے ہوئے ملفوظات حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رح سے اردو میں لیا ہے۔ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اگلے بزرگوں کی مجالس میں کیا چرچے رہا کرتے تھے اور آجکل کے مشائخ نے کیا ڈگر اختیار کر رکھی ہے تو بزم فرید ملاحظہ کیجئے قیمت مع محصول ڈاک ۹ر

(۴) **شیخ سنوسی** - مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب جس میں شہنشاہ انگلستان کے مسلمان ہونے کی پیشین گوئی ہے۔ قیمت مع محصول ڈاک ۴؍۰ر

(۵) **فیضان سنوسی** - شیخ سنوسی کا تیسرا حصہ عجیب غریب چیز ہے قیمت مع محصول ۶ر

(۶) **جاماسپ نامہ** - حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب کا ترجمہ سلیس اردو میں۔ پانچہزار برس پہلے قیامت تک کے حالات لکھے گیا ہے جو سب کے سب ٹھیک نکل رہے ہیں قیمت مع محصول ۴ر

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس دھلی

میرا دل بے چین ہو جاتا ہے

جب میں یہ سنتا ہوں کہ آپ کو فلاں مہینے کا نظام المشائخ نہیں ملا اور اس سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے جب آپ یہ لکھتے ہیں کہ دو مہینے سے یا تین مہینے سے پرچہ نہیں آیا۔ خدارا میرے دل پر رحم کھا کر مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھئے۔ اس سے آپ کو بھی شکایت کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور مجھے بھی سکون حاصل ہوگا۔

(۱) نظام المشائخ ہر قمری مہینے کی ٹھیک چھ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اور اسی دن ایک ایک خریدار کو بھیجدیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کبھی اتفاقیہ آپ کو پہنچنے میں دیر سویر ہو جائے تو بس ۱۰۔ یا بارہ تک انتظار کریں۔ اس کے بعد فوراً مطلع فرمائیں۔ ورنہ مہینے کے ختم ہوتے ہوتے اس مہینے کا کوئی پرچہ باقی نہیں رہتا۔ آپ محروم رہیں گے اور کارخانہ پر خواہ مخواہ طعن طعن کریں گے۔

(۲) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ کرم (چاند کی چوتھی سے پہلے پہلے نئے پتے کی خبر دیدیں اور اگر پتہ انگریزی میں لکھوانا چاہیں تو اس کا خط میں ذکر کریں +

(۳) خط میں اپنے نام کے ساتھ اپنا خریداری نمبر بھی ظاہر کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جو طبلق کے اوپر چھپا ہوتا ہے وہ آپ کا خریداری نمبر نہیں بلکہ خود رسالہ کا رجسٹرڈ نمبر ہے جو محکمہ ڈاک کی طرف سے ہر رسالہ اخبار کو ملا کرتا ہے۔

محمد الواحدی

ہمارے معاونین

جنھوں نے اس مہینے رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی ان کے اسما گرامی درج ذیل ہیں

جناب مولانا عشق بغدادی۔ جناب حکیم ایم معراج الدین۔ صاحب امرت سر۔ جناب محمد مجیب الرحمن صاحب حیدر پور۔ جناب حکیم جعفر علی خاں صاحب حصار۔ جناب عبدالخالق صاحب مورائی۔ جناب سید ظہیر حسن صاحب قصنا۔ جناب خواجہ محمد صاحب وارثی۔ جناب حبیب اللہ خاں صاحب فدائی۔

جناب وزیر علی صاحب انسپکٹنگ پنڈت۔ جناب شاہ چندا حسینی صاحب

جو خود خریدار ہوئے وہ یہ ہیں

جناب مہتاب خاں صاحب۔ ناسک۔ جناب مولوی سید قاسم حسین صاحب وکیل سٹرام جناب سید عبدالسلیم صاحب منشی فاضل۔ جناب شیخ حسن صاحب۔ جناب منشی محمد حسین صاحب پٹواری۔ جناب محمد اطہر صاحب وزیر گنج۔ جناب علی احمد صاحب۔ جناب مولوی محمد لطیف صاحب بانکی پور۔ جناب حافظ سید عبدالرزاق صاحب اجمیر شریف جناب کرم خانصاحب ذیلدار۔ جناب احمد یار خاں صاحب سب انسپکٹر پولیس جناب بابو محمد شفیع صاحب۔ جناب محمد عبدالواجد صاحب ہزاری باغ۔ جناب شیخ عبداللطیف صاحب غازی آباد۔ جناب محمد عثمان عبدالستار صاحب جناب سید مہر حسین صاحب۔ جناب فقیر محمد بن ملنگ صاحب۔

محمد الواحدی

فہرست مضامین رسالہ نظام المشائخ تتمہ رسول نما نمبر ۱۳۳۲ھ

العلم علمان — علم الابدان و علم الادیان

اخبار طبیب

بہ سرپرستی حضرت حاذق الملک مولانا حکیم حافظ محمد اجمل خان بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ

دار السلطنت دہلی سے ہر مہینے کی ۱-۸-۱۶-اور ۲۳ کو ماشاء اللہ بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتا ہے ہندوستان بھر میں
یہ پہلا ہفتہ وار طبی پرچہ ہے جس کے ایڈیٹر مشہور و معروف ملا محمد الواحدی مالک و ایڈیٹر رسالہ نظام المشائخ
اور مولوی حکیم سید احمد حسین صاحب سابق ایڈیٹر رسالہ الشفا ہیں ان کے علاوہ ایڈیٹوریل اسٹاف میں
بعض نامور اور کہنہ مشق احباب کی خدمات بھی حاصل کی گئی ہیں۔ پھر خدا کے فضل سے قلمی معاونین بھی ایک سے
ایک بڑھکر قابل علم حکمت و فن طب کے فاضل اور اخباری و قومی مذاق کے جاننے والے ہیں مضامین بخلاف رواج
عام۔ طب یابس کی آلائش سے پاک اپنی حدود و مقاصد کے اندر یعنی صرف طب یونانی ویدک اور ڈاکٹری کے
مبحث پر لکھے جاتے ہیں طب یونانی اور ویدک کے متعلقات پر علمی جرح و قدح۔ فضلائے مغرب کی
نت نئی تحقیقات کے قیمتی و حیرتناک نتائج دنیائے طب و ڈاکٹری میں انقلاب عظیم کا پتہ دینے والی جدید
معلومات اطباء حذاق کے مجربات۔ جدید تصانیف اور طبی مصنوعات۔ ایجادات پر ریویو۔
غرض اخبار کو مفید اور دلچسپ بنانیکے حتی الوسع تمام وسائل ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔ ایک
اہم خصوصیت یہ ہے کہ قابل طبی مضمون نگاروں کو اعلیٰ مضامین مفیدہ کے صلہ میں علیٰ قدر مراتب

سونے چاندی کے تمغے

بھی دیے جاتے ہیں۔ باوجود ان تمام خوبیوں اور اعلیٰ لکھائی اور چھپائی کاغذ وغیرہ کے قیمت
مع محصول ڈاک (سالانہ تین روپے) (ششماہی عہ) (سہ ماہی ایک روپیہ) (نمونہ ۱؍)
(نوٹ) چونکہ اخبار کی اشاعت خدا کے فضل سے شروع ہی میں تعداد معقول تھی یعنی پہلا پرچہ
ایکہزار چھاپا گیا تھا۔ اور اب نمبر خریداری روز بروز ترقی پر ہے۔ اسلیے یہ طبی کتب اور ادویہ کے تاجروں کیواسطے
اپنی متاع کو شہرت دینے کا بہت عمدہ ذریعہ ہے نرخنامہ اشتہارات اور نمونہ اخبار اس پتہ سے طلب فرمائیں

منیجر اخبار "طبیب" دہلی (کوچہ چیلان)
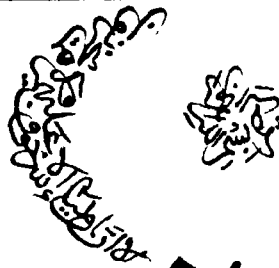
نظام المشائخ تتمہ رسول نمبر

کلام شاد

مہاراجہ کشن پرشاد جی۔سی۔ایس۔آئی یمین السلطنۃ حیدرآباد دکن)

آپ نے جس خط میں ہمارے سرکار سے خاص رسول نما نمبر کے لئے نظم بھیجنے کی خواہش کی ہے وہ سرکار کے ملاحظہ سے گذرا۔ سرکار آجکل اپنے بچے کے غم میں ایسے مبتلا ہیں کہ کسی سے خط و کتابت بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن آپ کے کہنے کو ٹالنا انہوں نے پسند نہ فرمایا اور مندرجہ ذیل نعت تیار کر دی۔ اسے شائع کر کے انہیں ثواب دارین حاصل کرنے کا موقع دیجئے۔ خاکسار معصوم علی۔ پرائیویٹ سکرٹری مہاراجہ صاحب

خدا مہاراجہ صاحب کو جلد عزیز عثمان پرشاد کا نعم البدل عطا فرمائے جو جیتا جاگے اور آپ کا حقیقی جانشین و وارث ہو ہم متاسف ہیں کہ یہ نظم بروقت نہ پہنچنے کے

سبب خاص نمبر میں درج نہیں کیجا سکی۔ تاہم اِس نمبر میں آپ کی ایک پہلے کی آئی ہوئی نعت چھپ گئی ہے اور یہ نمبر بھی اسی کا متحمل ہے +

(ایڈیٹر)

رباعی

شاد احمد مرسل کی ثنا کرتا ہے۔ حق بندگی حق کا ادا کرتا ہے
ممدوح خدا کی مدح ماشاء اللہ بندہ ہے مگر کار خدا کرتا ہے

نعت سرور کائنات فخر موجودات ختم المرسلین شفیع المذنبین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہے لائق تعریف وہ معبود رب العالمین جس نے بنایا یہ فلک جس نے بنائی یہ زمیں
ہے قادر ومختار کل ہے واقف اسرار کل ہے مبدء انوار کل ہے موجد دنیا و دیں
عابد بھی ہے معبود بھی مقصد بھی ہی مقصود بھی غائب بھی ہے موجود بھی ہے وہ الٰہ العالمین
اول ہے وہ آخر ہے وہ باطن ہے وہ ظاہر ہے وہ شاکر ہے وہ ناصر ہے وہ ہے وہ امان الخائفین
مخلوق ہم خالق ہے وہ مرزوق ہم رازق ہے وہ ناطق ہے وہ صادق ہے وہ ہی وہ ہی خیر الحاکمین
کیا کچھ نہیں پیدا کیا اک لفظ کن سے برملا مہر ومہ وعرش علا سقف فلک فرش زمین
پہلے وجود شے سے ہے تاثیر وحسن علم شے بندہ ہیں اس کے جام کے ہے وہ ہی عالم آفریں
سطح زمین وآسماں یہ وسعت کون ومکاں قدرت کا اسکی ہیں نشاں ہے وہ الٰہ العالمین
باطن میں بھی پیدا ہی وہ بے عیب ہے وہ ہمتا ہی وہ بے مثل ہے یکتا ہے وہ مثل اس کا ممکن ہی نہیں
ہے رازق طفل صغیر وراحم شیخ کبیر ہے وہ ہی خیر الرازقین ہے وہ ہی خیر الراحمین
روز وشب وصبح ومسا مہر ومہ ارض وسما • خالق ہے وہ ہر چیز کا منظر ہے بہر ناظرین
ہوتا نہیں گنج اس کا کم دیتا ہے سب کو دمبدم رنجیدہ کرتا ہی نہیں اسکو سوال سائلین

ہر قبل کے وہ قبل ہے ہر بعد کے وہ بعد ہے ——— ہے آشکارا اُسپہ رمز اوّلین و آخرین
خالق کی کنہ ذات تک اوراک پہونچے دخل کیا ——— ہاں درک اسکی ذات کا افہام سے ممکن نہیں
اے خالقِ لوح و قلم اے مالکِ ارض و سما ——— اے قادرِ ہر جزو کل ہے تو الہ العالمین
ناچیز بندہ ہوں ترا کر رحم مجھپر اے خدا ——— ہے مجھکو تیرا آسرا تجھہ بن مرا کوئی نہیں
میں نام کو تو شاد ہوں لیکن بہت ناشاد ہوں ——— رہن غمِ اولاد ہوں دے مجھکو میرا جانشیں
معطی ہی تو منعم ہے تو مالک ہے تو رزاق ہے تو ——— بندہ کو اپنے تو کبھی مایوس کرتا ہی نہیں
مجھکو امارت کی عطا مجھکو وزارت کی عطا ——— عزت پہ عزت کی عطا کیا کچھہ دیا تونے نہیں
بیٹے بھی دس مجھکو دیے کہنے کو کچھہ دن تک جیے ——— تونے وہ سب واپس لیے تہی مصلحت تیری یونہیں
راضی رضا پر ہوں تیری تیری خوشی پر ہے خوشی ——— دم مارنا کیا طاقت ہے دخل اسمیں بندہ کا نہیں
داغوں سے دل خونریز ہے ہر آنکھ طوفاں خیز ہے ——— پیمانہ اب لبریز ہے اک روز چھلکیگا یونہیں
فریاد بے تاثیر ہوں غمگین ہوں دلگیر ہوں ——— اُس خواب کی تعبیر ہوں ہے جو کہ خواب و بس نہیں
صورت رہی سیرت رہی اب میری وہ حالت رہی ——— ہستی ہوئی ہے نیستی ہوں اس طرح گویا نہیں
دلمیں ہزاروں آبلے آہوں کی گرمی سے پڑے ——— کیون بجھ بجھائیں حوصلے ہے تیز آہ آتشیں
دلمیں ہے درد لادوا سر میں ہے شورِ فتنہ زا ——— نالوں سے ترساں ہے فلک آہوں سے لرزاں ہے زمیں
مجھسے جو پوچھیگا کوئی ہاں ہاں میں کہہ دونگا یہی ——— مشکل ہے آسان زندگی اور اصل میں ہے یہی یقیں
یاروں کی یاری دیکھ لی حاجت برآری دیکھ لی ——— امیدواری دیکھ لی حاجت بر آتی ہی نہیں
یارب بشر ہوں تا کجا اس رنج و غم کا سلسلہ ——— توفیق صبر و ضبط دے اب یا الہ العالمین
میں بیکمالِ ہوں بُرا لیکن ترا بندہ تو ہوں ——— اس بندگی کی ہے تجھی کو شرم اے خلق آفریں
پورے مرے ارمان کر اے محسن اب احسان کر ——— جاری یہ اب فرمان کر پیدا ہو فرزند حسین
فرزند جیتا جاگتا دے مجھکو اے ربّ ہُدیٰ • ——— بہر محمد مصطفےٰ و اہلبیت طاہرین۔
مقبول کر میری دعا کر رحم مجھپر اے خدا ——— ناچیز بندہ ہوں ترا دے مجھکو میرا جانشین

اب میکدہ کو جاتے ہیں پیکر ابھی آتے ہیں ہم — مژدہ نیا لاتے ہیں ہم جو ہے ہر اک کا دلنشیں
اے شاد خلقت شاد ہے وقت مبارکباد ہے — یہ شب شب میلاد ہے ہے شاد رب العالمین

لکھتا ہوں اب نعت رسول امید ہے ہو یہ قبول
ہر چند ہے خاطر ملول اسوقت ہے گو دل حزیں

سرِ دفتر کون و مکاں شاہنشہ دنیا و دیں — احمد محمد مصطفے محبوب رب العالمیں
ہیں سالک راہ رضا ہیں مالک ملک خدا — ان کے لیے سب کچھ ہوا خورشید و مہ چرخ و زمیں
یہ سید لولاک ہیں معصوم ہیں اور پاک ہیں — یہ مدرک ادراک ہیں یہ موجد دنیا و دیں
شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ خیر الوریٰ خیر الہدےٰ — نور خدا شان خدا شاہنشہ کرسی نشیں
ختم النبی فخر رسل ہیں باعث ہر جزو کل — سلطان دیں ہادی السبل ہیں رحمۃ للعالمیں
اک کنز مخفی تھا خدا حضرت نے ظاہر کر دیا — اب خلق خلقت سے کہلا یہ راز راز ما و طیں
حامی ملت ہیں یہی ماحی بدعت ہیں یہی — علم شریعت ہیں یہی ہیں طریقت آفریں
مفتی احکام خدا اکرم با کرام خدا — ملہم با لہام خدا ہیں مہبط روح الامیں
وحدت کے مظہر ہیں یہی کثرت کے مصدر ہیں یہی — مطلوب داور ہیں یہی ہیں یہ حبیب العالمیں
مخلوق میں یکتا ہیں کثرت میں بے ہمتا ہیں — کیا جانے کوئی کیا ہیں یہ ان کا کوئی ہمسر نہیں
اللہ کی آیت ہیں یہ اللہ کی حجت ہیں یہ — اللہ کی رحمت ہیں یہ ہیں رحمۃ للعالمیں
اسباب عالم کا سبب اعلم ہیں پر امی لقب — جبریل کرتے ہیں ادب ایسے ہیں یہ بالا نشیں
بسم اللہ قران کن و دیباچہ علم سخن — سر دفتر علم الدن سر چشمہ دنیا و دیں

ہے جوش پر طبع رواں لکھتا ہوا اک مطلع یہاں
معراج کا ہے کچھ بیاں اسکو بھی سن لیں مومنیں

نور الٰہ العالمین محبوب رب العالمین — ہیں برترین برتریں ہیں بہترین بہتریں
رحمت کی بدلی چھا گئی امت وسیلہ پا گئی — معراج کی شب آ گئی لو آ گئے روح الامیں

اصطبل جنت سے براق آیا ہے باصد طمطراق — ہے قدسیوں کو اشتیاق آتے ہیں فخر المرسلیں

حضرت کی عزت کے لیے سرور کی عظمت کے لیے — توسیع رحمت کے لیے ہے شاد قدرت آفریں

ہے شادمانی ہر طرف حوریں کھڑی ہیں زر بکف — ہے قدسیوں کی صف بہ صف مکہ سے تا خلد بریں

حوروں کی صورت دیکھکر جنت کی زینت دیکھکر — رحمت کی وسعت دیکھ کر ہر چیز ہے بالا نشیں

نزد براق آئے حضور اب ہر طرف پھیلے گا نور — رحمت کا اب ہوگا ظہور آئے وہ تکیے شاہ دیں

ہیں کس قدر شہ مستقل حاصل ہے اطمینان دل — قرب الٰہی متصل خوف و خطر کچھ بھی نہیں

دامن کو گردانے ہوئے شاہنشہ دیں ہیں کھڑے — پردے حجاب قدس کے اُٹھے ہوا سب کو یقیں

اُٹھے وہ پاؤں شاہ کے حلقہ رکابوں کے جھکے — اوج جلالت سے گرے وہ لنگر عرش بریں

آئے رکابوں میں قدم زیں پر جمے شاہ اُمم — کھولے فرشتوں نے علم حوروں کی آنکھیں جھک گئیں

اک سو رسولان سلف خیل ملایک یک طرف — غلمان و حوریں صف بہ صف جنکا شمار آساں نہیں

آنکھ ہے محبوب خدا ہے عرش پر اک غل مچا — ہے اوج پر بخت سما وا ہے در چرخ بریں

رضواں کی خدمت تھی یہی جنت کی جو زینت ہوئی — دیکھی کسی نے نہ سنی جنت کی دیواریں جھکیں

چمکا براق برق دم تن کر اُٹھایا وہ قدم — تڑپا اُڑا با صد حشم پہونچا سر عرش بریں

پہونچے وہاں شاہ ہدیٰ جس جا کوئی پہونچا نہ تھا — مرغ تصور گر پڑا تھک کر رہے روح الامیں

پردے حجاب قدس کے کیا جانے کتنے طے کئے — ٹھہرے کہاں کس جا تھے واقف ہے رب العالمین

نزدیک قوسین معنوی پہونچے رسول ہاشمی — وحدت میں کثرت ہوگئی پردے اُٹھے آنکھیں جھکیں

سرور مقام قرب میں کس شان سے استادہ ہیں — آگے بڑھیں پیچھے ہٹیں ممکن نہیں ممکن نہیں

آگے نہ جاؤ شاد تم یاں ہیں حواس و ہوش گم — حیرت یہ کہتی ہے کہ تم عاجز ہیں یاں عارفیں

ہے تخلیہ یہ راز کا خلعت ملا اعزاز کا — جلسہ نیاز و ناز کا سب کچھ ہے یاں اور کچھ نہیں

معنی و لفظ اک جا ہوے پردے دوئی کے کیا ہوے — اچھا ہوئے کیسے ہوئے حادث قدم کے ہمقریں

منظور و ناظر اک ہوئے منصور و ناصر اک ہوئے — مختار و مجبور اک ہوئے خاموش ہیں عارف یہیں

ہے عین ذاتِ ایزدی محوِ جمالِ احمدی　　اُٹھے حجاباتِ خودی بندہ ہے حق کا ہمنشیں

ساقی نامہ

ساقی بس اب اک جام دے بیچین ہوں آرام دے　　وہ جام شیریں کام دے جسمیں ذرا تلخی نہیں

ہے شاد اک مست الست اک صوفی وحدت پرست　　رہتا ہے جو بے بادہ مست اسکو سمجھتے ہیں ہمیں

ملجائے جو پی لیں گے ہم جام سفال و جام جم　　درکار ہے تیرا کرم اے ساقی گردوں نشیں

رندانِ مے آشام سے جاکر کوئی اتنا کہے　　بیٹھے ہو واں کس واسطے آؤ چلے آؤ یہیں

ہاں ساقی فرخندہ فر دے جام بھر کر جام پر　　بھٹی پہ تیری آنکر بیٹھے ہیں ہم رندانِ دیں

وحدت پرستی کی ہو مے ہمکو یہی درکار ہے　　راہِ خدا کرنی ہو طے دنیا و دیں کا غم نہیں

پیتے رہے جسکو رسل کل اولیا اقطاب کل　　مشہور تو ہے جام مل حالانکہ ہے وہ انگبیں

ہے وہ شرابِ حق نما جس کا خمار اسکو ہوا　　خود دار تھا بے خود بنا پیکر شرابِ عارفیں

در پر ترے ہم آئے ہیں حاجت یہی اک لائے ہیں　　آخر تری کہلائے ہیں دے جام اصحابِ یمیں

واقف ہی تو میں شاد ہوں گو غمکش و ناشاد ہوں　　لیکن بہت آزاد ہوں اس کا تو کر لینا یقیں

ہمکو نہیں شے کی نہیں حاجت تری مے کی نہیں　　پروا کسی شے کی نہیں ہرچند ہوں اندوہگیں

میری تمنا اور ہی مطلب ہی اپنا اور ہے　　دیں اور دنیا اور ہے سمجھیں گے اسکو عارفیں

گل ہوگیا میرا چراغ افسوس مرجھایا ہے باغ　　تازہ ہوا ہے دل کا داغ اب ہے مری خاطر حزیں

افسردہ دل دلمیں ہے درد اک آہ تھی وہ بھی ہے سرد　　در پے ہے چرخ لاجورد اب کیوں نہو دشمن زمیں

اے شاد تم کو کیا ہوا ہاں ہاں تم کہتے ہو کیا　　تم سے ادیبانِ رضا مایوس ہوتے ہیں کہیں

مایوس اب ہرگز نہو تم شاد ہو دل خوش رکھو　　اللہ پر شاکر رہو دے گا وہ تمکو جانشیں

دو واسطہ حضرت کا تم لو اب صلا کلفت کا تم　　اللہ کی رحمت کے تم ہو مستحق کچھ شک نہیں

اس نالہ و زاری سے کیا مقصد تمھیں ملجائیگا　　یہ رنج و غم بیفائدہ انصاف سے سوچو تمھیں

ہاں ہاں ذرا چپ تو رہو آواز ہاتف تو سنو — اظہار غم امت کرو سن لو صدائے دلنشیں
لاتقنطو کی ہے صدا سو جان سے اس پر فدا — لو غنچۂ دل کھل گیا مایوسیاں دل سے مٹیں
حامی ہوئے ہیں مصطفیٰ اور آلِ پاک مصطفیٰ — صلو علیہم اجمعین الطیبین الطاہرین

قائل تو ہم پہلے ہی تھے لیکن یہ جوہر اب کھلا
لیتے ہیں یوں اللہ سے اپنی مرادیں عارفیں

شاد

جمال مصطفیٰ دیکھو

سمایا ہے مرے دلمیں خیالِ مصطفیٰ دیکھو — بسا ہے میری آنکھوں میں جمال مصطفیٰ دیکھو
وہی سودائے وحشت ہے مرے سر میں مدینہ کا — ہوس ہے دلمیں ہو جائے وصال مصطفیٰ دیکھو
شبِ معراج میں قدسی پکارے حور و غلماں کو؟ — پڑھو صل علیٰ دیکھو جمال مصطفیٰ دیکھو
زبان حق حقیقت میں زبان مصطفیٰ ہی ہے — کلام اللہ شاہد ہے مقال مصطفیٰ دیکھو
یہی ہے آرزو دلمیں رہوں چلکر مدینہ میں — یونہی مجھکو گھلاتا ہے خیال مصطفیٰ دیکھو
رکھوں میں چشم تر سے نخل بستاں کو سدا سیراب — تمہارا مجھپہ سایہ ہو نہال مصطفیٰ دیکھو

ابھی رو رو کے سویا تہا ابھی یہ کہہ اُٹھا نامی
کہو صل علیٰ دل سے، جمالِ مصطفیٰ دیکھو

فقیر حقیر شاہ نامی کوہ سوار شاہ پوری

"۹۹"

خدا کا مہمان

اس نگارخانۂ ہستی میں خصوصیات شخصی نے اس طور سے ایک کو دوسرے سے جدا کر رکھا ہے کہ بادی النظر میں یہی خصوصیات انسانی افراد میں مابہ الامتیاز ہو گئیں اگر ہم ایک پست حالت کے انسان کو دیکھیں پھر ایک اعلیٰ حالت کے انسان پر نظر ڈالیں اور درمیانی سلسلہ کو بھی نظر غائر سے دیکھیں تو خصوصیات شخصی کی حالت آئینہ بنکر سامنے آجاتی ہے۔

قدرت نے اعلیٰ مدارج کے انسانوں میں سے ایک انسان کو منتخب کر کے خلعت نبوت سے سرفراز کیا تو ضرور ہے کہ اس میں ایسی خصوصیت ہو جو بقیہ افراد انسانی میں قریب قریب نہ ہونے کے ہو اور یہ خصوصیت دو قسم پر ہے۔

ایک وہ خصوصیت جو اس انسان کو دوسرے انسانوں میں حاصل ہے۔

دوسری وہ خصوصیت جو اس مخصوص انسان کو بارگاہ ایزدی میں ہے۔

پہلی خصوصیت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ تمام انسانوں میں اسکی ظاہری باطنی علمی[1] عملی حالت بدرجہا اچھی اور بہتر ہو۔

دوسری خصوصیت کا مدعا یہ ہے کہ اسکو خداوند تعالیٰ کے حضور کچھ ایسا تقرب حاصل ہو کہ اسکی زبان خدا کی زبان اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ اس کا کلام خدا کا کلام ہو

---

[1] علم سے مراد علم کسبی نہیں جو بذریعہ کسب حاصل کیا جاتا ہے بلکہ علم وہبی اور لدنی جو قدرت اپنے مخصوص انسانوں کو عطا فرماتی ہے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ وعلمناہ من لدنا علما۔ خواجہ حافظ فرماتے ہیں ؎

نگار ما کہ بمکتب نرفت خط ننوشت — بغمزہ مسئلہ آموخت صد معلم شد

محمد حنیف

اسی کی طرف اشارہ ہے ان آیات میں ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ید اللہ فوق ایدیھم۔ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔

پہلی خصوصیت کی حیثیت سے وہ مخصوص انسان جب بنی نوع انسان کو ایک پست حالت ایک ذلیل زندگی میں دیکھتا ہے اور انہیں ظلمت کفر و شرک تمرد وعصیاں میں مبتلا پاتا ہے تو پکار کر کہتا ہے۔ اے لوگو تم میری اطاعت کرو تا تم پر انوار الٰہی چمکیں تم میرے اسوۂ حسنہ کی تقلید کرو تا تمھاری سیاہ کاریاں دور ہوں۔ تم مجھے مانو تاکہ عذاب جو سرکشی وانکار کا ثمرہ ہے اس سے محفوظ رہو۔

نادان انسان کہتا ہے تجھ میں وہ کون سی خصوصیت اور فضیلت ہے جس کے سبب تو ہمیں اپنا مطیع بنانا چاہتا ہے۔

مخصوص انسان دوسری خصوصیت کی حیثیت سے پکارتا ہے اے میرے بھیجنے والے خدا اے راست بازوں کی مدد کرنے والے خدا تو اس خصوصیت کا کرشمہ دکھلا تو کفر کی تاریکی میں ہدایت کی مشعل دکھا تا جو گمراہ ہیں وہ راہ راست پائیں۔

خدا اس مخصوص انسان کے ہاتھ پر ایک ایسا امر یا ایک ایسی شے ظاہر کرتا ہے اور ان پر یہ ثابت کر دیتا ہے کہ ان میں ایسا کرنے کی طاقت اور ہمت نہیں اس مخصوص انسان سے حجر و شجر ہمکلام ہوتے ہیں اس کے اشارہ سے چاند ٹکڑے ہو جاتا ہے اس کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ

اسی کا نام معجزہ ہے یا خصوصیت ثانی۔

قدرت کا یہ اٹل قانون ہے کہ اپنے خاص بندوں کو ابتلا میں ڈالتا ہے طرح طرح کے رنج و مصائب ہموم وحوادث میں ان کی آزمائش کی جاتی ہے۔

غافل مرو کہ تا در بیت الحرام عشق
صد منزل است و منزل اول قیامت است

تا دیکھے اس محشرستان محبت میں جہاں ہر قدم پر خطرہ ہر سانس میں بلیات کا سامنا ہے کہاں تک ثابت قدم ہے۔ پھر جب وہ اس امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اُسے حریم قرب میں بلا کر وہ عطا کیا جاتا ہے جس کی آرزو میں (حضرت) ابراہیم نے مال و زر لٹایا اور اپنے پیارے بچے کو ذبح کے لیے مینڈھے کی طرح زمین پر لٹایا۔ اسی کے لیے (حضرت) ایوب نے صبر کیا اور اسی دھن میں (امام) حسینؓ نے میدان تسلیم و رضا میں بڑھکر شہادت کو لبیک کہا۔

اس قربان گاہ محبت اور محشرستان الفت میں ہر آزمایش اور ہر ابتلا کے بعد حضرت سید ولد آدم محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کو قرب دنی فتدلّیٰ عطا ہوتا ہے۔

آنحضرت عدرات کے ایک قلیل حصہ میں جاتے بھی ہیں اور آتے بھی ہیں بیت المقدس کی سیر جنت و دوزخ کا ملاحظہ انبیاء کرام سے ملاقات قرب خاص اور اُس بلندی تک پہنچنا جہاں پیک خیال اور ادراک تک کو بار نہیں یہ سب کچھ ہوا مگر معجزہ کے رنگ میں اور خرق عادت کے طور پر۔

بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اس قلیل مدت میں اس قدر طول طویل مسافت طے کرنا امر محال ہے۔ کاش یہ لوگ قرآن کریم پر ہی غور کرتے اور معجزہ کے معنی کو امعان نظر سے دیکھتے تو معلوم ہو جاتا کہ ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

حضرت سلیمانؑ کی نسبت آیا ہے کہ ہوائیں ان کے تخت کو صبح کو ایک شہر میں اور شام کو دوسرے شہر میں لیجاتی تھیں غدوھا شہر و رواحھا شہر۔

آصف برخیا جو سلیمان کے وزیر تھے انہوں نے بلقیس کا تخت یمن سے شام میں ایک آن میں پہنچا دیا تھا۔ الذی عندہ علم الکتاب انا اٰتیک قبل ان یرتد الیک طرفک۔

آفتاب جو ہم سے نو کروڑ میل سے بھی زیادہ ہے اسکی روشنی ۹ منٹ تک دنیا پر پہنچ

جاتی ہے گو یہ روشنی جسم نہیں غرض ہے مگر جسم بھی اس قدر مسافت طے کر سکتا ہے کہ مشتری سیارہ جو زمین سے ایک ہزار چار سو گنا بڑا ہے باوجود اس قدر جسیم ہونے کے ایک گھنٹہ میں تیس ہزار میل چلتا ہے۔

اب غور سے دیکھو جب آصف برخیا ایک آن میں تخت بلقیس کو حاضر کر سکتا ہے یا سلیمانؑ کے تخت کو ہوا دور تک پہنچا آتی ہے یا تار ہمارے منہ بولے الفاظ کو چند منٹ کے اندر ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا دیتی ہے تو پھر آنحضرتؐ کا معراج کی رات اس قدر طویل مسافت طے کرنا کس طرح محال ہوا۔ اور کون سی مشکل آپڑی جس کے لیے معراج روحانی کا قائل ہونا پڑا۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔

پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے (محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا) کو راتوں رات خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک لے گیا۔ اس آیت سے صرف خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک معراج کا ذکر ہے بقیہ حصہ دیگر آیات و احادیث میں مذکور ہے۔ اس آیت میں لفظ عبد قابل غور ہے کیونکہ عبد جسم اور روح کے مجموعہ کو کہتے ہیں قرآن پاک میں دوسری جگہ آیا ہے۔ ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی۔ انہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا ؕ

رجب کا مہینہ ستائیسویں شب وہ مبارک شب ہے جس میں جبرئیلؑ کو حکم ہوتا ہے کہ رضوان کو کہدو کہ بہشت آراستہ کرے کیونکہ آج وہ آتا ہے جو سب سے پہلے جنت کے دروازے کو کھٹکھٹائیگا اور سب سے اول وہی داخل ہوگا کوثر کا پانی پیئے گا اور پلائے گا +

تم براق لیکر فرشتوں کے لشکر کے ساتھ جاؤ اور ہمارے حبیبؐ کو ہمارے پاس لاؤ جبرئیلؑ دربار دُربار میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں ؎

زخواب است مہر عالمتاب برخیز
تو بخت عالمی از خواب برخیز

حضرت بیدار ہوکر حطیم میں پہنچتے ہیں سینہ مبارک چاک کرکے قلب منور کو زمزم سے دھویا جاتا ہے اور حکمت اور ایمان سے پُر کیا جاتا ہے یہ کیوں تا دل انوار ملکیہ سے مغلوب نہو اور آلائش بشری سے صاف ہو۔

حضرت فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کے لیے چاہیے کہ نہاکر کپڑے بدلے اور خوشبو لگاکر مسجد میں جائے جو شخص کچی پیاز کھائے وہ میری مسجد میں نہ آئے۔ کیونکہ یہ بھی ایک حضوری کا مقام ہے

آنحضرت صلعم کو تو خاص اس بارگاہ میں جانا تھا جس جگہ نہ کوئی پہنچا اور نہ پہنچے گا اور وہ مقام خاص قرب کا مقام ہے وہ حضوری نیریت اور دوری سے سینکڑوں ہی فرسنگ دور تھی،

ضرور تھا کہ دل بشریت کی کدورت اور عالم کے وسواس سے پاک ہو۔

حضور بیت المقدس جاتے ہیں اور اس شان سے جاتے ہیں کہ فرشتوں کا لشکر دائیں بائیں پرے باندھے ہے ادب سے گردن جھکائے حضور کے ساتھ جاتا ہے باب محمدؐ کے حلقہ سے براق باندھا جاتا ہے اور حضور دو رکعت پڑھاتے ہیں۔ کل انبیاؑ مقتدی ہیں اور آپ مقتدا۔

پھر اسی عظمت و شان کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لیجاتے ہیں انبیاء کرام سے ملاقات ہوتی ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں جبرئیل عرض کرتے ہیں ؎

اگر یکسر موئے بالا پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

پھر ایک نورانی تخت رفرف نام سواری کے لیے آتا ہے حضور سوار ہوکر آسمانی منازل اور نورانی حجب طے کرتے ہوئے مقام قرب تک پہنچے کہ بار ارشاد ہوا

وادن یا محمد قریب آؤ اسے ثم دنی فتدلی تک رسائی ہوئی۔ قرب صفاتی اور ذاتی عطا ہوا +

وہاں جو باتیں ہوئیں یا جو اسرار باطن کھلے یا جو نعمت ملی اس کا تفصیلی علم انسانی فہم سے بالاتر ہے ولنعم ماقیل۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

خود اللہ تعالیٰ نے اسکی طرف صرف اشارہ ہی کیا ہے۔ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ ہم نے کہا اپنے بندہ کو جو کہا لفظ ما کی عمومیت غور طلب ہے۔

حضور بہشت و دوزخ کی سیر انبیاء کی ملاقات کرتے ہوئے واپس تشریف لاتے ہیں۔ بستر ابھی گرم ہے اور حجرہ کی زنجیر ہل رہی ہے۔

سید محمد حنیف چشتی مفتی نکودرہ

غزل

حیطۂ تحریر سے باہر ہے شانِ مصطفیٰ	کاتبِ قدرت مگر ہے رتبہ دانِ مصطفیٰ
آیۂ قوسین سے ظاہر ہوا قربِ حضور	مرحبا صل علیٰ یہ عز و شانِ مصطفیٰ
دیکھ لینا گھس کے چمکا دونگا قسمت کا لکھا	ہاتھ قسمت سے جو آیا آستانِ مصطفیٰ
کر دیا سرمست ہی ایسا مئے توحید نے	ہوش میں کیا آئیں از خود رفتگانِ مصطفیٰ

حشر میں مقصود جیسے آیا۔ ہوا رضواں کو حکم
خلد میں لیجاؤ یہ ہے مدح خوانِ مصطفیٰ

مبارک عید میلاد ﷺ

مسلمانوں مبارک ہو پیمبر آنے والے ہیں
حبیب رب شفیع روز محشر آنیوالے ہیں

جو سرتاج دو عالم ہیں وہ سرور آنیوالے ہیں
نبی آدم میں ہیں سب سے جو بہتر آنیوالے ہیں

مبارک شادیٔ میلاد تم کو امت نبی
مبارک ہو حبیب رب اکبر آنے والے ہیں

گدا ہیں جن کے در کے قیصر و فغفور سو لاکھوں
وہی اب تاجدار ہفت کشور آنے والے ہیں

ادب لازم ہے اس میخانہ وحدت کے متوالو
سنبھل بیٹھو قسیم حوض کوثر آنیوالے ہیں

مروت جن کا شیوہ ہے سخاوت جنکا حصہ ہے
وہی حاجت روا محتاج پرور آنے والے ہیں

سلاطین زمن جنکے غلام زر خریدہ ہیں
گدا جنکے غنی ہیں وہ تونگر آنے والے ہیں

بتادیتے ہیں جو بھٹکے ہوؤں کو راہ جنت کی
وہ ہادی آنیوالے ہیں وہ رہبر آنے والے ہیں

پئے تعظیم صف بستہ ملائک در پہ حاضر ہیں
ہمارے پیشوا اے برق سخنور آنیوالے ہیں

غزل

کیا دخل ہو نظر کا جمال حضور تک
پروانہ باریاب نہیں شمع طور تک

موسیٰ کی تھی رسائی فقط کوہ طور تک
پہونچے حضور عرش بریں سے بھی دور تک

تم نے خدا کے نام کا ڈنکا بجا دیا
کرتے تھے بت خدائی تمہارے ظہور تک

توریت میں ہیں آپ کے اوصاف جابجا
ذکر حضور کی ہے میسر زبور تک

آتے ہیں آپ قبر میں امداد کے لیے
محروم فیض سے نہیں اہل قبور تک

رف رف کی طرح گذریں گے فرق صراط سے
رحمت کی ڈاک بیٹھی ہے حد عبور تک

توڑا جو تم نے لات سے لات و منات کو
سر سے بتوں کے جھڑ گئی گرد غرور تک

مست مئے الست ہیں زاہد ازل سے ہم
تقدیر میں لکھی ہے شراب طہور تک

اے برق کیا غضب ہے کہ یاد خدا نہیں
ذکر خدا میں محو ہیں وحش و طیور تک

آنحضرتؐ اور جناب مسیحؑ کی روحانیت میں کیا فرق ہے

فرزندانِ صلیب جس سرگرمی اور تن دہی سے اپنے مذہب کا حلقۂ اقتدار بڑھا رہے ہیں وہ اس سے ظاہر ہے کہ دنیا کی وسیع ترین آبادی میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اُن کے باقاعدہ مشن نہ موجود ہوں۔ اقطاعِ عالم میں شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک تمام کرۂ ارض اُن کی تبلیغی جماعتوں کا جولانگاہ بنا ہوا ہے۔ اُن کی زمانہ شناسی کا یہ حال ہے کہ وہ کسی ایک اُصول یا نظامِ عمل کو ہی ذریعۂ حصولِ مقصد نہیں سمجھتے بلکہ ہر ملک میں باشندگانِ ملک کے رسم و رواج۔ عادات و خصائل رنگ ڈھنگ کے مطابق اپنی رفتارِ عمل بھی تبدیل کرتے رہتے ہیں متمدن دنیا میں تو وہ جس طریقے سے تکمیلِ مقصد کے لیے گامزن ہوتے ہیں سب پر ظاہر ہے۔ سکولوں۔ کالجوں۔ ہسپتالوں اور کارخانوں کا اجرا ر کھلے ہوئے اسباب ہیں اُن کی اشاعت مذہب کے لیکن جہاں کہیں وہ ان ظاہری طریقوں سے بھی اپنے مدعا میں کامیاب نہیں ہوتے تو بجائے اس کے کہ ہمت ہار دیں اور عجیب و غریب اور نرالے طریقوں سے اشاعت مذہب کا فرض ادا کرتے ہیں۔ آجکل مسیحی دنیا کی زیادہ تر توجہ افریقہ کیطرف مبذول ہو رہی ہے۔ مہذب دنیا افریقہ کے وحشیوں کو تہذیب کے سایۂ عاطفت میں لانے کے لیے بے تاب ہے۔ عیسائیت کی اشاعت کے جوش جنوں میں وہ ایسے بے سرو پا ذرائع سے بھی نہیں چوکتے جو بادی النظر میں تحیّر خیز اور مضحکہ انگیز بھی معلوم ہوں۔ اُن نا متناہی سلسلہ جدوجہد سے قطع نظر جو اُنہوں نے وہاں پر جاری کیے ہیں ایک نہایت ہی انوکھا طریقہ بائبل کی اشاعت کے لیے چرچ مشنری سوسائٹی نے حال میں اختیار کیا ہے۔

بائبل کا ایک ترجمہ افریقہ کی زبان میں شائع کیا گیا ہے کتاب کی چوڑائی ۳-انچہ اور موٹائی بھی اسیقدر ہے لیکن لمبائی بہت زیادہ ہے اس خاص صورت کے اختیار کیے جانے کی یہ وجہہ ہے کہ وسط افریقہ میں سفید چیونٹیاں اور کیڑے مکوڑے بکثرت پائے جاتے۔ اور وہ کتابوں کو آنا فانا کھا جاتے ہیں اور اسی لیے وہاں کتابوں کی حفاظت کے بارہ میں خاص احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے اس بنار پر چرچ مشنری سوسائٹی کے نمائندوں نے برٹش بائبل سوسائٹی سے درخواست کی ہے کہ بائبل کا ایک اڈیشن اس طور پر شائع کیا جائے کہ وہ لنڈن کی پیک فیرین کمپنی کے بسکٹ کے ڈبوں میں بآسانی آجائے۔ کیونکہ یہ ڈبے افریقہ میں ہر گھر میں موجود رہتے ہیں" اگرچہ اس مختصر پایہ طریقے سے وہ حصول مقصد میں کچھ زیادہ کامیاب نہیں ہو سکے لیکن اس سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ وہ (۱) افریقہ میں مسیح کا نجات بخش پیغام سنانے کے لیے کس قدر سرگرمی اور اولوالعزمی سے مصروف کار ہیں (۲) انہوں نے تکمیل مقصد کے لیے کس قدر گردوپیش کے حالات کو ملحوظ رکھا ہے (۳) وہ موقع سے فائدہ اٹھانے میں کیسی دانشمندی اور دور اندیشی سے کام لیتے ہیں دوسری طرف مسلمانوں کی حالت پر غور کیجئے اور دیکھئے کہ اُن کو مقدس اسلام کی اشاعت میں کس قدر شغف اور انہماک ہے۔ قطع نظر تمام بلاد وامصار کے افریقہ ہی میں اس بات کا اندازہ کیجئے (۱) مسلمانوں کیطرف سے کتنے مشن ہیں جو احکام ربانی کی اشاعت میں مصروف ہیں؟ کتنی باقاعدہ انجمنیں ہیں جنہوں نے حفاظت و اشاعت اپنا مقصد قرار دیا ہو؟ ہندوستان میں یا کہیں اور کتنے مرکز ہیں جو اس بابرکت اور ضروری فرض کو ادا کر رہے ہوں؟ اور بالخصوص صحرائے افریقہ میں کونسا گروہ علما دین حق کے متلاشیوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنانے میں مصروف کار ہے؟ اس کا جواب بجز نفی کے اثبات میں نہیں دیا جا سکتا۔ کوئی یہ بتلانیکی جرأت نہیں کر سکتا

کہ مسلمانوں کی طرف سے افریقہ میں اشاعت مذہب کے لیے باقاعدہ انتظام ہے۔ جب یہ امر مسلمہ ہے
کہ وہاں پر کوئی باقاعدہ انجمن یا مشن۔ دیگر تبلیغی اسلامی تحریکات نہیں ہیں اور پھر زمرۂ اسلام
میں لاکھوں کی تعداد میں ساکنان افریقہ جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں اور دوسری
طرف مسیحی مشنریوں کی سرگرمانہ جد وجہد اور بے انتہا کوششوں پر بھی ایسی بیگانگی ہے
ہے جو ذیل کی سطروں سے ظاہر ہے۔ ایک پادری مقیم امریکہ نے ایک رسالہ میں لکھا ہے

"یسوع مسیح کے سچے پیرو اور حامیان صلیب نجات کا راستہ دکھانے کے لیے
وحشیوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں اُن کو تہذیب و انسانیت سے بغلگیر کرنے
کے لیے انتہائی کوششیں صرف کر رہے ہیں۔ لیکن تیرہ دماغ افریقہ کے
وحشی عام طور سے سچے مذہب سے اسقدر گریزاں ہیں کہ گویا اُن کی جہالت ہماری
پیش کردہ تہذیب سے بدرجہا بہتر و اعلیٰ ہے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ہم نے عزم صمیم
کر لیا ہے کہ مسیح کی سچی تعلیمات کی برکات ان وحشی انسانوں کے قلوب میں
جاگزیں کر دیں" تو یہ روشن حقیقت بالکل آشکار ہو گئی کہ دین برحق کون سا
ہے اور روحانیت کس کی غالب ہے۔

اِس قسم کی بے شمار شہادتیں موجود ہیں کہ جن سے اسلام اور مسیحیت کی روحانیت پر کافی
روشنی پڑتی ہے۔ اگر کوئی شخص قبل عیسائی ہونے کے بُری عادتوں۔ نقائص اور عیوب
میں یکتا ہو تو عیسائی ہو جانے سے اُسکی عادات قبیحہ میں سرمو فرق نہیں ہوتا بلکہ اُسکا
رجحان طبیعت بدی اور بُرائی کی طرف زیادہ ہو جاتا ہے۔ اسی بارہ میں یہی بہتر ہے
کہ کسی مسلمان کی رائے نقل کرنے کے بجائے خود عیسائی مقتدیوں کے تجربے اور مشاہدے
درج کر دیے جائیں تین چار سال کا ذکر ہے پانیر میں ایک نو وارد عیسائی مشنری کی طرف
سے نہایت مغموم آواز بلند ہوئی تھی کہ اُسے عیسائی ملازم نہیں ملتے اُس نے اخبار مذکور
کے ناظرین سے دریافت کیا تھا کہ دیسی عیسائیوں کو خدمتگاری کا کام کیوں نہیں سکھایا

جاتا اس کے جواب میں پائنیر کے کالموں میں کئی مشنریوں اور دوسرے ممتاز یورپینوں کے خطوط شائع ہوئے تھے جس سے اس امر پر تیز روشنی پڑتی ہے کہ عیسائی ہونے کے بعد لوگوں کے اخلاق اور تہذیب میں جو تغیر پیدا ہوتا ہے وہ اچھا نہیں ہوتا ایک صاحب پائنیر کے کالموں میں تحریر فرماتے ہیں۔

کون اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ ایک دیسی عیسائی سے ایک اچھے خدمت گار کا کام لے سکتا ہے مجھے اُن کا کافی تجربہ حاصل ہے اور میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ کاہل انتہا درجہ کے گستاخ۔ دروغ گو مسخرے اور دغاباز ہوتے ہیں لیکن اس میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ نقص محض اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ (۱) اُن کی تعلیم و تربیت تبلیغی انجمنوں اور سکولوں میں عمل میں آتی ہے اور (۲) اس کا باعث اُن کے مسیحی آقا ہیں جو اپنی مہربانی کا غلط استعمال کرتے اور اُن کے بُرے افعال سے چشم پوشی کرتے ہیں مشنریوں کی عنایت سے اُن کو ایسی سندیں مل جاتی ہیں جو اُن کی اصلی حالت پر پردہ ڈال دیتی ہیں ممکن ہے کہ وہ عیسائی ہونے سے پہلے اچھے ہندو ہوں لیکن عیسائی ہونے کے بعد وہ نہایت بُرا نمونہ پیش کرتے ہیں اور اگر اس کا ثبوت دیکھنا چاہو تو ہندوستان کے چند بڑے بڑے قصبوں اور شہروں میں چلے جائیے جہاں یہ بہتر سے بآسانی دیکھے جا سکتے ہیں۔

پادری احمد شاہ ہمیرپور عیسائیوں کے متعلق لکھتے ہیں۔

ہندوستان کے نام نہاد عیسائی قمار بازی لاٹری اور شراب کے دلدادہ ہیں جن سے اسلام کو سخت نفرت ہے۔ مذہبی فرائض کی کوئی پرواہ نہیں کیجاتی اتوار کو گرجے خالی پڑے رہتے ہیں لیکن تفریحی کلب ہمیشہ

اُن سے معمور نظر آتے ہیں۔

ان شہادتوں سے بخوبی ثابت ہے کہ عیسائیت نے انسان کی اخلاقی و روحانی اصلاح کا فرض کہاں تک ادا کیا ہے اور اُس نے اصلی تہذیب کی کہاں تک خدمت کی ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ تعلیمات اسلام ایک نومسلم کی حالت میں کیا تغیر پیدا کر دیتی ہیں اور کس طرح اُس کا توحش یکایک تمدن سے بدل جاتا ہے۔ اس کے متعلق بھی ایک عیسائی ہی کی رائے کو درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں:

"اسلام نے عیسائیت سے زیادہ تہذیب کی خدمت کی ہے جب کبھی کوئی حبشی قوم مذہب اسلام قبول کرتی ہے تو بُت پرستی۔ جناب پرستی مصنوعی۔ یا قدرتی اشیاء کی پرستش۔ مردم خوری نفسانی قربانی اطفال کشی جادوگری کافور ہو جاتی ہے۔ باشندے کپڑے پہننے لگتے ہیں۔ نجاست و غلاظت۔ صفائی و پاکیزگی سے بدل جاتی ہے وہ خودداری و عزت نفس حاصل کر لیتے ہیں مہمان نوازی ایک مذہبی فرض ہو جاتا ہے ے نوشی معدوم ہو جاتی ہے قمار بازی متروک بے حیائی کے ناچ اور ذکور و اناث کے ناجائز ربط و ضبط مفقود ہو جاتے ہیں۔ عورتوں کی پاک دامنی ایک نیک خصلت سمجھی جاتی ہے۔ کاہلی محنت سے و ذاتی حکومت آئین سے بدلجاتی ہے۔ امن و انتظام و پرہیزگاری کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ خاندانی خصومتیں۔ حیوانات اور غلاموں سے بے رحمی ممنوع ہو جاتی ہے انسانیت۔ مہربانی و خیر خواہی اور باہمی اخوت کی تلقین کیجاتی ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ بہت سی حالتوں میں اسلامی فلسفہ اخلاق ہمارے اخلاق سے بدرجہا بہتر ہے"

ہم حیران ہیں کہ جب عیسائی محققین خود اسلام کی زبردست روحانی تعلیمات کے حیرت افزا اثرات کا اعتراف کرتے ہیں اور اپنے مذہب کو اس بارہ میں مجبور و قاصر پاتے ہیں تو وہ کیوں مسلمانوں یا دوسری قوموں کو عیسائی بنا کر

بخیالِ خویش مہذب و متمدن بننے کے درپے ہیں۔ کیا وہ اُسی تہذیب کو لوگوں
میں رائج کرنا چاہتے ہیں جو ہندوستانی عیسائیوں کی حالت میں رُونما ہے
اور کیا وہ اُس تہذیب کو تہذیب نہیں سمجھتے جو مردم خور بُت پرستوں کو معزز و
پرہیزگار انسان بنا دیتی ہے ؟

ماحصل اِس تحریر سے صرف یہ ہے کہ تثلیث پرست اور اُن کے ہم نوا اصحاب
و نیز دیگر فہمیدہ اشخاص تعلیماتِ عیسوی .. .. اور تعلیماتِ محمدی
(صلے اللہ علیہ وسلم) میں بہ نگاہِ امعان ملاحظہ فرماویں کہ روحانیت کس میں غالب ہے
اور کون سا دین سچا اور حق پر ہے۔ مادی ترقیاں گو کیسی ہی دلفریب۔ پُراسرار اور ظاہری
شان سے مزین ہوں لیکن حقیقت میں اُسکو حباب بر آب جتنا بھی قیام و استحکام نہیں
ہوا کرتا اور روحانیت کا ابدی استحکام اُن ہی اصولوں میں جلوہ افروزی کر رہا ہے
جو الٰہی قانون اور منشاءِ خداوندی کے تحت میں منضبط کئے گئے ہیں۔

نصرتی چھتاولی

اخبار مشرق کی رائے

بزمِ فرید ملک المشائخ حضرت بابا فریدالدین گنجشکر قدس اللہ سرہٗ کے ملفوظات حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ
نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے راحۃ القلوب کے نام سے ترتیب دئے تھے مگر چونکہ وہ فارسی زبان میں تھے اور اب فارسی زبان کا
رواج اُٹھتا جاتا ہے اس لیے دفتر نظام المشائخ دہلی نے ضروری کتب تصوف و ملفوظات صوفیہ کے ترجمے شائع
کرنے کا اہم مقصد اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور سب سے پہلے راحۃ القلوب جیسی پُر سوز و گداز ملفوظ کا ترجمہ بزمِ فرید کے نام سے
چھاپ کر شائع کیا ہے اول تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی و اسم گرامی ہی اس کتاب کی کافی دلیل ہے
کہ یہ کتاب عوام و خواص جاہل و عالم میں ہاتھوں ہاتھ بکجائیگی لیکن اس کے علاوہ وہ کتاب کو ہم نے اول سے آخر تک
بہت ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا ہے اس میں بہت سے ایسے مسائل پر بحث کی ہے جس کا جاننا ہر مسلمان کیلئے

تضمینِ دلنشین

بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ

حسنِ ازل نے حسن کی چاہا کہ ہو جلوہ گری
بے مثل پیدا کی جمال و حسن میں صورت تری
سارے حسینانِ جہاں کی تجکو بخشی سروری
اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری
ہر چند وصفت میکنم لیکن ازاں بالاتری

منظور تھی اللہ کو دینی جو تجکو برتری
پیدا کیا اوّل تجھے آخر میں دی پیغمبری
اے شاہدِ ربِ جہاں از ہر دو عالم بہتری
اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری
ہر چند وصفت میکنم لیکن ازاں بالاتری

اے نورِ حق ہے وصف میں تیرے زباں قاصر مری
واصف ہے تیرا جب خدا میں کیا کروں مدحت تری
جن و بشر حور و پری تجھ سے کریں کیا ہمسری
تو از پری چابکتری وز برگِ گل نازکتری
وز ہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری

قرباں ہیں شمس و قمر وہ ہے تراحسن نکو
یوسف بھی ہو جاتے فدا ہوتے جو تیرے روبرو
شہرہ ہے تیرے حسن کا اس شش جہت میں چار سو
عالم ہمہ یغمائے تو خلق جہاں شیدائے تو
ایں نرگسِ شہلائے تو آوردہ رسمِ دلبری

شد عرشِ اعظم فرش تو قوسین و ادنیٰ جائے تو
واللیل مو والفجر رو والشمس مہ سیمائے تو
مکحولِ مازاغ البصر چشمانِ سرمہ سائے تو
عالم ہمہ یغمائے تو خلقِ جہاں شیدائے تو
ایں نرگسِ شہلائے تو آوردہ رسمِ دلبری

اے جلوۂ حسن آفریں اے نورِ خالقِ بحر و بر
تیرا ہی سارا نور ہے ارض و سما میں جلوہ گر
تجھ سا حسیں کوئی نہیں دنیا میں قصہ مختصر
ہرگز نیاید در نظر صورت نہ رویت خوبتر

شمسی انم یا قمر یا زہرہ و یا مشتری

ایسا نہیں پیدا ہوا، ہوگا نہ کوئی پیر حسیں ۔ تصویر جس کے حسن کی کھینچ سکتی ہیں نہیں
مانی پریشان حال ہے بہزاد ہے اندوہگیں ۔ صورتگر نقاش چیں در صورت یارم ببیں
یا صورتے کش این چنیں یا ترک کن صورتگری

اختر فنائی العشق ہے باقی نہیں اس میں خودی ۔ مجنوں ہے مرفوع القلم خارج ہے از نیکی بدی
پڑھتا ہے حال جذب میں اس شعر کو پایسدی ۔ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری۔

ماں باپ میرے اور میں جاں سے ہیں تم پر فدا ۔ ظاہر ہے تم پر حال دل میرا سب احاجت روا
مانند خسرو میں بھی ہوں امیدوار مصطفے ۔ خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما
باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

محمد عبد الغفور - از حیدرآباد - دکن

اخبار نسیم اعظم مرادآباد لکھتا ہے۔

بیان خسرو - یعنی حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری اور اُن کے کلام پر محققانہ ریویو۔ از شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی عجیب دلچسپ کتاب ہے۔ شبلی صاحب کی تصانیف اور اُن کا بیان کبھی بے نمک نہیں ہوتا۔ امیر خسرو کے تفصیلی حالات پر ہم بحث کرنا اس وجہ سے نہیں چاہتے کہ ملک اس نام کی کئی حیثیتوں سے واقف ہے۔ شبلی صاحب نے امیر خسرو کے کلام پر بڑی خوبی سے ریویو کیا ہے اور اُنکی حالات و قصص لکھے ہیں۔ اس کے ساتھ جا بجا کتاب میں فٹ نوٹ بھی دیئے گئے ہیں۔ کسی شخص کی سوانح عمری میں جو ضروری باتیں ہونی چاہئیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ ۱۸۰×۲۲ کی خوشنما تقطیع پر ۱۰۴ صفحہ پر نہایت خوشنمائی سے ولایتی سفید چکنے کاغذ پر محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ دہلی نے شائع کی ہے قیمت علاوہ محصولڈاک صرف ۸ آنہ ہے۔ اہل مذاق و دوست حضرات اسکی قدر دانی فرمائیں۔ نسیم اعظم

نظم
آفتابِ رسالت

نکل، نکل، پوری آب و تاب کے ساتھ نکل، وجودِ کن کو نہاں خانۂ عدم سے عالمِ ہست میں لانے کے باعث، ہمہ موجودات اور تخلیق دارین کے سبب، اپنی شعاعوں نورِ بیز اور انوار وحدت پھیلانے والی شعاعوں سے تیرہ خاکداں دنیا پر، کفر و شرک سے معمور دنیا پر، جلوہ افروز ہو۔ ہاں شان جلالی کے ساتھ جلوہ افروز ہو۔ نورات عرب طوفانِ الحاد کی شبنم سے، سیلاب ضلالت کے کہرے سے تیرہ و تار ہو رہے ہیں کرۂ ارض وحشت و بدعت کی ظلمت سے، باطل و جہالت کی حکومت سے ، زیر و زبر ہو رہا ہے۔ اس لیے آہ! صرف اسی لیے اے آفتاب رسالت! پوری آن بان، پوری اور کامل شوکت و شان، کے ساتھ، اُفق حجاز سے طلوع کر، باطل کو محو کرنے اور ظلمت کو مٹانے والی تجلی کے ساتھ، ناحق شناس دنیا پر ضیا گستر ہو۔ دیکھ وہ وہ دیکھ۔ پہاڑوں کی چوٹیاں، فاران کی بلندیاں، تیرے لیے دست طلب دراز کر رہی ہیں۔ وفورِ شوق میں، آہ تجھ سے ہم آغوشی کے شوق میں سرزمین حجاز کا ایک ایک ذرہ تیری ہر ایک کرن کا، تجلی ربانی سے حصہ یافتہ کرن کا، منتظر ہے۔ آہ! بے تابی سے انتظار کر رہا ہے۔ نہیں نہیں ہمہ تن دیدۂ دیدار طلب بن رہا ہے۔ دریاؤں کی موجیں سمندر کی لہریں، پہاڑوں کے حجر، خشکی کے شجر، اور دنیا کے بشر، سننا چاہتے ہیں۔ اسی نغمۂ دل نواز کو، اسی عیسےٰ کی صدا، تم سے لاکھوں درجہ بڑھی ہوئی حقیقت ریز آواز کو، جس نے حضرت محبوبِ سبحانی شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کی زبان معرفت ترجمان سے ایک بوسیدہ قبر میں سے مُطرب قوال کو زندہ کرا دیا تھا۔ اسی سوز کے ساتھ، درونی طپش اور مخفی سوز

کے ساتھ، صدائے گم کی شکل میں، ندائے غیبی کے لہجہ میں آئیے جو دلوں کو بجھے افسردہ اور مردہ دلوں کو تڑپادے، بھڑکادے، جلادے، اور راکھ کا ڈھیر بنادے ہاں جس سے اکسیر کا مرتبہ حاصل ہو، پیام وحدت لانے والی کرنوں تم ہیں سے، وہی کرن، بس وہی کرن تڑپتی اور لرزتی ہوئی آئے؛ عشق حقیقی کے شعلہ جاں سوز کو لیے ہوئے، خس و خاشاکِ غیر کو بھسم کرنے والی تاثیر کو لیے ہوئے نزول اجلال کرے، جو فانی ہستی کو بقائے ظاہری میں آگ لگادے، آہ شعلہ بھڑکادے جس سے وہی بے چینی، وہی سوز، وہی درد، پیدا ہو جس کے بعد آہ! جس کے بعد ابدیت و سرمدیت کا سکون، اور بقاء دوام کا کیف و سرور ہو۔ ف

بندھے پھر وہ نظام نفی و اثبات	کہ سب گم ہوں رہے باقی تری ذات
نہ میں ہوں اور نہ میری آرزو ہو	الٰہی تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو

نصرتی چرتھاولی

کشمیری میگزین رقمطراز ہے

نظام المشائخ کا رسول نمانمبر مولانا محمد الواحدی ایڈیٹر رسالہ نظام المشائخ دہلی جس محنت و شوق سے ہر سال نمبر تیار کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ انہی کا حصہ ہے۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر خان بہادر پیرزادہ محمد حسین صاحب عارف ریٹائرڈ کمشنر حج شمس العلما مولانا شبلی۔ خان بہادر میرزا سلطان احمد لسان العصر مولانا اکبر الہ آبادی مولانا نیاز فتحپوری۔ مولانا شفیق عماد پوری اور دیگر قابل شاعروں اور ناثروں کے کلام کا مجموعہ حاصل کرنا آسان کام نہیں ہے ایک ہی مضمون پر جن جدت آفرینیوں سے اہل قلم حضرات نے رسول عربی صلعم کے متعلق اظہار خیالات کیا ہے۔ وہ ضرور داد کے قابل ہے۔ حجم ۱۵۰ صفحہ قیمت ۱۲ر

دفتر نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجئے

طلب صادق

جلوہ فرمائے حریمِ دل خیالِ یار تھا — غیرتِ صد طور اپنا خانۂ ادبار تھا
جان و دل ایمان و دیں صبر و قرار و ہوش و عقل — پاس تھا جو کچھ بھی اپنے صدقۂ دلدار تھا
شوق دیدار جمالِ یار میں حیرت سے میں — پیکرِ بیجان تھا ایک یا نقش بر دیوار تھا
دل تھا صرفِ منتِ اندازہائے دلبری — دیدۂ حیران میں شوقِ دید کا طومار تھا
ہر بن مو بن گیا پروانۂ شمعِ جمال — جلتے جلتے لب پہ سوزِ حسن کا اقرار تھا
داستانِ ہجر کا کیا ذکر ایسی بزم میں — اس کا تو اندازہ ہر ایک قاطعِ افکار تھا
جوش زن موجِ تمنا ساحلِ لب پر یہاں — واں تسلی اور تشفیٔ وصل کا اقرار تھا
سرنگوں یاں مجرمانہ در خیالِ بزمِ خویش — لب پہ واں لاتقنطوا من رحمتی ہر بار تھا

پائی جب اتنی لگاوٹ چشمِ گوہر بار میں
عرض کی یہ دست بستہ حسن کی سرکار میں

تو چراغِ حسن کا مجھکو سدا پروانہ رکھ — اور در غیر سے پہلو سیر ابیگانہ رکھ
ہوش جو کچھ ہیں نصیبِ دشمناں کر دے انہیں — شوقِ محمل میں میرا دل مائلِ ویرانہ رکھ
چاک کر دے سب قبائے عقل و دانائی مری — خاطرِ بیگانہ دے اندازِ مجنونانہ رکھ
چشمِ عاشق کر دے وقفِ اشتیاقِ بیخودی — اور زبان اسکی محلِ نالۂ مستانہ رکھ
میں رہوں صحرا نورد اور تنگ نائے دہر کی — پائے وحشی کو مرے زنجیر سے بیگانہ رکھ
قیمت افزائی مری گر کوشش خرقہ او تا — کشتِ دنیا میں تو عریاں اب مثالِ دانہ رکھ
باغِ ہستی میں ترے منت کشِ گلچیں نہ ہوں — خود جنوں بیعل تمنا دست ازادانہ رکھ
دے یہ قدرت سے مجھکو بادۂ مستی کا جام — میرے ساقی احتیاجِ ساغر و مینا نہ رکھ
شاہدِ وحدت بنوں سامانِ دوئی کا چھوڑ دوں — اور طلبِ صادق میں رشتہ ماسوا کا توڑ دوں

احقر قلندر حلالی

۱۹۲۶ء

حُبِّ اِسلام

اسلامی تاریخ کا ایک ورق

سنہ ھ کا دور دورہ ہے۔ اسلام کی کھیتی باغبان ازل کی چشم عنایت سے رونق پر ہے۔ بڑے بڑے شیدائیان جانباز کے خون پاک سے آبیاری ہو چکی ہے۔ نہایت آب وتاب کے ساتھ ایک امی کاشتکار کے اِن تھک ہاتھوں سے سرسبزی و شادابی کی منزلوں پر پہونچ کر سرزمین عرب پر لہرانے لگی ہے۔ نت نئے فدائی و عاشقان سرفروش اپنے خوں بہا بہا کر اسکی کیاریوں کو سینچ رہے ہیں۔ ان شہیدان خنجر ستم اعدائے دین کا خون آخر دشمنوں کے نصیبوں پر ابر خون بنکر چھا گیا ہے۔ اور ایک عالم کے لیے شامیانہ رحمت کا کام دے رہا ہے۔ دربار رسالت میں صدیقؓ و عثمانؓ جیسے یاران باوفا و عاشقان جانباز سرفروشی کے لیے طیار ہیں۔ عمرؓ و خالدؓ جیسے تیغ زن صف شکن ایک اشارہ چشم پر جان نثار کرنے کے لیے آمادہ۔ علیؓ و طلحہؓ جیسے زبدۂ اہل ولا جادہ محبت کے سالک گلشن رسالت کی خوشہ چینی کا فخر حاصل کر رہے ہیں بلالؓ و اویسؓ جیسے مستان بادہ عشق و سرشار صہبائے الفت شمع رسالت کے گرد پروانہ وار جانسوزی کے لیے کمربستہ خود صاحب جود و کرم باعث ظہور دو عالم مہبط جبرئیل۔ عاصیوں کے کفیل کہف الوریٰ احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم (روحنا فداہ) خورشید فلک رحمت بنکر عاشقوں کے تفتہ دلوں پر باران عنایت و کرم برسا برسا کر رحمت اللعالمینی کی شان دکھا رہے ہیں۔ امت عاصی کی بخشش و نجات کے خیال میں چشم پر آب لیکن گلشن اسلام کی دن دونی رات چوگنی ترقی دیکھ کر مثل غنچہ نو

زیرلب مسکراتے ہوئے عاشقان کشتۂ خنجر ابروپر رحمت کے بجلیاں گرا رہے ہیں۔ کہ غالب بن عبد اللہؓ سریہ کدیہ کو سر کرکے مع مال غنیمت دربار رسالت میں حاضر ہوتے ہیں۔ فوراً آپ کو قبیلہ بنی مرا کیطرف اونکی سرکوبی کے لیے جنھوں نے چند بے گناہ مسلمانوں کا خون بہا کر قصاص شریعت محمدی اپنے اوپر واجب کر لیا بھیجا جاتا ہے۔ تہوڑے ہی عرصہ میں صحابی موصوف مع دوسنو غازیوں کے مظفر و منصور واپس ہوتے ہیں۔

کاروبار سلطنت جاری ہیں مختلف اطراف کو نامے لکھے جا رہے ہیں کہ ایک نامہ حاکم بصرے کے نام جناب حارث ابن عمیر کے ہاتہ بھیجا جاتا ہے۔ حارث بن عمیر امانت نبوی کو سینہ بے کینہ سے لگائے حرزجان بنائے راہ روی کرتے ہوئے موضع موتہ میں جو بلقا کے قریب بیت المقدس سے ایک یا دو منزل واقع ہے پہونچتے ہیں شرجیل ابن عمر غسانی جو اسوقت قیصر رومی کیطرف سے حاکم موتہ تہا بہ سبب شرک و کفر کے اس قدر سیاہ قلب اور سخت دل تہا کہ آنحضرتؐ (روحی فداہ) کے نام مبارک سے جلتا تہا۔ جب اس شقی القلب اور سیہ باطن کو خبر لگی کہ محمد عربیؐ (روحی فداہ) کا قاصد اس رستہ سے جا رہا ہے فوراً اوس سیدہے سادے مسلمان کو اپنے سامنے پکڑوا بلایا۔ اور چند سوالات کرنے کے بعد حضرت حارث بن عمیرؓ کو شہید کر ڈالا۔ اور اس طرح مسلمانوں کے دلوں کو غم اور غصہ سے بہر دیا۔ رسالت پناہؐ کے حضور میں جب اس دردناک واقعہ کی خبر پہونچی تو آپنے انتقام کی ٹہرائی آنحضرت (روحی فداہ) مدینہ منورہ سے نکلکر موضع جرف میں تشریف لائے۔ اور گروہ مسلمین کا جو شوق شہادت میں سر بکف اپنے بچوں اور بیبیوں کو چھوڑ کر جہاد کے لیے نکل آئے تھے جائزہ لیا تو تقریباً تین ہزار کا مجمع پایا۔

سبنے جرف میں خدائے برحق کے روبرو سر نیاز جہکا دیے اور دل سے توحید اور رسالت کی گواہی دے دے کر خدا اور رسول کو اپنی شفاعت کا ذمہ دار

بنایا۔ شمع رسالت کے گرد پروانہ وار آکر جمع ہو گئے۔ اور جھوم جھوم کر ساز دل سے یہ نغمہ گانے لگے ؎

گر بر سر و چشم من نشینی ناز ت بکشم کہ نازنینی

اوسوقت ارشاد ہوتا ہے کہ اے اسلام کے اوپر جان فدا کرنے والو۔ اے شوق شہادت میں سینے والو۔ اب ہم پر فرض ہے کہ عمیرؓ کا بدلہ لیں۔ لہذا تم پر زید ابن حارث کو امیر بنایا جاتا ہے۔ اگر حارث شہید ہو جائیں تو جعفر ابن طیارؓ کو اپنا سردار بنانا اگر یہ بہی اپنے معشوق مطلق سے جا ملیں تو عبد اللہ بن رواحہؓ تمہارے قائد ہوں گے۔ اگر یہ بھی زندگی کی سوت کو طلاق دے کر عروس حقیقی سے جا ملیں تو تمکو اختیار ہے جسے چاہو اپنا سردار بنانا۔

اُسوقت ایک جیّد عالم اور پرہیز گار یہودی حاضر تہا یہ سب باتیں سنکر حضرت عبد اللہ ابن ارواحہ سے ہم کلام ہوتا ہے۔

یہودی۔ اے ابن رواحہ تم اب زندہ نہ لوٹو گے۔ کیونکہ تمہارے نبی نے اِس طریقہ میں سردار مقرر کئے ہیں کہ گویا سب جن جن کے نام لیے ہیں شہید ہو جاویں گے۔

عبد اللہ بن رواحہ:۔ تو پہر اس سے زیادہ ایک مسلمان کی کیا آرزو ہو سکتی ہے

یہودی:۔ نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ اب یہ دن تمہارے آخری دن ہیں۔

ابن رواحہ:۔ مسلمانوں کے نزدیک اصلی زندگی مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے لہذا میں خوش ہوں کہ میں ہمیشہ کی زندگی کے قریب آگیا ہوں۔ اور عنقریب اُس منزل تک پہونچ جاؤں گا۔

یہودی:۔ بہتر ہے کہ تم اپنے آل اولاد سے رخصت ہو لو کیونکہ تم اب واپس نہ ہو سکو گے اور جو وصیت وغیرہ کرنی ہو کرتے جاؤ۔ اور اپنے بیگانوں سے

اچھی طرح سن لو۔ کیونکہ اگر تمھارے نبی سچے ہیں تو ضرور تم کو شہادت حاصل ہوگی
ابن سواحہ "(فوراً) میں گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت خدا کے سچے نبی ہیں۔ اور یہ
میری دلی خواہش ہے کہ دولت شہادت نصیب ہو۔ اور حشر کے دن شہیدوں
میں سرخرو اٹھوں اور قومی قربانی کرنے والوں میں میں بھی گنا جاؤں
یہ آدمی کی نامردی ہے کہ وہ مرتے وقت یا مرنے کی خبر سنکر ملنا جلنا
نکالے۔

ہمارا شیر یہ مونہ توڑ جواب دے کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہولیا۔ اور یہودی
دم بخود ہو کر چپ ہو رہا +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) ایک علم سفید بنا کر حضرت حارثؓ کو دے
دیتے ہیں اور ثنیتہ الوداع تک بذات خود اس لشکر کے ہمراہ تشریف لاتے
ہیں اور حارثؓ سے ان الفاظ کے ساتھ "اے زیدؓ تم سیدھے حارثؓ کے
مقتل تک جانا اور وہاں کے لوگوں کو دعوت اسلام کرنا اگر نہ مانیں تو جہاد کو
کمر ہمت باندھ کر خدا اور رسول کا حکم بجا لانے کے لیے کوشاں ہونا۔ خدا اور
رسول تمھارے حافظ ہیں۔ خدا ایسے لوگوں سے جو فراش راہ اسلام ہیں خوش
ہوتا ہے اس لیے میں بھی تم لوگوں سے خوش ہوں" رخصت ہوتے ہیں۔

غازیان شیر شکار علی الصباح موضع موتہ میں جا پہونچے۔ اور موضع کے
گرد ڈیرے ڈال دیے۔ اب شرجیل کی آنکھیں کھلیں اور سوچا کہ تونے ناحق برطول
کے سچھتے کو چھیڑا۔ چار و ناچار مقابلہ اور مجادلہ کی ٹھرائی۔ قیصر روم کے پاس
مدد کے واسطے قاصد دوڑائے ادھر ادھر کے نصرانیوں کو نامے لکھے اور
خود بھی لاؤ لشکر سے لیس ہو کر مقابلہ پر آن ڈٹا۔ اور اپنے برادر خورد سدوقتہ
نامی کو پچاس آدمیوں کے ساتھ طلایہ دار بنا کر بھیجا۔ حضرت زید ابن حارثؓ نے

حسب ارشاد آقائے نامدار سلامتی اور صلح کیطرف بلایا۔ مگر لاتوں کا بھوت باتوں سے کب بہا گنے والا تھا۔ تہوڑی ہی دیر میں وادی القریٰ کی خوبصورت گھاٹی جنگ جدال کا منظر بن گئی اس خدائی لشکر کے سامنے پچاس دیوں کی کیا حقیقت تھی۔ تہوڑی دیر میں میدان جیت لیا۔ اور شدوش مع ساتیوں کے مارا گیا۔ بچے کھچے ہمراہیوں نے شرجیل کو اس واقعہ کی خبر دی جس نے خوفزدہ ہوکر قلعہ کا دروازہ بند کردیا۔ اور خود اپنے دوستوں اور قیصر کی مدد کا انتظار کرنے لگا۔"

تہوڑے ہی دنوں میں قیصر کا لشکر آگیا اور ادہر قبائل طئی وائل ان کر شرجیل کی مدد کے لیے جمع ہوگئے۔ اس طرح کل لشکر ایک لاکہہ تک پہنچ گیا ادہر صرف تین ہزار جانباز۔ یہ تین فیصدی کی نسبت اور دشمنوں کا مقابلہ

آہ اے نامنصف مورخو۔ اے اسلام کے تلوار سے پہیلنے کے قائلو آؤ اور چشم حقیقت وا کرو۔ کون سی طاقت دنیا میں ایسی ہے جو اپنے سے ۳۳۔ گنی طاقت پر غالب آوے۔ اگرچہ تمھارے تعصب اور ہٹ دہرمی کی طاقت نے قلم کی روش بدل کر دنیا کو دہوکہ میں ڈالدیا ہے۔ مگر پہر بھی واقعات زندہ ہیں حالات شاہد۔ لو ایک ہماری تلوار لو اور ایک اپنی دو تلواروں سے تم ۳۳۔ تلواروں پہ غالب ہوکر دکھاو۔ اگر آپ بھی تم اپنی آنکھوں پر تعصب اور بے ایمانی کی ٹھیکری رکھکر واقعات کو دہندلا بتاتے ہو۔ تو شوق سے بتاؤ اسلام کی شمع اعدا کی پہونکوں سے نہیں بجھ سکتی۔ سچی اور کھری بات جہوٹی اور کھوٹی نہیں ہوسکتی ہ

جہوٹ کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں،
ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

توحید نہیں مٹ سکتی توحید والے نہیں مٹ سکتے۔ یہاں تو ایک اور ۳۳ کا مقابلہ تھا۔ اگر ایک اور ہزار کا بھی ہوتا تو اسلام کا بول بالا رہتا۔ ؎

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

حقیقت میں چند بے سر و سامان پردیسیوں کا کثیر التعداد اعداء کے نرغہ میں گھر جانا معمولی بات نہ تھی ناامیدی وہراس انسانی فطرت کا تقاضا تھا۔ مسلمانوں میں اسقدر بڑا لشکر دیکھ کر چہ میگوئیاں ہونے لگیں توقف تامل اور سراسیمگی کے آثار ہویدا ہونے لگے۔ کسی نے آنحضرت سے مدد طلب کرنے کا مشورہ دیا۔ بعض واپسی کی ٹھہرانے لگے۔ یہ تذبذب کی حالت دیکھکر حضرت عبد اللہ بن رواحہ کھڑے ہوتے ہیں اور اسلامی محبت کے بھرے ہوئے دل سے اس خوفزدہ مجمع میں کھڑے ہوکر زور سے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے بھائیوں کیطرف مخاطب ہوکر فرماتے ہیں۔

"اے شیر دل مہاجرین۔ اے دشمن شکار انصار تمہارے جوہر ذاتی کدھر گئے۔ تمھاری رگِ حمیت کیوں سست پڑ گئی۔ کس قدر تعجب اور مضحکہ خیز بات ہے۔ کہ جس کی آرزو اور شوق میں تم نے اپنے ننھے بچے ماؤں کی گودیوں میں چھوڑے ہیں جس کی خواہش اور تمنا میں تم نے نئی دلہنوں کا پہلو خالی کیا ہے اور ان کو خدا کی رضا جوئی اور رسول کی خوشنودی میں جدا کیا ہے۔ جسکی دھن میں تم نے اپنے سرسبز باغات اپنی لہلہاتی کھیتیوں اپنے مال و متاع کو خیرباد کہا ہے تمھارے سامنے موجود ہے لو اور دونوں ہاتھوں سے لو۔

بھائیوں عشق کی منزل اول ہے۔ قدم بشتیر پڑے۔ سودائے محبت کو سر دیکر خریدلو خدا کا دیدار مول لے لو۔ غیرت مند بھائیوا شیوہ عشاق ہاتھہ سے نہ جانے دو۔ توحید کے شیدائیو کثرت اعدا کا خیال کرتے ہو۔ کیا تم کو ہمیشہ اپنی تعداد اور اسلحہ واسپ پر بہروسہ رہا ہے۔ نہیں پناہ مانگتا ہوں میں خدائے پاک سے اور تسبیح کرتا ہوں میں اوسکی) ہم ہمیشہ (دین خدا کی مدد اور رسول کی سچی تائید پر لڑے ہیں۔ دیکھو خدا ہمارے ساتھہ ہے۔ پہر ڈر کاہے کا؟ بڑہو اور تکبیر کہو قیامت تک نام رہے گا۔ جنت اور دنیا تمھارے سامنے ہے جس کو اچھا سمجھتے ہو اس کے لینے میں پس وپیش کیسا۔ فدائیو۔ اسلام کی نام پر فدا ہوجانا زندگی ہے ورنہ ایسی زندگی سے جس کے تم خواہاں ہو موت بہتر ہے۔ بڑہو اور دشمن کا شکار کرو۔

بیاہ لیجاؤ عروس موت کو
دو طلاق اس زندگی کی سوت کو

حضرت عبداللہ کی اس تقریر آتش فشاں نے ہمیں میں چنگاری کا کام دیا۔ غازیوں کی آنکھیں کھل گئیں اور سب استغفراللہ کہتے ہوئے مرنے مارنے پر تل گئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں بھی اس جنگ میں موجود تھا جس وقت لشکر کفار اپنے زرق برق لباس میں چمکدار اور مجلاّ اسلحہ اور زرین ساز و سامان سے سجے ہوئے گھوڑوں سے نمودار ہوا میری آنکھیں چندھیا گئیں۔

حضرت زید بن حارثؓ علم کو کلیجہ سے لگا لیتے ہیں اور اس قدر داد شجاعت دیتے ہیں کہ لشکر کفار تہ ؔ و بالا ہوتا ہے۔ آخر کار شہید ہوجاتے ہیں۔ حضرت

حیدر کرار کے قوت بازو وڑ کر علم کو لپک لیتے ہیں۔ شجاعت اور بہادری خاندانی نشان رگ ہاشمی جوش میں آتی ہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں کشتوں کے پشتے لگا دیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے علم لیتے ہی گھوڑے کی کوچیں کاٹ دی تھیں اور اسلام میں سب سے پہلے آپ ہی نے یہ کام کیا تھا۔ کفار کی فوجوں کی دیواریں کسی طرح کم نہونے پائیں۔ ایک ایک نے دس دس کو مارا دس اور جم گئے۔ تلواروں کے قبضے ہاتھوں میں جم گئے خون کی ندیاں بہنے لگیں لاشیں جا بجا تیرتی نظر آتی تھیں مگر زغہ اعدا کم نہوتا تھا حضرت جعفر طیار اس قدر لڑے کہ ایک ہاتھ قلم ہو گیا۔ شجاعت کی جان سے تھے بہادری کے دھنی خیال میں بھی نہ لائے بائیں ہاتھ میں علم سنبھالا اور پھر لڑنے لگے۔ ناگہاں کسی شقی نے ایسا وار کیا کہ حضرت جعفرؓ نے شربت شہادت نوش فرمایا۔ فرشتوں نے ہاتھوں پر سنبھالا۔ رحمت ایزدی نے گود میں لیا۔ رضوان نے دوڑ کر استقبال کیا۔ جنت پیشوائی کو اوتر آئی۔ اور حضرت جعفر حیات جاوید کے مزے اٹھانے لگے۔ اور تقریباً ایک صد گلہائے زخم کا ہار پہنے ہوئے عروس شہادت کی پہلو میں جا بیٹھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اے خوان الفت سے شکم سیر ہونے والو۔ اے عشق کی دشوار گذار گھاٹیوں کو مردانہ وار طے کرنے والو آؤ دیکھو تمہارا ایک ہم جنس و ہم مشرب کس اولوالعزمی اور صبر و استقلال کے ساتھ اپنے عشق کی تواضع کر رہا ہے۔ تین دن صاف گذر گئے ہیں کہ ایک کھیل منہ میں اڑ کر نہیں گئی ہے۔ بھوکا پیا لشکر کی درستی اور سامان کی تیاری میں مصروف ہے۔ منہ زرد۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی۔ دل کی آنکھوں سے اپنے بھائیوں کی تکلیف اور اعدا کی سختیاں دیکھ دیکھ کر زار زار رو رہا ہے

مگر واہ رے بانکپن کیا مجال کہ پیشانی پر ذرا بھی بل آئے۔ شوق شہادت میں مدہوش نہ تن کی خبر نہ جان کا ہوش۔ ایک ہاتھ میں تلوار کا قبضہ ایک ہاتھ بھائیوں کی تسلی وتشفی میں مصروف آنکھیں خیال وصال میں آسمان پر لگی ہیں۔ دل میں محبوب حقیقی بسا ہوا ہے۔ رگوں کے ہر تار سے صدائے یا ہو کے ساتھ یہ نغمے نکل رہے ہیں۔

سر نہ پیچم من زشمشیر حبیب ۔۔۔ ہرچہ آید بر سر من یا نصیب

اس شاہد بادۂ عشق کی یہ حالت زار دیکھ کر اون کے چچا زاد بھائی کو تاب نہ رہی دوڑ کر بھنے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالدیتے ہیں۔ ہمارا شیر ابھی ٹکڑا اچھی طرح چبا کر نگلنے نہیں پاتا کہ یہ دل ہلا دینے والی آواز کہ حضرت جعفر جنت الفردوس کو سدھارے۔ کان میں پڑتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ اوس ٹکڑے کو تہوک دیتے ہیں اور باز کی طرح علم تھام لیتے ہیں۔ اور کچھ ایسی آن کے ساتھ لڑتے ہیں کہ دوست دشمن کے حلق سے صدائے تحسین کے نعرے بلند ہوتے لگتے ہیں۔ مسلمانوں میں جابجا چرچے ہو رہے ہیں کہ بھائیو یہ عشق شوق شہادت کی ہتی نہ کہ بھوک پیاس کی دیکھو تو کس زور شور کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ تیغ خون آشام دست قوی میں پکڑے ہوئے جدہر رُخ کرتے کفاروں کا مجمع کائی کی طرح پہٹ جاتا تہا۔ ایک کے اوپر ایک گر جاتا۔ خوف اور رعب کے سبب بڑے بڑے پہلوانوں کا پتہ پانی ہوتا۔ کسکی مجال تہی جو اس بھوکے شیر کے منہ آتا۔ دور سے تیر اور پتھروں کا مینہ برسانے لگے۔ شیر کو گیدڑ بھپکیوں سے ڈرانے لگے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کا یہ حال تہا کہ کبھی میسرہ پر کبھی میمنہ پر کبھی مسلمانوں کی تشفی کبھی فتح ونصرت کی دعا کبھی کفار کے خرمن جان پر بجلی کی طرح گرتے۔ کبھی مسلمانوں کے سر پہ آفتاب رحمت بنکر چمکتے۔ ایک ایک کی آرام وتکلیف کا خیال۔ زخم پر زخم کہاتے

ہوئے۔ آرزوئے شہادت میں مسکراتے ہوئے پارہ کی طرح ہر طرف پہرتے تھے۔ اسی آمد و شد میں ایک شقی کی تلوار دست مبارک پر پڑتی ہے۔ چہنگلیا کٹ جاتی ہے اور صرف ایک جھلی کے سہارے لٹکنے لگتی ہے۔ شدت درد کیوجہہ سے ضعف آتا ہے کوچہ محبت میں قدم ڈگمگانے لگتا ہے نفس کیطرف خطاب کرکے کہتے ہیں کہ اے مردود نفس اگر تجھکو بیوی کا خیال ہے تو میں نے اوسکو طلاق دی اگر بچوں کا ملال ہے تو اونکو راہ خدا میں قربان کرچکا۔ اگر غلاموں پر بیچتا ہے تو میں اونکو آزاد کرتا ہوں اگر گہر اور کہیتی کا خیال ہے تو وہ خدا اور رسولؐ کے نام پر وقف کرچکا بس اب تو دنیا میں تیرا کوئی نہیں۔ہاں ایک خدا اور دوسرا رسولؐ۔ سو وہ تجھکو وہاں بہی ملیں گے۔ بس اب مرنے کیلیے طیار ہو یہ کہکر انگلی ران کے نیچے دباکر توڑکر پہینکدیتے ہیں۔ اے اسلام کی دعوے دارو۔ اے خدا اور رسول کی محبت کا دم بہرنے والو۔ اے اسلام کے نام پر جان فدا کرنے والو۔ دیکھو اور چشم حقیقت سے دیکھو یہ روحیں تہیں جنہوں نے اسلام کے پودے کو سینچا تھا۔ یہ طبیعتیں یہ مزاج تہے جن کے خمیر میں اسلام اور اسلام والے کی محبت کوٹ کوٹ کر بہری تہی۔ حضرت عبد اللہ آخرکار اسی حالت میں لڑتے لڑتے اسلام پر سے قربان ہوجاتے ہیں اور ہمیشہ کے لیے اپنا نیک نام دنیا میں چہوڑ جاتے ہیں۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

احقر بدر الحسن جلالی

حضرات ناظرین! آپ سے خط وکتابت کرتے وقت پتہ شکستہ نہ لکہا کیجئے اور اس کے ساتھ اکثر خریداری نمبر نہیں ہوتا براہ کرم اس کا خیال رکہئیے۔ جس مہینے کا پرچہ تاریخ مقررہ کو نہ پہنچے اس کی اطلاع مہینے کے ختم ہونے سے بہت پہلے آجانی چاہیئے۔ ورنہ وہ پرچہ ہوچکے گا۔ منیجر۔

نظم نعتیہ

(جو جلسۂ میلاد النبی گوجرانوالہ میں پڑھی گئی)

آج عالم کیا ہی نورانی ہوا
ذرہ ذرہ مہر کا ثانی ہوا

ہر طرف ہے رحمت حق کا ظہور
ہر در و دیوار سے چمکے ہے نور

کیا بہار جانفزا ہے ہر طرف
کیا سماں رحمت زدا ہے ہر طرف

خاک رو کش نسخہ اکسیر ہے
کیا ہوا کی دلکشا تاثیر ہے

تازگی ہے صفحۂ گلزار پر
تازہ رونق ہے ہر اک رخسار پر

نور کا عالم ہوا ظلمات پر
روشنی غالب ہوئی ہے رات پر

سے عرب سے تا عجم روشن ہوا
کوچہ و برزن ہر اک گلشن ہوا

آسمان پر فخر ہے اس خاک کو
رشک ہر ذرہ سے ہے افلاک کو

نور سے معمور صحن خاک ہے
خاک رو کش عرصۂ افلاک ہے

وجد میں عالم کی حالت آج ہے
سب کو حاصل ہے جو احتیاج ہے

جہل کا جو دور تھا وہ دور ہے
نور ایمان سے جہاں معمور ہے

کفر ٹوٹا نور حق کا ہے ظہور
ذرہ ذرہ ہے جہاں میں رشک طور

ساحروں کے سحر باطل ہو گئے
کاہنوں کے زور زائل ہو گئے

دیو ملعون قید میں داخل ہوا
غول رہزن آج پا در گل ہوا

طاق کسرے کا جو تھا تھرا گیا
قصر قیصر پر بھی لرزہ آ گیا

رسم سفاکی جو تھی وہ مٹ گئی
خوئے بیباکی جو تھی وہ مٹ گئی

دے رہے ہیں چرخ سے قدسی صدا
آمد احمد ہے اے صل علیٰ

خاندانِ ہاشمی کا وہ چراغ — دے رہے تھے انبیا جسکا سُراغ

آیا جس کا منتظر تھا سب جہاں — آیا جو ہے مفخرِ کون ومکاں

آیا مقصودِ دو عالم نورِ حق — آیا جس کا نام ہے سبکا سبق

آیا وہ جس کی بشارت انبیا — دے رہے تھے ازرہِ صدق وصفا

آیا مخلوقِ دو عالم کا شرف — آیا وہ دُرِ دانۂ عالی صدف

آیا مختارِ خداوندِ جلیل — آیا وہ محبوبِ مقصودِ خلیل

آیا وہ جو باعثِ ایجاد ہے — آیا جسکی مجلسِ میلاد ہے

آیا وہ جو ہے مرادِ دو جہاں — آیا وہ جو ہے رسولِ انس وجاں

آیا وہ جو فخرِ ابراہیم ہے — آیا وہ جو واجب التعظیم ہے

آیا از فضلِ خدائے عالمیں — صنعِ خالق کا نمونہ بہتریں

ہم غریبوں کا سہارا آگیا — حامی وناصر ہمارا آگیا

کحلِ مازاغ البصر کا آنکھ میں — آیا دکھلانے جمالِ حق ہمیں

آیا وہ شانِ جمالی میں بیاں — آیا وہ نورِ جلالی میں عیاں

آیا وہ مظہر خدا کے نور کا — آیا مصدر فضلِ نامحصور کا

حق کی پیدائش کا وہ پہلا سبق — آیا وہ لیکر بیاں ثانی ورق

آیا وہ مخدومِ جبرائیل کا — آیا آقا خضر ومیکائیل کا

آیا لیکر رحمتِ ہر دو جہاں — آیا لیکر وہ شفاعت کا نشاں

کشتیِ امت کا آیا ناخدا — آیا سارے عالموں کا مقتدا

آیا وہ شمعِ شبستانِ ہدیٰ — آیا وہ رونق وہِ ہر دو سرا

آیا وہ برجِ نبوت کا قمر — آیا وہ برجِ رسالت کا گہر

خلق میں انسانِ کامل آگیا — لے کے لطفِ حق کو شامل آگیا

مالک تسنیم و کوثر آگیا — صاحب تطہیر سرور آگیا

یثرب و بطحا کا والی آگیا — سید عالی متعالی آگیا

اے ربیع الاول اے ماہ بہار — تجھ پہ ہوں سو جاں سے سب جاں نثار

تجھ میں وہ عالی نسب پیدا ہوا — تجھ میں وہ والا حسب پیدا ہوا

مرحبا صد مرحبا صد مرحبا — اے ربیع الاول اے ماہ ضیا

تجھ میں ختم المرسلیں پیدا ہوا — تجھ میں فخر الاولیں پیدا ہوا

تجھ میں شاہ دوسرا پیدا ہوا — تجھ میں محبوب خدا پیدا ہوا

تجھ میں کہف امتاں پیدا ہوا — تجھ میں روح عالماں پیدا ہوا

آیا سب کو راہ پہ لانے کیلئے — جھگڑے دنیا کے مٹانے کیلئے

آیا آپس میں ملانے کے لیے، — کلمہ وحدت پڑھانے کے لیے

مومنو آواز صلوات و درود — ہو بلند از شوق محبوب ودود

یا الٰہی ہوں دعائیں سب قبول — دین و دنیا کے مقاصد ہوں حصول

اے کریم اے کارساز ذوالمنن

بخش احقر کو بحق پنجتن

راقم آثم (حکیم) شہاب الدین حقیر از گھڑیالہ

صحیفہ بجنور کی رائے

بیان خسرو: مولوی محمد الواحدی صاحب دہلوی اڈیٹر نظام المشائخ دہلی نے علامہ شبلی نعمانی کی ایک تازہ تصنیف "بیان خسرو" شائع کی ہے جس میں امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری اور ان کے کلام پر محققانہ ریویو کیا ہے۔ ضخامت ۸۲ صفحے کاغذ ولایتی اور چھپائی بھی ولایتی طریقہ کی۔ ٹائٹل رنگین قیمت علاوہ محصول ڈاک (۱۰) جو بمقابلہ اس کی خوبیوں کے زیادہ نہیں ہے۔ دفتر نظام المشائخ دہلی سے مل سکتی ہے۔

فریب خوردۂ نفس

میں کہتا ہوں یا میری انانیت زبان قال و حال سے یہ کہتی ہے کہ دنیا بھر کے انسان نہیں تو کم از کم یہ کہ اور بہتیرے عیب دار ہوں گے۔ بلکہ ہیں مگر اپنی ذات جملہ عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ میری کمزوریاں مجھے قدم قدم پر ٹھوکریں کھلاتی ہیں اور دوسروں کی بعض خوبیاں صراحتہً میرے مشاہدہ اور تجربہ میں آتی ہیں۔ میں ابھی ابھی طیش کھا کر غیظ و غضب میں آکر حکم لگا دیتا ہوں کہ فلاں شخص دین و دانش سے بے نصیب اور مستوجب عتاب و خطاب ہے لیکن اسے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پاتا کہ محض فضل ایزدی مجھ پر حق آشکار کر دیتا ہے اور مجھے ماننا پڑتا ہے کہ میں آپ ہی مبتلائے معصیت اور فریب خوردۂ نفس تھا کہ اپنی اصلاح کے بجائے جس کی باز پرس ہونی اور ضرور ہونی ہے دوسروں کی عیب جوئی پر متوجہ رہا۔ میں جانتا ہوں کہ خدائے پاک غیبت کو منع فرماتا ہے کہ یہ مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ مگر میں مزے لے لیکر اسی فعل مکروہ کا ارتکاب کرتا اور یہ سمجھتا ہوں کہ غیبت مردار خواری ہوتی ہوگی مگر میں تو غیبت نہیں کر رہا۔ کیونکہ میری یہ سب باتیں حق بجانب ہیں اور واقعات پر مبنی۔ آہ! میری شامت اعمال! میں نفس کے دھوکے میں آکر ایک گناہ صریح کا ہی مرتکب نہیں ہوتا بلکہ شیطان لعین کو بھی اس پر خوشی کا موقعہ دیتا ہوں کہ میں اپنی معصیت پر مسرور و مطمئن ہوں۔ لیکن میرے عجز پرور کہلانے والی ذات میری دستگیری فرما کر پھر مجھے ہلاکت کے اس خطرناک غار سے نکال لیتی ہے۔ آہ! ۔

حق نے احساں ہیں شے کی اور نے کفراں میں کمی وہ عطا کرتا رہا اور میں خطا کرتا رہا۔
میں عقل و فہم اور ذکاوت و فراست کے زعم میں بار بار خدائی فیصلوں۔ ہاں اپنے
مولی کریم کے صریح حکموں کو توڑتا ہوں۔ مگر آخر میرا گھمنڈ مجھے نیچا دکھاتا اور یہ منوا
کے چھوڑتا ہے کہ جو کچھ سمجھے بیٹھا تھا وہ نفس و شیطاں کا اغوا تھا ورنہ شایان عبودیت
تو یہی ہے کہ قدم قدم پر خوف و خشیۃ اللہ دل میں ہو اور اہدنا الصراط المستقیم لب پہ
میں روزمرہ دیکھتا ہوں کہ میرے تمامی قوائے ظاہری و باطنی مجھے اکثر حقائق
امور سے دور رکھتے ہیں پھر بھی میں ہر بات میں یہی سمجھتا ہوں کہ میری رائے
دو اور دو چار کی طرح اٹل اور شکوک و شبہات سے قطعاً پاک ہے۔ لیکن جب
اپنی تدابیر میں ناکامی کی بھیانک صورتیں نظر سے گذرتی ہیں تو پھر چار و ناچار
ماننا پڑتا ہے کہ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید تو ایک ہی ذات پاک کی شان ہے اور
میں تو ایک بہت ہی بے حقیقت ہستی ہوں۔ جو اپنی ذات سے کسی شے
پر بھی قادر مطلق نہیں۔

حیف صد حیف! یہ سمجھتے ہوئے کہ اہدنا الصراط المستقیم کی اعلیٰ تعلیم میرے
خالق و مالک کی طرف سے ہے تاکہ مجھے ہمیشہ ہر تاریکی، ہر گمراہی، اور ہر
ہلاکت سے بچائے۔ میرے نفس دنی کا فریب مجھے مغضوب و ضال بنانے اور
نعمائے الٰہی سے محروم رکھنے کے لیے امکان بھر اس نسخہ اکسیر سے دور ہٹاتا رہتا ہے
کاش کہ میں اپنی کمزوریوں اور اپنے مولیٰ کی طاقتوں کا پورا پورا علم و یقین
حاصل کرسکوں کہ تادم مرگ ایاک نعبد و ایاک نستعین کا عامل رہوں صراط مستقیم کا
طلب گار۔ مغضوب و ضال بننے کے خطرات سے محفوظ اور منعم علیہم میں شامل ہو
جاؤں کہ فریب نفس سے رستگاری کی یہی ایک صورت ہے۔ آمین

احمد حسین۔ فرید آبادی

منقبت

پیرانِ پیر

مژدۂ بخشش کا سنا دو حضرتِ پیرانِ پیر — اب لبِ شیریں ہلا دو حضرتِ پیرانِ پیر
روضۂ اقدس دکھا دو حضرتِ پیرانِ پیر — بختِ خفتہ کو جگا دو حضرتِ پیرانِ پیر
میں ہوں شیدائی تمہارا اے شہِ قطبِ زماں — اپنے چہرہ کو دکھا دو حضرتِ پیرانِ پیر
بے ٹھکانہ خانماں برباد ہوں آوارہ ہوں — اپنی قدموں سے لگا دو حضرتِ پیرانِ پیر
شش جہت سے غم نے آکر مجھکو گھیرا ہے بہت — آکے تم اس سے چھڑا دو حضرتِ پیرانِ پیر
چشمِ موسیٰ اہلِ محشر دشتِ محشر میں نہیں — تم اگر جلوہ دکھا دو حضرتِ پیرانِ پیر
مثلِ موسیٰ کیسے ہوں میں منتظر دیدار کا — اب رخِ روشن دکھا دو حضرتِ پیرانِ پیر
تیری بوئے زلف سے مستانہ ہوں دیوانہ ہوں — زلف کی خوشبو سنگھا دو حضرتِ پیرانِ پیر
اہلِ محفل کب سے بیٹھے ہیں تمہارے منتظر — بر ملا صورت دکھا دو حضرتِ پیرانِ پیر
شربتِ دیدار کا تیرے پیاسا ہوں بہت — تشنگی دل کی بجھا دو حضرتِ پیرانِ پیر
گردشِ گردونِ گرداں سے ہوا ہوں تنگ میں — اس بلا سے تم چھڑا دو حضرتِ پیرانِ پیر

اس شہید بینوا پر جب کہ روئیں لوگ سب
دامنِ رحمت اوڑھا دو حضرتِ پیرانِ پیر

دوسری منقبت

میرے نالوں کا اگر نکلا ہر اثر ہو جائے گا — گنبدِ عرشِ بریں زیر و زبر ہو جائے گا
جس گدا کا کوچۂ جیلاں میں گھر ہو جائیگا — زیرِ فرما اُس کے ملکِ بحر و بر ہو جائے گا
خاک کوئے غوثِ اعظم رخ پہ پڑ جائیگی جب — پرتوِ چہرا مرا رشکِ قمر ہو جائے گا،

راہِ مقصد گر نہیں دیکھی تو کچھ پروا نہیں
عشقِ غوثِ پاک ہی خود راہبر ہو جائیگا

کوچۂ جیلاں سے ادھر آئیگی کب بادِ مراد
کب مرا نخلِ تمنا بارور ہو جائے گا۔

اے نسیم شاہ جیلاں کب ادھر آئے گی تو
کب نہالِ خشک میرا پر ثمر ہو جائے گا

گر سنائیں گے ہم اپنا تمکو احوالِ زبوں
عرصۂ عمرِ خضر بھی تنگ تر ہو جائے گا۔

ہے یقیں وہ تا ابد خنداں رہے گا مثلِ گل
عشقِ غوثِ پاک میں جو نوحہ گر ہو جائیگا

عاملِ اسمِ مبارک ہو کے اے دل دیکھ لے
ہاتھ میں مٹی کا ڈھیلا لے تو زر ہو جائیگا

منزلِ شعر و سخن دم بھر میں ہو جائیگی طے
لطفِ اوستادِ ازل گر ہمسفر ہو جائیگا

پھونک دیگی جسکو برقِ حسنِ جاناں دوستو
ہو کے سرمہ خلق کا نورِ نظر ہو جائے گا

گوہرِ مقصود ہاتھ آئیگا تب عبدالرشید
جانبِ بغداد جب تیرا گذر ہو جائے گا

علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کا ریویو

بیانِ خسرو:۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ جیسے باکمال وجامع حیثیات بزرگ گزرے ہیں اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ آپکی مختصر سوانح عمری (جس میں آپ کے کلام پر نہایت دلچسپ اور محققانہ ریویو کیا گیا ہی) علامہ شبلی نعمانی کی لکھی ہوئی دفتر "نظام المشائخ" دہلی سے شائع ہوئی ہے۔ گو کتاب مختصر ہے، لیکن علامہ شبلی کی قلم نے صاحبِ تذکرہ کے خط وخال کافی طور پر نمایاں کر دیے ہیں۔ خسرو کی زندگی اخلاقی اعتبار سے بھی ایک ایسا اعلیٰ نمونہ ہے جسکی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ گو امراء وسلاطین کے دربار میں گذرا تاہم انسانی آزادی کے جوہر کو انہوں نے کبھی ہاتھ سے نہیں دیا، چنانچہ ایک موقع پر اپنی درباری زندگی مجبوری کو نہایت صفائی کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے کہ ؎ باسم زبرائے نفس خود رلئے پیش چو خود سے شاہ بر پاسے + سلطان علاءالدین خلجی جیسے سنگدل اور ذی دبدبہ شخص کو چو خود (یعنی مثل اپنے ہی ایک معمولی انسان) قرار دے دینا اگر غور کیا جائے تو کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ یہ کتاب شبہ کتاب مطالعہ کئے جانیکے قابل ہے۔ قیمت دس آنے۔ ملنے کا پتہ:۔ دفتر نظام المشائخ، دہلی +

شیخ الاسلام حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر قدس سرہ العزیز و قطب حقانی امام ربانی حضرۃ مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اور اُن کا نسب

یہ حضرات چھٹی اور گیارھویں صدی ہجری کے اُن اکابر اسلام میں سے ہیں جنکی شان میں ارشاد اقدس عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل وارد ہے اور جن کے سلاسل عالیہ چشتیہ۔ فریدیہ۔ نقشبندیہ مجددیہ سے ایک عالم مسلک ہے۔ ان بزرگواروں کا سلسلہ نسب بواسطہ حضرت فرخ شاہ شہنشاہ کابل حضرۃ ابراہیم بن حضرت ناصر الدین بن حضرت عبد اللہ بن سیدنا حضرت فاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ کتب معتبرہ فی الانساب سے ثابت ہے۔

مگر بعض کتب انساب میں بجائے ابراہیم بن ناصر الدین۔ ابراہیم بن ادہم پایا جاتا ہے جسکی تطبیق اگر ہو سکتی ہے تو صرف اسی طرح ہو سکتی ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد بزرگوار حضرۃ ناصر الدین کا لقب ادھم بھی ہو گا۔ جسکی وجہ سے بعض نے بتعبیر لقب ادہم اور بعض نے باظہار اسم مبارک ناصر الدین لکھا ہے۔ لیکن ابراہیم بن ادہم نامی بزرگوار متعدد ہوئے ہیں۔ مثلاً

(۱) ابراہیم بن ادہم بن منصور شامی عجلی۔

(۲) ابراہیم بن ادہم بن سلیمان تیمی کوفی۔

(۳) ابراہیم بن ادہم بن ابو ناصر ہاشم حسینی باقری بلخی۔

جیسا کہ کتب۔ ذیل وفیات ابن خلکان۔ و تہذیب التہذیب حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی و تذکرۃ الانساب کلاں فارسی۔ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

پس ایسی حالت میں تاوقتیکہ یہ امر پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے کہ فاروقی سلسلہ میں حضرت ابراہیم بن ناصر الدین یا ادہم سے مراد کون سے بزرگوار ہیں اور ان کا سلسلۂ نسب بحوالہ کتب معتبرہ کس طرح سیدنا حضرت فاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اس وقت تک ان ہر دو بزرگواروں کا فاروقی سلسلہ اغیار کی رد و قدح سے محفوظ نہیں رہ سکتا

لہٰذا جمیع حضرات **چشتیہ و مجلّ دیہ** کیخدمت میں گذارش ہے کہ بعد ملاحظہ کتب معتبرہ اسماء الرجال۔ انساب۔ سیر و تاریخ مثل معارف ابن قتیبہ احتساب الانساب۔ کنز الانساب اور خیر الانساب وغیرہ وغیرہ مناسب غور فرما کر اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالیں۔ کیونکہ بعد تحقیق کامل اس مبحث کو بحوالہ کتب معتبرہ کتابی صورت میں شائع کرنے کا قصد ہے۔

خاکسار حکیم **عبد الرب** نظامی۔ امروہوی

شجرہ چشتیہ نظامیہ

جناب اڈیٹر صاحب رسالہ نظام المشائخ دہلی۔

بعد تسلیم عرض ہے کہ مندرجہ ذیل نوٹ براہ کرم اپنے رسالہ میں شائع کردیجے۔

مندرجہ عنوان شجرہ کو شروع سے حضرت خواجہ حسن نظامی تک نظم میں لانیکی ضرورت ہے اس لیے تمام شعرا صاحبان کی خدمت میں گذارش ہے کہ ضرور اسمیں طبع آزمائی فرمادیں۔ بحر نہایت موزوں اور عمدہ ہو۔ تمام نظمیں جناب اڈیٹر صاحب رسالہ نظام المشائخ کی خدمت میں روانہ کرنی چاہئیں۔ جن صاحب کی نظم سب سے بہتر ہوگی ان کی طرف سے ایک نمبر مستحق کے نام رسالہ نظام المشائخ معرفت اڈیٹر صاحب جاری کرایا جائیگا۔

المشتہر بشیر محمد از اللہ پور۔ ڈاکخانہ پرجیاں۔ براہ نکودر۔ ضلع جالندھر

تاریخی کتابیں

جناب مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی رئیس حبیب گنج ضلع علیگڈھ کا نام نامی ہندوستان کی علمی دنیا میں بہت مشہور ہے۔ وہ موجودہ دور کے اعلیٰ انشا پرداز سحر البیان ناظم اور قابل مورخ ہیں۔ جناب شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی مدظلہٗ کے بعد اگر کسی پر نظر جاتی ہے تو وہ مولانا صاحب ممدوح ہیں۔ لیکن کس قدر افسوس ہے کہ مولانا صاحب کی ذات سے اُردو ادب کو بہت کم فائدہ پہونچا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اُن کی قلم سے کثیر التعداد تصانیف شائع ہوتیں۔ لیکن تین کتابوں سے سوا کچھہ نہیں علمائے سلف سیرۃ الصدیق۔ نابینا علمائے سلف۔ اُردو ادب ایسے ہی قابل اہل قلم سے شاکی ہے۔ درحقیقت جو بزرگ ہر طرح تصنیف تالیف کے اہل ہیں وہ اگر پہلو تہی کریں تو قابل شکایت ہیں۔ امید ہے کہ پبلک آیندہ مولانا صاحب کی دیگر بیش بہا اور مفید تصانیف سے جلد مستفید ہو گی۔

ازراہ کرم مولانا صاحب نے سیرۃ الصدیق (تالیف جدید) اور علمائے سلف (طبع دوئم) نیازمند کو طبع ہوتے ہی عنایت فرمائیں اور میرا جس قدر وقت اُنکے مطالعہ میں کٹا وہ نہایت ہی مفید تہا۔ خدائے پاک مولانا صاحب کو عمر خضر عطا فرمائے اور اُنکے دلمیں یہ خیال راسخ کر دے کہ آیندہ اور بھی کچھہ لکھیں۔

سیرۃ الصدیق مولانا صاحب نے اس کتاب کو طلبا ایم۔ اے۔ او۔ کالج علی گڈہ کے واسطے تالیف فرمایا ہے۔ حضرت امیر المومنین ابا بکر صدیق رضہ جس پایہ کے بزرگ اور ستون اسلام تھے اُس کے واسطے یہ مختصر رسالہ تو کافی نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس خیال سے کہ قابل مولف نے (۱۰۹

صفحے میں ابتدا سے انتہا تک تمام جزوی و کلی حالات لکھدیئے ہیں بہت زیادہ قابل قدر ہے۔ مولانا حبیب الرحمان خانصاحب بڑے وسیع النظر اور بہت بڑے کتب خانہ کے مالک ہیں۔ اس کتاب کی تالیف میں اُنہوں نے اُنہیں کتابوں کو انتخاب کیا ہے جو دینیات۔ تاریخ۔ اور جغرافیہ میں مستند اور ثقہ ہیں سب سے زیادہ خوبی اِس کتاب میں یہ ہے کہ عبارت سلیس اور سادہ ہے تاکہ سنئے اور بوڑھے۔ کم علم ذی علم یکساں مستفید ہوسکیں۔ شمس العلما رعلامہ شبلی نعمانی مدظلہ کی معرکۃ الآرا تالیف **الفاروق** کے بعد آنکھیں منتظر تھیں کہ **سیرۃ الصدیق** کا جلوہ نظر آئے خدا کا شکر ہے کہ مولانا صاحب سے قابل مورخ نے اس انتظار کو رفع کر دیا۔ امید ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پاک سوانح عمریاں بھی اسی مبارک قلم سے شائع ہونگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ کاغذ۔ کتابت۔ طبع نہایت نفیس ہے ✚

عُلمائے سلف ۱۳۱۱ھ میں ندوۃ العلما کے اجلاس اول منعقدہ کانپور میں جناب مولانا محمد علی صاحب ناظم نے ایک نقشہ مضامین شائع فرمایا تھا جس میں چند عنوان اس غرض سے درج تھے کہ آیندہ اجلاس میں انپر مضامین لکھے جائیں۔ ان میں ایک عنوان علمائے سلف بھی تھا۔ ہمارے مکرم مولانا صاحب نے اسکو لیا اور ثابت کر دیا کہ حالات علمائے سلف لکھنے کی وہ کیسی اہل تھے۔ قابل مولف نے ۱۵ مستند اور ضخیم کتابیں لفظ بہ لفظ پڑھیں اور ان سے انتخاب کر کے ۷۲ صفحوں میں رسالہ لکھا۔ اس کتاب کو دیکھ کر مولانا کا علم اور وسیع النظری معلوم ہوسکتی ہے۔ درحقیقت وہ کامیاب مورخ اور بےنظیر انشا پرداز ہیں جس لطیف طریقہ سے اُنہوں نے بزرگانِ سلف کے حالات پر بحث کی ہے وہ قابل دید ہے۔ بلاشک ایسی لاجواب کتاب جواہرات میں تولنے کے قابل ہے جب یہ رسالہ چھپا تو ہاتھوں ہاتھ شائقین نے لے لئے برسوں تک انتظار رہا کہ دوبارہ چھپے تو آتش شوق ٹھنڈی ہو۔ بارے مولانا کو رحم آیا اور بعد ترمیم مناسب شائع کر دیا۔ کاغذ طبع کتابت نہایت عمدہ ہے۔ تنقید نگار (حضرت مولوی محمد شفیع الدین خاں صاحب نیر مرادآبادی)

ایک صاحب ملازمت چاہتے ہیں منت سو روپے
خواجہ فضل الٰہی صاحب کی اہلیہ کو صحت ہو منت ۵۰ روپے۔
منشی محمد فرحت اللہ صاحب چشتی کی پریشانی رفع ہو منت۔ عہر
میاں محمد یوسف کی تنگدستی دور ہو۔ خدمت حلقہ کریں گے۔
میاں عطاء الحسن صاحب جالندھری کو صحت ہو خدمت حلقہ کریں گے۔
حاجی محمد خاں صاحب بلوچ کی بواسیر جاتی رہے صہ روپے۔ منت

مایوس مریضوں کو مژدہ

میرے بڑے بھائی جناب ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب عباسی سب اسسٹنٹ سرجن تحریر فرماتے ہیں کہ جھانسی ضلع رلئے بریلی کے قریب ایک موضع ہے جہاں ایک بزرگ حضرت شاہ علی رضا خاں صاحب تشریف رکھتے ہیں آپکو حضرت شاہ عبداللطیف صاحب سے فیض ہے (جن کا نام نامی ایام غدر میں فیروز شاہ شہزادہ دہلی تھا) حضرت شاہ تاج الدین صاحب کی عمر اسوقت ایک سو پندرہ سال کی ہے اور آپ چشتیہ قادریہ سلسلہ میں ہیں۔

حضرت شاہ علی رضا خاں صاحب ہر وقت درود شریف کا ورد رکھتے ہیں آپ مخلوق کی نفع رسانی کے واسطے پانی میں ایک یا دو انگلیاں ڈال کر مریضوں کو دیدیتے ہیں اور دوران استعمال میں ہر قسم کے علاج کی ممانعت فرمادیتے ہیں اکثر مریضوں کو شفا ہوتی ہے خصوصاً وہ امراض کہ اطبا ظاہری جن کے علاجوں میں مایوس ہو جاتے ہیں یہ امراض جو ان کے قابو سے باہر ہوتے ہیں انکو اس پانی سے شفا ہوتی ہے خدا کے فضل سے اچھے ہوجاتے ہیں۔ چالیس روز یہ پانی پلانا اور لگانا ہوتا ہے شاہ صاحب موصوف کے پاس سے پھر چالیس روز کے لیے

جس ساتھ کی ہے خیر

پانی لاتے ہیں اور ضرور تاً تیسری بار بھی۔

مجھسے خود اُن لوگوں نے بیان کیا جن کے عزیزوں کو آرام ہوا ہے وہ مریض جو اچھے ہوگئے تھے اس پانی کے لگانے سے صحتیاب ہوگئے

ابھی پلکھنہ ضلع علیگڈھ میں ایک شخص سید سلامت علی صاحب انکی اہلیہ کی یہ حالت تھی کہ مدقوق تھیں اسہال زوباقی شروع ہوگئے تھے چارپائی کاٹ دی گئی تھی اور یہ خیال تھا کہ اب دم نکلا اب دم نکلا۔ آخر انکو جو یہ معلوم ہوا وہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پہونچے اور پانی لائے خدا کے فضل سے اب انکے گھر میں صحت ہو چلی ہے دست بند ہوگئے ہیں اور مریضہ بیٹھنے لگی ہے۔ آخر کیوں نہو امت محمدیہ میں جو لوگ ہوتے ہیں وہ سب انبیاء علیہم السلام سے مستفید ہوتے رہتے ہیں کوئی ابراہیمی المشرب ہوتے ہیں کوئی عیسوی المشرب کوئی موسوی المشرب کوئی محمدی المشرب جو سب سے اعلیٰ ہوتے ہیں +

حضرت شاہ صاحب اگر عیسوی المشرب ہوں تو عجب نہیں کیونکہ مادرزاد اندھوں کا اچھا کرنا اور برص والے مریضوں کو اچھا کرنا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فیض ہے سچ ہے ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

قربان جائیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جن کا فیض قیامت تک مخلوق کو نفع پہونچاتا رہے گا۔ سچ ہے۔ ؎

مصطفےٰ اندریں رہ شہریار | حکم او بر ہر دو عالم پائیدار

لہٰذا جو مریض اطبا ظاہری کے علاج سے مایوس ہوگئے ہوں وہ ضرور اس پانی کو استعمال کریں +

فریداحمد عباسی
از بھیکم پور

تُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ
وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ
وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

(آل عمران رکوع ۳)

رات کو کرتا ہے داخل دن میں دن کو رات میں
ہے یہ قدرت اک فقط یا رب تری ہی ذات میں
زندہ کو بیجان سے بیجان کو جاندار سے
تجھ کو سب قدرت ہے چاہے جس طرح ظاہر کرے
رزق دیتا ہے جسے چاہے وہ مولا بیحساب
اسکی ہے درگاہ اقدس سب کی مرجع اور مآب

(۲)

مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ
وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

مشرک اور کافر نہیں کرتے پسند ہرگز کبھی
تم پہ وہ نازل کرے جو نعمت اپنی کوئی بھی
اُس کی قدرت اور حکمت کا نہیں ہے انکو علم
ہیں وہ حیراں کیوں ہے اسپر قہر کیوں اسپر ہے حلم
سچ تو یہ ہے قادر مطلق ہی اپنے فضل سے
کرتا ہے مخصوص رحمت کیلئے چاہے جسے

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ

(بقرہ رکوع ۱۳)

کیا نہیں تو جانتا قادر ہے وہ ہر چیز پر
اور اسکی ملک میں ارض و سما ہیں سر بسر
ایک اللہ کے سوا ول سے کرو اپنے یقیں
حامی و حافظ تمہارا کوئی دنیا میں نہیں

(۳)

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا
فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ

شرق اُسکا غرب اُسکا منہ کروگے جس طرف
سامنا اُسکا ہی ہوگا۔ ہے نہیں وہ کس طرف
ہر جگہ ہے ہر طرف ہے ہو مکاں یا لامکاں

عَلِيْمٌ ٥	جانتا سب کچھ ہے وہ اُس سے نہیں کچھ بھی نہاں
وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا	کہتے ہیں نادان کہ وہ رکھتا ہی اک فرزند بھی
سُبْحٰنَهٗ ط	پاک اس تہمت سے ہی وہ۔ بلکہ ہی سچ تو یہی
بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط	جو زمین و آسماں میں مخفی و معلوم ہے
كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ٥	ہی اُسیکا اور اُسیکا کل جہاں محکوم ہے
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط	یہ زمین و آسماں کیا کچھ بنے ہیں ٹہیک ٹہیک
	خالق اُنکا ہے وہی جسکا نہیں کوئی شریک
وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا	اور کسی شے کا ارادہ جبکہ فرماتا ہے وہ
فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ٥	حکم کرتا ہے کہ ہوجا اور ہوجاتا ہے وہ
(بقرہ رکوع ۱۴)	(پھر ضرورت کیا اُسے بیٹا بنائے کس لیے
	(باپ کو امداد دے ہوتا ہے بیٹا اس لیے)

(۴)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	پاک ذات اللہ کی ہی۔ ہرگز نہیں اُسکے سوا
	مستحق معبودیت کا اس جہاں میں دوسرا
اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ٥	زندہ ہی۔ رکھتا وہی ہی سارے عالم کی سنبھال
لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط	اونگھ آئے نیند آئے پاس اُسکے کیا مجال
لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط	جو زمین و آسماں میں ہی وہ سب اُسکا ہی ہے
	حکم سے باہر نہیں اُسکے کوئی امر اور شے
مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط	یہ نہیں قدرت کسی کی بھی بجز ارشاد کے
	اُس جناب پاک برتر میں سفارش کرسکے
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ج	ہوچکا یا ہو رہا ہے یا کہ جو ہوگا کبھی

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ
اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ
وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ
وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝
(بقرہ رکوع ۳۴)

جانتا ہی وہ حقیقت ہو بہو ہر ایک کی
علم کل حاصل ہو اُسکا۔ یہ نہیں ممکن۔ مگر
خود وہ بخشے چاہے جسکو اور چاہے جسقدر
اس کے زیر حکم ہیں سب آسمان ساری زمیں
اور گراں اُسکو حفاظت اُنکی ذرہ بھر نہیں
صاحب عظمت ہی وہ اور شان میں عالی ہی وہ
صاحب قدرت ہی وہ اور ملک کا والی ہی وہ

(۵)

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ
فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝
فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا
وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ
تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝
وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا

خدا قدرت سے شق کرتا ہی گٹھلی اور دانہ کو
عیاں پھر اُنسے حق کرتا ہے گٹھلی اور دانہ کو
عیاں کرتا ہی یوں جاندار سے اشیاء مردہ کو
عیاں کرتا ہی یوں بیجان سے اشیاء زندہ کو
عبادت کے وہی لائق وہی ہے قادر مطلق
کدھر تم بھٹکے پھرتے ہو وہی ہے خالق برحق
اُسی نے پھاڑ کر پو کو کیا پیدا اوجالا سے
بنا کے چاند سورج کو حساب اُنسے نکالا ہے
کیا انسان و حیواں کے لئے آرام گاہ شب کو
مناسب ہے کہ اُٹھکر صبح تم سجدہ کرو رب کو
تغیر کچھ نہیں ممکن اٹل ہیں اُسکے اندازے
وہ دانا اور غالب ہے کرے جس طور سے چاہے
اُسی نے آسماں پر اسلیئے پیدا کیے تارے

فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	کہ تاریکی میں بحر و بر کے رستہ پائیں ہم سارے
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ	وہی ہے جسنے اک دم سے بنائے اتنے مرد و زن
فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ	معین عمر بھی کی اور جگہ بھی ہو جہاں مدفن
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	وہی ہے جو کہ پانی آسمانوں سے ہے برساتا
فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ	نباتات اور شجر پانی کی طاقت سے ہے اگواتا
فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا	وہی کرتا ہے پیدا شاخ سبز اور شاخ میں سٹے
وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ	درخت نخل میں گابھے ہر اک گابھے میں ہیں گچھے
دَانِيَةٌ	جھکے پڑتے ہیں اپنے بوجھ سے گچھے درختوں کے
	کہ گویا آ پڑینگے ٹوٹ کر چھو یا کسی نے گر
وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَ	وہی کرتا ہے پیدا باغ انگور اور زیتوں کے
الرُّمَّانَ	اناروں کو وہی کرتا ہے ظاہر دست قدرت سے
مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ	مشابہ شکل میں ہوتے ہیں گو دانے ہر اک پھل کے
	مزے میں مختلف ہونگے اگر ان کو کوئی چکھے
اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ	اگر ہر ایک پھل کو پختگی تک غور سے دیکھو
اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ	کمال صنعت باری تعالیٰ تم پہ ظاہر ہو

(۶)

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ	خدائی میں شریک اسکا کیا جنات کو گاہے
وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ	تراشے اپنے دل میں سے کسی نے بیٹیاں بیٹے
سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ	خدا ہے پاک ان باتوں سے ہی یہ محض نادانی
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ	کسی کی جب نہیں جورو کہاں بیٹا ہو اور بیٹی
لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ	وہ خالق ہے ہر اک شی کا ہر اک شی سے وہ واقف ہے
وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ	

	ہماری اسپہ یہ تہمت خرد کے بھی مخالف ہے
ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ	تمہارے رب ہیں وہ صاف یہ سچ ہے ہو کیوں نہ شک ہے
	نہیں اُسکے سوا ہرگز کوئی لائق پرستش کے
خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ	ہر اک شئے کا وہ خالق ہے کرو پوجا فقط اسکی
وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ۝	بڑی چھوٹی ہر اک شئے کی وہ کرتا ہے خبرگیری
لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ	نہیں ظاہر کی آنکھیں دیکھ سکتی اسکو دنیا میں
وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝ (انعام رکوع ۱۳)	مگر ہاں دیکھتی سب کچھ ہیں اسکی باخبر آنکھیں

(۷)

اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا	عزت تمام شایاں اللہ کی ذات کو ہے
ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝	سنتا ہے بات سب کی وہ جانتا ہے ہر شئے
اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ	سب طائران افلاک روئے زمیں کے ساکن
	محکوم ہیں خدا کے انکار ہے کب یہ ممکن
وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُرَکَآءَ	اسکا شریک کرکے اوروں کو پوجتے ہیں
اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ	وہم و گماں کے بندے اٹکل پہ چل رہے ہیں
ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ	وہ ہی خدائے قادر بے مثل اسکی ہے ذات
	آرام کو ہمارے جس نے بنائی یہ رات
وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا	اس نے بنایا دن کو کرکے ضیا کا ساماں
	کل کاروبار کرنا ہو جائے تاکہ آساں
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ	قدرت کی ہے نشانی یہ رات دن بھی ان کو
یَّسْمَعُوْنَ ۝	سنتے ہیں کان رکھکر عبرت سے جو سخن کو
قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ	بیٹا بھی اسکے ہے ایک کہتے ہیں بعضے جاہل

هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○	دعوے پہ اپنے وہ کچھ رکھتے نہیں دلائل یہ افترا خدا پر ہیں باندھتے کہاں سے اُنکو نہیں خبر کچھ بکتے ہیں کیا زباں سے وہ ذات پاک اللہ ہے بے نیاز و باقی عیبوں سے پاک اُسکو پروا ہی کب مدد کی ارض و سما کے اندر ہی جو۔ وہ ہے اُسی کا کب قادر و توانا محتاج ہے کسی کا
قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ (یونس رکوع ۷)	کہہ اُنسے ۔ اے نبی تو ۔ جو افترا خدا پر باندہیں گے جھوٹ کہہ کر ناکام ہونگے یکسر

(۸)

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (ہود رکوع ۹)	ارض و سما کے اندر جو کچھ ہے غیب و مخفی اُن سب پہ ۔ ایک اک پر علم خدا ہے حاوی ہر ایک امر کا ہے دار و مدار اُسی پر سب پر محیط ہے وہ ۔ ذرہ نہیں ہی باہر اُس کی کرو عبادت اُس کا کرو بھروسا تم کر رہے ہو جو کچھ ۔ اُسکو ہی علم سب کا

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ	کرتا ہے چشم پوشی گو ظلم کرتے ہیں سب لیکن عذاب بھی ہے اُسکا شدید و سہیم
اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ	وہ خوب جانتا ہے کیا ماں کے ہی شکم میں گھٹتا ہے یا کہ بڑھتا ۔ ہوتے ہیں ہم بھرم میں

وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ
اندازہ اُسکے ہاں ہے ہر چیز کا مقرر

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ
عالم خفی جلی کا۔ ہے شان اُسکی برتر

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ
دل میں رکھو چھپاکر۔ چاہے کرو تم اعلان

وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ
دونوں کو جانتا ہے اُسکو ہیں دونوں یکساں

وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّیْلِ وَسَارِبٌ
کرتا ہے وہ حفاظت بندوں کی ہر طرف سے

بِالنَّهَارِ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْهِ
دن کو پھرو کھلے یا راتوں کو بیٹھو چھپ کے

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا
حالت نہیں بدلتی اقوام میں کسی کی

مَا بِاَنْفُسِهِمْ
جب تک نہیں بدلتی وہ قوم خصلت اپنی

وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ
اعمال کی جزا میں جس قوم کو سزا دے

لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ
ہے کون اُسکا حامی جو ٹال دے ٹلا دے

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ
دکھلاکے ابر تاریک اور برق کا تماشا

طَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ
امید و بیم دل میں کرتا ہے سب کے پیدا

وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
پڑھتے ہیں تسبیح اُسکی رعد اور سب فرشتے

مِنْ خِیْفَتِهٖ
ڈرتے ہیں اپنے رب سے اُسکی ثنا ہیں کرتے

وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا
بجلی کو آسماں سے نیچے وہی گراکر

مَنْ یَّشَآءُ
کرتا ہے چاہے جسکو نابود و نیست یکسر

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
جو چیز ہے زمیں میں ہو آسماں میں جو شے

طَوْعًا وَّكَرْهًا الخ (الرعد رکوع ۲)
ناچار سجدہ اُسکی جناب میں ہے

(۹)

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا
برج آسماں میں اُسنے کیسے عجب بنائے

وَزَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ
معلوم خوشنما ہوں تاروں سے یوں سجائے

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰہَا وَاَلْقَیْنَا فِیْہَا رَوَاسِیَ	کوہ بلندکی بیخ سطح زمیں میں گاڑی
وَاَنْبَتْنَا فِیْہَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ہ	اُسمیں لگائی موزوں روئیدگی کی باڑی
وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْہَا مَعَایِشَ	اُس نے کیے مہیا ساماں معاش سب کے
وَمَنْ لَّسْتُمْ لَہٗ بِرٰزِقِیْنَ ہ	انساں ہو یا مویشی ۔ رازق ہی سبکا وہ رب
وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ ز	پاس اُسکے نعمتوں کے ہیں بیشمار مخزن
وَمَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ہ	دیتا ہے ہمکو کرکے اندازے پر معین
وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ	کرتا ہے بادلوں کو بادِ صبا چلا کر
	پانی سے بارور وہ ۔ افلاک میں چڑھاکر
فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْہُ ج	آب زلال بھیجا پینے کو آسماں سے
وَمَآ اَنْتُمْ لَہٗ بِخٰزِنِیْنَ ہ	رکھے خزانے اُسکے سطح زمیں کے نیچے
	پانی کا جمع کرنا اُس کی خلاف مرضی
	چاہے اگر کوئی بھی ممکن نہیں کبھی بھی
وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ	وہ ذات پاک اللہ ہے مارتا جلاتا
وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ہ	ہے وہ ازل سے قائم باقی وہی رہے گا
وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ	جو ہو چکے ہیں پہلے ۔ یا ہونگے بعد ازیں جو
وَاِنَّ رَبَّکَ ہُوَ یَحْشُرُہُمْ	اک اک کو جانتا ہے زندہ کریگا سب کو
اِنَّہٗ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ ہ	دانا ہے اور اُسکے ہر کام کی ہے علت
(حجر رکوع ۲)	وہ خود ہی جانتا ہے کیا حشر میں ہے حکمت

(۱۰)

سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ہ	پاک ہی ذات خدا بے کفو بے ہمسر ہے وہ
	شرک کی آلودگی سے ہر طرح برتر ہے وہ

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ	اپنے بندوں میں سے وہ ہوتا ہے جسپر مہرباں
عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ	بھیجکر روح اسپہ۔ اسکی کھولدیتا ہے زباں
اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ	حق کا یوں پیغام دیتا ہے وہ پھر مخلوق کو
اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝	ہے وہی معبود برحق اس سے تم ڈرتے رہو
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ	اس نے ہی پیدا کیے حکمت سے افلاک و زمیں
تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝	پاک اور برتر ہے وہ اسکا کوئی ہمسر نہیں
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ	ایک قطرہ سے کیا پیدا تھا جس انسان کو
فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝	بحث اسکی ذات میں کرتا ہے اب یاوہ گو
وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا	اور مواشی کو کیا پیدا جہاں میں اسلیے
دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝	کھائیں انکو اور اٹھائیں انسے صدہا فائدے
وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ	جاتے ہیں جنگل کو جب اور آتے ہیں واپس جب
وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝	یہ مویشی کسقدر ہوتے ہیں رونق کے سبب
وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ	اور یہی تو بوجھ لیجاتے ہیں اپنی پشت پر
تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ	کاٹے کوسوں جسجگہ انساں کٹھن ہے مشکل گزر
اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَالْخَيْلَ وَ	اسپ و خر خچر سواری کے لیے پیدا کیے
الْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً	اور زینت کے لیے یہ جانور ہم کو دیے
وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝	ایسے مرکب بھی کبھی پیدا کرے گا ذوالجلال
---	قاصر انکے ہیں تصور سے ترے وہم و خیال
هُوَ الَّذِیْ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	آسماں سے آب شیریں اسقدر نازل کیا
لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ ۔	ایک جز مخلوق کو اسمیں سے پینے کو دیا
وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝	دوسرا جز سینچنے کے کام میں لاتے ہیں ہم

یُنْبِتُ لَکُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ — گھاس چرتے ہیں مویشی اور پھل کھاتے ہیں ہم
وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ — چاند سورج اور تارے حکم حق سے روز و شب
وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ (نحل رکوع ا) — تیری خدمت کیلئے پھرتے ہیں سرگردان سب

وَمَا ذَرَاَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ — مختلف رنگوں کی اشیا مختلف رنگوں کے پھل
مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ — اسکی قدرت ہی کرتے ہیں زمینوں سے نکل
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ — اسکی قدرت اور حکمت کے یہ ہیں سارے نشاں
یَّذَّکَّرُوْنَ — خوب دیکھو یاد میں اسکی رہو رطب اللساں
وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ — پھر تمہارا اسنے تابع کردیا ہے بحر کو
لِتَاْکُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا — پیٹ بھرتا ہے تمہارا ماہی تازہ سے جو
وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ — گوہر و مرجاں سمندر سے کیے یوں آشکار
حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا — زیورات انکے بناکر تم کرو اپنا سنگار
وَتَرَی الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیْهِ — دیکھتے ہو ان جہازوں کو کہ کیسے شور سے
چیرتے جاتے ہیں وہ پانی کو اپنے زور سے
وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ — تاکہ تم دریافت کرکے بحر میں رستے جدید
وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ — ہو خدا کے فضل سے اور شکر سے بھی مستفید
وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ — اور پہاڑوں سے بنائی اسلیئے بوجھل زمیں
اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ — وزن تا قائم رہے جھکنے نہ پائے وہ کہیں
وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا — اس لیئے تارے بنائے اور وادی اور درے
لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ — رستہ بتلاکے تاگمراہوں کا رہبر بنے
اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ — خالق اور مخلوق کب ہوتے ہیں یکساں اور شریک

أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝
وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۝
إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (نحل رکوع ۱)

تم سمجھتے کیوں نہیں رستہ نہیں ہرگز ٹھیک
نعمتیں جو تم کو دی ہیں۔ اسلئے ہیں بیشمار
مہرباں بندوں پہ ہے اور انکو کرتا ہے وہ پیار

(۱۲)

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ
وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ
أَقْرَبُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ہے زمین و آسماں میں جو چھپا
جانتا سب کو ہے وہ برحق خدا
آنکھ جھپکانے میں کچھ لگتی ہے بار
اس سے بھی جلدی مگر پروردگار
حشر کو برپا کرے چاہے اگر
قادر مطلق ہے وہ اور دادگر

وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ أُمَّهٰتِكُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا
وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

جبکہ تم نکلے تھے ماں کے پیٹ سے
بے خبر دنیا کی تھے اس پیٹ سے
کان آنکھیں اور دل تم کو دیا
شکر لاؤ تاکہ تم اُس کا بجا

أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ
السَّمَآءِ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ ۚ

ہیں معلق جو ہوا میں یہ طیور
حکمت اور قدرت کا اُسکی ہیں ظہور

وَاللّٰهُ جَعَلَ مِنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا
وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْأَنْعَامِ بُيُوْتًا
تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ
إِقَامَتِكُمْ
وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا

واسطے خیموں کے مسکن کے لیے
چمڑے کل چوپاؤں کے ہم کو دیئے
تاکہ وہ خیمے ہمیں معلوم دیں
وزن میں ہلکے قیام و کوچ میں
اُنکی اُون اور بال روؤں سے تمام

اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ۝	پوشش اور اسباب کا ہوا نصرام
وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ	سایہ بھی پیدا کیا آرام کو
لَکُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَکْنَانًا وَّجَعَلَ لَکُمْ	اور حفاظت کے لیے محفوظ کھو
سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ	سردی گرمی سے بچانیکے لیے
وَسَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ بَاْسَکُمْ	جنگ میں بیخوف جانیکے لیے
	تم سے سلوائے سرابیل وقبا
	تم سے بنوائی زرہ کیا خوشنما
کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ	نعمتیں دیتا ہے یہ سب یوں خدا
لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (نحل رکوع ۱۱)	تاکہ شکرانے میں دو تم سر جھکا

(۱۳)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ	سزاوار تعریف ہے وہ صمد
لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ	نہ والد ہے جسکے نہ کوئی ولد
فِی الْمُلْکِ	مددگار کی اسکو حاجت نہیں
وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ	اور اُس سے کسی کی شراکت نہیں
	ذلیل اُسکے ہیں سامنے سب بشر
وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۲)	بڑائی کرو اُس کی شام و سحر

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ	اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے
	اُسی کی ہے جو ہے زمینوں میں شے
وَمَا بَیْنَهُمَا	اُسی کا ہے جو اُنکے ہے درمیاں
وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی	اُسی کا ہے جو ہے زمیں میں نہاں

وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ — پکارے کوئی یا کہ دل میں چھپے
فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰى ۝ — وہ سنتا ہے اور جانتا ہے کہے
اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ — صفات اُسکے اور نام سب خوشنما
لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ۝ (طٰہٰ رکوع ۱) — نہیں کوئی معبود اُس کے سوا

يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ — جو فی الحال ہے سامنے ہو رہا
وَمَا خَلۡفَهُمۡ — جو کچھ تم سے پہلے بھی ہے ہو چکا
وہ سب جانتا ہے قلیل و کثیر
نہیں اُس سے پنہاں صغیر و کبیر
وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِهٖ عِلۡمًا ۝ — کوئی کر سکے علم اُس کا حصول
یہ دعوے یہ اُمید بالکل فضول

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ — حقیقی شہنشاہِ ہر دو جہان
الۡحَقُّ (طٰہٰ رکوع ۶) — بزرگ اور برتر ہے بس اُسکی شان

(۱۴)

وَمَنۡ عَاقَبَ بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبَ بِهٖ — ظلم کا اپنے مظلوم جو انتقام لیتا
ثُمَّ بُغِىَ عَلَيۡهِ لَيَنۡصُرَنَّهُ اللّٰهُ — پھر اُسپہ ظلم ہو گر، اللہ مدد ہے دیتا
اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ ۝ — اِسمیں نہیں ہے کچھ شک کرتا معاف ہے وہ
بندوں کی سب خطائیں، شر کے خلاف ہے وہ
قدرت ہے اُسکو لیکن مظلوم کو بڑھاوے
پاداش میں ستم کی ظالم کو وہ گھٹاوے
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ — جیسا کبھی وہ دن کو ہے رات سے بڑھاتا

فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ	جیسا کہ رات سے ہے دن کو کبھی گھٹاتا
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ	دیکھا نہیں ہے تم نے کیا یہ بیان کرکے
اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ز	برساتا جب خدا ہے پانی کو آسماں سے
فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ط	ساری زمین سرسبز اک آن میں ہے ہوتی
	شبنم بوقت صبح سبزہ کا مُنہ ہے دھوتی
اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ج	کرتا ہے مہربانی کن کن وہ صورتوں سے
	واقف ہے وہ ہماری ساری ضرورتوں سے
لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط	ارض و سما میں ہے جو مالک ہی ہے سب کا
اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ع	ہے مستحق ثنا کا اُسکو نہیں ہے پروا
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ	کی ہوتی فکر تم نے اس بات پر کبھی تو
مَّا فِی الْاَرْضِ	ہے تابع سب بشر کے شے زمیں پہ ہے جو
وَالْفُلْكَ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ط	دریا میں چلتی کشتی حق کے ہی حکم سے ہے
وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ	جکڑا ہوا فلک بھی اُسکے ہی حکم سے ہے
اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط	ہے حکم کی فقط دیر وہ حکم اب اگر دے
	گر کے فلک زمیں پر نابود سب کو کردے
اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ع	وہ چونکہ مہرباں ہے بندوں پہ اپنے لیکن
	ہو واقع امر ایسا ہرگز نہیں یہ ممکن
وَهُوَ الَّذِیْٓ اَحْیَاكُمْ ز	تھے اُس سے پہلے لاشے جب تم کئے تھے پیدا
ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ط	مارے گا پھر وہ تم کو پھر جان ڈال دیگا
اِنَّ الْاِنْسَانَ	خلقت میں اپنی لیکن ناشکرا ہے یہ انساں
لَكَفُوْرٌ ع (الحج رکوع ۹ و ۱۰)	اِک دم میں بھولتا ہے محسن کے اپنے احسان

(۱۵)

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ کُمْ	ہے وہی باری تعالیٰ ہے وہی برحق خدا
السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ط	جس نے آنکھہ اور کان بخشے تمکو اور دل بھی دیا
قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ۔	شکر اس کی نعمتوں کا تم مگر کرتے ہو کم
	اسلیئے جانوں پہ اپنی آپ کرتے ہو ستم
وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَکُمْ فِی الْاَرْضِ	ہے وہی رب جس نے دنیا میں ہی پہیلایا تمہیں
وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۔	ہے وہی حق جو کرے گا حشر میں یکجا تمہیں
وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ	ہے وہی اللہ جلاتا مارتا ہے جو تمہیں
وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ط	رات اور دن کا ہے ردّ و بدل اُسکے ہاتھ میں
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا	عقل کو کچھہ کام میں لاتے نہیں کیوں اور کیوں
قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۔	پہلے لوگوں کی طرح تم بھی جرح کرتے ہو یوں
قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا	ہم بھی کیا جب ہو چکینگے مر کے خاک و استخواں
ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۔	زندہ ہو سکتے ہیں پہر یہ ہی بھلا ممکن کہاں
لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا	باپ دادا بھی ہمارے سنتے آئے تھے یہی
مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۔	یہ خرافات اگلے لوگوں نے کہیں دل سے گھڑی
قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهَآ اِنْ کُنْتُمْ	پوچھہ اُن سے ای نبیؐ۔ تبلاؤ گر کچھہ علم ہے
تَعْلَمُوْنَ ۔	ہے زمیں یہ کس کی اور کسکی ہی جو اسمیں ہی شے
سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط	وہ کہیں گے لاجرم۔ اللہ کی ہیں یہ چیزیں سب
قُلْ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ۔	بہول جو جاتے ہو اُسکو، پوچھہ اُن سے کیا سبب
قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ	پوچھہ اُن سے۔ اے نبیؐ۔ کسکے ہیں سات آسمان

وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ — کسکا ہے عرش معلے۔ اسکا مالک ہے کہاں؟

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ — وہ تجھے مجبور ہوکے دینگے۔ آخر یہ جواب

مالک ان سب کا خدا ہے جسکی اعلیٰ ہو جناب

قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ — پوچھ انسے بعد ازیں پھر شرک کیوں کرتے ہو تم

تھرے خالق سے اپنے کیوں نہیں ڈرتے ہو تم

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ — پوچھ انسے ہاتھ میں کسکے ہی پورا اختیار

وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ — واسطے مظلوم کے کسکا ہے در جائے قرار

کون ہے ایسا۔ اگر ہو قہر کی اسکے نگاہ

دے سکے مقہور کو اپنی بغل میں وہ پناہ

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ — وہ کہیں گے۔ وہ خدا ہے شان ہی جسکی بڑی

قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ○ — کیوں تمہاری عقل پہ پھر تو کہو پھٹکی پڑی

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ — الغرض ہم نے انہیں ہر طرح سے آگاہ کیا

ہر ذریعہ سے جو تھا۔ سچ ان تلک پہنچا دیا

لیکن ان پر کچھ نہیں تنبیہ کا ہوتا اثر

وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ — بکتے ہیں جھوٹ اور ہیں جیسے تھے پہلے بیخبر

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ — ہم بتاتے ہیں نہ بیٹا۔ ہم نہ کرتے ہیں شریک

مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ — عقل کے نزدیک بھی ہرگز نہیں یہ بات ٹھیک

اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ — دو خدا ہوتے تو آپس میں جھگڑتے وہ ضرور

وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ — انتظام خلق میں پڑتا ہمیں فوراً فتور

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ — ہے خدا کی ذات والا ایسے الزاموں سے پاک

الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (رکوع ۵ المؤمنون) — غیب حاضر جانتا ہی مشرکوں کے منہ میں خاک

خدائی لشکر کا ایک رسالہ

اقلیم دل پر نفس و شیطان نے لام باندھا ہی۔ حرص و طمع کی پلٹنیں۔ غرور و تکبر کے رسالے حسد و عناد
کے ہتھیار سنبھالے سائنس و فلسفہ کی رسد رسانی کے بھروسے پر ایمانی سرحد میں گھسے چلے آتے ہیں اور نفوس
مطمئنہ اطمینان سے قصر روحانی کے دریچوں میں نیند کر رہے ہیں تو کیا یہ دشمن فتحیاب ہو گئے؟ نہیں
ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جنود یزدانی حرکت میں آئے ہیں۔ قدوسی فوجیں ضرب نفی اثبات کے حربے اٹھائے
نعرۂ ھو لگاتی آندھی چلی آتی ہیں۔ اب توپیں گرجیں گی گولے گولیاں برسیں گی۔ خون کی کیچڑ میں پاؤں
پھسلیں گے نفس و خودی کے تاجدار سپاہ الٰہی کی ٹھوکروں سے پامال ہوں گے اگر کوئی اس پیشین گوئی کا ظہور
دیکھنا چاہے تو خدائی لشکر کے ہراول رسالہ نظام المشائخ دہلی کو منگا کر دیکھے۔ جو ہر قمری مہینے کی
چھٹی تاریخ کو ملا محمد الواحدی کی ایڈیٹری میں ۲ے صفحوں پر دہلی سے شائع ہوتا ہی گویا ۲ے صفیں لیکر
ہر ماہ میں ایک بار الحاد و بددینی کے کمپ پر چھاپہ مارتا ہی۔ یہ وہ رسالہ ہی جس کی یلغاروں کی ہندوستان
میں دھوم ہی۔ یہ وہ رسالہ ہی جو علوم روحانی کو انگریزی سنسکرت اور عربی چھاؤنیوں سے بلا کر اپنے اردو کے
خیمے میں جمع کر رہا ہی۔ یہی وہ رسالہ ہی جس نے ہزاروں انگریزی تعلیم یافتوں کو جو مرکز تصوف سے ہٹ گئے
تھی۔ پھر دائرہ وحدت پر سمیٹ لیا ہی یہی وہ رسالہ ہی جس کی خصوصیات حد شمار سے باہر ہیں اور جس نے
دور جدید اور دور قدیم کے مضمون نگاروں کو ایک میدان میں طبع آزمائی کا موقع دیا ہی۔ صوفیانہ رزم و بزم
کے جلوے دیکھنے ہوں۔ سیکڑوں برس گزشتہ کے نامور بزرگوں کی محفلوں کا کیف مشاہدہ کرنا ہو علوم جدیدہ کو علوم قدیمہ
کے پاؤں پر گرتا دیکھنا ہو تو رسالہ نظام المشائخ طلب کیجئے۔ راحت دل۔ آپ دیدہ۔ وقت خوش درکار ہو تو اس رسالہ
کو پڑھیے جس میں تسکین بسوز۔ صور حیات جسمانی و روحانی کا عظیم الشان ذخیرہ مہیا کیا جاتا ہی یہی وجہ ہی کہ اب دوستانہ
تحائف کے تبادلہ میں یہ رسالہ کام آتا ہی بزرگ اپنے خردوں کو پیر مریدوں کو اسی کا انعام دیتے ہیں مریدوں کی
جانب سے بھی مرشدین کی خدمت میں یہی رسالہ نذر ہوتا ہی۔ شریف مستورات کے مطالعہ کے لئے بھی اسی کی مانگ ہے لہذا آپ کو
بھی چاہئے کہ خدائی لشکر کے اس رسالہ کا خیر مقدم کر کے غازیان دین کے رجسٹر میں اپنا نام لکھوائیں قیمت سالانہ مع محصول

نظام المشائخ کے پچھلے پرچوں کی فہرست مضامین

جو صرف ۶ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ سے ۶ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ تک نصف قیمت میں دیئے جائینگے

ایک بہت بڑا رعایتی اعلان

فوراً درخواستیں بھیجئے ورنہ پھر یہ انمول موتی ڈھونڈے بھی نہ ملیں گے

پہلی جلد

جمادی الآخر ۱۳۲۷ ہجری لغایت ذیقعد ۱۳۲۷ھ

(۶ جمادی الآخر ۱۳۲۷ھ)

دعا از سیدی خواجہ حسن نظامی

ملکساتی تختہ از سیدی خواجہ حسن نظامی

مرثیہ دیوان غیاث الدین از مسٹر نامی

خواجہ کی چھڑیاں از سیدی خواجہ حسن نظامی

آنسو از ملا محمد الواحدی

عبادت کیا ہے از مسٹر برنی۔ بی۔ اے

قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

رجب ۲۷ھ ہو چکا۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذیقعدہ موجود ہیں۔ مگر بہت تھوڑے تھوڑے، لہذا ان کی کیفیت بیان کرنی فضول ہے۔ ضرورت ہو، منگا لیجئے۔

دوسری جلد

(ذی الحجہ ۲۷ھ بغایت جمادی الاول ۲۸ھ)

ذالحجہ۔ محرم۔ اور ربیع الاول موجود نہیں صفر و ربیع الثانی اور جمادی الاول ہیں مگر وہی تھوڑے تھوڑے +

تیسری جلد

(جمادی الآخر ۲۸ھ بغایت ذیقعدہ ۲۸ھ)

صرف جمادی الآخر ۲۸ھ۔ رجب ۲۸ھ اور ذیقعدہ ۲۸ھ موجود ہیں۔ مگر وہی تھوڑے تھوڑے +

چوتھی جلد

(ذی الحجہ ۲۸ھ بغایت جمادی الاول ۲۹ھ)

ذی الحجہ ۲۸ھ ہو چکا

محرم و صفر ۲۹ھ

استقبال رسول از سیدی خواجہ حسن نظامی

ذکر رسول از مولانا شاہ نذیر الحسن فتح اللّٰہی

تبلیغ رسالت از خان بہادر مرزا سلطان احمد

رسول اللہ کی سرکار دیکھو از مہاراجہ سرکشن پرشاد

رسول کا تیسرا ساتھی از پادری ایڈریوز ایم اے

رسول غیر دین میں مقبول از بہنی صغیر و واحدی

کلمات الرسول از حکیم فرید احمد مجددی

طب رسول از حاذق الملک بہادر

ماہ رسول کی شان از مولوی سید محمد مارہروی

فلسفہ رسالت از ابو عطا محمد المرتسری

دین رسول و کتاب رسول کا فلسفہ از ابو عطا محمد

ہجرت رسول از مولوی مقبول احمد نظامی

کلام اکبر از مولوی اکبر حسین جج پنشنر

رسول کی امانت داری از مس اینی بیسنٹ

دربار رسول از سیدی خواجہ حسن نظامی

مرقع رسولنا از مولانا سیاب اکبر آبادی

حلقۂ ذکر یاد از مولوی حفیظ	رسول پر قربان از پنڈت عاشق لکھنوی
معجزونات رسول از مولانا شفق	برزخ رسول از پنڈت ساقی دہلوی
ہفت درود بر رسول محمود از مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی	عید میلاد الرسول از سیدی خواجہ حسن نظامی
	قیمت - اصلی ۱۲ر رعایتی ۶ر

۶ ربیع الاول سنہ ۲۹ھ

رسول کے آثار و تبرکات از یک مسلمان	نعتیہ غزل از مولوی حکیم محمد عمر فصیح الدہلوی
فضیلت رسول کی فلاسفی از مولانا آزاد سبحانی	لطائف او سکے کا جیا نار از مولانا شفق عماد پوری
جذبات مجور - از شہزادہ محمد اشرف بی - اے	چہل حدیث از پیرزادہ فہیم امداد علی
	قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

۶ ربیع الثانی سنہ ۲۹ھ

درویشی کی ضرورت اس زمانے میں از محمد الواحدی	فی نعت النبی صلعم - از منشی پیارے لعل رونق
حضرت شاہ نعمت اللہ ولی از خواجہ عبدالرؤف عشرت	رسول پر فدا از حکیم سید محمد حسن احسن
اُلو از سیدی خواجہ حسن نظامی	جلوہ بیگانہ ازل از مولانا سیماب اکبرآبادی
ضرورت بیعت از مولوی محمد حنیف صابری	اخلاص نامہ از حافظ فیاض احمد انصاری (علیگ)
حضرت بلھے شاہ از مسٹر برنی بی - اے	قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

۶ جمادی الاول سنہ ۲۹ھ

جلوہ نور خدا از اکبر میرٹھی	تحفۂ درویش از مولانا شاہ فتح الٰہی
ست نامی سادہ لوگوں کا مت از حکیم فصیح	غزل فارسی از مفتی محمد حنیف
حضرت بلھے شاہ از مسٹر برنی بی - اے	فقر کی تعریف اور اس کی ضرورت از لامکان بے نام و نشاں
عرس کی فلاسفی - از بابو محمد حسین لاہوری	فلسفہ وجد و سماع از خواجہ فضل احمد شیدا
روزنامہ سفر حجاز و شام و مصر خواجہ حسن نظامی نمبر ۱	قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

پانچویں جلد

جمادی الآخر ۲۹ھ لغایت ۶ ذیقعدہ ۲۹ھ

۶ جمادی الآخر ۲۹ھ

عشق اللہ از مولانا شاہ فتح اللہی	حضرت نعمت اللہ ولی از خواجہ عشرت لکھنوی
رباعیات از ابوعطا محمد امرتسری	خاندان نقشبندیہ از حکیم فرید احمد مجددی
شکوہ از ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے	بسنت شاہ از مسٹر برنی بی۔ اے
روزنامہ سفر حجاز و شام و مصر خواجہ حسن نظامی نمبر۲	بزم فرید از ملا محمد الواحدی
	قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

۶ رجب ۲۹ھ

نعتیہ مناجات از مولوی شفق عماد پوری	شان محمد از حکیم ضیغ
تخلقو باخلاق اللہ از مرزا سلطان احمد	خمسہ بر غزل قدسی از پنڈت عاشق
منقبت خواجہ محبوب الٰہی از مولوی ابوالحسن	کلام اکبر از مولوی اکبر حسین جج
روزنامہ سفر حجاز و شام و مصر خواجہ حسن نظامی نمبر۳	تبلیغ منبر کا مناظرہ از مولوی پٹھان خاں
حلقہ وسالہ کی نسبت ایڈیٹر اللواء مصر کی رائے	سرباطن از پنڈت ساقی دہلوی
	قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

۶ رمضان ۲۹ھ

ترانہ معرفت از حافظ محمد سلیمان خاں خالص	غزل از علامہ شبلی
التوسل از مفتی سید محمد حنیف	رباعیات شاکر از مسٹر شاکر میرٹھی
قطرہ از مسٹر بدرالدین بی۔ اے	شاہ نعمت اللہ ولی از خواجہ عشرت
خوشبو از کپتان احمد خاں تاباں	روزنامہ سفر حجاز و شام و مصر خواجہ حسن نظامی نمبر۴
نگاہ اولیں از مولانا سیماب اکبرآبادی	نادر شیدا از خواجہ فضل احمد شیدا

تمنائے دیرینہ از مولانا شفق	بزم فرید از ملا محمد الواحدی قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

۶ شوال سنہ ۲۹ھ

غفلت درویش از قاضی حمید الدین حمید منقبت خواجہ بزرگ از حکیم ناصر نذیر فراق قطعہ عید از مولوی اکبر حسین جج مجبور کی عید از مولانا سیماب تحفہ رمضان از محمد مرتضیٰ شیر	اہل تصوف کی عید از خواجہ عشرت لکھنوی ہندوستان میں اشاعت اسلام از مولوی سعید احمد مارہروی غریبوں کا روزہ امیروں کی عید از مولانا شفق روزنامہ سفر حجاز و مصر و شام خواجہ حسن نظامی نمبر ۵ افشائے راز از ابو عبد الرحمٰن حیا قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

۶ ذیقعدہ سنہ ۲۹ھ

زمزمۂ توحید از منشی درگا سہائے سرور تہنیت بعثت حضرت رسالت از مولانا علی حیدر طباطبائی نالۂ شیدا نمبر ۲ از خواجہ شیدا بول ناہنجار از مولانا آزاد بانکی پوری فلسفہ تصویر از کپتان احمد خاں تاباں خون شہدا کی ندا از ڈاکٹر اقبال	نجات السکوت از مولانا فتح اللّٰہی اہل عشق از پنڈت ساقی غزل تازہ از مولوی مرتضیٰ شیر قرآنی بول چال از حضرت رابعہ بصریہ روزنامہ مصر و شام و حجاز خواجہ حسن نظامی نمبر ۶ مسجد از مولوی حفظ الکریم حفیظ قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

اب تک گویا یہ ایک مکمل جلد رہی تاریخوں اور مہینوں کی بے ترتیبی سے وہم میں نہ پڑیئے اس کی وجہ ہے آپ نمبروں کو مسلسل دیکھ لیجئے گا۔ جلد کی جلد منگوانے والے ۱۲ر کے ۱۰ر ہی بھیج دیں یعنی ۲ر اور کم۔ ہمیں اسٹاک خالی کرنا ہے۔

چھٹی جلد

(محرم سنہ ۳۰ھ لغایت جمادی الاخر سنہ ۳۰ھ)

محرم اور ربیع الاول نہیں ہے

۲ ربیع الثانی سنہ ۳۰ھ

قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

۲ جمادی الاول سنہ ۳۰ھ

۲- جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ

ساتویں جلد

(رجب ۱۳۳۰ھ لغایت ذی الحجہ ۱۳۳۰ ہجری)

۱- رجب ۱۳۳۰ھ

خطبۂ محبت از خواجہ فضل احمد شید دہلوی
تاذکرۂ فی اذکرہ از سید محمد فضل الرحمن شطاری لونی فاضل
شاہد قدسی کی نمود از مولانا ابوالاعظم احمد حسین امجد
خواجہ خواجگان از خلیفہ زادہ محمد ولی الدین ولی فتحپوری
غزل از ڈاکٹر محمد قمرالدین قمر حیدرآبادی
ارشادات فتح اللّٰہی از مولانا شاہ سید نذیر الحسن فتح اللّٰہی ایرانی
تازہ نعتیں از مولانا تمنا عمادی قاضی امرو علی جمالی
الوحید از خان بہادر مولانا مرزا سلطان احمد بی اے

تحسین غزل ملا احمد جام از مولوی رضی علی احسن
سالان ودی کی سوخت از ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی
ہندستان میں اشاعت اسلام از مولوی سعید احمد مارہروی
جل مرکب از مولوی انیس احمد (علیگ)
اکبر کی نفیان از لسان العصر خان بہادر مولوی اکبر حسین
تمنائے خواجہ از مولانا حسن مرتضی شفق عماد پوری
چہرۂ تصوف از علامہ محمد فائق میرٹھی
حلقہ کی کارگزاری از حضرت دبیر حلقہ
قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

۶ شعبان سنہ ۳۰ھ

ایڈیٹوریل از ایڈیٹر
کلام ولی از حافظ ولی محمد از حیدرآباد
نوائے سروش از بلبل کشمیر پنڈت جواہر ناتھ ساقی
نعت از مولانا محی الدین تمنا عمادی مجیبی پھلواری
نورانی ذات کی صفت از مولانا محمد ابوالحسن چشتی امام جامع مسجد منصوری
غزل فارسی از مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی
تخیل مسلم از ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی
چہرۂ تصوف از علامہ محمد فائق میرٹھی
بزم فرید از محمد الواحدی

دیباچہ معرفت از مولوی نواب الدین بی اے (علیگ)
سبت کی مسافت از مولوی مقبول احمد نظامی سیوہاری
درد دل کی حفاظت از مولانا بشیر الدین احمد نقوی
والا نامہ شاہ فتح اللّٰہی از مولانا سید نذیر الحسن فتح اللّٰہی ایرانی
دوا کی شیشی کے باطنی اشارے از سیدی خواجہ حسن نظامی
وحدت سروکام از سیدی خواجہ حسن نظامی
حلقہ کی باتیں از حضرت دبیر حلقہ
الوحید از خان بہادر مولوی مرزا سلطان احمد بی اے
قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

۶ رمضان سنہ ۳۰ھ

روزوں کی فلاسفی از شیخ نورالدین گوجرانوالہ

اجمیری تاج مسلم کی فریاد از مولوی محمد مہدی ابوالعلائی

غزل از مولانا محمد ابوالحسن حسن امام جامع مسجد فیض پور	اسلامی اربعہ عناصر از حافظ فیاض احمد انصاری (علیگ)
تضمین از مولانا احمد حسین امجد حیدرآبادی	خیر مقدم (نظم) از شاہ نجم الدین حسن
ھوالنور از مولوی سید محمد عبدالسلام دہلوی	مسدس مقدس از مرزا عبدالغنی ارشد گورگانی مرحوم
دل ہاؤس از سیدی خواجہ حسن نظامی	الوحید از خان بہادر مولانا مرزا سلطان احمد بی اے
چہرہ تصوف از علامہ محمد خالق میرٹھی	ایڈیٹوریل از ایڈیٹر
حلقہ کی باتیں از حضرت وپیر الحلقہ	قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

۲۰ شوال ۳۰ھ

ایڈیٹوریل از ایڈیٹر	عید الفطر از مولانا شیخ نورالدین تاجر چرم گوجرانوالہ
ہمارے مرتضیٰ کی شان از مولانا حسن میاں پھلواروی	(۰) نقطہ از سیدی خواجہ حسن نظامی
بے زر کی عید کیا از مولانا حسن مرتضیٰ شفق عماد پوری	تمنائے عطا۔ از عطا آفندی اکبرآبادی
تضمین غزل (نظم) از مولانا ابوالاعظم احمد حسین امجد حیدرآبادی	مبارکباد عید از مولانا محمد حنیف چشتی صابری مفتی لکھنؤ
تازہ غزلیں و نعتیں از دست سخن مولانا عجمی ڈاکٹر محمد قمرالدین قمر	چہرہ تصوف از علامہ محمد فایق میرٹھی
الوحید از خان بہادر مرزا سلطان احمد ایم آر اے ایس	بزم فرید از محمد الواحدی
	قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

۲۰ ذیقعدہ ۳۰ھ

دعائے بیقراری از سیدی خواجہ حسن نظامی	ہم از مولوی حکیم فرید احمد عباسی مجددی
غیبی مخلوق از ایڈیٹر	مولانا بہاؤالدین از مولوی محمد شفیع الدین خان مرادآبادی
فاختہ۔ از مولانا نورالدین تاجر چرم گوجرانوالہ	اسلامی ساقی نامہ از مولانا حسن مرتضیٰ شفق عماد پوری
نمائش کی لڑی از مہاراجہ سر کشن پرشاد مدارالمہام دکن	حقیقی آئینہ از کپتان احمد خاں تاباں
طرابلس کا سیہ آبچہ از عطا آفندی میرٹھی	کلام مہدی از مولانا سید محمد مہدی اثر مہدی
تازہ نعتیں از مولانا عزیز ڈاکٹر محمد قمرالدین قمر	چہرہ تصوف از علامہ محمد فایق میرٹھی

۶- ذی الحجہ سنہ ۳۰ھ

یہ جلد بھی مکمل ہے - پوری جلد لینے والے صرف ۱۰ر بھیجیں •

آٹھویں جلد

محرم سنہ ۳۱ھ تا غایت جمادی الآخر سنہ ۳۱ھ

آٹھویں جلد کے پرچے رعایتی قیمت پر نہیں مل سکتے پورے دام بھیجئے - محرم نمبر ہو چکا

صفر و ربیع الاول سنہ ۳۱ھ

غزوات رسول از مولوی سعید احمد مارہروی
حسن آفتاب رسالت از مولانا فضل حسین صدیقی
خلافت رسول کا حقدار از سیدی خواجہ حسن نظامی
رباعیات نعتیہ از مولوی احمد حسین احمد حیدرآبادی
مسدس نعتیہ۔ از مولانا حسن مرتضیٰ شفق عمادپوری

رسول خدا نما از خان بہادر مرزا سلطان احمد
حبیب و کلیم از مولوی احمد سعید واعظ دہلوی
نبی عربی کی یاد میں از ماسٹر امیر حسن سیالکوٹ
صلے اللہ علیک وسلم از مولانا فضل حق آزاد عظیم آبادی
مناجات بدرگاہ رب العباد از کپتان احمد خاں تاباں
قیمت اصلی ۸ر رعایتی ۴ر

۶ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۱ھ

مدینہ کی ہوا اور جنت کا دودھ از مولوی سید ناصر نذیر فراق دہلوی
عرض معروض۔ از مولانا قادری
تنزل اسلام کا سبب اصلی از شمس العلما مولانا شبلی
آرزوئے دل از مولانا یکتا بہاری
سلام از مولانا فضل حسین صدیقی
تازہ غزلیں۔ از جالی سحر حسن مقصود مطلوب اسحٰق

ما غ سلام علی روضۃ فیہا النبی المحترم از مولانا عشق بغدادی
فریاد دل از منشی محمد عبد الغفار خاں مفتون
لال مین۔ از سیدی خواجہ حسن نظامی
تصور از مولوی سید احمد صاحب مولف فرہنگ آصفیہ
ڈالی پھولوں کی اور اسیر الی اشکوں کی از منشی محمد خاں غریب
قیمت اصلی ۴ر رعایتی ۲ر

۶ - جمادی الاول سنہ ۱۳۳۱ھ

مجلس مولد نبوی از مولانا ابو الکلام آزاد ایڈیٹر الہلال
تضمین۔ از مولانا امجد حیدرآبادی
غزل از مولانا عجمی مست سخن
غزل فارسی از مولانا حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلوی
نالہ حبیب از شیخ حبیب احمد لندن
مسلمان اور علم ہیئت از مولوی محمد شفیع الدین خاں مرادآباد
ع۔ش۔ق از شاہ محمد بشیر الدین نقوی قادری

کلام نوح از مولانا نوح ناروی
توبہ از منشی سید محمد حنیف نکوری
عرفان الٰہی از مولانا حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلوی
مقام عبودیت از شیخ نور الدین گوجرانوالہ
سچے غمگسار از مولانا ارشد تھانوی
کجا انداختم دردل مگر انداختم در گل از مولانا قضا
قفس تنگ سگ لیلیٰ دارد از مولانا محمد عبد الغفار مفتون

جمادی الآخر ۱۳۳۱ھ

نوٹ۔ جلد ۹ بھی پوری قیمت پر دی جائے گی۔ مکمل موجود ہے۔ عہہ بھیجکر منگا لیجئے۔ فی پرچہ ۴ر جلد ۱۰ کے ابھی تین نمبر نکلے ہیں محرم صفر و ربیع الاول۔ جلد ۸۔ جلد ۹۔ جلد ۱۰ کو پرانے پرچوں میں شامل نہ کرنا چاہئے۔ جلد ۱۰ تو گویا آج کل چل رہی ہے۔ جلد ۹ کو ختم ہوئے بہت دن نہیں گزرے جلد ۸ بھی تازہ ہی چھپی ہے۔ مگر خیر اس کی فہرست مضامین دے دی گئی +

درویش پریس دہلی

میں

خشک، تر، رنگین، سب قسم کی چھپائی ہوتی ہے، میں چاہتا ہوں کہ میرے ہاں سے جو کام نکلے اس پر کوئی ناک بھوں نہ چڑھا سکے (اَلسَّعیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہ) آپ کو کسی کتاب کی ضرورت ہو تو اس کا اتا پتہ لکھکر درویش پریس ایجنسی سے طلب فرمائیں ۔

محمد الواحدی پروپرائٹر

مختصر فہرست کتب متعلق درویش پریس ایجنسی دہلی

مجرّبات شیخ سنوسی جس میں حضرت الشیخ کے بہت سے نادر و نایاب اوراد و وظائف کے علاوہ تلوار اور نیزہ وغیرہ کی زد سے بچنے، حکام، اور افسرں کی نظروں میں معزز و باوقار بننے اور ہر ابتلا و امتحان میں کامیاب ہونے کے عجیب و غریب عملیات اور دعائیں درج ہیں، بڑی تقطیع ۔ ۵ صفحے قیمت آٹھ آنہ (۸ /) علاوہ محصول ڈاک ۔

بزم فرید ملک المشائخ حضرت بابا فریدالدین گنجشکر قدس اللہ سرہ کے ملفوظات کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے لایق کتاب ہے سلطان الاولیا محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین نے فارسی میں راحت القلوب کے نام سے ترتیب دیا تھا اب ملا محمد الواحدی صاحب نے اسے اُردو کا لباس پہنا دیا ہے مطبوعہ درویش پریس ضخامت ۱۱۶ صفحے قیمت ۸ علاوہ محصول

بیان خسرو محبوب المحبوب حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری اور ان کے کلام محققانہ ریویو از شمس العلما مولانا شبلی نعمانی جیسے کا ذکر ہے ویسا ہی فخر کرنیوالا یہی ہے حضرت امیر صاحب کو کون نہیں جانتا۔ دنیاوی اعتبار سے بادشاہ کے مصاحب علم و

فضل کے اعتبار سے یکتائے زمانہ۔ شاعری میں آج تک طوطی ہند کہلائے جاتے ہیں۔ بزرگ اور اللہ والے تو تھے ہی جس پر سلطان نظام الدین اولیائے محبوب الٰہی کی نظر لطف و محبت ہو وہ باطنی لحاظ سے کیا کچھ نہ ہوگا۔ پھر ان کے حالات آج کل کے سب سے بڑے تاریخ داں۔ زبردست انشا پرداز مشہور عالم فاضل نے تحریر فرمائے ہیں۔ لکھائی اور کاغذ دیکھنے دکھلانے کے قابل چھپائی درویش پریس کی ضخامت پانچ جزو قیمت ۱۰ ر علاوہ محصول ڈاک

آیندہ کیا کیا انقلاب آنے والے ہیں

اگر آپ کو یہ معلوم کرنے کا شوق ہو کہ آیندہ کیا کیا انقلاب آنے والے ہیں تو حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب جاماسپ نامہ کا ترجمہ منگا کر دیکھیے جو ملا محمد الواحدی ایڈیٹر اخبار طبیب و رسالہ نظام المشائخ نے نہایت فصیح اور سلیس اردو میں کیا ہے۔ اپنے وقت سے لیکر آج تک کی بابت حکیم جاماسپ نے جتنی جتنی پیشین گوئیاں کی تھیں۔ وہ سب ہو بہو پوری اتریں۔ مثلاً حضرت سلیمانؑ۔ سکندر رومی حضرت عیسیٰ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولیٰ علیؓ امام حسن۔ امام حسین۔ معرکہ کربلا۔ امیر تیمور ہندوستان میں مغلوں کا عروج و زوال وغیرہ کہ جاماسپ نامہ میں ان تمام کا ذکر ہے حکیم جاماسپ زرتشت بانی مذہب آتش پرستی کا خلیفہ اعظم اور شاہ گشتاسپ کا وزیر تھا جس کے زمانہ کو اب اندازاً پانچ ہزار برس گزر گئے مطبوعہ درویش پریس۔ ضخامت ۳۲ صفحے قیمت ۲۰ ر علاوہ محصول ڈاک

دربار رسول

سیدی خواجہ حسن نظامی کا معرکۃ الآرا مضمون جو نظام المشائخ کے رسول نمبر ۲۹ میں چھپا تھا۔ اور مولوی ظفر علیخاں بی اے ایڈیٹر "زمیندار" کا مضمون "اسلام کی برکتیں" اور شمس العلما مولانا شبلی کی نظم "تنزل اسلام کا سبب اصلی" کہ یہ دونوں بھی ہمارے پرچے میں نکل چکے ہیں۔ اب سب کو کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا ہے مطبوعہ درویش پریس ضخامت ۲۴ صفحے۔ قیمت ۲۰ ر علاوہ محصول ڈاک

خون شہادت کے دو قطرے

یعنی منصور و سرمد کے پر جوش مگر صحیح اور مستند حالات مؤلفہ (۱) ملا محمد الواحدی ایڈیٹر طبیب و نظام المشائخ

و(۲) مولانا ابوالکلام ایڈیٹر الہلال مطبوعہ درویش پریس ضخامت ۳۲ صفحے قیمت ۲۔ علاوہ محصول

شکوہ وفریاد
اللہ اور اللہ کے رسول سے راز و نیاز کی باتیں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے
بیرسٹرایٹ لا۔ لاہور۔ اور مولانا سیماب اکبرآبادی کا پرجذب کلام۔
درویش پریس کی چھپائی کا بہترین نمونہ ضخامت ۳۲ صفحے قیمت ۲۔ علاوہ محصول ڈاک

حالات خضر
حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی پراسرار لائف۔ مصنفہ ملا محمد الواحدی صاحب
ضخامت ۲۲ صفحے قیمت ۱۔ علاوہ محصول

ایڈیٹر کا حشر
ایک عبرتناک افسانہ۔ ازمولوی ظفر علیخاں صاحب ایڈیٹر زمیندار مطبوعہ
درویش پریس ضخامت ۱۲ صفحے قیمت ۱ علاوہ محصول

چند دن بعد کیا ہوگا
اس کتاب میں وہ باتیں ہیں جن کا کان میں پڑا رہنا خالی
از دلچسپی نہیں مطبوعہ درویش پریس ضخامت ۳۲ صفحے قیمت ۲۔ علاوہ محصول

سوانحعمری حضرت محمد صلعم صاحب
شردھے پرکاش دیو پرچارک براہمہ دھرم کی لکھی ہوئی
ضخامت ۱۳۲ صفحے قیمت ۵۔ علاوہ محصول
ایسے بے تعصبانہ حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غیر مسلم نے آجتک نہیں لکھے تھے۔
یہ کتاب نہیں، حضور رسول مقبول کا ایک معجزہ ہے۔ تمام ملک میں اس کی دھوم مچی ہوئی ہے۔
ہزارہا بک چکی ہے۔ آپ نہ منگائیں گے تو پچھتائیں گے +

دردِ دل
اسلام اور زندگی کی پاکیزگی کی نسبت قیمتی خیالات از قاری محمد سرفراز حسین عزمی دہلوی
ضخامت ۳۲ صفحے قیمت ۲ علاوہ محصول ڈاک

تذکرہ ابو النجیب رح
حضرت ابو النجیب عبد القاہر السہروردی رحمۃ اللہ کی مفصل سوانح عمری
جو مولانا شاہ حسن میاں صاحب پھلواروی مرحوم نے حلقہ نظام المشائخ دہلی کی
فرمائش پر لکھی تھی ضخامت ۱۵۴ صفحے قیمت ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصول ڈاک

سوانح بندہ نواز حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ گلبرگوی خلیفہ خاص حضرت

تالیفات نواب میر صدر الدین حسین خان صاحب سجادہ نشین وفد

قال الرسول جس میں ہمدردی کی تاکید علم کی فضیلت نفاق کی برائی طلب معیشت تعلیم معاشرت، فضایل سخاوت وغیرہ کے بارے میں منتخب حدیثیں جمع کی گیی ہیں قیمت ۳ر معہ محصول ڈاک۔

علاج معصیت نہایت دلچسپ پر معنی اور مفید کتاب ہے ایمان فراموشی اتحاد اور ایذا رسانی۔ انانیت۔ لغوا۔ افترا۔ انتقام۔ اوہام پرستی۔ آوارگی بت پرستی۔ باطل پرستی۔ بدعت بدمعاشی بدنیتی۔ بدگوئی۔ بدزبانی۔ بدمزاجی۔ بدگمانی بدعہدی۔ بدنظمی۔ بداعتقادی۔ بدخواہی بدباطنی۔ بدپرہیزی۔ بددماغی۔ اتنے دین و دنیا سے کھونے والے مرضوں سے بچنا چاہتے ہیں تو اسے منگایئے قیمت ۲ر مع محصول ڈاک

اسلام کی حمایت اس میں پیشوایان قوم کو ان کے فرائض بتائے ہیں چار گروہوں سے خطاب ہے اول واعظوں سے (دوم) جاہل پیرزادوں سے (سوم) نقلی صوفیوں اور درویشوں سے (چہارم) امرا و اغنیاء سے کہ انہیں کے ہاتھ سارے مسلمانوں کی باگ ہے۔ قیمت صرف ۲ر مع محصول ڈاک ٭

اسلام کی حسنات اس کتاب کی خوبی مضمون اسکے نام سے ظاہر ہے قیمت ۲ر مع محصول ڈاک۔

اسلام کا اتالیق اس میں ناجائز رسم و رواج کی مذمت بیان کی گئی ہے قیمت ۱ر مع محصول ڈاک۔

منیجر

رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس ایجنسی دہلی سے طلب فرمائیے

۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن سے

کا نو رتن جنتری مفت منگایئے

نہایت خوبصورت بنی ہے جسکا چکنا کاغذ خوشخط اور سندر لکھائی ہے اور چھپی بھی صاف ہے یہ جنتری بلا قیمت و محصول بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہیں تو ایک کارڈ دس شریف لکھی پڑھی اشخاص کا نام و پورا پتہ لکھ بھیجیے پر والیسی ڈاک سے جنتری آپکی خدمت میں پہنچیگی۔

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کیلئے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں اور اپنی من مانی جسکو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں۔ دولتمند گھی دودھ میوہ وغیرہ کھاتے ہیں اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں۔ غریب کم خرچ جڑی بوٹی اور چٹکلے کے کھوج میں رہتے ہیں اس جاڑے کے موسم میں اچھے مقویات کا کھانا بھی نہایت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر ایک چیز مریض کے موافق ہوتی ہے اس فکر اور وقت کو دور کرنیکی نہایت آسان ترکیب ہے جسمیں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ اسقدر لیاقت سے باہر خرچ ہے۔ وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی باہ کی گولیاں ہیں آپ بھی آزمائش کر کے دیکھئے۔ یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں اور خون کو نیا پیدا کرتی ہیں۔ جوانی کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے جو خرابی ہو اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو یہ سب شکائتیں دور کر کے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں۔

اگر آپ آزمائش کرنا چاہیں تو

تو ایک لفافہ میں۔ ۱ کا ٹکٹ اور دس شریف لکھے پڑھے اشخاص کا نام و پورا پتہ لکھ کر بھیج دیجئے نمونہ مفت بھیج دیا جائیگا قیمت ۳۰ گولیونکی ایک شیشی ایک روپیہ محصول ڈاک ۵ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ہماری نئی ایجاد

مقوی باہ وجملہ اعضائے رئیسہ جسم و دماغ کے لیئے اکسیر ہے دنیا بھر میں ہماری آتنگ نگرہ گولیاں قوت بخشتی ہیں اور اپنے ہاتھوں سے کھوئی ہوئی طاقت کو پھر لانے میں مشہور ہو گئی ہیں بڑے بڑے ڈاکٹروں و طبیبوں اور یورپیوں نے اسکو اکسیر سے زیادہ بڑھکر تجربہ میں پایا ہے ہزارہا سرٹیفکٹ موجود ہیں قیمت ۳۲ گولیاں ایکروپیہ عہ

ہمارا طلاوا جی کسن نیل خارجی علاج دو ہفتہ میں نامرد کو مرد بنا دیتا ہے قیمت فی شیشی چھ ماشہ تیل (صہ) پانچ روپیہ کی فرمائش پر ایکروپیہ کمیشن دیا جائیگا

پتہ: ویدشاستری جام نگر کاٹھیاواڑ

مختصر فہرست کتب دوکان غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک شہر دہلی

انیس العاشقین ۔ مصنفہ مولوی سرفراز علیشاہ صاحب خلد یو۔ یہ کتاب تصوف مین نہایت عجیب غریب ہے جسمین تصوف کی ہر قسم کی باتین دستیاب ہوسکتی ہیں۔ اسمیں یہ مضامین ہیں اسلام مین تصوف نے کب جگہ پائی۔ تصوف کے کتنے طریق نکلے۔ تصوف نے علمی اور عملی طور پر کیا کیا کام کیا۔ تصوف کیا چیز ہے تصوف اور فلسفہ۔ علامات مرشد کامل۔ آداب حقوق پیر کا بیان مرید کرنے اور بیعت کرنیکا طریقہ۔ توجہ دینیکا طریقہ۔ فیضان کا ذکر۔ ذکر نفی اثبات کا بیان ذکر جہر۔ ذکر اسم ذات۔ ذکر خفی مراقبات کا طریقہ۔ مراقبہ احدیت۔ دائرہ اقربیت۔ مراقبہ قیومیت مراقبہ معیت۔ مراقبہ توحید صفاتی۔ مراقبہ فنا و بقا۔ مراقبہ اولو العزم۔ مراقبہ حقیقت محمدی۔ بیان کشف وقائع النبوۃ ذکر چار پیر چودہ خانوادہ۔ ذکر سلسلہ نقشبندیہ۔ سلسلہ چشتیہ خواجہ سید معین چشتی قدس سرہ العزیز کا ذکر۔ **شغل بساط**۔ یہ وہ شغل ہے خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کو بلا واسطہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچا تھا۔ اور خواجہ بزرگ کو اسی شغل کی برکت سے معراج معنوی ہوئی تھی۔ اور ساتھ اس کے اور باتین بھی عمدہ عمدہ درج ہین۔ قیمت ۸؍

گلدستہ گلشن فقیری۔ اسمیں ہر ایک خاندان قادریہ چشتیہ سہروردیہ۔ اور جملہ خانوادوں کے سیکڑون اولیاء اللہ کا نام مع حالات پیدائش وطن و مزار و تاریخ وفات بقید سلسلہ درج ہیں۔ قیمت ۴؍

مجالس حسنہ ملفوظ فارسی جناب حضرت خواجہ حسن محمد چشتی۔ جمع فرمودہ حضرت منظلہ الصمد خواجہ محمد صاحب چشتی قیمت ۲؍

جامع السعادت اردو ترجمہ کتاب منبہات ابن حجر عسقلانی منفعت سماعت مملو از واعظ و نصائح تالیف جناب حضرت مولانا مولوی قطب الدین احمد صاحب دہلوی۔ یہ کتاب مولویون اور واعظوں اور تمام لوگوں کے واسطے اخلاق کی بہت عمدہ کتاب ہے قیمت ۲؍

تحفہ سبحانی ترجمہ الفتح الربانی والفیض الرحمانی۔ یہ کتاب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ملفوظ مبارک ہے مصر مین بزبان عربی چھپا تھا۔ اب اردو مین چھپ گیا ہے۔ اسمیں اعلی درجہ نصائح و وعظ و تقریریں درج ہیں۔ آپکے تبحر علمی کا اس کتاب کے مضامین سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے عجیب و غریب کتاب ہے۔ قیمت فی جلد عا؍

اور سب قسم کی کتابیں بھی مل سکتی ہیں

انقلاب عظیم

اردو زبان مین اس وقت تک جسقدر کتابیں فن قواعد کے متعلق شائع ہوئی ہین انمین سب سے بڑا نقص یہ تھا کہ فارسی وعربی قواعد کے تتبع کی وجہ سے ان خصوصیات کو بالکل منظر انداز کر دیا گیا جو ایک ہندی الاصل زبان کا لازمہ ہیں اور اسی وجہ سے عام طور پر یہ کہا اور سمجھا جاتا تھا کہ اُردو زبان دہلی اور لکھنؤ کے حلقۂ غلامی سے کبھی نہ آزاد ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ جو زبان سارے ہندوستان کی مشترکہ زبان ہونیکا دعویٰ رکھتی ہو اس کیلئے یہ غلامی کبھی موزون نہین ہوسکتی

الحمدللہ

کہ انجمن ترقی اُردو کے قابل سکرٹری جناب **مولوی عبدالحق صاحب بی اے** مہتمم تعلیمات اورنگ آباد دکن نے سالہا سال کے غور وخوص مختلف السنہ کے مطالعہ ومقابلہ کے بعد ایک ایک جامع اور مستند

قواعد اُردو

تصنیف فرما کر گزشتہ دور زبان میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر کے تمام بہی خواہان اردو کو اپنا گرویدۂ احسان بنا لیا ہے۔ یہ لاجواب کتاب الناظر پریس مین نہایت صفائی و پاکیزگی کے ساتھ طبع ہو رہی ہے اور آخر مارچ مین شائقین کے ہاتھوں مین پہنچ جائے گی۔ کتاب کا حجم تین ۳۰۰ سو صفحہ سے زائد ہوگا۔ اور قیمت عللہ رعایت جو شائقین اس سے کم قیمت پر کتاب حاصل کرنا چاہین انکو چاہیئے کہ اپنی درخواست خریداری اور عہ کا منی آرڈر ارسال فرمائین۔ اس رعایت سے وہی صحاب مستفید ہوسکیں گے جنکی درخواستین اور قیمت ۱۵ مارچ سے پہلے پہلے وصول ہوجائے گی۔

منیجر الناظر بک ایجنسی۔ فلاور ملز لکھنؤ۔

بیان خسرو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی
سوانحعمری
مصنفہ
شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی
قیمت ۱۰ر

حالات خواجہ خضر علیہ السلام

عجیب غریب اسرار کا مجموعہ
مصنفہ
ملا محمد الواحدی صاحب
قیمت ۱ر

ایڈیٹر کا حشر

ایک عبرتناک فسانہ
از
جناب مولوی ظفر علی خاں صاحب
بی اے (علیگ)
قیمت ۱ر

شکوہ و فریاد

نتیجۂ فکر
ڈاکٹر محمد اقبال بیرسٹر ایٹ لا
و
حضرت سیماب اکبر آبادی
قیمت ۲ر

درد دل

مصنفہ
جناب قاری سرفراز حسین صاحب
عزمی دہلوی
قیمت ۲ر

بزم فرید

یعنی بابا فرید الدین گنجشکر کے ملفوظات
مرتبہ سلطان نظام الدین محبوب الٰہی
کا ترجمہ اردو
از ملا محمد الواحدی صاحب دہلوی
قیمت ۸ر

یہ سب کتابیں مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے طلب کرو

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۲۱

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

جلد

نمبر

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی
وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۔ نمونے کا پرچہ

مقام اشاعت ۔ دار السلطنۃ دہلی کوچہ چیلاں

ڈفرن پریس دہلی میں چھپا

پرنٹر و پبلشر ۔۔ محمد الواحدی

نوٹ ۔ یہ رسالہ تین قسم کے کاغذ پر چھپتا ہے ۔ قسم خاص قسم اول و قسم دوم ۔ چندہ سالانہ پانچ روپیہ ۔ ششماہی ۔ علی الترتیب

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخکو (جو سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہی) شائع ہوتا ہی لیکن اسے کسی ایک سلسلہ سے خصوصیت نہیں۔ یہ تمام خاندانوں اور خانوادوں کا یکساں خدمتگزار ہی مضامین اسمیں علمی۔ تاریخی۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ اصلاحی۔ مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں تحریروں میں انشا پردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہی۔ حجم کم از کم ۷۲ صفحے مقرر ہے۔ سال میں ۷۲ * ۱۲ = ۸۶۴ صفحوں سے زیادہ ہوجائیں تو ہوجائیں۔ لیکن تخفیف کبھی نہیں ہوتی +

(۲) اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے ۱۰-۱۲ تک انتظار کریں۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیئے ورنہ دوبارہ پرچہ کی قیمت لی جائے گی +

(۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیں ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گائوں یا شہر کے ڈاک خانہ کو دینی کافی ہی +

(۴) رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت میرے نام ہونی چاہیئے۔ خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف و خوشخط لکھیئے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتائیے۔ ورنہ تعمیل محال ہے۔ جوابی امور کے لیئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیے +

(۵) رسالہ کی قیمت ہر حال میں پیشگی لی جاتی ہے۔ نمونہ کے لیئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں +

خاکسار

محمد الواحدی اڈیٹر رسالہ نظام المشائخ دھلی

نمبر ۱

کہا گیا ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ یہ قولِ مشہور سب نے یا
بہتوں نے سُن رکھا ہوگا۔ مگر ایجاد کے باپ بلکہ جد امجد کی شاید اکثروں
کو خبر بھی نہو۔ آج ہم اِنہی حضرت کی حقیقت آپکے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں
فرض کیجئے کہ ایک شخص یا اشخاصِ متحدہ کا دینی یا دنیوی کوئی کاروبار ہے
اُس کام کے کچھ مصارف ہیں اور کچھ ذرائعِ آمد۔ اب اگر وہ مصارف اُن ذرائع
سے بڑھ جائیں جس سے اُس چلتے دھندے میں زیر باری یا نقصانِ صریح
نظر آنے لگے تو گویا یہ ضرورت کی ایک صورت ہوگی۔ جو مالکان یا کارکنوں
کو وسائلِ آمد بڑھانے پر مجبور کرے گی۔ یا کم از کم اِس بات پر کہ مصارف میں
تخفیف کیجائے تاکہ اجرائے کار میں حرج واقع نہ ہونے پائے۔ یہ تو ہوئی ایجا
کی ماں۔ لیکن اِس خیال سے کہ وہ کام فی الواقع مفید خلائق ہے اور اِسکا
فروغ و ترقی دینا خدا کے کنبہ کی ایک مبارک خدمت ہوگی۔ اگر بلا اندیشہ
حرج و نقصان بھی اُسے وسیع پیمانہ پر چلانے اور حتی الوسع بڑہانے کی خواہش
بڑے زور و اخلاص کے ساتھ دل میں جوش زن ہو تو یہ

ایک پاک جذبہ

ہوگا۔ غیرت و حمیتِ اِنسانی کا۔ اور اِسی کو ہم ایجاد کی ماں نہیں بلکہ اِسکے

جدا مچی سے تعبیر کرتے ہیں +

آپ اپنے محبوب رسالہ کی لوح پر کئی سال سے پڑھتے ہیں کہ دنیا میں

کل آبادی کا ⅓ حصہ

صوفی مشرب ہے۔ اسی نسبت سے ہندوستان کی اُردو خواں پبلک میں سمجھ لیجیے کہ کروڑوں نہیں مگر لاکھوں تو صوفی مشرب ضرور ہوں گے عام اس سے کہ انکا مذہب اور انکی قومیت کچھ بھی ہو +

ہم نے مانا کہ اُن کے مذاق تصوف کو پورا کرنے والے اور بھی اخبارات و رسائل ہوں گے۔ لیکن اُن کی تعداد بالیقین انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے تو اس حساب سے آپ کا نظام المشائخ کیا اس قابل بھی نہیں کہ لاکھ دو لاکھ ہی شائقین قدردان اس کے حصہ میں آئیں؟ +

ہاں پہلے یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ نظام المشائخ آیا کسی فرد واحد کا ذریعہ معاش ہے۔ یا ملک و ملت کا خدمت گزار؟ شق اول کا جواب تو ایک درد انگیز رام کہانی ہوگی۔ جس سے ناظرین کے ملالِ خاطر اور تضیعِ اوقات کے سوا ہمیں کسی مفید نتیجہ کی توقع نہیں۔ واللہ اگر ہم واقعات و اعدادِ متعلقہ آپکے روبرو رکھیں تو یقیناً آپ کو سخت صدمہ ہو۔ اس لیئے ہم ذاتی نفع نقصان کا تو معاملہ ہی حسب عادت اب بھی

حوالہ بخدا

کرتے ہیں۔ رہی شق ثانی۔ یعنی رسالہ کی خدمات کا سوال۔ اس کے

متعلق ابستہ ہمیں بہت کچھ کہنا ہے۔ مگر یہاں بخوف طوالت صرف
چند امور گزارش کرتے ہیں۔

یہ قلم کا زمانہ ہے۔ اور دنیا کے ہر فرقہ۔ ہر طبقہ کی
فلاح و بہبود کا دارمدار آج قلمی خدمات پر آرہا ہے۔ اب آپ چند
سال پیچھے ہٹ کر اپنی ہم مشرب کمیونٹی کے حالات پر ایک نظر
ڈالیئے۔ جب کہ نظام المشائخ نے حضرات مشائخ کے حلقوں میں
بیداری اور نئی زندگی کی روح نہیں پھونکی تھی۔ جب کی اور
اب کی حالت میں اگر کوئی فرق معلوم ہو جو ضرور ہوگا۔ تو یہی
ہماری ناچیز خدمات کا ایک ادنے ثبوت ہے۔ علمی مذاق کا چرچا
اپنی حالت سے تنبہ۔ ضروریات سے آگاہی۔ خیالات میں اصلاح
جذبات میں پاکیزگی و اُولوالعزمی کا تموج۔ غرض بہت سے مبارک
آثار ہیں جو ہماری صوفی برادری میں پہلے نہ تھے اور اب بفضلہ تعالیٰ
ایک بڑی حد تک نمودار ہیں۔ پس اگر سب نہیں تو ان کا کچھ حصہ ضرور
آپ کو اپنے نظام المشائخ کی ناچیز مساعی کا ثمرہ ماننا پڑیگا +

اسکو بھی جانے دیجے۔ ایک اور پہلو پر آئیے۔ دنیا میں
اوقات فرصت گزارنے کے بیسیوں مشاغل ہیں۔ بعض مفید چند
بعض مضر۔ بعض منحوس بعض مبارک۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس
پُرفتن زمانے میں انسان کو اپنے مالک حقیقی اور معاد سے غافل
کرنے والے اسباب کا زور زیادہ ہے۔ اور یہی شیطان و رحمٰن
کی آخری جنگ کا وقت ہے۔ اس واسطے

بس غنیمت ہے

وہ صحبت اور وہ شغل جو ان بے شمار و گوناگوں اسبابِ غفلت کے بالمقابل **اُدھر** کی لَو لگانے کے لیئے روحوں کو چھیڑتا رہے۔ کیا اس لحاظ سے بھی نظام المشائخ کا مطالعہ افراد ملک و ملت کے لیئے ایک مفید و ضروری شغل نہیں ہے؟ اسبابِ لہو و لعب میں جو اوقات گزاری کے لیئے اختیار کیئے جاتے ہیں۔ رواں ہونے کو تو بہتیری چیزیں ایک سے ایک بڑھکر خطرناک۔ بربادی بخش۔ اور موجبِ معصیت ہیں۔ لیکن اوراقِ **تاش** ایک بہت ہی معمولی و کم خرچ چیز ہے۔ اسی کو لیجئے تو ہمارے ہاں اسکی کھپت بھی لاکھوں ہی کی تعداد میں ہوتی ہوگی +

آہ۔ کیا آپ کی حمیّت اِسبات کو گوارا کرے گی کہ آپکے اپنے رسالہ کی تعداد باوجود دعوائے ہردلعزیزی و قبول عام کے تاش جیسی فضول چیز سے بھی گئی گزری ہو؟ کیا آپ کی غیرت قبول کرسکتی ہے کہ ایک تقدس مآب گروہ کا آرگن۔ ایک پاک مذاق کا مجلہ۔ ایک اولوالعزم اور وسیع النظر طبقہ کا دلپسند علمی مشغلہ۔ جسے اپنی خصوصیات کے لحاظ سے لاکھوں کی تعداد میں چھپنا چاہیئے تھا برسوں سے ایک ہزار کی محدود تعداد میں پڑا جھولتا رہے؟ ہرگز نہیں +

پھر کیا اسکی توسیع اشاعت میں سعی فرمانا اور نیک پاک خیالات پھیلانے کیلئے اسکا حلقۂ اثر بڑھانا آپکا فرض نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ تو خدارا سستی و بے انگاری چھوڑیئے۔ اور آج ہی سے اس مبارک فرض کی ادائیگی پر پوری مستعدی سے کمربستہ ہوجایئے۔ ہم آپکی مساعی جمیلہ کے نیک نتائج انشاءاللہ برابر بیاقاعدہ اِن اوراق میں پیش کرتے رہینگے +

محمد الواحدی

فہرست مضامین رسالہ نظام المشائخ

بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ

ہمارے معاونین

جنھوں نے اس مہینہ رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی، اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں

جناب میرزا محمد علی بیگ صاحب انسپکٹر ریلوے پولیس بینا (۲) - جناب منشی مشتاق احمد صاحب جمالی - باغپت (۱)
جناب مولوی محمد حبیب اللہ صاحب حیدرآباد دکن (۳) - جناب ایس ایم - رمضان علی صاحب زندہ دل برما - (۱)
جناب ڈاکٹر محمد قمرالدین صاحب اسسٹنٹ پولیس سرجن حیدرآباد دکن (۳) جناب حاجی فضل الٰہی صاحب مقام تیجون (۳) - جناب ماسٹر سبحان خان صاحب سرگودھا (۱) - جناب عبدالغفور صاحب نقشبندی استدہ (۱) - جناب زین العابدین صاحب فاروقی حیدرآباد دکن (۱) - جناب عبدالمجید صاحب بالاگھاٹ (۱) - جناب مولانا ابوالآزاد محمد الدین صاحب خلیقی دہلوی (۲)

جو خود خریدار ہوئے

جناب محمد عبدالعزیز صاحب امین کروڑگیری - جناب احمد خاں صاحب زمیندار قصبہ الیسولی جناب سکندر علی صاحب سٹور کلرک نولکھا - جناب عزیز الرحمٰن صاحب صفوی میاں گنج - جناب امام الدین صاحب آفس قانونگو تحصیل عیسیٰ خیل جناب مولوی وزیر محمد صاحب صیغہ دار فوج حیدرآباد دکن - جناب فیروزالدین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن - راولپنڈی - جناب نعمت اللہ صاحب سب اوورسیر نہر بنتوا - جناب ابوالوقار شاہ محمد حیدر حسینی صاحب حسینی نامی سکوہ سوادریو درگ جناب آخوند واحد بخش صاحب ڈاکخانہ خانپور - جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب مع ضلع رویلی - جناب محمد ظہور الحسن صاحب متعلم کلکتہ - جناب الٰہی بخش صاحب بساطی - چھانجا - جناب علی محمد خاں صاحب قریشی جاںمپور - جناب محمد حشمت علی خاں صاحب - مین پور - جناب سکرٹری صاحب محبوبیہ لائبریری گجستہ آباد

شکر گزار

محمد الواحدی

نظام المشائخ

نالۂ نیم شبی

یک شب ز رُخِ خویش چراغیم کرم کن،
تا قصۂ اندوہ، تو، ہم پیش تو خوانم

سنسان، اور چُپ چاپ کی، حسرت انجام دنیا، مجھ غریب، حرمان نصیب کی ناکام دنیا، تجھ میں، تیری وسعت میں، کتنے ایسے ارمان نصیب، حرمان نصیب آباد ہیں؟ جو میری طرح، مجسمۂ غم کی طرح، شب گذاری، اختر شماری کر رہے ہیں! تیری ایذا رسانیوں کے نامعلوم اثرات، محسوس ہونے والے، دل پر، جگر پر، مؤثر ہو جانے والے اثرات، مجھی پر جادو چلا رہے ہیں، میری ہی ناکامی پر قہقہے مار رہے ہیں، سکھ بجھا رہے ہیں، یا اور دلوں پر بھی؟

ناکام محبت، حسرت استفہام محبت، سکے آتش افروز شراروں کی دھیمی، دھیمی لپک کے ساتھ، ہلکی، ہلکی بڑھک کے ساتھ صبر و شکیب

سوز و شراروں، جلا ڈالو، پھونک ڈالو، ایک نامعلوم شے کی دلبستگی، ایک عقل میں نہ آنے والی دلبستگی کے مجرم کو مار ڈالو۔ سنبھلتا ہی نہیں سمجھتا ہی نہیں، دیکھ دیکھ، عاشق پریشان خیال کے ناز پروردہ دل، دیکھ، اُمید کے قدرتی سبزہ زاروں، ہرے، ہرے مرغزاروں کو دیکھ، یہ بہار، یہ آبشار، یہ خودرو سبزے، یہ پھول، چمپا نہیں، سیوتی نہیں، گلاب نہیں، نامعلوم الاسم خوب صورت پھول دیکھ، پیاری ادا، پیاری رنگت، کو دیکھ، نزاکت کو، نکہت کو دیکھ، چوم، لے کلیجہ سے لگالے۔ سنبھل جا، سمجھ جا، بہل جا، .... آہ نہیں، ......

آلبِ ساحل آ دریا کی طغیانی کو دیکھ، پانی کی روانی کو دیکھ، موجوں کو دیکھ، اُس کے پیچوں کو دیکھ، میرے خودرو، میرے منچلے، لاڈلے، نہ رو صدف کو، اندرین شکم گوہر کو دیکھ اوسکی چمک کو دیکھ۔ اے غم کی لہروں کے مکین، ہجران نصیب، بحرِ فرقت کے تھپیڑوں کے مکین، سنبھل جا، سمجھ جا، بہل جا .... آہ نہیں، آہ نہیں، .....

کرب و بے چینی، الجھن، اور گو مگو کی دنیا سے نکلتا ہے، آہ نکل آ عالمِ اجسام میں، سے کوئی دلاویز صورت، کوئی دلچسپ ہستی، چھانٹ لے، تسکین کے لیے، قرار خاطر کے لیے، چھانٹ لے، اے گم صم یہ عالمِ اصنام ہے، ہر چہار طرف صنعتیں ہیں، صنم ہیں، جن کی دلاویزیاں دیکھ کرشمہ نمایاں دیکھ، خوش ادائیں، دیکھ، عشوے کی بلائیں دیکھ، ایک کو نہ دیکھ، ہرجائی بن جا، سب کا تماشائی بن جا، .... ہائے، پھر بگڑا، ہائیں پھر مچلا، اے ظالم، سنبھل جا، سمجھ جا، بہل جا، .... آہ نہیں، نہیں، نہیں،،

تاریک دنیا بھلی، میری غم واندوہ کی اندھیری، اور چپ چاپ دنیا بھلی

اُس کے چٹیل میدان، بھلے پریشان منظر بیابان بھلے، سبزہ زار صدقے، اُم سپر سے آبشار صدقے، سریع الزوال دنیا کا اختلاطی حسن صدقے، غمزہ صدقے عشوہ صدقے، ادا صدقے، اُگن صدقے، ہرجائی سے مطلب مجھے خدائی سے مطلب ؟،

تاریک دنیا میں ملیگا، غم کی، حسرت کی، اندوہ فرقت کی سیاہ دنیا میں ملیگا، میری لمبی سیاہ مشک بیز زلفوں والا، میرے پیچ و تابِ غم کی مشکلوں کو حل کرنے والا، ہمیں ملیگا، اے آنکھوں کے نور، اے لفظِ حسن کے مرکز و معنیٔ نور، اک جھلک، اے دل کے سرور، قلب کے، روح کے، سرور کے ماخذ، سرور، یک لمحہ، ترحم نظری، محبت، ناکام، خود بہ خود پیدا ہو جانے والی محبت کی داستانیں، وادیٔ عشق کے حسرت آسا افسانے، کڑی منزلیں جھیلنے، سخت ٹھوکریں کھانے کی کہانیاں سُن لے، سُن لے، او گنبد بے نیازی کے مکین، نیاز عاشق سے خبردار، تجاہلِ امتیازی کے مکین، سُن لے، میری تنہائی کے رفیق، میری امیدوں، اے آرزوؤں کے مرکز، یہ بے چینی، یہ شب سیاہ، ناکامی، ہائے دنیا والے آرام، و راحت، وصل و عشرت سکون و غضب کی میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہیں، اے میری سیاہ بختی کے روشن ستارے، میری اُمیدوں کے اندھیرے میں بھی چمک، دل کے ہزاروں، ارمان، لاکھوں مدعا، منتظر ہیں،

یک شب زرُخِ خویش، چراغیم، کرم کن
تا قصۂ اندوہ، تو ہم پیشِ تو خوانم

فقیر ابوالآزاد خلیقی۔ دہلوی

ہٰذا ما وجدت

آج دنیا میں حقیقت شناسی کی آنکھیں بند ہیں۔ کیا یہ اس لیے ہے کہ دنیا کو حقیقت شناسی کی ضرورت نہیں؟ کیا یہ اس لیے ہے کہ حقیقت شناسی بذاتہٖ کوئی ایسا دقیق الاصل اشکال ہے کہ اسپر حسب ضرورت عبور آسان نہیں؟ اگر یہی امر واقعہ ہے تو کائنات کا بیشتر حصّہ جس سے انسان کا دعویٰ ہے کہ میں واقف ہوں وہ سب کا سب باطل ہے۔

ہم واقعات عالم کو اپنی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہماری نگاہ امور محیطہ سے متفاوت ہوتی ہے۔ اسی تفاوت کا اثر ہے کہ ایک شے کے مختلف پہلو بالاستقلال من حیث الشئے قائم ہونے لگتے ہیں اور حقیقت الامر کے چہرے پر پردے پڑتے جاتے ہیں۔ جو کچھ کسی کی نگاہ میں جم جاتا ہے وہی اسکو حقیقت نظر آتا ہے۔

باطل پرست انسان کی نگاہ اس قدر سطحی ہے کہ آج ہر خس وخاشاک کو وہ حقیقت سمجھے ہوئے ہے۔ کیا حقیقت کوئی ایسی ہی مبتذل چیز ہے کہ سطحیت پرست انسان کے ہبوط تخیل کے مدارج کے ساتھ ساتھ متنوع ہوتی ہے۔ یا اپنی ذات میں بالاستقلال قائم ہے۔ ذہن انسانی کو لازماً نفس الحقیقت کے لیے علی سبیل الارتقا حقیقت الامور کا تابع ہونا چاہیے یا نفس الحقیقت کو علی سبیل التنزل ذہن انسانی کے تفاوت اور تنوع کی تبعیت لازم ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ امور عالم کے فہم و ادراک میں اکثر اس لیے بھی بہت دقت پیدا ہوتی ہے کہ ہم عادت میں اعتدال سے

نیچے گر جاتے ہیں اور تخیل میں وہ علو ہی نہیں رہتا جو فہم و ادراک کا جوہر اصلی ہے
ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے گرد و پیش کی تمام دنیا پر بے پروائی اور بیفکری
کا عالم طاری ہے۔ اور عجب پر وہ انسان اپنی خوش وقتیوں کے حیرت آباد
میں اس قدر سرمست تغافل ہے کہ خوض کی اسے فرصت ہی نہیں
کیا اسی بے فکری کا نتیجہ نہیں کہ نیک و بد حق و باطل سب ایک ہو گیا۔
انسانیت حیوانیت مطلق میں ڈوب کر رہ گئی۔

مصائب کا طوفان اُمڈا آتا ہے۔ تباہی کی اپنے شکار پر تاک ہے اور
منہ کھولے نگل جانے کو تیار ہے۔ کوئی ہے جس کو اس کا بھی کما حقہ احساس
ہو؟ کیا حقیقت ہی منت توجہ کی متحمل نہیں یا توجہ بذاتہ شیوۂ انسانیت
سے بعید ہے؟ انسان کے دشمن شیطان کا مقابلہ مشکل نہیں مشکل تو یہ
ہے کہ خیال کا پیدا ہونا آسان نہیں۔

میں پوچھتا ہوں۔ کیا انسان غفلت بنیان کی غائت وجود اور اس کا
مآل مساعی یہیں تک محدود ہے کہ صبح و شام شکم پروری اور نفس پرستی میں
منہمک رہے۔ اور اگر فرصت ہو تو وقت فرصت کو سیر و تفریح۔ مذاق و
خوش طبعی۔ میل ملاقات کی نذر کرے یا یہ بھی اس کی غایت زیست میں
شامل ہے کہ کسی وقت خویشتن آسانی خوش وقتیوں کی سرمستی اور عشق و
محبت کے فتنوں سے خالی الذہن ہو کر حقائق الامور اور واقعات
عالم کی حیثیت علی الاطلاق پر بھی غور کرے؟ انسان نے اپنے لئے مشاغل
مقرر کر لیے ہیں۔ اور ان میں اس کے انہماک کی یہ کیفیت ہے کہ اعلیٰ و
اسفل کی تمیز نہیں۔ وہ یہ بھی نہیں دیکھتا کہ جو کچھ میرے پیش نظر ہے وہ
انسانیت کی توجہ کے قابل بھی ہے کہ نہیں۔

پردے پھٹ چکے ہیں۔ مدت کے سربمہر اسرار آج روز روشن سے روشن تر انسان کی آنکھ کے سامنے شد و مد سے مصر ہیں غفلت پامال انسان کی توجہ اپنی طرف منعطف کر رہے ہیں اور پکار پکار کر کہتے ہیں کہ اے غلط پرست تغافل شعار انسان! بصیرت کی آنکھ کھول۔ ہمارے وجود پر نظر ڈال اور عبرت حاصل کر۔ ہوشیار ہو تاکہ ہوشیار تیری غفلت سے فائدہ نہ اٹھالیں سنبھل جا کہ سنبھلے ہوئے تیری ہی غلط پرستی کی تلوار سے غلط کاری کی آغوش میں تجھے ہمیشہ کے لیے نہ سلادیں۔

واقعات موجود ہیں۔ شہادت کی ضرورت نہیں۔ پھر کیوں انسان متوجہ نہیں ہوتا۔ کیا اس لیے کہ اس کو حقیقت پسند نہیں؟ یا اس لیے کہ وہ طبعاً حقیقت پر مائل نہیں؟ یا اس لیے کہ حقیقت ہی وہی ہے جس میں وہ خود محو ہو رہا ہے؟ یہ سوال ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ مجیب ہے۔ ایک چشم بینا چاہیئے۔

جو کچھ دنیا کے ہاتھ میں ہے اور جس میں دنیا مشغول ہے وہ طلاق حقیقت کا متحمل نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسکو بقا نہیں۔ اس سے طبع سلیم کو مسرت حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی مسرت حزن و ملال سے تکیف ہے۔ اس سے قلب اطمینان پذیر نہیں۔ تو پھر کیا انسان طبعاً حقیقت پر مائل نہیں؟ یہ خیال غلط ہے انسان کا اپنا دل اس پر گواہی دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کو حقیقت پسند ہی نہیں۔ اور ناپسندیدگی کے اسباب اس کی عادت میں مرکوز ہیں۔ اس کی بے توجہی اس کی ذمہ دار ہے پھر کیا بے توجہی بھی فطرت مطلق کا کوئی پہلو ہے؟ اگر یہی سچ ہے تو انسان بحکم عام پابند جبر و اکراہ ہے۔ لیکن یہ سچ نہیں۔ دودھ پیتے بچے کو

دیکھو کس طرح اپنی بساط سے بڑھ کر واقعات عالم پر متوجہ ہوتا ہے۔ اس کا دل ابھی تک امور محیطہ سے مکدر نہیں ہوا۔ واقعات کو واقعات کی حیثیت سے دیکھتا ہے۔ اس کی نگاہ رہین اضافت نہیں۔ اس کی طبیعت ابھی تک تاثیر ما بہ التشغف سے متاثر نہیں ہوئی +

پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ بے توجہی انسان کی طبیعت میں مرکوز ہے یہ تو فطرت اکتسابی کا حصہ ہے۔ اسکو تو وہ خود حاصل کرتا ہے اور کوشش سے حاصل کرتا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ اسکو معلوم نہیں ہوتا کہ میں اس کے حصول میں کوشش کر رہا ہوں۔ اسی پر حصر نہیں۔ تمام برائیوں کا یہی حال ہے۔ کوشش پر عارضی حظ اور زود حاصل لذت کا پردہ پڑ جاتا ہے پھر انسان کو ان کے حصول میں اپنی کوشش کا علم نہیں ہوتا۔ یا ہوتا ہے تو اس کا احساس زیر بار عوارض ہے لیکن نتیجہ پیدا ہو کر رہتا ہے اس سے مفر نہیں۔ وہ اسباب کا نتیجہ ہے اور اسباب موجود ہیں پھر نتیجہ کیوں مفقود ہو۔؟ علت اپنے معلول کے اظہار پر بالذات قدرت رکھتی ہے۔ پھر اس کے امتناع پر قادر نہیں۔ آخر وقت آجاتا ہے کہ انسان کو اپنی بُرائی کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ اور اگر علی سبیل المفاجات احساس ہو بھی تو بُرائی اس کی عادت ہو جاتی ہے۔ اور وہ بدُون سعیٔ بلیغ اور ہمت معتادکے اسے چھوڑ نہیں سکتا +

میں کہتا ہوں کہ انسان اہتمام سے بے توجہی کو پیدا کرتا ہے۔ اہل زمانہ نہایت کوشش سے بے توجہی اور سطحیت پرستی کی تعلیم دیتے ہیں۔ بے پرواہ اور مآل کار سے ناواقف انسان پھنس جاتا ہے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا۔ وہ نہیں جانتا اس لیے کہ وہ جاننا نہیں چاہتا۔

وہ جاننا نہیں چاہتا اس لیے کہ دنیا اس کو جاننے نہیں دیتی۔ دنیا اس کو جاننے نہیں دیتی اس لیے کہ یہی اس کے مفید مطلب ہے +

کیا عدم توجہ ہی حصول سعادت کی خانہ برانداز نہیں ؟ کیا بے فکری ہی اثم وبغی کی سامان ساز نہیں ؟ جہالت آموز غفلت پرور نصرانی کہتا ہے کہ آدم ثمرہ علم سے لذت اندوز ہوا اور اس کی سزا پائی۔ حیف ہے کہ علم آبادہ عالم میں علم گناہ ہو۔ رشد و ہدایت مدعی مسلم کا دعویٰ ہے کہ گندم کا دانہ ابوالبشر کے وطن مالوف سے جلاوطنی کا موجب ہوا۔ لیکن کیا عذر اللہ کے لیے جامۂ حکمت سے عریانی ممکن الوقوع ہے میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ ہوا کیا وہ سب ثقائق الامور سے بے توجہی کا پھل نہیں ؟ کیا نفس الحقیقت سے بے فکری اس سب کا جواب نہیں ہوسکتی ؟

انسان کسی کام کو کرتا ہے تو یاد رکھنا چاہیئے کہ کام کی خاطر نہیں کرتا بلکہ اس کے مآل پر نظر رکھتا ہے۔ خوش وقتیوں اور بے فکریوں کا مآل اگرچہ دیرپا نہیں تاہم اس میں شک نہیں کہ زود حاصل ضرور ہے اس لیے انسان کی توجہ کا اسکی طرف زیادہ آسانی اور شوق سے انعطاف ہوتا ہے۔ لیکن ادہر جس قدر زیادہ متوجہ ہوتا ہے اسی نسبت سے حقیقت سے دور ہوتا جاتا ہے اور اک حقیقت سے اس کی بے توجہی بڑہتی جاتی ہے اور نفس پرست انسان نقد باطل پر اس شاندار حقیقت حقہ کو جو کل حاصل ہونے والی ہے۔ نثار کر دیتا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ چور چوری کرتا ہے اور نیک نیتی کے ساتھ قوت بازو سے کسب حلال پر متوجہ نہیں ہوتا ؟ یہ اسی لیے ہے کہ چوری کا نتیجہ بمقابلۃً زود حاصل نظر آتا ہے۔

آج ایک عالم کا عالم سطحیت کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ ارادۂ علو طلبی کی

قوت طبیعتوں سے زائل ہو چکی ہے۔ اور بڑی بڑی گردنوں والے جن کے دعاوی
ہمہ دانی ہمہ کوشی ہمہ یابی سے آج فزائے حیرت پیرائے عالم گونج رہی ہے
ان کی یہ حالت ہے کہ واقعات عالم کے سامنے اس طرح بے حیثیت اڑتے
پھرتے ہیں جس طرح چھوٹے چھوٹے قلیل الوزن تنکوں کو آندھی کا طوفان اڑا لے
جاتا ہے۔ کوئی جرأت نہیں کرتا کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ واقعات کے طوفان
کے سامنے استقلال کے قدموں پر کھڑا ہو کر دنیا پر ثابت کر دے کہ اس کی
بھی کچھ ہستی ہے۔ آج انسان کی مثال اس رنڈی کی سی ہے جو اپنے
چاہنے والے کے لیے دام تدلیس پھیلاتی ہے اور سمجھتی ہے کہ مکر و تزویر
کے حربے سے قابو میں لا کر لوٹونگی۔ لیکن نہیں جانتی کہ اپنی ذات کو فریب
دیتی ہے۔ اپنے آپ کو زخمی کرتی ہے۔ آپ لٹ رہی ہے۔

آخر کیوں؟ ارادوں میں کیوں استقلال نہیں؟ ہمت کے پاؤں کیوں
ڈگمگا جاتے ہیں؟ کیا یہ اس لیے نہیں کہ نتیجہ دیر حاصل ہے۔ واقعات
قریبہ کا دامن دنیا کی دلفریبیوں کا ہاتھ فریب پرور انسان دیر حاصل
نتیجہ کی خاطر سے نہیں چھوڑتا تم نے اکثر دکاندار دیکھے ہوں گے جو تھوڑی
سی مدت میں دنیا کو فریب دے کر بہت سا نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں
اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی دکانیں برباد ہو جاتی ہیں۔

کامل پاشا سے بڑھکر دنیا کی دلفریبیوں کا فریب خوردہ کون
ہوگا اس روسیاہ نے چشم ناعاقبت اندیش کی چندروزہ زمانہ مسرت
اندوزی کے لیے اس پیرانہ سالی میں چند سفال بے حقیقت پر ملت
بیضا کی امیدوں کو گروہ مشرکین کے ہاتھ بیچ دیا۔ جن کو وہ خوب جانتا
تھا کہ خانہ برانداز ملی اسلام کے مدعی ہیں۔

یہ کچھ چھپی ہوئی بات نہیں ہے کہ آج حق پر باطل کی فتح ہے۔ لیکن نفعتو کا شکار انسان مآل کار کو نہیں دیکھتا۔ وہ اس حقیقت کو بھولا ہوا ہے جو اس کو یاد کرنا پڑے گی۔ زمانہ اپنے زبردست ہاتھوں سے سب کچھ دکھا دیگا۔

یہ دنیا کے فتنے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بحکم اکثریت جانتا ہے کہ یہ فتنے ہیں۔ پھر کیوں وہ ان سے آزاد نہیں ہو جاتا؟ کس لیے اپنی جان کی حفاظت اور اس کے انجام کی فکر نہیں کرتا؟ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے واقعات اور واقعات کے اثر اسکو آزاد نہیں ہونے دیتے اس کا علم علم الحقیقت کے درجہ تک نہیں پہنچنے پاتا اور ہم دیکھتے ہیں کہ بیشتر اس کا علم ہی اسکو دھوکا دیتا ہے۔

علم جاننے کو کہتے ہیں۔ تو پھر علم بذاتہ کوئی بری چیز ہے؟ کیا کسی چیز کا جاننا ہی مصائب کے نزول کا باعث ہوتا ہے؟ یہ جائز نہیں۔ علم کے معنی دنیا نے عموماً غلط سمجھ رکھے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ کسی چیز یا کسی خیال کا جان لینا ہی اس کا علم ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ جاننا بالاطلاق ہوگا یا بالاضافت۔ غلط بھی ہو سکتا ہے اور صحیح بھی دیوار پر تصویر لٹک رہی ہے۔ زید کو کیسی بھلی معلوم ہوتی ہے عمرو کو اس سے نفرت ہے دونوں کے وجدان میں اختلاف ہے۔ ہمالیہ سے پرے ہم جانتے ہیں کہ کچھ نہیں حالانکہ بہت کچھ ہے۔ کمرہ میں لمپ روشن ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ کمرہ تاریک ہے۔ تو کیا یہ علم نہیں؟ پھر علم کیا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ علم نام ہے اس بات کا کہ انسان کا تخیل دنیا و مافیہا سے آزاد ہو جائے تاکہ واقعات عالم اور امور متعلقہ بالاستقلال اس کی نظر کے سامنے آئیں۔ اور وہ ان کی حقیقت کو بالاطلاق سمجھ

سکے۔ اس پر انسان کو جہاں تک عبور ہو وہی اس کے علم کی حد ہے۔ جب تک یہ حاصل نہ ہو۔ انسان کا حقائق الامور سے واقفیت کا دعویٰ باطل ہے۔

تخیل کی آزادی آسان نہیں۔ اس کے حصول کے لیے لازم ہے کہ انسان تعلقات سے آزاد ہو جائے جب تک انسان تعلقات سے آزاد نہ ہو۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ اس کا تخیل آزادی کی نعمت حاصل کر سکے۔ اور جب تک یہ حاصل نہ ہو، انسان انسان نہیں بلکہ وحشی غلام ہے۔

انسان کا تخیل ہمیشہ تعلقات سے متکیف ہوتا ہے اور امور عالم اسکو اعتباری رنگ میں نظر آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جو لوگ اوپر جانا چاہتے ہیں انہیں طبقہ اسفل کے تعلقات سے آزاد ہونا پڑتا ہے۔ اور جو لوگ چاہتے ہیں کہ اعلیٰ سے اسفل کی طرف نزول کر سکیں۔ ان کے لیے لازم ہے کہ تعلقات علوی کا اثر زائل کر دیں۔ ورنہ مآلِ کار کا حصول ناممکن ہے۔ محسوسات میں اسکی مثال یوں ہے کہ انسان جب چاہتا ہے کہ ہوا میں اُڑ سکے تو لامحالہ اسے ایسی تجاویز پر عمل کرنا پڑتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ زمین کی کشش ثقل پر غالب آجائے۔ اور پھر جب نیچے آنا چاہتا ہے تو اسکو ان تجاویز پر عمل کرنا پڑتا ہے جو کشش ثقل کی ممد اور اس کے مخالف اثر کی متعارض ہوں۔

الفاظ و اصطلاحات مطالب و معانی کے اظہار کے لیے موضوع ہوتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ مطالب و معانی الفاظ و اصطلاحات کے دائرے میں محدود ہو جاتے ہیں۔ فہم و ادراک حقائق الامور میں اشکال اس وجہ سے بھی ہے کہ انسان نے تخیل کو الفاظ و اصطلاحات کے تابع کر رکھا ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ الفاظ عمومیت سے وہی متداول

ہوتے ہیں جو خیالات مروج الوقت کو ادا کرتے ہیں۔ اور خیالات خصوصیت سے وہی رواج پاتے ہیں جن کے الفاظ عام طور پر زبان زد ہوں۔
نظام عالم اور اسرار کائنات کی تشریح کا مشاہیر عالم نے کل ایک پہلو قائم کیا۔ آج اسکی جگہ دوسرا پہلو قائم ہو گیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ کن محنتوں سے قائم ہوا۔ جو کچھ کل صحیح تھا وہ آج غلط ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ آج کا صحیح کب تک صحیح متصور ہوگا۔؟ سروست اس تصور سے آزاد ہو کر چند لمحوں کے لیے غور کرو۔ اور دیکھو کہ کن مشکلات کا سامنا ہے۔ حصول حقیقت اور وجدان بالاطلاق کے لیے اصطلاحات و الفاظ کی زنجیروں سے بھی آزاد ہونا پڑتا ہے۔
غلط کار انسان جب تک دنیا کی دلفریبیوں سے خوشوقت اور بےفکریوں سے سرمست رہے گا۔ حقائق الامور سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ وہ اسطرح بھٹکتا رہے گا جسطرح کہ آج اسکو دیکھا جاتا ہے۔ وَهٰذَا مَا رَأَيْتُ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ الْعَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔

برکت علی۔ بی۔ ایس۔ سی۔ (علیگ)

رُباعی

یہ عشرت و عیش شادمانی کب تک؟ | عشرت بھی ہوئی تو نوجوانی کب تک؟
گر یہ بھی ہوئی قیام دولت ہے محال! | اور یہ بھی ہوئی تو زندگانی کب تک؟

(از بیاض کہنہ)

اِنَّ مَعَ العُسْرِ یُسْرًا

"تا نگرید طفل کے جوشد لبن"
"تا نگرید ابر کے خندد چمن"

اس چھوٹے سے جملے میں ہی کیا حقیقت کا رمز چھپا ہوا ہے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ معمولی سی بات ہے اور روزمرہ کی بول چال میں ہمارے مستعمل ہے۔ لیکن تھوڑا غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ساری کامیابی کا راز ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے یہ معنی ہوے کہ رنج کے بعد راحت ہے۔ تکلیف کے بعد آرام ہے۔ محنت کے بعد عافیت ہے۔ حرکت کے بعد سکون ہے۔ کاشتکاری کی صعوبت کے بعد خوشگوار دانے ہوتے ہیں۔ زمین جب تپتی ہے تب پانی برستا ہے۔ جسقدر زیادہ تکلیف اور محنت کسی کام میں اُٹھائی جاتی ہے۔ اُسیقدر زیادہ درجہ کی کامیابی ہوتی ہے۔ جسقدر زمین تپے گی اوسیقدر زیادہ پانی برسے گا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جسکو ہر شخص سمجھتا ہے کہ ہم جانتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کے جو جاننے کا حق ہے اُسکو کم لوگ جانتے ہیں اور کم جانتے ہیں ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

بلکہ بسا اوقات تو حال یہ ہوتا ہے کہ ہم میں سے اکثر افراد اس کی صحت پر معترض تک ہوجاتے ہیں کہ کہاں تک یہ صحیح ہے۔ اور اپنی خام عقل میں یہانتک سوال کرنے لگتے ہیں کہ اُس کے کیا معنی ہیں کہ راحت تکلیف کے

بدنصیب ہو۔ اسکی خدا کو کیا ضرورت ہے (عیاذاً باللہ) کہ تکلیف پہونچا کر خلق کو راحت دے۔ اور اس اصول میں کونسی خوبی ہے۔ بلکہ خوب تو جب ہوتا کہ اُس مالک کو راحت دینی ہے تو بس یکسر راحت ہی دینی چاہیئے۔ راحت دینے کے لیے تکلیف کے شکنجہ اور جانچ میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے بس راحت کے ساتھہ راحت اور پھر راحت کے ساتھہ راحت ہونی چاہئے اور پھر راحت ÷

لیکن نہیں قانون الٰہی اس طور پر نہیں ہے۔ اور نہ ظاہری نہ باطنی۔ نہ دینی نہ دنیوی۔ نہ شخصی نہ ملکی۔ نہ ذاتی نہ جمہوری۔ قوانین ایسے ہیں جیسا ہم میں بعضوں کا جی چاہتا ہے۔ ہر طبقہ کے چلتے کاروبار کلیہ عنوان رہا ہے اور رہے گا کہ پہلے چند ے چھوٹے ننھے پاؤں اُٹھتے ہیں اور گرتے ہیں اور گرتے ہیں اور اُٹھتے ہیں۔ اور اس چند ے گرنے اور اُٹھنے کے بعد یہی ننھے پاؤں .... ٹھوکریں کھا کھا کر اور ایک زمانہ کے خس و خاشاک میں پائمال رہ کر ایسے صلاحیت پذیر ہو جاتے ہیں کہ کوسوں کی خبر چند گھنٹوں میں لے لیتے ہیں کیسی پہلوان (کم از کم دنگل کے پہلوان) کو آپنے سُنا ہی نہوگا (کہ وہ پہلوان ہو گیا ہو جبتک چند ے اپنے ہاتھہ پاؤں کو اُس نے کچھہ غیر معمولی صعوبت دی ہو۔ جبتک کوئی شے یا کوئی آدمی چند ے آزمایش میں رکھا نہیں جاتا ہے وہ کسی عمدہ مصرف و موقع کے لیے منتخب نہیں ہوتا۔ کوئی عمدہ دہات اور بڑے کان کا نکلا ہوا سونا بھی بازار میں اپنی عمدہ قدر و قیمت نہیں پاتا۔ جب تک چند متواتر آگو نمیں پگھلا کر صاف نہیں کر لیا جاتا ہر شے کے افزونی قیمت کے لیے یہ گردش اور مصیبت بہی ضروری اور لازمی ہے کیسی صورت میں

کسیوقت ہماری آنکھیں اوس گردش کو فوراً پہچان لیتی ہیں اور کسیوقت ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوکر اوسکی وہ رفتار ہوتی ہے کہ تیزسے تیز ہو! اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ لیکن ؎ بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

کوئی اچھا درویش نہیں بنتا جب تک کم از کم چند سے مجاہدات و ریاضت شاقہ نہیں کرلیتا۔ صوفی نشود صافی تا درنکشد جامے۔ بغیر زحمت اور تکالیف برداشت کیے ہوئے مورد رحمت خاص نہیں ہوتا۔ زحمتہ الصالحین۔ من الرحمتہ +

بعض خام توکیا بلکہ معمولی طبقہ کے لوگ بھی یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ آیا کیا یہ ضروری ہے کہ بغیر کسی تکلیف کے کوئی نعمت نہیں ملتی۔ کیا قدرت خالق اس کے منافی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں قدرت خالق دوسری شے ہے اور قانون قدرت دوسری شے ہے۔ اُسکی قدرت میں سب کچھ ہے۔ وہ جسکو چاہے بلاوجہہ نواز دے۔ یعنی بغیر کوئی رنج پہونچائے اور مصیبت کی گردش میں ڈالے ہوئے اپنی نعمتوں سے مالامال کردے۔ اور بغیر کسی آزمایش کے کوئی نعمت عظمےٰ عطا کردے۔ لیکن جو قانون اُس مالک بےنیاز نے ہمارے آپ کے عملدرآمد کیلیے وضع کیا ہے اُس کا مقتضےٰ یہی ہے کہ رنج ہی کے بعد راحت ہے۔ محنت و آزمایش کے بعد نعمت عطا کیجاتی ہے۔ نور المومن من قیام اللیل ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے	جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا	غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

ہاں اسی شان میں آیا ہے الدنیا سجن المومنین۔ اور رنج و بلا خاصکر انہیں حضرت انسان کے لیے ہے اور انہیں سے بھی حضرت خاصان الخص کیلئے

دوسروں سے زیادہ اوتارا گیا ہے۔ بلا کا سختی کا برداشت کرنا مومن کی شان سے تبلایا گیا ہے مَا اصَابَ مِن مُصِیبَۃٍ اِلَّا بِاذنِ اللہِ وَمَن یُؤمِن بِاللہِ یَھدِ قَلبَہٗ۔ اس بے بضاعت انسان کو کامل انسان کے معراج ترقی پہنچانے کا بھی زینہ بنایا گیا ہے۔ یہ بلا ہا براست و برائے ماست ہر چھوٹی بڑی نعمت کے ساتھ چھوٹی بڑی مصیبت لگا دی گئی ہے۔ ہر چھوٹے بڑے درجہ کی کامیابی کے لیے ایک آزمایش اور امتحان لگا دیا گیا ہے وَلَنَبلُوَنَّکُم بِشَیئٍ مِّنَ الخَوفِ الخ اُن آزمایشوں پر غلبہ پا کر اور امتحانات میں کامیابی حاصل کرا کر اعلیٰ معراج ترقی پر ہم پہونچائے جاتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے پرائمری اور مڈل اور انٹرنس کی کامیابی کے بعد آپ کو بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے کی ڈگریاں دیجاتی ہیں۔ اور پیر بی۔ اس۔ سی۔ اور ڈی۔ اس۔ سی۔ کی بھی کیسکو ان بڑے بڑے ڈگریوں کے حاصل کرتے ہوئے بغیر چھوٹے چھوٹے امتحانوں میں داخل ہوئے اور کامیاب ہوئے دیکھا ہی نہیں گیا ہے اَلنَّادِرُ کَالمَعدُومِ۔ ہاں یہ بھی ہوتا ہے اور ایسا بھی ہے کہ کسی شخص ممیز الیہ کو کسی خاص صلاحیت اور قابلیت کی وجہہ سے کوئی اعلیٰ ڈگری کسی فیکلٹی نے ہدیۃً دیدی ہے لیکن وہ شاذ ہے۔ اور ایسا ہی شاذ کہ کالمعدوم میں اوس کا شمار ہے۔ اور اُس پر کوئی عقل سلیم والا کسی ڈگری کے حصول کے لیے بھروسہ نہیں کرسکتا۔ اور اُس سے کوئی سند یا دلیل خلاف میں نہیں پکڑ سکتا۔ قانون فیکلٹی وضع اُسی طریق پہ ہوا ہے اور عملدرآمد بھی اُسی پہ ہوتا ہے نہ کہ استثناء پر۔ پس جسطرح ہر ظاہر کا ایک باطن ہے اسیطرح ہر بادشاہی کا قانون نمایاں عکس و قانون الٰہی کا نمونہ ہے۔ اَلسُّلطَانُ ظِلُّ اللہِ اس لیے ہاں ایسا بھی ہوتا ہے کہ بلا محنت وسعی کے بڑی نعمت کیسکو مل جاتی ہے

یہ خدا کی دین ہے اس میں کسیکو دخل نہیں اور نہ کسی عقل کو درک ہے
لایسأل عما یفعل۔ لیکن اسکو یوں سمجھ لیا جاوے کہ کلیہ قاعدہ
یوں ہی ہے کہ رنج کے بعد ہی راحت ہے اور یہ استثنار میں داخل
ہے۔ کہ رنج و محنت کے بغیر بھی راحت ہوسکتی ہے لیکن جسطرح استغنا
کلیہ کا منافی نہیں ہے۔ بلکہ عین ثبوت کلیہ ہے۔ اسی طرح کوئی خاص
نعمت کسیکو بغیر کسی محنت وسعی کے ملجاتی ہے اوس قانون قدرت کے
صحیح ہونے کے لیے کافی وشافی ثبوت ہے۔

آمدم برسر مطلب۔ اب کام کی بات جو مجھکو عرض کرنی ہے اور بیان بالا
سے دکھلانی مقصود ہے وہ یہ ہے کہ ہم لوگ اپنے کاروبار دنیوی خواہ
معاملات دینی میں کسی مصیبت کسی تکلیف پر گھبرائیں نہیں۔ بلکہ ثابت قدمی
اور استقلال سے اُن تکالیف کو برداشت کریں اور اُن کے برداشت
کرنیکا ثمرہ اور نتیجہ بلاریب یہ ہے کہ ہم سے بالآخر وہ تکلیفیں دور ہوجائیں گی
اور ہر بڑے چھوٹے کاموں میں ہم اپنی برداشت کی قوت کے مطابق
کامیاب ہوں گے عسر المرء معقد ملة الیسر عقیب کل لیلة یوم

دریغا عیش شب گیری کہ در خواب سحر بگذشت
بداں قدر طول بیدل کہ در ہجراں فرومانی

عامہ خلایق کے طعنہ و تشنیع سے ہم اپنے کسی اچھے کام کے کرنے سے
باز نہ رہیں۔ اور لوگوں سے ہم کو اگر رنج بلا وجہ بھی پہونچے تو ہم اُس کو
شربت کیطرح پی جائیں۔ کہ داروئے تلخست دفع مرض خالف نفسان
تستزخ۔ یہ ایک آزمایش ایسی ہے جس میں ساری کامیابی کے
راز چھپے ہیں ؎

تو بزخم رقیباں فرد کردی شکوہ جورش
ندانستی کہ مے شد زیں بہانہ امتحان من

کوئی گہرا طمانچہ مجھے کیوقت جو لگتا ہے۔ کوئی پیارا کھلونا جو ہم سے چھن جاتا ہے۔ کوئی بظاہر پیاری اور محبوب شے جو ہم سے لی جاتی ہے وہ اس لیے کہ کوئی اس سے زیادہ پیارا کھلونا ہم کو دیا جاوے۔ اور خواہ ہماری بہترین اصلاح منقوش نظر ہے اور ہم ویسی بار بار غلطی نہ کریں اور وہ اسلیے کہ دنیاوی تعلقات میرے کم کرا کر میرے اصلی اور روحانی تعلقات میں زیادہ کامیابی اور یکسوئی کرائی جاسکے۔ اور بکل غم فرح ولکل داء دواء کو مد نظر رکھ کر ہم اپنی سعی و خالص ارادہ میں اور زیادہ استقلال پیدا کر سکے ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب وربنا توفنی مسلما والحقنی بالصالحین کے سرچشمہ فیضان سے ہم سیراب ہو کر فائز المرام ہوں فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

محمد معین العابدین غفرلہ مجیبی قادری

آزاد کان پور کی رائے

بیان خسرو۔ امیر خسرو ہندوستان کے ایک مشہور شاعر ہیں جن کے حالات زندگی اور انکے کلام پر ریویو کے طور پر شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی نے ایک بسیط مضمون لکھا تھا۔ اور جسے ملا محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر رسالہ نظام المشائخ دہلی نے کتاب کی صورت میں شائع فرمایا ہے۔ مولانا صاحب کی مسلسل علمی خدمات اردو کے لیے قابل شکر گذاری ہیں۔ ضخامت ۱۸ صفحات قیمت ۱ر غیر مجلد ملا صاحب موصوف سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

شیوخ بیدر

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو "بیان حضرت شیخ ابراہیم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ" نظام المشائخ نمبر ۹ جلد ۹)

سلطنت بہمنیہ کی خدمت شیخ الاسلامی پر فائز ہونے کے بعد پہلا کام جو آپ نے کیا وہ مظلوم قاضی شیخو کو اس کی خدمت آبائی پر بحال کرنا تھا۔ اس کے بعد آپ نے سلطان وقت سے کہ وہ آپ کا شاگرد بھی تھا کئی شرطیں لکھوالیں جس میں ایک یہ بھی تھی کہ "شاہ سے بھی حدود شرعیہ میں بحالت ثبوت اہمال نہ کیا جائے گا۔ جسکو سلطان نے بطیب خاطر منظور کرلیا۔ آپ نے اپنے فرض خدمت کو جس جلالت شان اور رعب سے انجام دیا اس کے متعلق ذیل کا قصہ ضرور تعجب خیز ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مقرب شاہی نے کسی بڑھیا کے نوجوان بیٹے کو قتل کردیا تھا لیکن بخوف قصاص شاہ کو اپنا پشتی بان خیال کرکے اوس کے پس پشت چھپ گیا۔ بڑھیا نے آپ پاس استغاثہ دائر کیا تھا جس پر حسب ضابطہ گرفتاری قاتل کے احکام جاری ہو چکے تھے چونکہ اشخاص متعلقہ شاہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ لہذا تعمیل حکم شریعت پناہ میں عاجز تھے عدم گرفتاری قاتل کے اسباب معلوم ہونے پر آپ خود تشریف لے گئے اور قاتل کو پکڑ لائے اور شاہ دیکھتے ہی کے دیکھتے رہ گئے۔

قیافہ شناسی

آپ کی ذات مبارک میں صفائی ذہن اور قیافہ شناسی بھی ایک بلا کی تھی ایک مرتبہ کسی مقدمہ میں ایک عورت بغرض تصفیہ عدالت دار القضا میں پیش کی گئی ہے جسے آپ کے متعلقین میں سے کسی نے رشوت لیکر ایسی پٹی پڑھادی تھی کہ جسکی بنا پر وہ رہائی پاسکے۔ آپ نے

تحت حکم بالظاہر فرماکر فیصلہ صادر کیا اور فرمایا تجھے جس نے سکھایا ہے عنقریب
اوس کا منہ اور گردن ٹوٹ جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ شخص چبوترہ سے
اترنا چاہتا تہا کہ گرا اور منہ کے ساتھ گردن بھی ٹوٹ گئی۔

آپ نے خدمۃ چھوڑدی کچھ مدت بعد آپ نے اِس جلیل القدر خدمۃ کو چھوڑ
دیا لیکن وجہ کسی کتاب میں نہیں بتائی گئی ہے

عمر، اولاد، بیویاں گو عمر آپ نے بڑی پائی لیکن تعداد سال وماہ نہیں
ملی البتہ یہ معلوم ہوا ہے کہ ۲۰ ربیع ۵ ر ماہ
جمادی الآخر سے ۸۵۶ھ آپ کی تاریخ انتقال ہے لیکن بلحاظ اصول درایت
وتنقید واقعات یہ تاریخ صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ بیویاں دو تہیں ایک سے شیخ احمد
بڑے صاحبزادے اور دوسری سے شیخ محمد پیدا ہوئے۔

آپ کا مدفن اور فیض جاریہ شہر بیدر محلہ درگاہ پورہ میں اپنے فرزند ثانی
کے مزار کے عقب میں آپکی آرام گاہ واقع
ہے اب تک بھی آپ کا یہ فیض جاری ہے کہ کند ذہن بچہ کو آپ کے مقبرہ
کے زینہ کی چٹان پر گھی شکر ڈالکر چٹاتے ہیں اللہ کی شان ہے کہ بچہ
ذکی و ذہین ہوجاتا ہے۔

مخدوم شیخ محمد الشریف القادری

نام، مقام و تاریخ ولادت آپ کا نام محمد کنیت ابوالفتح لقب شمس الدین
عرف ملتانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ ہے آپکی تاریخ
ولادت باسعادت کا کسی تاریخ سے صحیح طور پر پتہ نہیں ملتا البتہ اس قدر
پتہ چلتا ہے کہ سلطان علاء الدین ابن احمد شاہ ولی البہمنی کے اخیر دوران

سلطنت میں ۱۸ ربیع الآخر یا ۲ شوال المکرم ۸۲۲ھ کو دکن کے مشہور سر سبز دار
دار السلطنت شہر احمد آباد بیدر میں تولد ہوئے جس طرح دینی یا دنیاوی بزرگوں
کی ولادت کے ماقبل یا مابعد واقعات غیر معمولی کا اظہار پذیر ہونا متعدد کتب میں
دیکھا گیا ہے اسی طرح آپکی نسبت بھی مشہور ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپکے
والد شیخ ابراہیم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے (جن کا حال نظام المشائخ کے نمبر ۲ جلد ۹
میں درج ہوا ہے) اپنے بڑے فرزند شیخ احمد کو اپنے رسوم علوم سے منحرف دیکھا
تو بہت رنجیدہ ہوئے اور بتوسل حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جناب باری
میں دعا کی کہ ایک فرزند صالح عطا فرماتے (اسی زمانہ میں آپنے دوسرا نکاح کیا تھا)
اس دعا پر ایک چلہ گذرنے کے بعد آپنے رویا میں دیکھا حضرت موصوف الذکر
نے آپکو (کاغذ میں لپیٹ کر) ایک موتی عنایت فرمایا،، اور ایک ولی و صاحب
اسرار فرزند کے تولد کی بشارت دی۔

کہتے ہیں کہ شیخ احمد کی والدہ نے جو اس آنے والے فرزند کی بزرگی سن لی
تھی ایک دن اپنی سوکن کے پیٹ پر جبکہ تین مہینے کا حمل تھا (غالباً رشک و حسد سے)
بزور ہاتھ مارا کہ اسقاط حمل ہو جائے۔ صدمہ نہ تو حاملہ کے ہوا اور نہ حمل کو
کچھ نقصان پہنچا البتہ مارنے والی کی انگلیاں اور ہاتھ مونڈھے تک ورم کر گیا
اور شدت سے درد ہونے لگا اور کم نہوا جب تک اس نے اپنی سوکن کے پیٹ
پر سے پانی دھوکر اور وار کر کے اپنا ہاتھ نہ دھویا اور پھر ایسی جراٴت کرنے
سے توبہ نہ کر لی۔ یہ بھی نقل کیگئی ہے کہ آپ کو دنیا میں آکر تین ہی سال ہوئے
تھے یعنے ابھی ایام مہد کا اختتام نہوا تھا کہ دکن کے اسلامی شاہی خاندان
بہمنیہ کا مشہور ظالم سلطان ہمایوں شاہ کا ظلم و ستم حد سے گذر گیا تھا اور لوگ
جلائے وطن پر آمادہ ہو چکے تھے ایسے میں آپ کے والد شیخ ابراہیمؒ نے

آپ نے شاہ نظام کو بد دعا کرنے کے لیے ارشاد فرمایا تاکہ عام پریشانی رفع ہو جواب میں جو جملہ تین بار آپ کی زبان حق ترجمان سے اس چھوٹی سی عمر میں نکلا وہ عربی کا جملہ "ہمایوں مات" تھا چنانچہ بعد تحقیق معلوم ہوا کہ ٹھیک اسیوقت شاہ نظام نے جان دی۔

تاریخ سے بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ ہمایوں شاہ ظالم کی موت غیر طبعی طور پر اچانک واقع ہوئی۔ شہاب خاں جاشی خواجہ سرا حبشی غوریوں سے (جنکو رکھنے کا شاہی محلات میں دستور ہو رہا ہے) غالباً بوجہ ظلم و ستم شاہ سازش کری تھی چنانچہ ایک رات جب ہمایوں شاہ شراب کے نشہ میں مدہوش ہو رہا تھا ایک حبشی نے اوس کے سر پر اس زور سے لٹھ مارا کہ وہ اسی ضرب سے فوراً ہلاک ہو گیا (تاریخ ہندوستان از مولوی ذکاء اللہ مرحوم)

آپ کا نسب آپ کے نبیرہ زادے محمد عبد القادر با تفاق اپنے چچا شیخ شمس الدین کے آپکو ہندوستان کے مشہور بہادر سلطان شہاب الدین محمد غوری کی اولاد میں بتاتے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی تالیف معدن الجواہر میں آپ کا جو نسب نامہ دیا ہے حسب ذیل

شیخ محمد بن شیخ ابراہیم بن شیخ فتح اللہ بن شیخ ابوبکر بن شیخ فخر الدین بن شیخ بدر الدین بن شاہ مینا۔ بن شاہ الغوری بن سلطان شہاب الدین الغوری الغزنوی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہم۔

اور اسی میں لکھا ہے کہ شیخ ابراہیم اپنے آپ کو ربیعی الاسماعیلی لکھتے تھے ربیع، نزار بن معد بن عدنان کے ایک فرزند کا نام ہے جو جناب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اخیر پشتوں میں ملتا ہے۔

لیکن ہمارا خیال ہے کہ معدن الجواہر میں دیئے ہوئے نسب نامہ میں اور اس میں

کہ شیخ ابراہیم ملتانی اپنے آپکو ربیعی الاسماعیلی لکھتے تہے۔ صورت توفیق ظاہر نہیں ہوتی کسی ایک بیان کو ضرور غلط تسلیم کرنا پڑتا ہے بصورت اول آپ نسباً ترک قرار دیئے جائیں گے کہ غوری ترکوں کا ایک قبیلہ ہے جسمیں ایک فرد شہاب الدین محمد شاہ تہا اور بشکل ثانی آپ نسل عرب سے ثابت ہوتے ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ شاید یہی صحیح ہے کیونکہ مختلف کتب تاریخ ہند کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری کے کوئی اولاد نرینہ تہی ہی نہیں چنانچہ سنکلر صاحب نے اپنی تالیف تاریخ ہند میں لکہا ہے کہ "محمد غوری کی اولاد نہونے کیوجہ سے اوس کا غلام قطب الدین ہند کا بادشاہ ہوکر خاندان غلامان کا بانی ہوا۔

اور اس کے علاوہ بعض صاحبان کشف نے عالم مثال میں آپ کو مدنی وضع میں دیکہا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

آپکا بچپن دین و دنیا کے وہ مشہور و معزز افراد جو اپنی عمر کا ایک حصہ گذرنے اور کسی خاص امر میں غیروں سے ممتاز ہونے کے بعد باعث شہرت دور و نزدیک ہوئے ہوں تو اون کے ایام طفلی کے حالات پر روشنی نہ پڑنا کچہہ مقام تعجب نہیں لیکن حیرت ہے کہ ایسے بزرگ کے بچپن کے حالات بالکل تاریکی میں ہیں جو قبل از پیدایش ہی مشہور اور بعد پیدایش بوجہہ صدور افعال غریبہ نامور ہونے کے علاوہ ایسے مشہور علامۂ زماں کے فرزند ہیں جنہوں نے ایک عرصہ تک بڑے رعب داب کیساتہہ اسلامی دکہن کی شیخ الاسلامی کی جیسی باوقعت خدمت نہایت کامیابی سے انجام دی تہی ہم بہت افسوس کیساتہہ لکہتے ہیں کہ باوجود تلاش آپ کے بچپن کے حالات ہم کو کچہہ بہی دستیاب نہیں ہوئے لہذا ہم اس بارہ میں بالکل ساکت ہیں۔

تعلیم تعلیم کے متعلق یہ بھی نہیں معلوم ہوسکا کہ آپ نے کس کس سے کہاں کہاں کیا کیا تعلیم پائی اور نہ اس کا پتہ لگا کہ آپ کا مبلغ علم کس درجہ تک تھا۔ جہاں تک خیال کیا جاسکتا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ علوم و رسوم ظاہری کی باضابطہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد سے پائی ہوگی جو کہ ایک علوم میں عموماً ماہر اور علوم دین میں خصوصاً کامل اور قاضی القضاۃ تھے جیسا کہ ہم شیخ صاحب کے حالات میں ہم نے قبل ازیں لکھا ہے۔ آپ کے مبلغ علم و قوت حافظہ کا اندازہ کرنے کے لیے ذیل کے ایک واقعہ کیطرف ناظرین کی توجہ منعطف کرائی جاتی ہے۔

میر عبدالاول کو جو ایک عمدہ نامی امیر اور اعلیٰ درجہ کا ماہر علوم و یگانۂ وقت تھا پانچ دقیق مسئلوں میں سخت تشویش لاحق تھی باوجودیکہ اس نے تمام علمائے دہلی و گجرات و دکن کو ان مسائل خمسہ کے حل کرنے کی جانب توجہ دلائی تھی لیکن بے سود۔ آخر کار یہ مسائل آپ کے پاس پیش کیے گئے۔ آپ نے فوراً اس کا حل کرکے روانہ فرمایا سائل نے جب سند طلب کی تو آپ نے ایک کتاب کے حاشیہ کا حوالہ دیا چنانچہ بملاحظہ حاشیہ مذکورہ معلوم ہوا کہ جس قدر آپ نے لکھا تھا بلا کمی و بیشی لکھا ہوا ہے۔

ہم کو افسوس ہے کہ صاحب معدن الجواہر نے نہ تو مسائل خمسہ درج کیا اور نہ کتاب و حاشیہ کا نام لیا یہی وجہ ہے کہ یہ قصہ اصحاب الرائے کی نظر میں معیار صداقت پر نہیں ٹھیر سکتا +

ایسے بزرگ کے مفصل حالات نہ ملنے اور اس پر پردہ پڑ جانے سے بارہا ہم کو نہایت افسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ باوجود تلاش یہ بات صحیح طور سے معلوم نہ ہوسکی کہ آپکی تعلیم علوم باطنی و طریقت کا آغاز کب سے ہوا البتہ

دیئی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے والد ماجد کے انتقال کے بعد جبکہ آپ بلحاظ اپنی عمر کے صغیہ کے مفہوم میں شریک تھے آپ کی قسم دوم کی تعلیم کی ابتدا ہوئی اس وقت میں بیدر میں بہتیرے مشائخ موجود تھے۔

رسول نمانمبر ۲۹ء

کی چھپہ پرانی جلدیں نکل آئی ہیں یہ وہ چیز ہے جسے ابھی چند دن پہلے لوگ ایک ایک اشرفی میں مانگ رہے تھے لیکن موجود نہونے کے سبب انہیں صاف جواب دیدیا جاتا تھا۔ اب آپ صرف ایک روپیہ بھیج کر طلب کر سکتے ہیں۔

فہرست مضامین ملاحظہ ہو

المشتہر منیجر نظام المشائخ دہلی

موجود تھے لیکن کسی نے بھی آپکی طرف نظر توجہ و التفات نہ کی آپ پریشانی و تفکر کی حالت میں بسر کرتے تھے کہ بحکم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ المشائخ شیخ حسن جیلی قادری مع اپنے مریدوں کے بنگالہ سے دہیرون حیدر تشریف لائے اور آپکو بلایا بعد حضوری آپکے ساتھ تعظیم سے پیش آئے اور وجہ تشریف آوری بیان کرکے خاندان قادریہ میں آپکو مرید کیا اور واپسی بعد آپکے مرشد باطنی حضرت غوث اعظم جیلانی رح اس زمانہ میں جبکہ آپ مرد کامل اور قریب بہ پیری ہوگئے تھے ۔ حالت بین النوم والیقظہ میں آپکے پاس تشریف فرما ہوئے اور اس فکر سے آپکو نجات دی جو اکثر آپکو دامنگیر رہا کرتی تھی یعنی اجازت مطلقہ بخشی جس کے لیے آپ نے بغداد جانے کی ٹھان لی تھی اس واقعہ کے چند روز بعد مخدوم شیخ بہاء الدین القادری الدہلوی الدولت آبادی نے حسب فرمان والا شان حضرت غوث اعظم خرقہ خلافت و فرمان اجازت منجانب حضرت موصوف مذکور بطریق ظاہری (جسکی خوشخبری حضرت ممدوح نے پہلے ہی دی تھی) آپکے پاس روانہ فرمایا۔

ایام جوانی اور نکاح اس بارہ میں بھی صاحب تاریخ ساکت ہے کہ کس ماہ و سال اور کس خاندان و کفو اور کس عمر میں آپکے عقد نکاح کی اسلامی رسم ادا ہوئی لیکن جہاں آپکے صاحبزادوں کی عمروں اور سنین وفات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں حسابی عمل تفریق کرنے سے ایک غیر تشفی بخش نتیجہ البتہ نکلتا ہے جس سے صرف اس قدر قیاس لگانے کی گنجایش مل سکتی ہے کہ عنفوان شباب ہی میں آپ نے اس سنت کو ادا کیا تھا چنانچہ آپکے بڑے صاحبزادے کی عمر ۹۰ سال

اور وفات ۹۶۲ھ میں ظاہر کی گئی ہے حسب ذیل مندرجہ حاشیہ سال وفات
سے عمر کے برسوں کو گھٹا دیا جائے تو صاحبزادے صاحب کی تاریخ
پیدائش ۸۸۲ھ ثابت ہوئی اب اگر آپ کی تاریخ تولد کو جو ۸۶۲ھ ہے
تفریق کردیں تو ۲۰ سال باقی رہ جاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے
وقت آپ کی عمر ۱۹ سال تھی یا زیادہ سے زیادہ بیسواں سال تھا دوسرے
اور تیسرے صاحبزادے کی تاریخ وفات نہیں بتائی گئی ہے البتہ چوتھے
صاحبزادے کی عمر ۱۶ سال اور سنہ وفات ۹۰۰ ہجری ذکر کیا گیا ہے عمل
مذکور سے ۸۸۴ھ انکا سنہ ولادت نکلتا ہے پھر آپ کی تاریخ ولادت یعنی ۸۶۲ھ
سے نفی کیجائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ چوتھا صاحبزادہ آپ کے بائیسویں سال
کی عمر میں تولد ہوا ہے۔ حالانکہ اگر ایک ایک صاحبزادہ کی ولادت کے لیے
ایک ایک ہی سال کا فصل رکھا جائے تو مدت پوری نہیں ہوتی جیسا کہ پہلی
ثابت ہوا ہے کہ اگر پہلا صاحبزادہ بیسویں سال پیدا ہوتا تسلیم کیا جائے
تو دوسرا اکیسویں اور تیسرا بائیسویں اور چوتھا تیئیسویں سال میں پیدا ہونا ظاہر
ہوتا ہے۔ مگر حسب بیان بالا چوتھے صاحبزادے کا تولد چوبیسویں سال
میں ہونا پایا جاتا ہے) حالانکہ ایسا اتفاق ایک نادر اور شاذ اتفاق ہے
اس کا ثبوت نہیں کہ آپ کی بیویاں متعدد تھیں۔

اسیطرح اس بات کا معلوم کرنا بھی دشوار ہے کہ آپ کی رسم عقد نکاح پہلے
ادا ہوئی یا بیعت ؟ اور یہ بھی کہ ان دونو امور یا کسی امر کے وقوع کے ایام
میں آپ کے والد ماجد زندہ تھے یا نہیں ؟ مگر قیاس بتلاتا ہے کہ ان دنوں
آپ کے والد کا انتقال ہوچکا تھا یہ بات ضرور ہے کہ آپ نے اپنے والد
کے حین حیات اپنی زندگی اسی دقعت و فراغت سے گزاری ہے جو ایک معزز

۹۶۲
۸۰
۸۸۲
۸۶۲
۲۰

قاضی القضاۃ، استاد شاہ وقت کے پیارے بیٹے کو گزارنا چاہیئے۔ البتہ باپ کا سایہ سر پر سے اٹھ جانے کے بعد آپ کو ایک بالکل نئی معاشرت اختیار کرنی پڑی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں "جب میرے مخدوم شیخ ابراہیم کا انتقال ہوا اور میں یتیم ہوگیا۔ میں ابھی چھوٹا ہی تھا، کچھ نہیں جانتا تھا، شہر والوں نے کچھ بھی میرے ساتھ حق ہدایت و رعایت ادا نہیں کیا، اسوقت سے آپ کو اور آپ کے متعلقین کو اُن تمام تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا جو ایک سچے متوکل علی اللہ کو کرنا پڑتا ہے کیونکہ آپ نے خود اپنے والد کے انتقال کے بعد ہی سے تمام دنیاوی تعلقات کو ترک کر دیا تھا۔

چنانچہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے شیخ بدر الدین فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ ہم لوگوں پر بحالت فقر میں تین روز فاقے سے گذر گئے اور ایک کھیل بھی اُڑکر ہمارے مُنہ میں نہ آئی اور بظاہر چوتھے روز بھی کہیں سے امید نہ تھی۔ شدتِ گرسنگی سے بیتاب ہوکر آپ کی خدمت میں التجا کی گئی آپ حجرہ میں قیلولہ فرماتے تھے میں نے نہایت ادب سے حضرت کے پاؤں کو نرم نرم مالش کی میرے اس فعل سے آپ خوش ہوئے عمدہ موقع دیکھکر میں نے اپنے لوگوں کے حال زار کی شکایت کی اور عرض کیا کہ پیر و مرشد نے تو دنیا پر لات مار کر توکل علی اللہ اختیار کر لیا ہے لیکن ہم خانہ زادوں پر رحم کیجئے کہ کس قدر صدمہ اٹھا رہے ہیں اور کیسی کچھ آفت جھیلتے ہیں جواب میں آپ نے حضرت شیخ فرید گنجشکر رحمتہ اللہ علیہ کے حالات فقر و فاقہ و صبر و رضا کو بطور نظیر بیان کر کے فرمایا کہ تم تین ہی دن میں بول گئے میں نے عرض کیا کہ ہم میں اور حضرت شیخ فرید علیہ الرحمۃ میں زمین آسمان کا فرق ہے ہم لوگ بھلا کس شمار و قطار میں ہیں؟

یہ سنکر پہلے تو آپ نے مجھے پاؤں سے مارا اور پھر فرمایا کہ خیر تھا راز یہ ہے کہ سنو! دنیا ایک پردہ ہے یہ پردہ جب اٹھ جائے گا تو وہ امر جو حق ہے معلوم ہو جائے گا اور کھل جائیگا کہ فضیلت عند اللہ کسکو نصیب ہے۔

عہد پیری بہر حال آپ کا زمانہ متوکلاً علی اللہ گذرا حتٰے کہ آپ طریق باطن میں سلوک و تزکیہ کرتے کرتے مرد کامل ہوگئے اور عہد پیری شروع ہوئے پر ریاض موسم شباب کے نتیجہ نے نقاب ظاہری کو الٹ کر شاہد مراد کا جلوہ دکہا دیا اور حالت بیداری و خواب کے مابین حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے تشریف فرما ہوکر آپ کو اجازت مطلقہ عطا فرمائی اور بعد چندے خرقہ خلافت سے سرفراز ہونے کی خوشخبری بھی دی چنانچہ بذریعہ حضرت شیخ بہاء الدین آپ کو خرقہ خلافت عہد پیری میں ملا جیسے کہ قبل ازیں گذرا۔

آپ کے خلفا دکن اور نواحی بلیبار تک آپ کے مرید پھیلے ہوئے ہیں آپ نے جن جن صاحبوں کو اجازت بیعت دی ہے بہت ہیں لیکن جن حضرات کے نام معلوم ہوسکے یہ ہیں سید تیم اللہ بن سید جمال، سید حیدر مشہدی، شیخ عبد الکریم بن شیخ جلال، شیخ عبد اللہ عرب، شیخ نظام تہنوری، شیخ عبد الجبار، شیخ جنید جونپوری، میاں راجے محمد گجراتی، شیخ یوسف بن احمد گجراتی، شیخ بڑے گجراتی، میاں سید علاء الدین بن سید شرف الدین، سلطان شاہ نابینا، شیخ گنڈو ساکن کارنجہ، میاں مخو ساکن تلوارہ، میاں حسین کوہیری، فقیر محمد بلبہاری، عبد القادر وغیرہ

مرض الموت اور وصیت ۹۳۰ھ ہجری کے اوائل میں جبکہ بہادر شاہ گجراتی نے دکن پر یورش کرکے اور اکثر ممالک میں

سنہ اکیس کے بعد ایک بار پھر شدت سے بیمار ہوئی تھی آپ کا مزاج مقدس ناساز
ہو گیا تھا، کلمات رحلت آپکی زبان پر آنے لگے جس پر تمام متوسلوں نے
ملکر نہایت عاجزی سے گڑگڑا کر خدمت والا میں عرض کیا کہ حضور کو معلوم
ہے کہ حضور کی ذات سے ہم جاں نثاران عتبہ والا کی جانوں پر کیا کچھ روح فرسا
صدمہ نہ پہنچیگا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ شاہ گجرات کی آمد آمد اور جنگ و جدال سے
تمام دکن مقام فساد بنا ہوا ہے اور بمقتضائے آیہ کریمہ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ
افسدوہا وجعلوا اعزۃ اہلہا اذلۃ نہیں معلوم ہماری عزت و ناموس پر کیا مصیبت
آئے گی اور چونکہ حضور پیر و مرشد صاحب تصرف اور قدرت کے دل میں بعض ہم عزیزوں
پر رحم فرما کر اور چندے اس عزم سفر آخرت کو ملتوی فرمایا جاوے (دیکھتے ہیں کہ)
اس درخواست پر آپ کو لوگوں کی حالت زار پر رحم آیا۔ اور کچھ تامل فرما کر
ایک عمل پڑھا جس کے بعد سے آپکے مزاج میں فوری تبدیلی شروع ہو گئی اور
آپ صحیح و تندرست ہو گئے۔

جب بہادر شاہ مذکور کا شور و شر کم ہو گیا اور وہ اپنی دار السلطنۃ کو واپس ہوا
تین مہینے بعد اسی سال کے ماہ رمضان میں بار دوم مرض نے آپ پر حملہ کیا اور
اور پھر اعضا شکنی ہونے لگی پھر آپنے کلمات رحلت آیات ورد زبان فرمائے
چنانچہ صاحب معدن الجواہر لکھتے ہیں کہ یہ شعر آپ اکثر پڑھتے رہتے تھے ؎

ما بفلک بودہ ایم - یار ملک بودہ ایم
باز ہمانجا رویم منزل ما کبریاست

اس کے سننے سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ آپ کا عزم سفر اب کی دفعہ بالکل مصمم ہے
لیکن اتفاق کر کے درخواست اول کا پھر اعادہ کیا جواب میں آپنے بڑی دلجوئی
کی اور فرمایا کہ اب ہمکو معاف کرو اب ہم کو تاب ہجر و طاقت انتظار نہیں ہے پھر

آپ نے نصیحت کرنی شروع کی لوگوں کو میں نے حضرت غوث اعظمؓ کے حوالے کیا
(ہم نہیں سمجھتے کہ ایک مسلمان صاحب تقویٰ متبع شریعۃ کی زبان سے ایسا لفظ
نکلا ہوگا) میں اپنا سجادہ مخدوم جی (بڑے صاحبزادے سے مراد ہے) کو دیتا
ہوں۔ تم لوگوں کو چاہیئے کہ میری سیرت پر زندگی بسر کرو۔ عرض کیا گیا کہ حضرت
کی بات سمجھ میں کاہے کو آنے لگی، فرمایا کہ باطن کو سمجھو نہ سہی بظاہر شریعت
قواعد پر مستقیم ہو جاؤ گے تو خدا سے بزرگ باطن کی توفیق بھی عطا فرمائیگا۔

۲۸ رمضان ۱۰۰۰ کو آپ نے ایک وصیت نامہ مرتب فرمایا جس میں آپ نے
بعد بسم اللہ اور حمد و نعت کے بتایا ہے کہ چونکہ وصیت بدلائل نقلیہ و عقلیہ ثابت
ہے لہٰذا بذریعہ ہذا حسب قواعد صحابہ و متابعت طریقہ سلسلہ قادریہ میں نے
اپنے چاروں بیٹوں مخدوم جی (نام شیخ ابراہیم ہے) و شیخ اسمٰعیل و شیخ اسحٰق
و شیخ بدرالدین کو خلافت قادریہ اجازت مطلقہ بخشی تاکہ بندگان خدا کی
ہدایت کریں اور بیعت لیں فقیروں کی خدمت کریں اور تابع شریعۃ رہیں اسکے
بعد آپ نے توکل یکسوئی اور حسن معاشرت کی تعریف اور دنیائے دنی کی تحقیر
اور آپس کے اتفاق و اتحاد کے لیے تاکید و ہدایت فرمائی اور یہ کہ سجادہ
نشین مخدوم جی ہوں گے اور متولی خانقاہ قادریہ بدرالدین رہیں میاں
خدابخش کو اجازت دی کے علاوہ میرزا موسیٰ فرزند شیخ احمد قاضی محمد محتسب
اور میاں حسین نبیرہ صدر جہاں کو بھی بشرط ترک دیوان اجازت دی انتہیٰ

آخر میں ہدایت فرمائی کہ خدا پر توکل کرو اتقوا اقوی معین و اہدی دلیل
و با لاجابۃ جدیر علی کل شی قدیر

اسی مرض الموت میں غلبہ برودت کی وجہ سے چند روز آپ کو ثقل لسان
ہو گیا تھا جس سے آپ کچھ فرما نہیں سکتے تھے لیکن ختم اوراد و روزانہ میں

آپ کبھی نہ چوکے شدتِ ضعف سے آپ کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ بلا مدد غیرے نشست و برخاست ناممکن تھی لیکن نہایت حیرت ہے کہ بروقت نماز تخت پر بڑی مستعدی سے آپ تشریف لیجاتے تھے اور بلا مدد غیرے! لیکن بعد فراغ نماز جبتک کوئی اٹھا کر نہ لائے خود نہ آسکتے تھے جس قوت خود قیہ قلبیہ پر ادائے فرائض الٰہی کا اظہار ہوتا ہے۔

ماہ رمضان شریف کے گذرنے کے بعد بروز عید جبکہ آپ کا وصال ہونیوالا تھا کچھ دیر پہلے آپ نے اپنے کل متعلقین و متوسلین کو جمع کرکے ارشاد فرمایا کہ آج تین روز ہو چکے کہ میری عمر پوری (ختم) ہو چلی گر چونکہ بعض اوراد اور وظائف کا ختم اور تم لوگوں کو نصیحت کرنا باقی تھا اس لیے درگاہ خداوندکریم سے اور تین دن کی اجازت لی تھی (ہم اسکو کس طرح یاد کریں جبکہ ہمارے یہاں "اذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون" اللہ پاک کا کلام موجود ہے) پھر آپنے اپنے ہر ایک فرزند کو نعمت قادریہ سے سرفراز فرماکر اجازت مطلقہ و خرقہ خلافت سے ممتاز فرمایا۔ چنانچہ شیخ محمد کو خرقہ خلافت، فرمان، دستار جو والد سے پائے تھے عنایت ہوا اور شیخ احمد کو خرقہ خلافت اور کتاب ملفوظ حضرت غوث اعظم رضہ عنایت ہوئی اور شیخ ابراہیم کو کتاب تکملہ فارسی اور خرقہ خلافت سے اور شیخ علی کو خرقہ خلافت اور کتاب خلاصۃ المفاخر سے سرفراز فرمایا اور شیخ شمس الدین کو مرید کرکے اپنا شملہ عطا فرمایا نیز خرقہ خلافت اور تفسیر بیضاوی عطا ہوئی ان اشخاص کے علاوہ شاہ عالم بن شیخ عبداللہ شیخ محمد بن شیخ نظام بن حافظ جمال الدین کو عزت عطائے خرقہ خلافت سے ممتاز فرمایا۔ بعد ازاں آپنے تخت نماز و کل تمیم کو اٹھادینے کا حکم دیا پھر آپنے برکت اتفاق کو تمام حاضرین کے ذہن نشین کرکے اپنی طرز مدد و شر

مواظبت و مداومت کرنے کی نصیحت فرمائی کہ خانقاہ کا دروازہ ہمیشہ کہلا رہے فقرا و مساکین کی خدمت کیجائے، بزرگوں کے عرس کیا کریں اور اپنے روضہ کی تولیت شیخ احمد کو دیکر حق خدمت کے ادا کرنے کی سخت تاکید فرمائی اور پہر سب کی طرف سے منہ پہیر لیا تسبیح ہاتہہ میں لیکر" اللہ اللہ کا ورد فرماتے رہے اور اسی میں آپ کا وصال ہو گیا۔ تاریخ انتقال یہ ہے ؎

بعلم و معرفت در اہل عرفاں محمد شاہ ملتانی ست کامل

بجستم سال تاریخ وفاتش ندا آمد بمولی گشت واصل ۹۳۵ھ

تکفین و تدفین بعد اظہار رنج و غم تجہیز و تکفین کی فکر ہوئی شیخ نظام الدین تہنوری نے آپ کو غسل دیا بعد غسل جب کفن پہنایا گیا (ایک عجیب واقعہ نادر ظاہر ہوا "بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں سید عقیل نام ایک صاحب تھے جو سادات کبار و اشرف روز ہونے کے علاوہ ذی اقتدار بہی تھے آپ ان سید صاحب کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے لیکن سید صاحب کو مدت سے آرزو تھی کہ آپکی قدمبوسی حاصل ہو اس وقت سید صاحب کو جو یہاں حاضر تھے اپنی پرانی آرزو نکالنے کا اچھا موقع حاصل تہا۔ چنانچہ سید صاحب بخیال قدمبوسی آپکی طرف جھکے مگر آپ نے فوراً اپنے پاؤں ہٹا لیے۔ لوگ مطلع ہوئے اور سید صاحب کو وہاں سے علحدہ کر دیا۔) پہر بعد نماز جنازہ ایک مناسب مقام میں آپ کو دفن کیا۔ بعض اشخاص کے حوالہ سے صاحب کتاب لکھتے ہیں کہ آپ کی قبر میں پانی جمع ہو جانے کی وجہہ سے آپ کو موجودہ مزار میں منتقل کیا گیا۔

نئی بات بیان کیا جاتا ہے کہ آپکے مزار سے کان لگا کر سنیئے تو اللہ کی آواز سنائی دیتی تھی اور یہ بھی کہ آپ ہر رات قبر سے

باہر تشریف لایا کرتے تھے چنانچہ ایک قسم کسی محاورے بات ہی کی خوش اعتقادوں کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے) فرقۂ اہل السنت والجماعۃ کے نوشاہوں (دولہوں) کا مع اپنی دولہنوں کے بغرض حصول برکت (رسم بازگشت کے وقت جبکہ بارات دولہا کے گھر کو واپس آتی ہے) آپ کی قبر پر جانے کا بدایوں میں عام دستور ہے +

حلیہ آپ دُبلے پتلے تھے، قد میانہ تھا چہرہ پر عظمت وجلال کہ ہر شخص حضوری میں سرنگوں ہی رہتا بات چیت نہایت فصاحت سے کرتے تھے بعض اوقات عربی میں ہی گفتگو فرماتے تھے۔ بڑے پکے عالم پورے صوفی صاحب وقار بزرگ تھے۔

اخلاق وخصائل آپ متخلق باخلاق رسولؐ تھے اور امور جزئیہ وکلیہ میں شریعت کے بالکل پابند۔ کامل فقیر اور لایق مرید کو خرقۂ خلافت قادریہ کے دینے میں دریغ نہ فرماتے تھے۔ قال اللہ وقال الرسول اور ملفوظات حضرت غوث اعظم پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرماتے، فقرا وضعفا سے مہربانی پیش آتے حتی الامکان فقیر کے سوال کو رد نہ فرماتے، بزرگوں کے عرس آپ بڑی خوشی اور غیر معمولی اہتمام سے کرتے، مجلس سماع میں آپ پر وجد ورقص کی حالت بھی طاری ہوتی تھی آپ صایم الدہر قایم اللیل رہتے تھے۔ نماز سکوں بھی ادا فرماتے تھے۔ سوتے میں بھی سبحہ گردان رہتے۔ صرف مریدوں کے (ارادات سے لائے ہوئے) تحفے ہدیئے قبول فرماتے مگر فقرا کو بخشدیتے دنیاداروں کی تعظیم نہیں کرتے تھے۔ شاہ وامیر جو بغرض ملاقات آتے انکو نصیحت فرماتے اور دنیا کی مذمت کرتے ان کے پاس سے آئے ہوئے کھانے نہ کھاتے اکثر پانچوں وقت کی نماز با جماعت مسجد میں ادا فرماتے

ورنہ حجرہ میں مشغول عبادت الٰہی رہتے۔

آپ کی اولاد اللہ جلشانہ نے جس طرح آپ کو نعمت باطنیہ سے وافر طور پر فراز فرمایا تھا۔ اسی طرح اولاد کیطرف سے بھی جو دنیا کی بہترین نعمتوں میں داخل ہے محروم نہیں رکھا۔ آپ کے پانچ صاحبزادے تھے (۱) شیخ ابراہیم۔ عرف مخدوم جی (۲) شیخ اسمٰعیل (۳) شیخ اسحاق (۴) شیخ بدرالدین (۵) شیخ فخرالدین (انکا کم سنی میں انتقال ہوا) اور چار صاحبزادیاں۔ بی بی مریم بی بی عائشہ۔ بی بی نواجی۔ بی بی۔ اللہ دی

درگاہ کی صورت تفصیلی طور پر نہیں معلوم کہ درگاہ کی قدیم اور موجودہ صورت میں کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ حصار شہر بیدر کی تعمیر سے پہلے اس کے اطراف واکناف میں ۱۲۔ ہزار گنبد موجود تھے لیکن شاہ علی برید نے جو خاندان بریدیہ کا پہلا تاجدار تھا بحکم ضرورت جب فصیل کی بنا ڈالی تو ان تمام گنبدوں کو منہدم کرادیا۔ اسطرح آپ کا مزار شریف عرصہ تک میدان میں زیر سما رہا (لیکن دفن کے وقت نہیں ذکر کیا گیا کہ آپ کے لیے کوئی گنبد موجود تھا یا بعد میں تیار کیا گیا۔ بہرحال) عادلشاہ (بیجاپور) کی بدولت بیدر سے جب شاہی اٹھ گئی اور دنیا کی قدم آگے بڑھ گئی۔ ایک قلعدار بیدر مسمی میر کلاں خاں نے جس کا مزار آپ کے احاطہ میں واقع ہے اپنی خوش اعتقادی سے ایک چوکھنڈی ذریع وضع کی عمارت آپ کی قبر شریف پر تیار کرادی جو بنسل پیل پایوں پر بنہایت استواری سے قایم ہے اس کے علاوہ ایک باولی اور دیوار احاطہ بھی اسی میر مذکور کی یادگار خیال کیجاتی ہے۔ بعدہ پیر بادشاہ مشائخ میدک نے جو آپ کی اولاد میں سے بیان کیے جاتے ہیں ایک کماندار عالیشان دروازہ دنگرنا قص طور پر

تیار کر دیا۔ اس سے ایک مدت بعد ۱۲۱۱ھ میں امید تھی کہ حسینی بیگ نائب قلعدار بلحاظ اپنی کثرت اعتقاد کے دروازے نئے نصب کرانے اور نقار خانے کی تیاری میں مصروف ہوں گے لیکن بوجوہ من الوجوہ ایسا نہ ہوا۔ اسی طرح چندے بعد نواب ممتاز جنگ بہادر کی ذات سے بھی یہ خیال کیا گیا جو پورا نہ ہوا مگر نائب مذکور کی خوش اعتقادی نے ۱۲۱۷ھ میں جلوہ دکھایا۔ اور اس نے از سر نو مسجد وغیرہ کی تعمیر کی نیت کر لی اور کام شروع کرا دیا گیا لیکن اس کے اختتام کا سہرا ۱۲۲۰ھ میں غلام مرتضیٰ خاں عامل کوہیر کے سر رہا۔

درگاہ کی موجودہ صورت

بیدر کے مشہور بازار محبوب گنج سے جانب مغرب تخمیناً ایک ہزار قدم کے فاصلے پر ایک قدیم کمان ملتی ہے۔ جہاں سے آپکی درگاہ تک جو تقریباً ایک ہزار قدم زمین کا فاصلہ ہوگا دو رویہ مکانات آباد ہیں اس آبادی کو محلہ درگاہ پورہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ فاصلہ مذکورہ کے طے کرنے کے بعد ایک حوض ملتا ہے جس میں پانی کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے موسم بارش میں مینہ کا کچھ پانی جمع ہو جاتا ہے ورنہ خشک پڑا رہتا ہے۔ یہ حوض غالباً اس سامنے والی مسجد کا ہے جو ۴۶ گز پر ایک کمان کی مسجد کے نام سے مشہور ہے اسکو وہ مسجد نہ سمجھنا چاہیے۔ جسمیں آپ روزانہ تشریف فرما ہوتے تھے۔ لیکن آجکل تو یہ حوض درگاہ کے متعلق ہی سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ جناب نواب محمد رحیم الدین خاں صاحب اول تعلقہ دار ضلع بیدر نے بلحاظ اس ارادت کے جو آپ کو بزرگان دین سے ہے اس حوض پر گرداگرد ایک آہنی کٹہرا قایم کرا دیا ہے، امید ہے کہ پانی کی بھی کوئی سبیل کیجائے گی۔ اس کٹہرے کے قیام کی تاریخ ہمارے ایک دوست مولوی سید خواجہ امام الدین صاحب ساکن بیدر نے ایک مصرعہ

میں سب تو یاں نکالی ہے کہ درگاہ کا گلزار حوض۔ غرضکہ حوض سے تین
گز کے فاصلہ پر ایک عالیشان کماندار دروازہ ہے۔ جس کا ذکر اس سے
پہلے ہو چکا ہے اس کے اندر کیجانب آمد و رفت کا رستہ تخمیناً دو ڈہائی گز
چھوڑکر دو ہال پانچ پانچ گز کے بنائے گئے ہیں جنمیں فقرا مساکین
خدام درگاہ رہا کرتے ہیں۔ اسی سے ملی ہوئی ایک بلند ہے جس کے پٹ نہیں
ہیں اس کے بعد سے قبرستان شروع ہوتا ہے جو مغرب رویہ تو کسیقدر فاصلہ پر ختم
ہوا ہے لیکن مشرق رویہ اس کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے غرضکہ اس
کماندار دروازے سے اندازاً ۱۰۰ قدم احاطہ مزار کی دیوار اور پھاٹک نما
دروازہ بنا ہوا ملتا ہے جس سے تین ہی گز پر جانب شمال حجرہ مزار شریف پر
چڑھنے کے لیے زینے بنے ہوئے ہیں جو سنگ سیاہ کے ہیں اور
نہایت صاف و شفاف جس کے سامنے بعض خاص ایام میں طوائف بیٹھی
ہوئی حقانی غزلیں گایا کرتی ہیں یہ حجرہ ایک فٹ بلند چبوترہ پر بنا ہے
جس کے بالمقابل دو دروازوں میں سے صرف ایک سامنے والا زنگین دروازہ
کھلا رہتا ہے اس چبوترہ کا سوا گز کا حاشیہ باہر کو چھوڑ کر حجرۂ مزار کی دیواریں
۴ یا ۵ گز بلند اٹھائی گئی ہیں جسکی چھت چبوترے کے بیس ستونوں پر دہری ہے
مزار مٹی کا ہے جسپر ہمیشہ سبز کپڑا (غلاف) پڑا رہتا ہے۔ آپ کی قبر پر لکڑی کی
سبز روغن پھری ہوئی کھلی کمانیں کھڑی ہیں جیسا بلدۂ حیدرآباد دکن میں حضرت
شاہ خاموش بیدری رح کا مزار سنگ مرمر کی جالی دار کمانوں میں دکھائی دیتا
ہے آپکی قبر سے بائیں طرف ایک اور مزار ہے جو حسب بیان متولی درگاہ آپ کی
بیوی کا مزار ہے۔ اسی حجرہ میں نقش قدم رسولؐ کا ایک پتھر رکھا ہوا ہے جو ہمیشہ
سرخ کپڑے میں ڈھکا رہتا ہے۔ یہ پتھر ملک عرب کے پتھروں سے مشابہ نہیں ہے

بیدر و نواحی بیدر میں بکثرت ایسے پتھر دکھائی دیتے ہیں اسکے غیر مصنوعی ہونیکا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ حاشیہ چبوترہ کے ایک مغربی گوشہ میں دو قبریں نظر آتی ہیں ایک صاحبزادی اور دوسری شیخ فخرالدین صاحبزادے کی بیان کیجاتی ہے جو عالم طفلی میں چل بسے تھے۔ آپکے مزار کیجانب شمال و مغرب ذراسے فاصلہ پر مگر احاطہ دیوار کے باہر ایک چبوترہ پر آپکے والد شیخ ابراہیم کی قبر ہے اس کے سوا اور دو قبریں بھی ہیں لیکن یہ بتانا مشکل ہے کہ وہ قبریں مردانہ ہیں یا زنانی کیونکہ وہاں بجائے تعویذ بنانے کے حسب رواج قبر کو کسیقدر بلند کرنے کے بعد عرض و طول قبر میں چھوٹے چھوٹے نرم نرم پتھر بچھا دیے گئے ہیں۔ اور حضرت کی قبر کے احاطہ میں داخل ہونے کے لیے جس چار گوشہ سیاہ پتھر پر پہلی دفعہ پاؤں رکھنا پڑتا ہے وہی پتھر ہے جس پر غبی لڑکوں کی ذکاوت کے حصول کے لیے گھی شکر چٹائی جاتی ہے۔ اس سے متصل مگر بیرون دیوار احاطہ ایک مسجد ہے جو اس وقت گچ اور پتھر کی ساخت کی ہے لیکن یہ وہی مسجد ہے جسکی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ پہلے خس پوش تھی اور اسمیں آپ بیٹھے ہوئے عبادت کیا کرتے تھے۔

دروازہ مسجد سے کسیقدر جنوب و مشرق اور شیخ ابراہیم کے مزار سے بالکل مشرق اور آپکی چوکھنڈی سے کسیقدر شمال و مشرق میں تھوڑے سے فاصلہ پر ایک ویران اور نہایت عمیق اور قدیم باؤڑی ہے جس کا اکثر ڈھا ہوا اور سیڑھیاں افتادہ ہیں آپ کی درگاہ پر نوبت شہنائی وغیرہ جو پنجوقتہ بجائی جاتی ہے گورنمنٹ کا عطیہ ہے جس کے کارکنوں کی تنخواہ وغیرہ سرکار پر ہے اس کے علاوہ درگاہ شریف کے متعلق بہت کچھ زمینات بھی ہیں جو اس وقت متولیوں کے درمیان باعث نزاع بنگئی ہیں جسکی بحث کرنا ہی نامناسب ہے کیونکہ ہم کو شیوخ بیدر کی تاریخ لکھنا ہے نہ فریقین متنازعین کی بحث پر غور کرکے فیصلہ لکھنا۔

"ستمگر محبوب"

"جان ز تن بُردی و در جانی ہنوز،

دردہا دادی و درمانی ہنوز،"

جان، جان، من امر بی نشان، جان، کچھ تجھ سے خطاب کروں، یا اے حضرتِ دل! جذباتِ آلہیہ منزلِ دل! کچھ آپ سے ہمکلام ہوں، کس واسطے؟ کس لیے؟ اس لیے کہ آج عالم ناسوت، اور دنیائے اجسام روح کے فلسفہ اور قراری اور دل کے اضطرار اور بیقراری سے حیران، اور تنگ ہے!

جان مقدس جناب، جان، بالطبع حالت تو یہ ہے کہ اچھی صورت، اچھی ادا، اچھے منظر سے مسرور ہوتی ہیں خوش ہوتی ہیں اور رقتِ کیفیت یہ ہے کہ کسی جلوہ ہوش ربا، اور تجلّی خرد سوز سے آمنا سامنا ہوا، تو جسم سے گذر گئیں حالت سے بگڑ گئیں، مدہوشی چھائی، غشی آئے، کچھ ہو مگر پھر وہی، پھر وہی نظارگی کی ہوس، وہی دیدہ بازی کی تمنا، خفیف الجثہ ضعیف القویٰ، حضرتِ دل بالخاصہ بڑے رنگیلے، ہمہ گیر، خدائی بھر کے جائزہ خواہ، من چلے ہیں، کسی کے رنج میں چور، کسی کے عیش میں مسرور، ہر مذاق سے آشنا، ہر صحبت کے کمین، بڑے بہادر، بڑے دلیر، وہ خدنگِ تیز و تار، وہ تیر نگۂ ناز، چلا، یہ سینہ سپر ہو گئے، نیم دروں، نیم بروں، تراز و کر بیٹھے، خلش کے ساتھ، کھٹک کیسا تھہ، پھر ترکش کیطرف نظر ہے، پھر حاضر جگر ہے۔

لیکن ایک غریب جسم بے چارہ ہے، کہ چارہ کار کچھ نہیں مصیبتیں جھیلے، پاپڑ بیلے، آفتیں سہیلے، دکھ پائے۔ تن بتقدیر روئے، اور چپ رہے!

جان جو کہ نظری قید سے آزاد ہے اس خلفشار سے الگ، اور جواب دہی سے پاک ہے مگر اسے ابہام منزل، عقدۂ مشکل حضرت دل! چونکہ آپ میرے اک گوشہ میں متمکن ہیں فروکش ہیں، اور اپنی متلون مزاجی، اور انقلاب پسندی کی مبارک عادت کے ہاتھوں ہر وقت محسوس ہوتے ہیں لہذا آپ ہی اپنے فرمان بردار جسم کی، ہر کیفیت اشارہ میں سرشار اور ہر حکم پر آمنا و صدقنا کہنے والے اطاعت شعار جسم کی عرض سن لیں، ایک مدعائے مبہم، اور ہیولائے کن انکشاف، عرض سن لیں!!

تمھاری آفرینش، ہیولی اور عدم تمیز آفرینش کے قربان، کس زلف تخیل آئین کی یاد میں کڑیاں جھیل رہے ہو، کس حبیب نامعلوم کی شیفتگی میں جاندادگان ازل کی فہرست میں نام لکھا رہے ہو؟ وہی نا جو چاہے تو مصیبت میں، ڈالے، اور بگڑے تو ستم ڈھائے، وہی نا جو قریب ہو تو غش آئے اور خودی جائے اور دور ہو تو فرقت میں جلائے، وہی نا وصل ہو تو کچھ بھی نہ رہے، اور تپہ ملے تو تپہ ہی نہو!

تمھارے بھول پن کے، مصیبت و راحت میں امتیاز نہ کرنے والے بھول پن کے صدقے، کس رخ ابنساط اثر کے لیے محو حیرت ہو کس خط جادو نمط کے لیے زہر کھا رہے؟ وہی نا جو دیکھنے میں آیا ہی نہیں، دیکھا، اور کسی نے دیکھا ہی نہیں،

مصیبت طلب ارمانوں کو، اور زحمت بھرے خیالوں کو اپنے میں سے نکال، کہ ان کی وسعت اقلیم جسد میں بغاوت پھیلا رہی ہے۔ معدہ، اور قلعۂ دماغ پر قبضہ ہو چکا، دیکھ وہ وہی ہے نا جو دلبر بھی ہے، اور دل ربا بھی ہے، دیکھ وہ وہی ہے نا جو جان پرور بھی ہے، اور قضا بھی ہے

تیرا عشق یا حقیقت کیا بنا، مضمونِ جہل اور نقطہ مبہم بنگیا، جو جان لیلیوے اُسکو جانی مست سمجھ، جو درد لگاوے، اُسکو درمان مست خیال کر، تیرے مدعا کا اجمال، تیرے منشار کی تشریح اک مجموعۂ پریشانی ہے جس کا ماحصل عدم ہے!

بس بس، اب ضبط ہو چکا، اب چپ نہ رہوں گا، او جسم او عالم ناسوت کی اک خوش کن نام نہاد شئے تو اس قابل ہوگئی کہ حق حفاظت سے سبکدوش ہوکر در انداز متاع خانہ ہو، فانوس تبکر، شعلہ ہائے راز او حقیقت ہائے اغاز پر زبان کھولے، کس کا دکھ، کس کا سکھ، کس کا دل، کس کی جان، کس کا میں، کس کی تو، جان سے اندر جی، اور جی کے جان، جسد کا ماخوذ روح، اور روح کا ماخوذ جسد، دل کے اندر درد، اور درد کے اندر دل، جسم، نہ جان نہ درد نہ درمان، کل من علیہا فان فقط میاں کی ایک شان ہے جو بایں رنگا رنگی کرشمہ نما ہے۔ ؎

جاں زتن بردی و در جانی ہنوز
دردہا دادی و درمانی ہنوز

فقیر ابوالآزاد **خلیقی دہلوی**

زلفوں والے نانک

بیشمار کانوں نے سنا۔ لاتعداد آنکھوں نے دیکھا ان گنت دلوں اور دماغوں نے سمجھا کہ حضرت گرو نانک صاحب کے عارفانہ کلام میں کیسی شیرینی ہے۔ ٹھنڈک ہے اور سرور و اطمینان ہے۔ پنجاب کہتا ہے میں پانچ دریاؤں سے سیراب ہوتا ہوں مگر دریا بولے۔ ہم سے زیادہ تر و تازگی اس انسان کی باتوں میں ہے جس کا نام نانک تھا اور جو ظاہر و باطن کے حواس خمسہ کو سیراب کرنے آیا تھا۔ پنجاب نہ بھول، وہ تیری خشک خاک سے نمودار ہوا تھا۔

دل کی آنکھ کا نام بصیرت ہے جسم کی آنکھ کو بصارت کہتے ہیں۔ بصیرت پنجاب پر گزری تو نانکی میکدہ کے جام سے سرشار و مخمور ہو گئی۔ بصارت حسرت و یاس پر کھڑی دیکھتی رہی۔ آخر اس نے نانک کی زلفوں کو اپنی پلکوں سے ملایا۔ پلکوں نے دراز گیسو کو چوم کر پوچھا۔ تم اس نورانی دماغ پر کیسے ہو۔ کیوں ہو۔ زلف پیچیدہ بولی۔ اپنی ہستی پر غور کر۔ میرا راز خود بخود سمجھ میں آجائیگا۔ پلک جھپکی اور اس نے اپنے وجود کا مطالعہ شروع کیا۔

اس نے سوچا روشن آنکھ کے کنارے مجھے کیوں کھڑا کیا گیا ہے دل نے بتایا۔ اپنی ٹیڑھی نوکوں کو دیکھ دنیا کے گرد و غبار۔ اور اعدائے انوار کی حفاظت کے لیے تجھ کو مقرر کیا گیا ہے۔ تجھ کو ایک بے قراری ملی ہے تاکہ تو ہر دم بس ایک بار جھپکے اور بیرونی دشمنوں کو نور چشم پر حملہ نہ کرنے دے۔

پلکوں نے زلف سے کہا۔ میرا دل تو صرف فلسفانہ وجہ بتا سکا۔ تو بھی مجھ کو کچھ اور بتا کہ تیرا کیا سبب ہے۔ زلف نے جواب دیا۔ ہر چیز کی شناخت اس کے ضد

اور عکس سے ہوتی ہے۔ گرمی و تپش خنکی و نمی کا پتہ تبلاتی ہے پیاس پانی تک لے جاتی ہے۔ کانٹا پھول کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اندھیرا روشنی کی ضرورت کو نمودار کرتا ہے۔ اس لیئے قدرت نے جسم انسان کے ہر اس حصّہ پر جہاں ذات الٰہی کے مخفی انوار پوشیدہ ہیں۔ کالے۔ بالوں کے نشان لگا دیے ہیں۔ تا کہ ظلمات کے سایہ میں آب حیات کی تلاش کیجائے۔

زلف و پلک کی باتوں میں نور دیدہ کو آگے بڑھنے کی فرصت ملی۔ اور اس نے نانک بابا کی نظروں پر اپنا وجود صدقے کر کے پوچھا ست گرو۔ اپنی کاکلوں کا بھید بتا۔ بابا کی بھگت نواز نگاہوں نے چشم مشتاق سے کچھ مخفی اشارے کیئے۔ جن سے وہ تڑپ گئی۔ اور آنسوؤں کی چادر میں منہ لپیٹ کر بیہوش ہو گئی عقل و دانش کے سر پر تلواریں کھچ گئیں۔ اور پکارنے والے نے کہا یہ کوچہ دوسرا ہے۔ یہاں ادب و محبت کے والا رسائی پاتے ہیں اور عقلی غرور کے متوالے ذلیل و رسوا ہوتے ہیں۔

تو نے نہیں سنا مسلمانوں کے سب سے بڑے پیغمبر حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم بھی اکثر لمبے بال سر پر رکھتے تھے۔ ان کے روحانی نائب و جانشین حضرت مولیٰ علی بھی گیسو دراز تھے۔ اور خاندان نبوت کے شب چراغ حضرت امام حسن کے شانوں پر بھی کاکلوں کی پیاری لٹیں لٹکا کرتی تھیں۔ اور مسلمانوں کے تمام بڑے بڑے روحانی پیشوا بھی عموماً زلف درازی کے عامل تھے +

دوسری طرف نظر اٹھا۔ یونان میں جا۔ اور اس کے فلسفیوں حکیموں اور ارباب روحانیت کو دیکھ اکثر زلف دراز نظر آئیں گے۔

ہندوؤں کے قدیمی زمانہ کے پرانے بت خانوں کی تصویروں میں دیکھ سب کے سروں پر بالوں کا جوڑا نظر آئے گا۔

مصر میں ہزاروں برس پہلے کی تصویروں پر نظر ڈال یہ جلوہ وہاں بھی دکھائی دیگا۔
خود اس یوروپ کے بزرگوں کو سامنے لا جسکی اولاد ڈاڑھی مونچھ کا صفایا
حسن مردانگی تصور کرتی ہے وہ بھی اکثر لمبے بال رکھتے تھے۔
آدمی جب فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کا مقابلہ نہ کر۔ اور فطرتی بالوں کو سنبھال
اور غیب کی برقی لہروں کے تار نہ کاٹ

اس آواز کو سنکر میں نے کہا۔ میرا اس پر یقین ہے۔ مگر اے پکارنے والے مجھکو
دنیا کی دلیلوں میں نہ ڈال ست گرو کی زلفوں تک کیونکر پہنچے ہیں اس کا رستہ
بتا۔ بصارت بیہوش ہوگئی۔ بصیرت خاموش ہوئی عقل وخرد کے سر کاٹ ڈالے
گئے۔ اب میں تجھ سے کہتا ہوں کہ نانک کی زلف کی خوشبو کس طرح حاصل ہوتی
ہے۔ مجھے بتا کہ میں اسے پاؤں*

کہا بات صاف ہے۔ تجلیاں برقی ہوں یا روحانی سلسلہ کی طلبگار ہیں۔ اس
میدان کا سلسلہ محبت ہے اگر تو نانک کی فیض کا طالب ہے۔ تو اس عشق کو اختیار کر
جس کے روگ میں ست گورو نانک نے بال بڑھائے۔ مقدس مسیح نے بال
بڑھائے۔ پاکیزہ زردشت نے بال بڑھائے۔ عشق کی زلفیں منزل جاناں
کا پتہ بتاتی ہیں۔ اس زنجیر کو پاؤں میں ڈال۔ ہاتھ میں ڈال گلے میں پہن
اور دل کو بھی اس میں اسیر کر۔ تاکہ تسلی اطمینان سرور راحت اور شانتی نصیب ہو

حسن نظامی

شذرات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ اس قدر محنت و مشقت اور مجاہدہ سے کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں؟ اپنے جسم کو آرام دیجئے اور کسی وقت استراحت فرمایئے۔ آپ نے جواب دیا اگر دن کو آرام کروں اور فرائض منصبی بجا نہ لاؤں تو رعایا کی خبرگیری کون کرے؟ معظمات امور مملکت کون انجام دے؟ متخاصمین کے مقدمات کا انفصال کیونکر ہو؟ اگر رات کو آرام سے رہوں تو قیامت کے دن جہاں اولین و آخرین جمع ہوں گے اللہ تعالےٰ کو کیا منہ دکھاؤں؟ میری نجات کیونکر ہو؟

جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ تین شخص سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ ایک شہید جس نے اپنی جان فی سبیل اللہ قربان کی۔ دوسرے وہ لونڈی غلام جو خدا تعالیٰ کی عبادت بھی کرتے ہیں اور اپنے آقا کی اطاعت سے بھی سرمو انحراف نہیں کرتے۔ تیسرے وہ فقیر جو از راہ تقویٰ کے کسب حلال سے اپنے عیال و اطفال کا حق ادا کرتا ہے۔ تین شخص ہیں جو سب سے پہلے دوزخ میں جائیں گے۔ اول وہ حاکم جو جور و ستم سے مسلمانوں پر حکومت کرتا ہے۔ دوسرے وہ شخص جو ہوائے نفس کی پیروی میں اللہ و رسول کے احکام کو نسیاً منسیاً کر دیتا ہے۔ تیسرے وہ مالدار جو فقرا و مساکین کے حقوق ادا نہیں کرتا۔

نفسانی جذبات کی پیروی کرنے والے بت پرستوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ و
ہنے نفس کی دیوی کی پوجا کرتے ہیں۔ ان سے بھی بدتر وہ ہیں جو اللہ و رسول
کے احکام کو پس پشت پھینک کر ہر وقت فلاسفروں کے اقوال کا تتبع لازم
واجب جانتے ہیں۔ حالانکہ فلاسفروں کے اقوال میں اسقدر تناقص و
تباین ہوتا ہے کہ ان کا کسی بات پر اجماع نہیں ہو سکتا۔ ایک فلاسفر
کی نسبت منقول ہے کہ وہ اپنا رتبہ خدائے تعالیٰ سے بھی اعلیٰ وارفع
جانتا تھا اور اسپر دلیل یہ بیان کرتا تھا کہ گلاب کی جڑ سے گلاب کا پھول
بو اس کا نتیجہ ہے بہتر ہے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم۔

صوفیائے کرام نے لکھا ہے کہ سحرہ فرعون کے قصہ میں غور و تدبر کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن و کافر میں کیا فرق ہے؟ جب فرعون نے اطراف
و اکناف ملک مصر سے جناب موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے واسطے جادوگر
جمع کیئے اور تاریخ مقررہ پر سب ایک جگہ جمع ہوئے تو ان کی ایمانی حالت
اس قدر کمزور تھی کہ فتحیاب ہو کر بھی انعام نہیں بلکہ مزدوری کے طالب
ہوئے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وجاء السحرۃ فرعون قالوا ان لنا لاجرا
ان کنا نحن الغلبین (پ ۹ ۔ س الاعراف ۔ ۶ ہلا) اور آئے جادوگر فرعون
پاس بولے ہماری کچھ مزدوری ہے اگر ہم غالب ہوئے؟ دوسرے
وقت جب مشرف باسلام ہوئے تو ان کی حالت میں ایسا انقلاب
عظیم ہو گیا کہ انھوں نے فرعون کو ڈانٹ دیا اور اس کی کچھ حقیقت نہ سمجھی
اس کی ترہیب و تہدید کی کچھ بھی پرواہ نہ کی بلکہ انہیں مال چھوڑ کر جان
کی بھی پرواہ نہ رہی۔ قالوا انا الی ربنا منقلبون و ماتنقم منا الا ان آمنا

بآیٰت ربنا لما جاءتنا ربنا افرغ علینا صبراً و توفنا مسلمین (ایضاً) بولے ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے اور تو ہم سے یہی بیر کرتا ہے کہ ہم نے مانی اپنے رب کی نشانیاں جب ہم تک پہنچیں اے رب کھول دے ہم پر دہانے صبر کے اور ہم کو مار مسلمان ۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ دوزخ کے انیس چوکیدار ہیں علیہا تسعۃ عشر (پ ۲۹-س المدثر ۶ ع) اس (دوزخ) پر انیس پاسبان تعینات ہیں صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ انیس کی تعین میں ایک عجیب راز ہے جو ارباب بصیرت پر ظاہر و ہویدا ہے وہ اس قرآنی فلسفہ سے حظ وافر اٹھاتے ہیں غور کرو انسان کے وہ اعضا و قویٰ جن سے ارتکاب معاصی و مناہی ہوتا ہے وہ بھی تعداد میں انیس ہی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

حواس ظاہری ۔	پانچ
حواس باطنی ۔	پانچ
قوائے نباتی	سات
شہوت	ایک
غضب	ایک

یہی وہ انیس چوکیدار ہیں جو جسم کے دوزخ پر متعین ہیں ۔ یہ قوتیں سب کی سب انسان کو دنیا کی طرف کھینچتی رہتی ہیں ۔

ابن لیلیٰ کی کچہری میں ایک شخص کو سزا دی گئی ۔ اس نے صدا [illegible]
[illegible] اللہ [illegible] قصور [illegible] سزا میں تخفیف کی جائے ابن لیلیٰ

سزا بڑھا دی اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ کیونکہ اگر یہ اسکا پہلا قصور ہوتا تو پکڑا کیوں جاتا؟ خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر (پ ۲۵۔ س الشوریٰ ع ۴) اور لوگو! تم پر جو مصیبت پڑتی ہے تو تمھاری اپنی ہی کرتوت سے اور خدا تمھارے بہت سے قصوروں سے درگزر کرتا ہے +

مال کے جمع کرنے کی حرص کو ہر قسم کے گناہ سے شدید مناسبت ہے۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ جو شخص دن رات مال جمع کرنے کے افکار میں مستغرق رہتا ہے اس کے دل پر ایک ذرا سے نقصان کے وقت بھی آگ کی لپیٹ کی طرح صدمات مشتعل رہتے ہیں۔ گویا ایسا شخص اسی دنیا میں مدّ در آتش ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے انہا علیہم مؤصدۃ فی عمد ممددہ (پ ۳۰۔ س الہمزہ) تحقیق وہ ان پر لمبے لمبے ستونوں میں دروازہ بند کئے ہوئے ہے +

نورالدین۔ از گوجرانوالہ

آنے والے انقلابات کے دریافت کرنیکا شوق ہو تو حکیم جاماسب کی نایاب کتاب جاماسپ نامہ کا ترجمہ طلب فرماکر دیکھئے جو ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ نے نہایت فصیح اور سلیس اردو میں کیا ہے۔ پانچ ہزار برس پہلے اس میں بحساب جفر و نجوم آجتک کی بابت جسقدر پیشین گوئیاں درج کی گئی تھیں وہ سب ہو بہو پوری اتریں مثلاً بعثت آنحضرت صلعم معرکہ کربلا۔ خاندان تیموریہ کا عروج و زوال وغیرہ وغیرہ قیمت ڈھائی آنے ۲/۔ المشتہر منیجر نظام المشائخ دہلی

جھلک تیری عیاں بجلی میں آتش میں شرارے میں

جھلک تیری عیاں بجلی میں آتش میں شرارے میں
چمک تیری ہویدا چاند میں سورج میں تارے میں

بلندی آسمانوں میں زمینوں میں تری پستی
روانی بحر میں افتادگی تیری کنارے میں

شریعت کیوں گریباں گیر ہو ذوقِ تکلم کی
چھپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں

مجھے پھونکا ہے سوزِ قطرہ اشکِ محبت نے
غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے سے شرارے میں

مرے پہلو میں دل ہے یا کوئی آئینہ جادو کا
تری صورت نظر آئی مجھے اپنے نظارے میں

اتارا میں نے زنجیرِ رسوم اہل ظاہر کو
ملا وہ لطفِ آزادی مجھے تیرے سہارے میں

صلائے لن ترانی سن کے اے اقبال میں چپ ہوں
تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فرقت کے مارے میں

جلوہ کناں بعالمِ امکاں برآمدہ

جلوہ کناں بعالم امکاں برآمدہ
بے شکل ہم بصورتِ انساں برآمدہ

بر طور گاہے طالبِ دیدار گشتہ است
در چاہ گاہ یوسفِ کنعاں برآمدہ

چوں عام گشتہ ظہورِ تجلی بخود نمود
عاشق خود و بشکلِ حسیناں برآمدہ

تنویرِ مہر یافت زلوحِ جبینِ تو
از عکسِ عارضِ تو گلستاں برآمدہ

گاہے جلیسِ محفلِ زہاد گشتہ است
گاہے به بزمِ بادہ پرستاں برآمدہ

باید چو شیخ سہو کند ساغرِ طہور
آں لذت کہ از مے مستاں برآمدہ

گاہے بدیرِ برہمن و گبر گشتہ است
در کعبہ گہہ بشکلِ مسلماں برآمدہ

اے عشق صادقم بخدا حق گواہ من
حقا کہ حق بصورت عرفاں بر آمدہ

عشق

نعت و منقبت

کوئی مے دے یا نہ دے ہم رند بے پروا ہیں آپ — ساقیا اپنی بغل میں شیشہ صہبا ہیں آپ
غافل و ہشیار دو تمثال یک آئینہ ہیں — در طۂ حیرت میں ناداں آپ ہیں دانا ہیں آپ
کیوں رہے میری دعا منت کش بال ملک — نالۂ مستانہ میرے آسماں پیما ہیں آپ
ہے تعجب خضر کو اور آب حیواں کی طمع — اور پیر عزلت گزین دامن صحرا ہیں آپ
منزل طول امل درپیش اور مہلت ہے کم — راہ کس سے پوچھیے حیرت میں نقش پا ہیں آپ
گل ہمہ تن زخم ہیں میری ہمہ تن گوش ہیں — بے اثر کچھ نالہائے بلبل شیدا ہیں آپ
حرص سے شکوہ کروں کیا ہاتھ پھیلانے کا میں — کہتی ہے وہ اپنے ہاتھوں خلق میں سوا ہیں آپ
ہم سوائے اہل نعم منہ چھپانا چاہیے — دم بھرا کرتے ہیں ہم اور آئینہ سیما ہیں آپ
نظم نعت و منقبت میں نغمہ سنجی چاہیے — مصطفٰے و مرتضٰے کے والہ و شیدا ہیں آپ
یا نبی زینت دہ قوسین او ادنیٰ ہیں آپ — بعد احمد یا علی کونین سے اعلیٰ ہیں آپ
آپ شہر علم ہیں اور آپ باب شہر علم — آپ دریا کرم ہیں ساحل دریا ہیں آپ
جلد تر پہنچیں کیوں دو نو شفاعت کے لیے — راکب دلدل سوار ناقۂ غضبا ہیں آپ
کیوں نہ رندوں کے لیے ہو بادۂ عرفاں سبیل — پیر میخانہ ہیں آپ اور ساقی صہبا ہیں آپ
بادبان کشتی نوح ایک ہیں لنگر ہیں ایک — رمز بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا ہیں آپ
ایک مرقد میں معین اور ایک محشر میں شفیع — ساتھ ہر مومن کے مثل عاشق شیدا ہیں آپ
ایک ختم الانبیا ہیں ایک فخر اوصیا — ہے خدا شاہد کہ بے انباز و بے ہمتا ہیں آپ

آپ اگر ہوتے نہ عالم میں تو بیرا اندھیر تھا ایک قالب ہے جہاں وہ دیدہ بینا ہیں آپ

فتح مکہ اصل میں ہے مشرق و مغرب کی فتح فاتح اقلیم جابلقا و جابلسا ہیں آپ

منزلۃ ہاروں کی منصب آپکا ہی یا علی یارسول اللہ حرلہ ہے طور اور موسیٰ ہیں آپ

یا ولی اللہ خطیب الکل فی الکل آپ ہیں یا نبی اللہ امام مسجد اقصےٰ ہیں آپ

یا نبی پیدائش افلاک کا باعث ہیں آپ یا علی آرائش دنیا و مافیہا ہیں آپ

نفس مومن سے جو اولی بالتصرف ہیں رسول یا امیر المومنین ہیدار کے مولیٰ ہیں آپ

میں سمجھتا ہوں کہ سر ہے آستان آپکے ناصیہ سائی یہ کہتی ہے فلک فرسا ہیں آپ

کچھ تو مطلب نظم کا اس آستاں بوسی سے ہے
کیوں کہے وہ حال اپنا عالم و دانا ہیں آپ

نیاز بیکس
[illegible]

۴۸۶

۱۱۷۱

غوث الاعظم

تجھی سے ہے یہ التجا غوث الاعظم بر آئے مرا مدعا غوث الاعظم

زمانے میں ہر سو تجلی ہے پھیلی سراپا ہیں نور خدا غوث الاعظم

بھنور میں ہے کشتی خدارا بچاؤ تمہیں اس کے ہو ناخدا غوث الاعظم

جدھر دیکھوں جلوہ نظر آئے تیرا بنے آئینہ دل مرا غوث الاعظم

نہیں مجکو حاجت کسی راہ بر کی، کہ ہیں ہادی و رہنما غوث الاعظم

دعا کیجئے ہو مری مشکل آساں کہ ہیں آپ مشکل کشا غوث الاعظم

شریعت طریقت میں ثانی نہیں ہے حقیقت میں یکتا ہو یا غوث الاعظم

کروں تیرے روضہ پہ میں جبہ سائی بنوں تیرے در کا گدا غوث الاعظم

تمنا زیارت کی مجھکو ہے بیحد بلا لو وہاں جلد یا غوث الاعظم

تمنا ہے انکھوں میں کھچ جائے نقشہ تیرے روضۂ پاک کا غوث الاعظم
مدینے کو جاؤں میں بغداد ہو کر
یہ ہے اوج کا مدعا غوث الاعظم

"کلام عینی"

استغاثہ عینی نور عین حسنی و حسینی

(۱)

ظلمۃ القلب لقد اداغثنی یا غوث | خانۂ دل شدہ برباد اغثنی یا غوث
پرتوے بخش بعصیاں کدۂ تاریکم | از پئے پرتوِ بغداد اغثنی یا غوث
تاخت آورد ہماں اہرمن نفس لعین | بر سرم از سر بیداد اغثنی یا غوث
نیستم بندۂ تسنیم و شراب کوثر | بائے فضلۂ او تا داغثنی یا غوث
تشنۂ بادۂ توحید ز روز ازل است | اندر دلِ من ناشاد اغثنی یا غوث
شیخ اقطاب امم سید غوث الاعظم | مرشد صاحب ارشاد اغثنی یا غوث
جانب عینی بابچشم خدارا چشمے | نیستم جز بتو فریاد اغثنی یا غوث

(۲)

درخواست بادہ از میخانہ غوثیہ

ساقی بیار جام جاں بخش صبحگاہ ہے | تاراحتے بگیر داین خاطر تباہ ہے
از بہر توبہ راہم اندر حرم ندادند | جز میکدہ نہ منم وا حسرتا پناہ ہے
از سنگ سخت تر شدہاں قلب تیرہ ما ست | یا خود نماند باقی تاثیر سوز و آہ ہے

شد لالہ گوں درونم در فرقتِ جدا را — ایں خاطرم گرفتہ خوش کن بیک نگاہے

الطافِ غوث الاعظم بہرِ حضور خواجہ

عینی مرا بس است ایں بہرِ حصولِ جاہے

عینی

خیالاتِ پریشاں

(۱)

دردِ دل کی مرے دوا کیوں ہو — اہلِ دل رحمت آزما کیوں ہو

زخم زیبِ نشاطِ عالم ہے — اہتمام اندمال کا کیوں ہو

سوزِ دل ہے نشانِ وہ ہستی — حسرتوں کا کہو بُرا کیوں ہو

جان پرورِ جنون کا سایہ — وحشت آباد خوف زا کیوں ہو

دردپر نشوِ آرزو کا مدار — خندہ زن پھول پر صبا کیوں ہو

موت تبدیلِ ہیئتِ قالب — جان منتِ کشِ بقا کیوں ہو

خوابِ ہستی کی ہے یہی تعبیر — دردِ تاب آورِ صدا کیوں ہو

جودت آموز تلخیِ قسمت — بختِ بد درد نا فزا کیوں ہو

شوق راحت ہے باعثِ لعنت — کوئی لعنت میں مبتلا کیوں ہو

دست و بازو ہیں مایۂ عزت — غیر کشتی کا ناخدا کیوں ہو

عہدِ طفلی کی یاد باقی ہے — پختہ سر الفت آشنا کیوں ہو

پھونک دے گرمیِ حمیت سے — یوں رقیبوں کو حوصلہ کیوں ہو

ٹوٹ جا فرقۂ ریائی سے — فکرِ عشاق برملا کیوں ہو

چھوڑ دے مستعار ہستی کو — زیبِ تن غیر کی قبا کیوں ہو

کیف صہبائے بیخودی معلوم
چاک داماں التجا کیوں ہو؟
حرفِ مطلب سے نا شناسائی
نالۂ آرزو رسا کیوں ہو؟
ذلت اک امرِ اختیاری ہے
آسماں کا گلہ بھلا کیوں ہو
باغباں وقفِ مطلب گلچیں
"گلفزا" دہر کی ہوا کیوں ہو
شد پریشاں فسانۂ گلشن!
آہ یادِ زمانۂ گلشن!

(۲)

نالے نے دردِ دل کا گھر چھوڑا
نوحۂ آہ نے اثر چھوڑا
صورتِ حقِ داعداری نے
آج کا شانۂ شرر چھوڑا
حسن کارِ فریب رہبر دیکھ
کوئی مطلوب سر بسر چھوڑا
ہوشیاری نے کھو دیا آخر
سیلِ غفلت نے جس قدر چھوڑا
بے زبانی سے گیا لیا میں نے
عرضِ مطلب کو غیر پر چھوڑا
اُس کے اندازِ کفر پرور نے
وقت پر مجھ کو تاک کر چھوڑا
اس میں کچھ راز ہے کہ آج اُس نے
توسنِ التفات ادھر چھوڑا
ہم کو اُلجھا کے ہمنشینوں سے
ہاتھ ظالم نے بے خطر چھوڑا
خوئے بدرا بہانہا باشد
بہرِ تسکین فسانہا باشد

برکت علی - بی - ایس - سی

۴۸۶

موجِ مے

ساقی سرمستم و محوِ جمالِ خویشتن — کیف رقصاں ہر نفس مستِ جمالِ خویشتن
ایکہ گوئی کہ ہمہ اوست نگوئی ہمہ من — ہمہ تن محو از منی وست نگوئی ہمہ من

ہو گئے مجذوبِ وحدت مشربانِ موجِ مے — نعرۂ یا ہو بنا رنگِ فغانِ موجِ مے
لامکاں ہمکو نظر آیا مکانِ موجِ مے — حیرت افزا ہیں زمین و آسمانِ موجِ مے
ہے طلسمِ راز آہنگِ فغانِ موجِ مے — یہ معمّا کیا ہے اے مہر دہانِ موجِ مے
کس طرح سرمست ہوں ساغر کشانِ موجِ مے — ہے لبِ ساغر کہاں نوکِ زبانِ موجِ مے
تجربہ نے کر دیا ہے رازدانِ موجِ مے — ہو گیا دورانِ سر امتحانِ موجِ مے
قلقلِ مینائے مے ہے ضامنِ رنگِ نشاط — خندۂ ساغر بنا ہے ہمزبانِ موجِ مے
دیدِ جان و جانِ جاناں آج حلقے میں ہوئی — حسنِ نظارہ ہے یا حیرت نشانِ موجِ مے
طالبانِ کیف کیوں سرگرمِ کیفیت نہوں — آتشِ سیال ہے یہ عمرِ روانِ موجِ مے
کیوں نہ ہم ہیچ خیالِ خام کے مدہوش ہیں — وا یہ ہو سکتا نہیں عقد اللسانِ موجِ مے
قلزمِ ذخار یعنی قطرہ قطرہ شکل میں — عالمِ صورت ہے یا آبِ روانِ موجِ مے
التفاتِ پیرِ مغ سے کشفِ کونیہ ہوا — بن گئے مجذوب یکسر ترجمانِ موجِ مے
عشوۂ نیرنگ ساقی کے خرد آشفتہ ہیں — چشمِ میگوں پر نہو ہم کو گمانِ موجِ مے
ہم شہیدِ خنجرِ عشوہ تو ہیں بیخود نہیں — گھات میں رہتا ہے گو ابرو کمانِ موجِ مے
یہ مئے ہستی سے بخشا اوج پروازِ نظر — بادہ سرجوش ہے عرش آشیانِ موجِ مے
محرمِ اسرارِ عالم ہو گیا وہ مے پرست — جس نے کی ہے کیف میں سیرِ جہانِ موجِ مے
جذبۂ ذوقِ تماشا میکشوں کا رہنما — موجِ رم نے کر دیا ہے ہمعنانِ موجِ مے

ساغرِ سرشار میں آخر ہوئی صورت نما
باطنِ مینا میں تھی روحِ روانِ موجِ مے

شوخِ میگوں چشم کے رنگِ نظر کو دیکھ کر
ہوشیاری سے یہ کھینچی ہے کمانِ موجِ مے

تو بہارِ عشوۂ چشمِ تماشا آئینہ
ساغر و مینا ہیں شکلِ گلرخانِ موجِ مے

شاہدِ سرمست ہم پہلو ہے دورِ جام ہے
اے زہے قسمت ہوئے صاحبقرانِ موجِ مے

وارداتِ دل ہیں تیری جام نو آئیں تماش
بلبلِ کشمیر اے شیوا بیانِ موجِ مے

کیا سبک سر جرعے کیلئے ساقی نہیں
ہے کہاں نقدِ رواں رطلِ گرانِ موجِ مے

[illegible]

سچی باتیں

ہوس کو مبارک ہو سوزِ زر میں فنا ہونا
محبت میں ہے جلنا در حقیقت کیمیا ہونا

مٹا دے عبدیت کو تو یہی تو ہے خدا ہونا
کہ ہر اک مدعا کی اصل ہے بے مدعا ہونا

خودی سے بے خودی ہونی کوئی آساں نہیں زاہد
ترے سر کی قسم مشکل ہے ترکِ ماسوا ہونا

عبادت حق تعالیٰ کی ضروری چیز ہے لیکن
عبادت سے ہے بہتر آدمی میں اتقا ہونا

اگر ہے عشق صادق دوست کا ملنا نہیں مشکل
غلط ہے ورنہ سب یہ آہ و نالے کا رسا ہونا

خدا کی تو عبادت اور زاہد حور کی نیت
رہِ دلدار میں پہلا قدم ہے بے ریا ہونا

اگر کوئی ہو رشکِ طورِ تجلی سے تو کیا مارا!
کہ پہلی بات ہے آئینۂ دل پر جلا ہونا

سوائے نفسِ امارہ مٹانی سخت مشکل ہے
بہت آساں ہے کہنے کو یوں تو پارسا ہونا

یہی اسلام ہے کہنا خدا لگتی مسلماں تو؟
خدا کو چھوڑ دینا اور محوِ ماسوا ہونا

فنا کا ایک جھونکا تیری ہستی کو اڑا دیگا
نہیں معلوم کیا اپنا تجھے یاد رہا ہونا

خدا کی ذات مستغنی ہے ہر زہد و ریاضت سے
ترے ہی واسطے ہے تیرا سب اچھا برا ہونا

ہزار آزادیاں صدقے ہیں میری اک اسیری کے
کسے منظور ہے دام محبت سے رہا ہونا

سر آنکھوں پر جفائیں تیری قیمت سے ملی ہیں
ترے عاشق سے ممکن ہی نہیں تیرا گلا ہونا

خدا رکھے مزے کی ٹیس ہے زخم محبت میں
ہمارا ننگ ہے منت کش خاک شفا ہونا

فنا فی الشیخ جو ہے وہ رسول اللہ میں گم ہے
بقا باللہ ہے بیشک محمد میں فنا ہونا

مثالیں سینکڑوں ہیں کیا ہی استدلال کی حاجت
کہ شاہی سے کہیں بہتر ہے اس در کا گدا ہونا

تمہارے در کو چھوڑوں یا محمد تو کہاں جاؤں
مجھے تو آپ کا بننا مجھے تو آپ کا ہونا

مقدر تھی ازل سے یہ سعادت میری قسمت میں
کہ تیری اک نگاہ لطف اور میرا بھلا ہونا

شہید راہ الفت بھی کہیں مرتے ہیں دنیا میں
کہ عمر جاوداں ہے ان کے قدموں پر فدا ہونا

مدینہ کی زیارت سے اگر محروم رہ جائے
نہ ہونے سے کہیں بدتر ہے پھر تاباں ترا ہونا۔

نہاں آخر رہیگی ابر میں برق تپاں کبتک

حمیت گر نہیں باقی تو یہ بے عز و شاں کبتک
نہیں اخلاق مردانہ تو فخر دودماں کبتک

اٹھو اے نوجوانو عزت اسلاف تم رکھ لو
زمانہ بھر میں کہلاؤ گے ننگ خانداں کبتک

جو کرنا ہے وہ کر لو تم کہ یہ اٹھتی جوانی ہے
رہیگا تم کو چرخ پیر دنیا میں جواں کبتک

بھلا تا کے بناؤ گے دلوں کو اپنے سمجھانے
رہو گے دوستو مصروف توصیف بتاں کبتک

پریشان عشق میں کبتک رہو گے زلف پیچاں کے
اڑینگی جیب و داماں کی تمہارے دھجیاں کبتک

بنا دو محو حیرت سب کو اپنے کارناموں سے
رہو گے محو عشق زلف و رخسار بتاں کبتک

بہت کچھ کھو چکے غفلت میں تم وقت گرامی
یہ شوق دید گل کبتک یہ سیر گلستاں کبتک

بنے ہو کتنے ہلکے اپنے ہم چشموں کی آنکھوں میں ذرا آنکھیں تو کھولو دوستو خوابِ گراں کب تک
دکھاؤ شوکتِ اسلام کا جلوہ زمانے کو نہاں آخر رہے گی ابر میں برقِ تپاں کب تک
اگر ایمان نہیں باقی تو عزت ہو چکی رخصت نہ ٹھیرا کارواں ہی جب تو گردِ کارواں کب تک
زمانہ ہے ترقی کا یہ غفلت تابکے آخر رہوگے مائلِ پستی نصیبِ دشمناں کب تک
دکھاؤ تو ذرا کچھ ہمتوں کے اپنی جوہر تم بزرگوں کی رہوگے بیچتے اب ہڈیاں کب تک

کہاں کی شعر خوانی اب اٹھو شیر عریں بن کر
بنے جاؤگے اکبر طوطیٔ ہندوستاں کب تک

لا رہبانیۃ فی الاسلام

خدا کے واسطے اے زاہدانِ گوشہ نشیں! نکل کے گھر سے کرو کام کچھ جہاں کیلئے
تمام عمر رہے بند صومعہ میں اگر تو اپنا راہنما کون ہے یہاں کے لئے
کتب سیر کی پڑھو یا کلام پاک و حدیث کہ راہبر ہیں یہی قوم مسلماں کے لئے
تو پاؤگے کہ جناب رسول اکرم نے اٹھائیں آفتیں اس قومِ ناتواں کیلئے
پھر اور بھی خلفاء و ائمہ و اصحاب ہمیشہ سب رہے معمار اس مکاں کیلئے
تھیں اُن کے واسطے دنیا و آخرت توام یہاں کے کام نہ چھوڑے کبھی وہاں کیلئے
انہیں سے سنتے تھے دنیا کی داستانیں بھی جو کان شوق سے تھے منتظر اذاں کیلئے
تفکرات جہاں میں بھی خم ہوئے وہ سر جھکے جو سجدۂ خلاق انس و جاں کیلئے
ہمیشہ کرتے تھے فکر معاد و فکر معاش یہ دونوں کام تھے اُن کے دل و زباں کیلئے
ہمیشہ کرتے رہے وہ تجارت و حرفت کسی پہ بار نہ تھے اپنے آب و ناں کیلئے
مگر تمھارا [illegible] ہے عجب نہ تم زمیں کے لیے ہو نہ آسماں کے لیے

نہ قوم کے شکم گرسنہ کی فکر تمھیں / نہ وعظ کہتے ہو اصلاح قلب وجاں کے لئے
تمھارے ذمہ بھی کچھ خدمتیں ہیں ہندو کی / تمھیں ہی بھیجا ہے خالق نے امتحاں کیلئے
تمھیں سپرد ہوئی ہے حفاظتِ اسلام / کرو وہ کام جو لازم ہے پاسباں کے لئے
خزاں ہے گلشنِ دیں میں تمھاری غفلت سے / کرو وہ کام جو شایاں ہے باغباں کیلئے
تمھارے ہاتھ میں ایسے بھی دل ہیں جانیں بھی / جو سر کو پیش کریں سنگ آستاں کیلئے
لٹا دیں قوم کے اوپر وہ جان و مال اپنا / ہوں راہبر وہی گم گشتہ کارواں کیلئے
وہ منتظر ہیں تمھارے بس اک اشارے کے / زباں ہلا کے تو دیکھو تم ایک "ہاں" کیلئے
غرض بتاؤ کہاں تک یہ پنبہ درگوشی / بنی ہے قوم ہی کیا نالہ وفغاں کے لیے
جہاں میں ہو تو کچھ اہلِ جہاں کے کام آؤ / ہیں ایک ورنہ وجود و عدم جہاں کے لئے
وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناس خلق اے خضر / نہ تم کہ چور بنے عمر جاوداں کے لیے

حامد حسین قادری

تازہ غزلیں

(۱)

(از جناب معلی القاب مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب یمین السلطنت حیدرآباد دکن)

رند میخانہ ہو مشہور قدح خوار نہ ہو / للعجب ورد زباں اے مرے غفار نہ ہو
لطف کیا ہے کہ کوئی جائے جناں میں جبتک / کوئی غفار نہ ہو کوئی گنہگار نہ ہو
کس لئے آنکھ ہے مصروف تماشا ہر دم / کہیں موسیٰ کی طرح طالب دیدار نہ ہو
بدگمانی تو محبت کے لئے لازم ہے / گل کے پہلو میں یہ ممکن ہی نہیں خار نہ ہو
مبتلا درد محبت سے رہے دل ہر دم / ہاں مگر لب پہ کبھی شکوۂ آزار نہ ہو
کیا یہ ممکن ہے کہ تو ترچھی نظر سے دیکھے / اور کلیجہ سے مرے تیر ترا پار نہ ہو

کافر عشق ہی کہلاؤں تری الفت میں
اور مرے زیب گلو رشتۂ زنار نہ ہو

ایسے دلکو میں کلیجے میں جگہ دوں کیونکر
طالب یار نہو طالب دیدار نہ ہو

محفل یار میں اے شاد ادب سے رہنا
کہیں وہ بات نکرنا جو سزاوار نہو

(۲)

(از جناب ابو الوقا زنامی کوہ سوار شاہپوری)

کبھی بھولے ہی سے آجائے وہ غنچہ دہن اپنا
کہو رشک گلستاں ہو کہیں بیت الحزن اپنا

کہاں ہیں آج وہ بلبل جو کہتے تھے چمن اپنا
وہاں قبضہ کیے بیٹھے ہیں اب زاغ و زغن اپنا

اسی کو جذب کہتے ہیں ادہر سے جب چلا قاتل
ادہر سے میں بھی نکلا باندھکر سر سے کفن اپنا

نہ کیوں خواہش کرے روح مقید رستگاری کی
مسافر کو نہ کیوں یاد آئے غربت میں وطن اپنا

ہمیشہ بدظنی بے اعتباری اجنبیت کیوں
خدا کیواسطے سمجھو مجھے اے جان من اپنا

تمیز حق و باطل ہے تو ہے عاشق مزاجونکو
یہ کیوں روتے ہیں وہ کہتا شیخ اپنا برہمن اپنا

کچھ اکھڑی اکھڑی طرز گفتگو ہی آج قاصد کی
الہی خیر ہو کھٹکا ہوا ہے ہم سخن اپنا

پھر آ دلپہ اپنا دل سمجھکر ہم کریں توبہ
کبھی یہ دوست ہے اپنا کبھی یہ راہزن اپنا

ہماری شامت اعمال کے سارے کرشمے ہیں
ہمیں نے اپنے ہاتھوں سے بگاڑا ہے چلن اپنا

زمیں قدموں سے لپٹی ہے زمانہ ساتھ دیتا ہے
نہیں ہوتا نہیں ہوتا مگر چرخ کہن اپنا

جہاں ہم قصد کرتے ہیں کہ کردیں ترک مے نوشی
وہیں جلوہ دکھاتی ہے مئے توبہ شکن اپنا

ترے بندے بہے جاتے ہیں دریائے معاصی میں
بچالے اپنی قدرت سے کرم کر ذوالمنن اپنا

یہی حالت رہی قائم کسیکی بے وفائی کی
بلائیگا اجل کو ایک دن رنج و محن اپنا

یہ قسمت ہے تری نامی ملا وہ شاد یا زرغ سا
کہ اب ہے رشک دلی! لکھنؤ! ملک دکن اپنا

مبارک ہو

سیدی خواجہ حسن نظامی نے مضمون لکھنے کا عہد فرمایا

جب سے حضرت خواجہ صاحب نے نظام المشائخ میں یہ تحریر کیا ہے کہ ان کا نام
نامی رسالہ کی نگرانی و سرپرستی سے جدا کر دیا جائے اور وہ آیندہ اخبارات و رسائل
میں مضمون نہیں دیں گے اسوقت سے ناظرین نظام المشائخ کی بے قراری حد سے
بڑھ گئی ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جو دو چار خط اس مضمون کے نہ آتے ہوں
کہ حضرت موصوف سے التجا کی جائے کہ وہ ادبی دنیا سے علیحدہ نہوں اکثر
حضرات نے لمبے لمبے محضر نامے بھیجے جن میں ہزاروں ہندو مسلمانوں کے
دستخط ثبت تھے اور اس عالمگیر اضطراب کو ظاہر کیا گیا تھا جو خواجہ صاحب
کے ترک مضامین نویسی سے خلقت میں پیدا ہو گیا ہے۔

میں چونکہ حضرت خواجہ صاحب کا مزاج آشنا ہوں اس لیے میں نے
زبانی اصرار بہت کم کیا اور ہمیشہ وہ خطوط اور محضر نامے آپ کو روانہ کرتا رہا۔

اس عرصے میں اخبارات اور عوام کو نئی افواہیں مشہور کرنے کا اچھا بہانہ
ہاتھ آیا۔ کسی اخبار نے کہا "خواجہ صاحب سرکار انگریزی سے ڈر گئے" کسی نے
طعن ملا کہ "پہلے اس قدر جوش دکھانے کی کیا ضرورت تھی کہ اب خاموشی
اختیار کرنی پڑی۔ کوئی بولا۔ جناب! کانپوری معاملات میں زیادہ حصہ خواجہ
صاحب نے لیا تھا اور نقصان و تکلیف بھی زیادہ انہی کو ہوئی۔ مگر پبلک نے ان کی
خدمات کی خاطر خواہ قدر نہ کی لہذا ان کا دل ٹوٹ گیا اور وہ ایسے کاموں سے

ہاتھ اٹھا بیٹھے۔ خواجہ صاحب کے کانوں تک یہ باتیں پہنچی تھیں تو آپ یا ہنسکر فرماتے

مُردُم زغلط فہمی مُردُم مُردُم

آخر پانچ ماہ کے مسلسل سکوت کے بعد جب کارکنان اخبار زمیندار کا ڈیپوٹیشن دہلی میں آیا اور اس کے ایک ممبر نے درگاہ شریف میں جاکر خواجہ صاحب کو تائید زمیندار کے لیے مضمون لکھنے پر مجبور کیا تو آپ نے ایک مضمون لکھدیا اور اپنی خاموشی کیوجہ کو بھی اشارتاً ظاہر کیا۔ اس مضمون کو دیکھکر نظام المشائخ کے ناظرین کا پھر تقاضا شروع ہوا کہ خواجہ صاحب رسالے کے لیے ہر مہینے مضمون مانگنا چاہئے اور ان کا اسم گرامی سرپرستی و نگرانی میں رسالہ کے اوپر چھپنا چاہیئے۔ ناظرین کی ان لگاتار فرمائشوں سے متاثر ہو کر میں نے ایک طویل عریضہ حضرۃ کی خدمت میں بھیجا جس کا حسب ذیل جواب مرحمت ہوا ہے +

از نظامیہ شانتی کُٹی۔ درگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ عرب سرا دہلی

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

واحدی صاحب۔ السلام علیکم۔

کیا تم بھی بے سروپا اخبار نویس ہو۔ جو سنا لکھ مارا۔ لوگ کچھ ہی لکھیں کچھ ہی کہیں مجھے اس کا مطلق خیال نہیں۔ میں اپنے ارادہ کا خود مختار بادشاہ ہوں۔ پارلیمنٹ کا محتاج نہیں جو کثرت رائے کا مجھ پر اثر ہو۔ اور ہندوستان میں رائے ہے کہاں؟ یہ سب غل شور فیشن کا ہے۔ اصل خاک نہیں خلقت چنٹوری ہو گئی ہے تو میں اسکو اپنا جگر نمک چھڑک کر دینے سے رہا۔ ایسے کباب جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بکتے ہیں۔

ہاں نظام المشائخ میرا لگایا ہوا پودا ہے۔ اس کے سایہ کو بڑھانا میرا فرض ہے

اِس میں لکھنے سے دریغ نہیں - کیونکہ یہ (ایک حد تک) اخبارات و رسائل کی اُس روش سے پاک ہے جسکو میںنے

دغائی

کا لقب دیا تھا - لہذا آگاہ ہے ماہے صرف اِس میں لکھنے کا وعدہ دے سکتا ہوں - مگر اس کا کیا علاج کہ زبان کھولتے ہی چاروں طرف سے "مضمون لاؤ مضمون لاؤ" کی پکار ہونے لگے گی - میں کس کس کو ایک دل کے ہزار ٹکڑے کاٹ کر دوں گا - یہ ممکن نہیں میں جس شغل میں مشغول ہوں وہ ان حرف بازیوں کی فرصت نہیں دیتا +

رہا یہ امر کہ میرا نام سرپرستی و نگرانی میں درج کیا جائے - اس کے پہلے لفظ سے تمھاری خاطر اور اتفاق کئے لیتا ہوں - لیکن نگرانی نہ مجھ سے ہو سکتی ہے نہ مصنوعی طور سے لکھوانا منظور کر سکتا ہوں - کیونکہ یہ ایک دھوکہ ہوگا - میرا ارادہ خود

مرشِد

کے نام سے ایک پرچہ جاری کرنے کا تہا جسمیں حلقہ کی کارگزاری اور خالص ملقین تصوف ہوتی - مگر جب تک یہ قصد پورا ہو میں نظام المشائخ میں لکھنے کا وعدہ دیتا ہوں - والسلام

دعاگو

حسن نظامی

حضرۃ خواجہ صاحب کا ارشادنامہ شائع کرنے کے ساتھ ہی میں ایک مضموں بہی آپ کا اسی پرچے میں درج کرتا ہوں جو کچھ عرصہ سے میرے پاس رکھا تھا -

(ایڈیٹر)

۴۸۶

دعا خانہ

مولوی سید محمد فضل الرحمن صاحب منتظاری حصول روزگار کی دعا چاہتے ہیں ملے روپیہ منت
پیرزادہ صدر الدین صاحب کے بڑے بھائی کا دمہ جاتا رہے صمہ روپے نذر حلقہ کریں گے۔
ڈاکٹر نواب فیاض الدولہ بہادر کی ہمشیرزادی کو صحت ہو حسب حیثیت خدمت کریں گے۔
میاں رحمت اللہ صاحب کی تنگدستی اللہ دور کرے منت صمہ روپے۔
سید عبداللہ صاحب کے ایک دوست ایف۔اے کے امتحان میں پاس ہوں منت عہ روپیہ
مسٹر عبدالحمید سیالکوٹی بھی امتحان ایف۔اے دیں گے۔ خدا کامیاب کرے۔ ان کی
طرف سے جناب منشی مشتاق احمد صاحب عہ نذر حلقہ کریں گے۔
بابو علم الدین صاحب کو دلی مراد ملے منت صمہ روپے۔
منشی محمد فرحت اللہ صاحب چشتی تسکین قلب کے لیے دعا کراتے ہیں منت ۸ر
میاں خضر محمود صاحب قریشی کو ملازمت مل جائے پہلی تنخواہ نذر حلقہ کریں گے۔

(۱۶)

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	خدا کے نور ہی سے ہیں یہ سب ارض و سما روشن
مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ	مثال اسکی ہے گویا طاق میں ہو اک دیا روشن
اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ	دیا رکھا ہو اک شیشہ میں شیشہ نور ہو سارا
اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ	درخشاں دور سے ایسا فلک پر جیسے ہو تارا
يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ	دیئے میں تیل بھی اک ایسے زیتوں کا جلایا ہو
لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ	نہ شرقی ہے نہ غربی گرد اسکے خوب سایا ہو
يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ	ہو ایسا صاف تیل اسکا کہ جلنے میں نہ دیر کا جل
	چھوئے بھی گر نہ آگ اسکو تو گویا خود اٹھے گا جل
نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ	غرض نور علیٰ نور اسکی ذاتِ پاک و عالی ہے
يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ	دکھائے نور اپنا جسکو چاہے اسکی مرضی ہے
فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ	دیا جس طاق میں رکھا ہو ہے وہ طاق اس گھر کا
وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ	کہ جس میں حکم ہے اسکے ہو ذکر اللہ اکبر کا
يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ	کریں شام و سحر تسبیح و تقدیس اسکے وہ بندے
لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ	جنھیں مانع نہیں یادِ خدا سے دنیوی دھندے
يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ	اور اس یوم صعوبت کا بھی ڈر رکھتے ہیں وہ دل میں
وَالْاَبْصَارُ (نور رکوع ۵)	الٹ جائیں گے دل جس روز اور پھر جائیں گی آنکھیں

(۱۷)

اَلَمْ تَرَ	تو نے اس پر نہیں کیا کچھ غور
	تجھکو عبرت دلائیں کس کس طور
اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ	آسمان و زمیں میں جو ہے سبھی

وَالْاَرْضِ
وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ

تسبیح اللہ کی سب پڑھتی ہے
ہیں ہوا میں پرند پر کھولے
تر ہے انکی بھی ذکر حق سے زباں

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اپنی تسبیح سے ہیں سب واقف
انکے قول سے ہے رب واقف
ہے زمیں آسماں کا وہ مالک
اور ہے کل جہاں کا وہ مالک

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ

لوٹ کر جائینگے اسی کے پاس
(اور ہے عفو کی اسی سے آس)

اَلَمْ تَرَ
اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا
ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ
يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى
الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ

کیا نہیں تو نے یہ کہیں دیکھا
بادلوں کا دہواں نہیں دیکھا
ہانک کر ابخروں کو لاتا ہے
جمع کرکے گھٹا بناتا ہے
پانی ان بادلوں سے برسا کر
خاک تشنہ کو کرتا ہے لب تر

وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ
فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ
فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ
وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ
يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ
يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ

لاتا ہے پھر پہاڑ سی وہ گھٹا
جس میں ہوتا ہے ڈھیر اولوں کا
فصل استادہ کو لٹاتا ہے
چاہے جس کو مگر بچاتا ہے
برق کی روشنی کو دی وہ چمک
نور آنکھوں کا لیتی ہے جو لپک

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ — اُلٹا ہے دن کو رات رات کو دن
اُس سے بڑھکر بھی ہے کوئی محسن
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً — جنکو کچھ ہے سمجھ جنہیں ہے بصرت
لِّاُولِی الْاَبْصَارِ (نور رکوع ۶) — واسطے اُنکے اس میں ہے عبرت

(۱۸)

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ — مبارک ہے وہ ذات پاک جس نے اپنے بندے پر
لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا — اُتارا اسلیئے قرآں کہ ناصح سب کا ہو یکسر
الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — زمین اور آسماں کا ہے وہی سرتاج وہ مالک
وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ — شریکوں اور بیٹوں کا نہیں محتاج وہ مالک
وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا — ہر اک شے کے لیے رکھا ہے اُس نے ایک اندازا
کہ پیمانہ سے اپنے کوئی بھی گھٹ بڑھ نہیں سکتا
وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً — خدا کو چھوڑ کر معبود ایسوں کو بناتے ہیں
لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ — بناتے جو نہیں کچھ۔ بلکہ غیر انکو بناتے ہیں
وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا — نہیں سود و ضرر اپنا بھی اُنکے دست قوت میں
وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا — نہ مرنا اور جینا اور جلانا انکی قدرت میں
(الفرقان رکوع ۱)

وَتَوَكَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ — توکل کر خدا پر جو رہے گا زندہ و قایم
لَا یَمُوْتُ — نہیں مرنے کا جو ہرگز کہ ہے وہ باقی و دایم
وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰی بِهٖ — رہو کرتے ثنا اُسکی کرو ذر کچھ نہ عدا کا
بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا — کہ واقف اُسکے فعلوں سے ہی خود اُن سے سمجھے گا
(الفرقان رکوع ۵)

(۱۹)

رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ	ہے اللہ پروردگارِ جہاں
اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ	عدم سے کیا جس نے مجھکو عیاں
فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۝	اٹھے وقت میرا وہ ہے رہنما
وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ	مرض سے وہ دیتا ہے مجھکو شفا
وَیَسْقِیْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ	کھلاتا ہے مجھکو پلاتا ہے وہ
وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ۝	مجھے مارتا اور جلاتا ہے وہ
وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ	مجھے ہے یہ امید روزِ جزا
خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝	کہ سب پوچھے وہ بخشد یگا خطا

(الشعراء رکوع ۵)

فَهُمْ لَا یَهْتَدُوْنَ ۝ اِلَّا	نہیں ہے سمجھ اتنی کفار میں
یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ	کہ وہ حق تعالیٰ کو سجدہ کریں
الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ	جو کچھ ہے زمیں آسماں میں چھپا
الْاَرْضِ	ہمارے لیے اُسنے ظاہر کیا
وَیَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝	چھپا کر کرو یا کرو تم عیاں
	نہیں تم سے اُسکے کچھ بھی نہاں
اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	بجز حق کے معبود کوئی نہیں
رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝	وہی ہے شہنشاہ عرش بریں

(النمل رکوع ۲)

وَرَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ	جسے چاہے کرتا ہے پیدا وہ رب
وَیَخْتَارُ ۝	جسے چاہے کرتا ہے پھر منتخب

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ	نہیں ہاتھ میں اُنکے ہے انتخاب
	بقا کا ہے اُسکی رضا پر حساب
سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝	خدا شرک سے برتر اور پاک ہے
وَرَبُّكَ يَعْلَمُ	کہ ہے علم میں اُسکے ہر ایک شئے
مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ	چھپائینگے سینوں میں اپنے اگر
وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝	کرینگے اگر بر ملا سر بسر
وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ	نہیں کوئی معبود اُس کے سوا
لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ؗ	یہاں اور وہاں ہے اُسی کی ثنا
وَلَهُ الْحُكْمُ	کہ جاری ہے حکم خدا ہر کہیں
وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝	ہمیں بھی تو واپس ہی جانا وہیں
(القصص رکوع ۶)	
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ	عبادت کے لائق نہیں دوسرا
كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ	بجز اُسکے ہوگی ہر اک شئے فنا
وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝	کرے گا وہی فیصلہ اور حساب
(القصص رکوع ۹)	ہمارا اُسی کی ہے جانب مآب

(۲۰)

اَوَلَمْ يَرَوْا	کیوں نہیں جاتی ہے تیری اسطرف عقل رسا
كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ	اُس نے اول بار کیسے خلق کو پیدا کیا
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ	کس طرح کرتا ہے پیدا اُن کو پھر وہ بار بار
اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝	اُس کو مشکل کچھ نہیں آسان ہے بالکل یہ کار
قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ	یہ کہو اُنسے نکل کر گھر سے دنیا میں پھرو

فَانْظُرُوْا
كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ
ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْاٰخِرَةَ ۔
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۔
وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ۔
وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ
وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا
نَصِيْرٍ ۔ (عنکبوت رکوع ۲)

کھول کر آنکھیں جو دیکھو تو تمہیں معلوم ہو
کس طرح مخلوق کو پیدا کیا آغاز میں
آخرت میں کسطرح زندہ کریگا پھر ہمیں
کیوں تعجب ہے تمہیں ہر چیز پر قادر ہے وہ
جس طرح چاہے کرے۔ رحمان اور قاہر ہے وہ
جسکو چاہے بخشدے اور جسکو چاہے دے عذاب
کیونکہ ہے درگاہ اسکی سب کا ملجا و مآب
کون ہے ارض و سما میں اسکو عاجز کر سکے
کون ہے اسکے سوا نصرت تمہاری کر سکے

(۲۱)

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ
اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ
ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ
تَنْتَشِرُوْنَ ۔
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ
مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا
لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً
وَّرَحْمَةً ۔
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ

خدا کی ہے یہ قدرت کا تماشا
کہ انساں کو کیا مٹی سے پیدا
ہوا تیار جب وہ بن بنا کر
تو پھیلایا اُسے روئے زمیں پر
نشانی ایک ہے قدرت کی یہ بھی
تمہاری جنس کی دی تم کو بیوی
دلوں میں کی نمایاں باہم اُلفت
ملے دل کو تمہارے تاکہ راحت
علامت اور ایک قدرت کی دیکھو
کیا پیدا زمین اور آسماں کو
زباں اور رنگ میں جو مختلف ہو

	اُسی قدرت کے گویا معترف ہو
وَمِنْ اٰیٰتِہٖ مَنَامُکُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّہَارِ	ہمارا رات میں او دن کو سوتا
وَابْتِغَآؤُکُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ	تلاشِ رزق میں مشغول ہونا
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ	یہ سب چیزیں ہیں قدرت کی علامت
یَّسْمَعُوْنَ ○ (الروم رکوع ۳)	عقیلوں کے لئے ہو ان میں عبرت

(۴۳)

اَوَلَمْ یَرَوْا	نہیں اس بات کو کیا تم نے دیکھا
	(خدا رزاق ہے خرد و کلاں کا)
اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ	خدا چاہے جسے دے اتنی روزی
لِمَنْ یَّشَآءُ	شمار اُس کا نہ ممکن ہو کبھی بھی
وَیَقْدِرُ ط	جسے چاہے اُسے دیتا ہے اتنا
	کہ ناپ اور تول میں آجائے جتنا
اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ	خدا ہے وہ کہ محض اپنے کرم سے
	کیا پیدا تمہیں جس نے عدم سے
ثُمَّ رَزَقَکُمْ	وہی پالے گا تم کو رزق دے گا
ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ	وہی مار یگا۔ پھر زندہ کرے گا
ہَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ	شریک اُسکا جنہیں تم ہو بناتے
مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ ط	کرے گا کام اُن میں کون ایسے
سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○	ہے اِس سے حق تعالیٰ پاک و برتر
(الروم رکوع ۴)	کہ ہو سکتا ہو اُس کا کوئی ہمسر

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ — نشانی اُسکی قدرت کی ہے یہ بھی
اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ — ہوا بھی حکم پر اُسکے ہے چلتی
مُبَشِّرٰتٍ — کہ بارش کی ہے خوشخبری وہ لاتی
وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ — مزہ رحمت کا ہے تم کو چکھاتی
خدا کے حکم عالی کے مطابق
اِسے چلے دریا میں جب بادِ موافق،
وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ — تو کرکے طے جہازوں میں منازل
وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ — معاش اپنی کرو دنیا میں حاصل
کما کے رزق پیٹ اپنا بھرو تم
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (روم ع ۵) — خدا کا شکر ہر ساعت کرو تم

(۳۲)

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — جو کچھ ارض و سما میں ہے وہی مالک ہے اُن سب کا
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ — اُسی کو ہے ثنا لائق کہ ذات اُسکی ہے بے پروا
وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ — شجر جتنے ہیں دنیا میں اگر بنتے قلم اُن کے
وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ — سمندر سات کے ساتوں سیاہی میں اگر پڑتے
مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ — صفت اُس ذات اعلیٰ کی نہ ہرگز ختم ہو سکتی
نہ شمہ اُس کی قدرت کا بیاں ہوتا کبھی پھر بھی
اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ — زبردست اور غالب ہے وہی ۔ اور سب سے دانا ہے
ہے اُسکے علم میں ہر شے وہ شنوا اور بینا ہے
مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ — کہ خلق و بعث ہم سب کا اُسے آسان ہے ایسا
اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ — جلانا اور پیدا کرنا ہو اک نفس کا جیسا

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ	نہیں کیوں غور کرتے تم کہ یہ بھی تو چھپا ہے
يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ	کبھی رات اور کبھی دن کو بڑا چھوٹا وہ کرتا ہے
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ	اسی کے حکم کے منقاد ہیں شمس و قمر بے شک
كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى	کہ خود چلتے رہیں گے دونوں میعادِ معین تک
	(نظر تم نے کبھی اس بات پر اب تک نہیں کیوں کی)
وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ	خدا ہے جانتا دنیا میں تم کرتے ہو جو کچھ بھی
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا	شریک اسکے ہیں جھوٹے اور اسکی ذات ہی برحق
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ	عظیم الشان اور اعلےٰ وہی ہے قادرِ مطلق
هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (لقمان رکوع ۳)	
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا	کرو خوف خدا، ڈرتے رہو لوگو۔ تم اُس دن سے
يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا	نہ کام آئے گا بیٹا باپ کے اور باپ بیٹے کے
مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا	خدا کا قول ہے برحق قیامت آنے والی ہے
اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ	نہ دھوکا دے تمہیں دنیا کہ دنیا جانے والی ہے
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ	خدا کے بارے میں ہرگز نہ دھوکا کھاؤ شیطاں کا
الْغَرُوْرُ	نہ آؤ اُسکے چھل میں تم کہ وہ دشمن ہے انساں کا
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ	بجز ذاتِ خدا کے اور کوئی بھی نہیں عالم
وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ	قیامت آئے گی کب۔ ہوگا کب روزِ جزا قائم
وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا	شکم میں ماں کے ہے کیا۔ اور خدا بھیجیگا کب باراں
وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ	کریگا کام کل کیا۔ اور مریگا کس جگہ انساں
(لقمان رکوع ۴)	

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	زمیں آسماں۔ اور ہے بیچ میں جو
وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ	خدا نے بنایا ہے چھ دن میں سب کچھ
ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ	بنا کر انہیں عرش پر جا براجا
	اگرچہ ہے وہ ہر کہیں اور ہر جا
وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ	بجز اس خدا کے جو ہے عالم آرا
مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ	شفیع اور والی کون ہے یاں تمہارا
ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ	یہی تو خدا ہے۔ چھپی اور کھلی سب
الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ	وہی جانتا ہے۔ زبردست ہے رب
الَّذِیْ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ	بنایا جو اس نے وہ اچھا بنایا
وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ	کہ مٹی سے تھا پہلے پتلا بنایا
ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ	اگرچہ وہ پتلا تھا انساں کی اصل
	چلائی مگر قطرۂ آب سے نسل
ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ	کیا جب کہ تیار پتلا بنا کے
	تو روح پھونک دی اسمیں اپنی خدا نے
وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ	دیے کان آنکھیں دیا دل بھی تم کو
قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (سجدۃ رکوع ۱)	مگر شکر کرتے ہو کم اس کا تم تو

(۲۵)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی	جو کچھ زمین میں ہے اور آسماں میں ہے جو
الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ	مالک ہی ہے سب کا۔ تعریف ہے اسی کو
	تعریف سب اسی کو ہے اس جہان میں بھی

اور اُس جہان میں بھی تعریف ہی اُسی کی

وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝ — ہے وہ حکیم و دانا اُس کو ہی خبر سب

(کیوں اور کب ہی یہ اور ختم ہوگا یہ کب)

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ — جو کچھ زمیں کے اندر جاتا ہے جانتا ہے

وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا — جو کچھ زمیں سے باہر آتا ہے جانتا ہے

وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ — جو کچھ فلک سے نیچے آتا ہی علم اُسے ہے

وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا — جو کچھ فلک کے اوپر جاتا ہے علم اُسے ہے

وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ۝ — وہ مہرباں ہے سب پر ہی رحم عام اُسکا

بندوں پہ رحم کرکے سب جرم بخش دے گا

أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا — کیا دیکھتے نہیں تم ارض و سما کا گھیرا

خَلْفَهُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَوْ نُسْقِطْ — تم میں سے کوئی باہر اُس سے نہ جا سکیگا

عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ ۝ — چاہے تو وہ زمیں کو نیچے ابھی دھسادے

چاہے تو آسماں کو اب توڑ کر گرادے

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً — ہر ایک بندہ جس کو ہے پاس اُسکے جانا

لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۝ — لیتا ہی عبرتیں وہ گر ہے عقیل و دانا

مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ — جسکے لیئے کہ چاہے رحمت کا کھولدے در

فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ — جسکے لیئے کہ چاہے تالا لگادے اُس پر

فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ۝ — چاہے تو بند کردے ہی کون کھول سکتا

چاہے تو کھولدے وہ ہی کون بول سکتا

تمت بالخیر

خدا خود میر ساماں ہے ہر اک بے برگ و ساماں کا

ماکولات

ہوا کا اُٹھکے طوفاں بادلوں کو گھیر لاتا ہے، زمیں کو آبِ شیریں ابر کا سقا پلاتا ہے
قوائے نامیہ کا زور دانے کو بڑھاتا ہے، حرارت کے اثر سے آفتاب اُسکو پکاتا ہے

تجھے ہے فکر کیوں عارف خدا خود میر ساماں ہے

ملبوسات

کیا اک چوب سے ظاہر ملائم روئی کا ڈوڈا، لپیٹا گرد اُسکی بہت باریک اک ریشہ
کہیں پشتِ بُزکوہی پہ پشمینہ کیا پیدا، شکم سے کرم ناشی کے نکالا تار ریشم کا

تجھے ہو فکر کیا عارف خدا خود میر ساماں ہے

مشروبات

ذخیرہ شہد شیریں کا مگس کے نیش کے نیچے، زمیں اور کوہ میں ڈالے شیریں آب کے چشمے
مبدل خون کو شیر سفید و صاف میں کرکے، مہیا نعمتیں کیسی ہی کیا کیا اپنی نعمت سے

تجھے ہو فکر کیا عارف خدا خود میر ساماں ہے

ضروریات وغیر ضروریات

رکھی چقماق کے اندر امانت آتش سوزاں، طبق میں کوئلے کے ہر جگہ زینہ میں نہاں
بنا الماس بھی اس کوہ کوئلہ سے عقل ہے حیراں، غنی ہے ذات اُسکی ہیں سبب بے فکر [illegible]

تجھے ہو فکر کیا عارف خدا خود میر ساماں ہے

عارف

ہماری نئی ایجاد

مقوی باہ وجملہ اعضائے رئیسہ وجسم و دماغ کے لیے اکسیر ہے دنیا
بہر میں ہماری آتنک نگرہ گولیاں قوت بخشتی ہیں اور اپنے ہاتھوں
سے کھوئی ہوئی طاقت کو پھیر لانے میں مشہور ہو گئی ہیں بڑے بڑے
ڈاکٹروں وطبیبوں اور یورپینوں نے اسکو اکسیر سے زیادہ بڑھکر تجربہ
میں پایا ہے۔ ہزارہا سرٹفکیٹ موجود ہیں قیمت ۳۲ گولیونکی ایکروپیہ
ہمارا طلا واجی کرن تیل خارجی علاج دو ہفتہ میں نامرد کو مرد بنا دیتا ہے
قیمت فی شیشی چھ ماشہ تیل دعمہ پانچ روپیہ کی فرمائش پر ایکروپیہ کمیشن دیا جائیگا

پتہ وید شاستری جام نگر کاٹھیاواڑ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۲۱

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

جلد — نمبر

نظام المشائخ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۲؍ ششماہی ۱؍ نمونے کا پرچہ ۳؍

مقام اشاعت۔ دارالسلطنت دہلی کوچہ چیلان

یونین پریس دہلی میں چھپا

پرنٹر و پبلشر ۔۔ محمد الواحدی

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے قواعد وضوابط

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخکو (جو سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہی) شائع ہوتا ہی لیکن اسے کسی ایک سلسلہ سے خصوصیت نہیں۔ یہ تمام خاندانوں اور خانوادوں کا یکساں خدمتگزار ہی مضامین اسمیں علمی۔ تاریخی۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ اصلاحی۔ مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں تحریروں میں انشا پردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہی۔ حجم کم از کم ۷۲ صفحے مقرر ہے۔ سال میں ۷۲ * ۱۲ = ۸۶۴ صفحوں سے زیادہ ہو جائیں تو ہو جائیں۔ لیکن تخفیف کبھی نہیں ہوتی +

(۲) اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کر کے ۱۰-۱۲ تک انتظار کریں۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیئے ورنہ دوبارہ پرچہ کی قیمت لی جائے گی +

(۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیں ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے ”ٹاؤن“ یا شہر کے ڈاک خانہ کو دینی کافی ہی +

(۴) رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت میرے نام ہونی چاہیئے۔ خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف و خوشخط لکھیئے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتائیے۔ ورنہ تعمیل محال ہے۔ جوابی امور کے لیئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجئے +

(۵) رسالہ کی قیمت ہر حال میں پیشگی لی جاتی ہے۔ نمونہ کے لیئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں +

خاکسار

محمد الواحدی اڈیٹر رسالہ نظام المشائخ دھلی

۴۸۶

ایک بہت بڑی ضمانت

(یعنی مندرجۂ ذیل کتب میں کوئی کتاب پسند نہ آئے تو اُسے واپس کرکے اپنے دام منگالیجیے)

بزم فرید اگر جناب معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ اگلے وقت کے بزرگوں کی محفلوں میں کیسے چرچے رہا کرتے تھے اور آجکل مشائخ کی صحبتوں میں کیا افسانے ہوتے ہیں تو **بزم فرید** پڑھیں جسے ملا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ نے حضرت سلطان نظام الدین اولیاؒ کی مشہور تصنیف **راحۃ القلوب** سے ترجمہ کیا ہے قیمت بلا محصول صرف ۹؍

بیان خسرو محبوب المحبوب حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحعمری اور اُنکے کلام پر محققانہ ریویو از شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی۔ جیسے کا ذکر ہو ویسا ہی ذکر کرنیوالا بھی ہو۔ حضرت امیر صاحب کو کون نہیں جانتا۔ دنیاوی اعتبار سے بادشاہ کے مصاحب علم و فضل کے لحاظ یکتائے زمانہ۔ شاعری میں آج تک طوطیٔ ہند کہلائے جاتے ہیں۔ بزرگ اور اللہ والے تو تھے ہی جب پیر سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کی نظر لطف و محبت ہو وہ کیا کچھ نہ ہوگا۔ پھر اُنکے حالات آجکل کے سب سے بڑے تاریخ دان۔ زبردست انشا پرداز۔ شہرۂ آفاق فاضل نے قلمبند فرمائے ہیں لکھائی چھپائی دیکھنے دکھانے کے قابل۔ کاغذ اعلیٰ قسم کا ولایتی لگایا گیا ہے۔ قیمت بلا محصول ڈاک ۱۱؍

سرمد شہید مولانا ابو الکلام آزاد ایڈیٹر الہلال کی لکھی ہوئی سرمد شہید کی اردو زبان میں سب سے پہلی سوانحعمری جسکی نسبت سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب کی رائے ہے کہ باعتبار ظاہر اس سے اعلیٰ اور شاندار الفاظ کوئی نہیں جمع کر سکتا اور باعتبار معانی یہ سرمد شہید کی زندگی و موت کی بحث ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ مقامات درویشی پر ایک مستانہ اور البیلا خطبہ نظر آتا ہے قیمت ۳؍

اسلام کی برکتیں مصنفہ مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار۔ لفظ لفظ مقدس دین کی تصویر۔ جوش و خروش کا سیلاب سب سے بہا چیز قیمت بلا محصول ۳؍

چند دن بعد کیا ہوگا یہ مضمون مولوی محفوظ علی صاحب بی اے (علیگ) نے لکھا ہے۔ کلاں میں پڑے رہنے کے لائق باتیں ہیں قیمت ۲؍

شکوہ و فریاد ڈاکٹر اقبال اور مولانا سیاب کی مقبول عام نظمیں قیمت ۳؍

حالات خضر حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی پُراسرار لائف مرتبہ ملا محمد الواحدی قیمت ۲؍

اوڈیر کا خشر از مولوی ظفر علیخاں صاحب قیمت ۱؍

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ و مدد ویشس پریس ایجنسی دہلی کوچہ چیلاں

ج

فہرست مضامین رسالہ نظام المشائخ بابت ماہ جمادی الاخری ۱۳۳۲ھ
جلد ۵ نمبر ۶

٭ یہ کتاب اٹھ اٹھ یا سولہ سولہ صفحے کر کے ہر مہینے نکلتی رہے گی۔ ناظرین ان کے اوراق جدا جدا رکھیں۔ بڑی مفید اور دلچسپ چیز ہے۔ ایڈیٹر

ہمارے معاونین

جنہوں نے اِس مہینے رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت فرمائی اُنکے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں

جناب مولانا ابو الآزاد محمد الدین صاحب بلیقی دہلی ۲ - جناب مولوی عزیز الدین صاحب نصرتی چرتھاول - ا-
جناب مرزا محمد اسمعیل بیگ صاحب سنٹرل انڈیا ا - جناب راجہ فضل الٰہی صاحب بیچون ... ۲
جناب خواجہ فتح محمد صاحب وانو ..... ا جناب آغا شہباز خان صاحب پسرور ..... ا
جناب منشی وزیر علی صاحب امور ... ا جناب مرزا احمد بیگ صاحب دہلی ..... ا

جو خود خریدار ہوئے

جناب حاجی عبد الرحمٰن صاحب موضع رودہیلی
جناب منشی محمد ابراہیم صاحب مظفرنگر
جناب سید احمد میاں امین میاں صاحب سورت
جناب منشی محبوب خان صاحب بالاگھاٹ
جناب شاہ محمد عبد الرحیم صاحب ویلور
جناب قاضی مظہر الحسن صاحب بلھودہ
جناب حکیم محمد الیاس صاحب موانہ کلان
جناب منشی حیدر بخش صاحب ستی مزرعہ
جناب مولوی سید علی صاحب جدی بمبئی
جناب مرزا قادر بیگ صاحب سکندرآباد دکن
جناب پنڈت راج نرائن صاحب اجمیر شریف
جناب حکیم ہری گوبند صاحب حیدرآباد دکن
جناب نبی بخش صاحب مقام پٹدی

جناب منشی محمد زمان خان صاحب مقام کلو
جناب سعید الدین نیاز الدین صاحب داگران دہلی
جناب نصیر الدین صاحب مقام اونہ
جناب منشی عظیم خان صاحب سکندرآباد
جناب مولوی طراز شرف علی صاحب حیدرآباد دکن
جناب منشی عبد الحمید صاحب چھاؤنی بنارس
جناب محمد علی خان صاحب شیخوپور
جناب زین الدین صاحب موضع اونٹا
جناب مولوی حکیم عبد الحی صاحب ایم آئے کھنپور
جناب امان اللہ صاحب لاہور
جناب محمد عمر علی صاحب میرٹھ
جناب عبد الشکور صاحب بارہ ضلع مظفرنگر

شکر گزار محمد الواحدی

خاک کی چٹکی

جائس میں ظہور مسیحا اور آب حیات کی تقسیم

آپ نے سنا ہوگا کہ جائس ضلع رائے بریلی میں چشتیہ خاندان کے ایک بزرگ کا ظہور ہوا ہے جو ہر قسم کے بیماروں کو پانی مرحمت فرماتے ہیں۔ یہ پانی چالیس روز استعمال کیا جاتا ہے جس سے مرض بالکل جاتا رہتا ہے۔ بیشمار ہندو۔ عیسائی۔ انگریز وہاں جاتے ہیں اور صوفی مسیحا کا فیضان دیکھکر حیران ہوتے ہیں۔ اخبار پائنیر کا نامہ نگار بھی اس عجیب خبر کی تحقیقات کے لیے جائس گیا تھا اُس نے لکھا ہے کہ اس فقیر کو ہپناٹزم آتا ہے مگر خوب طاقت وار عمل ہے کہ لاکھوں آدمیوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور طاقت کم نہیں ہوتی۔ ہندوؤں کے روزانہ انگریزی اخبار لیڈر میں ایک ہندو وکیل نے لکھا ہے کہ میں نے جائس کے شاہ صاحب کا پانی استعمال کیا۔ مجکو اور میرے بہت سے ہندو دوستوں کو اُس پانی سے از حد فائدہ ہوا سائنس والے بتائیں کہ اسمیں کیا راز ہے:

خلقت کے رجوع کا یہ عالم ہے کہ جائس کے اسٹیشن سے لیکر شاہ صاحب کے جائے قیام تک جو ریل سے چھ میل ہے نو سو بیل گاڑیاں روانہ مسافروں کو لاتی اور لیجاتی ہیں۔ اور حکام ریل کو اسپشل گاڑیاں چھوڑنی پڑتی ہیں[1]

---

[1] ہم نے انتظام کیا ہے کہ جائس سے منگا منگا کر یہ پانی ہی اُن لوگوں کو بذریعہ پارسل بھیجیں جو خود جائس نہیں جاسکتے قیمت کچھ نہیں مگر پانی کے مہیا کرنے اور روانگی وغیرہ کے مصارف حساب لگایا گیا تو فی شیشی ۸ر سے کچھ اوپر پڑتے ہیں فی ۱۲ار کا معاوضہ ہوگا۔ مانگ بہت زیادہ ہو تو اس کی ممکن ہے۔ مگر بار بار کی ترمیم و تنسیخ ضروری نہیں۔ ۱۲ار کی رقم ایسی ہے کہ صحت کے مقابلہ میں ہر شخص بخوشی اسے گوارا کرلیگا۔ اگر اس میں سے کچھ بچت ہوتی تو وہ کسی کار خیر میں خرچ ہوگی میرے عقیدے میں اس سے ذاتی فائدہ اٹھانا حرام سے بدتر ہے۔ کوئی اسکا ارادہ بھی کرے گا تو اس پانی کا اثر جاتا رہے گا۔ اور ارادہ کرنے والے کو بھی اُلٹا نقصان پہنچیگا **ترکیب استعمال** ایک شیشی ایک آدمی کے لیے چالیس دن کو کافی ہے۔ چند قطرے کنوئیں کے پانی میں ملاکر روز صبح پینے چاہئیں۔ منہ پر کوئی مرض ہو تو اسکا لگانا بھی مفید اور نہایت سودمند ہے۔

محمد الواحدی

بنارس میں اظہار کرامت

چونکہ جانس کے چشتی صاحب پانی میں ہاتھ ڈبو کر دیتے ہیں۔ اس لیے بنارس کے برہمنوں نے ایک ہندو کو اس پانی کے پینے سے منع کیا کہ جس پانی میں مسلمان نے ہاتھ ڈالا ہو اُسکا پینا دہرم کو خراب کرلینا ہے۔ ہندو نے جواب دیا کہ لاکھوں ہندو یہ پانی لاتے اور پیتے ہیں مجھے کیوں روکتے ہو۔ مگر برہمنوں نے جبراً وہ پانی پھینک دیا۔ پانی کا زمین پر گرنا تھا کہ ایکا ایکی اُس جگہ ایک بیل پیدا ہوگئی اور وداز کدو اُس بیل میں نمودار ہوگئے۔ یہ کرامت دیکھکر برہمنوں میں تہلکہ برپا ہوگیا۔ اور اب جوق جوق وہ لوگ بھی **چشتی مسیحا** سے پانی لینے جاتے ہیں +

یہ کیا بھید ہے

آجکل ہر شخص کی زبان پر انہیں شاہ صاحب کا چرچا ہے۔ ۱۷-۱۸- ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ کو جبکہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رح کا دہلی میں سالانہ عرس تھا۔ اور متعدد بزرگ اور مشائخ اس عرس میں آئے ہوئے تھے میں نے ایک جلسہ میں **چشتی مسیحا** کا ذکر سُنا۔ ایک نامور بزرگ سے اُن کا مرید دریافت کر رہا تھا کہ یہ کیا بھید ہے۔ اُن بزرگ نے ارشاد فرمایا "اب وقت آگیا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے غیبی کرشموں کو ظاہر فرمائے۔ اور منکروں کو ہدایت دے جو ڈاکٹری طب کی ترقیوں اور سائنس کے عجائبات کے سبب قدرت خدا سے پھرے جاتے ہیں جسکا نام اعجاز ہو جس کے سامنے عقل علم سائنس سب عاجز ہو جاتے ہیں"۔ اسکے بعد فرمایا "کہ اب وقت آتا ہو کہ درخت۔ پہاڑ۔ دریا فیض پہنچائینگے یعنی اولیا اللہ۔ درختوں پہاڑوں۔ دریاؤں کی جانب اشارہ کردینگے تو خدا تعالیٰ اُن میں یہ اثر پیدا کرے گا کہ جو مریض درخت کے سایہ میں بیٹھے۔ دریا میں نہائے۔ پہاڑ پر

چڑھے تو فوراً تندرست ہو جائے" مرید نے عرض کیا کہ حضور آجکل ہندوستانی دن
بدن کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ چہرہ اُداس زرد۔ بدن ناتواں آنکھیں بیکار۔ دل و دماغ
بے اطمینان حواس باختہ **جگر و معدے خراب**۔ جریان و امراض مخفی کی کثرت
اگر یہی حالت چند روز اور رہی تو ہندوستان کی نئی نسل بالکل تباہ ہو جائے گی
اور تندرستیاں برباد ہو جائیں گی شاہ صاحب نے فرمایا "نہیں نہیں اسکا بھی وقت آگیا
کہ قدرت اپنی مخفی طاقتوں کو نمودار کرے۔ اور نوخیز و بے خبر لڑکے اپنی حرکات ناشائستہ
سے زندگانی برباد نہ کریں"۔ مرید نے عرض کی۔ یہ کب ہوگا؟ اور کیونکر ہوگا؟ ارشاد ہوا
"جس طرح جائس میں ہوا اور **معمولی پانی آب حیات بن گیا**۔ اسیطرح
پر خاک کی چٹکی میں اثر پیدا ہوگا"۔ اس کے بعد شاہ صاحب نے چند دواؤں کے نام لیے
کہ ان میں خدا تعالی نے اس زمانہ کی ضرورت کیموافق عجیب و غریب تاثیر رکھی ہے اگر
ان کا استعمال کیا جائے تو معدہ۔ جگر۔ گردہ کی حالت درست ہو جائے گی۔ جریان
جاتا رہیگا۔ جو عموماً قبض اور خرابی معدہ و جگر و گردہ سے ہوتا ہے۔ چہرہ پر رونق آجائیگی
اور دائمی قبض تو فوراً جاتا رہیگا۔ اس نسخہ کے اوصاف سُن کر میں نے اسکو لکھ لیا اور
شاہ صاحب سے اِسکی اشاعت کی اجازت حاصل کر کے تیار کرایا۔ آٹھ روز کے عرصہ میں
۳۳۔ آدمیوں کو اس نسخہ کا استعمال کرایا گیا۔ ۳۲ کو تو فوری فائدہ معلوم ہوا۔ ایک صاحب
نے کہا کہ انکو اب تک بدیہی اثر نظر نہیں آتا۔ آٹھ شخص بیان کرتے ہیں کہ ان کا سالہا
سال کا قبض جاتا رہا۔ بھوک تیز ہوگئی۔ چہرہ کی زردی جاتی رہی۔ گردہ میں پیشاب کرنے
کے بعد جو ہلکا ہلکا درد ہوا کرتا تھا ایکدم مفقود ہو گیا۔ کئی حضرات جریان اور کثرت
احتلام کے شاکی تھے وہ کہتے ہیں کہ وہ اس دوا کے استعمال سے بالکل تندرست ہوگئے
لیکن اُنکو ہنوز اندیشہ ہے کہ شاید یہ نفع عارضی ہو۔ یہ حالت دیکھکر میں نے شاہ صاحب سے
جبکہ وہ دہلی سے روانہ ہو رہے تھے دریافت کیا کہ کتنی مدت تک اسکا استعمال کرنا ہوگا

فرمایا کم از کم چالیس روز متواتر اسکا استعمال کرنا چاہیئے کہ فقیر کا ہر کام چلہ کا محتاج
ہی۔ یہ سنکر میں نے استعمال کرنیوالے مریضوں سے کہدیا کہ وہ چالیس روز دوا کھاتے رہیں
بزرگوں کے اس فیض کو عام کرنیکے لیے نظام المشائخ میں بھی اعلان کیا جاتا ہے
کہ ناظرین نظام المشائخ بھی اس دوائی غیبی کا تجربہ کریں۔ میرا تو ایمان ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو غیب کے لازوال خزانے عطا فرمائے ہیں۔ یہ دوا
کیا خبر نہیں کیا کیا چیزیں ان کے پاس ہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ ناظرین بھی اسکا
تجربہ کریں۔ اور چالیس دن نہیں تو آٹھ دن مسلسل اسکا استعمال کرکے دیکھیں۔ آٹھ
دن کی دو وقتہ خوراک کی لاگت ایک روپیہ ہوگی۔ محصول علاوہ۔ اگر آٹھ دن میں فایدہ
محسوس ہو تو چالیس دن شاہ صاحب کی ہدایت کے موافق دوا کھائیں۔ اور نتیجہ
سے دفتر نظام المشائخ کو آگاہ کریں تاکہ اندازہ ہو کہ جو نتیجہ دہلی میں نکلا ہے
وہ کہاں تک درست ہی۔ اس نسخہ میں کوئی چیز تیز یا مضر نہیں ہے۔ اس لیئے ہر شخص
بے تامل استعمال کرسکتا ہے۔ مکرر عرض ہی کہ یہ دوائی محض مریضوں کے لیئے مخصوص
نہیں ہے۔ تندرست لوگ بھی اسکا استعمال کریں تو اُن کے ہاضمہ میں قوت ہوگی
اور غذا جزو بدن ہوکر خون صالح پیدا ہوگا۔ قوائے مردانگی میں توانائی آئیگی۔ آنکھوں کی
روشنی بڑھیگی۔ دل میں ایک قسم کی اُمنگ اور جرأت پیدا ہوگی جو کام دو دن میں ہوتا
تھا ایک دن میں ہنستے کھیلتے پورا ہوجائے گا۔ اور تکان معلوم نہ ہوگی۔ الغرض اس ہفتہ
بھر کے تجربہ نے اس دوا کی عجیب تاثیر دکھائی ہے۔ کچھ تعجب نہیں کہ جائس کے شاہ
صاحب کے پانی کی طرح دوا بھی ہندو مسلمانوں کو ویسا ہی عظیم الشان فائدہ پہنچائے اور
تمام ہندوستان میں اسکا غلغلہ مچ جائے۔

راقم خاکسار محمد الواحدی

اوڈیٹر اخبار طبیب و نظام المشائخ۔ شہر دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

رموز حیات

اس مضمون میں ہمیں اُن قوائے اندرونی سے بحث کرنی ہے جنکو ٹھیک ٹھیک سمجھنے اور برتنے سے انسان کے لیئے ہر جائز ترقی کا دروازہ کھُل جاتا ہے اور زندگی قابلِ قدر و شکرگزاری بنجاتی ہے۔ خیال کو معلومات حیات انسانی میں بہت بڑا دخل ہے۔ حتیٰ کہ اکثر صورتوں میں بہت کچھ زندگی خیالات ہی کے نتائج سے مرتب ہوتی ہے۔ اگر خیالات کا اُبال کسی اصلی اور صحیح مادہ کے جوش کھانے کا نتیجہ ہے تو انسان کی زندگی نہایت صحیح اور پائدار اصول پر قائم ہوگی۔ اگر اسکے برعکس ہے تو نتیجہ بھی برعکس ہوگا۔ کسی صحیح مادہ کی تحریک اول جو قلب انسان میں پیدا ہوتی ہے۔ اُسے ایمان کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل اور پھیلاؤ کا نام عقائد ہے۔ اور یہ دونوں ملکر خیال پر جو اثر پیدا کرتے ہیں۔ اور پھر

خیال کے زیر سایہ جس طرح زندگی مرتب ہوتی ہے اُسے اعمال سے تعبیر کیا جاتا ہے
صحت اور اصلیت قلب کی تہ میں ہے اور جب اس میں تحریک پیدا ہوتی ہے
تو اُسکا نشانہ قلب کی چاندماری پر جا لگتا ہے اور وہاں سے کل دار و گیر شروع
ہوتی ہے۔ اب سب سے پہلے یہ پتہ لگانا چاہیئے کہ اصلیت یا صحت اپنی ذات
میں ہے کیا شئے۔ اور جب اُسی کے متحرک ہونے سے دنیا میں ہر عمدگی اور
خوبی کا وجود ہے تو وہ ذرائع کیا ہیں جن سے وہ تحریک میں آسکتی ہے۔

ساری دنیا کی جان بلکہ جان کی بھی جان۔ ہر سطح کا عمق بلکہ عمق کی تہ ایک
ذات واحد ہے جسمیں وہ کل جوہر مضمر ہیں۔ جو عالم عرض و سبب میں ظہور پذیر ہوکر
آفرینش و بقا و فنا ر کائنات کے قواعد کا کلیہ ہیں۔ ذات ہر شئے میں ساری
و طاری ہے۔ اور انسان جو بدرجۂ اکمل مظہر ذات ہی صرف اسی وجہ سے اُن سب
اسباب پر قادر ہے جو ذات کے جلو میں کام کرتے ہیں۔ انہی اسباب کو آفرینش
و بقا و فنا ر کائنات کے قواعد کا کلیہ کہنا چاہیئے۔ اور انہی کی مکمل فہرست بنانا
انکو اچھی طرح سمجھ لینا اور اُنکا رخ دیکھکر کام کرنا انسان کو اشرف المخلوقات کے
لقب کا مستحق کرتا ہے۔ اگر ذات یکتا و یکساں نہ ہوتی تو دنیا میں کوئی کلیہ قائم
نہ ہوسکتا۔ سوسائٹیوں اور افراد میں یکتائی اور یکسانیت کا خیال ہی نہ پیدا
ہوتا۔ اگر ذات معطل محض ہوتی اور اُسکے جلو میں متذکرہ بالا اسباب نہ ہوتے تو کوئی
شخصی زندگی اس سے گرمی پاکر نشو و نما نہ پکڑ سکتی۔ کل عالم میں یہ چلت پھرت
نہ ہوتی۔ اور ایک ایسی حالت ہوتی جسے سکون محض کہنا چاہیئے۔ یہ حالت باعتبار
مشاہدہ بھی محال ہے اور یہ بات کہ انسان ترقی کرتا ہے اس بات کا ثبوت ہے کہ
ذات متصرف ہے اور ذات کا متصرف ہونا انسان کے لیئے ترقی کو لازمی کرتا ہے
وہ اس کا۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ اصلیت یا صحت ذات ہی۔ اور اس تحریک اور ترقی ہے جو انسان کا ایمان ہے۔ نیز یہ کہ ترقی کا مرکز انسان میں ہے نہ کہ اس سے باہر ؎

کہیں تجکو نہ پایا گرچہ ہم نے اک جہاں ڈھونڈا پھر آخر دل ہی میں دیکھا بغل ہی میں سے تو نکلا

اس کے بعد ان اسباب کی توضیح ہونی چاہیئے جو نظام عالم کے کلیے ہیں اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ خود انسان میں کیا کیا قوے ہیں جو ان اسباب سے دست و گریباں ہو سکتے ہیں اسباب کو ڈھونڈھنا اور اُنپر تسلط کرنے کے قابل جو قوے ہیں اُن کو باہر نکالکر لانا صحیح مادہ کو تحریک میں لانا ہے۔ اس کام کو انجام دینے کا صرف یہی کامل ذریعہ ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ترقی کرنا تو دین ایمان ہی ٹھیرا صرف یہ دیکھنا باقی ہے کہ کن کن باتوں میں ترقی کرنا ہے۔ اور اسکے ذرائع ہم میں کیا موجود ہیں۔ کل کائنات کی بنا اور گویا آفرینش کی اصلی رمز محبت ہی۔ اسی چاشنی سے یہ کل قوام تیار ہوا ہے۔ اس دعوے کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ شخصی زندگیوں میں بمقابلہ اور اجزا کے یہ جزو بہت زیادہ عام اور دخیل ہے۔ بنیاد اس کل تماشا گاہ کی محبت ہے۔ اس کے قیام میں عدل کا تصرف ہی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر جاندار ناروا جبر سختی سے گریز کرتا ہے اور غلام تک اپنے دل میں عدل کا امیدوار ہوتا ہے اس کے قیام کے لیئے ہمت کا ضامن دیا گیا ہے اور کن فیکون سے لیکر آج تک بغیر صرف ہمت کے کوئی گاڑی نہیں چلی۔ اور نہ آیندہ۔ محبت عدل اور ہمت نظام عالم کے اصلی اور زبردست کلیئے قرار دیئے جا سکتے۔ باقی جو کچھ ہے وہ ان کے فروعات ہیں اور ہر صاحب ایمان یعنی ترقی کرنے والے انسان کا فرض ہے کہ ان اجزا کے عمل کو محسوس کرے۔ اور خیالات پران کا پورا اثر ہے۔ باعتبار اسکے کہ یہ قواعد عالمگیر ہیں۔ ہر زندگی میں اُنسے یکساں متاثر ہوتی ہے اور جہاں کہیں نتیجہ برعکس دکھائی دیتا ہے

ضرور ہے کہ کچھ موانعات ایسے حائل ہوں جو اُن کے اثر کو باطناً محسوس ہی نہیں ہونے دیتے۔ اِن اجزا کی کارپردازی کو بدرجہ اکمل اور بے حجاب اپنے میں دیکھنا اور رشتہ اُن کا اپنے منبع یعنی بحر ذات سے ہی۔ اُسے بے کم و کاست پہچان لینا اعلیٰ مقصد حیات ہی۔ عالم اندرونی میں یہ اجزا ایمان۔ عقائد خیالات اور ارادوں کے لباس میں جلوہ گر رہتے ہیں۔ عالم بیرونی میں بھی۔ اور صرف یہی اپنے اپنے موقع اور محل پر عملاً ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ بہرحال خلوت اور جلوت دونوں میں انہی کا تصرف ہے۔ اور چونکہ یہ خود ذات سے قوت پذیر ہیں۔ اسلیئے هُوَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ دین و ایمان ٹھیرا۔

ہمارا ترقی کرنا یہی ہے کہ ہم میں محبت بڑھے۔ عدل دستور العمل بنے اور ہمت ہر وقت ہماری سربراہی کرتی رہے۔ جہاں تک انکا تعلق ہم سے اندرونی طور پر ہے ہم اُنکے معاملہ میں قوائے باطنی سے کام لیں۔ اور جہاں یہ بیرونی شائبۂ زندگی سے وابستہ ہیں۔ وہاں قوائے ظاہری سے اُن کا عملدرآمد کیا جائے۔ اس بارے میں کامیاب ہونیکے ذرائع ہم میں یہ موجود ہیں کہ سب سے پہلے تو یہی ہمارا ایمان ہے کہ ہم ترقی کے موضوع اصلی ہیں اور مبداء فیاض جسکے پرتو فیض سے محبت عدل اور ہمت قایم ہیں۔ ہمارے لیئے بنا بنایا آئیڈیل[1] زندگی کا موجود ہے بلکہ وہ آئیڈیل خود ہماری زندگیوں میں جلوہ گر رہے ہیں بفحوائے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً صرف اسے بدرجۂ اولیٰ ظہور میں لانا ہے۔ اس اندرونی یقین کے بعد صرف یہ کرنا باقی ہے کہ آئیڈیل کو جسقدر زیادہ ہو سکے سامنے رکھیں۔ وہ خود دل میں ایک گرمی پیدا کر دے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ترقی کے اسباب خارجی بھی سب مہیا ہو جائینگے۔

[1] یہ لفظ اُن انگریزی الفاظ میں سے ہے جن کا اردو میں صحیح ترجمہ ہونا قریباً محال ہے اسکا مفہوم ہے مقصد اعلیٰ۔

یہاں تک تو اصولی بحث تھی۔ اب ہم ذرا بدیہیات میں آکر یہ بیان کرنا
چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانانِ ہند کو محبت عدل اور ہمت کی کس طرح جلا کرنی چاہیے
اور زمانہ کی رفتار اور ضرورت کے موافق ان سے کیا کام لینا چاہیئے۔ ہماری جو موجودہ
حالت ہے اور جس میں ہم ترقی نہ ہونے سے خدا کی زمین و آسمان ہم پر تنگ ہوتے
نظر آتے ہیں۔ ضرور بضرور فطرت کے مقررہ قواعد کے تحت میں ہے۔ انہی قواعد کے رو سے
ہم پستی میں ہیں انہی قواعد کے موافق ہم ترقی کرسکتے ہیں۔ ہمارا تنزل اس وجہ سے
ہے کہ ہم نے فطرت کے عالمگیر قواعد کے خلاف کارروائی کی محبتوں کو منتشر اور
ضعیف کردیا۔ عدل سے منہ موڑ لیا۔ اور ہمت کو زنانہ لباس پہنا دیا۔ ترقی کرنے
کی یہی صورت ممکن ہے کہ محبتوں کو مجتمع کرکے اصلاح قوم کی جانب رجوع کریں عدل
کی تعمیل میں حقوق اللہ و حقوق العباد کو پہچانیں اور اسکے موافق عملدرآمد کریں۔ اور
سب سے بڑھکر ہمت اور بلند حوصلگی کی ہر اس رمق کو جو ہم میں سے متحرک کرکے فلاح
اور بہبود قوم میں صرف کریں۔ میری رائے میں ہر مسلمان کو تجدید ایمان کرنا چاہیئے۔
اگر اب تک کسی نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تھوڑی سی حسب عادت اور مثل ایک کل کے
عبادت کرلینا اور ہر طرف سے آنکھیں بند کرکے پستی کی حالت میں پڑا رہنا نجات کے
لیئے کافی ہے۔ اور خدا اور اُس کا رسول ہم سے راضی ہے تو جہاں تک جلد ممکن ہو
اس مغالطے سے اپنے آپ کو نکالنا چاہیئے۔ ہم دکھا چکے ہیں کہ انسانی فرض منصبی
ترقی کرنا ہے۔ ہر مسلمان کو اپنا ایمان لانا چاہیئے کہ میں اسی صورت میں نجات کا مستحق
ہوں۔ جب میں حسب منشا، خدا و رسول ترقی کروں۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ خدا و
رسول کی خوشنودی کے لیے مسلمانوں کو ترقی حاصل کرنیکے رستہ میں جانیں
دینی پڑتی تھیں۔ مال لٹانے پڑتے تھے۔ بے گھر بے در ہونا پڑتا تھا۔ اللہ کا
احسان ہے کہ ہم مسلمانان ہند کو ان سخت آزمائشوں میں سے ایک کا بھی سامنا

نہیں کرنا ہے ہمیں تو گنی چنی یہ دو تین باتیں کرنی ہیں کہ دل سے خدا اور اُس کی
خوشنودی اپنی اصلاح حال میں تسلیم کرکے گورنمنٹ کی وفاداری۔ ترقی تعلیم۔
تحفظ قوائے اور کفایت شعاری پر ٹوٹ پڑنا چاہیئے۔ صرف محبت کے لیئے
ہمارے سامنے ایک بڑا وسیع میدان غریب بیکس ناسمجھ جاہل مسلمانوں کا ہے۔
تھوڑی سی توجہ خدا ترسی اور منکسر المزاجی سے ہمیں اُنکے ساتھ محبت اور ہمدردی
پیدا ہوسکتی ہے۔ تصویریں تو پہلے مسلمانوں میں ہوتی نہ تھیں اور ہوتی بھی تھیں
تو خال خال مگر خدا کے ناموں۔ اچھے اقوال۔ پاکیزہ اشعار وغیرہ کے طغرے۔ اور
قطعات اکثر ذی استطاعت لوگوں کے کمروں میں لگے ہوئے ہوتے تھے مطلب
یہ تھا کہ وہ چیزیں وقتاً فوقتاً نیکی کی طرف مائل کرتی رہیں۔ اب جو زمانہ کی ضرورت
کے موافق ہماری نیکیوں کی فہرست از سرِ نو مرتب ہوئی ہے تو ہمیں چاہیئے
کہ اُس فہرست کو مختلف صورتوں میں اپنی پیش نظر رکھیں۔ قطعوں میں طغروں
میں۔ سادی تحریروں میں۔ تصویروں میں۔ الغرض جس طرح ہوسکے وہ فہرست ہماری
آنکھوں کے سامنے رہے۔ کہیں یتیموں کی طرف متوجہ کرنے کا کوئی سامان ہو یا کہیں
قوم کے جہل و تعصب کا رونا دل نرم کرنیکے لیئے موجود ہو۔ کہیں فضول خرچی
کی ڈراؤنی صورت دل وہلا دے۔ کہیں بے دینی کا مرقع خون کے آنسو رلادے۔
دیکھیں کب تک اثر نہیں ہوتا۔ بادی النظر میں اس بات پر ہنسی آئے گی مگر یہ کرنے
کی بات اور اصلاح قلب کے مسلّم طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ میں صرف ذرا
نیا رنگ دیکر عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض اوقات خالی الذہن ہوکر اور اکیلے
میں بیٹھکر قلب کی طرف متوجہ ہو کر "ترقی تعلیم" "تحفظ قوائے" "کفایت شعاری"
وغیرہ وغیرہ الفاظ کا ورد کرنا چاہیئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اپنی عادت کے موافق
دل ان چیزوں کو خود اپنے میں جگہ دے لیگا۔ اور جب ایک دفعہ دل میں بس گئیں

تو پھر ظہور میں آنا مشکل ہے۔ ایک بڑی عمدہ ترکیب دماغ و قلب کو صحیح رکھنے اور صحیح کاموں کیطرف متوجہ کرنے کی یہ ہے کہ عمدہ چیزوں۔ عمدہ کاموں۔ عمدہ لوگوں کی تعریف اکثر کرتے رہنا چاہیئے۔ اس ترکیب کا سریع التاثیر ہونا اور اس کے فوائد دو چار ہی دن کے تجربہ سے واضح ہو سکتے ہیں۔ فرض کیجیے کہ صبح کے وقت ایک شخص نے پندرہ منٹ یا آدھ گھنٹہ کسی اچھی چیز۔ اچھی بات یا اچھے کام کی تعریف میں گزارا اور بعد میں اپنے معمولی دنیاوی مشاغل میں مصروف ہو گیا تو تقریبًا چھ سات گھنٹہ کے بعد اسپر خود بخود پندرہ بیس منٹ کے لیئے ایسی حالت طاری ہوگی جس میں وہ اپنے آپ کو بہت سی قیود سے آزاد سمجھے گا اور ترقی کرنیکے لیئے مستعد تیار پائے گا۔ برعکس اسکے اگر کسی بری یا نفرت انگیز چیز کے متعلق وقت صرف کیا ہے اور بیزاری اور غصہ پیدا ہوا ہے تو وہی سات آٹھ گھنٹے کے بعد پستی کا ایک حملہ ہوگا۔ جس میں وہ شخص اپنے تئیں بہت سی باتوں سے مجبور۔ مظلوم اور مقید تصور کرے گا۔ اور یہ سب ترقی کے دشمن جانی ہیں۔ ان عملی تجاویز سے جو صرف بذریعۂ قوائے اندرونی ہم کام میں لاسکتے ہیں۔ بہت سے ایسے موانع دور ہو جائینگے جو ہمیں پست ہمت کرتے ہیں۔ اور طائر ترقی بہت کچھ بلند پروازی کرنے لگیگا۔ زندگی میں عملی پاکیزگی پیدا کرنے کی ایک اندرونی تدبیر یہ ہے کہ ماں بہن بیٹی یا مثل اُنکے محرمات کا خیال اکثر دلمیں رکھنا چاہیئے اور اُن کے حق میں دعا کرنی چاہیئے۔ دعا کے معنی ہیں قلب کو متحرک کرنا کسی ضروری خیال کے متعلق۔ آپ یہی دعا کیا کیجیے کہ یا اللہ ہمیں تعلیم سے بہرہ ور کر جس قدر باطن میں مشغول ہو کر دعا مانگیے گا۔ اُسیقدر قلب اس سے متاثر اور چاشنی یاب ہوگا اور اسپر ملمع چڑھا اور عمل کی توفیق ہوئی صحت کے لیئے احتیاطیں۔ غذائیں دوائیں حسب ضرورت ہر شخص استعمال کرتا ہے مگر ایک ہلکا سا نسخہ ہم بتائیں۔ اگر

مارالّلحم انگوری دو آتشہ کا کام نہ دے تو جبھی کہنا۔ ہنسکر نہ ٹالیئے اور صرف آٹھ دس دن استعمال کرکے دیکھیئے۔ وہ یہ ہے کہ کھانے سے ۵ منٹ بعد تک طبیعت کا رُخ عبادت آمیز رکھیئے۔ اور ایک شکرگزاری کی کیفیت اپنے اوپر طاری رکھیئے۔ پھر دیکھیئے کہ دل و دماغ کیا تیلا پاتا ہے اور صحت کیسی عمدہ رہتی ہے۔ اوّل اوّل اِن مشقوں کا کرنا ذرا شاق اور بے کھیل معلوم ہوتا ہے مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد اُن سے فیضیاب ہوکر زبانِ حال سے یہ شعر کہتا ہے ؎

سالہا دل طلب جامِ جم از ما میکرد آنچہ خود داشت زبیگانہ تمنا میکرد

ہمیں سب کچھ معلوم ہے۔ اپنی پستی معلوم ہے۔ اوروں کی ترقی معلوم ہے۔ مذہب کی برکات سے واقف ہیں۔ گورمنٹ کے احسانات سے دن رات فیضیاب ہوتے ہیں اور جانتے ہیں ہمیں کن کن چیزوں کی ضرورت ہے اور اُنکے حاصل کرنیکے کیا ذرائع ہیں کمی صرف اِس بات کی ہے کہ ہماری عملی قوت اسقدر نہیں جس قدر ہونی چاہئیے ایک ترکیب تو عملی قوت بڑھانے کی یہ ہے کہ تقریروں۔ لیکچروں۔ اور مضامین سے قوم کو جگایا جاوے۔ یہ جب سے شروع ہوا قوم دن بدن سنبھلتی جاتی ہے۔ میری ساری کوشش اِس مضمون میں اسباب کے پیش کرنے کی ہے کہ اندرونی قوت عملیہ کیطرف بھی توجہ کرنی چاہیئے۔ فرض کیجیئے کہ ایک شخص کے خیالات منتشر رہتے ہیں۔ اور وہ کوئی اچھا کام جسکے لیے یکسوئی درکار ہے نہیں کرسکتا ہم اُسے کتاب پڑھاتے ہیں جس میں انتشار کی بُرائیاں۔ یکسوئی کی تعریفیں وغیرہ لکھی ہوئی ہیں لیکچر سناتے ہیں۔ ترغیب دلاتے ہیں۔ اُن لوگوں کی مثالیں پیش کرتے ہیں جن کو انتشار سے نقصان پہنچا اور جو یکسوئی کی بدولت فائزالمرام ہوئے۔ اِن سب کوششوں سے ہم اُسمیں ایک جھرجھری پیدا کرتے ہیں۔ اور ایک حد تک کامیاب بھی ہوتے ہیں اِن کو ہم بیرونی تدابیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب انتشار رفع کرنے اور یکسوئی پیدا

کرنیکے لیے اندرونی ذرائع بھی ہیں جو ان بیرونی تدابیر سے مستغنی ہیں اور
ان سے بدرجہا زیادہ سریع الاثر۔ ہم اُسی آدمی کو فوراً چند ضروری قواعد روزمرہ
کی زندگی کے بتاتے ہیں اور یہ کہ وہ اپنے اندرونی قولے سے کام لے دن رات
میں صبح و شام مگر زیادہ ترصبح کا وقت نیچر کے سکون کی حالت میں ہونے کا ہوتا
ایسے وقت میں اُس شخص کو چاہیئے کہ تنہائی میں تھوڑی دیر بیٹھکر خاموشی کے ساتھ
کوئی ایک لفظ ایک فقرہ ایک خیال لیکر اُسپر غور کرے اور پھر چھوڑکر اپنے اور کاموں
میں مصروف ہو۔ پھر دوسرے روز ایسا ہی کرے۔ اور اسی طرح چند روز کرتا ہے یکسوئی
کی عادت ہوجائے گی۔ محض مبتدی کے لیئے سب سے آسان ترکیب یہ ہی کہ سانس کی
ضربوں کو گنے۔ سانس ایک ہلکی سی ضرب نیچے دیتا ہے ایک اوپر۔ ان کی طرف توجہ کرے
رفتہ رفتہ یکسوئی پیدا ہوجائے گی۔ ان تفکرات۔ تخیلات اور مشقیات کا ایک مستقل
فن ہے۔ اور اسکے سیکھنے سے آدمی بجائے غلام ہونیکے اپنا آقا ہوسکتا ہے آدمی
آدمی بن سکتا ہے۔ ہمارے ہاں تھا مگر اب مُردہ ہے۔ امریکہ میں آج لاکھوں آدمی اسے
عمل میں لارہے ہیں۔ اور ترقی کی کوئی منزل اُنہیں دشوارگزار نہیں معلوم ہوتی اس کی
تائید میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ امریکہ کے ایک لائق اہل دل ڈاکٹر کوس ٹیبل
صاحب جو فلسفہ اور طبعیات میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور وہاں کے کئی اضلاع کے
مقتدا مانے جاتے ہیں کئی سال ہوئے ہندوستان میں تشریف لائے تھے۔
نینی تال آئے تو میں بھی انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ دس بیس ہندو
مسلمان اور بھی موجود تھے۔ یہ ذکر شروع ہوا کہ ہندوستان میں قومی محبت بہت
کم ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں اُسکی اندرونی علی تدبیر بتاؤں گا۔ دوسرے دن شام کے
وقت ہم سب کو ایک علیحدہ جگہ لے گئے۔ حلقہ کیا۔ یعنی سامنے آپ بیٹھے اور گرد و
پیش ہم سب کو بٹھایا۔ آنکھیں بند کرائیں اور کہا کہ قلب کی طرف متوجہ ہوکر یہ تصور کرو

کہ ہم میں سے ایک درخت پیدا ہو کر کل عالم پر سایہ کرتا ہے۔ کوئی دس منٹ تک ہم لوگوں نے ایسا کیا۔ کبھی کبھی طبیعت بٹ بھی جاتی تھی۔ مگر ایک عجیب سرور معلوم ہوا۔ اور اُنکے جانیکے بعد بھی فرداً فرداً ہم میں سے بعض نے ایسی نشستیں کیں اور قوائے اندرونی کے جلاء سے اپنے میں بمقابلہ پہلے کے ہمت اور ہمدردی وغیرہ کے مادّہ کو زیادہ پایا۔ جو لوگ اپنے لیئے۔ قوم کے لیئے۔ مُلک کے لیئے۔ مذہب کے لیئے کچھ کرنا چاہتے ہیں وہ ضرور اِس فن کیطرف توجہ کریں۔ اوّل اوّل مبتدی کو غذا کا اعتدال بھی نہایت مفید ہوتا ہے۔ اِن غذاؤں صحبتوں اور مشاغل سے جو بے اعتدالیوں کیطرف لیجاتی ہیں پرہیز کرنا چاہیئے۔ اعتدال خود انسان میں موجود ہے جہاں اِن معتدلات کو قابو میں کیا اور اندرونی جوہر چمکنے لگے پھر دیکھیئے زندگی کا غبارہ کتنا اونچا جاتا ہے۔

حُسنِ اتفاق اور خوبی تقدیر سے مذہباً ہمیں خدا ایسا مکمل اور ہر قوت کا خزانہ بتایا گیا ہے کہ اپنے تصوّرات۔ تفکرات اور تخیلات میں ہم اپنی ہر ضرورت کے واسطے اور تمام قوائے اندرونی کو جلا دینے کے لیئے خدا کی طرف رجوع کر سکتے ہیں اگر محبت کے مادّہ کو جلا دینی ہے تو خدا سے زیادہ سرچشمۂ محبت کا اور کون ہوسکتا ہے عدل کے خیال کو پکانے کے لیئے اُس سے بہتر اور کون ملیگا۔ ہمت کی کلید سوائے اسکے اور کس سے مل سکتی ہے۔ الغرض جس قدر زیادہ ہم اپنے میں خدا کا ایر پھیر رکھینگے اور خیالات۔ الفاظ اور دعائیں مناسب ضرورت معین کر کے سرچشمۂ حیات یعنی ذات باری کیطرف توجہ کرینگے۔ اِسیقدر زیادہ ہماری زندگیاں سوسائٹی کے لیئے مفید ثابت ہوں گی۔ یہ کام آسان بھی ہے مشکل بھی ہے ؎

فاصلہ کوچۂ محبوب کا کیا پوچھتے ہو
جیسا اشتاق ہو نزدیک بھی ہے دور بھی ہے

سرفراز حسین عزمی دہلوی

۱۹۶ء

مغرور جوتا

میں اپنے ٹوٹے ہوئے جوتے کو اُتار رہا تھا کہ اُس نے اور دانت نکال دیے اور میں ایسا جھنجھلایا کہ اُسے نوچ کے پھینکدیا میری یہ متکبرانہ برہمی اُسے ناگوار گزری اور زبانِ حال سے بولا۔ "میرا قصور؟" میں نے بے پروائی سے کہا ع کفش چوں وندان نماید مے کنند انپائے دور" اُس نے کہا "خیر آپ کو میری ضرورت نہیں رہی تو نکال دیجئے مگر یوں ذلیل کرکے تو نہ نکالیئے!" اُس کے اس غرور پر مجھے ہنسی آگئی اور کہا "کیا دنیا میں تجھ سے بھی زیادہ ذلیل کوئی چیز ہے؟ تو انسان کے اسفل ترین حصہ جسم سے وابستہ ہے۔ ہر وقت پاؤں سے کچلا اور روندا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ راستے کی نجاستوں میں آلودہ ہوتا رہتا ہے۔ تہذیب کی صحبتوں میں تیرا گزر نہیں ہو سکتا صفائی کی محفلوں میں تو گھسنے نہیں پاتا۔ ہم جب کبھی کسی احسان فراموش کو دیکھتے کہتے ہیں کہ یہ ہماری ہی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ اُسوقت تجھے انتہا درجے کی ذلت سے دیکھتے ہیں۔ اور ہماری محبوبۂ مہ جبین نے کل جو اپنی زلف برہم کی طرح پیچ و تاب کھا کے کہا "میری جوتی کی نوک سے"۔ کہا تھا تو اُس نے تجھے حد سے زیادہ حقیر خیال کیا تھا تو یہ بھی نہیں دیکھتا کہ جسے کمال درجہ ذلیل کرنا ہوتا ہے۔ اُسے تیری مار ماری جاتی ہے؟ اور تیری ایک بے نتیجہ چوٹ بھی اپنے تیر و سنان اور شمشیر و خنجر کے ہزار جانستاں زخموں سے زیادہ ناگوار گزرتی ہے؟ یہ سب کیوں؟ اس لیے کہ تو نہایت ہی حقیر اور حد سے زیادہ ذلیل ہے۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے تجھے بے حیائی سے اپنی عزت کا خیال ہے؟"

میں سمجھتا تھا کہ یہ باتیں اس سرکش جوتے کو خاموش کردیں گی مگر اُس پر کچھ

اثر نہ ہوا اور بولا " یوں تو آپ کو اختیار ہے کہ اپنے نزدیک جسے چاہیں معزز خیال کرلیں اور جسے چاہیں ذلیل کریں۔ لیکن خدائی فیصلہ آپ کی تجویز اور مرضی سے نہیں ہو سکتا۔ خدا نے ہر شخص اور ہر چیز کو اپنے مقام پر ایک فضیلت اور خصوصیت عطا کی ہے جس پر وہ جسقدر فخر و ناز کرے بجا ہے۔ لیکن اُس پر آپ کی طرح کسی کو اترانا نہ چاہیئے۔ مجھ میں اگر کوئی ذلت کی بات ہے تو وہ آپ کی بدولت ہے۔ آپ اپنے گھر میں مجھے ذلیل سمجھا کریں۔ لیکن میں اپنی جگہ پر غور کرتا ہوں تو اپنے میں کوئی ذلت و حقارت کی بات نہیں پاتا۔ میں جس چیز سے بنا ہوں اُسی سے آپ کا جسم بنا ہے یہی زندگی۔ یہی نرمی۔ یہی حس۔ اور یہی خوبی جو آپ کی کھال میں ہے کبھی مجھ میں بھی تھی۔ یہی غذائیں جو حضور آپ کا جزو بدن ہوا کرتی ہیں کبھی میرا جزو بھی ہوا کرتی تھیں مرنیکے بعد میری حالت آپ سے اچھی ہی رہی۔ میں تو سڑنے گلنے سے بچ کے آپ کے پاؤں کا لباس بن گیا۔ آپ کی کھال میں اگر نفع رسانی خلق کا کوئی مادہ شاید ہو بھی تو اس مستعار زندگی ہی تک ہے۔ مرنیکے بعد آپ کے جسم کے کسی حصہ کو خلق اللہ کی خدمت کا کوئی موقع ملے۔ اسکی ہرگز امید نہیں۔ ممکن تھا کہ میں پر تکلف ٹوپی کا استر بن کے آپکے سر پر جا پہنچتا۔ ممکن تھا کہ میں پوستین کی صورت میں نمودار ہو کے آپکے جسم سے لپٹ جاتا۔ ممکن تھا کہ میں ایک پیٹی بنتا اور آپ کی کمر میں بندھا رہتا اور ممکن تھا کہ میں کوئی اور ایسی خوبصورت چیز بن جاتا جسے آپ نہایت عزیز رکھتے "۔

جوتے کی ان واعظانہ باتوں سے میں دل میں کانپ گیا۔ مگر یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ ایک ایسی ذلیل شئے سے قائل ہو جاؤں۔ جواب دیا " ان صورتوں میں سے جو صورت ہوتی ویسی ہی تمہاری قدر و منزلت بھی کیجاتی مگر اب تو تم ایک جوتے ہو اور وہ بھی ٹوٹے ہوئے جوتے! ایسی حالت میں عزت کا نام لیتے تمہیں شرم نہیں آتی؟" مگر وہ جوتا بھی کچھ ایسا جھنجھلایا ہوا تھا کہ کسی طرح جان نہ چھوڑی اور کہا " میں تو جوتا

ہونے میں بھی اپنی توہین و تذلیل کی کوئی وجہ نہیں پاتا۔ جوتا ہونے سے کیا کوئی ذلیل ہوجاتا ہے؟ اگر میں آپکے بادشاہ یا کسی معمولی حاکم ہی کا جوتا ہوتا تو آپ زمین پر سر رکھ کے مجھے چومتے۔ اگر میں آپکے مرشد یا کسی ولی اللہ کا جوتا ہوتا تو آپ مجھے باوجود شکستگی کے آنکھوں سے لگاتے۔ اگر میں آپکے اُستاد یا کسی دوسرے بزرگ کا جوتا ہوتا تو آپ اپنی سعادتمندی تصور کرکے مجھے سیدھا کرتے۔ اور بالفرض اگر میں اُسی مہ جبین کی جوتیاں ہوتا جسکے "میری جوتی کی نوک سے" کہنے میں آپکے میری حقارت نظر آئی تو آپ میری مار کو بڑے شوق اور مزے سے کھاتے۔ اب آپ ہی فرمایئے کہ جوتا ہونے سے میری کیا آبرو گھٹ گئی؟ ہاں اِس بات کو میں البتہ مان لونگا کہ آپکے سے ناحق شناس انسان کی پاپوش بننے سے میری عزت جاتی رہی۔ اور مجھ میں ذلت وحقارت جو کچھ ہے آپکے ملنے آپکے پاس آنے اور آپ کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے ہے"+

اب گفتگو نے ایسی صورت اختیار کرلی تھی کہ اپنی کمزوری ظاہر ہونا تو درکنار مجھے یہ نظر آرہا تھا کہ میرا ہی جوتا مجھے کمال بے باکی سے ذلیل کررہا ہے۔ برہمی کے کے ساتھ کہا "تیری حقارت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ جب مقدس دربار الٰہی میں پہنچے تو حکم ہوا" فاخلع نعلیک" (اپنی جوتیاں اُتار ڈالو) جوتے نے کہا "بے شک اِس مقام پر جناب موسیٰ کو جوتیاں اُتارنا پڑیں۔ مگر جس منزل تک وہ جوتیاں پہنے چلے گئے اور جہاں تک میرا اُن کا ساتھ رہا وہاں تک آپ تو کیا ہیں بڑے بڑے ائمہ دین کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی۔ ذات وحدت کی قربت میں ضرورت تھی کہ حضرت موسیٰ دنیا کی تمام نمایشوں سے معرّے ہوجائیں۔ جوتیاں تو جوتیاں ہا تو اُنہیں سارے کپڑے اتار ڈالنا چاہیئے تھے۔ اِس میں لعل تو میری ذلت نہیں ہوئی۔ اور جو ہوئی بھی تو آپکے مقابلہ میں نہیں۔ آپسے افضل ہی ہوں"+

آخر میں نے تنگ آکے پوچھا "کیا تو سچ مچ اپنے آپ کو مجھ سے افضل و اعلیٰ سمجھتا ہے یا یہ نقطہ تیری سخن پروری ہے"؟ اس نے کہا سخن پروری اور ضار انسان کے صفات ہیں اور انسان کے سوا ساری مخلوق ان سرکشانہ صفات سے مبرا ہے۔ رہا اپنی بڑائی اور فضیلت کا خیال۔ تو وہ نفس پرستی کا تقاضا ہے۔ اور خدا نے مجھے اس مرض سے محفوظ رکھا ہے۔ اپنے مخلوقیت کے فرائض ادا کرنے کی دُھن میں کبھی مجھے اس مسئلہ پر غور کرنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ میں کیا جانوں کہ آپ افضل ہیں یا میں؟ ہاں ایک بات البتہ خیال میں آتی ہے مگر آپ شاید اسے مانیں یا نہ مانیں"؟ میں نے گھبرا کے پوچھا "وہ کون سی بات ہے"؟ جواب ملا کہ "اپنے فرائض زندگی کو جو شخص جتنی زیادہ عمدگی و مستعدی سے بجالائے اُسیقدر اُسے افضل ہونا چاہیئے" میں نے کہا "بے شک"! میری زبان سے بیشک کا لفظ سنتے ہی وہ ایک جوش مسرت کے ساتھ بولا اچھا "تو پھر میں۔ آپ سے افضل ہوں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اپنے فرائض ادا کرنے میں کبھی میں نے کوتاہی نہیں کی۔ میں آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اور دربار الٰہی سے آپ کے یہاں میرا تقرر ہوا تھا۔ آپ نے جب اور جو کام لینا چاہا میں نے عذر نہیں کیا۔ آپ بُرے کاموں کے لئے گئے سیہ کاریوں میں مبتلا ہونیکے لیئے گھر سے نکلے۔ ایذا رسانی اور مخلوق کو آزار پہنچانیکے لیئے روانہ ہوئے اور ہمیشہ مجھے پہن کے گئے۔ میری طرف سے آپ کی فرماں برداری میں ذرا بھی کمی ہوئی ہو تو فرمایئے؟ آپ مجھے پہنے ہوئے نجاستوں میں چلے گئے کانٹوں اور پتھروں میں گُھس گئے۔ مجھے ان باتوں سے تکلیف ہوئی۔ مگر میں نے اطاعت سے مُنہ نہ موڑا۔ آپ کی رفاقت میں مجھے حد درجہ کی بے نفسی سے کام لینا پڑا۔ نیکی اور بدی کیطرف سے اپنے آپ کو بالکل بے حس کر لینا پڑا غرض میں نے ہر طرح کی مصیبتیں جھیلیں۔ مگر آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ اب اس کے مقابلے میں آپ اسکا

ثبوت دیں کہ آپ بھی اپنے فرائض زندگی کو بے عذر دبے تامل ادا کرتے رہے۔ اور کبھی آپسے ان مقاصد زندگی کے بجالانے میں قصور نہیں ہوا۔ اگر آپ اسے ثابت کرے جائیں توگو کہ اس سے صرف میری آپ کی ساوات ثابت ہو گی مگر میں آپ کو اپنے سے افضل مان لوں گا۔ ورنہ بندہ نواز قصور معاف آپ ہزار بڑھ بڑھ کے باتیں بنائیں میں آپسے اچھا ہوں"۔

اب میں کلیۃً لاجواب تھا۔ خصوصًا اس لیئے کہ اُسکے یاد دلانے سے زندگی بھر کے گناہ اور قصور میری آنکھوں کے سامنے پھر رہے تھے۔ کمال بے اختیاری سے قبول کرلینا پڑا کہ" میں ہارا اور تم جیتے۔ واقعی تم مجھ سے ہزار درجے بہتر ہو۔ اور میں نے جو تمہاری تحقیر کی اُسے معاف کرو"۔

عبد الحلیم شرر لکھنوی

افسوسناک غلطی

میری صحت عرصہ سے اچھی نہیں رہتی۔ گزشتہ مہینہ سارے کا سارا بیماری میں گزرا۔ اور فرائض اڈیٹری ایک دوسرے صاحب نے ادا کیئے ان سے افسوس ہے کئی غلطیاں ہوگئیں۔ جن میں یہ سب سے بڑی تھی کہ نظم "نہاں آخر رہیگی ابر میں برق تپاں کب تک"۔ کے نیچے اکبر لکھا ہوا دیکھکر اسے لسان العصر خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب سے منسوب کردیا۔ حالانکہ وہ اُنسے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

ہم اپنے محترم مخدوم سے اس بلادتی کی معافی چاہتے ہیں اور ناظرین سے مستدعی ہیں کہ فہرست مضامین میں بجائے خان بہادر اکبر حسین صاحب کے صرف اکبر بنالیں۔

محمد الوحیدی

شیخ کمال الوری
عرف
حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ کمال الوری کے نام کے ساتھ **طبقات اکبری** میں ملاحظہ کیا گیا ہوگا کہ (خلیفہ و خویش سلیم ست) یعنی حضرت شیخ کمال الوری حضرت شیخ محمد سلیم چشتی فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور داماد ہوتے ہیں۔

منتخب التواریخ میں بھی حضرت شیخ محمد سلیم چشتی فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں اس طرح آپ کا مذکور ہے کہ بہت سے مشائخ حضرت کی صحبت سے فیض یاب ہوکر درجۂ تکمیل کو پہنچے انہیں میں سے ایک (شیخ کمال الوری) ہیں۔ جن کے دل میں عشق کی آگ بھڑک رہی تھی۔

اسی طرح **جواہر فریدی** میں جہاں حضرت شیخ سلیم چشتی فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تفصیل اسامی خلفاء قائم کی گئی۔ لکھا گیا ہے کہ آپ کے خلیفہ اور چچازاد بھائی (شیخ کمال) الور میں تھے۔

عبد اللطیف بن عبد المجید المعروف بنی اسرائیل الموسوی السنبھلی نے جو رسالہ حالات و مناقب وغیرہ متعلقہ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ ترتیب دیا ہے اس میں آپ کا نام اس طور سے درج ہے کہ۔ باید دانست خلفائے آنحضرت کہ دریں ملک سوائے ملک عرب اندر اکثرے صاحب کمال بودند مثل شیخ فتح اللہ سنبھلی و شیخ کمال الوری

مرقع الور میں ہے کہ حضرت شیخ سلیم چشتی فتحپوری اور مخدوم کمال چشتی الوری برادر تھے۔ وہ اس دیس کے تاج اور یہ اس ملک کی چادر تھے۔

نتیجہ یہ کہ حضرت شیخ کمال رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ محمد سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے فخر خلافت کے علاوہ چچا زاد بھائی ہونے کے ماورا رشتہ دامادی بھی حاصل تھا۔

چونکہ ہمارے ہاں الور میں آپ کی عظیم الشان خانقاہ موجود ہے اور (مخدوم صاحب کے نام سے آپ معروف ہیں) میں چاہتا تھا کہ آپ کے حالات قلمبند کروں مگر امتداد زمانہ سے ایسے مواقع پر عموماً جو موانع پیش آیا کرتے ہیں وہی میرے لئے بھی سد راہ رہے۔ لیکن میری تلاش۔ سعی۔ کوشش برابر جاری تھی۔ الحمدللہ جسقدر میں کامیاب ہوا۔ آج انکو قلمبند کرکے ناظرین و شائقین کی روبرو پیش کرتا ہوں۔ زمانہ نے ساعدت کی اور تائید غیبی شامل حال رہی توانشاء اللہ العزیز اور جو کچھ حالات دستیاب ہوں گے ترتیب کرکے پھر دوبارہ ناظرین شائقین کی روبرو پیش کرونگا۔

نسب نامہ اگرچہ نہیں ملا۔ مگر جس وقت میں نارنول شریف حاضر ہوا تھا اُس زمانہ میں شاہ محمد یسین نظامی نارنولی کی پُرانی ردیات میں چند ورق ایک کہنہ قلمی بیاض کے نظر سے گزرے جن میں لکھا تھا کہ۔ شیخ کمال الوری بن شہاب الدین بن شیخ بدرالدین متھہ۔ اِس سے آگے کے گو اور نام نہیں تھے۔ لیکن جب اس مقام پر یہ ثابت ہو چکا کہ حضرت شیخ کمال الوری کے والد شیخ شہاب الدین اور دادا شیخ بدرالدین متھہ تھے۔ اور حضرت شیخ سلیم کے حضرت شیخ کمال چچا زاد بھائی تو ظاہر کہ حضرت شیخ سلیم بن بہاءالدین بن بدرالدین متھہ کا نسب نامہ اور حضرت شیخ کمال الوری کا نسب نامہ ایک ہی ہے۔ جسکی پوری تفصیل اب ملاحظہ ہو۔

شیخ بدرالدین منہ بن شیخ سمعان بن شیخ آدم بن شیخ موسیٰ بن شیخ مودود چشتی بن شیخ بدرالدین بن شیخ خواجہ فریدالدین گنجشکر بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ شعیب بن شیخ شہاب الدین سلطان بن شیخ احمد فرخ شاہ کابلی بن شیخ نصیرالدین بن شیخ محمود بن شیخ اسحاق معروف شاہ بن سلطان مسعود شاہ بن شیخ عبداللہ بن شیخ واعظ اکبر بن شیخ واعظ بن شیخ ابوالفتح بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ +

پس اس حسب نسب کے رو سے حضرت شیخ جمال الوری فاروقی شیخ قایم ہوئے۔

فیض باطنی۔ بیعت ظاہری کے متعلق بیاض مذکور کی عبارت ہے کہ۔ انرروحانیت حضرت بایزید بسطامی فیض یافتند و بظاہر بیعت از شیخ علاءالدین زندہ پیر دارند +

حصول خرقہ کی بابت بھی اسی بیاض مسطور کے الفاظ ہیں۔ دخرقہ از دست شیخ سلیم چشتی گرفتہ +

احترام۔ آپ کے احترام و وقار و عظمت ذاتی کے کیا کہنے۔ اول تو حضرت سلیم چشتی جیسے معروف و مشہور بزرگ کے حقیقی چچازاد بھائی۔ دوسرے داماد۔ تیسرے خلیفہ اعظم۔ یہی اسباب تو ہیں کہ حضرت شیخ سلیم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو وقار آپ کو حاصل تھا وہ دوسرے کو نہ تھا اور جس احترام کی نظر سے حضرت شیخ آپ کو دیکھا کرتے تھے وہ اور کسی کو میسر نہ تھی چنانچہ ذیل کے واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ جب حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے باغ پر ایک ساحرہ نے سحر کیا تو اُسکے رفع اثر کے لئے ہمارے ہی مخدوم صاحب کا انتخاب ہوکر فرمایا گیا کہ فلاں آیت قرآنی پڑھکر دم کرو کہ بامر شیخ آپنے پانی پر دم کرکے چھڑکا درخت ہرے بھرے ہوگئے +

اس واقعہ کی بجنسہ وہ عبارت بھی ملاحظہ ہو جو عبداللطیف الموسوی السنبھلی والے رسالہ میں درج ہے :-

"نقل است کہ روزے آنحضرت بسیر باغ میرفتند پیرزالے درکوچہ ایستادہ بود فرمودند کہ این راگرفتہ بیارید۔ گرفتہ آوردند و بزدند۔ حاضران راحیرت دست داد کہ درگرفتن وزدن بے گناہ چہ باشد۔ این معنی را باشرات باطن دانستہ فرمودند کہ یاران درین تعجب از ناعنقریب حقیقت منکشف میگردد درین اثنا زال مذکور اقرار کرد کہ سن باغ حضرت ایشان را سحر کردہ ام تا درختان خشک شوند۔ از نفع برآیند بسبب آنکہ من از باغبان این باغ روزے گل طلبیدہ بودم وے ایا آوردہ بود۔ بانتقام آن جادو کردہ ام۔ شیخ کمال کہ یکے از خلفائے عظام آن حضرتؒ فرمودند کہ فلاں آیت قرآنی برآب بدمید و بردرختان باغ بزنید۔ ہمچنان کردند جائیکہ قطرہ آب بیرگ و شاخ رسید سبز ماند۔ باقی خشک گشتہ برگہا ریخت"۔

خرق عادت ۔ آپکے خوارق عادات بہت سے مشہور و معروف ہیں مگر ہم اس ایک ہی کرامت پر اکتفا کرتے ہیں جسکو مرقع الور میں اس عبارت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے

"مشہور ہے کہ ایک کیمیاگر آپ کی خدمت میں آیا اور کچھ سونا پیشکش کرکے جوہر کمال اپنا دکھایا۔ مخدوم صاحب کہ تکیہ توکل کے سہارے دنیائے دوں کو لات مارے بیٹھے تھے۔ یہ دیکھکر مسکرائے۔ اور زبان فیض ترجمان پر لائے کہ سونا کیا ناپاک ہے۔ فقیر کو اکسیر بھی خاک ہے۔ بابا جس نے درِ حق پر رسائی ہے دولت کونین اُسکے ہاتھ آئی ہے۔ پھر وہ خود حکم پارس رکھتا ہے۔ ذائقہ مرارت درد سری کیمیاگر کب چکھتا ہے۔ اُسوقت آپ استنجا کر رہے تھے۔ ڈھیلا استنجا بیخ درخت املی پر مارا اُسکے لگتے ہی وہ سونے کا ہوگیا سارا۔ مہوس یہ حال دیکھکر چکرایا۔ اور سر اپنا محل ندامت سے ٹکرایا۔ دم بھی نہ لیا کہ وہاں سے چلدیا"۔

وہ درخت اپنی کئی روز تک سی صورت پر رہا یعنی جڑ سے تا شاخ وبرشل طلاے احمر سبز رہا۔ بعدش خلق کو براہ طمع گرد اسکے پایا حضرت مخدوم نے دعا کی کہ وہ اپنی ہیئت اصلی پر آیا۔ کئی ایک پھل لئے جو سونے کے تھے ۱۴

وصال پیدایش کی تاریخ وغیرہ معلوم نہیں ہوئی مگر پیر وزیر الدین سجادہ نشین خانقاہ جو تاریخ وصال کی یادداشت ایک موقعہ پر فتحپور سیکری سے لائے تھے۔ اُس سے نیز شاہ محمد یسین والی بیاض معلومہ کے اندراج سے پایا گیا کہ ۱۴ رجب المرجب ۹۹۳ھ ہجری میں آپنے وصال فرمایا۔

گفتا گزشت شیخ کمال از سر حیات ۔ آمد کے تخرجہ کے ساتھ آپ کا مصرعہ تاریخ ممات ہے۔

جس وقت خانقاہ کی حال میں راج سے مرمت ہوئی اسوقت صاحب سجادہ نے ارادہ کیا تھا کہ یہ مصرعہ تاریخی بھی اب کندہ کرادیا جاوے مگر شہر کے اکثر پڑھے لکھے لوگوں نے کہا کہ اس مصرعہ تاریخی سے تخرجہ کی وضاحت نہیں ہوتی۔ اسکو تبدیل کرایا جاے چنانچہ بسبب ایماے مولوی قاضی محمد امراؤ علی صاحب مدرس ہائی سکول الور جمالی تخلص پیر وزیر الدین کے صاحبزادے اس مصرعہ کو میرے پاس لائے اور فرمایا کہ پہلے تو کسی اور پہلو سے اس تخرجہ کی وضاحت کردیجائے۔ دوسرے اس مصرعہ پر اور مصرعے موزوں کرکے پورا قطعہ کردیا جاے۔ میں نے تعمیلاً اول تخرجہ کی حسب ذیل قطعہ میں یہ صورت قائم کی ہے۔

آں باکمال شیخ کمال ازجہاں برفت
با اہل درد۔ درد والم بے شمار شد
تاج حیات چوں زسر پاکش اوفتاد
سال وصال شیخ کمال آشکار شد
۱۰۰۱

اسکے بعد دوسری شکل یہ قائم کی

آں باکمال شیخ کمال ازجہاں برفت
با اہل درد۔ درد والم بے شمار شد

۱۴ ہوست بدقرار رہے وہ [illegible] اولاد [illegible] مدتوں یادگار رہے۔ قریب دروازہ مسجد کے درخت کھڑا تھا۔ عرصہ گزرا کہ آندھی سے گر پڑا

وانگہ کہ شد بجسم عدم چوں رخ حیات — سال وصال شیخ کمال آشکار شد
۱۰۰۱

زیں پس تیسرا قطعہ یہ لکھا ؎

چو رفت شیخ کمال از جہاں بسوئے جناں — پئے سنین وصالش مرا فتاد خیال
گزشتہ بود نہ ساعت ندائے غیب رسید — بخوان وکن عدد و ہشت کم ز شیخ کمال
۱۰۰۱

عُرس سالانہ عُرس تاریخ مقررہ پر سہ روزہ بڑی شان وشوکت سے ہوا کرتا تھا۔ حتےٰ کہ رئیس وقت تک نہایت خلوص کے ساتھ شریک شامل ہوکر عقیدتمندی کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

اب بھی عرس ہوا کرتا ہے مگر اس کروفر شاہی کے ساتھ نہیں۔ شہر والے جمع ہوجاتے ہیں۔ معمولی فاتحہ خوانی وغیرہ ہوکر عرس اختتام کو پہنچ جاتا ہے۔

سابقہ عرس کی اگرچہ صورتیں ملاحظہ کرنی مدنظر ہیں جن میں فرمانروائے وقت بذاتِ خود تکلیف گوارا کرکے شرکت وشمولیت سے اظہار اخلاص وعقیدت فرمایا کرتے تھے تو ہم سرکاری وقائع سے اُن کی اصلی عبارتوں کے فوٹو ذیل میں دکھاتے ہیں تاکہ دیکھنے والوں کے لئے تبصرہ اور آئندہ کے واسطے دستاویز تازہ پیدا ہو۔

نقل وقائع چہاردہم ماہ رجب المرجب ۱۳۳۲ہجری مطابق چیت بدی روز دوشنبہ سمت ۱۹۷۱ وقت دو گھڑی رفر ماندہ پوشاک جواہر زیب قامت فرمودہ بسواری بگی واحمد حسین خاں بخواصی نشانیدہ انداہ لعل دروازہ بتقریب عرس شاہ مخدوم صاحب بدرگاہ شاہ موصوف تشریف فرماشدند۔ دہ روپیہ وجوڑہ چادر برمزار مخدوم صاحب وپنج روپیہ پیش سجادہ نشین بھینٹ فرمودند وداروغہ ڈیوڑھی چہار خوان فواکہ وشیرینی پیشکش نمودند وسری حضور بملاحظہ رقص وسرود وطوائفان ملازم سرکاری ماندند۔ وقت پنج گھڑی از شب گزشتہ ازانجا معاودت فرمودہ بسواری بگی داخل دولت سرا شدند۔

نقل وقائع پانزدہم رجب المرجب ۱۲۷۴ھ ہجری - بعد غسل پوشاک دھارن فرمودہ دربگی جلوس فرمودند واحمد حسین خاں راجواصی معزز فرمودہ از راہ لعل دروازہ بدرگاہ مخدوم صاحب رونق افروز شدند پانزدہ روپیہ بھیٹ فرار میاں مخدوم صاحب وپنجرو پیہ بھیٹ جمال الدین سجادہ نشین فرمودند وداروغہ ڈیوڑھی خوان شیرینی وفواکہ بحصہ نصفا نصف پیشکش ساخت وسہ کار فیض آثار متوجہ برقص وسرود طوائفان ماندند۔

نقل وقائع شانزدہم رجب المرجب ۱۲۷۴ھ ہجری - بعد غسل دھارن پوشاک دربگی جلوس فرمودند بخواصی احمد حسین خاں راانشا نیدہ از راہ لعل دروازہ بدرگاہ مخدوم صاحب بتقریب عرس رونق بخش شدہ بعد دادن بھیٹ وغیرہ لوازمہ بموجب دیروزہ متوجہ برقص وسرود طوائفان شدند۔

نوچندی جمعرات کے میلہ کا بھی اہتمام وانتظام ہوا کرتا تھا۔ اور راجہ مہاراجہ بہادر شامل ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی وقائع کی نقل ہے۔

نقل وقائع ششم ماہ شوال ۱۲۷۴ھ ہجری مطابق جیٹھ سدی ۸ روز پنجشنبہ وقت غروب آفتاب پوشاک زیب تن فرمودہ دربگی جلوس فرمودند وحکیم میر محمود علی خاں راجواصی ممتاز فرمودہ بتقریب میلہ نوچندی بدرگاہ مخدوم صاحب تشریف ارزانی داشتہ دہ روپیہ برمزار مخدوم صاحب پنجرو پیہ برتربت مرید شاں ویک یک چادر سبز وبسط ہائے شیرینی وفواکہ بھیٹ کردہ توجہ برقص وسرود طوائفان ونقالاں فرمودند۔ خادم آں درگاہ بیک طشت الائچی دانہ بطور تبرک پیشکش بندگان والا ساخت۔ وقت چار گھڑی شب گزشتہ ازآنجا معاودت فرمودہ داخل حسنخانہ شدند۔

شیخ اسمٰعیل شاہ - حضرت مخدوم صاحب کے فرزند دلبند کے بھی عرس ہوا کرتے تھے چنانچہ سرکار دولتمدار سے اسکی منظوری کی بابت وقائع میں جو عبارت درج ہے وہ

سنداً نقل کرتا ہوں +

از وقائع بستم ذی الحجہ ۱۳۳۲ ہجری مطابق ساون بدی ۶ روز یکشنبہ سمت ۱۹۷۱ بعرضی گزرانیدہ پیرزادہ جمال الدین کہ عرس شیخ اسمٰعیل شاہ پسر مخدوم صاحب نیز از سرکار مقرر گردد حکم شد کہ معمول عرس مخدوم صاحب دریافتہ شود چوں معمول عرس مخدوم صاحب پیش گردید حکم شد کہ بست و پنج روپیہ برائے عرس پسر مخدوم صاحب دادہ شوند +

جب اس عرس کی منظوری ہوکر عرس شروع ہوا تو وقائع نویس نے لکھا

از وقائع بست و چہارم ذی الحجہ ۱۳۳۲ ہجری مطابق ساون بدی ۱۱۔ روز پنجشنبہ سمت ۱۹۷۱ **عرس پسر مخدوم صاحب**۔ داروغہ ڈیوڑھی بعرض رسانید کہ چوں امروز روز شروع عرس شاہ اسمٰعیل پسر مخدوم صاحب است لہذا تیاری معمولی فرستادہ شدہ +

تفصیل تیاری عرس

برائے تیاری	بھیٹ از توشک خانہ
از فراش خانہ۔ بساط شامیانہ وغیرہ	بھیٹ مخدوم صاحب
از برتن خانہ ۲ دیگ	نقد عـہ چادر سبز بر مزار مخدوم صاحب یک
ہرکارہ ۔ ۲	مصری تین سیر۔ کلاقند تین سیر۔ بادام دو سیر۔ کشمش دو سیر +
جاجم زیادہ از معمول۔ یک	بھیٹ شاہ اسمٰعیل پسر مخدوم صاحب
	نقد صہ چادر سبز یک۔ مصری ۳ سیر کلاقند ۳ سیر۔ بادام دو سیر۔ کشمش دو سیر پستہ نیم سیر +

بیرون لعل دروازہ در درگاہ مخدوم صاحب بتقریب عرس شاہ اسمٰعیل پسر مخدوم صاحب

تشریف بروہ حسب تفصیل مذکورہ بالا نقد و شیرینی و میوہ و چادر غلاف ہائے سبز بر دو مزار صاحبان مرقومہ و سجادہ نشین غیرہ نہادند و نذر کردند +

بتاریخ بست و پنجم روز جمعہ و بست و ششم روز ہشتم ہمیں نیاز و نذر معمولی پیش کش شدہ +

اس موقع پر اس ایک ضروری یادداشت کا بھی یہاں حوالہ دیدینا خالی از منفعت نہوگا کہ نقل رسول شاہیان الورتے عرسوں پہلی ریاست سے اسیطرح کل انتظام و اہتمام ہوا کرتا تھا اور فرمانروائے وقت اپنا بذات خاص شریک شامل ہونا باعث اخلاص و عقیدت خیال فرمایا کرتے تھے +

خانقاہ سلاطین اسلامیہ کے دور دورہ کی پختہ عالیشان خانقاہ آپ کی شہر کے قریب بعل دروازہ باہر اُس موقع پر واقع ہے جو شیخ سرائے کہلاتا ہے اسمیں ایک جانب کنواں ہے ایک جانب مسجد۔ مصارف خانقاہ کے بیے شاہی زمانہ سے معافی صیغہ دیہات چلی آتی تھی۔ اب بھی اسی لحاظ سے اراضیات معافی چلی آرہی ہیں اور چار آنہ یومیہ روشنی خانقاہ کے لیئے بھی اسوقت تک سرکار سے مل رہے ہیں۔ مرمت شکست و ریخت خانقاہ ابھی تھوڑے ہی روز ہوئے کہ سرکار دولتمدار سے سررشتہ تعمیر یعنی صیغہ انجنیری سے ہو چکی ہے +

خدمت گزاران خانقاہ۔ پیر وزیر الدین صاحب سجادہ کی جملہ اولاد سے اسوقت جو جو حسب ذیل فرزندان جوان عمر موجود ہیں اُنکے اسماء اسی تفصیل میں ملاحظہ ہو +

غیاث الدین پسر بزرگ پہلی بیوی سے
نصیر الدین پسر کلاں دوسری بیوی سے
ولی الدین متوفی دوسری بیوی سے
جلال الدین متوفی دوسری بیوی سے
عین الدین موجود دوسری بیوی سے
ظہیر الدین موجود دوسری بیوی سے
سراج الدین موجود دوسری بیوی سے +

فقط

راقم ابوالمحمود محمد عمر فصیح دہلوی ثم الالوری

"کیا سچ مچ"

اعمال میں کچھ اثر ہے؟

"یہ بات عقل میں نہیں آتی"

"داتا نادان شاہ کا سُلفہ"

پانی پانی چِنے سے پیاس نہیں بجھ سکتی۔ روٹی روٹی کہنے سے پیٹ نہیں بھرجاتا
ہونٹ ہلانے سے دوسرے کی جیب کا روپیہ نہیں مل سکتا۔ تسبیح کے دانوں سے
دل کے جذبات بدل نہیں سکتے ۔

پھر لوگ ناحق اعمال خوانی میں عمریں ضائع کرتے ہیں۔ ظاہری کوششوں کو
یقینی مساعی کو خیال بے اصل اور وہم بے نتیجہ کے پیچھے برباد کرتے ہیں ۔

آج سے بیس برس پہلے اس شخص کا یہی خیال تھا جو یہ مضمون لکھ رہا ہے وہ
وظائف۔ اعمال۔ چلہ کشی اور تمام ان باتوں کو جن کا مشاہدہ اور نتیجہ ظاہر میں برآمد
نہ ہو ڈھکوسلا سمجھتا تھا۔ اور ان چیزوں کو قوم کی تباہی بربادی کے اسباب میں ایک
بڑا سبب شمار کرتا تھا ۔

لیکن آج خیالات وعقائد میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اگرچہ اب بھی عاملوں
کی دھوکہ بازیاں اور مخلوقات کی توہم شعاریاں دیکھ کر اس کوچہ سے جی بیزار ہے
تاہم اعمال کے بااثر ہونے اور اُن پر اعتماد رکھنے میں اب مطلق شک نہیں ہے ۔

گزشتہ زمانہ میں جن دلائل کی بناپر طبیعت ان باتوں سے انکار کرتی تھی وہ بھی نیچرل اور فطری خیالات تھے۔ خاصکر آجکل کے زمانہ میں جبکہ ہر چیز ایک ظاہری سبب اور وجہ کے ماتحت نظر آتی ہے۔

داتا نادان شاہ کا شگفہ

راقم ستر۱۷ہ برس کے سن میں ایک دفعہ قدم شریف کی درگاہ میں گیا جو دہلی کے قریب مشہور مقام ہے۔ اس زمانہ میں قبرستانوں اور کھنڈروں میں پھرنے کا بہت شوق تھا۔ پرانی قبروں کے کتبے بکتا ہوا ذوق مرحوم کی قبر پر پہنچا۔ شاہ ظفر کی کہی ہوئی اور ہاتھ سے لکھی ہوئی لوح تاریخ کو حسرت سے دیکھ رہا تھا۔ دل میں اُسوقت خبر نہیں کس غضب کے سمندر طوفان میں آرہے تھے کہ برابر سے کسی کے قہقہہ کی آواز آئی۔ مڑکر دیکھا تو ایک کم سن برقع پوش عورت ڈولی سے اُتر کر ایک قبر پر پھول چڑھا رہی ہے اور کہاروں سے ہنس رہی ہے۔

دل نے کہا عجب بے ڈر عورت ہے۔ اُداس و خاموش گورستان میں بھی ہنستی ہے۔

پھول چڑہانے کے بعد اُس نے ایک ادائے مستانہ سے مجکو دیکھا۔ اور میں نے بھی باوجود عبرت گورستانی میں محو ہونے کے اس مؤثر تصویر پر ایک نگاہ پُرشوق ڈالی۔ شاید چند سکنڈ ایک دوسرے کی دید میں گزرے ہوں گے کہ مجکو چکر آیا اور بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ پھر خبر نہیں کیا گزری۔ آنکھ کھلی تو میں ایک جھونپڑی میں ٹوٹے ہوئے بوریئے پر پڑا تھا۔ سرہانے ایک فقیر حقہ پی رہا تھا۔ اس نے دُھواں مُنہ سے چھوڑ کر کہا۔ "دیکھا پریوں کا تماشہ" میں نے نہایت ناتوانی کی آواز میں کہا کیونکہ میرے بدن کا انس نکل سا گیا تھا۔ اور برسوں کے بیمار کی سی حالت ہوگئی تھی۔ تم کن پریوں کا ذکر کرتے ہو۔ میں کہاں ہوں۔ تم کون ہو۔ مجھے میاں کون لایا۔

فقیر بولا۔ نام اللہ کا ہے۔ لوگ نادان شاہ داتا کہتے ہیں۔ تم کو ذوق کی قبر پر بے ہوش دیکھکر ایک چرواہے نے مجکو خبر دی اور میں یہاں لے آیا۔ بابا یہ عورتیں پریوں سے کم نہیں ہوتیں۔ آدمی ہی آدمی کا شیطان ہوتا ہے یہی انسان خناس ہے یہی انسان فرشتہ ہے +

تم نے تو خبر نہیں کس خیال سے اُسپر نظر ڈال دی تھی۔ مگر اُس نے تمہارا کام تمام ہی کر دیا +

مجکو اُس عورت کا خیال بھی نہ تھا۔ فقیر کے کہنے سے سارا قصہ یاد آیا اور متعجب ہوکر دریافت کیا۔ جب آپکو میری غشی کی اطلاع چرواہے سے ہوئی تو عورت کا قصہ کس نے بیان کیا! +

نادان شاہ نے ہنسکر کہا۔ وہ عورت نہ تھی۔ تمہارا وہم مجسم ہوکر سامنے آگیا تھا۔ عورتوں کی آزادی پر غور کرنے کا یہی نتیجہ ہے +

میں نے کہا شاہ جی کیا کہتے ہو۔ میں نے عورتوں کی نسبت کبھی کوئی خیال نہیں کیا۔ نہ اچھا نہ بُرا۔ پھر یہ کیسا مجسم وہم تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس راز میں آپکی بھی کچھ شرکت ہو! +

باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک ڈولی سامنے آئی اور وہی عورت پردہ ہٹاکر جھونپڑی میں داخل ہوئی۔ میں نے مُنہ پھیر لیا۔ اب میرے دل میں اسکا مطلق اثر نہ تھا۔ بلکہ ایک طرح کی حقارت پیدا ہو رہی تھی مگر اس عجیب افتاد سے سراسیمگی اور پراگندگی خیالات ضرور تھی +

اُس عورت نے فقیر سے کہا۔ داتا ان پیرزادہ صاحب کے لیے گاڑی تیار ہے۔ اِنھیں گرمی کے سبب چکر آگیا تھا۔ میرے گھر چلیں اور کچھ دیر آرام کریں +

فقیر نے جواب دینے سے پہلے میں نے طیش کے لہجہ میں کہا۔ میں تم سے واقف نہیں ہوں۔ خواہ مخواہ ہمدردی جتانے کی ضرورت نہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آج یہ کیا طلسمات پیش آرہے ہیں۔

یہ سنکر اُس عورت نے میرے کندہے پر ہاتھ رکھدیا اور کہا۔ جناب اتنی خفگی ستیاں کو زیبا نہیں۔ مجکو پہر چکر آیا اور بے ہوشی طاری ہوگئی۔

اب کے ہوش آیا تو میں درگاہ شریف کے اُس حجرہ میں تہا جہاں رات دن رہتا تہا۔ تہوڑی دیر میں وہی فقیر حجرہ کے اندر داخل ہوا اور مسکرا کر کہنے لگا۔ قدم شریف سے بڑی جلدی آگئے۔

میرے دل میں فقیر کی ایک ہیبت اور دہشت طاری تہی۔ پوچہا یہ سب میں نے کیا دیکہا۔ کیا اسرار تہے؟

فقیر نے کہا کچہ نہیں۔ گہبرانے کی بات نہیں۔ میں نے ایک دن درگاہ میں اپ کی زبان سے عملیات کی مخالفت میں کچہ سنا تہا۔ آج قدم شریف میں پہرتے دیکہا تو ذرا ظرافت کا خیال آگیا۔ وہ عورت اور غشی میرے عمل کا کرشمہ تہا۔ میں نے کہا تو پہر مجکو بہی کچہ بتاو۔ جبتک خود امتحان نہ کروں یقین نہ آئے گا۔

فقیر نے جیب سے چرس کا ایک ملغوبہ نکالا۔ اور کہا یہ کرامات کی گولی ہے اہم دن اسپر فلاں اسم پڑہو۔ اسکے بعد دیکہو کیا طاقت پیدا ہوجاتی ہے۔

میں نے کہا کہ یہ اسم کسکا ہے۔ جس کو لوگ سفلی کہا کرتے ہیں۔ غالباً وہ یہی ہے۔ میں سفلی عمل ہرگز نہ کروں گا۔

فقیر نے ملغوبہ میرے ہاتہ سے لیکر چلم میں رکہا۔ اور بغیر آگ کے دم لگایا دم لگاتے ہی ایک شعلہ نمودار ہوا۔ اور فقیر نظروں سے غائب ہوگیا۔

اس کے بعد پھر اُس فقیر کی صورت نظر نہ آئی نہ میں نے قدم شریف جاکر ملنے کی کوشش کی ۔ وہ دن ہے اور آجکا دن۔ دل میں خود بخود اعمال کا شوق موجزن ہوگیا۔ ہر قسم کے اعمال کرنے لگا+

فلسفہ اعمال

جو لوگ ہر چیز کو فلسفیانہ نگاہ سے دیکھنے کے عادی ہیں اُنکو مطمئن کرنا دشوار ہے ۔ کیونکہ یہ کوچہ حال کا ہے ۔ قال کا نہیں ہے ۔ لیکن تجربہ سب سے بڑی دلیل ہے +

بڑے بڑے نامور منکرین اعمال کو دیکھا کہ جب کسی بلا میں مبتلا ہوئے اور ظاہر کا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا تو آخر دعا۔ تعویذ اور عمل اعمال کی جانب دلی عقیدہ سے جھک پڑتے ہیں اور ایسے اندھا دُھند جھکتے ہیں کہ جو کچھ خلافِ عقل بات کہو فوراً مان لیتے ہیں +

مجھے بڑی ہنسی آئی ۔ رنگون کے ایک دوست جو بارہا قومی جلسوں میں ملے ہیں آجکل ایک مالی مصیبت میں گرفتار تھے ۔ مجکو لکھا کہ اب تو آپ درگاہ شریف میں مستقل طور سے مقیم ہیں۔ اور سنا ہے کہ ختم خواجگان میں بڑی تاثیر ہوتی ہے ۔ خدارا میرے لیئے یہ ختم پڑھوا دیجئے ۔ شاید میری مشکل جس نے آبرو اور جان لینے کا سامان کیا ہے حل ہو جائے ۔ میں نے تار دیا:۔

"عقل کے خلاف ہے ۔ ایک سو ایک روپیہ خرچ ہوگا"

برقی جواب آیا ۔" عقل آج کل گھر میں نہیں ہے ۔ روپیہ روانہ کرتا ہوں"+

عقلمند منکر کا سب سے بڑا علاج قدرتی امتحان ہے ۔ جب یہ درپیش ہوتا ہے تو ہر چیز کا اقرار کرا دیتا ہے ۔ اور تعجب یہ ہے کہ اللہ میاں بھی جلدی تاثیر دکھا کر اُسکی رہبری کر دیتے ہیں ۔ چنانچہ گزشتہ دو ہفتوں میں چار اصحاب کے لیئے ختم

خواجگان چشت پڑھوایا گیا تھا۔ ان میں سے تین صاحبوں کے معاملات ہنوز زیر تجویز ہیں۔ کامیابی وناکامی کا نتیجہ نہیں نکلا۔ مگر رنگون والے صاحب کو پانچ روز کے اندر غیبی مدد پہنچی اور نازک دشواری کا خاتمہ ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت اپنے منکر کو کتنی جلدی اسیر کرنا چاہتی ہے ؛

بہر حال اسمیں کچھ شک نہیں کہ اعمال میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے اور کوئی شخص اس کے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔ مگر آج کل نہ سچے عامل نظر آتے ہیں نہ پکے معتقد ؛

جیسی ارواح ہیں ویسے فرشتے ہیں ؛

حسن نظامی از درگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ

دہلی

مستحق فنڈ

جس سے اُن لوگوں کے نام رسالہ مفت جاری کیا جاتا ہے جو اس کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں مگر ناداری کے سبب خرید نہیں سکتے۔ اس مہینہ میں مد ہذا کی آمدنی حسب ذیل ہوئی

جناب محمد خان صاحب دولمہ عہ
جناب سید الظفر صاحب کان پور عہ
جناب حسین الدین صاحب رام نگر ۸ر
جناب احمد شاہ صاحب گجرات ۸ر
جناب سید محمود علی صاحب بمبئی ۸ر
جناب جمال الدین صاحب دہلی عہ

میزان للعہ

جناب محمد خان صاحب نے ننہ روپیہ اس شرط کے ساتھ بھیجے ہیں کہ ایسے ایسے آٹھ آدمیوں کو سال بھر تک پرچہ مفت دیا جائے جو پرچے کا نصف چندہ یعنی ۱۲ ادا کرسکتے ہیں۔ یہ خریدار کے ہونگے اور ۱۲ معطی موصوف کے۔ رسالہ کو پوری قیمت پڑ جائیگی درخواستیں جلد آنی چاہئیں کسی معتبر یا نظام المشائخ کے

مرید یا خادم کی تصدیق ان کی ناداری کی ضروری ہوگی + منیجر

۴۸۶

سلسلہ کیلئے دیکھو نظام المشائخ جلد ۹ نمبر ۵ بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ھ

مُلا - (درخت پر سے کوّے کی آواز سُن کر) کوّا کیسا کریہ الصوت جانور ہے۔ اِسکی کائیں کائیں کی آواز سے وحشت ہوتی ہے جب ہی تو علم شور و غل بیہودہ بکواس - بے فائدہ اور لایعنی باتوں کو بھی کائیں کائیں سے تعبیر کیا جاتا ہے +

جنٹلمین - علی الصباح تو کوّے کی کرخت آواز میٹھی نیند میں سونے والوں کو بیشک بھلی نہیں معلوم ہوتی ہو گی +

رند - مگر آفرین ہے کوّے کی ہمت پر کیسا وقت کا پابند ہے۔ ہر روز بلا ناغہ عین وقت معینہ پر کالی وردی پہنے اپنی نوکری پر حاضر ہو جاتا ہے +

کشمیری پیر - حضرات! غور کردس (کرو) کوّا کہتی (کہتا) کیا؟ +

مُلا - پیر جی! کائیں کائیں کے سوا اور کیا کہتا ہے +

کابلی - کائیں کائیں نقل آواز زاغ ہو گا نہ اصل +

رند - حضرت انسان جس چیز کو حقارت و نفرت کی نگاہوں کے ساتھ دیکھتا ہے اُس کا نام بھی بُرا ہی رکھتا ہے۔ یہ درست ہے کہ کوّے کی آواز کی جو نقل کیجاتی ہے اُسکے اچھے معنی نہیں لیے جاتے۔ دیکھو جب چند کوّے ملکر نواسنجی کرتے ہیں اور اپنے مولا کی حمد و ثنا میں رطب اللسان اور عذب البیان ہوتے ہیں تو انسان اپنے محاورے میں اسکو کاگا رول کہتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں کہتا کچھ اور ہی کہتا ہے۔ انسان کی سمجھ کا قصور ہے کہ اسپر کائیں کائیں کا اطلاق کرتا ہے

کوڑے شاہ۔ یا مرشد! کل انسان حیوان شجر حجر چرند و پرند خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (رپ۱۸ س النور ع ۶) کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جتنی مخلوقات آسمان اور زمین میں ہے سب اسکی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ اور پرند بھی جو پر پھیلائے اڑتے پھرتے ہیں سب کو اپنی اپنی نماز اور اپنی اپنی تسبیح کا طریقہ معلوم ہے اور جو کچھ یہ کرتے ہیں۔ اللہ اُس سے واقف ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کوا خدا کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے جسکو ہم غلطی سے کائیں کائیں سے تعبیر کرتے ہیں۔

بودے شاہ۔ بجا ارشاد فرمایا۔

کشمیری پیر۔ ایک دن میں کوے کا (کی) آواز بغور سُنتی (سُنی) اور اِس نتیجہ پر پہنچدس (پہنچا) کہ کوا "ق ق" بولتی (بولتا ہے)

کابلی قرآن مجید کا (کی) پچاسوار (پچاسویں) سورۃ کا نام قؔ ہے۔

کوڑے شاہ۔ یہ سورۃ چھبیسویں پارہ میں ہے۔

بودے شاہ۔ تو گویا کوا حروف مقطعات قرآنی میں سے ایک حرف قؔ کا ورد کرتا ہے۔ اس بنا پر اسکے مافی الضمیر پر اطلاع پانا کوئی مشکل امر نہیں۔

مُلا۔ حروف مقطعات تو اسرار وحی میں ہیں۔ ان کے معنی خدا نے کسی مصلحت سے بندوں پر ظاہر نہیں کیے۔

رند۔ اگر حروف مقطعات کے معنی بندوں پر ظاہر کرنے خلاف مصلحت تھے تو ان کے نازل فرمانے میں کونسی مصلحت ہو سکتی ہے؟

صوفی تمام متمدن قوموں میں مقطعات کا رواج ہے۔ ایف اے بی اے

ایم اے کو سب لوگ جانتے ہیں۔ ریلوں کے نام این ڈبلیو آر۔ ای۔ آئی۔ آر کو بھی اکثر لوگ سمجھتے ہیں۔ بعض خطابات کے مقطعات مثلاً سی ایس آئی۔ سی ایم جی گو ذرا غور سے سمجھ میں آتے ہیں۔ مگر مخفی نہیں ؎

جنٹلمین۔ اس قسم کے حروف کو انگریزی میں۔ انی شی الز کہتے ہیں ؎

صوفی۔ عرب میں بھی ان مقطعات کا رواج تھا۔ چنانچہ کئی اشعار میں مقطعات کا استعمال کیا گیا ہے۔ مقطعات قرآنی کیا ہیں! خداتعالیٰ کے صفاتی ناموں کو بعض سورتوں کے شروع میں بطور اختصار کے لکھا گیا ہے۔ جس طرح حکام اپنے ماتحتوں کے نام جو پروانے بھیجتے ہیں۔ ان پر اپنے پورے دستخط نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ صرف انی شی الز۔ لکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح حروف مقطعات قرآن مجید کی سورتوں کی ابتدا میں خداوند تعالیٰ کے دستخط یا انی شی الز ہیں۔ قؔ سے مراد ہے قادر۔ قدوس قدیر۔ قیوم ؎

کشمیری پیر۔ صاحبان! اب آپ غور کریں (کریں) کوا کیا کہندس لکھتا ہو ؎

بوڑھے شاہ۔ کوا کہتا ہے۔ اوانسان! تو جو اپنے آپ کو اشرف المخلوقات سمجھتا ہے۔ دیکھ میرا حافظ و ناصر بھی وہی قیوم خدا ہے۔ جس نے تجھے اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا ؎

کوڈے شاہ۔ اَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۔ (پ ۲۹۔ س الملک۔ ع ۱) کیا ان لوگوں نے پرندوں پر نظر نہیں کی جو انکے سروں پر اڑتے رہتے ہیں۔ وہ کبھی اپنے پر پھیلاتے اور کبھی سکیڑ لیتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں خدائے رحمن ہی انکو ہوا پر تھامے رہتا ہے کچھ شک نہیں کہ وہ ہی ہر چیز کا نگراں حال ہے ؎

بوڑھے شاہ۔ کوا کہتا ہے سونیوالو! اٹھو۔ رات بھر سو چکے۔ نیند سے

مزے سے پڑے ہو۔ اٹھو۔ اٹھکر خدائے قادر قدیر۔ قیوم وقدوس کی قدرتوں کا تماشا دیکھو۔ صبح کا وقت بڑے نور ظہور کا وقت ہے۔ اسکو ضائع نہ کرو۔

کابلی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا (پ۱۵ بنی اسرائیل ع ۹) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا کی) نمازیں پڑھا کرو۔ اور نماز صبح بھی کیونکہ نماز صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے۔

صوفی۔ غور کرو۔ کوا کیسا ناصح شفیق ہے۔ خواب غفلت میں سونیوالوں کو بیدار کرتا ہے کہ اٹھکر نماز پڑھیں۔ اور اپنے اُس مولیٰ کو یاد کریں جس نے رات آرام کے لیے بنائی اور دن کام کے لیے۔ رات کو ہم بے خبر سوتے تھے۔ وہی قادر قیوم ہمارا حافظ وناصر تھا۔ پس کو اخواب غفلت میں سونیوالوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگاتا ہے کیا ایک آدمی کو اسکی آواز سے وحشت ہوسکتی ہے؟

رند۔ کوا کوئی آج سے ہی آدمیوں کا ناصح شفیق نہیں بنا بلکہ ہمارے جد امجد آدم علیہ السلام کے وقت سے وہ نوع انسانی کی رہنمائی کرتا آیا ہے۔

کوڈے شاہ۔ بیشک!

ملا۔ شاہ جی! آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔ آپ رند مشرب بینواؤں کی ہاں میں ہاں ملانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

کوڈے شاہ۔ مولانا! قرآن شریف سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ کوا انسانوں کا رہنما ہے کیونکہ اس سے ہم نے کئی مفید باتیں سیکھی ہیں۔

رند بھلا ان قل اعوذیے ملنٹوں کو قرآن مجید کے معانی ومطالب سے کیا سروکار! چھنگے چوکھے کھانوں پر ختم پڑھنے کے لیے سورہ ملک۔ کسی مسلمان کی نزع کے وقت "آسانی" کے لیے سورہ یسین۔ نماز پڑھانے کیلئے تیسویں پارے کی چند

سورتیں اور نکاح خوانی کے لیے خطبۂ نوبہار فارسی۔ اور ہاں نماز جنازہ اور چند خاص الفاظ اسقاط (حل؟) کے لیے نوک زبان یاد کر لینے بس ہیں۔

بودے شاہ۔ افسوس قرآن مجید زندوں کو سنانے کے لیے آیا تھا مگر اب صرف مُردوں کو سنایا جاتا ہے۔

رند۔ میاں جی! آپ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے ہیں؟

مُلا۔ ہر روز بلاناغہ ایک سیپارہ پڑھا کرتا ہوں!۔

رند۔ پھر آپ کو ہابیل اور قابیل کا قصہ یاد نہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہے؟۔

ملا قرآن مجید میں تو ہابیل قابیل کا کہیں نام تک نہیں۔

کوڈے شاہ۔ قرآن مجید میں ابنی آدم آیا ہے۔ آدم کے دو بیٹے ہابیل قابیل تھے۔ یہ نام قرآن شریف میں نہیں توریت میں ہیں۔ انکار کی کوئی وجہ نہیں اور نہ ایسے مواقع پر تحریف کا وہم و گمان ہو سکتا ہے۔

بودے شاہ۔ یا حضرت ہابیل قابیل کا قصہ کس طرح ہے؟

صوفی۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ۝ (پ س المائدۃ ع ۵)

اور (اے پیغمبر) ان لوگوں کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے واقعی حالات پڑھکر سناؤ کہ جب دونوں نے خدا کی جناب میں نیازیں چڑھائیں کہ ان میں سے ایک یعنی ہابیل کی قبول ہوئی۔ اور دوسرے یعنی قابیل کی قبول نہ ہوئی تو قابیل مارے حسد کے بھائی سے لگا کہنے کہ میں ضرور تجکو قتل کرکے رہونگا تو اُس نے جواب دیا کہ اللہ تو صرف پرہیزگاروں کی نیازیں قبول کرتا ہے۔ اگر میرے قتل کرنیکے ارادہ سے تو مجھپر اپنا ہاتھ چلائے گا تو بھی میں تجھے قتل کرنیکے لیے تجھپر اپنا ہاتھ چلانے والا نہیں۔ کیونکہ میں رب العلمین سے ڈرتا ہوں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ زیادتی ہو تو تیری ہی طرف سے ہو اور تو میرا اور اپنا دونوں کا گناہ سمیٹے اور دوزخیوں میں جا شامل ہو۔ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ اسپر بھی اسکے یعنی قابیل کے نفس نے اسکو اپنے بھائی کے مار ڈالنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ آخرکار اُسکو مار ڈالا اور آپ ہی گھاٹے میں آگیا۔ اسکے بعد اللہ نے ایک کوا بھیجا۔ وہ زمین کو کریدنے لگا تاکہ اُسکو یعنی قابیل کو دکھائے کہ اسے اپنے بھائی کی فضیحت یعنی اُسکی بوسیدہ لاش کو کیونکر چھپانا چاہیئے۔ چنانچہ وہ کوے کو زمین کریدتے دیکھکر بول اُٹھا ہائے میری شامت۔ کیا میں ایسا گیا گزرا ہوا کہ بلا سے اس کوے ہی جیسا ہوشیار ہوتا تو اپنے بھائی کی فضیحت یعنی لاش کو چھپا دیتا۔ الغرض وہ اپنے کیے سے بہت ہی پشیمان ہوا ۔۔

بودے شاہ - سبحان اللہ۔

صوفی - ہابیل اور قابیل آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے قابیل کھیتی کرتے اور ہابیل بکریاں پالتے۔ دونوں نے خدا کی نیاز کی۔ قابیل نے مال ردی نیاز میں رکھا اور ہابیل نے بہتر سے بہتر بکری جو اسکے ریوڑ میں تھی۔ ہابیل کی نیاز قبول ہوئی۔ اور قبولیت کا پتہ لگا کلام الٰہی سے۔ یا آدم علیہ السلام کو بذریعہ

الہام الٰہی علم ہوا - قابیل کی نیاز نامنظور ہوئی۔ اور وہ نامنظور ہونیکے قابل بھی تھی
قابیل نے غصہ میں آکر مارے حسد کے بھائی کو مار ڈالا۔ اور اُسکی لاش کو لادے لادے
پھرا۔ کیونکہ وہ پہلی موت تھی جو زمین پر واقع ہوئی۔ آخر اُس نے کوّے سے دفن کرنا
سیکھا اور اُسکو اپنی حالت پر سخت رنج ہوا۔ انما یتقبل اللہ من المتقین یہ آیت قابل
غور ہے۔ اس سے ہابیل کی یہ غرض نہ تھی کہ میں پرہیزگار ہوں بلکہ یہ جتانا مقصود تھا
کہ تمہاری نیاز جو قبول نہیں ہوئی تو اسمیں میرا کوئی قصور نہیں بلکہ تمہیں سے
پرہیزگاری کے خلاف کوئی بات سرزد ہوئی ہوگی جس کی وجہ سے تمہاری نیاز
خدا نے قبول نہیں کی۔ گویا اعمال نیک بھی نیکوں ہی کے قبول ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے
دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ جو ریاءً الناس عمل کرتے ہیں اُن کی مثال ایسی ہے
جیسے کوئی پتھر پر مٹی بچھا کر تخم ریزی کرے۔ بارش آئے وہ کھیتی کو مع زمین کے لیجائے
اور صاف چٹیل چھوڑ جائے۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مُردے کی لاش کو دفن
کرنا حضرت انسان کو کوّے نے ہی سکھایا ہے ⁂

رندھ۔ سبحان اللہ۔ ماشاء اللہ ⁂

کوڈے شاہ - قرآن مجید ایک بحر ناپیدا کنار ہے وہ لوگ بڑے ہی خوش
قسمت ہیں جو اس سے آشنا ہیں۔ اِسکے چند حباب کے سامنے بھی تمام دنیا و مافیہا
ہیچ بلکہ کمتر از ہیچ ہے ⁂

بودے شاہ -
طور سینا پہ حضرت موسیٰ جا کے سنتے کہیں کلام خدا
خاتم الانبیاء کی اُمت پر لطف پروردگار کا خاص ہوا
ہر مسلماں سنے کلیم اللہ گر پڑھے صدق سے کلام اللہ

کوڈے شاہ
کلام لرب انزلہ بحق علی خیر البریۃ للانام
امام الانبیاء بلا امتراء الی ما یتنعون بہ المقام

رند - کوتے میں عجیب و غریب صفتیں ہیں - کوتے کو کسی نے مباشرت کرتے بکم دیکھا ہے +

کوڈے شاہ - پس کوا ہمیں سکھاتا ہی کہ شرم و حیا بھی کوئی چیز ہے +

صوفی - الحیاء شعبة من الایمان +

بودے شاہ - ایک ٹکڑا بھی کھانے کو ملجائے تو اڑکر دوسروں کو ضرور اطلاع کردیتا ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے +

کشمیری پیر - کوا نیک برتاؤ کا سبق دیندس (دیتا ہے) +

جنٹلمین - کسی کوتے کو صدمہ پہنچے تو وہاں سب جمع ہوجاتے ہیں - کوؤں میں قومی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہے +

رند - جس میں قومی ہمدردی کا جذبہ نہو - اور بنی نوع کی تکلیف اور دُکھہ درد محسوس نہ کرتا ہو وہ کوتے سے بدتر اور جانوروں سے بڑھکر ہے +

بودے شاہ - ایک اور بات جو سب سے زیادہ عجیب و غریب ہی وہ یہ ہے کہ کبھی کسی کوتے کی لاش جنگل میں نہیں دیکھی گئی +

صوفی - غور کرو - کوتے سے ہم نے کئی باتیں سیکھی ہیں - شرم و حیا بھی کوئی چیز ہے - نیک برتاؤ اور قومی ہمدردی کرنا چاہیئے - مُردے کی لاش کو دفن کرنا چاہیئے جس شخص میں شرم و حیا نہو اور جو خدا کی مخلوق سے اور بنی نوع سے نیک برتاؤ اور ہمدردی نہ کرے - اسکو اپنی قابل افسوس حالت پر غور کرکے قابیل کیطرح کہنا چاہیئے - یٰوَیْلَتیٰٓ اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا الْغُرَابِ +

نورالدین تاجر چرم - گوجرانوالہ

۴۸۶

جائس کے شاہ صاحب

جناب اڈیٹر صاحب۔ تسلیم۔ ہمارے دوست مولانا حکیم فرید احمد صاحب عباسی طبیب ریاست بھیکم پور کے نام ۲۸۔ مارچ سنہ ۱۹۱۴ع کی ڈاک میں ایک کارڈ بغرض تحقیق حالات شاہ علی رضا خانصاحب صابر جائسی موصول ہوا۔ جسکا خلاصہ درج ذیل ہے :-

حکیم صاحب موصوف آجکل بوجہ ناسازی طبیعت تعمیل کارڈ سے معذور تھے لہذا انہوں نے تحریر جواب کے ارادہ سے خاکسار کو دکھلایا ٭

ہرچند کہ ایسے معاملات میں حتی الوسع دست اندازی کو میں پسند نہیں کرتا مگر خاطر تکمیٔ احباب میرے طریقہ میں اور زیادہ ناپسندیدہ تھی بنابریں یہ چند سطور مشعر حالات حضرت شاہ علی رضا خانصاحب صابر لکھکر خدمت سامی میں روانہ کرتا ہوں ٭

امید ہے کہ آپ اسکو محض افادہ عام کے خیال سے اپنے رسالہ نظام المشائخ میں درج فرماکر خاکسار کو ممنون منت فرماوینگے ٭

خلاصہ خط

(اخبار مسافر آگرہ مورخہ ۱۰۔ مارچ سنہ ۱۹۱۴ع کے صفحہ ۸ پر" جائس کے شاہ صاحب کے دھوکہ سے بچو" کے عنوان سے محمود الحسن ساکن رائے بریلی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سب بناوٹی بات ہے۔ اس لیے ملتجی ہوں کہ اس معاملہ میں دوبارہ تحقیق فرماکر بذریعہ رسالہ نظام المشائخ یا کسی اور اسلامی پرچہ میں تحریر فرمادیں۔ تاکہ مفت میں مخلوق خدا ہراساں نہ ہو کیونکہ خاص ہمارے شہر کے کئی اشخاص جانے کو تیار ہیں، جائس کے شاہ صاحب

جن کا نام نامی اور اسم گرامی شاہ علی رضا خاں صاحب صابر ہے۔ انکی شہرت کم و بیش چند ماہ سے ہوئی ہے۔ ورنہ اس سے قبل کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ شاہ علی رضا خاںصاحب کون بزرگ ہیں اور جائس کہاں ہے +

مگر اس تھوڑے سے عرصہ میں شاہصاحب موصوف نے یکایک وہ شہرت پائی ہے کہ بڑے سے بڑا کوئی شہر اور چھوٹے سے چھوٹا کوئی گانوں اب ایسا نہیں ہے جہاں انکی شہرت اور انکا تذکرہ نہو۔؛

زیادہ تر تعجب تو اس امر کا ہے کہ اگر انہوں نے اخبارات میں اپنا کوئی اشتہار دیا ہو۔ کہیں منادی کرائی ہو۔ کسی کی طلب میں خطوط بھیجکر بھیکے پور بلایا ہو کوئی لنگر خانہ جاری کیا ہو۔ آینوالوں کی دعوتیں کرتے ہوں۔ حقہ پان اور چار سے آنے والوں کی مدارات کرتے ہوں۔ گیارہویں شریف کے حیلہ یا مولود شریف کے بہانے یا عرس شریف کے دھوکہ سے مخلوق خدا کو اکٹھا کرکے شیرینی اور تبرکات تقسیم کرتے ہوں تب بھی مضائقہ نہ تھا۔ مگر بلا اسکے دفعتہً اسقدر جلد شہرت اور نیکنامی اور مقبولیت عامہ کا حاصل ہو جانا نہایت تعجب خیز ہے۔؛

سنا ہے اسٹیشن جائس سے چار کوس کے فاصلہ پر ایک چھوٹے سے گانوں بھیکے پور میں ایک خس پوش مکان میں آپ سکونت پذیر ہیں جس میں مشکل سے دو چار مہمانوں کی بھی گنجایش نہیں ہے۔ مگر انہیں شاہ صاحب کی بدولت آج اس خس پوش جھونپڑے اور گمنام گانوں کی شہرت اور نیک نامی کا یہ عالم ہے کہ تمام ہندوستان میں غالبًا کوئی جگہ ایسی باقی نہیں ہے جہاں بھیکے پور کا تذکرہ نہ ہو۔ ہر جگہ سے جوق جوق ہزارہا بندگان خدا حج کی طرح سے اُنکی طرف بلا طلب کھچے ہوئے چلے آتے ہیں۔ ہزارہا کی گنتی ہے نہ لکھوکھا کا شمار ہے۔ مزید برآں یہ کہ کسی کو کھانے کی فکر ہے نہ پانی کا غم ہے۔ ایک عجیب سماں ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے

اور پھر لطف یہ ہے کہ عرس شریف ہو یا گیارھویں شریف ہو یا کوئی میلہ ٹھیلہ ہو یا زیارت گاہ ہو۔ غرض کسی قسم کا میلہ ہو۔ سال بھر میں یا چھ مہینے میں یا کم از ایک ہفتہ میں مجمع کے لیے ایک روز کہیں دو روز کہیں چار روز کہیں ہفتہ بھر۔ غرض اس سے زیادہ میلہ کا جماؤ ہوتے ہوئے کہیں نہیں سنا۔ مگر شاہ صاحب کا وہ میلہ اور زیارت گاہ ہے جو چھ ماہ سے قائم ہے اور یومًا فیومًا مشتاقین اور زائرین کے اشتیاق کا یہ عالم ہے کہ روزانہ زیادتی تو ہے لیکن کمی نہیں ہے بلکہ بھیکے پور پہنچکر دیکھو تو روزمرّہ نوروز ہی کا لطف رہتا ہے۔ اور پھر تماشا یہ ہے کہ وہاں نہ کھانے کا آرام ہے نہ پینے کا انتظام نہ مکان رہنے کو نہ شاہ صاحب سے ملاقات کی نوبت آتی ہے نہ شاہ صاحب کی جانب سے وارثین اور مسافرین کی مدارا کا کچھ بندوبست ہے۔ پھر بھی زائرین شوق میں ہزارہا کوس سے اس طرح سے کھنچے چلے آرہے ہیں گویا کہ ان کے گلوں میں ایک رسّی ہے جو ان کو کشاں کشاں کھینچے ہوئے لیے جارہی ہے۔

جائس کا وہ گمنام اسٹیشن جہاں ایک ٹکٹ کلکٹر بھی قلت کام سے خالی بیٹھا ہوا مکھیاں مارا کرتا تھا۔ اب اس پر تین ٹکٹ کلکٹر تعینات ہیں اور شام کی جانے والی گاڑی کے لیے صبح سے اور صبح کی جانے والی گاڑی کے واسطے شام سے برابر ٹکٹ تقسیم کرتے ہیں اور پھر بھی مسافر باقی رہجاتے ہیں۔ مگر اب سنا ہے کہ مسافروں کی آسائش اور آرام کے لیے سوداگروں نے اسٹیشن سے بھیکے پور تک سڑک کے دو طرفہ برابر دکانیں خس پوش اور مسافر خانے تیار کرلیے ہیں۔ اور نئے بنتے جاتے ہیں وہ گانوں جہاں پینے کو پانی بھی نہیں ملتا تھا۔ اب وہاں بلا تکلف زردہ اور بریانی اور اقسام اقسام کے کھانے بہت آرام کے ساتھ ہر وقت تیار ملتے ہیں۔ اور دکان داروں کو کھانا دینے کی فرصت نہیں۔ باایں ہمہ ہمکو

شاہ صاحب کے کسی فریب کے ساتھ تعبیر کرکے لوگوں کو روکنا شاہ صاحب کے فیض سے محروم کرنا ہے جو سراسر معاندین شاہ صاحب کا دھوکہ ہے۔ اگر یہ بات مان لی جائے کہ اپنی ذاتی کوشش یا فریب دہی سے بھی انسان مرجع خلائق بن سکتا ہے جیسا کہ کسی فریب یا دھوکہ کے ساتھ شاہ صاحب نے اپنے آپ کو مرجع خلائق بنا لیا ہے تو بسم اللہ۔ آج انہوں نے پانی بانٹ بانٹ کر اپنے آپ کو مرجع خلائق بنا لیا ہے۔ آپ شربت اور مٹھائی تقسیم کرکے اسیطرح مرجع خلائق بنجائیے۔ اور شاہ صاحب کی دکان کو پھیکا کرا دیجئے۔

سچ یہ ہے کہ [illegible] ہے نہیں آپ [illegible] ہیں۔ ہمارے نزدیک کسی کی شہرت اور نیک نامی کے لیے اسکی ذاتی کوشش سے کچھ نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ مدد خداوندی شامل حال نہو۔ ایک مرتبہ حضور سرور عالم و عالمیان ایک مقام پر تشریف فرما تھے اور حضرات صحابہ کرام حضور کو حلقہ کئے ہوئے بیٹھے تھے۔ اتفاقًا سامنے سے ایک جنازہ نکلا۔ جناب رسول خدا نے جنازہ کو دیکھکر ارشاد فرمایا کہ یہ کسکی میت ہے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے۔ اور وہ نہایت نیک آدمی تھا۔ اسکو سنکر آپ نے فرمایا کہ وجبت۔ دو چار روز کے بعد ایک اور جنازہ پر نظر پڑی اور اسیطرح سے آپ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ کس کا جنازہ ہے حضور کے صحابہ نے عرض کیا کہ اے رسول خدا! یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے۔ اور سنا ہے کہ وہ بہت برا شخص تھا۔ یہ سنکر بھی آپ نے یہی کلمہ زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ وجبت۔

حضرات صحابہ رضی کرام نے اس کلمہ کو سنکر بہت تعجب کے ساتھ دریافت کیا کہ حضور نے اس روز بھی ایک نیک آدمی کے جنازہ کو دیکھکر وجبت فرمایا تھا اور آج اس برے آدمی کے جنازہ کو دیکھکر بھی وجبت ہی فرمایا۔ حضور انور نے ارشاد فرمایا

کہ جس وقت تم دیکھو کہ لوگ کسی کی بھلائی کرتے ہیں تو سمجھ لو کہ وہ ضرور نیک ہے
اور جب کسی کو برائی کے ساتھ یاد کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ ضرور یہ شخص برا ہے۔
چنانچہ پہلی دفعہ جو سب نے باتفاق اسکی بھلائی کا تذکرہ کیا تھا تو میں نے اُسکو نیک گمان
کرکے کہدیا تھا کہ وجبت یعنی وجبت الجنۃ۔ (اسکے لیے جنت واجب ہو گئی)
اسی طرح سے جب تم سب نے ملکر دوسری میت کا برائی کے ساتھ تذکرہ کیا تو میں نے
تمہاری شہادت کی بنا پر کہدیا کہ وجبت یعنی وجبت النار (اسکے لیے دوزخ
واجب ہو گئی)۔

اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ ابھی ہم نے شاہ صاحب کو دیکھا نہیں ہے
محض افواہ ہی افواہ سنی ہے کہ ایسے نیک اور برگزیدہ شخص ہیں مگر چونکہ جناب نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کی نیکی کی عام لوگوں میں شہرت ہو تو
سمجھ لو کہ وہ ضرور نیک ہے ؎

ہر کرا جامہ پارسا بینی — پارسا دان و نیک مرد انگار
ور ندانی کہ در نہانش چیست — محتسب را درون خانہ چہ کار

لہذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن کی نسبت بھی حُسن ظن ہی رکھیں اور سمجھ لیں کہ
اُن کی شہرت اور نیک نامی کسی انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک امر
خداوندی ہے کہ جس نے آن کی آن میں تمام جہان کے دلوں کو مسخر کرکے اُن کی طرف
پھیر دیا ہے ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ — کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

حدیث میں آیا ہے کہ جب خدائے تبارک تعالی اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو
منتخب کرکے اپنا دوست بنا لیتا ہے یا کسیکو راندۂ درگاہ کر دیتا ہے تو بذریعہ
ملائکہ مقربین کے پہلے آسمان پر اسکی منادی کرا دیتا ہے۔ اسکے بعد دنیا میں

اس کی ویسی ہی شہرت ہوجاتی ہے۔ نیک تو نیکی کے ساتھ۔ بدے تو بدی کے ساتھ۔ ہر ایک مرد کی زبان پر اسکا ذکر جاری ہوجاتا ہے۔ خواہ اسکو کسی نے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ اسیکا نام ہے زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو اسے

چراغے راکہ ایزد برفروزد ۔ کسے گرتف کند ریشش بسوزد

ایک عمدہ شہادت

اخبار حبیب ملی لکھتا ہے کہ آپ سنتے ہونگے کہ جائس ضلع رائے بریلی میں چشتیہ خاندان کے ایک بزرگ ظاہر ہوئے ہیں جو ہر قسم کے بیماروں کو پانی مرحمت فرماتے ہیں یہ پانی چالیس روز تک استعمال کیا جاتا ہے جس سے مرض بالکل جاتا رہتا ہے ہزاروں بیمار جمع ہوتے ہیں اور اس موقع مسیحا کا فیضان دیکھکر حیران رہ جاتے ہیں۔

اخبار پانیر کا نامہ نگار بھی اس عجیب خبر کی تحقیقات کے لیے جائس گیا تھا اس نے لکھا ہے کہ ان بزرگ کو ہپناٹزم آتا ہے مگر خوب طاقت وار عمل یاد ہے کہ لاکھوں آدمیوں کو فائدہ پہونچتا ہے اور طاقت کم نہیں ہوتی +

ہندوں کے روزانہ انگریزی اخبار لیڈر میں ایک ہندو وکیل نے لکھا ہے کہ میں نے جائس کے شاہ صاحب کا پانی استعمال کیا۔ مجکو اور میرے بہت سے ہندو دوستونکو اس پانی سے ازحد فائدہ ہوا۔ سائنس والے بتائیں کہ اسمیں کیا راز ہے +

خلقت کے رجوع کا یہ عالم ہے کہ جائس کے اسٹیشن سے لیکر شاہ صاحب کے جائے قیام تک جو ریل سے چھ میل ہے نوسو بیل گاڑیاں روزانہ مسافروں کو لاتی اور لے جاتی ہیں اور حکام ریل کو اسپیشل گاڑیاں چھوڑنی پڑتی ہیں" +

محمد یعقوب اسرائیلی

غیرت و حمیت

بسم اللہ

آؤ آج اپنے اپنے حقوق و فرائض کی جانچ پڑتال کریں۔ آؤ دیکھیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے تھا اور اب تک کیا کچھ کیا ہے؟ آؤ کہ ہم سب مل جل کر تلافی مافات سے اپنی زندگی و ہوشمندی کا ثبوت دیں۔ ہوائے غفلت کے جھونکے بلاشبہ دوریاں و بیگانگی کی نیند سوئے رہنے کے سامان مہیا کرتے ہیں۔ خمیازہ اعمال کی کالی کالی گھٹ میں کچھ شک نہیں کہ اس روز بد کو بھی روز تیرہ و ادبار کی شب تار بنا دیتی ہیں۔ حوادث و آفات کے صدمے ضرور کمر ہمت توڑنے والے ہیں۔ یہ سب کچھ سہی لیکن آہ! کیا ہم لا متناہی تاریکی میں پڑے بھٹکنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں؟ کیا ہلاکت کے خطرناک غار ہماری منزل مقصود ہیں؟ کیا یاس خیز بربادی ہمارا مدعائے زیست ہے؟ لا واللہ۔ معاذ اللہ منہا +

پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنی اصل پر غور نہ کریں؟ کیا سبب کہ مراحل حیات میں چشم بصیرت سے کام نہ لیں؟ +

تمام دنیا مانتی اور جمیع اقوام عالم کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ صوفی مشرب فرقہ ہمیشہ سے خاصانِ خدا کے زمرہ میں شمار ہوتا رہا ہے۔ مگر صاحبو! آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ یہ مہتم بالشان نسبت کیسی کیسی زبردست ذمہ داریاں آپ پر عائد کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات پاک اپنے مقام علو و تقدس میں ایسی غیور واقع ہوئی ہے کہ صفاتِ الوہیت کے منافی ایک ادنیٰ شائبہ بھی غیرتِ الٰہی گوارا نہیں کر سکتی +

کیا ہمارا ادعا یہ نہیں کہ اُسی ہستی اعلیٰ کے ساتھ ہمیں خاص تعلق حاصل ہے ؟ مگر وہاں تو یہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ نہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے نہ تھکتا ہے اور خدا جانے کیا کیا کچھ - پس کیا اس نسبت بزرگ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری غیرت وحمیت کو یہ گوارا ہونا چاہیے کہ خواب غفلت میں پڑے خراٹے لیا کریں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پاک خدمت سے جو ہمارا اصلی فرض منصبی ہے تنک کر اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہیں ؟ ہرگز نہیں - ہرگز نہیں ٭

حقوق و فرائض کی پڑتال - اللہ اللہ - بڑا نازک اور سخت ذمہ داری کا کام ہے - صدمات حوادث لاریب کمر شکن ہیں - اور تاریکی و یاس کے لق و دق میدان میں مافات کی تلافی درحقیقت نہایت کٹھن - لیکن الحمدللہ کہ ہم اشرف المخلوقات ہیں نہ کہ حیوان مطلق یا جمادات ہم وہی ہیں جنہیں لا تیئسوا من روح اللہ کا مژدہ دیا گیا ہے - وہی ہیں جنکو یخرجہم من الظلمت الی النور کی بشارت سنائی گئی ہے تو اب ہمارا کام یہ ہونا چاہیے کہ منشائے ربانی کے موافق اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کریں - تعظیم لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ کی اہم ذمہ داریوں کو سمجھیں سستی و غفلت کو یک لخت خیر باد کہکر کچھہ کام کرنے کی طرف متوجہ ہوں کہ زندہ وہی ہیں جو اپنے مولیٰ کی راہ پر قدم مارتا اور حیات مستعار کو فرض کی ادائیگی میں گزارتا ہے ٭

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کی جماعت لاریب ایک منتخب ملت اسلام ہے لیکن اسکے محترم افراد آجکل کس حال میں ہیں اور کن اشغال میں مصروف - اپنی قومی ضروریات کا اُنہیں کہاں تک احساس ہے - اِن کے پورا کرنے کا بھی کچھہ فکر ہے یا نہیں ؟ اِن سوالوں کا جواب بیانی الحال بڑا دقت طلب کام ہے مگر اسمیں کلام نہیں کہ یہ وہی مقدس حزب اللہ ہے جو کسیوقت اقوام غیر کے روحانی موتی کو

برکات اسلام سے جلاتا اور اپنے پاک نمونوں سے گمراہوں کو راہ سلامتی دکھلاتا تھا آہ! اُسی اسلام اور ملت اسلام کی حالت اسوقت نہایت قابل رحم ہے پس یہ سونے کا وقت ہی نہ بیکار کھونے کا۔ نظام المشائخ کے اجراء کی غرض وغایت ایک حد تک اس کے نام میں موجود ہی۔ اگر صوفی برادری کے محترم بزرگواروں نے اس غرض اصلی کو دل سے بھلائے رکھا تو یہ بھی فروگزاشت تھی۔ اور اگر ہم سے اُن مقاصد کے خاطر خواہ ملحوظ رکھنے میں کوتاہی ہوئی تو بھی کچھ شک نہیں کہ بڑی غلطی وغفلت میں رہے۔ مگر مومن کو اللہ تعالی دیر تک غلطی وغفلت میں نہیں رہنے دیتا۔ اب خیال کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر کسی بزرگ محترم کو تا حال اسکا خیال نہ آیا تو کیا ہم بھی چپ لگائے رہیں؟ یہ کوئی ہمارے لیئے دلیل فوقیت نہیں کہ پہلے ہم جاگے اور دوسروں کو جگایا۔ بلکہ منصب خدمت گزاری کی ذمہ داری اسی کی مقتضی ہے کہ افراد ملت کو اپنے ماضی و حال کے موازنہ پر مجبور کریں۔ اور فکر مستقبل کے لیئے بیدار و مستعد۔

کیا ہمارے علمی مشاغل کی معراج کمال صرف یہی ہے کہ دل آویز مضامین خیالی کے مذاق کو ترقی دیں۔ کیا ہمارے اخلاقی وروحانی فرائض کا لب لباب یہی ہے کہ دماغی عیاشی اور مہذب کاہلی کے لوازمات کو نباہے جائیں۔ اور بس کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مبارک مشن کو ہمارے سلف صالح رضی یونہی انجام دیا کرتے تھے؟

آپ کا خادم نظام المشائخ بفضلہ تعالیٰ پورے عزم و استقلال سے اپنا فرض ادا کرنے کو کمر بستہ ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ اس کی خدمات میں نمایاں ترقی و تبدیلی پائیں گے۔ مگر یہ واضح رہے کہ اس اہم مقصد میں کامیابی کا بڑا انحصار اسبات پر ہے کہ اسکے حلقہ اثر کو وسعت دینے میں غیر معمولی سرگرمی

اخلاص سے کوشش کیجائے اور یہ مبارک کام بلا توقف شروع ہو جانا چاہیئے
ہم انشاء اللہ اگلے نمبر میں ان ضروری تجاویز کا ایک سرسری خاکہ پیش کرینگے
جن پر کاربند ہونا فی زمانا صوفی برادری کے لیے اشد ضروری ہے۔
السعی منی والاتمام من اللہ - وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم
اڈیٹر

استفسار اگر کسی صاحب کو ایسے اشعار عربی فارسی۔ اردو وغیرہ یاد ہوں
جن کے سُننے یا پڑھنے سے بزرگان دین یا عام موحدین وجد و حال میں آگئے ہوں یا جن
سے کسی پر کوئی خاص کیفیت طاری ہوئی ہو یا جن کا حالت سماع میں وصال ہو گیا ہو
جو اصحاب ایسے اشعار سے اطلاع دینگے میں ان کا کمال شکرگزار ہوں گا۔ اور کتاب
کی ایک جلد مفت ان کی نذر ہوگی۔ راقم محمد الدین فوق اڈیٹر اخبار کشمیری لاہور

اگلا پرچہ خواجہ نمبر ہوگا

رجب کی ۶ تاریخ کو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہے
اسلیے میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر نظام المشائخ کا جو پرچہ نکلے وہ خواجہ نمبر کے نام سے
موسوم ہو۔ اکثر مضامین نثر و نظم اسکے لیے فراہم کریے گئے ہیں اور خدا کے فضل سے امید ہے کہ
مجھے اپنے ارادے میں خاطر خواہ کامیابی ہوگی۔ ناظرین میں جو احباب کسی قسم کی مدد دینی
چاہیں تو جلد دیں۔ محمد الواحدی ۔

مناجات

از حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضہ

خذ بلطفك یا الٰهی من له زادٌ قلیل	دستگیری کر خدایا زاد ہو جس کی قلیل
مفلس بالصدق یاتی عند بابك یا جلیل	ایسے مفلس کی جو آوے در پہ تیرے اے جلیل
ذنبه ذنب عظیم فاغفر الذنب العظیم	جرم اوس کا حد سے گزرا معاف کر اسکی خطا
انه شخص غریب مذنب عبدٌ ذلیل	بندۂ ناچیز ہوں میں اور گنہگار و ذلیل
منه عصیان و نسیان و سهو العمد سهو	مرتکب ہوں جرم و غفلت اور نسیانی کا میں
منك احسان و فضل بعد اعطاء الجزیل	اور ہے تو معدن احسان و ہم فضل جزیل
قال یا ربی ذنوبی مثل رملٍ لا تعد	ہیں خطائیں میری بیحد مثل ریگ بر و بحر
فاعف عنی کل ذنب فاصفح الصفح الجمیل	سب گناہوں کو مٹا دے میرے اے رب جمیل
انت وافی انت کافی فی مهمات الامور	باوفا بھی ہے تو ہی مشکل کشا بھی تو ہی
انت ربی انت حسبی انت لی نعم الوکیل	اور خدائے ما تو ہی ہے اور تو ہی نعم الوکیل
کیف حالی یا الٰهی لیس لی خیر العمل	ہائے کیا گذریگی ہم پر جب عمل اچھے نہیں
سوء اعمالی کثیر زاد طاعاتی قلیل	ہے بدی حد سے زیادہ اور طاعت ہے قلیل
قل لنار ابردی یا رب فی حقی کما	آگ کو کر حکم ہو گلزار ہم پر اے خدا
قلت قل یا نار کونی بردا فی حق الخلیل	جس طرح سے تونے فرمایا تھا از بہر خلیل
اشفنی من کل داءٍ و اقض عنی حاجتی	سب مرض میں دے شفا اور حاجتیں سب کو روا
ان لی قلب سقیما انت من یشفی العلیل	دل مرا بیمار ہے اور تو شفا بخش علیل
رب هب لی کنز فضلٍ انت وهاب کریم	بخشدے ہم کو خدایا نام تیرا ہے کریم

اعطنی مافی ضمیری دلّنی خیر الدلیل | مدعا دل کا عطا کر رہنما یم خوش دلیل
هب لنا ملکا عظیما بخنا مما نخاف | ڈر مجھے اوس روز کا ہے بخشدینا الخدا
ربنا اذ انت قاضی و المنادی جبرئیل | جبکہ تو قاضی بنے گا اور منادی جبرئیل
این موسیٰ این عیسیٰ این یحیٰ این نوح | واں کہاں موسیٰ و عیسیٰ اور کہاں یحییٰ و نوح
انت یا صدیق عاصی تب الی المولی الجلیل | یوسفا توبہ کر پیش خداوند جلیل

(مترجم فقیر سید محمد یوسف)

تضمین غزل حکیم سنائی رح

دل و جاں میکند از خویشتن رم | نہ بیند صورت آرام یک دم
نہ تنہا کار ما گردید برہم | ز مهجوری برآمد جان عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

بنیدانم چرا سوی نہ بینی | توئی کاندر دل و جاں جاگزینی
بچشم نازنیناں نازنینی | نہ آخر رحمۃ للعالمینی

ز محروماں چرا فارغ نشینی

بکن روشن شبے مهتاب برخیز | بہ بیں حال من بے تاب برخیز
کرم کن جان جان بشتاب برخیز | ز خاک اے لالۂ سیراب برخیز

چو نرگس خواب چند از خواب برخیز

تو دانی یا رسول اللہ تو دانی | ہمہ جسمیم تو جان جہانی
بمشتاقاں چرا این لن ترانی | بروں آور سر از برد یمانی

کہ روئے تست صبح زندگانی

ز عشقت جان و تن پر سوز گرداں جہانے را فرح اندوز گرداں
دل ما شمع شب افروز گرداں شب اندوہ ما را روز گرداں
ز رویت روز ما فیروز گرداں

بود از ہجر تو بر ما قیامہ ز رو بر کن نقاب اے ذوالکرامہ
بہ بر در کش گلیم خوش شمامہ بہ تن بر پوش عنبر بوئے جامہ
بسر بر بند کافوری عمامہ

برانساں گیسوئے عنبر فشاں را دو بالا کن جمال دلستاں را
بدام آور دل اہل جہاں را فرود آویز از سر گیسواں را
فگن سایہ بہ پا سرو رواں را

قیامت از قد و قامت بپا کن بہ قد و قامت حصول مدعا کن
ادا و ناز و طرز دلربا کن ادیم طائفی نعلین پا کن
شراک از رشتۂ جانہائے ما کن

نہ تنہا عاشقانت فرش راہ ہند بدرد انتظارت جاں بکاہند
اگر اہل گلیم و گر کلاہ ہند جہانے دیدہ کردہ فرش راہ ہند
چو فرش اقبال پا بوس تو خواہند

خدا را منتے بر جان ہم نہ بہ پشت ناتوانان بار کم نہ
بنائے التفاتے از کرم نہ نہ حجرہ پائے در صحن حرم نہ
بفرق خاک رہ بوساں قدم نہ

مسوزائے جاں قلوب عاشقاں را نگہباں باش اندہ سینہ جاں را
شکیبے بسملان نیم جاں را بدہ دستے ز پا افتادگاں را
بکن دلداری دلدادگاں را

پئے برقِ جالت چوں گیا ہیم | زعصیان و گناہاں بس تبا ہیم
حمایت جوئے آں عالم پنا ہیم | اگرچہ غرق دریائے گنا ہیم
فتادہ خشک لب بر خاک راہیم

بناشد جز تو کس امید گاہے | توئی اے جانِ جاں پشت و پناہے
توئی ما عاصیاں را عفو خواہے | تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے
کنی بر حالِ لب خشکاں نگاہے

زعشقِ خود درونِ دل بیارائے | بمغزِ جانِ ما فرحے بیفزائے
بدہ دستے کہ افتادیم از پائے | بجود درمندہ ام از نفسِ خود رائے
بدیں درماندہ چندیں بہ بخشائے

بناشد رحمتت گرساز گارے | چہ آید دار وئے یا چارہ کارے
توئی بس چارہ فرما آرے آرے | اگر باشد نہ لطفت دست یارے
ز دست ما نیاید ہیچ کارے

بہ بخشا یا رسول اللہ مارا | عطا فرما دلِ آگاہ مارا
بیارد نفس بد درچاہ مارا | قضا می افگند از راہ مارا
خدا را از خدا درخواہ مارا

چنیں گر نفس امارہ ستیزد | امیدم خاک در غربال ریزد
و لے با لطف تو خوفم گریزد | چو حول روز رستاخیز خیزد
ز آتش آب روئے ما نہ ریزد

برائے کارہائے واہی ما | پئے ایں کوری و بیراہی ما
در روئے رحم ناآگاہی ما | کند با ایں ہمہ گمراہی ما
ترا اذن شفاعت خواہی ما

تو آزندرو مردم زھر سو سیہ روی و سیہ قلب و سیہ خو
ازیں رو رخ نہاں کردہ بگیسو چو چوگاں سر فگندہ آوری د
بمیدان شفاعت امتی گو

چو مہر عشق سے تابد متامی ہمہ خاکسترم ساز و متامی
دلم از ہجر می کاہد تمامی بشوقت جاں بلب آمد تمامی
نقمتم یا حبیبی کم تنامی

بعشق غیر جاں کاہی ندارم چو شغل ما سوا اللہی ندارم
خیالِ منصب و جاہے ندارم امید خلعتِ شاہی ندارم
بہ سر دارم ہمیں داغ غلامی

شراب عشق حق مینوش مینوش بشوقِ دید خود برآمد بصد جوش
ردائے پر صفا در کش بآغوش عمامہ بر سر و جامہ بہ تن پوش
بقد سروی برخ ماہِ تمامی

ہمہ جان و جہاں از خاک کوئید ہمہ شعلہ رخاں از عکس روئید
ہمہ شیریں لباں در گفتگوئید ہمہ پیغمبراں در جستجوئید
خدا داند کہ تو در چہ مقامی

جمع آیند چوں مردانِ نامی چو خواجہ حافظ و خواجہ نظامی
گرفتہ از رضی اخگر تمامی بحسن اہتمامت کار جامی
طفیلِ دیگراں یابد تمامی

رضی علی اخگر

تضمین

بر کلام بلاغت نظام مولائی و مرشدی حضرت شاہ خواجہ الٰہی بخش فنا عرفان چشتی رحمہ اللہ

از خود گذشتم و سوے جانانہ میروم — نزدیک شمع حسن چہ پروانہ میروم
با سوز جذب عشق شتابانہ میروم — در ذات محو گشتم و دیوانہ میروم
رقصاں گہے دواں گہے مستانہ میروم

از فعل زاہدان ریائی چہ غم مرا — وز قول ناصحاں چہ الم بیش و کم مرا
در طاق ابروش سر تسلیم خم مرا — عشق بتاں چو کرد برون از حرم مرا
بہر صنم بسوے صنم خانہ میروم

کے میشود چو من بہ جہاں مست و بادہ نوش — دارد خیال غیر جز بادہ عقل و ہوش
زاہد ز مسجدی چو من بادہ نوش دوش — پیر مغاں کہ ساقی ما ہست میفروش
بہر تلاش او سوے میخانہ میروم

اے کاش دیدے روئے تو اے شوخ عابدے — بے ہوش و مست گشتہ بیک دید لابدے
مضطر چو من شدے بسر کوئیت آمدے — بہر نظارہ بت کافر ز مسجدے
زنار بستہ جانب بت خانہ میروم

یک جرعہ چوں ز جام می عارفاں رسید — از قید ایں مکاں بسوے لامکاں رسید
دلدار ماہ وش بہ بر عاشقاں رسید — کیف مے وصال چو از خواجگاں رسید
واللہ محو و بیخود و مستانہ میروم

بے چین کرد عشق مراد لربا چناں — مہلت نمیدہد ز تپ سوز یکزماں
اے عشق تا عرض حال کن پیش خواجگاں — عرفاں تباہ گشت ز عشق پریرخاں

مجبور گشتہ سوئے پری خانہ میبردم
عشق نبی ز جیب آبرو دوسین

رباعیات اوج

ہر شے سے عیاں ہے شان وحدت تیری
ہر شے سے ہے آشکار صنعت تیری
ذرّے ذرّے سے تیری قدرت ہے عیاں
سبحان اللہ! کیا ہے قدرت تیری

زاہد کو ہے اپنے زہد و طاعت پہ گھمنڈ
عابد کو عبادت و ریاضت پہ گھمنڈ
میں اپنے گناہوں پہ ہوں نادم لیکن
یارب مجھکو ہے تیری رحمت پہ گھمنڈ

یارب مفلس کو مال و زر دیتا ہے
دم بھر میں گدا کو شاہ کر دیتا ہے
سائل ترے در سے کب پھرا خالی ہاتھ
دامن دُرِ امید سے بھر دیتا ہے۔

ہر چیز کو اس ربِّ علا سے مانگو
کیوں شاہ کو چھوڑ کر گدا سے مانگو
زرداروں کے در پہ جبہ سائی نہ کرو
جو کچھ ہو مانگنا خدا سے مانگو

رہتا ہے رات دن خیالِ احمد
دیکھوں ہوتا ہے کب وصالِ احمد
ہے ہند میں بےچین بہت اوج حزیں
یارب دکھلا مجھے جمالِ احمد

امداد کی حاجت ہے مصیبت کے لیے
لازم ہے دوا مریضِ فرقت کے لیے
اب ہند سے اوج کو بلا لو مولیٰ
بے چین ہے طیبہ کی زیارت کے لیے

مخلوق خدا کے خضر رہبر تم ہو اللہ کے بعد بندہ پرور تم ہو
پیاسوں کو صف حشر میں کرنا سیراب اے ختم رسل ساقی کوثر تم ہو

اوج گیاوی

ہوش میں آ اللہ کے بندے

نام و نمود و جاہ کے بندے اپنی ثنا کے واہ کے بندے
ملک کے قیدی شاہ کے بندے مال و زر و تنخواہ کے بندے
ہوش میں آ اللہ کے بندے

آخر عز و شان یہ کب تک دنیا کے سامان یہ کب تک
دو دن کے ارمان یہ کب تک غیروں کے احسان یہ کب تک
ضغطہ میں ایمان یہ کب تک

خواہش عظمت و شوکت تا کے نام و نمود و شہرت تا کے
حرص بقا ر دولت تا کے غافل آخر غفلت تا کے
دنیا تا کے الفت تا کے

آنکھیں کھولدے ہوش میں آجا دنیا کا کب تک یہ کھیڑا
غفلت غفلت میں شب کھویا دیکھ وہ سورج نکلا نکلا،
پیارے اٹھ جا پیارے اٹھ جا

جس اب دل کی صفائی کر لے کچھ عقبیٰ کی بھی تو خبر لے
چلنا ہے تو زاد سفر لے دوش پہ اپنے اپنا گھر لے
ہاں ہاں موت سے پہلے مر لے

یاد کیا کر اوس یکتا کی اپنے رام کی اپنے خدا کی

اوس خلاق ارض و سما کی — دونوں جہاں کی جس نے بنا کی

جس نے ہم کو بنایا خاکی

آ، اے کوکب آ، اے ناداں — کردیں اپنی جان کو قرباں

ہو جائیں سب یار کے مہماں — جان ہو اپنی جانِ جاناں

نام اسی کا بس ہے انساں

ایک آرزو

اخوالحزم محمد عبدالرب کوکب حیدرآبادی

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب — کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

شورش سے بھاگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا — ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

مرتا ہوں خامشی پر یہ آرزو ہے میری — دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

آزاد فکر سے ہوں عزلت میں دن گزاروں — دنیا کے غم کا کانٹا دل سے نکل گیا ہو

لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں — چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

پتوں کا ہو نظارہ میری کتاب خوانی — دفتر ہو معرفت کا جو گل کھلا ہوا ہو

گل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا — ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو

ہو ہاتھ کا سرہانا سبزہ کا ہو بچھونا — شرمائے جس سے جلوت خلوت میں وہ ادا ہو

مانوس اس قدر ہو صورت سے میری بلبل — ننھے سے دل میں اس کے کھٹکا نہ کچھ مرا ہو

صف باندھے دونو جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں — ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو

ہو دلفریب ایسا کوہسار کا نظارہ — پانی بھی موج بن کر اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو

آغوش میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ — پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو

پانی کو چھو رہی ہو جھک جھک کے گل کی ٹہنی — جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

مہندی لگائے سورج جب شام کی دلہن کو
سرخی لیے سنہری ہر پھول کی قبا ہو

یوں وادیوں میں ٹھیرے آکر شفق کی سرخی
جیسے کسی گلی میں کوئی شکستہ پا ہو

پچھم کو جا رہا ہو کچھ اِس ادا سے سورج
جیسے کوئی کسی کے دامن کو کھینچتا ہو

راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم
اُمید ان کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

بجلی چمک کے اُن کو کٹیا میری دکھا دے
جب آسماں پہ ہر سُو بادل گھرا ہوا ہو

پچھلے پہر کی کوئل وہ صبح کی مؤذن
میں اُس کا ہم نوا ہوں وہ میری ہم نوا ہو

کانوں پہ ہو نہ میرے دیر و حرم کا احساں
روزن ہی جھونپڑی کا مجھ کو سحر نما ہو

ظلمت جھلک رہی ہو اس طرح چاندنی میں
جوں آنکھ میں سحر کی سرمہ لگا ہوا ہو

پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
رونا میرا وضو ہو نالہ میری دعا ہو

دل کھول کر بہاؤں اپنے وطن پہ آنسو
سرسبز جن کی نم سے بوٹا امید کا ہو

اس خاموشی میں جائیں اتنے بلند نالے
تاروں کے قافلے کو میری صدا درا ہو

ہر دردمند دل کو رونا مرا رُلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

اقبال

کلام نوحؒ

سب بھید ہو نہ جائے کیوں کر عیاں ہمارا
مخبر بنا کسی کا اب رازداں ہمارا

کٹتی تھی عمر اپنی علمی مباحثے میں
دیتا تھا لطف کیا کیا ہم کو بیاں ہمارا

برباد ہو گئی ہے توقیرِ خاندانی
گمنام ہو گیا ہے ہر خانداں ہمارا

گردابِ بحرِ غم میں کشتی پھنسی ہماری
صحرائے پرخطر میں ہے کارواں ہمارا

یا اپنی دوستی کا دم لوگ بھر رہے تھے
یا ہو گیا مخالف سارا جہاں ہمارا

گھر کیا کہ اب نہیں ہے گھر کا نشان باقی — کیسا ہرا بھرا تھا پہلے مکاں ہمارا
پھیلا نفاق باہم ہو اتفاق کیوں کر — کچھ ہے یقین تمھارا کچھ ہے گماں ہمارا
اصلاح ملک کی ہے موقوف یک دلی پر — پھر ہے زمیں ہماری پھر آسماں ہمارا
ملنے میں ایک سے ہے یہ عذر دوسرے کو — رتبہ کہاں ہے اُس کا رتبہ کہاں ہمارا
آتا ہے ہم کو رونا خود اپنی بے کسی پر — ہم نوحہ خواں ہیں دل کے دل نوحہ خواں ہمارا
شاخ مراد اپنی مرجھا کے رہ گئی ہے — گلزار ہو گیا ہے نذر خزاں ہمارا
یارب کدھر گئے وہ اگلے زمانے والے — وہ کیا ہوا الٰہی پچھلا سماں ہمارا
توبہ کی طرح اپنی کمزور ہے طبیعت — ایمان کی طرح ہے دل ناتواں ہمارا

اے نوح یہ ہے حالت پھر اس پہ ہے یہ دعوے
ہندوستاں کے ہم ہیں ہندوستاں ہمارا

دیگر

میں کہاں تک رووں اسلام ترے حال پہ — زشتی افعال پہ یا خوبی اعمال پہ
اُس کو تاسے دیکھ کر خالی جگہ کرنے لگے — توپ سے بھی لڑنے والے پوپ سے ڈرنے لگے

آبرو موجِ حوادث میں وہ ساری بہ گئی
شیخ صاحب چل بسے شیخی ہی شیخی رہ گئی

مفتی رحمٰن

تازہ نعتیں اور غزلیں

(۱)

از جناب سید الشعرا حکیم محمد حسن صاحب حسن ایوری

نہ ہمدمے نہ انیسے نہ غمگسارے ہست — بعشق طیبہ کہ داند کہ بیقرارے ہست

شدہ است از ہمہ مجبور یک عاشق را　　بآہ و نالہ و فریاد اختیاری ہست
شنیدہ ام کہ طبیب شفیق طیبہ را　　بحال خستہ دلان لطف بیشماری ہست
چہ دور باش منست این چپارہ حزین　　زرہ نوردئی من بر لب غباری ہست
بنخل طیبہ کہ گوید رطب فشان کہ ترا　　بخاک ہند فتادہ امیدواری ہست
بحال ہندیٔ درماندہ سید ارسے　　کہ سخت خستہ و بیچارہ دلفگاری ہست
چہ تکیہ ایست مرا با ہمہ تبہ کاری　　بذات رحمت عالم کہ پردہ داری ہست
نظر بنامہ اعمال سرورا دانی　　ق　　کہ ننگ اتیانت سیاہ کاری ہست
بخاک طیبہ فتادہ بچشم لطف نگر　　ز کردہ و ناکردہ شرمساری ہست

(۲)

از جناب مولوی محمد نور صاحب عیش امروہوی

قسیم حوض کوثر مالک خلد بریں تم ہو　　خدائی میں خدا کے بعد جو کچھ ہو تمہیں تم ہو
بندھا عمامہ یٰسین ہے فرق مبارک پر　　قبائے آیہ تطہیر پہنے شاہ دیں تم ہو
تمہاری کاکل مشکیں ہے واللیل اذا یغشیٰ　　خزانہ کنت کنزاً کا جو ہے اسکی نگیں تم ہو
اشارے سے کیا انگشت کے شق القمر تمنے　　ید قدرت کی بیشک یا محمد آستیں تم ہو
الم نشرح لک صدرک ہے سینہ والضحیٰ چہرہ　　تمہاری شان ہے لولاک فخر مرسلیں تم ہو
یہ مانا شہرۂ آفاق ہیں یوسف حسینوں میں　　مگر جس کے اٹھائے ناز حق نے وہ حسیں تم ہو
کسیکو شکل دکھلانا کسی سے منہ چھپا لینا　　نئی پردہ نشینی ہے عجب پردہ نشیں تم ہو
تمہارا ہی سہارا حشر میں اچھے بروں کو ہے　　پناہ انبیا تم ہو شفیع المذنبیں تم ہو
تیمی نے بڑھا دی اسقدر کونین میں قیمت　　خدا ہے مشتری وہ بے بہا در ثمیں تم ہو
نبی تو اور بھی گذرے مگر مجھ سے جو سچ پوچھو　　نبوت کی جو خاتم ہے شہا اسکے نگیں تم ہو
خیال غیر کا کیا کام ہے کیوں ہمیں وہ آئے　　میری خلوت سرا دل کے اے صاحب مکیں تم ہو

نہیں اہل زمیں واقف تمھارے جاہ و منصب سے
سریر عرش کے پاشاہ دیں مسند نشیں تم ہو

گناہوں سے قیامت میں مجھے پھر کیوں ہو اندیشہ
شفیع روز محشر جب شفیع مذنبیں تم ہو

عجب کچھ لطف ہے جان حزیں تن سے نکلجائے
جو وقت نزع میرے روبرو پاشاہ دیں تم ہو

تمھیں کعبہ کی رونق ہو تمھیں ہو عرش کی زینت
حقیقت میں جو دیکھا غور کر کے تو تمھیں تم ہو

زلیخا کو کیا شیدا بنایا قیس کو مجنوں
مہ کنعاں بھی تم اور لیلی محمل نشیں تم ہو

لحد ہو جائیگی روشن مری نور الٰہی سے
کہ جب زیر زمیں آرام فرما مہ جبیں تم ہو

ریاض قدس کے بلبل فدا ہیں جسکے عارض پر
وہ گلزار خلیلی کی گل نازک تریں تم ہو

کھنچے ہیں آپکے خامے سے سارے نقش عالم کے
دبیر کلک قدرت کے نگار اولیں تم ہو

میں صدقے ان کے اس کہنے کے وہ محشر میں کہتے تھے یا
ہمیں بھی یاد کرتے تھے وہ کیا عیش حزیں تم ہو

(۳)

از جناب سید شاہ محمد ایوب صاحب صبر مظفر پوری

مرا دل جانتا ہے یا خدا واقف ہی کیا تم ہو
کریم و کارساز و بندہ پرور مصطفیٰ تم ہو

تمھارے حسن کا شہرہ فزوں کیوں ہو نہ یوسف سے
وہ محبوب زلیخا ہے تو محبوب خدا تم ہو

نہ کیونکر فخر ہو تم پر گنہگاران امت کو
شفیع حشر تم ہو شافع روز جزا تم ہو

یہاں بیمار غم کی غیر حالت ہوتی جاتی ہے
خبر لیتے نہیں واللہ اچھے دلربا تم ہو

اگر شیطان رہزن ہے تو ہو پروا نہیں ہم کو
ہمارے راہبر تم ہو ہمارے پیشوا تم ہو

تصدق کیوں نہوں تم پر خدا کے ماننے والے
خدا عاشق تمھارا اور معشوق خدا تم ہو

نہوتا کچھ اگر پیدا نہ ہوتے تم زمانے میں
تجلی جسکی عالم میں ہے وہ نور خدا تم ہو

نہیں ہے صبر کو کچھ خوف اب نار جہنم سے
محمد مصطفیٰ آپ شافع روز جزا تم ہو

(۴)

از جناب مولانا عبدالرحمن صاحب حیا بدایونی

وہ ہر اک ذرے میں بے پردہ رہا کرتے ہیں
دیکھنے والے انہیں دیکھ لیا کرتے ہیں

صورت قیس وہ جنگل میں پھرا کرتے ہیں
شکل لیلےٰ کبھی محمل میں چھپا کرتے ہیں

جب کبھی وہ نگہ ہوش ربا کرتے ہیں
رنگ حیرت مرے نقشہ میں بھرا کرتے ہیں

کم نگاہی کے ستم روز سہا کرتے ہیں
اُف کہیں کشتۂ انداز کیا کرتے ہیں

آپ در پردۂ حسینان جہاں میں چھپ کر
کہیں شوخی تو کہیں ناز و ادا کرتے ہیں

سجدے کرتا ہوں تو کیا کیا مری پیشانی سے
شوخیاں آپ کے نقش کف پا کرتے ہیں

اے بت شعبدہ پرداز تیری شوخی سے
راتدن فتنۂ خوابیدہ جگا کرتے ہیں

دل تو دل جان بھی قربان ہر اک غمزہ پر
جان کیا چیز ہے ایمان فدا کرتے ہیں

گفتگو کوئی کسی سے کرے کچھ بھی لیکن
سننے والے تری آواز سنا کرتے ہیں

راز سربستۂ میخانۂ توحید سدا
شیشے پیمانوں سے جھک جھک کے کہا کرتے ہیں

شکل انساں میں وہ منہ اپنا چھپا کر اکثر
عشوہ و غمزہ و انداز کیا کرتے ہیں

اس قیامت کی حیا ہم نے تو دیکھی نہ سنی
وہ ہر اک شکل میں چھپ چھپ کے رہا کرتے ہیں

جلوے عشاق کو ہر شے میں دکھا کر جلوہ
آنکھ والے ہمیں یوں دیکھ لیا کرتے ہیں

تیر آ کے جو سینہ سے لگا کرتے ہیں
زخم دل پیار سے منہ چوم لیا کرتے ہیں

چٹکیوں میں جو اڑاتے ہو نمکدانوں کو
کھلکھلا کر دہن زخم ہنسا کرتے ہیں

اُن کے اٹھتے ہی اٹھا کرتے ہیں لاکھوں فتنے
چال چلتے ہیں کہ اک حشر بپا کرتے ہیں

ہم تو مدت سے گرفتار قفس ہیں لیکن
پر ہمارے سوئے گلزار اڑا کرتے ہیں

پوچھتے کیا ہو اسیران محبت کا مزاج
زندہ در گور ہیں اسیر بھی دعا کرتے ہیں

بیٹھ جاتے ہیں اگر ضعف بٹھا دیتا ہے
درد دل اٹھ کے اٹھاتا ہے اٹھا کرتے ہیں

اُن کی اس شرم کے سو جان سے قربان حیا
ذرہ ذرہ میں جھلک کر وہ چھپا کرتے ہیں

(۵)

از جناب منشی ظہور الاسلام صاحب گوہر

یارِ جانی مل گیا دل شاد ہو دل شاد ہو
رنج و غم جاتا رہا دل شاد ہو دل شاد ہو

تشنگی غم کی گھٹا دل شاد ہو دل شاد ہو
ابرِ رحمت چھا گیا دل شاد ہو دل شاد ہو

اب تو گوشِ مدعا تک بھی رسائی ہو گئی
اب تو آ د نارسا دل شاد ہو دل شاد ہو

کھل گیا رازِ حقیقت مل گیا مقصودِ دل
دل میں دلبر تھا چھپا دل شاد ہو دل شاد ہو

مرشدِ کامل نے آخر ہر صفت موصوف میں
عینِ حق دکھلا دیا دل شاد ہو دل شاد ہو

کلمۂ توحید پڑھ کر کی جو معنی پر نظر
مل گیا سب مدعا دل شاد ہو دل شاد ہو

غیرِ وحدت احدیت اور احدیت کچھ نہیں
یہ خبر وہ مبتدا دل شاد ہو دل شاد ہو

غیرِ وحدت کچھ نہیں کثرت خیالِ خام ہے
ہیں یہی معنیٔ لا دل شاد ہو دل شاد ہو

دیکھ لی اپنی حقیقت پیرِ کامل کے طفیل
خرخشہ جاتا رہا دل شاد ہو دل شاد ہو

کھل گیا بابِ اجابت ہو گئی پوری مراد
اب تو ای محو دعا دل شاد ہو دل شاد ہو

اپنی ہستی کو مٹا کر دل کے اندر کر نظر
صاف ہو گا آئینہ دل شاد ہو دل شاد ہو

نورِ وحدت بس گیا ہر مو تن میں مثلِ جاں
زنگِ کثرت اُڑ گیا دل شاد ہو دل شاد ہو

دوزخ و جنت کے سودے سے رہائی مل گئی
ہو گیا بالکل غنا دل شاد ہو دل شاد ہو

ناز ہو کیونکر نہ گوہرؔ شہ غلام قادری
مرشدِ کامل ملا۔ دل شاد ہو دل شاد ہو

(۶)

از جناب قاضی شاہ محمد امین الدین صاحب فاروقی تھانوی

گفتِ خالق والضحیٰ شرحِ جمالِ روئے تو
سورۂ واللیل مشکیں کا کلِ گیسوئے تو

سورۂ والشمس پیشانی و لب آب حیات — شانِ تو لولاک لما اتممہ از خوئے تو
اے نشانِ قاب قوسین ابروئے خمدار تست — سرمۂ مازاغ دارد نرگس جادوئے تو
انشاء اللہ صاف ظاہر از درِ دندان تو — خوبیٔ رخسار والفجر ست و عنبر بوئے تو
زیب مہر شانۂ تو کوکب دریتا — سورۂ انا فتحنا قوت بازوئے تو
تا نگردد فاش راز کنت کنزاً مخفیاً — خوش لباس میم دارد این قد دلجوئے تو
نور چشم انبیا و نازنین ذوالجلال — سورۂ والتین نازل شرح وصف کوئے تو
یا رسول اللہ بیشک حامیٔ امت توئی — سورۂ حامیم دارد شہر بہر سوئے تو

عشق تو اے شاہ عالم موجب بردہ است
باد ہر دم از آمین صلوٰۃ بر ہر موئے تو

(۷)

(از جناب مولانا حیا)

تری یاد اے ستمگر اگر ایک پل نہ آئے — میں تڑپ کے جان دیدوں مجھے کل سے کل نہ آئے
مرا غنچۂ تمنا نہ ہوا کبھی شگفتہ — مرے نخل آرزو میں کبھی پھول پھل نہ آئے
جو ملا تمہیں ہوں یارب وہ مجھی کو سب عطا ہوں — مگر اونکی آبرو میں کسی طرح بل نہ آئے
کبھی جھوٹ کو نہ تم نے مرا حال زار پوچھا — کبھی بھول ہی سے پیارے تم ادہر نکل نہ آئے
بخدا اسی سبب سے میں بتوں کو پوجتا ہوں — کہ انہیں بتوں میں شاید مرا بت نکل نہ آئے
مرا دل اگر ہو مضطر تو وہ بیقرار کیوں ہوں — یہ مذاق عاشقی ہے کہ مجھے ہی کل نہ آئے
مرے سینہ سے نہ کھینچو یہ ٹہر ٹہر کے پیکاں — کہیں ساتھ ساتھ اس کے مرا دل نکل نہ آئے

نہ ہو بیخود اے حیا تم نہ خودی کو اپنی پوچھو
کہیں اس حجاب ہی میں کوئی بت نکل نہ آئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْہُمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ٭ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْہُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِہِمْ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ٭

ہر طرح کی تعریف اُس خدا کو (سزاوار) ہے جس نے (عرب کے) جاہلوں میں اُن ہی میں سے (حضرتؐ کو) رسول (بناکر) بھیجا (آپ) انکو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھکر سناتے اور (کفر و شرک سے) پاک صاف کرتے۔ اور انکو کتاب (الٰہی) اور عقل سکھاتے ہیں۔ ورنہ پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے ہی اور (آنحضرت ان کے سوا) اور لوگوں کی جانب (بھی)

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ٭

یہ (رسالت) اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عنایت کرے۔ اور اللہ کا فضل (بہت) بڑا ہے ٭

(الجمعۃ ع ۱ پارہ ۲۸)

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

مسلمانو! تم میں سے انکے لیے جو اللہ اور روز آخرت

لِمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا ؕ (احزاب ع ۳ پارہ ۲۱۔)	امید رکھتے اور کثرت سے یاد الٰہی کیا کرتے ہیں (پیروی کرنے کو) رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ تھا۔
اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا‏ ۔ (الاحزاب ع، پارہ ۲۲)	اللہ اور اُسکے فرشتے رسول پر درود بھیجتے رہتے ہیں مسلمانو! (تم بھی) حبیب پر درود وسلام بھیجتے رہو۔

کلام عزیز کی مندرجۂ بالا آیات ہمارے حبیب علیہ التحیۃ والتسلیم کی شان مبارک میں نازل ہوئی ہیں۔ یمناً وتبرکاً ان ہی آیات مبارکہ سے نقیر سیرۃ الحبیبؐ کا افتتاح کرتا ہے۔ تفسیر نیز مزید شان نزول حسب موقع آئندہ بیان کیا جائے گا۔ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ۔

نسب نامہ

آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متفق علیہ نسب نامہ یہ ہے۔ محمد[۱] صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ[۲] بن عبدالمطلب[۳] بن ہاشم[۴] بن عبد مناف[۵] بن قصی[۶] بن کلاب[۷] بن مرہ[۸] بن کعب[۹] بن لوی[۱۰] بن غالب[۱۱] بن فہر[۱۲] بن مالک[۱۳] بن نضر[۱۴] بن کنانہ[۱۵] بن خزیمہ[۱۶] بن مدرکہ[۱۷] بن الیاس[۱۸] بن مضر[۱۹] بن نزار[۲۰] بن معد[۲۱] بن عدنان[۲۲]۔ بن اد[۲۳] بن مقوم[۲۴] بن ناحور[۲۵] بن تیرح[۲۶] بن یعرب[۲۷] بن یشجب[۲۸] بن قیدار[۲۹] بن ثابت[۳۰] بن اسمعیل[۳۱] بن ابراہیم[۳۲] بن آذر[۳۳] بن ناحور[۳۴] بن شاروح[۳۵] بن راغو[۳۶] بن فالخ[۳۷] بن عیبر[۳۸] بن شالخ[۳۹] بن ارفخشد[۴۰] بن سام[۴۱] بن نوح[۴۲] بن لامک[۴۳] بن متوشلخ[۴۴] بن ادریس[۴۵] بن یرد[۴۶] بن مہلیل[۴۷] بن قینن[۴۸] بن یانش[۴۹] بن شیث[۵۰] بن آدم[۵۱] علیہ السلام۔

اور والدۂ ماجدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی آمنہ بنت وہب بن عبد مناف

ف۱ عدنان تک مورخین ومحدثین کا اتفاق ہے۔ اور ان سے اوپر کے سلسلے میں آدم علیہ السلام تک بہت ہی اختلاف ہے۔ عدنان سے اوپر کا سلسلہ سیرت ابن ہشام سے نقل کیا جاتا ہے۔ ۱۲ عبد التواب عفی عنہ

بن زہرہ بن کلاب بن مرہ ہیں ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبد اللہ کی بابت یہ مذکور ہے کہ آپ جلالت نسب۔ حسن گفتار۔ شائستہ عادات و اطوار۔ اچھی اور عمدہ صفات میں قبیلۂ قریش کے تمام نوجوانوں سے فائق و ممتاز تھے ۔خوبصورتی اور ملاحت کی وجہ سے یوسف ثانی معلوم ہوتے تھے ۔اور آپ کی روشن اور چمکتی ہوئی پیشانی سے نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوتا تھا ؛

اس زمانہ کے احبار (عالموں) اور حجاز کے کاہنوں سے یہ سنا جاتا تھا کہ نبی آخر الزمان اسی نوجوان کی صلب سے پیدا ہوں گے ۔کیونکہ ہماری کتب دینیہ میں لکھا ہے کہ جب یحییٰ علیہ السلام کے اس خون آلود سفید اونی جبہ سے جو یہودیوں کے پاس ہو۔ تازہ خون کے قطرے ٹپکیں گے تو اس وقت نبی آخر الزمان کے والد ماجد ظہور پذیر ہونگے ۔چنانچہ اب اس خشک جبہ سے سرخ خون ٹپک رہا ہے ۔لہذا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے کہ جس کی پشت سے نبی آخر الزمان ظہور پذیر ہوں گے" ؛

قوم یہود نے جب یہ حال سنا تو قریشی عبد اللہ کے قتل کرنیکے لیئے ملک شام سے ستر جانباز یہودی مکہ شریف میں آئے ۔ اور موقع پاکر ایک روز شکار گاہ میں آگھیر لیا۔ اور ننگی تلواریں لیئے ہوئے قریشی عبد اللہ پر سب کے سب چل پڑے ؛

اتفاق سے وہب بن عبد مناف طریدی بھی اسی جنگل میں شکار کھیل رہے تھے ۔جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ایک جماعت برہنہ تلواریں لیئے ہوئے قریشی عبد اللہ کی طرف بڑھی چلی آتی ہے تو انکی حمیت عربی جوش میں آئی۔ اور نہ رہا گیا۔ دل میں یہ ٹھانی کہ اگر یہ شریر النفس سفاک صلح پر رضا مند نہ ہوں تو میں بھی اپنے ہمراہیوں کو لڑائی کا اطلاق دیکر یکبارگی ان شریروں پر حملہ کردوں اور ان ظالموں کے ٹکڑے

ٹکڑے کرڈالوں۔

وہب ابھی اسی تردد و تفکر میں مبتلا تھے کہ غیب سے تائید ہوئی۔ اور آپ نے ایک دستہ سواروں کا اُترتا دیکھا جسکے تمام سوار سفید گھوڑوں پر مسلح بیٹھے تھے آتے کے ساتھ ہی یہودیوں پر حملہ آور ہوئے۔ اور ان کو شکست و ہزیمت دیکر مار بھگایا۔

وہب اس واقعہ سے نہایت متحیر ہوئے۔ اور جب گھر واپس آئے تو تمام قصہ اپنی بی بی سے بیان کیا۔ اور قریشی عبدالمطلب کے پاس (جو ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں) پیغام بھیجا کہ میں اپنی بیٹی آمنہ کو آپکے صاحبزادے (عبداللہ) کے نکاح میں دیا چاہتا ہوں۔ چونکہ عبدالمطلب بی بی آمنہ کی سیرت و صورت نیز پاکیزگی طینت سے بخوبی واقف تھے اس لیئے اس نسبت کو قبول فرمایا۔ اور جانبین میں تیاریاں ہونے لگیں۔ اور بالآخر عقد نکاح ہوگیا۔ (عجائب القصص)

قریشی عبداللہ نے پچیس یا تیس برس کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تین ماہ پہلے جب کہ آپ ملک شام کی طرف کھجوروں کی خریداری کے لیے تشریف لیجارہے تھے رستہ میں انتقال فرمایا۔ اور دارالنابغہ میں مدفون ہوئے۔

قریشی عبدالمطلب بزرگی۔ شیریں کلامی محاسن اقوال و افعال میں اپنے زمانے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ انہی خصائل حمیلہ۔ اچھے عادات و اخلاق کی وجہ سے عرب عجم کے بادشاہوں۔ رئیسوں اور امیروں کی نظروں میں نہایت ہی معزز و محترم تھے۔ کار خیر ان سے اکثر صادر ہوئے ہیں۔ منجملہ انکے چاہ زمزم کو دوبارہ آپ ہی نے کھدوایا اور از سر نو تعمیر کرایا ہے۔ اور سب سے پیشتر عرب میں سیاہ خضاب آپ ہی نے لگایا ہے۔ آپ کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی تھی۔ آپ کی وفات

واقعہ عام فیل سے آٹھویں سال میں ہوئی ہے۔ اُسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک آٹھ سال دو ماہ دس دن کی تھی +

عبدالمطلب کے والد ہاشم تھے۔ نام ان کا عمرو ہے اور ہاشم لقب تھا۔ اور اسی لقب سے مشہور ہیں۔ ہاشم کے لغوی معنی روٹی چُورنے والا۔ ان کو ہاشم اسواسطے کہتے تھے کہ قحط کے ایام میں لوگوں کو ثرید (ملیدہ) کھلایا کرتے تھے۔ سخاوت میں ضرب المثل تھے۔ اور عرب میں اول اول ثرید کی ضیافت آپ ہی نے ایجاد کی ہے۔ ملک شام کو تشریف لیجاتے ہوئے عین عالم شباب میں شام کے علاقہ مقام عرفہ میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں پر آپ کی قبر ہے +

ہاشم کے والد عبد مناف ہیں۔ ان کا نام مغیرہ اور ابو عبد الشمس ان کی کنیت ہے۔ نہایت حسین اور باجمال تھے +

عبد مناف کے والد قصی ہیں۔ ان کا نام زید ہے اور قصی لقب ہے +

قصی کے والد کلاب ہیں اور ان کا نام حکیم ہے۔ یہ سرگروہ قریش تھے نیز قبیلہ عدنان میں سب سے زیادہ شریف مانے جاتے تھے +

کلاب کے والد مرہ ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے جد سادس یعنی چھٹی پیڑھی میں دادا ہوتے ہیں + (مواہب و سیرۃ الحلبی)

مُرہ کے والد کعب ہیں۔ یہ قریش کے سرداروں اور قریش کے اعلی ترین شخصوں میں سے تھے اکثر امور میں لوگ انکی طرف رجوع ہوتے تھے۔ اور اپنی قوم میں یہ نہایت ہی سخی اور نہایت ہی کریم النفس شخص تھے۔ اور یہ اول شخص ہیں کہ ہر جمعہ کو اپنی قوم کو جمع کر کے خطبہ سنایا کرتے۔ اور وعظ و نصیحت کیا کرتے۔ اور نبی آخر الزمان کی اتباع و پیروی کی وصیت کیا کرتے اور کہا کرتے کہ وہ میری اولاد میں سے ہوں گے + (مواہب سیرۃ الحلبی)

کعب کے والد لؤی ہیں۔ یہ قبیلہ قریش کے ملجا و ماویٰ تھے اور مقبول القول حاکم تھے۔

لوی کے والد غالب تھے۔ یہ قریش کے سردار تھے۔ قبائل عرب اہم معاملات میں ان سے استصواب کرتے تھے۔ اصلی پایہ کے صاحب الرائے تھے۔

غالب کے والد کا نام فہر ہے۔ انکا لقب قریش تھا۔ قریش کا ماخذ قرش ہے یعنی گھیر لینا۔ اکٹھا کرنا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّمَا سُمِّيَتْ قُرَيْشٌ قُرَيْشًا لِاَنَّ فِي الْبَحْرِ حُوتًا يُسَمَّى الْقِرْشَ يَأْكُلُ الْحِيْتَانَ وَلَا يُؤْكَلُ وَيَعْلُوْهَا وَلَا يُعْلٰى فِيْهِ سُمِّيَتْ بِذٰلِكَ قُرَيْشٌ قُرَيْشًا۔ ثُمَّ اسْتَشْهَدَ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ	حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قریش کو قریش کہنے کی یہ وجہ ہے کہ قرش ایک دریائی مچھلی کا نام ہے جو اور مچھلیوں کو نگل جاتی ہے اور خود کسی کے قابو میں نہیں آتی اسیطرح فہر بھی غلبہ و رقوت کی وجہ سے قریش کے لقب سے مشہور ہوئے پھر حضرت ابن عباسؓ نے شاعر کے قول سے استشہاد کیا

اشعار ——— ترجمہ

وَقُرَيْشٌ هِيَ الَّتِيْ تَسْكُنُ الْبَحْرَ بِهَا سُمِّيَتْ قُرَيْشٌ قُرَيْشًا	قریش ایک قسم کی بہت بڑی مچھلی ہے جو سمندر میں رہتی ہے اسکو قریش اس واسطے کہتے ہیں۔
سَلَّطَتْ بِالْعُلُوِّ فِيْ لُجَّةِ الْبَحْرِ عَلٰى سَاكِنِي الْبُحُوْرِ جُيُوْشًا	کہ یہ تمام سمندر کی گہرائی میں رہنے والے جانوروں پر غالب رہتی ہے۔
تَأْكُلُ الْغَثَّ وَالسَّمِيْنَ وَلَا تَتْرُكُ فِيْهَا لِذِي الْجَنَاحَيْنِ رِيْشًا	موٹے دبلے تمام دریائی جانوروں کو کھا جاتی ہے اور انسان یا پرندے کے لیے ایک پر تک نہیں چھوڑتی۔
هٰكَذَا فِي الْكِتَابِ حَيُّ قُرَيْشٍ يَأْكُلُوْنَ الْبِلَادَ اَكْلًا كَمِيْشًا	یہی حال قبیلہ قریش کی بابت کتاب میں لکھا ہے کہ وہ اژدہے کی طرح تمام شہروں کو نگل جائینگے۔
وَلَهُمْ اٰخِرَ الزَّمَانِ نَبِيٌّ	اور ان ہی قریش میں سے نبی آخر الزمان ہونگے جو زمین ملک

یَکْثُرُ الْقَتْلُ فِیْہِمْ وَالْخُمُوْشُ	کی حمایت نیز بیجا ظلم کفر و شرک کے انسداد میں) غزوات اور
یَمْلَؤُا الْاَرْضَ خَیْلَۃً وَرِجَالًا	پیدل اور پیادوں سے زمین کو بھر دینگے اور سواریوں
یَحْشُرُوْنَ الْمَطِیَّ حَشْرًا کَمِیْشًا	کو (غزوہ کیلئے) خوب تیز دوڑائیں گے

فہر کے والد کا نام مالک تھا۔ قوم عرب پر یہ ہمیشہ غالب رہتے تھے۔ غریبوں محتاجوں کی پرسش کیا کرتے اور مراسم مراعات بجالاتے۔

مالک کے والد نضر ہیں۔ ان کی کنیت ابو النضیر ہے۔ وفات سے ایک دن پہلے انہوں نے تمام قوم کو جمع کیا۔ اور کہا کہ تم سب کے سب اسمٰعیل اور ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں سے ہو۔ عرب کی ریاست تمہارے حصہ میں آئی ہے۔ اسکے شکریہ میں تم کو لازم ہے کہ احکام الٰہی کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور خالصًا لوجہ اللہ اعمال صالحہ کیا کرو۔ تاکہ تقرب الی اللہ حاصل ہو۔

نضر کے والد کنانہ ہیں۔ کنانہ رئیس قوم تھے۔ ان کی عمر نوے برس کی تھی اسّی سال کی عمر میں ان کے ہاں نضر پیدا ہوئے۔ انہوں نے ملک یمن میں انتقال فرمایا۔ یہیں انکی قبر ہے۔ وفات کے وقت اپنے باپ دادوں کی رسم کے مطابق اپنی اولاد اور اپنی قوم کو وصیت کی۔

کنانہ کے والد خزیمہ ہیں۔

خزیمہ کے والد مدرکہ ہیں۔ ان کا نام عامر یا عمرو تھا۔ ان کو مدرکہ اسواسطے کہتے ہیں کہ ایک روز یہ ایک خرگوش کے پیچھے دوڑے اور اسکو جا لیا۔ مدرکہ درک سے مشتق ہے۔ حاصل کرنا۔ پالینا۔

مدرکہ کے والد کا نام الیاس ہے۔ الف لام تعریفی ہے۔ یاس کے لغوی معنی ناامیدی کے ہیں۔ انکے والدین اولاد سے ناامید اور مایوس ہوچکے تھے بڑہاپے میں یہ پیدا ہوئے۔ اس لیئے انکا نام الیاس رکھا گیا۔ جب یہ بالغ ہوئے تو انہوں

نے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کو ملتہ ابراہیمی کی دعوت دی۔ بزرگی عفت و پرہیزگاری۔ دانشمندی کی وجہ سے لوگ اِن کے مطیع و فرمانبردار تھے۔

الیاس حضرت ابراہیمؑ کی سنت کیموافق مومن تھے۔ سب سے پہلے خانہ کعبہ میں اونٹ کی قربانی آپ ہی نے کی ہے۔ سل کی بیماری سے فوت ہوئے۔ (المواہب)

الیاسؑ کے والد کا نام مُضَر ہے۔ اِن کی وجہ سے سنتِ ابراہیمی کو بہت ترویج و ترقی ہوئی۔ سنت ابراہیمی کے احیاء کے لئے ہمیشہ ساعی رہتے تھے۔ نہایت خوش گلو شخص تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر سچے مسلمان تھے۔ چنانچہ ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مضر کو گالی نہ دو۔ کیوں کہ وہ مسلمان تھے۔

مُضَرؑ کے والد کا نام نزار ہے۔ انکی کنیت ابو ربیعہ ہے۔ جب یہ پیدا ہوئے تو انکے والد نے شکریہ کے طور سے ہزار اونٹ ذبح کر کے غرباء اور مساکین کو کھلا دیئے۔ اس وجہ سے مخلوق انکو مسرف و فضول خرچ کہنے لگی۔ اسکے جواب میں اِن کے والد نے کہا اِنَّ هٰذِهٖ كُلَّهَا نَزْرٌ۔ یعنی یہ سب کچھ تھوڑا ہے۔ اِن کے نام کی یہی وجہ تسمیہ ہے۔ انوار و برکات محمدیہ آپ کی پیشانی سے ہویدا تھے۔ (مواہب)

نزارؑ کے والد کا نام مَعد ہے۔ انکی کنیت ابو قضاعہ ہے۔ مَعد ترمیوہ۔ چونکہ یہ نہایت خوش رو۔ اور ہر وقت ہشاش بشاش تروتازہ معلوم ہوتے تھے اس لئے اِن کا نام مَعد ہو گیا۔ اور اُنکے آٹھ بیٹے تھے جو نہایت دلیر اور بہادر تھے از انجملہ چار بیٹے بہت مشہور ہیں:۔

قضاعہ بن معد قنص ابن معد ایاد بن معد نزار بن معد

ان میں سے ضحاک ابن معد چالیس ہزار جرار فوج لیکر بنی اسرائیل پر حملہ آور ہوا اور اِن پر فتح پائی۔ اور بقیۃ السیف یہودیوں کو پکڑ لایا۔

ہماری نئی ایجاد

مقوی باہ وجملہ اعضائے رئیسہ وجسم ودماغ کے لئے اکسیر ہے دنیا

بھر میں ہماری آتنک نگرہ گولیاں قوت بخشتی ہیں اور اپنے ہاتھوں

سے کھوئی ہوئی طاقت کو پھیر لانے میں مشہور ہوگئی ہیں بڑے بڑے

ڈاکٹروں طبیبوں اور یورپینوں نے اسکو اکسیر سے زیادہ بڑھکر تجربہ

میں پایا ہے۔ ہزارہا سرٹیفکیٹ موجود ہیں قیمت ۳۲ گولیوں کی ایکروپیہ عہ

ہمارا طلاواجی کرن تیل خارجی علاج دو ہفتہ میں نامرد کو مرد بنا دیتا ہے

قیمت فی شیشی چھ ماشہ تیل (عمہ) پانچروپیہ کی فرمایش پر ایکروپیہ کمیشن دیا جائیگا

پتہ ویدشاستری۔ جام نگر۔ کاٹھیاواڑ

ڈاکٹر ایم اے کاہل ایل ایم ایس کا بنایا ہوا

گولڈن لینڈ ہیر آئیل

آپ صرف ایکدفعہ استعمال فرماویں۔ پھر اگر ہمیشہ کیلئے اسکے والہ و شیدا نہ ہوجاویں تو ہمارا ذمہ خوش رنگ۔ اعلےٰ خوشبو۔ دیرپا۔ بالوں کی سیاہی کو قائم رکھنے اور دراز کرنے اور ہر ایک مرض کو دور کرنے والا مقوی دماغ دافع دردسر کم قیمت۔ اپنے شہر کے بڑے دوکانداروں سے یا براہ راست۔

ایجنٹوں کی ضرورت ہے

قیمت فی شیشی ۷، نمونہ کی شیشی ۱، ۱۰ استری کارک و شیشی بلوریں

ملنے کا پتہ حکمت آفس لاہور متصل اسلامیہ کالج

تاج فیکٹری کے مشہور اور مفید روغن

روغن بادام و بنفشہ دماغی امراض اور کمزور دور کرنیمیں اکسیر بے نظیر۔ بالوں کو مضبوط۔ ملائم۔ قائم و دائم رکھنے میں لاجواب بینائی کو تقویت دینے میں عجیب الاثر قیمت فی شیشی ۴ اونس ۱۲/

روغن زیتون و یاسمن جو بہ اصول سائنس کے مطابق بڑی سعی و جانفشانی سے تیار کیا گیا۔ خوشبو ایسی کہ ولایتی لیونڈر اور دیسی عطر اس کے آگے ہیچ بالونکی جڑیں مستحکم کرتا۔ انکو بڑی تیزی سے بڑھاتا اور نرم و چمکدار بناتا ہے دماغ کو ٹھنڈک اور طاقت دینے میں قابل داد ہے قیمت فی شیشی ۴۔ اونس ۱۲/

روغن آملہ و بنولہ آملہ دماغ اور بالونکے حق میں جو سائنس دان دو کچھ کہتے ہیں۔ جو عہد شباب کو برقرار رکھنے والی ہی ہے کتب طب میں اسکے فوائد بے شمار ہیں۔ بنولہ کے خواص بھی کچھ کم قابل قدر نہیں یہ روغن ہر دو کے خواص طبعی کا عطر مجموعہ ہے۔ دماغی کام کرنیوالونکے لئے اس سے بڑھکر مفید تیل ہونا مشکل ہے۔ خوشبو بھی بڑی دلکش ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ اونس ۱۲/

دفتر طب و درویش ایجنسی دہلی سے طلب فرمائیں

نایاب کتابیں

قاسم و زہرہ حضرت شوق
قدوائی کی بے اضافت
بے بدل مثنوی ..... ۴؍
خزینۃ الامثال فارسی،
عربضبط اشعر بیگم نہایت
اخلاقی اور ازحد تہذیب آموز عہ
محاورات و امثال زبان
عربی و فارسی و اردو ۔ ۸؍
الف لیلہ بطرز ناول جادو نگار
رتن ناتھ سرشار کی تصنیف جدت
طرازی حصہ اوّل ۔ عہ
ایضاً حصہ دوم ۔۔ ۱۲؍
شباب لکھنؤ شاہی زمانے کے
عجیب حالات انگریزی سے ترجمہ عہ
طالسم سرسوف کالج کے صاحبزادے
محمد مصطفےٰ علیخاں شرر کا دلفریب
ناول ۔۔ ..... ۱۲؍
المامون دوسرا حصہ مولانا
شبلی کی مشہور تصنیف جس میں ہارون
رشید کے زندگی کے واقعات عجیب
پیرایہ میں درج ہیں قیمت عہ

فلسفۂ ازدواج ہرشاہل
اور غیر شاہل شخص کا فرض ہے کہ
کتاب کو غور سے دیکھے اور مصنف کی
ہدایتوں پر عمل پیرا ہو کیونکہ یہ ہدایت
ماں باپ کی صحت اور بقائے نسل کیلئے
نہایت ضروری ہیں کتاب کا حسن جلا ہری
اور باطنی دونوں دیکھنے سے تعلق
رکھتے ہیں .... عہ
نظم بے نظیر شمس العلما ڈاکٹر
نذیر احمد مرحوم کی نظموں کا دلچسپ
مجموعہ .... عہ
اسرار نیرنگوں ۔ رنگون کے
باشندوں کی معاشرت اور اخلاق کی
حالت کا آئینہ ...... عہ
حسن تخیل ۔ حضرت ارشد
تھانوی کی بے مثل نظموں کا لطیف
مجموعہ معہ تصویر مصنف ۸؍
مصنفہ مولانا آزاد
دربار اکبری ۔ ے؍
سخندان فارس ۔ شعرے
فارسی کا جامع و مفصل تذکرہ ۸؍

آبحیات مستند شعرائے اردو
کا تذکرہ تعریف سے بالاتر عہ
نیرنگ خیال استعارہ کے
لطیف مضامین ..... ۷؍
مطلع العجائب ۔ مترجمہ نواب
محسن الملک مرحوم با تصویر عہ
مصائب غدر ۔ حالات
غدر مفصل مترجمہ مولوی نذیر احمد
دہلوی ...... ۸؍
معلم السیاست انگلستان
کے مشہور فلسفی مصنف کی کتاب
متعلق سیاست مدن جس میں
دستوری حکومت اور امور سیاسی پر
عالمانہ اور مفصل بحث کیگئی ہے عہ
افسانہ نادر جہاں مصنفہ کے
خود نوشت حالات عہ
عقل و شعور ۔ لڑکوں لڑکیوں
مردوں عورتوں کی تعلیم کیلئے
دلچسپ افسانہ کے پیرایہ میں
نصائح حکیمانہ و فلسفیانہ بغیر ختم کیے
چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا عہ

اردوئے معلیٰ یعنی حضرت
غالب کے رقعات نثر طرز تحریر
کے بے مثل نمونے ۔۔ عہ
عود ہندی بشرح سدرہ ۸؍
دبدبہ امیری ۔ یعنی امیر
عبد الرحمن خاں مرحوم والی کابل
کی سوانح نہایت قابل قدر اور
لائق دید ہے اصل قیمت عہ
رعایتی صرف ..... ۱۲۰؍
ضرور منگوا لیجئے !
تاریخ تمدن ۔ بکل ہسٹری
آف سولیزیشن کا قابل دید ترجمہ
جو مرحوم منشی احمد علی بی اے
ایل ایل بی وکیل بارہ بنکی
کی قدرت انشا پردازی کا بہترین
نمونہ ہے مجلد ..... عہ
رنج و راحت لڑکیوں
کے پڑھنے کے قابل جمیلہ
کی سرگزشت ایک پر لطف
اور دلگداز کہانی ۔
قیمت ..... ۸؍

اگر آپ نقد بیس ہزار روپیہ

لینا چاہتے ہیں۔ تو آپ فوراً ماہواری رسالہ نظام جسنے تمام علمی رسالوں کے کیمپ میں
ہل چل ڈالدی ہی جسکی سالانہ قیمت بجائے ؎للعہ کے صرف ۱۲ر سالانہ کردی گئی ہی اسمیں آجکل
اشتہار چھپ رہا ہی اور ایک چھپا ہوا فارم پیکٹوں کے اندر رکھا ہوا ہی جس کے قواعد ضوابط
پڑھنے اور انپر عمل کرنے سے ممکن ہے کہ بیس ہزار روپیہ۔ آپ کو مل جائے
دوستو آج ہی بارہ آنہ ۱۲ر سالانہ پر رسالہ کی خریداری منظور کر کے
قسمت آزمائی کر لو۔

خط کتابت بنام جنرل منیجر رسالہ نظام لودیانہ

انسٹیٹوٹ گزٹ علیگڈھ

غالباً آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ علیگڈھ انسٹیٹوٹ گزٹ مدرسۃ العلوم علیگڈھ
اور آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا آرگن ہونے کی وجہ سے معزز ترین ہندوستانی اصحاب
کے ہاتھوں میں پہنچنے کی عزت رکھتا ہے اسکے پرچونکی ایک معتدبہ تعداد ہر ہفتہ ہندوستان کے
مختلف صوبوں اور بیرون ملک مقامات کو جاتی ہی یہ اخبار اپنی تعداد اشاعت کی روز افزوں ترقی کیساتھ مشتہرین
میں بھی برابر ہر دلعزیزی حاصل کرتا جاتا ہی اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے معاونین اپنی مسلمہ روشن خیالی کیوجہ سے
ملک کی تجارت کو بھی ہر ممکن ذریعہ سے ترقی دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں بس اگر آپ بھی اپنا اشتہار اس اخبار میں
کریں تو یقین ہی کہ آپکو معقول نفع ہوگا۔ قابل اعتراض او غیر مہذب اشتہار اس اخبار میں مطلق درج نہیں ہوتے

منیجر انسٹیٹوٹ گزٹ علیگڈھ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۱۰

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

جلد نمبر ۸

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی
وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر
خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۱۲ نمونے کا پرچہ ۳

مقام اشاعت. دار السلطنۃ دہلی کوچہ چیلان

دروشن پریس دہلی میں چھپا

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے قواعد وضوابط

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخکو (جو سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہی) شائع ہوتا ہی لیکن اسے کسی ایک سلسلہ سے خصوصیت نہیں۔ یہ تمام خاندانوں اور خانوادوں کا یکساں خادم گزار ہی مضامین اسمیں علمی تاریخی مذہبی اخلاقی۔ اصلاحی۔ مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں تحریروں میں انشاپردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہی۔ حجم کم از کم ۴۲ صفحے مقرر ہے۔ سال میں ۴۲ × ۱۲ = ۵۰۴ صفحوں سے زیادہ ہو جائیں تو ہو جائیں۔ لیکن تخفیف کبھی نہیں ہوتی +

(۲) اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے ۱۰-۱۲ تک انتظار کریں۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیئے۔ ورنہ دوبارہ پرچہ کی قیمت لی جائے گی +

(۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیں ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاک خانہ کو دینی کافی ہی +

(۴) رسالہ کے متعلق تمام خط وکتابت میرے نام ہونی چاہیئے۔ خط وکتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف و خوشخط لکھیئے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتائیے۔ ورنہ تعمیل محال ہے۔ جوابی امور کے لیئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجئے +

(۵) رسالہ کی قیمت ہر حال میں پیشگی لی جاتی ہے۔ نمونہ کے لیئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں +

خاکسار

محمد الواحدی اڈیٹر رسالہ نظام المشائخ دھلی

ضمیمہ

جلد ۱۱ فہرست مضامین نمبر ۱

رسالہ نظام المشائخ بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

سالہ یہ کتاب آٹھ آٹھ یا سولہ سولہ صفحے کرکے ہر مہینے نکلتی ہے۔ ناظرین اسکے اوراق باحتیاط رکھیں ۱۲

(ایڈیٹر)

ہمارے معاونین

جنہوں نے اس مہینے رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت فرمائی۔ اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

جناب مولوی محمد حبیب اللہ خاں صاحب حیدرآباد دکن (۳)
جناب ایس ایم رمضان علی صاحب نبدہ دل (۱)

جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب حیدرآباد دکن (۴)
جناب محمود الرب خالد صاحب (۱)

جناب وزیر علی صاحب اسپکٹنگ پنڈت امر (۱)
جناب آغا شہباز خاں صاحب پسرور (۱)

جناب خواجہ فتح محمد صاحب دالو (۱)
جناب راجہ فضل الٰہی صاحب کلو (۳)

جناب مرزا محمد اسمٰعیل بیگ صاحب (۱)
جناب مولوی عزیز الدین صاحب نصیرتی (۱)

جناب مولانا ابوالآزاد خلیفی صاحب (۲)
جناب عبد المجید صاحب بالاگھاٹ (۱)

جناب عبد الغفور صاحب نمبردار سندھ (۱)
جناب مولوی نبہان خانصاحب سرگودہا (۱)

جناب محمد علی بیگ صاحب بینا (۲)
جناب منشی احمد خانصاحب گجراتی بمبئی (۱)

جو خود خریدار ہوئے

جناب اللہ رکھا صاحب بیکی دال
جناب منشی فضل الدین صاحب جالندھر شہر

جناب محمد عبد العزیز صاحب کروڑ گیری
جناب محمد عبد العزیز صاحب بینا

جناب احمد خانصاحب لیسولی
جناب عبد الستار صاحب حیدرآباد دکن

جناب مولوی رشید الدین احمد صاحب حیدرآباد دکن
جناب سکندر علی صاحب نوکھا

جناب عزیز الدین صاحب میانگنج
جناب امام الدین صاحب عیسے خیل

جناب محمد وزیر صاحب حیدرآباد دکن
جناب اخوند واحد بخش صاحب خانپور

جناب علی محمد خانصاحب قریشی جام پور
جناب سکرٹری صاحب محبوبیہ لائبریری احمدآباد

جناب منشی عظیم خانصاحب جیلکل گوڑد
جناب قاضی امان اللہ صاحب طالب علم لاہور

جناب محمد عمر علی صاحب میرٹھ

شکر گزار واحدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواجہ نظام المشائخ

پیا اجمیری

ہست کے مست

فطرت جسکو آجکل نیچر کہتے ہیں۔ قدرت جس کا نام اِس زمانہ میں عادت طبعی ہوگیا ہے

اجمیری پہاڑوں میں ہست تھی مگر مست نہ تھی۔

نیچر کی مستی پہاڑوں کی ہستی میں سکوت ہے۔ سمندر اور دریاؤں میں شور روانی ہے جمادات میں پابندی ہے۔ نباتات میں شگفتگی و سرسبزی ہے۔ حیوانات میں حرکت خود اختیاری ہے۔ اور انسانوں میں ہوشیاری و دلفگاری۔ دلداری و جفاشعاری ہے۔

اجمیر کے جمادات۔ نباتات۔ حیوان۔ انسان۔ سات سو برس پہلے ہست تھے

شکلیں رکھتے تھے ۔ لیکن یوم الست کے مست خواجہ پیا کے قدم آنے سے ان
میں مستی بھی آگئی +

مستی کے دم سے بستی ہے ۔ چشتی خواجہ کا اُس سُنسان خاکستان میں پاؤں
رکھنا تھا کہ کوہستان کے ہر نیچے سے پھول میں نیا جہان کی آبادیاں نظر آنے لگیں
جو کلی کھلی ۔ کھِل کھِلا کر ہنسی ۔ اور اپنے اندر کی بستیاں نازک پتیوں پر دکھانے لگی +

چنبیلی کے پُھول پر شبنم

خواجہ پیا ۔ موہن سیّاں کالی کملیا کاندھے پر ڈالے ۔ وحدت کی بانسری ہاتھ میں
لیے ۔ جب اس بیابان میں جلوہ افروز ہوئے تو ایک چنبیلی کے پھول نے اپنی ہری
بھری ٹہنی میں جُھوم کر ۔ خواجہ پیا کے چرنوں پر سر جُھکایا ۔ اور اپنے سینہ و گردن
کے موتیوں کے شبنمی ہار کو ادب سے نذر چڑھایا ۔ اور کہا ۔ پالاگن مہاراج ۔ ایک رات
کی عمر والی ہستی آپ پر قربان ۔ میری بپتا سُنتے جائیے +

میں ذراتِ خاک کا مجموعہ ہوں ۔ فطرت و نیچر نے ہست ہونا چاہا تو مٹی سے
سر نکالا ۔ شاخیں بڑھائیں ۔ پتے پھیلائے ۔ کانٹے چُنے ۔ اور پھر ایک دن شام کو
سبز فام کچی کلی کی صورت نمودار ہوئی ۔ وہ رات ارمانوں کی رات تھی ۔ بند پتیوں میں سرگوشیاں
ہوتی تھیں ۔ ہر پتی دوسری پتی کے سینہ سے لگتی اور کہتی غنیمت جان اس مل
بیٹھنے کو + جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے + اُس شب ہر ذرہ گل خمار میں تھا ۔ اور
آپ جانتے ہیں کہ ہر پتی میں کس کثرت سے ذرے تھے ۔ اور ان سب کی مخموری سے
میرے سرور کا کیا عالم ہوگا +

میں نے سمجھا کہ زندگی بڑے مزے کی چیز ہے ۔ کھلنے کا وقت آرہا ہے ۔ اور شباب
اپنا گھر بنا رہا ہے ۔ ابھی وجود گل کی ہیکل پوری تیار بھی نہیں ہوئی ہے ۔ اور جذبات
کی رنگا رنگیاں لذتوں کا مینہ برسانے لگیں ۔ جب کچھ تیار ہو جائے گا تو خدا جانے

کیا مزہ آئے گا۔

اسی اثنا میں مرغ نے صدا بلند کی۔ مندر کا گھنٹہ بجا۔ نسیم سحر آنکھیں ملتی اور مستی میں لڑکھڑاتی نمودار ہوئی۔ اور ہمارے درخت کے بدن میں گدگدیاں کر کے آگے بڑھنے لگی۔

مجکو بے اختیار ہنسی آئی۔ مگر ہنسنے کی دیر تھی۔ ایک ہی جنبش میں پتیاں کلی کی ہم آغوشی سے جدا ہو کر تھرتھرانے لگیں۔ اور صبح صادق کے اُفق کو سامنے دیکھ کر شرمانے لگیں۔

اب کیا تھا۔ آسمانی نور نے زندگی کا دوسرا دَوْر دکھانا شروع کیا۔ آس پاس کی جھاڑیوں سے چھیڑ چھاڑ ہونے لگی۔ ہوا نے ہمارے شباب کی مستی کو اپنے دامنوں میں بھر کر چپ چاپ جنگل میں بکھیرنا شروع کیا۔

یہ زمانہ ختم نہوا تھا کہ آسمان کی آنکھ کا آنسو قطرۂ شبنم کی شکل میں مجھ تک آیا۔ اور کہا۔ پھول! مجکو جگہ دے کہ فلک نے نظروں سے گرا دیا۔ میں نے ہاتھوں ہاتھ اُسکو لیا۔ مگر میرے ذرات نے اسکو جذب کرنے سے انکار کیا بیچارے کو اُدھر پتی کے کنارے ٹھیرائے رکھا۔

اتنے میں سورج نکل آیا۔ کرنوں نے شبنم کو چھیڑنا شروع کیا۔ اور بیچاری بوند کا چند گھڑی ٹکنا دوبھر کر دیا۔ آخر وہ گھبرا کر موت موت پکارنے لگی۔ اور میرا دل موت کا نام سنکر سہم گیا۔ میں نے خیال کیا تو کیا مجکو بھی موت آئیگی۔ اور ان ولولہ خیز خوشیوں کو خاک میں ملائیگی۔

یکایک آپکے جمال باکمال پر نظر پڑی۔ شبنم کا قطرہ جلدی سے آپ پر تصدق ہو گیا مجھے بتائیے کہ میں کیونکر قربان ہوں کہ اس موت کے کھٹکے سے نجات پاؤں۔

خواجہ پیا نے گلابی مستانی آنکھ سے اس فریادی پھول کو دیکھا اور خبر نہیں نظروں ہی نظروں میں کیا کہدیا کہ پھول مستی میں آ گیا اور بولا۔ پالیا۔ مل گیا۔ یہ زندگی کیا چیز ہے اس

ہندوستان کا پہلا اسلامی منادی

خداوند جل شانہ کی قدرت عجیب و غریب ہے اُس نے انسانوں کی ہدایت کیواسطے دنیا میں پیغمبران علیہم السلام کو اپنا پیغام دیکر بھیجا اور کفر وظلمت کی گھنگور گھٹاؤں کو ان مقدس نفوس کے ذریعہ سے دور کیا۔ دین متین کا راستہ صحیح جو تہذیب و تمدن کی طرف جاتا تھا۔ اپنی مخلوق کو دکھلایا۔ اور سب کے بعد جناب خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلعم کو مبعوث فرماکر دین کو اکمل فرمادیا۔ سبحان اللہ!

پیغمبران علیہم السلام کے بعد اولیاے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی وہی کام سپرد ہوا اور ان پاک ذاتوں نے دنیا میں تبلیغ اسلام و اشاعت توحید، تہذیب و تمدن میں مثل پیغمبروں کے حصہ لیا چنانچہ ہندوستان میں حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز شیخ معین الدین حسن چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے جو کارہاے نمایاں خدا کی راہ میں کیے۔ اُن کے ذکر سے کتابوں کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ اور بلا مبالغہ صحیح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے اسلامی منادی آپ ہی ہیں۔ سلطان محمود غزنوی و سلطان شہاب الدین غوری یہاں پر کشورستانی کرنے آئے۔ نہ کہ اسلام پھیلانے۔ گو ان قہرمانوں کے ساتھ جری لشکر مستحکم آلات جنگ اور چیدہ افسر تھے لیکن اشاعت مذہب کو ان اسباب کی ضرورت نہیں۔ وہ تو صرف ایک ذات سے ہوتی ہے۔ اور خداے واحد اپنے کسی خاص بندہ کو تنہا کفرستان میں یوں ہی بھیجتا ہے کہ دنیا کے غلام جان جائیں کہ جس طرح اسکی ذات گرامی واحد ہے ویسا ہی دین کا منادی بھی واحد اور عام نظروں میں بے یار و مددگار ہے۔ نہ اس کے پاس کوئی فوج ہے اور نہ تلوار۔ صرف لسانی سیف رکھنے والا اور تنہائی کا سالار ہے۔ اس سے یہ منشا ہے

کہ اشاعت مذہب محض منجانب اللہ ہے نہ کہ تلوار و تفنگ کی مدد سے اس کو وسعت ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب اس ملک میں تشریف لائے ہیں تو یہ کفرستان تھا۔ خدائے واحد کی پرستش کرنے والا کوئی بھی نہ تھا۔ آپ نے توحید کا وعظ فرمایا۔ اگرچہ ظاہر پرستوں نے نعوذ باللہ آپ کو ساحر کہا۔ اور آپ کے کمالات کو جادو سے تعبیر کیا۔ اور راجہ پتھورا نے ہر ممکن طریقہ سے آپ کی مخالفت کی لیکن ارباب تاریخ جانتے ہیں کہ راجہ کی زبردست فوج اور جری افسروں سے آپ کا کچھ بھی نہ ہو سکا۔ آخر یہ ہوا کہ ہندوستانی ظلمت کدہ شمع وحدت کی روشنی سے جگمگا اٹھا اور سلطان شہاب الدین غوری کی جرار فوج نے کفر کی سیاہ چادر کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آفتاب اسلام کے منہ پر سے نقاب اٹھا دیا۔ سبحان اللہ۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس ہاتھ میں دنیا و دین دونوں تھے۔

برکفے جام شریعت برکفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

آپ ایک وقت مسند تصوف پر جلوہ افروز ہو کر مکاشفات الٰہیہ بیان فرماتے تھے تو دوسرے وقت دنیا کا انتظام اور کام انجام دیتے تھے۔ ایک دفعہ حضور کی مجلس میں رموز مذہب کا ذکر ہوتا تھا۔ تو دوسری مرتبہ تہذیب و تمدن پر خطبہ فرماتے تھے۔ یہی شان آپ کی اور حقیقت میں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے سزاوار آپ ہی تھے۔ ورثۂ انبیاء آپ ہی کو پہنچا تھا۔ آپ کے بعد آپ کے مشن کو حضرت **خواجہ قطب الدین بختیار کاکی** رحمۃ اللہ علیہ نے انجام کو پہنچایا۔ اور آج دیکھ لو کہ خاندان عالیہ چشتیہ نے کتنے بے حس نفوس کو جاندار اور کتنے خرابات کو عبادت گزار بنا دیا۔ خدائے واحد کی پرستش گاہیں ہر قدم پر انہیں بزرگوں کے دم سے قائم ہوئیں۔ اب بتلاؤ کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں سب سے پہلے **اسلامی مناد**

تھے یا نہیں؟ اور کیا حضرت رح کا لگایا ہوا پودا بڑھکر ایک تناور اور بارآور درخت ہوگیا یا نہیں؟ ہم مسلمانوں کو ہر وقت حضور رح کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ آپ کی بدولت اسلام کی سیدھی راہ پر ہم چلے۔ اور انشاءاللہ جب تک دنیا قائم ہے۔ یہ سلسلہ یونہی رہیگا۔ عزیزو! دیکھو سیکڑوں برس ہوگئے کہ اجمیر شریف میں تمہارے سب سے پہلے اسلامی منادکا جسد اطہر مدفون ہے۔ لیکن ہر سال لاکھوں آدمی اُسکی زیارت کرنے کیوں پہنچ جاتے ہیں؟ یہ ذرا سا نکتہ ہے۔ خدائے تعالیٰ جسکو محبوب بنا لیتا ہے۔ اُسکی محبت انسانی دلوں میں راسخ کردیتا ہے اور اُسکے کاموں کو سراہتا اور دوسروں سے تعریف کراتا ہے۔ بس یہی وجہ ہے کہ اجمیر شریف کی طرف لاکھوں آدمی چلے جاتے ہیں جن میں ہر فرقہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن جب دربار غریب نواز میں پہنچتے ہیں تو سب کا ایک ہی خیال ہوجاتا ہے۔ اسم پاک سنے آپ کو سلطان الهند وغریب نواز خطاب دیئے۔ عوام الناس سنے بھی لبیک کہا کسی بادشاہ کے دیئے ہوئے یہ خطابات ہوتے تو کتابوں ہی میں نظر آتے۔ لیکن دلوں پر کیوں منقش ہیں؟ اس لیئے کہ خدا کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔

ہائے۔ اجمیر کی کیا گلیاں ہیں۔ اس کا فرش کیسا خوش نصیب ہی۔ وہ مقبرہ کیسا پُرانوار ہے۔ جہاں حضرت رح کے قدوم مبارک پڑے۔ اور جسم اطہر دفن ہوا۔ وہ چاند جو سنجر سے طلوع ہوا۔ ہندوستان میں آکر غروب ہوگیا لیکن اُسکی ٹھنڈی روشنی اب تک ظاہر ہے۔ اور قیامت تک رہیگی۔

عزیزو! دنیا سرائے فانی ہے۔ بزرگوں کی تقلید کرو اور کوشش کرو کہ تم میں بھی ویسے اوصاف پیدا ہوجائیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

اشعار

خواجۂ خواجگاں معین الدین — فخر کون و مکاں معین الدین

سرِ حق را بیاں معین الدین ‌ ‌ بے نشاں را نشاں معین الدین
مظہر جلوہ گاہ نورِ قدم ‌ ‌ آفتاب جہاں معین الدین
مرشد و رہنمائے اہل صفا ‌ ‌ ہادیٔ انس و جاں معین الدین
عاشقاں را دلیل راہ یقین ‌ ‌ سد راہ گماں معین الدین
خواجۂ لامکان قدس مقام ‌ ‌ آسماں آستاں معین الدین

قرب حق اے نیاز گر خواہی
ساز وردِ زباں معین الدین

العاصی محمد شفیع الدین خاں مرادآبادی

چشتی خواجہ کی کمسن جوگن

خدا سُننا! کیسی سُریلی مگر دردناک آواز ہے۔ رات کے تین بجے پہاڑ کے دامن میں یہ کون گاتا ہے؟ +

اس وقت اجمیر شریف میں سالانہ عُرس ہے۔ بازار خاموش ہیں۔ درگاہ کی مسجد میں ذکر جہر ہو رہا ہے۔ محفل خانہ میں سوز و ساز کا بازار گرم ہے۔ روضۂ مبارک کے آگے خوش نوا طوائف چادر میں لپٹی الاپ رہی ہے۔ +

لیکن یہ آواز نہ درگاہ کی ہے نہ مسجد کی نہ محفل خانہ کی۔ جنگل میں تاراگڈھ کے پاس اس چُپ چاپ سناٹے میں۔ شیریں۔ باریک۔ خمار آمیز نغمہ کی صدا جی کو بے چین کئے دیتی ہے +

آہا ہا۔ دیکھنا۔ وہ پہاڑی درخت کے نیچے۔ اندھیرے میں ایک سایہ سا نظر آتا ہے۔ قریب جاکر دیکھو۔ ہاتھوں کی کُہنیاں پتھر پر ٹکی ہوئی ہیں۔ اور سر کڑے گردن جُھکائے۔ آنکھیں بند کئے ایک پُر ارمان نوجوان لڑکی بیٹھی ہے۔ اور بار بار یہ صدا لگاتی ہے ؎

اپنے خواجہ کی میں جوگن بنی
اپنے چشتی کی میں جوگن بنی

اسکا گانا ہنرمندوں کا سا گانا نہیں ہے۔ مگر آواز قیامت ہے۔ اور پھر وقت کی تاثیر جگہ کی تاثیر۔ گانیوالی کی حالت کی تاثیر نے مل جلکر آس پاس ایک حشر برپا کر رکھا ہے +
درخت چپ چاپ کھڑے سُنتے ہیں۔ پہاڑ جوش میں گونج رہے ہیں تاریکی اس دل کی بجلی سے گھبرا رہی ہے +

لڑکی: تو کون ہے؟ یہاں کیوں بیٹھی ہے؟ تجکو اس اکیلے جنگل میں ڈر نہیں لگتا؟ تو درگاہ میں جا؟ وہاں بیٹھکر دل کی بھڑاس نکال! دیکھ خواجہ کے سب مستانے وہیں جمع ہیں۔ اس ویران بیابان میں تیری فریاد کس کام کی ہے!

لڑکی نے سر اٹھایا۔ دامن سے آنسوؤں کو پونچھا ساتھ بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا بابا مجھ بروگن کے حال میں دخل نہ دو۔ اندھیرے کا اجالا نہ بنو۔ جاؤ اپنا کام کرو۔

اسی اثنا میں کہ لڑکی مجذوبانہ جواب کے الفاظ سائل کے سامنے ڈال رہی تھی تارا گڈھ کی جانب سے چار آدمی مشعلیں لیئے ہوئے آئے اور لڑکی کو جبراً اٹھا کر لے گئے۔

جودھپور کا ٹھاکر دوارہ

اجمیر شریف کے عرس سے ایک مہینہ پہلے جودھپور کے ٹھاکر دوارے میں شام کو سورج غروب ہونیکے بعد ایک بڑھیا عورت کرشن جی کی مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھی اور کہتی تھی۔ "ہے من موہن مہاراج۔ میری بیٹی پرانو کے من کو سکھ دو جو اپنے پتی نار سنگھ کے مرنیسے دیوانی ہو گئی ہے۔ رات دن روتی ہے۔ آپ کی دیا سے گھر میں سب کچھ ہے مگر اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ کسی سے بات نہیں کرتی۔ میں پوچھتی ہوں کہ بیٹی تیرا کیا حال ہے۔ تو کیوں اتنا روتی ہے۔ جو ہوتا تھا ہو چکا مرنے والے کیساتھ کون مرا کرتا ہے۔ تو وہ سینہ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اتنا کہتی ہے۔ ماتا۔ ماتا۔ اور اس کے بعد اسکے منہ سے اور کوئی لفظ نہیں نکلتا ہچکی بندھ جاتی ہے۔ روتے روتے گر پڑتی ہے۔

"ہے شام سندر! اپنی داسی کو شانتی دو۔ پرانو کے من میں تم بسو۔ وہ سندر سنگھ کا خیال بھلا دو۔"

بڑھیا اسقدر کہنے پائی تھی کہ بت کے پہلو سے ایک جوگی نے نکل کر اسکو ایک

ناریل اور پانچ پہول گلاب کے دیے۔ اور کہا۔ جا۔ پرانو کو دیدے۔ کرشن جی مہاراج پرانو کے پریم سے راضی ہیں ؛

ہردوار میں امیری دربار

پرانو جودہ پور کے ایک امیر ہندو کی لڑکی تھی۔ اس کا باپ مرگیا تہا۔ بڑا بہائی جائداد کا منتظم تہا۔ اُس نے پرانو کی شادی چودہ برس کی عمر میں ایک امیر گھرانے میں جو سیکر علاقہ جے پور میں آباد تہا۔ کردی تہی۔ پرانو بہت خوبصورت نہ تھی مگر سیرت و عادت کے اعتبار سے وہ ہزاروں میں ایک تھی۔ اس نے ہندی میں متوسط درجہ کی تعلیم پائی تہی۔ گیتا اُسکے مطالعہ میں رہتی تہی۔ اور اُسکے خیالات میں جوگ کے فلسفہ نے بڑا گہرا اثر ڈالا تہا ؛

چار برس اپنے خاوند کے پاس بہت آرام سے بسر کرکے ایک دفعہ وہ اپنے گہر جودہپور آئی تو اُسکے بڑے بہائی پر ریاست کی جانب سے ایک سنگین مقدمہ قائم ہوا۔ جس میں تمام جائداد ضبط ہوگئی۔ اور بہائی نے اسی صدمہ میں افیون کہاکر خودکشی کرلی ؛

اُدہر سیکر میں اُسکا خاوند اسی زمانہ میں بیمار پڑا اور مرگیا۔ ان پے درپے صدمات نے اُس کا دل توڑ دیا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں بیوہ ہوجانے اور بہائی کے مرنے جائداد کے ضبط ہونے سے اُسکی عقل میں فتور سا آگیا تہا۔ اِسکی بڑھیا ماں روزانہ مندر میں جاکر دعا میں مانگتی تھی۔ مگر پرانو کی بے قراری و آہ وزاری میں فرق نہ آتا تہا۔ آخر اسکی ماں رنڈاپے کے کپڑے دلانے کیلئے اُسکو ہردوار لے گئی۔ جہاں پرانو نے گیارہ دن قیام کیا ؛

ہردوار میں ایک رات پرانو نے خواب دیکھا کہ گنگا جی کے بیچ میں کہڑی ہوں۔ پانی کی لہروں پر ایک تخت بچہا ہُوا ہے۔ بیچ میں ایک فقیر سفید داڑہی والے بیٹھے

ہیں اور پرانو کا بھائی اور سندر سنگھ مورچھل جھل رہے ہیں +

پرانو نے تخت کے آگے سر جھکایا۔ وہ بھائی اور خاوند کو دیکھکر بیتاب ہوگئی اُس نے تخت نشین بزرگ سے عرض کی کہ میرے آدمی مجکو دو +

فقیر صاحب نے ہنسکر جواب دیا۔ پرانو! یہ آجکل میرے پاس اجمیر میں رہتے ہیں۔ تو وہاں آ۔ اور انکو پا +

پرانو نے تخت کا پایہ پکڑ لیا اور کہا:۔

داتا مجھ دُکھیا کے پاس خرچ نہیں ہے۔ میں اجمیر کبھی نہیں گئی۔ آپ کون ہیں میرے آدمیوں کو آپنے کیوں رکھا ہے؟

بزرگ فقیر نے فرمایا۔ دربار سے تجکو خرچ ملیگا۔ اور لے اس بدھی کو گلے میں ڈال لے۔ یہ میری بدھی ہے۔ اس سے تجکو شانتی نصیب ہوگی +

پرانو نے وہ بدھی پہن لی۔ اتنے میں اُسکی آنکھ کُھل گئی۔ اب اُسکی حالت ہی لگ گئی تھی۔ دوسرے دن وہ ہردوار سے جودھپور روانہ ہوئی۔ یہاں آکر سُنا کہ ریاست نے اُسکی جائداد چھوڑ دی ہے۔ اور آریہ سماج کی طرف سے اُسکے عقد ثانی کی کوشش ہورہی ہے۔ ریاست کے ایک معزز اہلکار کا لڑکا شادی کرنے پر آمادہ ہے +

پرانو نے شادی سے انکار کیا۔ اور پورے پانچ دن اِس ضد پر اڑی رہی چھٹے دن اُس نے پھر خواب دیکھا کہ وہی بزرگ فقیر ایک تخت پر بیٹھے ہیں۔ اور سری کرشن جی بھی وہاں ہیں۔ سری کرشن جی نے فرمایا۔ پرانو! یہ اجمیری خواجہ ہیں۔ یہ چشتی خواجہ ہیں اِن کا کہنا مان اور دوسری شادی سے انکار نہ کر +

پرانو نے کہا۔ مہاراج!۔ یہ زندگی مجکو وبال نظر آتی ہے۔ ارجن کو اُپدیش دیکر آپنے منزل پر پہنچادیا۔ اور مجکو دل سے بُھلادیا۔ دوسرے کے حوالے کرتے ہو اپنی بھکارن کو دوسرا دروازہ بتاتے ہو!+

سری کرشن جی نے چشتی خواجہ کو دیکھا۔ اور چشتی خواجہ نے سری کرشن جی کو دیکھا اور دونوں بزرگ مسکرائے۔

اس کے بعد کرشن جی نے ارشاد کیا۔ دیوانی! ہم دو نہیں ہیں۔ یہ تکلیف تجکو دوئی کے خیال سے ہوئی تھی۔ جا اجمیر میں جا۔ اور مجکو وہاں دیکھ۔

پرانو چپ چاپ کھڑی تہی۔ سری کرشن جی نے بانسری نکالکر بجانی شروع کی۔ بانسری کا بجنا تہا کہ آسمان زمین چکر میں آگئے اور پرانو کی آنکھ کھل گئی۔

آج اس نے شادی کے پیام کو قبول کر لیا۔ اور آریہ سماجی ریت سے اس کی شادی ہو گئی۔

شادی کے بعد اسنے اپنے خاوند سے اجمیر شریف کے عرس میں چلنے کے لیے کہا۔ خاوند نے تعجب سے پوچھا۔ پرانو تجکو اجمیر سے کیا تعلق؟ پرانو نے اسکا کچھ جواب نہ دیا اور اجمیر چلنے پر اصرار کرتی رہی۔ یہاں تک کہ اسکا شوہر اسکو عرس میں لیگیا۔ اور پرانو کے کہنے سے تاراگڈھ میں ایک مکان لیکر ٹھیرا۔

تاراگڈھ کے قیام کے دوران میں پرانو اکثر اوقات دیوانی سی ہو جاتی تھی۔ اور بے اختیار یہ گاتی تھی ؎

اپنے خواجہ کی میں جوگن بنی   اپنے چشتی کی میں جوگن بنی

پرانو کے شوہر کو اندیشہ تہا کہ پرانو کو جنون ہو گیا ہے۔ اسلیئے وہ اسکی بہت حفاظت کرتا تہا۔

جس رات ہم نے اسکی آواز سنی تھی۔ اس رات پرانو اول شب سے گھر سے غائب تھی۔ اسکے گانے کی آواز سنکر اسکے شوہر نے روشنی کے سہارے اسکو پایا اور اٹھا کر گھر لیگیا اور دوسرے دن جودہپور چلا آیا۔

مگر اب بھی پرانو اکثر اوقات اپنے گھر میں اس قسم کے نعرے لگایا کرتی ہے۔ اور اسکو اجمیری خواجہ سے عشق سا ہو گیا ہے۔

حسن نظامی

شہنشاہوں کی پیشانیاں

اجمیری چوکھٹ پر

۷۷۲ برس کا زمانہ گزرا کہ دسویں محرم ۵۶۱ھ کو ظلمات راجپوتانہ میں آفتاب اسلام طلوع ہوا۔ یعنی حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی قدس سرہ العزیز نے اجمیر میں رونق افروز ہو کر اُسے اشاعت اسلام کا مرکز اور خیر و برکت کا شہر بنا دیا۔ جسے اب تک صرف مسلمان بلکہ کروڑوں ہندو بھی اجمیر شریف کے نام سے یاد کرتے اور ہندوستان کا سب سے بڑا اقدس شہر سمجھتے ہیں۔

خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کے وقت اجمیر میں راجہ پرتھی راج راٹھور کی عملداری تھی۔ حضور کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے چند ہی مدت بعد یعنی ۵۸۸ھ میں شمالی ہندوستان اور اجمیر شریف میں توحیدی پھریرا اُڑنے لگا۔ روز تشریف آوری سے ۷۲ سال تک حضور کی ذات بابرکات سے فیض صوری و معنوی جاری رہا۔ ۶ رجب ۶۳۳ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ اُسوقت سے اب تک مزار مبارک مرجع خاص و عام چلا آتا ہے۔

ابتدائی اسلامی زمانہ میں طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا۔ غلام۔ خلجی۔ تغلق سید۔ پٹھان خاندان تھوڑی تھوڑی مدت حکمرانی کرتے رہے۔ اس زمانہ میں اجمیر شریف میں زیادہ تر راجپوتوں کا زور رہا۔ اس عہد کے تاریخی حالات ہماری لاعلمی کے پردے میں ہیں۔ سب سے اول ۸۵۹ھ میں ملوہ کے سب سے مشہور اور بہادر سلطان محمود خلجی کو ایک عرضداشت سے معلوم ہوا کہ ممالک ہندوستان میں آفتاب اسلام اجمیر شریف سے

طلوع ہوا تھا اور جناب خواجہ بزرگوار اسی مقدس شہر میں آسودہ ہیں۔ لیکن اس بابرکت
مقام پر مدت سے راجپوتوں کا قبضہ ہے۔ اسلام کا نشان باقی نہیں رہا۔ یہ حال سنتے ہی
بادشاہ بیتاب ہوگیا۔ اور اُسی دن مع فوج کے دارالسلطنت مانڈو سے اجمیر شریف
کی طرف کوچ کردیا۔ اور متواتر کوچ کرتا ہوا اجمیر شریف آ پہنچا۔ اور آستانہ عالی پر حاضر
ہوکر روح پر فتوح خواجہ بزرگوارؒ سے امداد کا طالب ہوا۔ ہندوستان میں غالباً یہ
پہلا بادشاہ تھا جو شہنشاہ اجمیری کے دربار میں حاضر ہوا۔ گجادہر قلعدار اجمیر نے
سلطان کا مقابلہ کیا جو لڑائی میں مارا گیا۔ اور قلعہ اور شہر پر مدت کے بعد اسلام کا قبضہ
ہوا۔ سلطان محمود خلجی مانڈوی فتح کے بعد دوبارہ مزار مبارک پر حاضر ہوا اور بعد
طواف و فاتحہ خادمان و مستحقین درگاہ شریف کو مالا مال کردیا۔ اور مزار کے قریب
مسجد جو اب سندل خانہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور بلند دروازہ وغیرہ چند عمارتیں
تعمیر کرائیں۔ اسکے بعد سلاطین مانڈو (مالوہ) برابر درگاہ کی عمارت میں اضافہ کرتے
رہے۔ سلطان محمود خلجی اور اُسکے بیٹے سلطان غیاث الدین کو جناب خواجہ بزرگوار رح
کے مزار مبارک اور اولاد سے خاص عقیدت رہی۔ چنانچہ سلطان محمود نے شیخ قطب الدین
ابن خواجہ معین الدین خورد ابن شیخ حسام الدین سوختہ ابن خواجہ فخر الدین محمد فرزند کلاں
خواجہ بزرگوار رح کو جو اجمیر شریف سے مانڈو تشریف لے گئے تھے۔ زمانہ شباب ہی
میں بارہ ہزار سواروں کا افسر مقرر کرکے خطاب چشت خانی سے مفتخر کیا۔ آپکے بعد جب
شیخ بایزید بزرگ رح ابن شیخ قیام الدین رح ابن شیخ حسام الدین سوختہ رح جو کمالاتِ باطنی
کے ساتھ علوم ظاہری سے بھی موصوف تھے تشریف لائے تو آپ کو بھی چشت خانی
خطاب سے مفتخر کرکے اجمیر شریف کی حکومت مرحمت فرمائی +

اکبر کو قوالی سنکر عقیدت پیدا ہوئی

مغلیہ عہد میں سب سے اول شہنشاہ اکبر کو خواجہ بزرگوار سے عقیدت پیدا ہوئی۔ شہنشاہ

موصوف کی عقیدت کے حالات اِس قدر مشہور ہیں کہ اس مختصر مضمون میں ان کے بیان کی گنجایش ہے نہ ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ صرف اس عقیدت کے پیدا ہونے کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔ ابتدائی زمانۂ سلطنت میں ایک دن اکبر گھوڑے پر سوار موضع مڈھاکر (آگرہ اور فتحپور سیکری کے درمیان لب سڑک ایک موضع ہے) سے گزر رہے تھے۔ رستہ میں قوال خواجہ غریب نوازؒ کے مناقب گا رہے تھے۔ بادشاہ نے گھوڑا کھڑا کر لیا دیر تک قوالی سنتے رہے۔ اُسیوقت دریائے عقیدت نے جوش مارا اور اجمیر شریف روانہ ہو گئے۔ اُسدن سے برابر عقیدت بڑھتی گئی۔ بیسیوں مرتبہ دربار عالی میں حاضر ہوئے۔ آگرہ سے اجمیر شریف تک پاپیادہ سفر کیے۔ ہر منزل پر مینار۔ چاہ اور محلات تعمیر کرائے۔ باغات لگوائے۔ اجمیر شریف کو چندہی مدت میں عالیشان شہر بنا دیا۔ درگاہ شریف میں وسیع الشان عمارتیں تعمیر کرائیں۔ فتح چتوڑ کی یادگار میں دیگ کلاں چڑھائی۔ ہر وقت یاہادی یامعین کا وظیفہ وردِ زبان رہنے لگا۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ جسدن سے یہ عقیدہ پیدا ہوا فتوحات کا دائرہ برابر وسیع ہوتا گیا۔ فتوحات کے ساتھ ساتھ عقیدت میں زیادتی ہوتی گئی +

جہانگیر خواجہ کا کوڑیہ غلام بنا

جہانگیر بادشاہ کو بھی جناب خواجۂ بزرگوار کے روضۂ اقدس سے خاص اعتقاد تھا۔ اپنی تزک میں بواقعات ۸ شہ جلوس بوقت روانگی اجمیر شریف لکھا ہے "دریں حرکت دو چیز منظور خاطر بود۔ اول زیارت روضۂ منورہ خواجہ معین الدین چشتی رح کہ از برکات روح پر فتوح کشایشہائے بزرگ بایں دودمان والا رسید دبعد از جلوس زیارت مرقد بزرگوار ایشاں میسر نگشتہ بود" ...... جب اجمیر شریف ایک کوس رہا بادشاہ پیادہ ہو گئے۔ اور وہیں سے فقرا کو خیرات تقسیم کراتے ہوئے روضۂ منورہ پر حاضر ہوئے

اور بعد طواف وزیارت دولت خانہ پر تشریف لائے تاکہ ہر ایک کو حسب حال نذر و نیاز اور انعام واکرام سے خوشنود کیا جائے۔ پانچ دن کم تین برس تک اجمیر شریف میں بادشاہ کا قیام رہا۔ اس عرصہ میں نو مرتبہ روضۂ منورہ کی زیارت کی۔ آگرہ میں جو دیگ تیار کرائی تھی وہ چڑھائی۔ اور اُسمیں فقرا اور مساکین کے واسطے کھانا پکوا کر اپنے روبرو کھلوایا۔ پانچہزار آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ بعد فراغ طعام بادشاہ نے ہر ایک کو اپنے ہاتھ سے زر نقد دیکر رخصت کیا۔ انہیں ایام قیام میں ایک مرتبہ بادشاہ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ اور بعد صحت حلقہ بگوشی کی دلچسپ منت ادا کی گئی جسکا مختصر بیان خود جہانگیر کی زبان میں تحریر کیا جاتا ہے "در بیماری بخاطر گزرانیدہ بودم کہ چوں صحت کامل روزی گردد۔ چنانچہ در باطن از حلقہ بگوشان و معتقدان خواجہ بزرگوار م توجہ ایشاں را سبب وجود خود میدانم ظاہرا نیز گوش خود را سوراخ نمودہ در ہر گوشے یک دانۂ مروارید آب دار در کشیدم۔ چوں ایں معنی مشاہدہ بندگان درگاہ و مخلصان ہوا خواہ گشت چہ جمعے کہ در حضور و برخے کہ در سرحد ہا بودند ہمہ تبلاش و مبالغہ گوشہائے خود را بہ دُر و لآلی کہ در جواہر خانۂ خاص بود و بدیشان مرحمت میشد زینت بخش حسن اخلاص گشتند تا آنکہ رفتہ رفتہ سرایت باحدے و سائر مردم نمود"۔ جہانگیر نے ایک لاکھہ دس ہزار روپیہ کے صرف سے طلائی محجر تیار کراکر مزار مبارک پر نصب کرایا تھا۔ جو اَب باقی نہیں رہا۔

شاہجہان کا پیدل چلنا

شاہجہاں بادشاہ قبل جلوس اور بعد جلوس کئی مرتبہ آستانۂ عالی پر پیادہ پا حاضر ہوا اور ہر مرتبہ خیرات ومبرات اور نذر و نیاز سے مستحقین کو مالا مال کر دیا۔ اور روضۂ منورہ کے پاس سنگ مرمر کی عالی شان وخوشنما جامع مسجد تعمیر کرائی جو سب سے پہلی شاہجہانی تعمیر اور درگاہ شریف کی بہترین نورانی عمارت ہے۔

عالمگیر کی پیادہ پائی

اورنگ زیب (عالمگیر) بھی اپنے ایام سلطنت میں تین چار مرتبہ پیادہ پا مزار مبارک خواجہ بزرگوار رح پر حاضر ہوا۔ ۲۹-شعبان ۱۰۹۰ھ کو زیارت روضۂ مقدسہ کے بعد پانچہزار روپیہ نذر گزرانا ہ

جہان آرا بیگم نے پلکوں سے جھاڑو دی

خواتین مغلیہ میں شاہزادی جہان آرا بیگم بنت کلاں شاہجہاں بادشاہ کو خواجہ بزرگوار رح سے از حد عقیدت تھی۔ اُنھوں نے اپنی کتاب مونس الارواح کے آخر میں جو خواجگان چشت اہل بہشت کے حال میں ہے اپنے سفر اجمیر شریف کا مختصر حال قلمبند کیا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ ۱۸-شعبان ۱۰۵۳ھ کو والد بزرگوار کے ساتھ اکبر آباد سے اجمیر شریف روانہ ہوئی اور ۷-رمضان ۱۰۵۳ھ کو وہاں پہنچی۔ اس عرصہ میں معمول رہا کہ ہر منزل پر روزانہ دو رکعت نماز نفل ادا کرکے سورہ یسین اور سورۂ فاتحہ کمال اخلاص و عقیدتمندی سے پڑھکر ثواب اُسکا خواجہ بزرگوار کی روح کو پہنچاتی رہی۔ چند روز تک عمارت لب تال آنا ساگر پر قیام رہا۔ اس عرصہ میں ادب و تعظیم کے خیال سے پلنگ پر نہیں سوئی۔ نہ روضۂ متبرکہ کی طرف پاؤں دراز کئے نہ پشت کی۔ آنحضرت کی برکت اور اُس سرزمین جنت آئین کے اثر فیض سے خاص ذوق پیدا ہوا۔ جمعرات کے دن ۱۴-رمضان کو زیارت مرقد منورہ حضرت پیر دستگیرؒ کی سعادت حاصل ہوئی ایک پہر دن باقی رہا تھا کہ روضۂ منورہ میں حاضر ہوکر گنبد شریف میں داخل ہوئی۔ سات مرتبہ مزار مبارک کا طواف کیا۔ اپنی پلکوں سے جھاڑو دی۔ مزار کی خاک پاک خوشبودار کو توتیائے چشم بنایا۔ اُسوقت ایسی حالت اور ذوق پیدا ہوا کہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ ایسا شوق و ذوق طاری تھا کہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کہوں اور کیا کروں۔ آخرکار

مزار مبارک پر اپنے ہاتھ سے عطر ملکر پھولوں کی چادر جو اپنے سر پر رکھکر لائی تھی ڈالی اس کے بعد سنگ مرمر کی مسجد میں جو والد بزرگوار نے دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ کے صرف سے تعمیر کرائی ہے نماز ادا کی اور پھر داخل گنبد ہو کر سورۂ یٰسین اور سورہ فاتحہ پڑھی اور مغرب کی نماز تک وہیں مقیم رہکر جھالرہ کے پانی سے روزہ افطار کیا۔ اگرچہ اس مقام متبرک اور پُر فیض سے ہٹنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ مگر مجبور تھی۔ اگر خود مختار ہوتی ہمیشہ روضۂ منورہ میں کہ عجب گوشۂ عافیت ہے۔ اور میں گوشۂ عافیت کی عاشق ہوں بسر کرتی۔ اور ہمیشہ سعادتِ طواف سے مشرف ہوتی۔ مگر کیا کروں۔ مجبور ہوں۔ بادل بریاں و چشم گریاں درگاہ سے رخصت ہو کر قیام گاہ پر آئی۔ تمام رات بیقراری میں گزری۔ صبح کو کہ جمعہ کا دن تھا۔ والد بزرگوار کے ساتھ اکبرآباد کو کوچ کیا"۔

مزار مبارک کے نقرئی مجّر اور خوشنما بیگی دالان شاہزادی جہاں آرا بیگم کے حسن عقیدت کی یادگار ہے۔ درگاہ شریف کے جملہ خدام۔ حافظ خطیب۔ مولود خواں فراش۔ باورچی وغیرہ سب شاہزادی جہاں آرا بیگم کے ملازمین کی اولاد میں ہیں جو نسلاً بعد نسلٍ اُسی وقت سے اپنے اپنے کار خدمت پر مامور چلے آتے ہیں +

ہندو راجاؤں کی عقیدت

راجپوتانہ کے تمام ہندو راجہ مہاراجہ اور مرہٹہ سردار مسلمانوں سے زیادہ اس درگاہ عالی کی وقعت کرتے رہے۔ اور ابتک نہایت ادب تعظیم سے حاضر ہوتے ہیں مرہٹوں کی عملداری میں شہر کی تمام طوائفوں کو حکم تھا کہ جمعرات کے دن بلا ناغہ درگاہ میں حاضر ہو کر مجرا کیا کریں +

عرس کے موجودہ جماؤ کو علی العموم ریل کی موجودگی اور سفر کی آسانیوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اسکے متعلق اکبر و جہانگیر کے عہد کا ایک مورخ لکھتا ہے "۶۔ رجب ۶۳۳ھ کو شنبہ کے دن آپنے (خواجہ بزرگوار) عالم آخرت کیطرف کوچ فرمایا۔ اجمیر میں خوابگاہ تیار ہوئی۔ آج اسکی عمارت نہایت عالیشان ہے۔ اور ہر سال گروہ گروہ ہر ایک ملک سے آکر جمع ہوتے ہیں۔ اور جسقدر مشائخ چشت ہند میں مدفون ہیں

۱۹۶۲ء

خواجہ غریب نوازؒ

یہ کسی تعصب کی راہ سے نہیں، بلکہ حق الامر اور کہنے کی بات ہے کہ ہندوستان کی خوش نصیب سرزمین۔ تہذیب و تمدن، اور حسن معاشرت کے لحاظ سے جیسی بھی کچھ تھی وہ بہت اچھی سہی لیکن جن پیروں تلے آکر یہ رشک آسماں بنی، اور جن ہاتھوں سے اس کا نظام درست ہوا، جن دماغی فیوض سے یہاں عامہ ضروریات فراہم اور جملہ شعبہائے زندگی مکمل ہوئے خدا کی شان کہ دیکھنے والے پتہ لگا لیتے ہیں کہ یہ ساری خوشہ چینیانِ مرکز توحید، و تہذیب ہی لائے ہیں۔ اور ہمہ گیر نگار چیینیان تمدن ہند کو مکمل کر گئیں۔ یا بڑی حد تکمیل تک پہنچا گئیں۔ اور انکے جاننے پہچاننے کیلئے تاریخ کی دوربین ہند کا محسن بنا کر جس جس کو پیش کرتی ہے۔ اس مرقع میں عرب اور ایران ممیز طور پر نظر آتا ہے؛ +

اِدھر سے نظر ہٹا کر جب دنیائے مذہب پر اک نگاہ ڈالی تو اصنام پرستیاں مطلع وحدت پر کفر و ظلمت، کے گھٹا ٹوپ پردے ڈالے نظر آئیں۔ لیکن خدا کی شان آفتاب توحید بھی جس سمت سے ضو افگن ہوا وہ بھی گوشہ مغرب تھا، اسلام جب ہندوستان میں اپنا اثر مؤثر یا برکت قدم اور پہلا قدم تلاش کرتا ہے تو ۴۴ھ مہلب بن ابی صفرہ کی شکل باطل شکست میں جلوہ پیرا ہوتا ہے!! +

اہل باطن سے کوئی گروہ خالی نہیں اور نہ ہی خیال کیا جا سکتا ہے کہ کوئی امت خالی رہی ہو۔ محنت اور ریاضت ہمیشہ معاوضہ دیا کرتی ہے۔ مگر میرا ذاتی خیال ہے، کہ کسب کمال، اور اکتساب ہنر اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ معلم افضل و مکمل دستیاب ہو درس تدریجی ہو، طالب علم ذکی اور صاحب ذوق ہو۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ علم کو علم ہی سے

لیۓ حاصل کرنے کی نیت ہو، داہمہ پرستی کا گزرا ہوا زمانہ بھی اہل تمق کے سامنے ہے، ریاضت بھرپور، محنت کافی، مگر مطلب مجاہدات کا بالکل ناقص، عرفانِ الٰہی کا ہونا تو کیا بالکل ناممکن تھا۔

یہ بھی میاں کی کبریائی کہ علم العرفان کی تجلیاں اور تصوف کی ضو افشانیاں بھی مکمل ترین شکل میں جو بلند ہوتی ہیں تو وہ بھی مواضعات و متعلقاتِ مرکزِ توحید سے ہی الغرض قصبہ ہارون نواحِ نیشاپور سے آیا۔ کوئی بانجار سے، چشت سے کوئی چلا۔ یا آیا خراسان سے۔ مگر ہندوستان بھی ایک خوش نصیب شان رکھتا ہے خشک اور پتھریلی زمینیں باغِ عدن اور گلزارِ ارم سے زیادہ دلفریب ہیں۔

کہاں کہاں سے کوئی آیا! اور کیا کیا کوئی لایا؟ دیکھنے والی آنکھیں دیکھتی ہیں اور سمجھنے والے دل جانتے ہیں کہ بادہ سجستان کا لعل، سراجِ مشائخ عظام سلطان صوفیائے کرام الگوہر برج علیین، جوہر درج یقین سلطان الہند خواجہ خواجگان سرخواجہ راستین معین الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ خاکِ ہند میں کیا لایا؟ اور کون آیا؟ اس مختصر مضمون میں خواجہ غریب نواز کے متبرک حالات کیا سما سکتے ہیں۔ جبکہ دفتر کے دفتر بھی اُسکے لیۓ مختصر ہوں۔ تاہم غریب نواز خواجہ کے دربار میں گلشن کا اک پھول اور پھول کی بھی اک پنکھڑی اپنے عقیدت و ارادت کے ناچیز گلدستہ میں لگا کر میں بھی ایک طرف جا کھڑا ہونے کی آرزو کلیجہ سے لگائے آرہا ہوں، پیش کرتا ہوں، اونچی شان والے سنجری، غریب کے داد پرور چشتی خواجہ، حقیر بے مایہ پر جو لکھتے ہوئے شرماتا ہے اور بے نوائی سے چشم تر ہے ارادت کے دل، اور عقیدت کی قلم سے لکھنے والے گنہگار پریشان پر کرم کی اک نظر ڈالدے۔

مولد شریف	غریبوں کے دادرس خواجہ سجستان میں پیدا ہوئے اور خراسان میں نشو و نما پائی۔ آپ کے والد ماجد خواجہ غیاث الدین حسن رح

زیور فلاح سے آراستہ اور حسن صلاح سے پیراستہ اتنے ہی تھے جتنے سلطان الہند جیسے مقدس نفس کے لیئے ایک باپ کی ضرورت ہوسکتی ہے، جب جد بزرگوار کی وفات ہوئی تو خواجہ کا سن شریف پندرہ سال کا تھا۔ اللہ والوں کی ازلی شانِ فقر ہمرکاب تھی۔ مرحوم باپ کی وراثت میں سے ایک مختصر باغ اور چکی پائی +

اکتساب علم:

جس طرح علم ظاہری سے پہلے بزرگ ماہر ہوئے اور بعد میں کسب روحانیت کیا۔ خواجہ اس کلیہ سے قبل روحانیت سے فائز ہوئے۔ اور وہ اس طرح کہ خواجہ ایک روز اپنے باغ میں درختوں کی آبپاشی کر رہے تھے کہ اس مقام کے ایک بزرگتر مجذوب المشہور ابراہیم قندوزی کا گزر اس باغ میں ہوا خواجہ کی جوں ہی نظر اُن پر پڑی فوراً دوڑے اور دست حق پرست کو بوسہ دیکر ایک خوشۂ انگور پیشکش کیا۔ اور خود باادب بیٹھ گئے۔ صاحب باطن مجذوب نے دیکھا کہ باغ والا گلشن اسلام کا گل نودمیدہ ہے، اور اسکی خوشبو چار دانگ عالم میں مہکے گی۔ شفقت فرمائی۔ اور انگور اپنے دہن مبارک میں چبا کر خواجہ کے دہن میں دیئے۔ جنکے کھاتے ہی خواجہ کے باطن میں ایک نور طالع اور لامع ہوا حضرت کا دل ایک ایسے لذت دہ مزہ سے آشنا ہوا کہ جس کا بیان ممکن نہیں۔ مکان اور املاک سے بیزار ہو اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ بیچکر درویشوں کو تقسیم کیا۔ اور تلاش حق میں گام زن ہوئے۔ ایک مدت سمرقند اور بخارا میں کلام مجید کے حفظ کرنے اور تحصیل علوم ظاہری میں مشغول رہے۔ وہاں سے فارغ ہوکر عراق کی طرف آئے اور جب قصبہ ہارون میں جو نیشاپور کے نواحات میں سے ہے تشریف لائے تو شیخ عثمان ہارونی رح جو اُسوقت کے مشائخ کبار میں سے تھے اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے! اور اُنکے دست حق پیوست پر اپنے کو وقف حق کیا۔ اور ڈھائی سال اُنکی خدمت میں رہکر مجاہدہ و ریاضت کی مدتے۔ محنت و جہد فرمائی جو تذکروں میں

منقول ہے، خاک ہند کو اُن انوار حقہ سے منور ہونا تھا کہ غزنیں ہوتے ہوئے لاہور تشریف لائے۔ اور وہاں سے دہلی نزول اجلال فرمایا۔

ورود اجمیر مسعود تھا وہ وقت جب خواجہ نے ہندوستان میں قدم ہمایوں رکھا اور مبارک تھی وہ گھڑی اہل اجمیر کے لیے جب خواجہ ہمیشہ کے لیے اُس دیار کو منور کرنے کے واسطے وہاں تشریف لیگئے۔ دہلی جب خواجہ تشریف لائے اور متلاشیانِ حق کی یورش سے پریشان ہوکر اونچے لو نیچے پہاڑوں کی آرزوئے دید کو بر لانیکے لیئے اطمینان خاطر کے خیال سے اجمیر میں وارد ہوئے۔ وہ بنجر زمین جو نمو تخمِ برگ و بار سے ناآشنا تھی پھول پھل والی بنی وہ اونچے نیچے پہاڑ جو اپنی سختی و کرختی پر اور مُنہ اُٹھا اُٹھا کے غریب پرور وغربت پرور خواجہ کو دور سے دیکھ رہے تھے اب انہیں اپنے بیچ میں دیکھکر فرط خوشی سے پھول گئے۔ دس تاریخ محرم ۵۶۱ھ میں حضور اجمیر شریف میں داخل ہوئے۔ سید السادات سید حسن مشہدی المشہور بہ خنگ سوار جو امامیہ عقیدہ رکھتے تھے اُس زمانہ میں قطب الدین ایبک کی طرف سے داروغۂ شہر تھے، مگر اسکے ساتھ نہایت متقی اور صاحب باطن تھے نہایت خوش ہوئے اور غایت مدارات سے خواجہ سے پیش آکر دولت دارین حاصل کی +

عقد شریف دوسری مرتبہ دہلی ہوکر خواجہ جب اجمیر شریف واپس ہوئے تو خواجہ نے سنت رسول اللہ پوری فرمائی۔ سید وجیہ الدین محمد جو سید حسن مشہدی کے چچا تھے اُنکی ایک صاحبزادی نہایت صالحہ تھیں۔ اور اُن کو فکر تھا کہ کسی مرد متقی و زاہد کے حبالۂ نکاح میں انکو لاؤں۔ اسی فکر میں ایک شب خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اے وجیہ الدین حضور سرور کائنات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کہ اس لڑکی کو معین الدین کے حبالۂ نکاح میں لاؤ کہ وہ واصلانِ درگاہِ خداوندی میں سے ہیں"

سید وجیہ الدین نے حاضر ہوکر خواجہ کے روبرو عرض حال کیا خواجہ نے فرمایا کہ میری عمر کا آفتاب لبِ بام آچکا، لیکن چونکہ حضرت رسالتِ مآبؐ اور امام عالی مقام کا یہ اشارہ ہے تو مجھے سوائے اطاعت کے چارہ نہیں، اُسکے بعد خواجہ نے اُس نیک بی بی کو شریعت مصطفویؐ کے موافق حبالۂ نکاح میں لیا اُس بی بی صالحہ کے بطن سے دو فرزند کرامت ہوئے۔ خواجہ غریب نواز عیال داری کے سات برس بعد ۶۔ رجب ۶۳۳ھ ہجری کو ستانوے برس کے سن شریف میں قیدِ جسمانی سے آزاد ہوکر عالم قدس کی طرف راہی ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کمالاتِ روحانی

خواجہ کی کرامتیں اور خرق عادات ہزاروں ہیں جو گمراہوں کے لیے راہ ہدایت اور اہلِ نظر کے لیے تسکین قلب جو شوق دل رکھنے والوں کو کتابوں میں مل سکتی ہیں۔ شیخ فریدالدین رحؒ۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ خواجہ غریب نواز اسقدر صائم النہار تھے کہ کثرت مجاہدہ و ریاضت کا یہ حال تھا کہ سات سات روز کا حضور روزہ رکھتے تھے اور افطاری یہ تھی کہ ایک روٹی جو کی چھ مثقال سے زیادہ کی نہ ہوتی ہوگی پانی میں ترکرکے نوش فرماتے تھے۔ اِسقدر صائم النہار اور قائم اللیل بزرگ ہونا بہت مشکل ہے۔ اسی طرح کسرِ نفسی بھی ختم تھی شیخ نظام الدین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ آپ کی پوشش ایک دوہر تھی۔ اگر وہ کسی مقام سے پارہ ہوجاتی تو خود اپنے دست حق پرست سے اسکو بخیہ فرماتے۔ اگر بغل بند سے بہت جاتا تو پاک کپڑے کے ٹکڑے، وہ جس قسم کے بھی ہوں اُسپر پیوند لگا لیتے تھے۔ اور یہی وہ دوہر تھا کہ جب خواجہ اصفہان میں پہنچے اور شیخ محمود اصفہانی آپ کی خدمت میں ساتھ تھے

اور خواجہ بختیار کاکی رہ اُن ایام میں صفہان میں تھے۔ اور شیخ محمود اصفہانی رح سے بیعت ہوا چاہتے تھے مگر جوں خواجہ چشتی سنجری کو دیکھا فسخ عزیمت کیا۔ اور خواجہ غریب نواز کے دست حق پیوست پر بیعت ہوئے۔ اور خواجہ نے وہ دہر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو مرحمت فرمایا۔ اور خواجہ بختیار کاکی رح نے وہ بابا فریدالدین گنجشکر کو مرحمت فرمایا۔ اور بابا صاحب نے شیخ نظام الدین قدس سرہ کو عطا کیا۔ اور شاہ نظام الدین قدس سرہ نے شیخ نصیرالدین روشن چراغ دہلی کو امداد کیا۔

الٰہی بہ ارواحِ پاک خواجگان چشت رحمۃ اللہ علیہم میرا انجام بخیر ہو آمین

ابوالآزاد خلیقی دہلوی

توحید اور تارا

اس عنوان کے تحت ذیل کے ایک قابل قدر مضمون ہمارے محب دیرینہ خواجہ میرزا صاحب انصاری بی اے کا ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ حقیقت شناس نگاہیں اُسے خاص ذوق و شوق سے دیکھیں گی۔ اور انصاری صاحب کی معنی آفرینی پر تحسین و مرحبا کہیں گی۔ تصویری زبان جس کا آپ نے ضمنی طور پر سرسری ذکر کیا ہے۔ ایک بسیط مضمون ہے۔ اگر اس پر سیر کن بحث کیجاتی تو شاید سارا رسالہ بھی اسکا متحمل نہو سکتا یونان و مصر کی قدیم تہذیب میں اسکا مدت تک دور دورہ رہ چکا ہے۔ اور تاریخ قدامت کے بہت سے باب اسی زبان حال کے شاہد ناطق ہیں۔ انصاری صاحب نے اشکال ہندسیہ کی مثالوں میں بھی توحید کے پہلو ماشاء اللہ خوب نکالے ہیں،،

(اڈیٹر)

توحید اور تارا

کیا کچھ محبت ہی ان دو پیارے اور جاں بخش لفظوں کی۔ ان مبارک لفظوں میں جو اسلام کے سچے عاشق ہیں۔ کیا کچھ نکات ہیں ان مختصر اور سیدھے سادے لفظوں میں اس فکر و شوق کے لیے جو صراط مستقیم پر چلنے والے ہیں۔ اور کیا پر لطف اسرار ہیں۔ ان پاک اور اچھوتے لفظوں میں اس حقیقت شناس آنکھ کیلئے جو سورج کی روشنی سے نہیں بلکہ تصوف اور معرفت کے نور سے اس فانی دنیا کو دیکھتی ہے +

ان لفظوں کو علحدہ علحدہ دیکھئے تو توحید ایک ایسا لفظ ہے کہ اسکے حقیقی معنی اسکے تمام پہلو اور اسکی اصلی باریکیاں جاننا دشوار اور ان کا بیان دشوار تر ہے ہر پھول ہر پتا (غرض دنیا کی ہر شئے) آفرینش سے توحید کی تفسیر بیان کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ مگر ہزارواں حصہ بھی بیان کر پائینگے اور آخر کو یہی کہنا پڑے گا ؎

گرچہ بسیار بگفتیم دریں باب سخن   اندکے بیش نہ گفتیم هنوز از بسیار

فانی زبان اس مقدس لفظ کی نسبت کیا کہہ سکتی ہے۔ خود ذات باری نے کلام مجید میں اس کے معنی اور تفسیر کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ۔ اس لفظ کے معنی ہیں۔ اور سورۂ اخلاص اس ایک لفظ کی تفسیر ہے یا یوں سمجھو کہ توحید علم ہے اور لا الٰہ الا اللہ عمل ہے وہ منزل کا پتا ہے اور یہ اسکا راستہ۔ وہ ظرف تو یہ مظروف۔ بہرکیف توحید اسلام کی روح رواں اور اسکی پہلی شرط ہے جو تعلیم کرتی ہے کہ کائنات کی عنان حکومت ایک لایزال ذات وحدہٗ کے

ہاتھوں میں ہے ؟ انہی ہاتھوں میں جنہوں نے تمام کائنات کو پیدا کیا جو نیست کو ہست میں لائے اور ہست کو نیست میں لے جائیں گے۔ واقعی یہ ایک ایسی تعلیم ہے کہ حقیقت بیں آنکھ صف نظام عالم کو دیکھکر اس نتیجہ پر پہنچ سکتی ہے کہ یہ نظم و نسق۔ یہ کائنات کے باہمی علائق۔ یہ ہر شئے کی ابتدا قیام اور انتہا میں ایک خاص باقاعدگی۔ اُسی ایک لایزال واحد اور ہمہ عقل ذات کے دستِ قدرت کے کرشمے ہیں، جسکی توحید کا ہم لا الٰہ الا اللہ کہہ کر اقرار کرتے ہیں۔

اسی طرح اب تارے کو لیجئے۔ تارا ہماری آنکھوں کا تارا ہے کیونکہ یہ ہمارے قومی نشان میں شامل ہے۔ ہلال اور اُسکے بیچ میں ایک تارا مسلمانوں کا قومی نشان ہے اگرچہ عام طور پر صرف ہلال ہمارا قومی نشان کہا جاتا ہے۔ مگر تارا چونکہ اسکا جزو لاینفک ہوگیا ہے۔ اس لیے سہولت اور کثرتِ استعمال نے اس تخفیف کی منظوری دیدی ہے۔ ہلال مسلمانوں کا قومی نشان کیوں ہے ؟ یہ بجائے خود ایک اہم اور وسیع مضمون ہے جسے فی الحال ملتوی کیا جاتا ہے۔ اسکے بعد یہ سوال اُٹھتا ہے کہ تارا ہمارا قومی نشان کیوں ہے۔ اور وہ ہلال کے ساتھ کیوں شامل کیا گیا ؟ کیا اسلیئے کہ چاند اور تاروں میں خاص مناسبت ہے۔ اور اس وجہ سے شاعرانہ تخیل دونوں کو یکجا دیکھنے پر اصرار کرتا ہے کیا اس لیئے کہ تنہا ہلال اسقدر بھلا نہ معلوم ہوتا جسقدر کہ بیچ میں تارے کے بن جانے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب سطحی مناسبات اور وجوہات ہیں حقیقت میں یہ چھوٹا سا تارا جو ہم ہلال کے ساتھ دیکھتے ہیں فلسفہ ازل سکھاتا ہے۔ اور اس لیئے ایک عظیم الشان چیز۔ ایک بہترین سبق اور گویا تمام عالم کا نقشہ ہے۔ اس چھوٹے سے تارے کا موضوع جب فلسفہ ازل ٹھیرا تو لازمی طور پر اسکا تعلق اُس ذات واحد سے ہوگا جو تنہا ازلی اور ابدی ہے۔ اسی لیئے اس مضمون کا عنوان توحید اور تارا ہے۔ یعنی یہ تارا دنیا اور واجب الوجود خالق و مخلوق اور شاہد و مشہود کا بہترین نقش

معانی ہے جو اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب کو حاصل نہیں ہوا۔

توحید اور تارے کا تعلق بیان کرنے کے لیے ہم سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تارے کی شکل کی حقیقت کیا ہے۔ اس کا حل دو طرح پر کیا گیا ہے۔ اول شش گوشہ تارے کا اور دوم پنجگوشہ تارے کا۔

ا، ب، ج، د، ھ، و
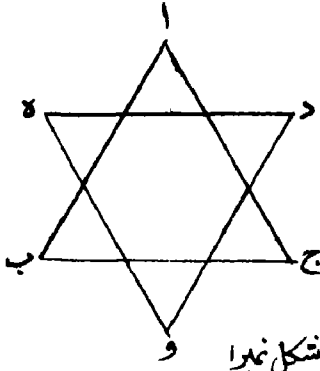
شکل نمبر ا

اول شکل نمبر ا میں جو شش گوشہ تارا آپ دیکھتے ہیں وہ اصل میں دو مثلثوں سے مل کر بنا ہے۔ ان میں سے ایک کا قاعدہ نیچے کی طرف اور دوسرے کا اوپر کی طرف ہے۔ ان دو مثلثوں کی مجموعی شکل سے ایک نئی شکل پیدا ہوئی۔ جسکا نام فرضی مشابہت کی بنا پر تارا رکھا گیا۔ اور ہلال کے ساتھ شامل ہو جانے سے اس نام میں اور بھی خاص مناسبت پیدا ہو گئی۔

مگر قبل اسکے کہ ہم اس روشن تارے کی معنوی حقیقت سمجھنے کی کوشش کریں ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا اشکال کے ذریعہ مضامین اور مطالب کے ظاہر کرنے کا طریقہ اپنا وجود بھی رکھتا ہے یا نہیں۔ یا یوں کہیے کہ تارے کے علاوہ کوئی اور اہم مسئلہ بھی ایسا ہے یا نہیں جسکو اشکال کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہو اور جس کو ہم زیادہ صراحت سے سمجھ سکیں؟ اس سوال کا جواب اثبات میں ہے۔ اور اس کے ثبوت میں ہم موجودہ علوم سے مثالیں پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے علم ریاضی پر غور کیجئے۔ علم ریاضی کیا ہے؟ اپنے علم کو ہندسہ خطوط و حروف میں بالاستدلال بیان کرنے کا نام ہے۔ کیسے اہم مسائل کو منطقی تسلسل کے ساتھ ہم علم ریاضی میں طے کرتے ہیں! اب خواہ حساب ہو یا مساحت، جبر مقابلہ ہو یا اقلیدس، یا علم ریاضی

کی کوئی اور شاخ ہو۔ ان ہی تین وسائل یعنی ہندسہ حروف، خطوط کی مدد سے
اہم ترین مسائل کو دماغ سے نکالکر کاغذ پر خارجی یا مادی صورت میں دکھایا جاتا ہے
یا علم کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے حساب مساحت اور جبر مقابلہ کے تمام سوالات
کو چھوڑ کر اقلیدس کی صدہا مثالوں میں سے ایک مثال لیلو "مثلث قائم الزاویہ
کے قاعدہ پر جو مربع بنایا جائے وہ اُن دو مربعوں کے مجموعے کے مساوی ہوتا
ہے جو مثلث کے اضلاع پر بنائے جائیں۔" ابھی تک یہ علم ہے۔ اب اقلیدس
کے پہلے مقالہ کی ۴۷ ویں شکل بنادو تو اُسکو اس علم کی ایک خارجی صورت یا عمل
کہیں گے۔ اس طرح خارجی صورت کی مدد سے ہمارا علم کسی مسئلہ کے متعلق آئینہ
کی طرح صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔ اور نکات بہت جلد سمجھ میں آجاتے ہیں
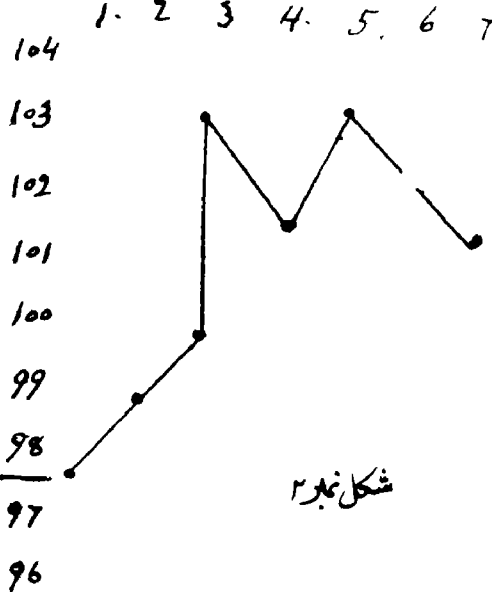
چنانچہ آجکل کا رجحان یہ ہے کہ تمام علوم کے اہم مسائل اور نفس زندگی کے خاص کوائف و مظاہر کو ریاضی کے سانچے میں ڈھالا جائے یعنی انکو ہندسہ حروف و خطوط کی صورت میں بیان کیا جائے مثلاً شفاخانوں میں ٹمپریچر چارٹ

درجہ حرارت — تاریخ 1 2 3 4 5 6 7

104 / 103 / 102 / 101 / 100 / 99 / 98 / 97 / 96

شکل نمبر ۲

رکھا جاتا ہے جس پر دور ایک نظر ڈالنے سے بخار کی کمی زیادتی کی ایک مہینہ تک کی
کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔ یہ اس بات کی مثال ہے کہ زندگی کی ایک خاص کیفیت

بہترین صفائی اور سہولت کے ساتھ وہ نقشہ ایک لمحہ میں بتا دیتا ہے۔ اسیطرح قلب کی حرکت سے جو نتائج در نتائج پیدا ہوتے ہیں، اور قلب کی ایک آواز سے دوسری اور دوسری سے پہلی تک جس طریق سے وقفہ ہوتے ہیں، نیز جس طرح قلب میں سکڑنے اور پھیلنے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور جس طرح درمیان میں وقفہ پیدا ہوتا ہے۔ ان سب باتوں کو محققین نے ایک شکل میں نہایت عمدگی سے واضح کر دیا ہے۔
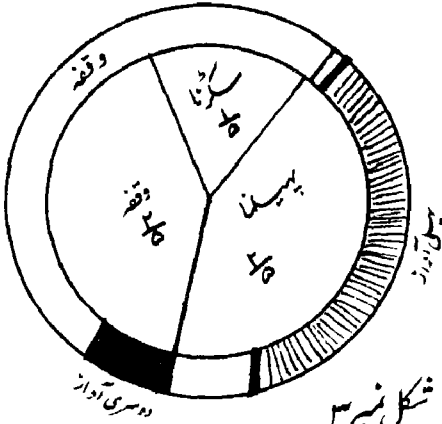
شکل نمبر ۳

بعض دفعہ زندگی کی ایسی کیفیتوں کو خارجی صورت میں ادا کرنیکے لیئے خاص آلات کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً ایک آلہ جو زمانہ حال کی ایجاد ہے۔ اسطرح وضع کیا گیا ہے کہ اُسکے ذریعہ خون کی رَو کی رفتار کاغذ پر ظاہر کیجا سکتی ہے۔ اگر کسی شخص کے خون کی رَو معمولی حالت میں درج کرتے رہو تو کاغذ پر ایک خاص لہر بنتی رہے گی (دیکھو شکل نمبر ۴)۔ مگر جونہی اُس شخص کو ایک آدمی یہ آن کر اطلاع دیتا ہے کہ ہرکارہ تمہارا خط لا رہا ہے تو کاغذ پر فوراً دوسری قسم کی لہر بننے لگے گی۔ جس سے گویا انسان کے ایک پوشیدہ احساس کی

شکل نمبر ۴

تصویر کھنچ جاتی ہے۔ آلہ کے ذریعہ یہ کام لینے کی ایک بہت عام مثال فونوگراف
کی لہریں ہیں جو ریکارڈ پر پیدا کی جاتی ہیں۔ اور بالفاظ دیگر آواز کی شکل ہیں جو
لوگ علم الاقتصاد سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مانگ فراہمی اور قیمت کے
باہمی رشتہ تناسب کو بھی جو نہایت نازک اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔ ماہرین اشکال
میں لے آتے ہیں۔ غرض لاانتہا مثالیں اس رجحان کی پیش کیجا سکتی ہیں
اور اگر سوچیے تو میں اور آپ جو کچھ لکھتے ہیں وہ بھی میرے اور آپ کے علم کی
ایک خارجی شکل نہیں تو اور کیا ہے۔ اب ہم مزید مثالیں دینے کی ضرورت نہیں
سمجھتے۔ ان مثالوں سے دو باتیں مقصود تھیں۔ اولاً یہ بتانا کہ زندگی اور مختلف
علوم کے بہت سے مظاہر کو انف و مسائل کو حروف ہندسہ اور خطوط کے ذریعہ
ظاہر کرنے کا رجحان فی زمانہ بھی پایا جاتا ہے دوسرا مقصد ان مثالوں کے
ذریعہ مقدس تارے کی معنوی حقیقت کو زیادہ آسانی سے سمجھ میں آنے کے
قابل بنانا۔ اس لیے اب نفس مضمون کیطرف مراجعت کی جاتی ہے۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ تارا اصل میں دو مثلثوں سے ملکر بنا ہے جن
میں سے ایک کا قاعدہ نیچے کی طرف اور راس اوپر کی جانب ہے۔ راس کیا ہے؟
یہ ایک نقطہ ہے کیونکہ مثلث الف کے اضلاع اسجگہ ملتے ہیں۔ اور خط
نقطوں سے بنتا ہے۔ اور اس لیے ہر خط نقطہ سے شروع ہو کر نقطہ پر ختم ہوتا ہے
اسلام کی سب سے پہلی چیز توحید ہے۔ یعنی ایک ایسے خدا کی ہستی کو تسلیم کرنا جو کہ
لاشریک ہے اور عجیب صفات والا ہے کہ وہی ہر ہستی کی ابتدا اور وہی انتہا ہے
نہ وہ جسم رکھتا ہے نہ اسکے حصہ ہیں۔ اب سوچنا چاہیئے کہ ایسی ذات کا اگر خارجی
صورت میں اظہار کرنے کی جرأت کیجائے تو وہ کونسا حرف یا کونسا ہندسہ یا
کونسی شکل ہے جو اس ذات کے اگر سب نہیں تو چند صفات ہی ظاہر کرسکے مقدم

یونانی ہزاروں خدا مانتے تھے۔ مگر بعض کا خیال تھا کہ ایک خدا سب خداؤں کا افسر ہے (رب الارباب) اور اسکی تصویر کو وہ ایک ایسے انسان کی شکل میں بناتے تھے جسکے بہت سے سر اور بہت سی آنکھیں اور بیسیوں ہاتھ ہوتے تھے۔ ہاتھ طاقت کی علامت تھے۔ اور وہ اس تصویر کو ایک اونچے پہاڑ یا بلند مقام پر بیٹھا ہوا دکھاتے تھے۔ موحد اسلام ہرگز خدا کی کوئی شبیہہ نہیں دکھلاتا اور اپنے خدا کو ایک عجیب الخلقت انسان کی شکل میں پیش نہیں کرتا۔ اسلامی عقائد سے تو ایسی تصویر کو نسبت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ مگر عام عقل سمجھ سکتی ہے کہ یہ ایک فوق الانسان ہستی کو ظاہر کرنا تو درکنار ایک ایسے انسان کی ہستی کی نمائندہ ہے جو بالکل اپاہج اور اسقدر عجیب الخلقت ہے کہ اُس سے کائنات کی خلق اور نظم و نسق کا ہونا بعید از قیاس ہے۔ اسلامی عالموں نے جیساکہ ہم نے ابھی کہا ہے ذات باری کی نعوذ باللہ کوئی تصویر کھینچنے کی جرأت نہیں کی بلکہ واجب الوجود کے چند صفات کو دکھلانے کی کوشش کی ہے۔ اور اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ کوئی شکل کوئی ہندسہ اور کوئی حرف ایسی ذات کو ظاہر نہیں کر سکتا جسکی ایسی بے مثال صفات ہیں کہ وہی اول ہے وہی آخر ہے۔ نہ اُسکا کوئی شریک ہے نہ اُسکا کوئی جسم ہے مگر ایک اور صرف ایک چیز ہے جو کسی حد تک اس کوشش میں انسانی دماغ کو کامیاب بنا سکتی ہے **اور وہ نقطہ ہے** جس کی تعریف ریاضی کے رو سے یہ ہے کہ وہ جسامت نہیں رکھتا اور وہ قلم کی ہر کشش میں شامل ہے۔ کوئی حرف کوئی ہندسہ کوئی شکل بناؤ۔ غرض قلم کی ہر حرکت نقطہ سے شروع ہوتی ہے ؎

نقطہ کے انبساط سے ہی خط و سطح و جسم
مبدأ ہے وہ عمیق عریض و طویل کا (رشیدی)

نہ صرف ہر خط اور حرف و ہندسہ نقطہ سے شروع ہوتا ہے بلکہ ختم بھی نقطہ ہی پر

ہوتا ہے۔ یعنی نقطہ ہی ابتدا اور انتہا ہے۔ پھر نقطہ میں کوئی چیز اس طرح شامل نہیں
جس طرح ک میں الف اور ب (کب) نقطہ تقسیم بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تو ایک ہی
چیز ہے۔ نہ جسم رکھتا ہے نہ اسکے حصے ہوتے ہیں۔ پس نقطہ ہی علم ریاضی میں ایک
چیز ہے جو خدا کے لاشریک ہونے۔ جسم نہ رکھنے اور اول و آخر ہونے کی صفات
کو ظاہر کر سکتا تھا چنانچہ **مثلث** الف کی راس بھی ایک نقطہ ہی ہے جو سب سے
بالاتر اور پہلی چیز ہے۔ اس نقطہ میں یہی نکتہ ہے جو ابھی بیان کیا گیا۔ سوال ہو سکتا
ہے کہ اسلام میں خدا کے "نو دو نہ" نام ہیں۔ جن میں سے ہر ایک خدا کی ایک جداگانہ
صفت ظاہر کرتا ہے۔ اس لیئے یہ نقطہ خدا کے رحیم۔ منصف ہونے وغیرہ کی
صفت کیونکر ظاہر کرتا ہے جواب یہ ہے کہ اسلام کی شرط اول توحید ہے۔ اور یہ نقطہ
کا ہر طرح نقش معانی ہے۔ باقی صفات لامحدود ہیں جنپر کوئی حاوی نہیں ہو سکتا
اس نقطہ سے دو اضلاع مثلث کے نکلتے ہیں جو باہر کی طرف پھیلتے ہیں گویا یہ
مخلوق کی تدریج۔ وسعت اور ارتقاد کہاتے ہیں۔ یہ دو اضلاع وسیع ہوتے گئے
ہیں۔ یہاں تک کہ ہم قاعدہ پر پہنچتے ہیں جو خلق کی حد یا مخلوق کے افراد کو ظاہر
کرتا ہے۔ اگر اضلاع زیادہ بڑھاتے ہیں تو قاعدہ بھی لازمی طور پر بڑھیگا جس کا
یہ مطلب ہے کہ مخلوق کی وسعت اور ارتقا سے افراد کی تعداد بھی زیادہ ہوتی جاتی
ہے۔ مثلث کی شکل سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ مخلوق کی وسعت اور ارتقا کی
گنجایش غیر محدود ہے۔ مگر افراد کی تعداد غیر محدود نہیں ہے۔ اگر نیچے سے اوپر
کو جائیں تب بھی وہی نتیجہ نکلیگا کہ سب کا ماخذ یا ابتدا وہی نقطہ ہے جو ذات
لایزال کا نقش معانی ہے +

اب ابھی مثلث پر ایک دوسری حیثیت سے نظر ڈالتے ہیں۔ اس کے لیئے
ضروری ہے کہ تمام مخلوق کی جنس اور نوع کی تقسیم بقاعدہ منطق کیجائے +

اللہ (خالق)

مخلوق

غیر مادی — مادی

شکل نمبر ۹

جاندار — غیر جاندار

حیوانات — نباتات

ناطق — غیر ناطق — ٹھوس — غیر ٹھوس

مائع — غیر مائع
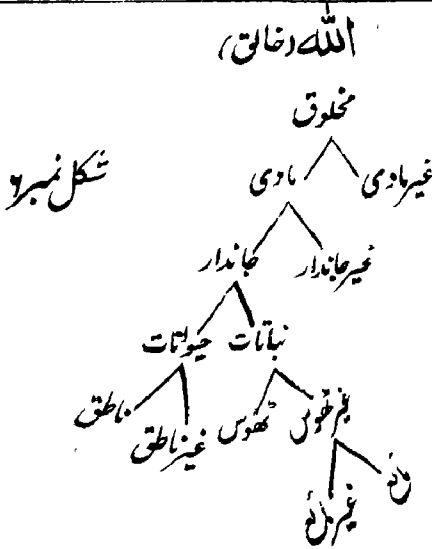
اس نقشہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ہم تقسیم کرتے ہوئے چلے جائیں تو آخر میں افراد تک پہنچ جائیں گے۔ اور ساتھ ہی بالکل ایک مثلث کی شکل مرتب ہو جائیگی۔
غرض اس مثلث (الف) کے ذریعہ مسئلہ توحید اور عالم کی تخلیق کا اظہار کیا گیا ہے یا مختصر اور بہتر الفاظ میں یہ مثلث باصطلاح تصوف ہمہ از وست کے فلسفہ کا نقش معانی ہے۔
دوسرا مثلث جو الٹا ہے اسکے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کا قاعدہ لازمی طور پر اوپر کی جانب مانا جاوے بلکہ ہر طرف اُسکا قاعدہ ہے اور ہر طرف اُسکی راس ہے۔ اس طرح اس مثلث سے مسئلہ ہمہ اوست استنباط کیا گیا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ ان دو مثلثوں سے عیسائیوں کے مسئلہ تثلیث کو حل ثابت کرنا مقصود تھا۔ کیونکہ تارے میں دونوں مثلث، مثلث متساوی الاضلاع ہوتے ہیں۔ ان کے زاویے بھی برابر ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی زاویہ یا ضلع کو چھوٹا بڑا نہیں کر سکتے۔ جس طرح تین خدا ہونے کی حالت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کون ایک دوسرے

ہے برتر ہے۔ پھر مثلث پر مثلث بنا کر پہلے مثلث کی شکل کو بہت ناقابل فہم بنا دیا ہے جیسا ان کا مسئلہ تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث ہے جو بالکل معمہ ہے اس لئے لوگوں کا خیال ہے کہ تارے کو اسی وجہ سے ہلال کے وسط میں بنایا ہے تاکہ ظاہر کیا جائے کہ ہلال جو اسلامی نشان ہے تثلیث کو گھیر لیگا اور بڑھتے بڑھتے بدر بن کر اپنی روشنی سے تارے کو ماند کر دے گا۔ کیونکہ یہ مسلمہ ہے کہ یہ نشان سلطان صلاح الدینؒ کے وقت میں صلیب کے جواب میں جہاد کے موقع پہلے پہل استعمال کیا گیا تھا۔

تارے کا دوسرا حل

قریباً پچاس سال میں ہلال اور تارے کا رواج قومی نشان کی حیثیت سے بہت عام ہو گیا۔ اٹلی اور اسپین میں مسلمان اپنے لباس پر جا بجا کپڑے کے ہلال اور تارے لگاتے تھے۔ مگر چھ کرن والے تارے کو بہت جلد عیسائیوں نے اپنے مطلب کے موافق معنی پہنا دیئے۔ یعنی انہوں نے توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید اس سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مثلث کے تینوں گوشوں کو توحید کا اشارہ قرار دیا۔ اور چونکہ بغیر تین خطوں کے مثلث بن ہی نہیں سکتا۔ اس لیے اسکے معنی تثلیث فی التوحید کے کیے گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے تارے کا نقش وجود قائم کیا تھا ابھی زندہ تھے۔ اور انہوں نے بہت خفیف تبدیلی سے نصرانیوں کے منہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیئے انہوں نے پانچ کرن کا تارہ بنایا۔ جو پہلے سے بھی زیادہ معنی خیز تھا۔

ا ہ د ب ج
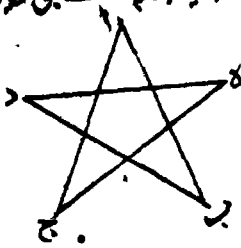
الف ایک نقطہ ہے جس سے دو شاخیں نکلتی ہیں جسکے معنی ہم شروع میں پہلا اصل بیان کرتے ہوئے بتا آئے ہیں۔ یعنی نقطہ توحید کا

شکل نمبر

اور ساقیں آفرینش کے مظہر ہیں اور جو غیر محدود طور پر بڑھ سکتی ہیں گویا مخلوق کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جائے گا مگر جو کچھ بھی ہے نقطہ سے ہے اس لیئے اس کا مشارٌالیہ ہمہ از اوست ہے +

جس طرف سے اس شکل کو اپنے سامنے کروگے یہی بات پیدا ہوگی۔ اس کے بعد تارے پر بحیثیت مجموعی غور کرو تو سب نقطوں کا مجموعہ ہے اور نقطہ کو ہم بتا چکے ہیں کہ کس ذات پُر صفات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس طرح کل تارہ ملکر مسئلہ ہمہ اوست کا نقش معانی ہے +

اب اشکال و حروف سے نکل کر اپنے خیال کو وسعت دو اور اپنی مسجدوں کو عمیق غور سے دیکھو تمہیں اسکے در و دیوار سے بھی اس فلسفہ کا حل مل سکیگا۔ محرابوں کو دیکھو اور سوچو کہ وہ کیا چیز ہیں تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ بھی ایک نقطہ اور اُس سے نکلتی ہوئی دو ساقیں ہیں +
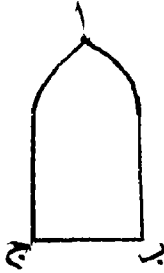
ا
ج ب
شکل نمبر ۸

اب آخر میں ہم صرف اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ ہم تارہ کو صدیوں سے اپنا قومی نشان اور ایک متبرک چیز مانتے رہے ہیں۔ مگر ان نکات کو سمجھے بغیر ہم تارے کی کافی تقدیس و تعظیم نہیں کرسکتے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس چھوٹے سے نشان میں کیا کیا رموز ہیں اور کس قدر نازک فلسفہ اس میں بھرا ہوا ہے۔ وہ لوگ جن کو علمی تحقیقات اور مشاغل میں کبھی کسی باریک مسئلہ کو (جیسی ہم نے اوپر مثالیں دی ہیں) حروف و خطوط وغیرہ میں ظاہر کرنے کا اتفاق ہوا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ کس دماغ اور علمیت کی ضرورت ہے مسئلہ خلق کو اس طرح ظاہر کرنے کے لیئے جو تمام عالم کا اور ایک ایسی بزرگ و برتر ذات کا مسئلہ ہے جو ہمارے فہم و گمان سے

بالاتر ہے یونانیوں نے دنیا کی دورنگی کو احساسات میں ظاہر کرنیکے لیے خدائے پیسن کی تصویر بنائی تھی جسکے پاؤں بکری کے اور سر انسان کے مانند بنایا تھا۔ ایک آنکھ غضبناک اور دوسری مہرآگین۔ اُس کے مُنہ میں ایک بنسری بھی دکھائی تھی۔ رابرٹ لوس سٹیونس نے "پین کے راگ" کے عنوان سے ایک مستقل مضمون لکھا ہے جس میں یونانیوں کے تخیل کی تعریف کی ہے کہ اُنھوں نے دنیا کی دورنگی کو احساسات میں کس صفائی سے دکھایا۔ اس لیے بہت زیادہ تعریف کے مستحق ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے یونانیوں سے ہزار چند مشکل مسئلہ پر ہاتھ ڈالا اور ایسی اعلیٰ کامیابی اور صفائی سے اسے احساسات میں ظاہر کیا کہ اگر اُسکو علم ریاضی اور فلسفہ کی نظر سے تصوف اور معرفت کے رنگ میں دیکھو تو وہ ایک خزینہ اسرار ہے۔ اور اگر سطحی نگاہ سے دیکھو تو وہ ایک تارہ ہی جو روشن اور نورانی چیز ہے اور ہم خدا کو نور جانتے ہیں۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اُس زمانہ میں مسلمانوں کا علم و فضل کس قدر معراج ترقی پر تھا۔

امیر احمد انصاری (بی اے)

۱۹۲۶ء

غیرت و حمیّت

نمبر۳

"بیا کہ گردش آسماں بہ گردانیم"

شعرائے مشرق کے ایشیائی خیالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چرخ نیلی فام شب و روز چکر میں ہے اور دنیا و مافیہا کے تمام حوادث و انقلابات اسی گردش گردوں کے نتائج ہیں۔ ہمارا مقصود اسجگہ یہ نہیں کہ سائنٹفک نقطہ نظر سے اِس تھیوری کی تنقیح و تنقید کریں۔ بلکہ بحیثیت ایک مُسلم کے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ مذہبًا ہمارا اشعار ایسے توہمات کے ماتحت نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ قرآن کریم نے جو دنیا کے پردہ پر ایک ہی کامل و اکمل۔ حاوی و جامع دستور العمل ہے ہمیں اِس سے کہیں اعلےٰ و بالاتر اصول تعلیم فرمائے ہیں۔ وہ ہمکو پیش آنیوالی آفات و مصائب کے بارہ میں یہ بتلاتا ہے کہ وہ ہمارے اپنے ہی اعمال کا خمیازہ ہوتی ہیں۔ پس جب ہم اپنی حالتِ موجودہ کو بھی طمانیت اور سکینت قلب کا موجب نہیں پاتے تو اسکا الزام آسمان غریب کے سر تھوپنے کے بجائے ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ارشاد الٰہی کے مطابق موجودہ بے اطمینانی کے اصل اسباب کی ٹوہ لگائیں۔ پھر اگر ہم فضل ایزدی کی تائید سے اپنی اصلاحِ حال میں کامیاب ہوسکے تو یہ ایک فوز عظیم ہوگا۔ یہ فلک کے جور و ستم سے مخلصی ہوگی۔ یہ آسمان کے پریشان کن چکر سے چھٹکارا ہوگا۔

اثنائے سفر میں ایک کارخانہ کے پاس سے ہمارا گزر ہوتا ہے۔ آواز آتی ہے "کام کرنے آئے ہو یا سونے؟" یہ آواز کس کی ہے؟ اسکے مخاطب کون لوگ ہیں؟ بالیقین یہ مالک کارخانہ کی آواز ہے اور مزدوری پیشہ خدام اسکے مخاطب ہیں

مگر کیا اِس آواز کا اثر اِسی کارخانہ کی چاردیواری تک محدود رہنا چاہیئے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ مالک کارخانہ کی یہ آواز بڑی بلیغ و معنی خیز ہے۔ اور اپنے اندر ایک عالمگیر اثر رکھتی ہے۔ ہر فرد بنی نوع اپنے مالک حقیقی کے کارخانہ میں محنتی مزدور اور خادم و چاکر ہی بن کر آیا ہے۔ اِس سے عہد لیا گیا تھا کہ اپنے فرض منصبی میں سستی و غفلت نہ کرے۔ اور آج یہ سوال ما و شما ہر ایک سے ہو سکتا ہے کہ تم یہاں کام کرنے آئے ہو یا سونے؟ اور اگر ہم اپنے فرائض کی انجام دہی میں چست مستعد اور کماحقہٗ بیدار اور محتاط نہیں تو اس میں کیا شک ہے۔ کہ ہم کام نہیں کرتے۔ بلکہ خواب غفلت میں پڑے سوتے ہیں۔

ہر شخص اپنی زندگی کسی نہ کسی خاص رنگ میں گزارتا ہے۔ لیکن صبغۃ اللہ سے بڑھکر کونسا رنگ ہوگا۔ اور اس رنگ سے رنگین ہونا اُس گروہ سے زیادہ کس کا فرض ہو سکتا ہے جو طالب دنیا کو مونث اور طالب عقبیٰ کو مخنث قرار دیتے اور طالب مولیٰ ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ لیکن یہ واضح رہے کہ کوئی طالب اپنے ادعا میں حق بجانب نہیں کہلا سکتا۔ جب تک کہ اپنے مطلوب کی رضا کو بہر نہج ملحوظ نہ رکھے۔

وہی کتاب پاک جس کا اوپر ذکر خیر آ چکا ہے ہمیں بڑی صفائی کے ساتھ بتلاتی ہے کہ حقیقی معنوں میں طالب مولیٰ وہی تھے جنہیں حضرت رب العزت سے

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

کی سند عطا ہوئی اور جن کا اُسوۂ حسنۃ تاقیامت ایک چراغ ہدایت ہے۔ اُن طالبوں کے لیئے جو دنیا کی مکروہات اور تاریکیوں سے بچکر مطلوب حقیقی تک پہنچنا چاہیں۔ پس آج سے ہمارے مشاغل زندگی کے آئین و ضوابط وہی ہونے چاہئیں جو اُن طالبانِ مولیٰ نے تا دمِ وصال مدِ نظر رکھے۔

ہم کام کرنے آئے ہیں اور بتوفیق الٰہی ضرور اپنا کام کرینگے۔ مگر ہمارے کام کا پروگرام کیا ہے؟ اور کیونکر انجام پا سکتا ہے؟ یہ سوال بہت سہل ہے اور ایک طرح بہت مشکل بھی۔ سہل اسلیئے کہ ایک صوفی مشرب انسان کا مقصد زندگی ذکر الٰہی ہے نہ صرف قال سے بلکہ حال سے بھی۔ اور ذکرِ اصلی ذکر کتاب اللہ ہے جو پہلے ہی آسان کر دیا گیا ہے مشکل اسواسطے کہ اس راہ میں نفس دُنی کی قربانی کرنی پڑتی ہے جو بہت سخت ہے۔

آؤ۔ تو مولیٰ کا نام لیکر اپنا کام شروع کریں۔ وہ خود ہی ساری مشکلیں آسان کر دیگا ہمارے فرائض کی اہم ترین شق یہ ہے کہ تمام صوفی برادری عام اس سے کہ اسکے افراد اپنی اپنی جگہ کسی سلسلہ اور خاندان سے تعلق رکھتے ہوں باہمدگر تبادلۂ خیالات اور حصول آگاہیٔ اطلاع حالات کا سلسلہ قائم کریں۔ نظام المشائخ اس مقدس برادری کی دینی و قومی اغراض کا آرگن موجود ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی ایک دو محترم معاصر اسی صوفیانہ مذاق کے جاری ہیں۔ ان کے وجود کو صرف مشغلہ بیکاری سمجھنا کفران نعمت ہوگا۔ بلکہ اس نعمت سے کما حقہ فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اس کی صورت یہی ہے کہ تمام آستانوں کے حالات اور ضروری کوائف برابر باقاعدہ شائع ہوا کریں۔ مقصود اصلاح کے متعلق جو تجاویز کسی بھی خواہ برادری کی سمجھ میں آئیں۔ ان قومی آرگنوں کے ذریعہ اُن کا اعلان عام ہوجایا کرے۔ پھر جہاں جہاں کوئی عملی کارروائی ہو اُسکی روئداد بھی قلمبند ہوکر جمیع افراد سلسلہ کے گوشگزار ہوتی رہے۔ آستانوں کی ضروریات کا باضابطہ انتظام ہو۔ اور آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب کتاب رکھا جائے۔ جو ضروری تحریکیں وقتاً فوقتاً پیش ہوں اُنکے عملدرآمد کے لیئے ہر جگہ کے مناسب حال مقامی ناظم انجمنیں یا مجالس معتمدین قائم کیجائیں۔ مگر یہ سب کچھ صرف اُسوقت ہوسکتا ہے کہ نفاق و نفسانیت کے خیالات سے پاک ہوکر ہم سب خالصتًہ لوجہ اللہ اس مقصد اہم (تحریک اصلاح) کی جانب متوجہ ہوں اور اپنے مذاق کے رسالوں کی توسیع اشاعت میں تمام احباب بزرگان اصفات

جذبات شفق

اجمیری زیارت کے شوق میں

کیوں نو اسنج فغاں ہی اے دل بیتاب تو ۔ سوز غم سے کیوں تپاں ہی؟ صورت سیماب تو

کیوں ہی مضطر؟ آہ! شکل ماہی بے آب تو ۔ کیوں ہی بے صبر و قرار و بیخود و بیخواب تو

کیوں بنا جاتا ہی سودا عشق وحشت خیز کا؟

قصد کیا ہی تیرے شوق اضطراب انگیز کا؟

کیوں ہی نالاں اے دل بیتاب سینے سے نکل ۔ کیوں ہے محروم زیارت؟ جانب اجمیر چل

منزل مقصود طے کر چل کے سر آنکھوں کے بل ۔ کیا ہے پروا ہاتھ خالی ہی جو بے حسن عمل

جانتا بھی ہی وہاں جانے سے کیا مل جائیگا

چاہتا ہے جسقدر اُس سے سوا مل جائیگا

درد ہی، تو درد کی مل جائے گی تجکو دوا ۔ داغ ہی، تو داغ کا مرہم وہیں ہوگا عطا

ہی مرض مُزمن تو صحت کا وہیں ہی آسرا ۔ چل مسیحا کی طرف دَر اُسکا ہی دار الشفا

راہ کیوں بھٹکا ہی؟ خضر رہنما کے پاس چل

کیوں ہی پیاسا؟ چشمۂ آب بقا کے پاس چل

آہ! بخت نارسا سے کیوں ہی مایوس مرام؟ ۔ اے دل بیدست و پا! لے ہمت عالی سے کام!

غیب سے پہنچا نہیں کیا تجکو روحانی پیام! ۔ تو نہ پہنچے گا تو پہنچے گا وہاں میرا سلام!

جذبۂ شوق زیارت کھینچکر لے جائیگا

ساتھ اک پہنچانے والا ہی وہی پہنچائے گا

شاد باش اے قلب محزوں اے دل مضطر ٹھہر ۔ رنگ لایا تیرے جذب عشق صادق کا اثر

آ اِدھر وہ دیکھ اجمیری پہاڑ آیا نظر! غش نہ آجائے کہیں ہشیار باش اے بیخبر!!
گنبدِ ابیض پہ چھایا ہے وہ عالم نور کا
چشمِ بینا کو بھی ہو جاتا ہے دھوکا نور کا

اللہ اللہ! دیکھ لے دل یہ عروج عز و شاں سرزمینِ راجپوتانہ ہے رشکِ آسمان
پردۂ فانوس میں شمعِ وحدت ہے یہاں ذرہ ذرہ ھند کا ہے جسکی ضو سے زرفشاں
لیکے آیا جو مدینے سے چراغ اسلام کا
بول بالا ہو گیا جس سے خدا کے نام کا

با ادب اے دیدۂ نادیدہ! اٹھتا ہے حجاب! چاند چھپ سکتا ہے کبتک؟ زیرِ دامانِ سحاب
کون اوڑھے نور کی چادر ہے زیبِ فرشِ خواب دیکھ لے ہے یہ وہی برجِ شرف کا آفتاب
خواجۂ اجمیری و شاہِ سریرِ سنجری
تاجِ خلّت برسر و در بر قبائے دلبری

ہے عیاں شانِ جلالی ابروئے خمدار سے جلوہ گر حسنِ جمالی پرتوِ رخسار سے
یہ صدا آتی ہے روضہ کے درودیوار سے کوئی خالی پھر نہ جائے آکے اس دربار سے
گھر سخی کا وقف ہے شاہ و گدا کیواسطے
در ہے داتا کا کھلا ہر بے نوا کیواسطے

مژدہ باد! اے دل! چلا اسوقت با عجز و نیاز اے غریبوں کے سہارے! بیکسوں کے چارہ ساز!
مرحبا روحی فداک! اے خواجۂ بندہ نواز! میں ترے صدقے! ترے قرباں! فدائے خوابِ ناز
نالۂ غم درد کا دکھڑا سنانے کے لیے
شورِ محشر بن کے آیا ہے جگانے کے لیے

اُٹھیے! اُٹھیے! چل رہی ہے تند و تیز ایسی ہوا گل نہ ہو وہ شمع جسکو آپ نے روشن کیا
پھر نیا اندھیر اس ظلمتکدے میں ہے بپا رات اندھیری، دور ساحل، موجزن سیلِ بلا

الغیاث ای ڈوبتوں کے نوح طوفاں الغیاث!

الغیاث ای امت جد کے نگہباں الغیاث!

شفق رضوی قادری چشتی کان اللہ

دل کے اٹھارہ ٹکڑے

(نذر خواجہ کے لئے)

اے سوادِ راجپوتانہ یہ تیری شوخیاں
کہہ ہی میں آفتاب ذرہ پرور تجھ میں ہے

کوئی محمود رلا ہے خاک میں تیری نہاں
مصدرِ حدت ہے تو، توحید کا گھر تجھ میں ہے

تجھ میں اور کعبہ میں ہے اک پیرِ سعت آزرِ
پھیر پیا منزلوں کا پھیر کہتے ہیں جسے

کعبۂ ارباب باطن ہے گروہ سرزمیں
جنت ہندوستاں اجمیر کہتے ہیں جسے

آہ وہ اجمیر جو ہے مشرقِ خورشیدِ فیض
جس کی گلیاں نور کی گلیاں ہیں راجستان میں

حسرتی سیر ہے ہر چشم پر اُمیدِ فیض
چشمۂ کوثر مگر جاری ہے کوہستان میں

مرجع جن و ملک دنیا میں ہے اُن کا مزار
جن کی خاکِ پا سے روشن ہے نظامِ خاوری

کون؟ وہ پیغمبرِ پیغمبرِ گردوں وقار
حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری

وہ نسیمِ باغ سنجر وہ بہارِ باغ چشت
ابرِ پُرفیضان ہمارے خواجۂ ہندوستاں

اُن کے دم سے ریگ ریگستاں بنی خاکِ بہشت
آج اُن کے نام سے اجمیر ہی جنت نشاں

کاش حاصل ہو مجھے دربار میں فخرِ نیاز — اور خدا دیدے اجازت مجکو عرضِ حال کی
ہو دہن میں وہ زباں جو ہو کلیدِ قفلِ راز — یوں سناؤں سرگزشت اپنے دلِ پامال کی

خواجہ صاحب آپکو سوتے ہوئے مدت ہوئی — اب تو چشمِ خواب آگیں کو خدارا کھولیے
کون سی تقصیر ایسی مانعِ رویت ہوئی — نرگسِ میگوں نہیں کھلتی تو منہ سے بولیے

آپ آئے تھے یہاں جسکی اشاعت کیلئے — آہ وہ اسلام اب پامال ہے برباد ہے
کفر آمادہ ہے پھر تجدیدِ بدعت کے لیے — کیا یہی تھا قول اسکا؟ آپ کو کچھ یاد ہے

گنبدِ ابیض میں سوئیں آپ تو آرام سے — ملتِ بیضا کی آنکھوں میں زمانہ تار ہو
عارضِ روشن جو نکلے گیسوئے شب فام سے — طالعِ خوابیدۂ اسلامیاں بیدار ہو

جانبِ ہندوستاں سنجر سے آئے تھے حضور — ہند سے اب سوئے یورپ کیجیے عزمِ خرام
دیکھیے کسکے ستم سے ہیں مسلماں ناصبور — پوچھیے کیوں ہوگئے ہیں موردِ بیدادِ عام

یا معین الدین کہاں اب خامشی کا وقت ہے — بیکسانِ ملتِ جدّ کی اعانت کیجیے
دل شکستہ ہے زمانہ دلدہی کا وقت ہے — آبروئے اہلِ ایماں کی حفاظت کیجیے

نیرِ ملت چھپے زیرِ زمیں ایسا نہ ہو — کشتیِ اسلام ڈوبے ورطۂ گرداب میں
آپ سوتے ہی رہیں خواجہ کہیں ایسا نہ ہو — ڈوب جائے نام اپنا موجۂ گرداب میں

سرورِ عالم کو طیبہ میں جگا آیا ہوں میں
چونک اُٹھے وہ بھی میرے نالۂ پرسوز سے

اب جگانے آپ کو سید معا چلا آیا ہوں میں
آپ بھی چادر اُلٹ دیں روئے مہر افروز سے

مطلعِ توحید پر خورشید بن کر آئیے
اور چمکا دیجئے بختِ سیاہِ آرزو

شامِ غم میں نورِ صبحِ عید بن کر آئیے
تجلیوں کی منتظر ہے جلوہ گاہِ آرزو

ہمرکابی کے لیے گنجِ شہیداں پاس ہے
سید میراں حسن جیسے نوجواں موجود ہیں

کفر کو گردش میں لانیکا ساماں پاس ہے
اور ضرورت ہو تو ساتوں آسماں موجود ہیں

دیکھئے گستاخیٔ چشمِ تمنا دیکھئے
بیدھڑک حاضر ہوں مرقد پر جگانے کیلئے

للہ تشریف حجرے سے تماشا دیکھئے
دل کے ٹکڑے ڈھونڈ لایا ہوں چڑھانے کیلئے

ہیں انہیں ٹکڑوں میں خونِ آرزو کی پھٹکیاں
رہ گئی ہیں جم جما کر سوزشِ فریاد سے

درد نے کچھ ایسی بیدردی سے لی ہیں چٹکیاں
بھر گئی حسرت لہو ہو کر دلِ ناشاد سے

دیجئے دل کی دوا ممنونِ درماں کیجئے
ہے مرا دستِ طلب پھیلا ہوا کیا دیر ہے

گل بداماں کیا مجھے گلشن بداماں کیجئے
ورنہ میں ہوں جوششِ وحشت ہے اور اجمیر ہے

سیماب اکبر آبادی

تازہ منقبتیں

(۱)

جناب شیخ محمد مجتبیٰ صاحب رئیس قصبہ کرسے ضلع بارہ بنکی شاگرد حضرت فیضا

بہت تڑپا رہی ہے مجکو فرقت میرے خواجہ کی
الٰہی خواب ہی میں ہو زیارت میرے خواجہ کی

شجر طوبےٰ ہیں کوثر حوض ہے دربان رضواں ہے
چمن یہ چشت کا ہے یا ہے جنت میرے خواجہ کی

مجھے دے دولتِ کونین تو چاہے نہ دے یارب
مگر مجکو عنایت کر محبت میرے خواجہ کی

بھلا کیا ذکر انسانوں کا وہ درگاہ عالی ہے
فرشتے بھی کیا کرتے ہیں خدمت میرے خواجہ کی

وہ جلوہ ہے کہ برقِ طور سے کچھ ملتا جلتا ہے
نہ پوچھو دوستو کیسی ہے صورت میرے خواجہ کی

سلاطینِ جہاں نے سر جھکایا اُسکی چوکھٹ پر
خدا نے کی بلند ایسی ہے عظمت میرے خواجہ کی

ہوا آنکھوں میں اُسکے نور عرفاں خود بخود پیدا
کہ جس نے اِک نظر دیکھی ہے تربت میرے خواجہ کی

جو آتے ہیں وہ مقصد سے دامن بھر کے جاتے ہیں
لٹا کرتی ہے صبح و شام دولت میرے خواجہ کی

کسی درویش نے پایا نہیں سارے زمانہ میں
توکل میرے خواجہ کا قناعت میرے خواجہ کی

مسلماں بھی قدمبوسی کو حاضر اور کافر بھی
دل شیخ و برہمن میں ہے الفت میرے خواجہ کی

نہ گھبر اختیار اتنا غمِ دنیا سے [illegible]
اگر ہو جائیگی تجھپر عنایت میرے خواجہ کی

(۲)

جناب مولوی محمد نور اللہ صاحب عیش امروہوی

کعبۂ مقصود رندانِ جہاں اجمیر ہے
درحقیقت عارفوں کا لامکاں اجمیر ہے

کونسا گل ہے نہیں جو گلشن اجمیر میں
بڑھکے جنت سے یہ باغ خواجگاں اجمیر ہے

جلوۂ اجمیر میں خوبی کسیکی ہے نہاں
اسلیئے بس دلفریب عاشقاں اجمیر ہے

عاشق خواجہ کو ہم ہر گھڑی ہر حال میں
شوقِ دل اجمیر ہی ذوقِ زباں اجمیر ہے

بلبلِ دل آشیانہ تو بنا اجمیر میں
باغبانِ لم یزل کا بوستاں اجمیر ہے

ہوتے ہیں سیراب آ کر یہیں پر جن و انس
فقر کا ایسا بڑا بحرِ رواں اجمیر ہے

چشمِ بینا جنکی ہے وہ صاحبِ عرفاں ہیں
ہے عیاں اُنپر کہ کیا رازِ نہاں اجمیر ہے

صابرِ خواجہ کا رہتا ہے تصور سقدر
دل بنا کلیر ہمارا اور جاں اجمیر ہے

کیا لکھوں کیا لطف حاصل ہے یہاں بندہ نواز
عیش کو واللہ عیشِ جاوداں اجمیر ہے

(۳)

دادرا

سہارا تو ہے سہارا خواجہ معین چشتی
سب سے مجھے ہے پیارا خواجہ معین چشتیؒ

ڈھونڈا بہت جہاں میں کوئی نظر نہ آیا
تیرے سوا ہمارا خواجہ معین چشتیؒ

آنکھوں کا نور تو ہے دل کا سرور تو ہے
جینے کا تو سہارا خواجہ معین چشتیؒ

مالک ہیں آپ میرے مولا ہیں آپ میرے
بندہ ہوں میں تمہارا خواجہ معین چشتیؒ

فرقت میں ہائے جینا خونِ جگر کو پینا
اب تو نہیں گوارا خواجہ معین چشتیؒ

اجمیر میں بلاکر خدمت میں اپنی رکھو
یاں پر نہیں گزارا خواجہ معین چشتیؒ

غنچے جہاں ہزاروں توحید کے کھلے ہیں
گلشن ہے وہ تمہارا خواجہ معین چشتیؒ

اب لاج میری رکھنا دونوں جہاں میں پیارے
بس ہے تیرا سہارا خواجہ معین چشتیؒ

پہنچے مری مدد کو فوراً ہی وقتِ مشکل
اے عیش جب پکارا خواجہ معین چشتیؒ

یہ پرچہ دیکھ بھی کیا آپ نظام المشائخ کی اشاعت بڑھانے میں ساعی نہ ہونگے؟

منیجر

بنی اسرائیل سنے اُسوقت کے نبی سے استغاثہ کیا۔ اور بنی عدنان کے حق میں دعائے بد کی خواستگاری ظاہر کی۔ نبی وقت نے رو بقبلہ ہوکر چاہا کہ بددعا کریں لیکن جناب باری سے وحی نازل ہوئی کہ اس دعائے بد سے دست بردار ہو جاؤ اور درگزر کرو۔ کیونکہ خاتم النبیین افضل الاولین و الآخرین بنی عدنان کی اولاد میں سے ہوں گے۔ اُنکے حق میں بددعا مقبول نہوگی +

معد کے والد کا نام عدنان ہے۔ اِنکے دو بیٹے تھے۔ ایک عدن بن عدنان دوسرے مَعَد۔ جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں +

منقول ہے کہ عدنان کی یہودیوں سے عداوت تھی ایکدن یہ اکیلے کہیں جارہے تھے۔ یہودی اِنکے پیچھے ہولیئے۔ اور ایک مقام میں دو پہاڑوں کے درمیان انکو گھیر لیا دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔ بالآخر آپ کا گھوڑا زخمی ہوکر گر پڑا آپ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ شریروں نے اسپر بھی اکتفا نہ کیا۔ بلکہ پہاڑ پر چڑھ کر آپ کو ستانے اور ایذا دینے میں کوتاہی نہ کی۔ عاجز آکر قادر قیوم کی جناب میں التجا کی۔ غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا۔ اور عدنان کو کسی بلند تر چوٹی پر جا بٹھایا۔ (مواہب و روضتہ الاحباب) +

حضرت شاہ ولی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ سرور المحزون میں حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ عدنان تک بیان فرمایا ہے۔ یہاں تک علمائے محدثین کا اتفاق ہے۔ لیکن اِن سے اوپر کے سلسلے میں آدم علیہ السلام تک بیحد اختلاف ہے +

بعض متقدمین نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک صرف چار واسطے بیان کیئے ہیں۔ اور بعضوں نے چالیس اشخاص بیان کیئے ہیں۔ پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے لیکر آدم علیہ السلام تک اختلاف عظیم ہے +

خود حضور حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا نسب نامہ بیان فرماتے تو عدنان پر توقف فرماتے اور بار بار ارشاد فرماتے :-

كَذَبَ النَّسَّابُونَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔ عدنان سے اوپر نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنا شجرہ نسب معد تک یاد کیا ہے جن سے پہلے لوگوں کا حال ہم کو معلوم نہیں۔

حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو معد بن عدنان سے اوپر کے سلسلے میں واقفیت رکھتا ہو۔

تمام اہل سیر اور جملہ مورخین اسی امر پر متفق ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت شیث علیہ السلام حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔

حمل مبارک

الحبیب کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ بنت وہب سے روایت ہے کہ جب آپ حمل میں تھے تو میں خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ کوئی مبشر یہ کہہ رہا ہے کہ یہ حمل اس امت کے سردار کا ہے۔ تم اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو۔ جب یہ پیدا ہوں تو یہ کہنا :-

أُعِيذُهُ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ ۔ ہر ایک حاسد کے شر سے بچنے کیلئے خدائے واحد سے پناہ مانگتی ہوں

اور ان کا نام محمد رکھنا (سیرۃ ابن ہشام)۔

بی بی آمنہ کو حضور کے انوار و برکات کی وجہ سے ایام حمل میں حاملہ عورتوں کی طرح تکالیف اور دقتیں پیش نہیں آئیں ؎

هٰذَا وَلَكِنْ حَمَلَتْ أُمُّ الْحَبِيْبِ بِهٖ ۔ وَلَيْسَ فِيْ حَمْلِهَا كَرْبٌ وَّلَا ضَرَرٌ

یعنی حبیبؐ کرم کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں لیکن ایام حمل میں نہ کچھ کرب تھا نہ کوئی تکلیف تھی (نشر الطیب)۔

ولادت الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

بجز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بی بی آمنہ اور قریشی عبداللہ کے کوئی لولا نہیں ہوئی۔ (واقدی) لَمْ یَلِدْ اَبَوَاہُ غَیْرَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

ہمارے حبیب کرم نبی صلے اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن ۹۔ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۵۷۱ء کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق قبل طلوع آفتاب پیدا ہوئے (الشمامہ)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور دوشنبہ ہی کو آپ کو نبوت عطا ہوئی اور دوشنبہ ہی کو آپؐ نے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور سورہ بقرہ بھی ماہ ربیع الاول میں اسی دن نازل ہوئی۔ اور آنحضورؐ نے ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے روز وفات پائی۔ (الکافی المحلی)

وَکَانَ مَوْلِدُہٗ اَیْضًا وَنَقْلَتُہٗ　　لِیَوْمِ الْاِثْنَیْنِ ھٰذَا الْاَمْرُ مُعْتَبَرٌ

آپ کی ولادت شریفہ اور وفات دوشنبہ کے روز ہوئی اور یہی امر معتبر ہے۔ (الروض النضیف)

بی بی آمنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے بطن سے جدا ہو کر دنیا میں تشریف لائے تو آپؐ کے ساتھ ایک نور ظاہر ہوا۔ اس نور کی روشنی میں تمام مشرق و مغرب کی چیزیں روشن و منور ہو گئیں۔ جب آپ زمین پر آئے تو دونوں ہاتھوں پر سہارا دیئے ہوئے تھے۔ آپ نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ (مواہب)

بی بی آمنہ کہتی ہیں کہ ولادت کے وقت میں نے آسمان سے ایک ابر کے

سفید ٹکڑے کو آتے دیکھا۔ اس ابر کے ٹکڑے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آغوش میں اُٹھالیا۔ اور میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ اسیں سے مجھے یہ آواز سنائی دیتی تھی کہ انکو دریا۔ جنگل مشرق و مغرب کی حدود میں پھراؤ تاکہ سب چیزیں پہچان لیں۔ اور انکی صفات و صورت سے واقف ہوجائیں۔ ابر کے نزول کا قصہ قریب ولادت دو مرتبہ ہوا ہے۔

چنانچہ بی بی کہتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو میں نے دوبارہ بھی ایک بڑے ابر کے ٹکڑے کو دیکھا۔ جس میں سے گھوڑوں۔ پرندوں اور آدمیوں کی باتوں کی آواز آتی تھی۔ اس دفعہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ابر نے چھپالیا۔ اور اوّل مرتبہ سے زیادہ دیر تک غائب رہے۔

اکثر مجھے یہ سنائی دیتا تھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ آپ کو تمام روئے زمین اور تمام روحانیات۔ انسان اور جن۔ فرشتوں۔ طیور و وحوش کے سامنے پیش کرو۔ اور نبوت اور نصرت کی کنجی دے دو۔ اور آدم علیہ السلام کی خلافت و صفوت اور خلق شیث علیہ السلام کی معرفت اور نوح علیہ السلام کی سی شجاعت و شکر۔ ابراہیم علیہ السلام جیسی خلت۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی سی زبان۔ اسحٰق علیہ السلام کی رضا۔ صالح علیہ السلام کی فصاحت۔ لقمان و لوط علیہ السلام کی حکمت۔ دانیال علیہ السلام کی حُب۔ الیاس علیہ السلام کا وقار۔ ایوب علیہ السلام کا صبر۔ داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی۔ یعقوب علیہ السلام کی بشارت۔ یوسف علیہ السلام کا جمال۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوۃ۔ ہارون علیہ السلام کا تحمل۔ یونس علیہ السلام کی عبادت۔ یوشع علیہ السلام کا جہاد۔ یحییٰ علیہ السلام کی عصمت عیسےٰ علیہ السلام کے زہد و کرم سے مزین کرو۔ اور جملہ رسول اور نبیوں کے دریائے اخلاق میں غوطہ دے دو۔

الغرض ہمارے حبیب مکرمؐ تمام محاسن میں لاثانی۔ اور اخلاق کریمانہ میں تمام

انبیاء و مرسلین سے فائق تھے ؎

ایکہ بر تخت سیادت ز ازل جا داری　　اینچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ٭

آپ کی ولادت کے وقت کسرٰے نوشیرواں کے محل میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ اُس عالیشان شاہی ایوان کے چودہ کنگرے گر پڑے ؎

وَبَاتَ اِیْوَانُ کِسْرٰی وَهُوَ مُنْصَدِعٌ　　کَشَمْلِ اَصْحَابِ کِسْرٰی غَیْرَ مُلْتَئِمٖ

یعنی نوشیرواں کا محل۔ ولادت کیوقت ایسا شکستہ اور پاش پاش ہوگیا۔ جیسا کہ کسرٰے کا لشکر جسکو اجتماع نصیب نہ ہُوا ٭ (قصیدہ بردہ) ٭

چو صیتش در افواہ دنیا فتاد　　تزلزل در ایوان کسرٰے فتاد

فارس کا قدیمی آتشکدہ جو ہزار سال سے برابر روشن تھا۔ ضیاء توحید کی نورانی شعاعوں سے بجھ گیا۔ اور بحیرہ طبریہ اور دریائے ساوہ (جس میں نوزائیدہ بچوں کو آتش پرست غسل دیتے تھے) دفعتہً خشک ہوگئے (مواہب و مدارج النبوۃ)

اللہ جل جلالہ نے زوال سلطنت فارس و شام کی طرف ان امور سے اشارہ کیا ہے۔ (نشر الطیب) ٭

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعب بنی ہاشم کے زقاق المولد (پیدائشی کوچہ) محمد بن یوسف نزار کے گھر میں پیدا ہوئے ٭

حضرت عائشہ رضہ سے بسند حسن یہ روایت ہے کہ ایک یہودی نے اُس رات میں جس میں کہ حضور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے یہ کہا کہ اہل قریش! کیا آج تمہاری قوم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ لوگوں نے لاعلمی کیوجہ سے کہدیا کہ ہم کو معلوم نہیں۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ اے اہل قریش آج کی شب میں اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اسکے دونوں شانوں کے درمیان (مہر نبوت کی) ایک نشانی ہے قریش نے جب اس امر کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے لڑکا پیدا

ہوا ہے۔ یہودی اور اہل قریش آپ کی والدہ بی بی آمنہ کے پاس آئے۔ یہودی نے جب وہ نشانی دیکھی تو بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ اور سنبھلکر کہنے لگا کہ بنی اسرائیل سے تو اب نبوت و رسالت رخصت ہوگئی۔ اے اہل قریش! یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کرینگے کہ مشرق و مغرب تک اسکی تشہیر ہوجائیگی (فتح الباری)

رضاعت

اولاً آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو سات روز تک دودھ پلایا۔ بعد ازاں چند روز تک ثویبہ ابولہب کی آزاد کردہ باندی نے آپ کو دودھ پلایا +

پھر بی بی حلیمہ سعدیہؓ بنت ابی ذویبؓ دودھ پلایا۔ بی بی حلیمہؓ کا بیٹا عبداللہ بن الحرث آپ کا رضاعی بھائی تھا +

بی بی حلیمہ سعدیہ رضہ سے روایت ہے کہ جب طائف سے قبیلہ بنی سعد کی عورتیں دایہ گری کی غرض سے مکہ کی طرف آنے لگیں تو میں بھی اُنکے ساتھ اسی ارادے سے چل پڑی۔ یہ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ میری گود میں میرا بچہ تھا۔ میرے میاں میرے ساتھ تھے۔ ایک لاغر گدھے پر میں سوار تھی۔ ہمارے ساتھ ایک بڈھی اونٹنی بھی تھی۔ نہ تو میری چھاتیوں میں دودھ تھا۔ اور نہ اونٹنی کے تھنوں میں اسقدر دودھ ہوتا تھا کہ جس سے میرے لڑکے کا پیٹ بھرتا۔ بھوک کی وجہ سے رات بھر بچہ چلاتا تھا۔ لاغری کی وجہ سے گدھے کا چلنا دشوار تھا +

الغرض جب ہم مکے پہنچے تو بچوں کی تلاش میں مصروف ہوئے۔ بخدا میری ساتھنوں میں سے کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے نہ کہا گیا ہو۔ لیکن جب وہ یہ سنتی کہ آپ یتیم ہیں تو کوئی قبول نہ کرتی۔ میری تمام ساتھنوں نے ایک ایک رضیع ڈھونڈ لیا۔ میں ہی اکیلی باقی رہ گئی تو

میں نے اپنے خاوند سے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میرے ساتھ والیوں کو تو رضیع ملجائے اور میں ناکام واپس پھر جاؤں۔ میں تو اُسی یتیم کو لے آتی۔ انہوں نے کہا بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ برکت کرے گا

میں جب لینے کے لیۓ آپکے گھر پہنچی تو میں نے آپ کو ایک سفید کپڑے میں لپٹا ہوا پایا۔ آپکے نیچے ایک سبز اطلس کا بچھونا بچھا ہوا تھا۔ اُسپر آپ چت لیٹے ہوۓ سورہے تھے۔ آپ کا حسن وجمال دیکھکر شفقت ومحبت مجھپر غالب آئی اسیوجہ سے میں نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ ہولے ہولے میں آپ کے پاس گئی۔ آپ کی چھاتی پر ہاتھ رکھا تو آپ مسکرا کر ہنسے۔ اور آنکھیں کھولکر مجکو دیکھا۔ حضور کی آنکھوں سے ایک نور نکلا اور میرے دیکھتے ہی آسمان کیطرف چڑھ گیا۔ میں نے فرط محبت سے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور چھاتی سے لگالیا داہنی چھاتی سے حضور دودھ پینے لگے۔ بائیں چھاتی اگر میں قصداً آپ کو پلاتی تب بھی آپ نہ پیتے۔ اور تا اختتام رضاعت ہمیشہ آپ کی یہی عادت رہی +

آپ کو منجانب اللہ گویا یہ ایک الہام تھا کہ آپ کا رضاعی بھائی بھی ہے۔ اِسلیۓ آنحضورؐ (روحی فداہ) نے ایام رضاعت میں عدل وانصاف کی بنیاد بمقتضاۓ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ قائم فرمائی +

الغرض جب میں آپ کو پڑاؤ میں لائی تو میں نے آپ کو اور آپکے رضاعی بھائی کو دودھ پلایا۔ اور دونوں آسودہ ہوکر سوگۓ +

میرے میاں نے اونٹنی کو جاکر دیکھا تو اُسکے تھن دودھ سے بھرے ہوۓ تھے۔ پھر انہوں نے اُسکا دودھ نکالا۔ اور ہم دونوں میاں بیوی نے خوب سیر ہوکر پیا۔ اور اس مبارک رات میں نہایت آرام سے سونا نصیب ہوا +

میرے خاوند نے مجھ سے کہا کہ اے حلیمہ! تم مبارک بچے کو لائی ہو میں نے

جواب دیا کہ مجھے بھی یہی امید ہے۔

صبح کیوقت گھر والوں نے ہم سب کو رخصت کیا۔ میں آپ کو لیکر اسی لاغر گدھی پر سوار ہوئی۔ وہ اس قدر تیز رفتار ہوگیا کہ اب اسکو کوئی تیز سے تیز سواری نہیں پکڑ سکتی تھی۔

میری ہمسفر بیبیوں نے تعجب سے کہا کہ اے حلیمہؓ! ذرا آہستہ چلو۔ یہ تو وہی گدھا ہے جسپر تم آئی تھیں۔ مگر اب اسمیں کوئی اور ہی بات پیدا ہوگئی ہے۔

جب ہم سب اپنے گھر پہنچے تو ہر چند دیکھا یہ خشک سالی کا زمانہ تھا۔ گھاس چارہ کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ تمام بکریاں بھوکی پیاسی جنگل سے واپس آتیں۔ اُن کے تھنوں میں دودھ کا پتہ و نشان تک نہوتا۔ مگر اب آپ کی برکت کی وجہ سے میری بکریاں پیٹ بھری آنے لگیں۔ اور اُنکے تھن دودھ سے پُر ہوتے تھے۔ اور سارے قبیلہ کی بکریاں ویسی ہی بھوکی اور سوکھی رہا کرتی تھیں۔ کسی کو ایک قطرہ بھی دودھ کا نصیب نہیں ہوتا تھا۔

جب ہماری قوم نے یہ حال دیکھا تو اپنے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم بھی اپنی اپنی بکریاں اُسی چراگاہ میں چرایا کرو۔ جہاں حلیمہ سعدیہ رضی کی بکریاں چرا کرتی تھیں چنانچہ قبیلہ کی تمام بکریاں ایک ساتھ چرنے لگیں مگر وہ ویسی ہی بھوکی سوکھی واپس چلی آتیں اور میری بکریاں دودھ سے بھرپور۔ چارہ سے سیر اور شکم پُر آتی تھیں۔

اس خیر و برکت کا سبب وہ خوب جانتی تھیں۔ نہ چراگاہ میں کیا رکھا تھا یہ محض حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ اور آپ کی خیر و برکت کا سبب تھا۔

پورے دو سال تک بی بی حلیمہ سعدیہؓ آپ کی برکات دیکھتی رہیں۔ دودھ چھڑانے کے بعد آپکا سب سے پہلا کلام یہ تھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔

جب آپ پاؤں پاؤں چلنے لگے تو اپنے رضاعی بھائی کی انگلی پکڑ کر گاہے بگاہے گھر سے باہر تشریف لاتے۔ اگر لڑکوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تو منع فرماتے کہ ہم اس لیئے نہیں پیدا کیئے گئے۔ بی بی سعدیہؓ دو سال کے بعد آپؐ کو بی بی آمنہؓ (حضورؐ کی والدہ ماجدہ) کے پاس لائیں۔ مگر کہتی ہیں کہ جی تو یہی چاہتا تھا کہ آپؐ اپنی برکات و انوار کی وجہ سے کچھ عرصہ ہمارے پاس اور رہیں۔ چونکہ اس وقت مکہ میں وبا پھیل رہی تھی۔ میں نے آپ کی والدہ سے اصرار کیا اور دوبارہ میں اپنے گھر واپس لے آئی +

شق صدر

ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ تشریف لائے ہوئے چند ہی مہینے گزرے تھے کہ ایک روز آپؐ اپنے برادر رضاعی کے ساتھ (جو بکریاں چرایا کرتا تھا) چلے گئے۔ دوپہر کے وقت کیا دیکھتی ہوں کہ آپ کا رضاعی بھائی روتا پیٹتا چلاتا چلا آتا ہے۔ میں نے اسکا سبب پوچھا تو مجھسے اور اپنے باپ سے تمام واقعہ کہہ سنایا کہ ہم سب لڑکے کھیل رہے تھے۔ ناگاہ تین آدمی سفید کپڑے والے آئے اور میرے قریشی بھائی کو پکڑ لیا۔ اور آپؐ کو لٹا کر پیٹ چاک کر ڈالا۔ میں اُنکو اسی حالت میں چھوڑ کر چلا آیا ہوں +

ہم دونوں یہ وحشتناک خبر سنکر گھبرا گئے اور دوڑے ہوئے گئے تو آپؐ کو کھڑا ہوا دیکھا۔ آپؐ کا رنگ خوف کی وجہ سے متغیر تھا۔ میں نے پوچھا کہ بیٹا یہ کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تین شخص سفید پوش میرے پاس آئے۔ اور مجکو لٹا کر میرا پیٹ چاک کر ڈالا۔ اور ہاتھ ڈالکر معلوم نہیں کیا نکالا +

(آپ کا سینۂ مبارک حضرت جبرائیل علیہ السلام نے شق کیا۔ اور آپکے ہمراہ حضرت

میکائیلؑ اور حضرت اسرافیلؑ بھی تھے)۔
پھر ان تینوں میں سے ایک نے کہا کہ انکو (یعنی مجکو) ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ تولو۔ چنانچہ انھوں نے میرا وزن کیا تو میں سب سے زیادہ وزنی نکلا پھر انھوں نے سنو کے ساتھ وزن کیا۔ اب بھی میں ہی بھاری تھا۔ پھر ہزار آدمیوں کے ساتھ تولا تو اب بھی میں ہی وزن میں زیادہ رہا تو وہ کہنے لگے کہ بس کرو۔ اگر انکو تمام امت کے ساتھ بھی تولا جائے تب بھی یہی زیادہ وزنی ہوں گے (اس جملہ میں آپؐ کو بشارت سنا دی کہ آپؐ نبی ہونے والے ہیں) (نشر الطیب)

وزن سے مراد وزن اعتباری ہے۔ اور اس سے مراد فضیلت و بزرگی ہے۔ چنانچہ آپ بزرگی اور فضیلت میں تمام امت بلکہ تمام عالم سے افضل اور اشرف ہیں ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (مواہب)

جب میں آپ کو گھر لائی تو میرے میاں نے کہا کہ اس بچے کو آسیب کا خلل ہو گیا ہے۔ کہیں اور زیادہ نہ ہو جائے۔ ان کو ان کی والدہ کے پاس چھوڑ آؤ۔ میں اپنے میاں کے فرمان کے موافق آپؐ کو بی بی آمنہؓ کے پاس لے آئی دیکھتے کے ساتھ ہی انھوں نے کہا کہ اے حلیمہؓ تم تو انکو اپنے پاس کچھ دن رکھنا چاہتی تھیں۔ اتنی جلدی کیوں لے آئیں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ رکھے صاحبزادے اب ہوشیار ہو گئے ہیں اور میں اپنی خدمت ادا کر چکی ہوں۔ خدا جانے کیا اتفاق ہو۔ اسلیئے لے آئی ہوں۔

بی بی آمنہؓ نے فرمایا کہ یہ بات تو نہیں معلوم ہوتی۔ سچ سچ کہو کہ کیا ماجرا ہے پھر میں نے تمام قصہ من و عن کہہ سنایا۔ فرمانے لگیں کہ تم کو میرے بچے پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہوا۔ میں نے کہا ہاں بات تو یہی ہے۔ بی بی آمنہؓ نے اسکے جواب میں فرمایا۔ واللہ شیطان کا آپؐ پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ میرے بیٹے کی

خاص شان سے۔ اور پھر ایام حمل کے حالات و برکات کا تذکرہ فرمایا (نشر الطیب)
حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم پانچ سال تک بی بی حلیمہ سعدیہؓ کے گھر رہے۔
اور اس کے بعد وہ آپ کو آپ کی والدہ کے پاس پہنچا گئیں + (مواہب)

تربیت

آنحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے والد بزرگوار قریشی عبد اللہؓ کا آپ کی ولادت سے پیشتر انتقال ہو گیا تھا۔ جب آنحضرتؐ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ مکرمہ بی بی آمنہؓ آپ کو اور ام ایمن کو اپنے ہمراہ لیکر اپنے عزیزوں سے مدینے شریف ملنے کے لیے گئیں۔ لوٹتے ہوئے مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابوا میں بی بی آمنہؓ کا انتقال ہو گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام و مواہب) +

ام ایمن آپ کو مکے میں لیکر آئیں۔ آنحضرتؐ کے دادا عبد المطلب بی بی آمنہؓ کی وفات سے مغموم و محزون ہوئے آپ کو گود میں اُٹھا لیا اور آپؐ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لے لی۔ (زاد المعاد) +

آپ کے دادا آپؐ پر اسقدر شفقت فرماتے کہ اپنے کسی بیٹے پر اس قدر لطف اور مہربانی نہ کرتے۔ جب تک حبیبؐ مکرم تشریف نہ لاتے کھانا نہ کھاتے +

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ برس دو مہینے دس دن کی ہوئی تو آپ کے دادا عبد المطلب نے ایک سو بیس کی عمر میں انتقال فرمایا +

انتقال کے وقت آپ کی نسبت عبد المطلب نے ابو طالب سے (جو آنحضرتؐ کے چچا اور آپ کے والد عبد اللہ کے حقیقی بھائی تھے) وصیت کی کہ آپؐ کو اپنی محافظت اور حمایت میں رکھنا۔ چنانچہ اب آنحضرتؐ کی نگرانی اور تربیت کے ذمہ دار ابو طالب بنے (ابن ہشام) +

سفر شام بار اول

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بارہ برس کی ہوئی تو آپ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ جبکہ وہ تجارت کیلئے ملک شام کو جاتے تھے۔ سفر میں تشریف لے گئے۔

مقام بصرے میں نصرانیوں کا بحیرا نامی ایک راہب (عالم) رہتا تھا اپنے وقت کے علمائے نصاریٰ میں نہایت زاہد متقی و پرہیزگار تھا۔ مدت مدید سے نبی آخر الزمان علیہ التحیۃ والتسلیم کے دیدار کا مشتاق تھا۔

جب آپ تشریف لائے تو راہب نے علامات نبوت سے آپ کو پہچان لیا اور تمام قافلے کی دعوت کی۔ اور ابوطالب سے یہ کہا کہ نبی آخر الزمان یہی نوجوان ہیں۔ اہل کتاب یہود اور نصاریٰ اسکے دشمن ہیں۔ ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ۔ کہیں وہ لوگ ان کو تکلیف اور گزند نہ پہنچائیں۔ چنانچہ ابوطالب نے اپنا مال تجارت وہیں بیچ ڈالا۔ اور بہت نفع ہوا۔ اور وہیں سے مکہ شریف واپس چلے آئے۔ (تواریخ حبیب اللہ)

سفر شام بار دوم

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵ سال کے ہوئے تو آپ نے تجارت کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ کے پاس مال و متاع تو تھا نہیں جس سے آپ تجارت کرتے۔ مکہ معظمہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ بی بی خدیجہؓ تھیں یہ بہت مالدار تھیں۔ تاجروں کو بطور مضاربت اپنا مال دیا کرتی تھیں۔ بی بی خدیجہؓ نے جب آپ کی سچائی اور امانت۔ دیانت داری و حسن معاملہ کو سنا تو آپ سے

خود بخود درخواست کی کہ آپ میرا مال تجارت کے لیئے لیجایا کریں۔ میرا غلام میسرہ آپکے ساتھ جایا کرے گا۔

آپنے اِسکو قبول فرمایا اور میسرہ کے ساتھ ملک شام میں تجارت کے لیئے جا پہنچے۔ اور کسی جگہ ایک درخت کے نیچے جا اُترے۔ وہاں نسطورنامی راہب کی جھونپڑی تھی۔ اُس راہب نے آپ کو دیکھکر میسرہ سے دریافت کیا۔ یہ کون شخص ہیں۔ میسرہ نے جواب دیا کہ یہ اہل قریش میں سے ہیں۔ اُس راہب نے کہا کہ اِس درخت کے نیچے بجز نبی کے اور کوئی کبھی نہیں اُترا۔ آپ ملک شام سے تجارت کرکے واپس آئے۔ اِس تجارت میں بہت نفع ہوا۔ جب آپ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہؓ کو تمام مال کا حساب سمجھایا تو معلوم ہوا کہ دُگنا یا اِس کے قریب نفع ہوا ہے۔

میسرہ نے آنحضرتؐ کی اِن تمام خوبیوں اور برکتوں کا تذکرہ بی بی خدیجہؓ سے کیا جو سفر میں اُس نے خود دیکھی تھیں۔ اور اُس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا قصہ بھی بیان کیا۔ بی بی خدیجہؓ نے یہ تمام واقعات اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کیئے۔ ورقہ بن نوفل عیسائیوں میں بہت بڑے عالم تھے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اے خدیجہؓ! اگر یہ بات صحیح ہے تو محمدؐ اِس اُمت کے نبی ہیں۔ اور مجھکو کتب سماویہ سے معلوم ہوا ہے کہ اِس اُمت میں ایک نبی ہونے والا ہے۔ اور اُس کا یہی زمانہ ہے۔

نکاح

بی بی خدیجہ رضؓ نہایت ہی عاقلہ تھیں۔ اِن اوصاف کو سُن کر آپکے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کی قرابت۔ اور اشرف القوم۔ نیز امین۔ خوشخو۔ صادق القول

ہونے کی وجہ سے آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اپنے اعمام سے ذکر کیا
وران کے اہتمام سے نکاح ہو گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام) +
نکاح کے وقت آنحضرتؐ کی عمر پچیس سال اور بی بی خدیجہؓ کی عمر چالیس
ل تھی +

تعمیر کعبہ

جب آنحبیبؐ کی ۳۵ سال کی ہوئی تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کرنے کا
ز سرِ نو ارادہ کیا۔ عمارت کے اٹھانے میں تو سب ہی شریک تھے مگر جب حجر اسود
کے موقع تک تعمیر پہنچی تو سخت اختلاف ہوا۔ ہر شخص کی یہی آرزو تھی کہ حجر اسود
وہیں اپنے ہاتھ سے رکھوں۔ قریب تھا کہ ہتھیار چل پڑیں۔ آخر ایک اہل الرائے
نے یہ مشورہ دیا کہ جو مسجد حرام کے دروازے میں سب سے پہلے آئے اسکو حکم بناؤ
ور اُسکے فیصلہ پر سب کے سب عمل کرو +
اتفاقاً سب سے پہلے آنحبیبؐ تشریف لائے۔ سب نے یکھکر یہ کہنے لگے۔
یہ محمدؐ ہیں۔ امین ہیں۔ آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اپنی زیرکی
ور دانائی سے یہ کیا کہ ایک چادر منگائی۔ اُسکو بچھا کر حجر اسود کو اپنے دست مبارک
سے اس چادر میں رکھا۔ اور پھر فرمایا کہ ہر قبیلے کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلہ
تھام لے۔ اور خانہ کعبہ تک لے آویں +
جب وہ لوگ خانہ کعبہ تک پہنچے تو آپ نے حجر اسود کو اُٹھا کر اُسکے موقع پر
رکھدیا۔ (ابن ہشام) اس فیصلہ سے سب کے سب خوش ہو گئے۔ اور جنگ و
جدال کا خدشہ مٹ گیا +

نبوّت وبعثت

بعثت سے چند سال پیشتر آپ کو گاہے گاہے ایک نور نظر آتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت محظوظ ہوتے تھے۔ زمانۂ نبوت جسقدر قریب تر ہوتا گیا اُسیقدر آپ تنہائی پسند ہوتے گئے۔ کثر پانی اور ستو لیکر کوہ حرا کے ایک غار میں جسکا طول ۴ گز اور عرض پونے دو گز تھا خلوت گزیں ہوا کرتے تھے اور اسی غار میں عبادت کیا کرتے۔ اور ذکرو فکر میں مشغول رہا کرتے تھے (سفر السعادۃ)

جب پانی اور ستو ختم ہو جاتے تو آپ شہر میں واپس تشریف لے آتے اس زمانے میں آنحضرت کو جو خواب نظر آتے وہ بالکل سچے ہوتے تھے۔ اور من وعن پورے ہوتے تھے ٭

نزول وحی

جب حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال ایک دن کی ہوئی تو ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ دوشنبہ کے دن غار حرا میں جبریل امین خدا کی طرف سے نبوت لیکر آپکے پاس آئے۔ اور یہ سب سے پہلی وحی ہے ٭

وحی کے نازل ہونے کے تین طریقے تھے۔ (۱) جبریل امین پیغمبروں کو خدا کا حکم پہنچاتے تھے۔ کبھی بصورت انسان اور کبھی اور کسی صورت میں ظاہر ہوتے تھے (۲) غیب سے آواز آتی تھی اور بولنے والا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ (۳) اللہ تعالیٰ پیغمبر کے دل میں کسی طرح ایک بات ڈالدیتا تھا۔ بہرکیف وحی اسرار الٰہی میں سے ایک راز ہے۔ ہمارے فہم سے بالاتر۔ مگر ہاں حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تیسری قسم کی وحی نازل

ہوتی تھی تو حضرت پر بہت گراں گزرتی تھی۔ غشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ جسم مبارک بھاری پڑ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ کبھی آپ اونٹنی پر سوار ہوتے تو نزول وحی کے وقت اونٹنی آپ کا بوجھ نہیں سہار سکتی تھی۔ اور بیٹھ جاتی تھی یا احیاناً آپ کسی کے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے ہیں اور وحی نازل ہوئی تو اُسکا زانو حضرت کے سر مبارک کے بوجھ سے ٹوٹا پڑتا تھا۔ ثقل جسم کے علاوہ کڑاکے کے جاڑوں میں پسینے پسینے ہو جاتے تھے۔

سب سے پہلی وحی کی کیفیت یہ ہے کہ جبریل امینؑ نے آپ سے کہا۔ اے محمدؐ تمہارے لیئے بشارت و خوشخبری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی ہے۔ آپ بشیر و نذیر ہیں۔ اور اللہ کے رسول ہیں۔ اور میں جبریلؑ ہوں۔

(سفر السعادت)

نزول قرآن شریف

بشارت و خوشخبری کے بعد سورۂ علق کی پانچ آیتیں جبریل امینؑ نے آپ کو تعلیم کیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے
اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ	(اے رسول) اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھو جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھو! تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اسکو معلوم نہ تھیں
(سورۂ علق ع ۱ ۔ پارہ ۳۰)	

بزم فرید

پر جناب مولوی سید احمد صاحب دہلوی مولف فرہنگ آصفیہ کا ریویو

یہ کتاب حضرت بابا فرید شکر گنج قدس سرہ العزیز کے ملفوظات یعنی اعمال و اقوال کا مجموعہ ہے جسے حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحہ نے شریک بزم رہکر خود تاریخ و سنہ وار تحریر فرمایا ہے آپ نے اِن پُر اسرار و پُر اخلاق و روحانی تعلیمات کا نام راحت القلوب تجویز فرمایا تھا جسکے مطالعہ سے درحقیقت قلب کو راحت۔ روحکو تازگی و بلند پروازی۔ دین محمدی کو استحکام۔ رفع شکوک کامل رتبہ بہم پہنچتا ہی۔ ملا محمد الواحدی نے اسکا فارسی سے اردو میں بامحاورہ نہایت سلیس ترجمہ کیا ہی۔

مجھے اِس کتاب کے ابتدا اول تا آخر بالاستیعاب پڑھا۔ اور جو لطف اُٹھایا وہ اپنی عمر میں غالباً اس سے زیادہ نہوگا۔ سبحان اللہ۔ ایک ولی اللہ نے دوسرے ولی اللہ کا روزانہ مکالمہ یعنی روحانی وعظ لکھا ہی جسکی صحت میں ذرا شبہ نہیں ہو سکتا۔ بابا صاحب نے جو اپنی سیاحت اور اولیائے کرام کی ملاقاتوں کا حال بیان کیا ہی عجیب وجد انگیز اور معنی خیز ہی۔ سماع کی بحث غضب کی دلاویز۔ بابا صاحب کی نظر آپکے زمانہ سے پہلے کی تمام صوفیانہ۔ عارفانہ۔ موحدانہ۔ تصانیف نیز کتب اخلاق و احادیث و دینیات پر بدرجہ اتم معلوم ہوتی ہی۔ جن جن کتابوں کا آپنے بعض موقعوں پر حوالہ دیا ہی وہ اب میسر ہوتی نہیں بلکہ انکا نام بھی کم سنا ہی۔ ریاضات و مکاشفات کی جو لطیفیں آپنے بیان فرمائی ہیں وہ ہر طرح سے واجب التسلیم یعنی عقلی ثبوت کی روشن دلیلیں ہیں۔ مشاہدہ و مکاشفہ گواہ صادق۔ تسلیم و رضا۔ اہل اللہ کے واصل بحق ہونے ملک الموت کے دھتکارے جانے کی جو کیفیت بیان کی ہی وہ شوق دلاتی ہی کہ انسان کیوں اسکے کوشش کرنی اور اپنے آپکو اس درجہ تک پہنچانا انسان کا مقصد اعلیٰ۔ اور صوفیانہ طریقت پر چلنا۔ رضائے حق اور دیدار حق کے حاصل کرنے کا ایک پورا وسیلہ ہی۔ اکثر موقعوں پر احادیث اور آیات فرقان حمید کا جب موقع خوب انکشاف فرمایا ہی۔ گو بظاہر یہ ایک مجموعہ ملفوظات ہی مگر دراصل دین و دنیا کے تمام معاملات حسن اخلاق۔ یا واقعی فیض رسانی خلائق۔ صوفیانہ معلومات کے کل دقائق کا اہل دل کیواسطے سب سے اعلیٰ گنجینہ ہی اور سینہ بے کینہ کے واسطے دریائے معرفت کا سفینہ۔ اس سے ہر مذہب و ہر ملت کے صوفی و غیر صوفی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ✦

سید احمد دہلوی

ایک بہت بڑی ضمانت

(یعنی مندرجہ ذیل کتب میں کوئی کتاب پسند نہ آئے تو آپ واپس کر کے اپنے دام منگا لیجئے)

بزم فرید - اگر جناب معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ اگلے وقت کے بزرگوں کی مجلسوں میں کیسے چرچے ہوا کرتے تھے اور آجکل مشائخ کی صحبتوں میں کیا افسانے ہوتے ہیں تو بزم فرید پڑھیے جسے ملا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ نے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کی مشہور تصنیف راحۃ القلوب سے ترجمہ کیا ہے قیمت بلا محصول فی ۹ر

بیان خسرو - محبوب المحبوب حضرت امیر خسرو رح کی سوانح عمری اور ان کے کلام پر محققانہ ریویو از شمس العلما مولانا شبلی نعمانی جیسے کا ذکر ہو ویسا ہی ذکر کرنے والا بھی ہے حضرت امیر صاحب کو کون نہیں جانتا دنیاوی عزت سات بادشاہوں کے مصاحب علم و فضل کے لحاظ سے یکتائے زمانہ شاعری میں آجتک طوطی ہند کہلائے جاتے ہیں بزرگ اور اللہ والے تو تھے ہی جب پر سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کی نظر لطف و محبت ہو تو کیا کچھ نہ ہوگا۔ پھر انکے حالات آجکل کے سب سے بڑے تاریخدان زبردست انشاپرداز شہرۂ آفاق فاضل نے قلمبند فرمائے ہیں۔ لکھائی چھپائی دیکھنے دکھانے کے قابل۔ کاغذ اعلیٰ قسم کا ولایتی لگایا گیا ہے قیمت بلا محصول ڈاک ۱۱ر

سرمد شہید - مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر الہلال کی لکھی ہوئی سرمد شہید کی اردو زبان میں سب سے پہلی سوانح عمری جسکی نسبت سید خواجہ حسن نظامی صاحب کی رائے ہے کہ باعتبار ظاہر اس سے اعلیٰ اور شاندار الفاظ کوئی نہیں جمع کر سکتا اور باعتبار معانی یہ سرمد شہید کی زندگی و موت کی بحث ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ مقامات درویشی پر ایک شاندار اور البیلا خطبہ نظر آتا ہے قیمت ۲ر

اسلام کی برکتیں - مصنفہ مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار۔ لفظ لفظ مقدس دین کی تصویر جوش و خروش کا سیلاب۔ بے بہا چیز۔ قیمت بلا محصول ۳ر

چند دن بعد کیا ہوگا - یہ مضمون مولوی محفوظ علی صاحب بی اے علیگ نے لکھا ہر کان میں پڑے رہنے لائق باتیں ہیں قیمت ۲ر **شکوہ و فریاد** - ڈاکٹر اقبال اور مولینا سیماب کی مقبول عام نظمیں قیمت ۳ر

حالات خضر - حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی پراسرار لائف مرتبہ ملا محمد الواحدی قیمت ۲ر

ایڈیٹر کا حشر - از مولوی ظفر علی خان صاحب قیمت ۱ر

منیجر نظام المشائخ سے طلب کریں

اس گرمی کے موسم میں یہ چار دوائیاں آپ کے دُکھ درد کے سچے دوست ہیں!

اصلی عرق کافور

نمبر ۱۶

ہیضہ کی اصلی دوا ہے کہیں ہیضہ ہو تو دو چار بوند کھا لیا کریں۔ پھر ہیضہ ہونے کا ڈر نہیں رہے گا۔ اگر وقت پر دوا لی جاسکے تو سینکڑوں آدمی بچ سکتے ہیں۔ عرق کافور گھر گرہست اور مسافروں کو ہمیشہ پاس رکھنا چاہیئے +

قیمت فی شیشی ۴ر محصولڈاک ایک شیشی سے چار شیشی تک پانچ آنے ۵ر

عرق پودینہ

یہ عرق پودینہ کی ہری پتیوں سے بنا ہے اور اسلیئے اس کا رنگ اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی ہے۔ بدہضمی پیٹ پھولنا۔ ڈکار آنا۔ متلی وریاح وغیرہ کو دور کرتا ہے۔ بچوں کے لیئے اس سے بڑھکر اور کوئی دوا نہیں ہے +

قیمت فی شیشی ۸ر محصول ڈاک ایک شیشی سے دو شیشی تک پانچ آنے (۵ر)

سردرد و ریاحی کی دوا

درد پل بھر میں پہاڑ ہو جاتا ہے۔ اور یہ اس کو پانی کر دیتی ہے۔ چمک۔ لہر ٹیک۔ کنکنی۔ آدھے یا سارے سر میں کیسا ہی درد ہوتا ہو اس دوا سے دور ہو جائے گا۔ یہ ٹکیہ ایسی ہے اور کھانے میں کوئی ذائقہ نہیں ہے +

قیمت ایک ڈبیہ بارہ ٹکیوں کی چھ آنہ ۶ر محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے چھ ڈبیہ تک ۵ر

کلوروڈائن

یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے۔ ہیامی درد مروڑ۔ خواہ کسی صورت سے ہو اسکی ایک دو خوراک سے جاتی ہے۔ آؤں دست اور پیچش کے لئے یہ نہایت مفید ہے ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہے اور دیگر قیمتی کلوروڈائن سے بہتر ہے اسلیئے بازاری کلوروڈائن خرید کر کے اس کلوروڈائن کو خریدیں۔ قیمت ۶ر اور ایک درجن کا چار روپیہ۔ محصولڈاک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوافروشوں سے ملیں گی۔ ورنہ کارخانہ سے طلب فرمایئے۔ بابو رام جینی۔ کوچہ سیٹھ۔ دہلی

خدانے آجتک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ضرورت مادر ایجاد

اٹلی و آسٹریا کی ناجائز اور دل دکھانے والی حرکات سے متاثر ہو کر مسلمان عموماً اٹلی و آسٹریا کی ساخت کی ٹوپیوں کو چھوڑتے جاتے ہیں اور انہیں خالص اسلامی ساخت کی ٹوپیوں کی تلاش ہے۔ **اس ضرورت** کو محسوس کر کے ہم نے مصر کے اسلامی کارخانہ کی زیر سرکردگی اسمٰعیل پاشا عاصم رئیس مصر کھولا گیا ہے اور نیز مشہور سلطانی کارخانہ ہرکہ فبریقہ قسطنطنیہ کی سول ایجنسی حاصل کر لی ہے اور ہم تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو خالص اسلامی ممالک کی ساخت کی ٹوپیاں جو نہایت فیشن ایبل اور ارزاں ہیں پہنانے کا ذمہ لیتے ہیں۔ اسلامی عظمت قائم رکھنے کیلئے نہایت ضروری ہے کہ آپ کے سر کی عزت آپکے دوست کے ہاتھ کی بنی ہو۔ ان خالص اسلامی ٹوپیوں کو زیب سر کر کے ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق بنیئے۔

اطلاع ضروری ان کارخانوں کے خالص اسلامی ہونے کے بارے میں اور نیز ہماری سول ایجنسی کے دعوے کے متعلق کامریڈ مورخہ ۱۵۔ نومبر اور ہمدرد مورخہ ۱۳۔ نومبر آپ کی کافی طور سے تسکین کر سکتا ہے۔

نوٹ سوداگروں، اسلامیہ کالجوں، اسکولوں نیز اسلامی انجمنوں و مکتبوں کے لیے خاص رعایت ہے۔

پرائس لسٹ ایک پیسہ کے کارڈ آنے پر مفت +

خادم قوم ایس. ایف چشتی اینڈ کمپنی متصل دہلی لندن بنک چاندنی چوک شہر دہلی

شرح نرخنامہ چھپائی اشتہارات نظام المشائخ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
½ صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
پورا صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نوٹ متفرق غیر مستقل اشتہارات کی اجرت ۲ فی سطر کے حساب سے ہوگی تخفیف کی گنجائش نہیں

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

ہلاکو امراض کے حملے

ہندوستان بیمار و کمزور ہوتا جاتا ہے ہلاکو امراض کے حملے ہو رہے ہیں ملیلیے

اخبار **طبیب** خدا کی مدد سے یونانی اور ویدک طب کے ہتیار لیکر انکے مقابلے

کے لیے نکلا ہے فقط وید اور حکیم **طبیب** ہی کے فائدہ کی چیز نہیں ہر شخص

اسکو دیکھکر اپنی صحت و زندگانی بچا سکتا ہے۔ ملک کے طبیب اعظم **حاذق الملک**

بہادر اسکے سرپرست ہیں شہرۂ آفاق۔ تجربہ کار **اطباء** سینہ بسینہ کے اسرار اس میں

درج کرتے ہیں ہند کے بر اعظم میں یہ سب سے پہلا ہفتہ وار طبی اخبار ہے +

ایڈیٹرز ملا محمد الواحدی و حکیم سید احمد حسین

۱۸+۲۲ کی بڑی تقطیع کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی قابل دید + **قیمت** سالانہ مع محصول

ڈاک تین روپے ششماہی ۲ اشتہارات ملی عدد۔ نمونہ ایک آنہ +

منیجر اخبار طبیب دہلی سے طلب کیجئے

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۲۱

جلد   نمبر

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق و تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عا ششماہی عہ نمونے کا پرچہ ۳

مقام اشاعت. دارالسلطنۃ دہلی کوچہ چیلاں

دہلی پرنٹنگ پریس دہلی میں چھپا

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو جو سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہے شائع ہوتا ہے لیکن اسے کسی ایک سلسلے سے خصوصیت نہیں یہ تمام خاندانوں اور خانوادوں کا یکساں خدمتگزار ہے مضامین اس میں علمی تاریخی مذہبی اخلاقی اصلاحی مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں تحریروں میں انشا پردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہے حجم کم از کم ۴۸ صفحے مقرر ہے۔ سال میں ۴۸ × ۱۲ = ۵۷۶ صفحوں سے زیادہ ہو جائیں تو ہو جائیں۔ لیکن تخفیف کبھی نہیں ہوتی +

(۲) اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کر کے ۱۰۔۱۲ تک انتظار کریں۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیئے ورنہ دوبارہ پرچہ کی قیمت لی جائے گی +

(۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چھ ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیں ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاکخانہ کو دینی کافی ہے +

(۴) رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت میرے نام ہونی چاہیئے۔ خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف و خوشخط لکھیے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتایئے۔ ورنہ تعمیل محال ہے۔ جوابی امور کے لیئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیے +

(۵) رسالہ کی قیمت ہر حال میں پیشگی لی جاتی ہے۔ نمونہ کے لیئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں +

خاکسار

محمد الواحدی ایڈیٹر رسالہ نظام المشائخ دھلی

جلد ۶ فہرست مضامین نمبر ۲

رسالہ نظام المشائخ بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۲ ہجری

ہمارے معاونین

جنہوں نے اس مہینے میں نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں

جناب جمیل الحق صاحب موضع روہیلی ۔ ۱ جناب داروغہ محمد ابراہیم صاحب لکھنؤ۔ ۱
جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بھوپال ۱ جناب مولوی سید محمد حنیف صاحب مفتی نکودر ۱
جناب حافظ محمود صاحب کلکتہ ۱ جناب منشی علی محمد خانصاحب گرداور ۱
جناب محمد قمر خانصاحب حیدرآباد دکن ۔ ۱ جناب پنڈت راج نراین صاحب اجمیر شریف ۱

جو خود خریدار ہوئے

جناب حکیم مسٹر عطا محمد صاحب بیلوز ونٹ + جناب محمد رضا خانصاحب بلوچ کوٹ چھٹہ
جناب حکیم میر دوست محمد صاحب امام مسجد نو محل + جناب حکیم محمد عبدالمنان صاحب پھلواری
جناب محمد حسین صاحب فاروقی لاہرپور + جناب ملنگ خانصاحب چک نمبر ۸ بم ۔ جناب
جناب عبدالرحمن صاحب رام سند ۔ + جناب سید احمد شاہ شاہ صاحب طالب علم بمبئی ۔
جناب محمد لطیف صاحب منشی فاضل لوبہ ٹیک سنگھ ۔ جناب سراج الاسلام صاحب مختار مراد آباد
جناب سید ابو طالب صاحب اہلکار منصفی آرہ ۔ جناب حافظ محمد الدین صاحب وزیر آباد
جناب محمد غضنفر الدین صاحب حیدرآباد دکن ۔ جناب اللہ بخش صاحب کلکتہ
جناب محمد عبدالخالق صاحب ہیڈ کلرک محکمہ نہر + جناب محمد اسد اللہ صاحب حیدرآباد دکن
جناب محمد اسحاق صاحب ۔ دانا پور +

شکرگذار محمد الواحدی

نظام المشائخ

حریت اور حیات اسلامی

قرآن حکیم کی تصریحات

یایها الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء لله ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین (نساء)

مسلمانو! تم انصاف پر قایم اور (زمین میں) خدا کے گواہ رہو، گو یہ گواہی تمھارے اپنے نفس یا والدین یا عزیز و اقارب کے خلاف ہی کیوں نہو۔

اگر یہ سچ ہے کہ قومی زندگی کی جان اخلاق ہے تو یہ بھی سچ ہے کہ اخلاق کی جان حریت رائے، استقلال فکر اور آزادی قول ہے لیکن اخلاق ملی کی یہ روح مہالک و خطرات کی موت سے گھری ہوئی ہے حفت الجنة بالمکارہ۔ اس آب حیات کے حصول کے لیے زہر کا پیالہ بھی پینا پڑتا ہے: الموت جسر الی الحیاۃ!

قوم کے نظام اخلاق و نظام عمل کے لیے اس سے زیادہ کوئی خطرناک امر نہیں کہ موت کا خوف، شدائد کا ڈر، عزت کا پاس، تعلقات کے قیود، اور سب سے آخر قوت کا جلال وجبروت، افراد کے افکار و آرا کو مقید کردے۔ اون کا آئینہ ظاہر، باطن کا عکس نہو، اون کا قول اُن کے اعتقاد قلب کا عنوان نہو، اون کی زبان اون کے دل کی سفیر نہو، یہ وہی چیز ہے جسکو اسلام کی اصطلاح میں "نفاق" اور "کتمان حق" کہتے ہیں اور جس سے زیادہ مکروہ اور مبغوض شے خدائے اسلام کی نظر میں کوئی نہیں۔ اسلام کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک خصوصیۃ کبرے یہ ہے کہ اسکی ہر تعلیم موضوع بحث کے تمام کناروں کو محیط ہوتی ہے۔ ہم نے توراۃ کے اسفار دیکھے ہیں، زبور کی دعائیں پڑھی ہیں، سلیمان (عم) کے امثال نظر سے گذرے ہیں، یسوع کی تعلیمات اخلاقیہ کے وعظ سنے ہیں۔ ہم نے ان میں ہر جگہ خاکساری، انکساری، تحمل، ظلم، درگذر، تسامح، اور عفو وکرم کے نظاہر دلفریب اور سراب صفت مناظر کا تماشا دیکھا ہے، لیکن کیا اون میں اون اصول اخلاق کا بھی پتہ لگتا ہے جو قوموں میں خود داری، اور سربلندی اور حق گوئی کا جوہر پیدا کرتے ہیں!

جنکی نظر میں بمقابلہ حق، آقا و غلام، بادشاہ و گدا، عالم و جاہل، قریب و بعید اور سب سے بڑھکر یہ کہ خود اپنا نفس اور غیر، سب برابر نظر آتا ہے؟ جن کی راستگوئی، حریت پسندی، اور حق پرستی کی عروۃ الوثقیٰ کو نہ تو تلوار کاٹ سکتی ہے؟ نہ آگ جلا سکتی ہے، اور نہ محبت و خوف کا دیو توڑ سکتا ہے؟

فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ التی لا انفصام لھا (بقرہ)۔ کیونکہ اوس نے وہ مضبوط قبضہ پکڑا ہے جس کے لیے کبھی ٹوٹنا ہے ہی نہیں۔"

اسلام ایک طرف مسلمانوں کی تعریف یہ بتاتا ہے کہ:۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (بخاری)

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو تکلیف نہ پہونچے۔
دوسری طرف مسلمانوں کی حقیقت یہ ظاہر کرتاہے کہ اگر خدا و شیطان، حق و باطل، معروف و منکر، اور خیر و شر کا مقابلہ ہو تو وہ رضائے خدا، نصرت حق، امر معروف اور دعوت خیر کے لیے:۔

لا یخافون لومۃ لائم (مائدہ) آسمان کے نیچے کی کسی ہستی کی پروا نہیں کرتے

غربت سرائے دہر میں حق کا ٹھکانا صرف ایک مسلمان ہی کا سینہ ہونا چاہیئے، لیکن کیا بدبختی ہے کہ آج ہمارے سینے باطل کا نشیمن، ہمارے دل نفاق کا مامن، اور ہمارا باطن اخفائے حق کا ملجا بن گیا ہے، حالانکہ ہم وہی ہیں جنھیں حکم دیا گیا تھا کہ:

کونوا قوامین بالقسط شھداء اللہ (نساء) لم تقولون ما لا تفعلون
دنیا میں خدا کے گواہ رہیں اون کا قول و عمل ہمیشہ برابر ہو۔

تخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ اون کا دل اور زبان ہمیشہ ایک ہو جنکو خدا کے سوا کوئی ہستی مرعوب نہیں کرسکتی

تسامح اور قول حق

عفو و درگذر، عیب کو ڈھانکنا، خطاؤں سے چشم پوشی کرنا، بلاشبہ ایک بہترین وصف ہے، لیکن اگر کسی شہر کی پولیس ان مسامحانہ اخلاق پر عمل شروع کردے یا بڑے بڑے مجرموں کی طاقت سے مرعوب ہو کر اپنے فرائض میں کوتاہی کرے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تھوڑے ہی دنوں میں نظام ومن درہم و برہم ہو جائے گا اور معمورۂ شہر مٹی کا ڈھیر بن جائے گا۔ ہر آزاد انسان اور ہر ایک انسان خدا کی آبادی کا کوتوال ہے۔ اوس کا فرض ہے کہ ہر غلط رو کو روکدے ہر خطاکار کو ٹوکدے، اور حمایت حق و نصرت خیر کے لیے ہمہ تن آمادہ رہے تاکہ حق و باطل کے جور و ستم سے اور نور ظلمت کے حملے سے محفوظ رہے، اور سوسائٹی کا

شیرازہ منتشر ہو جائے۔

شریعت اسلامیہ نے اسی خاص فرض کا نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار دیا ہے، اور ملت اسلامیہ کا خاص وصف یہ بیان کیا ہے کہ:-

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر

تم بہترین قوم ہو جو دنیا میں لوگوں کے لیے نمونہ بنائی گئی۔ اچھی باتوں کی ہدایت کرتے ہو اور بری باتوں سے منع کرتے ہو۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ھم المفلحون (ال عمران)

تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دے، اچھی باتوں کی ہدایت کرے، بری باتوں سے روکے، اور یہی گروہ کامیاب ہے:-

ایک شبہ کا ازالہ

غلط ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ صداقت اور حق گوئی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دعوت الی الخیر اور منع عن الشر کے سلسلہ میں اگر دوسروں کے حرکات و افعال کا نقد کیا جائے تو وہ اوس تجسس احوال غیر کا ملزم ہوگا جسکو قرآن نے منع کیا ہے:-

یاایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا۔ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ ؟ واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم (حجرات)

مسلمانوں! بہت بدگمانیاں کرنے سے اجتناب کیا کرو! دوسروں کے حالات کی جاسوسی نہ کیا کرو، ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے بدگوئی نہ کرو! کیا تم پسند کرتے ہو کہ کسی بھائی کی لاش پڑی ہو اور تم اوس کا گوشت نوچ نوچ کھاؤ ؟ کیا

تم کو گھن نہ آئے گی ؟ خدا کا خوف کرو خدا توبہ قبول کرنے والا اور رحمت والا ہے

لیکن اس سے مراد وہ شخصی حالات ہیں جو امور دین اور مصالح ملت میں مؤثر نہوں ورنہ
فریضہ امر معروف اور نہی منکر کے لیے کیا چیز باقی رہ جائے گی ؟ اور معاشرت کی اصلاح
معائب کے ازالہ، اور منکرات کے ابطال کے لیے کونسا ہتیار ہمارے پاس ہوگا؟
گر ہمارے علمائے محدثین حدیث میں رواۃ کے معائب و اخلاق کی تنقید نہ کرتے
ورحق کے مقابلہ میں بڑے بڑے ارباب عمائم اور جبابرہ حکومت کے زور و قوت
سے مرعوب ہو جاتے تو کیا آج ہمارے پاس اقوال حقہ کے بجائے صرف روایات
کاذبہ کا ایک ڈھیر نہوتا ؟

اس سلسلہ میں ہمکو یہ بھی بالاعلان کہنا چاہیے کہ سب سے پہلی ہستی جس سے
سب سے پہلے محاسبہ کرنا چاہیے، جس کے افعال کی سب سے پہلے تنقید کرنی چاہیے
جس کے معائب کی سب سے پہلے مذمت کرنی چاہیے، وہ خود اپنی ہستی ہے
بہادر وہ نہیں ہے جو میدان قتال میں دشمن سے انتقام لے جب تم کسی دوسر
کی اخلاقی صورت کی ہجو کر رہے ہو تو ذرا اپنے دل کے آئینہ میں بھی دیکھ لو کہ
خود تمھاری صورت تو ویسی نظر نہیں آتی ؟ جب حق کے اظہار کے لیے تمھاری
زبان دلائل کا انبار لگا رہی ہو تو جھانک کر دیکھ لو کہیں تمھارے خرمن دل میں
تو جنس موجود نہیں ہے ؟ کیونکہ :۔

لم تقولون ما لا تفعلون، (الصف) کیوں کہتے ہو جو تم خود کرتے نہیں؟
کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون (الصف) خدا کو یہ
بات نہایت ناپسند ہے کہ جو تمھارا قول ہو وہ فعل نہ ہو۔

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم (بقرہ) تم دوسروں کو تو
نیکی کی بات بتاتے ہو لیکن خود اپنے کو بھول جاتے ہو؟

اس لیے مسلمان کا ظاہر و باطن ایک ہو۔ وہ زبان سے جس کا اقرار کرتا ہو،
دل سے اوس کا اعتقاد بھی رکھتا ہو، ورنہ وہ منافق ہے جو:
یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم (آل عمران) منہ سے وہ بات
کہتا ہے جو اوس کے دل میں نہیں ہے۔

حُرّیت رائے اور قول حق کی تعریف

حریت رائے اور قول حق کیا شے ہے؟ اس کا جواب آیات سابقہ نے بتایا ہے
یعنے جو بات حقیقتاً صحیح ہو۔ دل سے اوس کا اعتقاد، زبان سے اوس کا اقرار،
اور ہاتھ سے اوس پر عمل۔ اگر غلطی سے حق کی ماہیت اوس سے مخفی ہو تو جب اُس کا
علم ہو اپنی غلطیوں کا اعتراف کرلے، غیر اگر اُس حق کا معارض اور اس صداقت
کا دشمن ہو تو اوس کی عظمت یا جبروت سے اوس کے ہاتھ میں رعشہ، اُس کے
پاؤں میں لغزش، اوس کی زبان میں لکنت، اور اوس کے قلب میں خوف نہ ہو۔
سوسائٹی کی شرم اور اقارب و احباب کی محبت اوس کی زبان حق گو اور اوس کے
دست صداقت شعار کو بیکار نہ کرشے۔ دولت و مال کی حرص اور عزت و جاہ
کی طلب اوسکے جادۂ حریت پرستی اور راہ صداقت پسندی میں سنگ گراں
نبکر حائل نہو۔ اغراض ذاتی اور ہوائے نفسانی کے سحر سے مسحور نہو۔ رضائے
خدا اور طلب حق کے سوا اوس کا کوئی مطلوب نہ ہو کہ مذہب حق پرستی میں یہی شرک ہے
ہے وان الشرک لظلم عظیم

ہر مسلمان کو فطرتاً آزادگو اور حق پرست ہونا چاہیئے

ہر مسلم موحد ہے اور ہر موحد آستانۂ احدیت کے سوا تمام آستانوں سے بے نیاز
اور واحد القہار کے سوا ہر ہستی سے بے خوف ہے، اس لیے وہ فطرتاً اپنے کسی
قول و فعل میں آزادی و حق گوئی سے نہیں ڈرتا۔ صحابۂ کرام کو دیکھو کہ یہ خاک نشین

قیصر و کسریٰ کے دربار میں بے دھڑک جاتے ہیں، اور قاقم و حریر کی مسندوں کو الٹ کر زمین پر بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ فرش دربار جو روم و ایران کا سجدہ گاہ تھا، برچھی کی انی گھوڑوں کے سموں سے اُن کے جبروت و استبداد کے پُرزے اُڑا دیے گئے۔ جن درباروں میں زبان کی حرکت بھی سوء ادب تھی، تو وہاں حمایت حق کے لیے ٹوٹے ہوئے قبضے اور چیتھڑوں سے بندھی ہوئی تلوار جنبش میں آجاتی ہے اور پھر کیوں ایسا نہ ہو جبکہ ایک موحد کا اعتقاد یہ ہے کہ لا نافع ولا ضار الا اللہ خدا کے سوا نفع و ضرر کسی کے ہاتھ میں نہیں +

(ہر مسلم خدا کا گواہ صادق ہے)

ہر مسلم خدا کی طرف سے دنیا میں ایک گواہ صادق اور شاہد حال ہے کہ:-

وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس (بقرہ)

خدا نے تم کو ایک شریف قوم بنایا ہے تاکہ لوگوں پر گواہ رہو۔

کیا اوس سے زیادہ کوئی بدبخت ہو سکتا ہے، جسکو خدا نے محکمۂ عالم میں اپنی طرف سے گواہ بنا کر بھیجا ہو اور وہ اس حق کی گواہی سے خاموش رہے یا اوس کے اخفا کی کوشش کرے؟

ومن اظلم ممن کتم شہادۃ عندہ من اللہ (بقرہ)

اور اُس سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جس کے پاس خدا کی کوئی گواہی ہو اور وہ اسکو چھپائے

کیونکہ مسلم کے خدا کا حکم ہے کہ:-

ولا تکتموا الشہادۃ (بقرہ) شہادت ربانی کا اخفا نکرو!

(اداے شہادت ربانی اور حریت دلے ایک شے ہے)

پس جو شخص شہادت ربانی کا اخفا نہیں کرتا، اور خدا کی طرف سے جو علم اوس کے قلب میں القا کیا گیا ہے وہ علی الاعلان اور بلا خوف لومۃ لائم اوس کا اظہار کرتا ہے

وہی ہے جسکو دنیا صادق اللہجہ، مستقل الفکر، حر الضمیر، اور آزاد گو کہتی ہے۔ پھر کیا جو شخص حر الضمیر اور آزاد گو نہیں، وہ وہ نہیں جو شہادت کو چھپاتا ہے اور حق کی گواہی سے اعراض کرتا ہے؟ حالانکہ وہ وجود اقدس جو عالم الغیب والشہادہ ہے، تصریح فرماتا ہے

یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء اللہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بہما، فلا تتبعوا الہوی ان تعدلوا وان تلووا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا (نساء)

مسلمانو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہو اور خدا کی طرف سے حق کے شاہد رہو گو یہ شہادت خود تمہاری ذات کے یا تمہارے اعزہ و اقارب کے خلاف ہی کیوں نہو، اور وہ خواہ دولتمند ہوں یا فقیر، ادائے شہادت میں اونکی پروا نہ کرو کہ خدا دونوں کو بس کرتا ہے، اور نہ متبع ہوی ہو کر حق سے انحراف کرو۔ اگر تم بالکل انحراف کروگے یا دبی زبان سے شہادت دوگے تو جان لو کہ خدا سے کوئی امر مخفی نہیں۔ وہ تمہارے ہر عمل سے واقف ہے۔

اللہ اکبر! آج مسلمان خدا کے اتنے بڑے فرض کو بھولے ہوئے ہیں! وہ مسلمان جنکو صرف ایک سے ڈرنا تھا، اب ہر ایک سے ڈرنے لگے ہیں۔ وہ اظہار حق میں دولتمند سے ڈرتے ہیں کہ شاید اوس کی جیب کرم بار کی چند چھینٹیں ہمارے دامن مقصود میں کبھی پڑ جائیں! اے دولت کے دیوتاؤں سے ڈرنے والو! کیا تم تک رزاق عالم کا یہ فرمان نہیں پہونچا کہ: نحن نرزقہم وایاکم (الانعام) "ہم ہیں جو اون کو اور تم کو دونوں کو رزق پہونچاتے ہیں"؟ وہ حمایت حق کے لیے کمزوروں کا ساتھ نہیں دیتے لیکن اے کمزوروں کی مدد نکرنے والو! جانتے ہو کہ کمزوروں کا سب سے بڑا مددگار کیا کہتا ہے؟

ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمۃ ونجعلهم الوارثین (القصص) ہم اون لوگوں پر احسان کرنا چاہتے ہیں جو دنیا میں کمزور سمجھے گئے اور انہیں کو سب دنیا کا پیشوا اور زمین کا وارث بنانا چاہتے ہیں۔
وہ حکومت کی تلوار سے ڈرتے ہیں، مگر نہ حکومت کی تلوار سے ڈرنے والو! کیا تم نے نہیں سنا کہ حق پرستان مصر نے فرعون کو کیا کہا تھا؟

فاقض ما انت قاض انما تقضی هذه الحیوة الدنیا (طٰہٰ)

تو جو کر سکتا ہے وہ کر گزر، اور تو بجز اس کے کہ ہماری اس ذلیل دنیوی زندگی کو ختم کر دے اور کر ہی کیا سکتا ہے؟

ہمارا دل کیوں آزاد نہیں؟ ہم حق کے کیوں حامی نہیں؟ ہم استقلال فکر کے کیوں طالب نہیں؟ تقلید اشخاص کی زنجیروں کو کیوں ہم اپنے وجود کا زیور سمجھتے ہیں؟ ہم طوق غلامی کو تمغائے شرف کیوں جان رہے ہیں؟ اس لیے کہ حسن اعتقاد کو ہم نے معصومیت کی سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچا دیا ہے، حالانکہ ایک ہی ہے (یعنی خدا) جسکی ذات ہر نقص سے پاک اور ہر خطا سے مبرا ہے، اور ایک ہی جماعت ہے (یعنی انبیا) جو گناہوں سے معصوم بنائی گئی ہے۔ اور یہ اس لیے کہ غیر کی محبت نے ہمارے احساس حق کو مسلوب کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ جو سراپا محبت ہے اوسکی رضا جوئی میں ہر محبت غیر ہم مرتبہ عداوت ہے۔ اور اسلیے کہ ہم دنیا کے ذرہ ذرہ سے خوف کرتے ہیں حالانکہ ایک ہی ہے جس کا آسمان و زمین میں خوف ہے۔ یعنی وہ، جو دنیا کے ذرہ ذرہ پر قابض ہے۔ اور اس لیے کہ انسانوں سے ہم کو طمع خیر ہے، حالانکہ خیر کی کنجیاں صرف ایک ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ ہم کو اکثر عداوت اور ضد بھی حق بینی سے محروم کر دیتی ہے۔ حالانکہ مسلم کا دل حق پرست اپنے نفس سے بھی انتقام لیتا ہے۔ اور حق کے لیے دشمن کا بھی ساتھ دیتا ہے۔

موانع حق گوئی

ہم نے بتایا کہ وہ کیا چیزیں ہیں جو ہماری زبان کو حق گوئی سے ہمارے پاؤں کو حق طلبی سے باز رکھتی ہیں؟ ناجائز حسن اعتقاد، محبت باطل، خوف، طمع، اور عداوت

قرآن مجید نے مختلف مقامات میں بنہایت شدت کے ساتھ ان موانع حریت اور عوائق حق کو بیان کیا ہے اور تنبیہ کی ہے کہ کیونکر ہم ان سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

(ناجائز حسن اعتقاد)

حسن اعتقاد کوئی بری شے نہیں لیکن انبیا علیہم السلام کے سوا جو سفیر اوامر ربانی ہیں کسی انسان کو اتنا رتبہ دینا کہ اوس کا ہر قول و فعل آمین تسلیم اور معیار صحت ہو، درحقیقت شرک فی النبوت ہے۔ اعیان کرام کی عزت انسان کا ایک جوہر ہے، لیکن یہہ حق کسیکو نہیں پہونچتا کہ وہ ہمارے قلوب پر اس حیثیت سے حکمرانی کریں کہ وہ انسان کی ایک ایسی نوع ہیں جن کے احکام دائرہ انتقاد سے خارج اور ضعف بشری سے مبرا ہیں۔ اور اگر یہہ سچ ہے تو پہر اوس حکم الحاکمین کے لیے کیا رہ گیا، جس کا اعلان ہے کہ ان الحکم الا اللہ (الانعام) حکومت صرف خدا ہی کی ہے؟ کیا خدا نے اُن نصاریٰ کو جو پوپ اور قسیسین کے احکام کو بلاحجت تسلیم کرتے تہے اور اُن کے اقوال و اعمال کو بری عن الخطا اور خارج از نقد سمجھتے تہے، یہ نہیں کہا:

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ (توبہ) نصاریٰ نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا بنا لیا ہے۔

اور کیا قرآن نے اونکو دعوت توحید اسطرح نہیں دی؟

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (آل عمران)

اے آسمانی کتاب والو آؤ ایک امر جو ہم میں تم میں اصولاً متفق علیہ ہے، اُسپر

عمل کریں کہ ہم صرف خدا ہی کو پوجیں، اور کسیکو اوس کا شریک نہ بنائیں اور نہ خدا کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو خدا بنائیں؛

ایک دوسرے کو خدا بنانا کیا ہے؟ یہی ہے کہ ہم اپنے قوائے فکر کو معطل کر دیں، اور حق و باطل کا معیار صرف اشخاص معتقد فیہ کے غیر ربانی و غیر معصوم حکموں کو قرار دیدیں ہماری پچھلی چند صدیوں کا زمانہ ایک بہترین مثال ہے، جب ہم پُر رعب ناموں سے مرعوب ہو جاتے تہے، اور جب ہم حق و باطل کا معیار افراد کی شخصیت قرار دیتے تھے تمام امور سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ ہمارے علوم و فنون کو اس سے کتنا نقصان ہو چکا؟ ہر علم و فن میں ہمارا وجود، وجود معطل رہ گیا، زبانیں تہیں لیکن بولتے نہ تہے، دل تہے مگر سمجھتے نہ تہے۔ قید تحریر میں جو چیز آگئی وہ تنسیخ کے لائق نہ تہی۔ ہر کتابی مخلوق جو جو کسی خالق ممکن کیطرف منسوب تھی، صداقت و معصومیت کا پیکر تھی۔ ہر سابق العہد وجود انسانی، بعد کے آنے والوں کی عقول و آرا پر حکومت کرتا تہا، الغرض ہر سابق ہستی کا حکم اوس قدیم ہستی کے حکم کیطرح تسلیم کیا جاتا تہا جسکی شان یہ ہے

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ باطل نہ اُس کے آگے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے آسکتا ہے؛

اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ ہمارا ہر علم و فن دست شل ہو کر رہ گیا۔ پہلوں نے جو کچھ لکھا، بعد والے اوسپر ایک حرف نہ بڑھا سکے پہر کیا اگر ایک فقیہہ تاتارخانیہ کو، ایک طبیب سدیدی و قانون کو، ایک نحوی کافیہ و مفصل کو، ایک متکلم مواقف و مقاصد، کو ایسی کتاب فرض کرتا ہے کہ باطل جس کے نہ آگے ہے نہ پیچھے۔ نہ داہنے ہے نہ بائیں، تو کیا یہ شرک فی القرآن نہیں، اور ہم نے اُن کے مصنفین کو ایسی ہستی نہیں تسلیم کر لیا جنکو قرآن پاک نے ارباباً من دون اللہ کہا ہے؟

ہماری گذشتہ چہل سالہ عمر جو ہماری قومیت کا دور طفولیت تھی، بدترین زمانہ

استبداد اور بدترین شال حسن اعتقاد تھی۔ ہم ہر تیسہ زبان کو مصلح اکبر اور ہر تیز رو کو رہبر سمجھتے تھے، اور اوس کے ہر حکم و فرمان کو اسی خشوع و خضوع کے ساتھہ تسلیم کرتے تھے، جس خشوع و خضوع کے ساتھ قرآن مجید نے بتایا ہے کہ یہود و نصارے اپنے احبار اور پوپ کے احکام کی تعمیل کرتے تھے۔ پس اب وقت آگیا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو یہہ دعوت الٰہی دیں:-

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (آل عمران)

اے کتاب والو! آؤ ایک امر جو ہم میں متفق علیہ ہے، اوس پر عمل کریں اور وہ یہ ہے کہ غیر خدا کی پرستش نہ کریں، اور نہ اس کے حکم میں کیکو شریک بنائیں، اور نہ خدائے حقیقی کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو خدا بنائیں۔

فقیر ابو الکلام آزاد۔ دہلوی

آج سے

آخر شعبان تک

جو صاحب طبیب و نظام المشائخ دونوں کو خریدنا چاہین

ان کو سالانہ چندے مین ایک روپیہ کی بچت دی جاسکتی ہے

یعنی طبیب کے خریدار نظام المشائخ کو بجائے عہ کے عہ میں اور نظام المشائخ کے خریدار طبیب کو بجائے تین روپے کے دو روپے میں سال بھر تک لے سکتے ہیں۔ ایک کا چندہ پورا اور ایک کے چندے میں ایک روپیہ کی کمی درخواست بھیجنے میں دیر نہ کیجئے

المشتہر منیجر اخبار طبیب و نظام المشائخ دہلی کوچہ چیلان

لمعات الحیات

انّہٗ مِنْ عَلِیٍّ وَ اِنّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اتفاق سمجھو یا تقدیر غفلت زار حیات میں وساوس پرست انسان کی ابلہ فریبیوں کی سیر دیکھتا ہوا تصنیع آبادِ فرصت میں جا نکلا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بے شغلی کو شغل کہتے ہیں بیکاری کا کارنام رکھتے ہیں۔ جہاں بدگوہری غیار گوہر اور نادانی دلپسند ہنر ہے۔ نابینائی خوبیِ معرفت کہلاتی ہے۔ ایمان سپاری حُسنِ عقیدت نام پاتی ہے۔ آنے والے آتے ہیں۔ کچھ لیتے ہیں کچھ دیتے ہیں آخر چلے جاتے ہیں تساہل حسرت انگیز۔ تغافل فرصت بیز۔ تلاشِ حیات ناقابلِ عفو جرم، حق طلبی، خلافِ حزم کیا کھویا؟ کیا پایا؟ لیا کیا؟ اور دیا کیا؟ بےفکری منتہائے بہبود، خوش وقتی منزلِ مقصود۔ پھر محاسبہ لاحاصل اور تفحص بےسود۔ کس کو حاجت کہ دردِ سر مول لے! کسکو ضرورت کہ ان کاوشوں میں پڑے! اللہ اللہ! حیاتِ انسانی بھی عجیب معانیٔ پر اسرار کا مخزن ہے۔ وہ کونسی عبرت ہوگی جو اس سے کسی نہ کسی مقام پر دستیاب نہ ہو!

اس ہلاکت آثار کشمکش سے منہ پھیرا تو صحبت رفتگان کا خیال ہوا کہ وہی گزر بسر متصور ہے۔ اور بات بات پر چشم معنی بیں کو وہ آئینۂ مطالب دکھاتی ہے جس میں گوہر مقصود نظر آتا ہے۔ کبھی ان لوگوں کے سامنے بھی فریب کدۂ عالم کی تمام دلفریبیاں اسی آب و تاب کے ساتھ موجود تھیں۔ ان کی راہیں بھی اسی قسم کے امتحان و ابتلا کی عاقبت سوز آگ کے شعلوں سے ہو کر جاتی تھیں۔ ہمارا انجام ابھی پردۂ خفا میں ہے آثار و قرائن کی روشنی پڑتی ہے تو کچھ کچھ نظر آجاتا ہے

ان کا مآل کار روشنی اور تاریکی میں برابر دکھائی دیتا ہے اور منازلِ حیات کے طے کرنے والوں کو نشیب و فرازِ عالم سے آگاہ کرتا ہے۔ پر کس کا دل ہے جو تلاشِ حق میں سرگرداں ہو وہ کونسی آنکھ ہے جو بند ہونا پسند نہ کرے۔

نگاہِ شوق ان لوگوں کے حال کی متجسس ہوئی جو اب اپنا حال بدل نہیں سکتے۔ چشمِ بصیرت نے ان پے بردگانِ منزلِ ہستی کے وارداتِ حیات کی تلاش کی جن کے قدم اب رجعت پر قادر نہیں۔ اور دیدۂ عبرت نے وہ کچھ دیکھ لیا جو ہر متلاشی کا حق ہے +

یہ سچ ہے کہ دنیا سکون و قرار کا نام نہیں۔ وقت جو گزر جاتا ہے وہ لوٹ کر نہیں آتا۔ ہر لحظہ جو پیش نظر ہے وہ حیرت انگیز انقلابات کا متحمل ہے۔ ہر لمحہ جو آتا ہے وہ اپنی خصوصیات ساتھ لاتا ہے۔ لیکن جو کچھ ہوتا ہے کیا وہ بہمہ کیف اپنی نوعیت میں بے مثل ہے۔ آج جو کچھ پیش آرہا ہے کیا وہ اس سے پہلے کبھی پیش نہیں آیا جس کو آج ہم دیکھ رہے ہیں کیا اس میں وہ کچھ بھی ہے جس کا وجود اس سے پہلے دنیا میں قطعاً نابود تھا۔ موالیدِ عالم میں حیاتِ انسان کا مطالعہ سب سے آسان ہے۔ اس میں مطالعہ کرنے والے کے وارداتِ ذاتی، تماثل جسی اور وحدتِ نوعی کی وجہ سے واقعات کو زیادہ روشن کر دیتے ہیں۔ حیاتِ انسانی کے ازمنہ مختلفہ پر نظر ڈالو اور ہر زمانہ کی خصوصیات کو غور سے دیکھو، رنگ پر رنگ آتا ہے صورت پر صورت بدلتی جاتی ہے۔ لیکن اصلیت میں بہت خفیف فرق پیدا ہوتا ہے۔ آج کے بعض حوادث کا بلاشبہ کل وجود نہ تھا لیکن کسی نہ کسی زمانہ میں، کسی نہ کسی حال پر ان کا تھوڑا بہت سراغ ضرور مل جاتا ہے اور جو نہ ملے تو اصول کی غلطی نہیں نظر کی کوتاہی ہے۔ امورِ عالم واقعاتِ مختصہ کے بعد سلسلہ بہ سلسلہ متشکل ہوتے ہیں اور حیاتِ موجودات،

کون وفساد کے عروج وزوال کا تسلسل تبادل ہے۔ انسان اس سلسلہ میں وحشت سے تمدن کیطرف بڑھتا ہے اور حسب استعداد مختلف اوقات میں ارتقا کے خاص خاص مقامات پر پہنچ کر پھر تمدن سے وحشت کیطرف لوٹ آتا ہے۔ اقوام عالم کے وجود تماثل میں یہ امر نہایت ممتاز ہے کہ اقوام عالم کی وحشت سے ابتدا ہوتی ہے حسب حیثیت تمدن کا درجہ پاتی ہیں اور پھر اگر سنبھلنے کا سامان نہ ہو سکے تو بالتدریج اسی وحشت کے گڑھے میں گر کر فنا ہو جاتی ہیں۔ اس چکر سے آجتک کسیکو مفر نصیب نہیں ہوا۔ ہر وجود ان واقعات کے تواتر متوالی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔

قومیت اگر محض بخت واتفاق ہی کا نام نہیں تو ہر قوم کے اذمنہ حیات کو کم از کم اصول میں ایک دوسرے سے مماثلت لازم ہے۔ اور اس کے لیے تاریخ، انسان کا مایہ حیات اور جوہر بقا ہے۔ ایران کی سرزمین آج بھی ویسی ہی آباد ہے جیسی کہ اب سے سینکڑوں برس پیشتر آباد تھی۔ لیکن اس جرم کے بزم آرا اب کہاں ہیں شام وکنعان کی شکل وصورت میں کوئی معتدبہ فرق نہیں آیا۔ لیکن آج اس کا ہر گوشہ وجود اسرائیل سے ناآشنا ہے ؎

سر لوح عبرت دہر پہ ہے لکھا قضا کی زبان میں
وطن آج آل یہود کا ہے ذلیل آباد جہان میں

اقوام عالم کی تواریخ حیات میں ایسے واقعات عام پاؤ گے جو عمومیت سے عود کرتے ہیں اور جو ان امور اصلی کی تفسیر ہوتے ہیں جنکو وجود قومیت کا مایہ خمیر کہتے ہیں وہ ان تعلیمات کے شواہد حسی اور ادراکات تمثالی ہیں جن کا وجود ہر قومیت کے اختصاص وانفراد کا باعث ہے۔ فنا وبقا کی کشمکش، حیات وممات کی چپقلش قدیم سے چلی آئی ہے اور ہمیشہ تک چلی جائے گی۔ انسان سے برداشت نہیں ہوتا کہ اسکا غیر بھی حیلہ زیست سے حظ اندوز ہو۔ غیریت کا صاحب اطلاق دوست

یا دشمن۔ باپ ہو یا بیٹا۔ اسکی تمیز نہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ اہل ہوش، سامانِ زیست سے غافل ہوجائے۔ قومیت کا وجود ہے تو حوادثِ تخصیصی کا اعادہ ضرور ہے اور تم عام دیکھوگے کہ جب یہ نہیں تو قومیت کا وجود بھی نہیں۔

وہ کونسا ذی ہوش ہے جسکی چشمِ بصیرت، محارباتِ صلیبی سے ناآشنا ہے ارضِ موعود کا وہی بیت المقدس جس کے در و دیوار سے ابھی تک "امن و صلح کے شہزادے" کے پیغامِ صلح کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ اُس کے میدانوں کا ذرہ ذرہ آجتک گواہی دیتا ہے کہ عین مسجدِ اقصےٰ کے صحن میں انسانیت افروز حسن کے لیئے خوش اعتقادی کا غازہ مل کر ابنائے آدم کے گوشت خون میں نہائی پھر ابھی کل کا واقعہ ہے کہ وہی خواہشیں بلقان کی پہاڑیوں پر تلوارین کر چمکیں اور دیکھ لو آجتک بے گناہوں کے خونِ ناحق کے دھبے سیہ کار قاتل کے دامن پر موجود ہیں

غزنی کی پہاڑیوں سے ایک سیلابِ عظیم اُٹھا۔ اور لاہور کے رُخ آیا اور ہندوستان کے لیے یہ ابتلائے عظیم کا وقت تھا۔ زمانہ کے بہادر اور ذات کے غیور راجپوت بیدار ہوئے اور سینہ سپر ہوکر اس کے روکنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس کے تقریباً سو سال بعد غور کے خطۂ مردم خیز کو جنبش ہوئی اور اس جنبش نے تمام سرزمین ہند میں بھونچال ڈال دیا۔ بھارت کے سپوت صورت حال کو دیکھ کر بے تاب ہوگئے اور تراوڑی کے میدان میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ وہ کیا تھا جس نے بیشۂ دغا کے ان شیروں کو عزت کے میدان میں شجاعت کے خون سے نہلا کر سرخرو کر دیا۔ اور کیا یہ تڑپ بھی اسی حرکت کا اعادہ نہ تھی جو برق نبکر پشاور کے میدان میں اعدا کے سر پر چمکی۔

یوں تو ہر قوم کی تاریخ میں واقعات و سوانح کا اعادہ کم و بیش موجود ہے لیکن تاریخ اسلام اس شق میں سب سے ممتاز ہے۔ اہل اسلام کے جن احساسات خصوصی

کی گرمی نے بدر کے میدان میں اور احد کی پہاڑی پر دشمن اسلام کے خرمن آرزو کو جلا دیا۔ ان کے جن جذباتِ انفرادی کے ہیجان نے ہر محرک کے کناروں اور قادسیہ کے جنگلوں کو اعدائے اسلام کے خون سے لالہ زار بنا دیا۔ وہ آج تک کلیۃً زائل نہیں ہوئے اور یہ وہی اسلام کا آرامِ جاں ہے جو آج صحرائے اعظم کے سینہ سے اٹھتا ہے اور بجلی بن کر ایطالیہ کے سر پر گرتا ہے۔ مراکش کی پہاڑیوں میں رعد بن کر گرجتا ہے اور ہسپانیہ و فرانس کے دل دہلا دیتا ہے۔ گبر کی آتش کینہ اس کو آج تک جلا نہ سکی۔ نصاریٰ کی عداوت دیرینہ اس کے فنا کرنے میں ہمیشہ ناکام رہی مسلمان موجود ہیں تو یہ بھی موجود ہے۔ یہ نہ ہوگا تو مسلمان بھی نہ ہوں گے۔ تم دیکھ لوگے کہ روضۂ نبوی کی حفاظت اور خانۂ خدا کی صیانت میں کیا ہوتا ہے۔"

سمجھنے کے لیے حوادثِ عظیمہ مثال مبین ہیں لیکن یہ نہ سمجھ لو کہ ان کا بلا سبب بالاستقلال وقوع میں آنا ممکن ہے۔ ان کا اعادہ ہر موقع اور ہر مقام پر نہیں ہوتا واقعات کے عام تسلسل میں ان کا وجود اسباب و سوانحِ متعلقہ کا محتاج ہے ہمیشہ چھوٹے چھوٹے واقعات ان کے محرک ہوتے ہیں جو تسلسل تمام عرصے کے ساتھ ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں **ھنود** کو اہل اسلام سے ایک حد تک نفرت ہے اس نفرت کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جب اوّل ہی اول مسلمانوں نے لوائے اسلام کے لیے ہندوستان کا دروازہ کھولا اور آج تک کم و بیش موجود ہے امورِ جدیدہ سے انسان کو عموماً وحشت ہوتی ہے اور انہیں امور کے ساتھ تعلق کے امتداد سے جب اختلاط بڑھتا ہے تو انسان مانوس ہوتا جاتا ہے۔ اس بنا پر رفتہ رفتہ اس نفرت میں بھی کمی ہوتی گئی لیکن غور سے دیکھو۔ اس کے ساتھ ہی ہندوئیت میں بھی فرق آتا گیا۔

ایک بے سروسامان دیوانہ پطرس نامی راہب، یوروشلم کی پہاڑیوں سے نکلا اور چیختا چلاتا یورپ میں داخل ہوا۔ اسلام کے خلاف عناد کا مادہ موجود تھا۔ اسکی پکار نے تمام یورپ کو متوجہ کر لیا۔ اس نے تعلیم اسلام کی مذمت کی اور اہل اسلام کی ایسی قبیح تصویر بنا کر پیش کی کہ مسیح پرستوں کے دلوں میں آتش غضب بھڑکنے لگی اور پرانے کینے پھر تازہ ہو گئے۔ دیوانہ کی آواز نے سوئے ہوئے فتنوں کو جگا دیا اور اسکی مجنونانہ فریادیں زن و مرد کا سیلاب عظیم لے کر پلٹیں اور عالم انسانی میں ایک ہیبت ناک تہلکہ پڑ گیا۔ آج اس واقعہ پر صدیاں گزر چکی ہیں۔ لیکن آج تک پطرس کی صدائے فریاد یورپ کے گھر گھر میں گونج رہی ہے۔ اس کی چوٹیں بچے بچے کے دل پر پڑتی ہیں۔ اور واقعات شاہد ہیں کہ جس روز ان فریادوں کا اثر زائل ہو جائے گا۔ جب پطرس وغیرہ کا بنایا ہوا نقش مسیحی دنیا کے لوح دل سے محو ہونے لگیگا وہی روز نصرانیت کی بربادی کی ابتدا ہوگا اور اسی وقت یورپ کی قومیت کا طلسم پاش پاش ہو جائے گا +

تاریخ اسلام کا دامن جواہر حیات سے ہمیشہ پر رہا ہے۔ زمانہ پر زمانہ گزرا مصائب پر مصائب آئے۔ لیکن مسلمانوں نے ہر ایک فتنہ کا نہایت سخت جانی سے مقابلہ کیا اور اسلام کے خصائص انفرادی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ زمانہ بھی غافل نہ تھا اس کے فتنے سخت سے سخت تر ہوتے گئے۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ ابنائے اسلام ہی سے اس نے وہ کچھ کروالیا جس کے حصول میں وہ خود ہمیشہ ناکام رہا۔ دیکھو۔

خاندان امیہ کا پہلا تاجدار سرپرائے خلافت ہے۔ خلافت کی سادگی سلطنت کی شان و شوکت کے لیے جگہ خالی کر چکی ہے۔ جمہور کے حق پر ایک وقت آ

وجد چھائی جاتی ہے۔ حریت جو اسلام کا جوہر اصل ہے اس میں تعبد کے فتنے اُٹھنے لگے ہیں۔ آئین ملکداری میں حکمت و تدبیر کے پیچ شروع ہو چکے ہیں۔ امورِ عالم عموماً اس مشہور سادگی سے اب فیصل نہیں ہوتے۔ تاہم خانگی فتنوں میں ہیجان عظیم کے بعد کچھ کچھ غنودگی کے آثار پیدا ہیں اور اکناف عالم میں اعدائے اسلام کے دل شمشیر اسلام کی ہیبت سے بدستور لرز رہے ہیں

اہل ملک میں نعقیدِ مطلب رائے عامہ کا پیدا کر دینا آئینِ سیاست کا نہایت زور آور حربہ ہے۔ بہت قدیم سے یہ قاعدہ چلا آتا ہے کہ والیانِ ملک تخیل کی آزادی کو رد کئے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ رعایا کا ہر خاص و عام امورِ عالم کو اسی نگاہ سے دیکھے جس سے کہ وہ دکھانا چاہتے ہیں۔ انسان نے اپنے جنس کو ظلم و ستم کا تختہ مشق بنا کر اپنی خوش وقتیوں کا سامان پیدا کرنے کے لیے آجتک جو جو اختراعات کی ہیں ان میں اس کا ہم پلہ کوئی بھی نہیں کہ انسان امورِ عالم کو بالاطلاق سمجھنے کی فرصت نہ پائے اہلِ دول کو اس اصول پر عمل کرنا پڑتا ہے اور اگر ایسا نہ کریں تو جس چیز کو اپنا آرامِ جان سمجھا ہے اس سے کنارہ کش ہونا پڑے گا۔ بنو امیہ کا خاندانِ حکومت بھی اس تدبیر سے غافل نہیں۔ چنانچہ جبر و قدر کی بحثیں چھڑ چکی ہیں۔ اور مفیدِ مطلب حدیثیں وضع ہونے لگی ہیں۔ یہ سب کچھ ہے۔ پر حق کی زبان پر مہر نہیں لگ سکتی امورِ عالم میں جب انسان انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہے تو بہترین اصول جو ہمیشہ ماہرینِ فن کے پیش نظر رہا ہے وہ یہی ہے کہ جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کی قباحتیں اس شد و مد سے خلق کے ذہن نشین کرائی جائیں کہ اس کے محاسن بھی دیکھنے والوں کو قبائح کی صورت میں نظر آنے لگیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جن امور کو رواج دینا مقصود ہے ان کی خوبی کو آہستہ آہستہ نگاہ

عالم سے آشنا کرایا جاوے۔ فرانس نے ٹیونس اور الجزائر کی وسعت کو اپنی خوش وقتیوں کے لیئے جب پسند کرلیا۔ تو اہل الرائے نے تاریخ اسلام کی "تخلیق" پر رجوع کی اور اپنے تخیل کے زور سے اکاذیب کا ایک طومار تیار کرکے تدلیس کا جال بچھا دیا۔ اسی ہندوستان میں شاہان مغلیہ کی عہد کی تاریخ جس بے رحمی کا شکار ہو چکی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ یورپ کی ادبیات کو ملاحظہ کرو گزشتہ پچاس ساٹھ سال میں جس اہتمام کے ساتھ اسلام پر الزام قائم کیئے گئے ہیں اور جس زور کے ساتھ اہل اسلام کی برائیاں بیان ہوئی ہیں وہ اس سے پہلے کبھی صدیوں میں بھی پیدا نہ ہوا ہوگا۔ ان واقعات کے پہلو بہ پہلو ان انقلابات عالم کی تاریخ بھی دیکھو جو اس عرصہ میں ظہور پذیر ہو چکے ہیں۔ اور ان پر بھی نظر ڈالو جو ابھی واقع تو نہیں ہوئے پر ہیولی تیار ہے۔ پھر سعی کی تاثیر اور پیچ کے زور کا خود بخود اندازہ ہو جائے گا۔ یہ چال کچھ یورپ ہی کا مایۂ ناز نہیں بلکہ انسان نے اس کو اسی وقت اختیار کرلیا تھا جب تدبیر و سیاست کی ابتدا ہوئی تھی۔ اب البتہ اس کے استعمال کے نئے نئے طریقے وضع ہو گئے ہیں اور نئی نئی اختراعیں اس کی کامیابی کے رستے صاف کر رہی ہیں۔ بنو امیہ کی چشم سیاست بھی اس چال سے آشنا ہے ان کے نقیب تمام دنیائے اسلام میں پھیل چکے ہیں۔ اور خاندان حکومت کے محامد و محاسن اس زور سے بیان ہو رہے ہیں کہ دنیا کا بیشتر حصہ مرعوب ہوا جاتا ہے۔

ایشیائی درباروں میں شعرا کا گروہ ہمیشہ ممتاز رہا ہے لیکن مورخین نے اس کو ہمیشہ عتاب کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور تاریخ میں اسکو بادپیمائی مفت خوری اور والیان دول کی تفریح طبع کی سامان سازی سے زیادہ رتبہ نہیں مل سکا اس گروہ پر بڑا الزام یہ ہے کہ اس نے امراء کو عیش و عشرت پر مائل کرکے

سلطنت کی بناؤں کو ہمیشہ کمزور کر دیا ہے حال کے بعض مصنفین نے بڑی محنت سے اس کے لیے شہرت کے دربار میں جگہ پیدا کی ہے لیکن وہ بھی اسی قدر کہکر رہ گئے ہیں کہ علم ادب انکا ہمیشہ مرہون منت رہیگا۔ چنانچہ مولانا شبلی نعمانی نے اپنی کتاب شعر العجم میں فردوسی کا سب سے زبردست کارنامہ یہی تصور کیا ہے کہ اس نے تاریخ عجم کو زندہ کر دیا۔ مورخ کی نگاہ واقعات کے اسباب و علل کی متلاشی نہ ہو تو وہ مورخ نہیں فسانہ نگار ہے۔ جو عوام کی تفریح طبع کا سامان کرتا ہے۔ اسکی محنت سے کوئی اہم بالشان نتیجہ مترتب نہیں ہوتا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ غزنوی اور اس کے اکثر معاصرین چونکہ مجوسی النسل تھے اس لیے ان کو تاریخ عجم کا بہت شوق تہا اور ان کو اسبات کی بڑی تمنا تھی کہ ان کے آبا و اجداد کے کارناموں کی یاد تازہ ہو جائے لیکن یہ سچ نہیں۔ اس خیال میں اس قدر زور نہیں کہ اتنے بڑے عالی ہمتوں کو اپنے وجود پر ہمہ تن مصروف کر لے اور اتنے بڑے واقع کی واحد علت قرار پاسکے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شاہنامہ کی تصنیف سے صاحب تاج و تخت کو اپنے نام کی بقا بھی مقصود تھی۔ غور کرو۔ اتنے عظیم الشان صاحب جلال کشور کشا کے کارنامے اسکی بقائے نام کو کافی نہ ہوں تو چند اوراق پریشان کہاں تک مفید ہو سکتے ہیں۔

محمود کو خود مذہب میں سخت انہماک تہا اور عوام کے اسلامی جذبات بھی ابھی اسقدر کمزور نہیں ہوئے تھے کہ صحابہ کرام کی ذلت کے بیان کو برداشت کرلیں۔ اور اسپر مزید یہ کہ اسلام کی گرفت اتنی کم قوت نہ تھی کہ آل مجوس کے دل میں مجوس کی یاد فخریہ باقی رہ جاتی چنانچہ مولانا کو بھی اعتراف ہے کہ فردوسی کی تصنیف پر اکثر حلقوں میں سخت لے دے ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ عوام کا دل عرب کے نام سے لذت گیر تھا۔ خواص بھی عموماً اس نام سے مرعوب تھے۔ اور لوگوں کو خلافت

عربیہ کے خیال سے ایک خاص انس تھا۔ عجمی حکومتیں جب قائم ہوئیں تو باوجود خلفائے عباسیہ کے ضعف کے بڑے بڑے گردن فرازوں کی گردنیں بھی بغداد کے نام پر جھک جاتی تھیں۔ ان عجمی حکومتوں کو طبعًا قدم قدم پر انقلاب کا کھٹکا رہتا تھا۔ جس کا علاج اس سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا تھا کہ عام جذبات کو ہیجان میں لایا جائے تاکہ اہل ملک کی توجہ عرب سے پھر کر عجم پر جم جاوے۔ یہی تصنیف شاہنامہ کی تحریک تھی اور یہی مفید مطلب تعلیم۔ اس تعلیم کو جب سلطنت کے بازوؤں کا زور پہنچا تو اس کا نتیجہ جو کچھ ہوا اس کا اثر آجتک موجود ہے۔

حق یہ ہے کہ ایشیائی شعرا کی خدمات کا کماحقہٗ اعتراف نہیں ہوا۔ اور ان کے پولیٹکل کارناموں کی قدر و قیمت کو نہایت بے جگری سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ میری نگاہ دیکھتی ہے کہ اس گروہ نے ایشیائی سلطنتوں کو انکی افواج کثیر سے کچھ کم نفع نہیں پہنچایا۔ سامان حرب و ضرب کبھی ناکام بھی رہا ہوگا لیکن اس گروہ کی زبان سے نکلی ہوئی آگ ہمیشہ کامیاب ہوئی ہے۔ یورپ کی سلطنتیں اپنی سطوت و جبروت کے لیے فن اخبار نویسی کے احسان سے کبھی سبکدوش نہ ہو سکیں گی۔ اس فن نے ان کے ممالک مقبوضہ میں استحکام کی صورت پیدا کر دی ہے اور اسی فن کے ذریعے اغیار کے ملکوں میں فتنے پیدا کرکے کامیابی کی راہیں صاف کی جاتی ہیں۔ ایشیائی شعرا کا گروہ بھی جیسا کہ عام خیال ہے کوئی بےکار گروہ نہ تھا وہ سلطنت کا ہمیشہ قوی ترین بازو رہا ہے ایشیائی فرمانرواؤں نے اس گروہ سے ہمیشہ وہی کام لیا ہے جو آج اہل یورپ نیم سرکاری اخباروں سے لیتے ہیں یا ان اخباروں سے لیتے ہیں جو اپنے وجود کو حکومت کے ہاتھ میں ڈال دیتے ہیں۔ ایشیائی شاعری کی اس حیثیت پر فرصت ہوئی تو مستقل عنوان سے بحث کی جائے گی۔

ان اشارات کے بعد غور سے دیکھو۔ بنو امیہ کے ہاں بھی شعراقصیدے لکھ کر لانے لگے ہیں۔ اور انعام و اکرام کا سلسلہ جاری ہو گیا ہے۔ یہ سب کچھ ہے۔ حکومت اپنے غلط استحکام کا پورا اہتمام کر رہی ہے لیکن صداقت ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ اسکی آگ دب نہیں سکتی۔ حق پر کوئی قوت غالب نہیں آسکتی اس کا جو مقابل ہوا وہ خود دب کر رہ گیا۔

امیر معاویہ سے بلا شبہ چند ایک غلطیاں سرزد ہوئیں۔ تاہم وہ آسمان ملکداری کا درخشندہ ستارہ تھا۔ میدانِ ملک گیری میں دلاوری خود اس پر نثار ہوتی تھی۔ ہمارے زمانہ کا ایک ہندوستانی "مسلمان" مورخ جس نے سلاطینِ اسلام کے سوانح حیات پر قلم اٹھایا ہے اور اس میں یورپ کی شاگردی کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے تقلید یورپ میں وہ اس قدر ڈوبا ہوا ہے کہ تمام کتاب میں کوئی دس سطریں بھی ایسی نہیں لکھ سکا جن میں وہ تخیلاتِ یورپ کی تقلید سے آزاد نظر آتا ہو۔ وہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ امیر معاویہ کو جو شخص اپنا مخالف اور مضر مطلب نظر آتا تھا وہ اسکو علانیہ ممکن نہ ہوتا تو خفا کے پردہ میں کارگاہِ حیات سے اٹھا کر سکوت آبادِ عدم کے سپرد کر دینے میں کبھی دریغ نہ کرتا تھا۔ یہ خیال قابلِ اعتبار نہیں۔ واقعات ان اکاذیب سے ناآشنا ہیں۔ تاہم نفس الامر کی عظمت ذہن نشین کرنے کے لیے ان کا بیان ضروری ہے

وہی امیر معاویہ مہام عالم کی باگ ہاتھ میں لیے بیٹھا ہے اور مدبرانہ جوڑ توڑ میں مشغول ہے شاہانہ جلال معیت میں ہے۔ عاقلانہ جبروت کا ستارہ پیشانی پر چمک رہا ہے رعب سیاست کا یہ عالم ہے کہ مت کبر سے متکبر گردن بھی اٹھ نہیں سکتی مغرور سے مغرور ہستی بھی زانوئے ادب تہ کرتی ہے۔ ان حالات کو نگاہ میں رکھو اور دیکھو سامنے سے ابو مسلم الخولانی نامی ایک مسلمان آرہا ہے اور کس انداز سے آرہا ہے لمعاتِ حیات کو آثارِ موت سے تمیز کرنے والو! طلبِ صادق حیات کی تمائیں ہے

نگاہِ عبرت کے لیے تماشاگاہ عالم میں سامانِ تفریح پیدا ہے۔ زمانہ انقلاب پر تلا ہوا ہے۔ مخالفت کا بادِ توت پکڑ چکا ہے۔ حکومت کی تدبیروں کا تمام ملک میں جال پھیلا ہوا ہے لیکن حق پسند دل مرعوب نہیں ہوتا۔ ہمت کا سینہ صداقت کا متشرح نہیں ہوسکتا جبتا زبان اپنے کام پر آمادہ ہے۔ آج اسکو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ کسی کا رعب اس پر غالب نہیں آسکتا۔ حق کے متجسس جوانمرد کے لب ہلتے ہیں اور صداقت کی گرج معاویہ کے گوش میں پیام ہوش پہنچاتی ہے کہ

اے امیر! تو نے جمہور کے حقوق کو غصب کر لیا۔ اور مال کا خود مالک بن بیٹھا ہے یہ مال کچھ تو نے پیدا نہیں کیا۔ کچھ تیری ماں یا تیرے باپ کی محنت بازو کا نتیجہ نہیں تو کیوں لوگوں کو ان کا حصہ نہیں دیتا۔"

غفلت نے کہا گستاخی ہے اور گستاخ سزا کا مستوجب"۔ انصاف پکارا سنبھلو ہوشیاری شرط انسانیت ہے"۔ معاویہ کے دل میں غصہ کی آگ بھڑکنے لگی لیکن صداقت کی آواز بے اثر نہیں ہوتی۔ اس کی تاثیر نے معاویہ کو جھنکا دیا۔ اور وہ اس کے سوائے کچھ نہ کرسکا کہ غصہ کی آگ کو وضو کے پانی سے ٹھنڈا کیا۔ اور کہا کہ "اے ابو مسلم تو سچ کہتا ہے۔ یہ مال میرا ہے نہ میرے باپ دادا کا۔ آؤ اور اپنا حصہ لو"۔

آج اس واقعہ پر کچھ کم تیرہ سو سال گزر چکے ہیں۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ اس مدت میں حق و صداقت کی روح کس کس رنگ میں ظہور کرتی رہی ہے۔ غفلت و بیداری کی جنگ انسان کی رفیقِ حیات ہے۔ غفلت نے آج خود مسلمانوں ہی سے وہ کچھ کروالیا ہے جس پر اسلام کے قوی سے قوی دشمن کو بھی کبھی جرأت نہیں ہوسکی لیکن اس پر بھی زمانہ کا زبردست ہاتھ اس روح کو کلیتہً فنا نہیں کرسکا۔

اسی تصنیع آباد فرصت میں ہم نے ایک وجود ایسا بھی دیکھا ہے جو قانون تغافل کی خلاف ورزی کا مجرم ہے۔ اس نے فریب کار انسان کی خوشرقیتوں کے مظاہر سے تنگ آکر گوشہ نشینی کو عافیت سمجھ لیا۔ وہ آج اس لیے معتوب ہے کہ زندگی پر اپنی ذات کا حق ثابت کرتا ہے۔ دنیا اس کے وجود کی متحمل نہیں کہ اسے غفلت سے وحشت ہے۔ لیکن کیا فریب کار انسان اپنے دولت یو دسائس کے زور سے تلاش باطل میں کامیاب ہو جائے گا؟ کیا اس کا دامن مراد ہمیشہ کے لیے اسی وسعت کے ساتھ پھیلا رہے گا؟ چمکتے ہوئے سورج کی روشنی سلب ہو سکتی ہے بہتے ہوئے دریا کی روانی رک سکتی ہے جلتی ہوئی آگ میں ٹھنڈک کی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے لیکن صداقت فنا نہیں ہو سکتی حق کو کوئی برباد نہیں کر سکتا
واللہ المستعان و علیہ التکلان +

برکت علی

طبیب

تحفۂ

"یکم صد پند"

(سیدنا عمر بن الخطاب کی سو نصیحتیں)

ناظرین! کلام الملوک ملوک الکلام سنا کرتے تھے مگر ایسے بادشاہ نہ دیکھے نہ سنے اون کے کلام کی کیفیت ہم کیسے بتا سکتے ہیں۔ البتہ یہ چند جواہرات کے ٹکڑے ایسے بادشاہ عالیجاہ کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے بطور تحفہ پیش نظر ہیں جسے خدا نے بادشاہی کے لیے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔ اور ایسے ہادیٔ دین کے ارشاد ہیں جسکی وزارت پر ختم المرسلین کو ناز تھا۔ اور ایسے زبردست حکیم کے کلام ہیں جس کے آگے حکمت ہاتھ جوڑے کھڑی رہتی تھی یہ وہ دستور العمل ہیں جن سے دین و دنیا دونوں کے لیے ہدایت ہو سکتی ہے۔ آپنے لوگوں کے اقوال ایک رنگ میں ڈوبے ہوئے دیکھے ہوں گے مگر یہ دودہاری تلوار میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

۱- آپ اپنے اختیار میں رہنا چاہو تو اپنا راز چھپائے رکھو۔

۲- جسکی طرف سے تمھارے دلمیں نفرت ہو اور بغض ہو اوس سے ڈرتے رہو۔

۳- جو شخص اپنے افعال کی توضیح و توشیح اچھی طرح کر سکتا ہو وہ سب سے زیادہ عقلمند ہے۔

۴- آج کے کام کو کل پر ہرگز نہ چھوڑو۔ قوت عمل اسیکا نام ہے۔

۵- دولت سر اونچا کیے بغیر نہیں رہتی +

۶- پیچھے ہٹی ہوئی چیز پھر آگے نہیں بڑھتی +

۷- جو برائی سے بالکل واقف نہیں وہ برائی میں مبتلا ہو گا +

۸- مجھے سائل کی عقل کا اندازہ معلوم ہو جاتا ہے۔

۹- دوسروں کی فکر میں اپنے آپ کو نہ بھول جایا کرو۔

۱۰- تھوڑی سی دنیا اختیار کرو تو آزادانہ بسر کر سکو گے۔

۱۱- گناہ ترک کر دینا آسان ہے مگر توبہ کرنا بہت مشکل کام ہے

۱۲- بددیانت اور خائن پر میں نے اپنے دو داروغہ آب و گل متعین کر رکھے ہیں

۱۳- اگر صبر و شکر دو سواریاں ہوتیں۔ تو میں اسکی کچھ پروا نہ کرتا کہ دونوں میں سے کس پر سوار ہوں +

۱۴- خدا اس شخص کا بھلا کرے جو میرے عیب مجھ پر ظاہر کر دے۔

۱۵- امانت اس کا نام ہے کہ ظاہر و باطن میں باہم مخالفت نہو +

۱۶- زر سے نہ بچنے کا نام پرہیزگاری ہے۔

۱۷- جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اوسے بچاتا ہے۔

۱۸- اے لوگو علم کا حاصل کرنا فرض ہے علم ایک چادر ہے جو خدا طالب علم کو اوڑھا دیتا ہے

۱۹- جو عالم حلال و حرام کی خبر رکھتا ہو اوسکی موت اون ہزار عابدوں کی موت سے زیادہ اندوہ ناک ہے جو قائم اللیل اور صائم النہار ہوں +

۲۰- میں مسلمانوں کے حق میں کسی بات کو اتنا خوفناک نہیں سمجھتا کہ ایک منافق کو جسکا علم اوسکی زبان پر ہو اور دل جاہل ہو +

۲۱- ناموری اور مشیخت اور ریا و سرکشی کے لیے علم حاصل کرنا فضول ہے جب حاصل کرنے پر مستعد ہو جاؤ تو پھر اوسکی طلب میں شرمانا بیوقوفی ہے۔

۲۲- عقل کے بغیر سرداری اور بادشاہی نہیں ہو سکتی +

۲۳- علم نجوم کو بحر و بر میں راہ تلاش کرنے کے لیے سیکھو۔ اور کسی غرض سے نہ سیکھنا

۲۴- کسیکی تعریف کرنا اوسے ذبح کر ڈالنا ہے +

۲۵- زیادہ ہنسنے والیکی ہیبت کم ہو جاتی ہے اور تمسخر کرنیوالیکو لوگ خفیف سمجھنے لگتے ہیں

۲۶- زیادہ گوئی میں غلطی بھی زیادہ ہی ہوتی ہے۔ اور غلطی والا آدمی کم لحاظ ہوتا ہے

اور کم لحاظ پرہیز گار نہیں ہو سکتا اور جو پرہیز گار نہیں وہ مردہ دل ہے۔
۲۷۔ کوئی گمراہی اس سے بڑھکر نہیں ہو سکتی کہ آدمی دوسروں پر وہ تہمت دہرے جسکا مرتکب خود بھی ہوتا ہو۔ اور جو عیب اپنے میں ہو اونکی بابت اوروں کو مطعون کرتا پھرے۔ اور فضول باتوں میں وقت ضائع کرے +
۲۸۔ جو شخص حرص و طمع ہوا و ہوس اور غضب سے بچا اوس نے مخلصی پائی۔
۲۹۔ امام کے علم سے زیادہ کوئی علم اللہ کو پیارا اور خلق کو نفع بخش نہیں اور امام کی جہالت سے زیادہ بُری اور مُضر کوئی شے نہیں۔
۳۰۔ مسلمانونکی تواضع یہ ہے کہ پہلے دوسرے کو سلام کرے مجلس میں کمتر جگہ بیٹھے اور خوشامد کو بُرا سمجھے
۳۱۔ طمع فقر ہے۔ اور بے غرضی غنا ہے۔
۳۲۔ اوس شخص پر خدا رحمت کرے جو اپنے بھائی کو اوس کے عیبوں سے مطلع کردے
۳۳۔ فاجر کی صحبت میں نہ بیٹھو۔ نہ اپنا راز اوس پر ظاہر کرو۔
۳۴۔ نیک آدمیوں سے مشورہ لے لیا کرو
۳۵۔ اپنے نفسوں سے حساب لیا کرو۔ پیشتر اوس سے کہ تم سے حساب لیا جائے۔
۳۶۔ توبۃ النصوح کے معنے یہ ہیں کہ بُرے کام سے ایسی توبہ کیجائے کہ آدمی پھر اوس کی طرف رُخ نہ کرے +
۳۷۔ سعید وہ حاکم ہے جسکی رعیت سعید ہو۔
۳۸۔ مضبوط ارادہ والا اور تجربہ کار آدمی اللہ کے حکم کو لوگوں میں قائم کرسکتا ہے یہ ایسا ہونا چاہیئے جسے لوگ فاسق و بدکار نہ بناتے ہوں جو حق پر عمل کرنے میں کسی بڑے آدمی سے یا کسی کی ملامت سے نہ ڈرتا ہو۔
۳۹۔ ایمان باللہ کے بعد سب سے اچھی چیز نیک خلق محبت کرنے والی اور صاحب اولاد

بیوی ہے کفر کے بعد سب سے بُری چیز بد خلق اور زباں دراز عورت ہے +

۴۰۔ اپنے بھائی مسلمان کی بات کو جب تک تمہیں اسمیں کوئی اچھا پہلو نظر آوے شرارت نہ سمجھو +

۴۱۔ تین چیزیں تیری دوستی کو تیرے بھائی کے دلمیں پختہ کر سکتی ہیں جب وہ تیری سامنے پڑے سلام کرنے میں سبقت کر۔ اوسکو پسندیدہ نام سے بلایا کر۔ جب وہ تیرے پاس آئے اپنی مجلس میں اوس کے لیئے جگہ فراخ کر دیا کر +

۴۲۔ میں پسند کرتا ہوں کہ آدمی اپنے کنبے والوں کے ساتھ بچوں کی طرح رہے اور کاروبار مردوں کی طرح کرے +

۴۳۔ آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل کامل۔ جو صاحب الرائے ہوتے ہیں مگر لوگوں سے مشورے بھی لیتے ہیں اور اونکی راؤں کو تولکر اور اپنر غور کرنے کے عمل کرتے ہیں۔ دوم کاہل جو خود رائے ہوتے ہیں اور دوسروں سے مشورہ نہیں لیتے۔ سوم لاشئے جو نہ خود عقلمند ہوتے ہیں نہ دوسرے سے رائے لیتے ہیں +

۴۴۔ خشوع دل سے ہوا کرتا ہے۔ جو آدمی لوگوں کے دکہانے کے لیے اپنا خشوع ظاہر کرے وہ منافق ہے

۴۵۔ کسی کے نماز روزے کیطرف نہ دیکھا کرو بلکہ اوسکی عقل اور سچ کیطرف نظر رکھنی چاہیئے +

۴۶۔ آدمی کی عزت اوسکا دین ہے۔ اور اوسکا حسب اوس کا خلق ہے چاہے وہ فارسی ہو یا نبطی +

۴۷۔ بُرے آدمی کے ملنے سے ہجرت کر جانے میں آرام ہے +

۴۸۔ جو شخص اپنے منہ سے کہے کہ میں عالم ہوں اوسے جاہل سمجھو جو خود اپنے کو بہشتی بتائے وہ دوزخی ہے +

۴۹۔ گیت سوار کا زاد راہ ہے +

۵۰۔ سات سال میں لڑکے کے دانت نکلتے ہیں۔ چودہ برس کا ہوکر بالغ ہو جاتا ہے اکیس برس کی عمر میں قد پورا ہوتا ہے ۲۸۔ سال میں پوری عقل آتی ہے اور چالیس برس کا ہوکر کامل آدمی بنتا ہے۔

۵۱۔ حرص کی پیروی سے بچتے رہنا کیونکہ پھر پے درپے خواہشیں آنی شروع ہونگی اور تمہیں اپنا پیچھا چھوڑانا مشکل ہوگا +

۵۲۔ زاہدوں کی باتیں لکھ لیا کرو۔ اللہ اونپر فرشتے مقرر کر دیتا ہے۔ جو اون کے منہ پر ہاتھ دہرے رہتے ہیں اور کوئی خلاف بات اوس سے نکلنے نہیں دیتے

۵۳۔ قرآن کی تفسیر کم کیا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تھوڑی روایت کیا کرو۔ ان دونوں باتوں میں میں بھی تمہارا شریک ہوں •

۵۴۔ احمق نفع کے ارادہ سے بھی نقصان دے بیٹھتا ہے۔ اوسکی دوستی سے بچتے رہنا

۵۵۔ چار چیزیں واپس نہیں آتیں منہ سے نکلی ہوئی بات۔ امر واقع شدہ۔ کمان سے گذرا ہوا تیر۔ گئی ہوئی عمر۔

۵۶۔ اللہ اکبر آپ کا تکیہ کلام تھا۔

۵۷۔ جو شخص تمھارے عیب تم پر ظاہر کرتا ہے۔ اوسے اپنا سب سے بڑا دوست سمجھو۔

۵۸۔ اللہ سے ڈرنے والوں میں غصہ کہاں جس چیز کو اوس کا دل چاہے گا اوسے نہ کرے گا۔ اگر قیامت نہ ہوتی تو لوگ اوس کے خلاف کرتے جو تم دیکھ رہے ہو +

۵۹۔ اپنے نفس کو تولا کرو قبل اس کے کہ وہ تولا جائے۔ یہ آسان ہے تمہارے لیئے

کل کے حساب سے +

۶۰۔ اگر مجھے خوف حساب نہوتا تو میں روز دبنے بھنوا بھنوا کر کھایا کرتا۔

۶۱۔ اے ابن خطاب خدا سے ڈرتا رہ ورنہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔

۶۲۔ اگر دنیا میں تین باتیں نہو تیں تو زندگی سے موت اچھی تھی۔ اول جہاد کے لیے سفر کرنا۔ دوسرے اللہ کے واسطے سجدہ میں پیشانی رکھنا۔ تیسرے اون لوگوں کی ہمنشینی جو عمدہ کلام سنکر اوسپر عمل کرتے ہیں +

۶۳۔ جو شخص نماز کو ضائع کرے۔ وہ دیگر حقوق و فرائض الٰہی کو زیادہ ضائع کرے گا +

۶۴۔ ایک روز چند آدمیوں کے ہمراہ جناب فاروق اعظمؓ چلے جاتے تھے ایک ایسی جگہ گذر ہوا جہاں بہت سی نجاست پڑی ہوئی تھی لوگوں کو بدبو سے بڑی پریشانی ہوئی آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ دیکھو یہ تمھاری دنیا ہے جسکی تم حرص کرتے ہو۔ مجھے خوب تحقیق ہو گیا ہے کہ دنیا کیطرف توجہ کرنا آخرت کو نقصان پہونچاتا ہے اور آخرت کیطرف توجہ کرنا دنیا کے لیے مضر ہے۔ جب یہ حال ہے تو دنیائے فانی کو نقصان پہونچاؤ اور اوس سے چھوڑ دو۔

۶۵۔ دنیا کیطرف سے بے رغبتی اختیار کر لینا دل و جسم کی راحت کا سامان ہے۔

۶۶۔ میں اوسکی ذرہ بھر بھی پروا نہیں کرتا کہ میری فقیری میں گذرے یا امیری میں کیونکہ معلوم نہیں کہ کس میں بہتری ہے

۶۷۔ ہر ایک بلا میں اللہ کی چار نعمتیں ہوتی ہیں۔ اول دین میں درجہ بڑھتا ہے دوسرے اوس سے بڑی کوئی مصیبت سر سے ٹل جاتی ہے۔ تیسرے خدا کی مرضی پر راضی ہونے کا موقع ملتا ہے چوتھے اوسپر ثواب کی امید ہوتی ہے۔

۶۸۔ عالموں کی صحبت میں بیٹھا کرو۔ اونکی نصیحت دلمیں اثر کرتی ہے اور بڑے بڑے گناہوں کی معافی کا سامان ہوجاتا ہے

۶۹۔ خالص دوست نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اگر تمھاری خوش قسمتی سے تمہیں نصیب ہو جائے تو اوسے غنیمت سمجھو +

۷۰۔ صرف فاسق و فاجر یا عاجز ہی نکاح سے باز رہ سکتا ہے +

۷۱۔ ہمیشہ عورتوں کی رائے کے خلاف کام کیا کرو۔ کہ اون کے خلاف میں برکت ہے

۷۲۔ اچھے اخلاق والے کو اہل ایمان میں کامل سمجھو۔ وہ اپنے گھر والوں پر بہت مہربان ہوتا ہے +

۷۳۔ طلب رزق میں کبھی کاہلی نہ کرنا کیونکہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برس سکتا۔

۷۴۔ میری تمنا ہے کہ میری موت ایسے وقت میں آوے جبکہ میں اپنے اہل و عیال کے لیے روزی کی طلب میں ہوں +

۷۵۔ کبھی کبھی الگ ایک کونے میں بھی بیٹھا کرو۔ کہ عزلت بُری صحبت سے بہتر ہے۔

۷۶۔ ہر بات میں متوسط درجہ اختیار کرو۔

۷۷۔ لوگو! بھلائی کا حکم کرو اور بُرائی سے منع کرو۔ ورنہ تم پر بد حاکم متسلط کیے جائیں گے جو بھلائی کا حکم نہیں دیتے اور بُرائی سے منع نہیں کرتے وہ بہت بُرے لوگ ہیں ایسے لوگوں کے زمانے میں نیکوں کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتی ہیں۔ تم استغفار بھی کروگے تو مغفرت نہوگی مدد چاہوگے تو مدد بھی نہیں کیجائے گی تمھارا بادشاہ ظالم ہوگا جو نہ نیکوں کی تعظیم کرے گا نہ غریبوں اور بیکسوں پر مہربان ہوگا۔

۷۸۔ جہاد سمندر ہے اور سب اچھے کام اوس کے مقابلہ میں قطرہ ہیں +

۷۹۔ بھلائی کے حکم کرنے میں اور برائی سے منع کرنے کے آگے جہاد اور تمام نیک کام بھی مثل قطرہ کے ہیں۔

۸۰۔ خواص کو عوام کے گناہوں کے باعث عذاب نہیں ہوتا۔ مگر اوسوقت جبکہ اونکے سامنے گناہ کیے جائیں اور وہ منع نہ کریں اور منع کرنیکی قدرت رکھتے ہوں۔

۸۱۔ حج کرنے والا بخشا جاتا ہے جسکے لیے یکم ذوالحجہ سے بیس ربیع الاول تک طلب مغفرت کیجائے گی وہ بھی بخشدیا جائے گا۔

۸۲۔ دعا کے بعد ہاتھوں کا منہ پر پھیرنا مسنون ہے۔

۸۳ ایک شخص حدیث بیان کرے اور لوگ اوسپر عمل کریں تو بیان کرنے والے کو اون سب کے برابر ثواب ہوتا ہے

۸۴ عالم منافق بڑی خوفناک چیز ہے۔ وہ زبان سے تو عالموں کی سی باتیں کرتا ہے مگر دل اوس کا غافل ہوتا ہے۔ اور عمل سے محروم رہتا ہے۔

۸۵ عقل سے بہتر کوئی چیز نہیں وہ ہدایت پر رکھتی ہے اور ہلاکت سے بچاتی ہے اوس کے بغیر دین و ایمان بھی کامل نہیں ہوتا +

۸۶ اوستادوں کی تعظیم کرو تو تمھارے شاگرد بھی تمھاری تعظیم کریں گے +

۸۸ علم کے شیدائی ہو اور بردباری اور وقار حاصل کرو۔

۸۹ بعض آدمی اسلام کے لیے بڈھے ہوجاتے ہیں۔ ایک نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھتے اور خضوع وخشوع اور توجہ الی اللہ سے محروم رہتے ہیں۔

۹۰ پہلے قرآن خدا کی رضامندی اور ثواب آخرت کے لیے پڑھا جاتا تھا مگر اب دنیا حاصل کرنے اور لوگوں کے دکھانے کو پڑھتے ہیں۔

۹۱۔ اپنے اعمال سے خدا کی خوشنودی چاہا کرو +

۹۲۔ کثرت عیال و قلت مال سخت بلا ہیں +

۹۳۔ پہلے وحی سے ہر ایک کا حال معلوم ہوجاتا تہا۔ اب وہ سلسلہ منقطع ہے دلوں کا حال خدا ہی جانے مگر افعال ظاہری اور اقوال سے ہی لوگوں کی شناخت ہوسکتی ہے +

۹۔ ظاہری باتوں پر بہروسہ مت رکہو +

۹۵۔ ہر بات میں غور و فکر سے کام لیا کرو۔

۹۶ حضرات کسی کی شہرت کے غل و شور سے دُھوکے میں نہ آجایا کرو۔

۹۷ آدمی کے نماز روزہ کا کبھی اعتبار نہ کرنا۔ بلکہ اُسکی سچائی اور عقل کو دیکھا کرو

۹۸ میں نماز جماعت کو تمام رات کی عبادت پر ترجیح دیتا ہوں۔

۹۹ کھانے سے فارغ ہو کر نماز پڑھا کرو۔

۱۰۰ . . . .

محمد صدیق مدرس اسلامیہ عثمان۔

میرے چارہ ساز خواجہ میرے غمگسار خواجہ

(از نثار الملک شیخ محمد علی تیر احمدی (اجمیر شریف)

تری یاد میں ہے بیکل دل بیقرار خواجہ
مرے چارہ ساز خواجہ مرے غمگسار خواجہ

ترے لطف خاص کا ہوں میں اُمیدوار خواجہ
مرے شاندار خواجہ مرے تاجدار خواجہ

ترے دید کی ہی چاہت ترے نام سے ہی الفت
نہ میں کسطرح پکاروں تجھے بار بار خواجہ

ترے ہجر میں نہ اکدم مرے دلکو چین آئے
ترے عشق میں ہی جا مری جان زار خواجہ

در سے ہاتھ اب دھے ترے در پہ آپڑا ہے
یہ گنہگار خواجہ یہ سیاہ کار خواجہ

بڑے ہاتھ اب دہی کہ ہے پنسا ہے کس بلا میں
ترا دلفگار خواجہ ترا جاں نثار خواجہ

فضائل علم

(مقتبس از تقریر راقم الحروف بہ تقریب جلسہ سالانہ اسلامیہ ہائی اسکول گوجرانوالہ)

الحمد لله الذی شرفنا بالنطق والبیان۔ وفضلنا بالقلم واللسان۔ وجعل
القلم ترجمان الضمیر لنظهر الافکار والجواهر التفسیر۔ والصلوٰة والسلام علی
خاتم انبیائه وسید اصفیائه۔ شارع احسن الشرائع ومقرر احسن الادیان
محمد المبعوث بالمعجزات والبرهان۔ صلوٰة الله وسلامه علیه وعلی خلفائه الراشدین
والِه الطاهرین الذین اضاء بهم السنن الحق وانمحی البطلان۔ واشهد ان لا
اله الا الله وحده لا شریک له ذو الجود والکرم و اشهد ان سیدنا ونبینا محمدا عبده
ورسوله سید العرب والعجم۔ اللهم صل علیه وعلی اله واصحابه اولی الفضل الاتم
وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔ اما بعد فاعوذ بالله السمیع العلیم وبوجهه الکریم وسلطانه
القدیم من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم۔ واذ قال ربک للملٰئکة انی
جاعل فی الارض خلیفة قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفک الدماء ونحن
نسبح بحمدک ونقدس لک قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ وعلم ادم الاسماء کلها ثم
عرضهم علی الملٰئکة فقال انبئونی باسماء هؤلاء ان کنتم صٰدقین قالوا سبحنک
لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ قال یا ادم انبئهم باسمائهم
فلما انباهم باسمائهم قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السمٰوٰت والارض واعلم
ما تبدون وما کنتم تکتمون (پ ۱ س البقرة ع ۴)

اور اے پیغمبر لوگوں سے اس وقت کا تذکرہ کرو جب تمہارے پروردگار نے
فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتے بولے کیا تو

زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بناتا ہے جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں
کرے اور ہم تیری حمد وثنا کے ساتھ تیری تسبیح وتقدیس کرتے ہیں خدا نے فرمایا میں
وہ مصلحتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور آدم کو سب چیزوں کے نام بتا دیئے پھر
ان چیزوں کو فرشتوں کے روبرو پیش کر کے فرمایا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے
ہو تو ہم کو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ بولے تو پاک ذات ہے جو تو نے ہم کو بتایا ہے
اس کے سوا ہم کو کچھ معلوم نہیں تحقیق تو ہی جاننے والا مصلحت کا پہچاننے والا ہے
تب خدا نے آدم کو حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتادو پھر
جب آدم نے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دیے تو خدا نے فرشتوں کی طرف
مخاطب ہو کے فرمایا کیوں ہم نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں کی اور زمین کی سب
مخفی چیزیں ہم کو معلوم ہیں اور جو کچھ تم اب ظاہر کرتے ہو وہ اور جو کچھ تم ہم سے
چھپاتے تھے وہ ہم کو سب معلوم ہے۔

اِن آیات کا مفاد یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور سے
دنیا میں جو کچھ ہے سب انسان کے لیے ہے آراستہ یہ گھر اسی مہمان کے لیے ہے
مگر انسان کی فضیلت تمام مخلوقات پر اس کے علم ہی میں مرکوز ہے حضرت
آدم کو تمام مخلوقات پر شرف وامتیاز کیوں عطا ہوا؟ اس لیے کہ
حضرت آدم کا علم تمام مخلوقات سے زیادہ تھا۔ وعلم آدم الاسماء کلھا۔ خدا نے آدم کو تمام
نام سکھائے۔ آخر فرشتوں کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ سبحنک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک
انت العلیم الحکیم۔ پاک ہے تو اے پروردگار ہم نہیں جانتے لیکن تو نے جو بتایا تو ہی
دانا وحکیم ہے +

خدا نے اپنی پاک کلام میں اپنے نبی عربی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا
لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم آیتہ

ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ (پ ۴ س آل عمران ع ۱۷) خدا نے مسلمانوں پر احسان کیا کہ ان میں خود ان کی جنس سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاکیزہ بناتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔ اس آیۃ شریفہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا منصب ہی یہ ہے کہ وہ علم کی باتیں سکھائیں وہ دانائی و حکمت کی تعلیم دیں اور وہ ان کی عقلوں کو پاکیزہ تر بنائیں غور کرو سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کو شرف علم ہی عطا ہوا اور آخرین انبیا فخر الاولین سید المرسلین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شرف علم عطا ہوا۔

انسان کو تمام مخلوقات پر شرف فضیلت اس وجہ سے ہے کہ اس کا علم تمام مخلوقات سے زیادہ ہے اور اسی علم کی بدولت اس نے خدا کا خلیفہ بن کر سب کائنات کو زیرنگین کر لیا ہے۔ انسان نے اسی علم کے بل پر اپنی رہائش کے لیے عالی شان مکان بنائے جو آسمان سے باتیں کرتے ہیں گرمی سردی سے محفوظ رہنے کے لیے مکلف لباس فیشن ایبل سوٹ بنائے۔ بڑے بڑے جانوروں کو رام کرنے کے لیے مختلف قسم کے سامان طیار کئے۔ اسی علم کے ذریعہ سے انسان نے بجلی کو پکڑا۔ ہوا کو تھاما۔ دریاؤں پر پل باندھے۔ ان سے نہریں نکالیں۔ پہاڑ تراشے۔ لوہا پگھلایا بے جان چیزوں سے وہ کام لیے جو جاندار بھی نہیں کر سکتے۔ غرض تھوڑے عرصہ کے بعد دیکھا کہ شمس و قمر شجر و حجر وحوش و طیور تمام کائنات اس کے قبضۂ اقتدار میں تھی۔ گرمی کی آمد آمد ہے اور دھوپ کی شدت سے نازک طبائع کو تکلیف محسوس ہوگی۔ مگر دھوپ بڑے بڑے کام کی چیز علم بتاتا ہے کہ دھوپ کے فوائد و عوائد بے شمار ہیں یہ اشیا میں نشوونما کی قوت پیدا کرتی ہے۔ موسم سرما میں غربا کے لیے آتشدان کا کام دیتی ہے ہماری آنکھوں میں دیکھنے کی طاقت پیدا کرتی ہے

لیکن اسی پر بس نہیں امریکہ میں دھوپ کی حرارت کو جمع کرکے وہ کام نکالے جاتے ہیں جو کوئلے یا گیس سے نکل سکتے ہیں۔ اور اس کے بل پر ان سٹیم انجنوں کی طرح دھوپ کے انجن چلائے جاتے ہیں۔ اگر انسان کی ان تھک کوششیں اسی طرح جاری رہیں تو ممکن ہے کہ اسی علم کی بدولت وہ فطرت کے بہت سے اور پوشیدہ اسرار بھی جان لے اور پھر اسے معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کی آسمانی کتاب میں جو ارشاد باری تعالیٰ عز اسمہ ہو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا ہے وہ صحیفہ فطرت کے عین موافق و مطابق ہے۔

اسلام نے اپنے پیروؤں کو حصول علم کے واسطے بے حد تاکید فرمائی ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے کیا وحی ہوئی ہے؟ اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق۔ اقرأ و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم (پ ۳۰ س العلق) اس پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا پروردگار وہ بزرگترین ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم کی۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا سے زیادہ عالم تھے۔ پھر بھی آپ کو یہ دعا مانگنے کی ہدایت ہوئی۔ قل رب زدنی علمًا (پ ۱۶ س طٰہٰ ع ۱۵) اے میرے پروردگار میرے علم میں ترقی دے۔ قرآن مجید فرماتا ہے ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (پ ۲۳ س الزمر ع ۱) کیا عالم و جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ دوسرے مقام پر ہے یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت (پ ۲۸ س المجادلہ ع ۲) اللہ تعالیٰ تم میں سے مومنوں کے اور علم والوں کے درجے بلند کرتا ہے۔

قرآن کریم میں مختلف علوم و فنون کے اکتساب کی ترغیب و تشویق کی طرف اشارات وارد ہیں۔ چند آیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

وفی الارض اٰیٰت للموقنین (پ ۲۶ س الذٰریٰت ع ۱) اور زمین میں نشانیاں ہیں

یقین کرنے والوں کے لیے۔ اس میں علم طبقات الارض (جیالوجی) Geology
کی طرف اشارہ ہے ❖
(وفی انفسکم افلا تبصرون (ایضاً) اور خود تمہاری جانوں میں خدا کی نشانیاں
ہیں کیا تم نہیں دیکھتے؟ اس آیت میں علوم ذیل کیطرف اشارہ ہے
علم النفس (سائیکالوجی) Cycology
علم الانسان (انتھراپولوجی) Anthrapology
علم التشریح (اناٹومی)۔ Anatomy
ان فی خلق السموت والارض واختلاف اللیل والنہار لآیت لاولی
الالباب (پ ۴ س آل عمران ع۲۰) آسمان اور زمین کی خلقت اور شب و روز
کے انقلاب میں دانشمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اس میں علم ہیئات
Astronomy کیطرف اشارہ ہے
افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا او اذان یسمعون
بھا (پ۱۷ س الحج ع۶) کیا وہ زمین میں نہیں پھرے؟ تاکہ ان کے دل ہوتے
کہ وہ ان سے سمجھتے اور ان کے کان ہوتے کہ ان سے سنتے۔ قد خلت
من قبلکم سنن فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین
(پ۴ س آل عمران ع۱۴) ہو چکے ہیں تم سے آگے دستور۔ پس زمین میں پھر دیکھو
دیکھو تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ ان آیتوں میں علم جغرافیہ اور سفر کی
فرضیت کیطرف اشارہ ہے
افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من
قبلھم کانوا اکثر منھم واشد قوۃ وآثارا فی الارض (پ۲۴ س المومن ع۹)
کیا انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی؟ تاکہ دیکھتے کہ ان سے پہلی قوموں کا کیا

انجام ہوا جوان سے شمار میں زیادہ تھیں قوت کے لحاظ سے زیادہ تھیں اور یادگاروں کے لحاظ سے زیادہ تھیں۔ اس آیہ شریفہ میں فن تاریخ اور علم الآثار رد ارکیالوجی Archaeology کی طرف اشارہ ہے۔

فضائل علم کے متعلق بے شمار احادیث مروی ہیں چند درج ذیل ہیں:۔

صحیح حدیث میں وارد ہے الحکمۃ ضالۃ المومن فحیث وجدھا فھواحق بھا دانائی وحکمت مسلمانوں کا گم شدہ مال ہے وہ اس کو جہاں پاوے وہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم فرماتے ہیں کہ دانائی کو مسلمان جہاں پائے خواہ وہ کسی ملحد کے ہاں ہو کسی بے دین کے ہاں ہو وہ اس کا زیادہ مستحق ہے ونعم ما قیل ؎

کہ حکمت کو اک گم شدہ مال سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اوسے مال سمجھو

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ۔ علم کا طلب کرنا ہر ایک مسلمان مرد وزن پر فرض ہے۔

افضل الصدقۃ ان یتعلم المرء المسلم علماً ثم یعلمہ اخاہ المسلم سب صدقوں سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان آدمی علم سیکھے پھر اسے اپنے مسلمان بھائی کو سکھلائے۔

اللہ اجود جود أثم انا اجود بنی آدم واجودھم من بعدی رجل علم علماً فنشرہ یاتی یوم القیمۃ امیراً وحدہ۔ اللہ تعالے سخاوت میں سب سے زیادہ بڑا سخی ہے پھر بنی آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے جس نے علم پڑھا پھر اس کی اشاعت کی قیامت کے دن وہ بمنزلہ ایک امیر کے آئے گا +

اطلبوا العلم ولو کان بالصین۔ اگر علم چین کے ملک جتنی دور ہو تب بھی طلب علم کے لیے وہاں جاؤ۔ وللہ در من قال ؎

طلب کردن علم شد بر تو فرض
دگر واجب است از پیش قطع ارض

قرآن مجید اور احادیث شریف فضائل علم سے مملو ہیں بنظر اختصار اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عوام الناس میں تو یہ مشہور ہے کہ انسان عالم صغیر ہے اور کائنات عالم کبیر مگر حضرات متصوفین فرماتے ہیں کہ انسان عالم اکبر ہے ؎

از کتابے کہ منشی خالق تمام
لوح محفوظ تختیں ورق است

بہر حال انسان عالم کبیر ہو یا عالم صغیر اس میں شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ تمام اشیا جو ہم اپنے گرد و پیش دیکھتے ہیں ان سب کے مظاہر انسان کے اندر مختلف اعضا و جوارح اور قوی جذبات وغیرہ کی شکلوں میں موجود ہیں انسان کے واسطے ضروری ہے کہ بقائے شخص و بقائے نوع کے لیے خارجی اشیا کا مقابلہ کرے ورنہ عالم فطرت کی تمام چیزیں اس کی دشمن ہیں اس کو نیست و نابود کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھیں گی۔ خارجی اشیاء کے مقابلہ کے لیے مادی علوم کفایت کرتے ہیں جن کے بل پر انسان نے تمام کائنات کو زیر نگیں کر لیا ہے لیکن خوب یاد رکھنا چاہیے کہ بیرونی دشمنوں اور مخالفوں سے زیادہ سخت اور زیادہ خطرناک دشمنوں کا وہ گروہ ہے جو خود ان کے اندر موجود ہے اور جن سے اسکو ہمیشہ سخت معرکہ آرائیاں رہتی ہیں۔ حرص و طمع اس کو اسبات پر آمادہ کرتی ہے کہ خویش و اقارب یگانہ و بیگانہ دوست و دشمن ہر شخص کے

مال ومتاع پر قبضہ کرے۔ کینہ پروری کا منشا ومقتضا یہ ہے کہ اپنے مخالفوں کا نام
نشان حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دے۔ جاہ طلبی کی خواہش یہ ہے
کہ تمام عالم کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔ خواہش نفس مجبور کرتی ہے
کہ دنیا میں کسی کا پردۂ عصمت محفوظ نہ رہنے دے۔ غور کرو انسان کے اندرونی
دشمن کیسے خطرناک ہیں جن کا اس کو مقابلہ کرنا ہے اعدی عدوک نفسک التی
بین جنبیک۔ اصل یہ ہے کہ جب تک انسان اندرونی دشمنوں پر کامل فتح نہ
حاصل کرے اور وہ اس کے حلقہ بگوش نہ ہو جائیں اس وقت تک وہ انسان یا
اشرف المخلوقات کے لقب سے ملقب ہونے کے قابل ہی نہیں ہو سکتا۔
کہا جائے گا کہ اندرونی دشمنوں کے مقابلہ کے لیے بھی مادی علوم و تجارب
کافی ہیں جن سے آدمی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اگر تم کسی کے قلع و قمع کے
درپے ہو گئے تو وہ بھی تمہارے استیصال میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں
کرے گا۔ جو شخص دوسرے کی آبرو ریزی کرتا ہے خود اسکی اپنی عزت برباد ہوتی
ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ایک تو اس قسم کی بینش بین عقل ہر کسی میں
نہیں ہوتی۔ دوسرے اس قسم کے مواقع بھی پیش آسکتے ہیں جہاں اس قسم کے
انتقام کا مطلق خوف وہراس نہیں ہوتا۔ نہ حکومت کا ڈر ہوتا ہے اور نہ بدنامی
کا احتمال۔ اس بنا پر ان پر زور مخالفین و معاندین کو رام کرنے کے لیے روحانی
علوم ہی کارگر ہو سکتے ہیں۔ بس جسطرح بیرونی دشمنوں کے مقابلہ کے لیے مادی
علوم سے مسلح ہونا ضروری ہے اسی طرح اندرونی دشمنوں کے مقابلہ کے لیے
روحانی علوم کے اسلحہ کی شدید ضرورت ہے اس سے بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے
کہ دنیوی تعلیم کیساتھ دینی تعلیم کا اکتساب بھی ضروری بلکہ بہت بلکہ حق تو یہ ہے کہ دینی تعلیم دنیوی
تعلیم سے بھی اہم واقدم ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

نورالدین۔ از گوجرانوالہ

بچھڑنی رات

محمد شاہ کہاں؟

معصوم زبانوں سے سنا تھا۔ خدا لڑنی رات کرے۔ بچھڑنی رات نہ کرے۔ ان
آنکھوں نے دونوں شب کی بہار دیکھی۔ مگر لڑنی رات اگر نہ جاتی اور اس ستم کار
بچھڑنی رات کو نہ بھیجتی تو اس کا کیا نقصان تھا۔
محمد شاہ نظامیہ سلسلہ کے مشہور و بے مثل ستون تھے جنہوں نے ۱۰ جمادی الآخر
۱۳۴۲ھ کو اپنے وطن بمقام بسی ہوشیارپور پنجاب میں رحلت فرمائی۔
شاہ صاحب پانسو برس پہلے کے مشائخ کا نمونہ تھے۔ ان کی زندگی ہندوستان
بھر کے مشائخ میں ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ ان کو دیکھ کر۔ ان کے
سیدھے سادے طریقے اور طرز عمل کو دیکھ کر ہر دل متاثر ہوتا تھا۔
وہ قوم کے پٹھان تھے۔ اور بسی ہوشیارپور کے ذی وقار شرفار
میں پیدا ہوئے تھے۔ سنا ہے کہ ابتداً محکمہ پولیس میں چند روز ملازم رہے
اس کے بعد تارک ہو کر نظامیہ سلسلہ کے ایک بزرگ حافظ وزیر محمد خاں صاحب
دہلوی سے بیعت کی۔ اور انکی صحبت میں رہنے لگے حافظ صاحب موصوف بھی بڑے
پایہ کے بزرگ تھے۔ چند روز میں انکی تعلیم و تربیت کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔
محمد شاہ صاحب کا نام محمد خاں مشہور تھا۔ مگر آجکل سب لوگ محمد شاہ صاحب کہتے تھے
محمد شاہ صاحب نے تقریباً ساٹھ ستر برس کی عمر میں وفات پائی ہے۔ اوّل اوّل چند
اختلافی آوازیں کان میں آیا کرتی تھیں کہ اُن کو حافظ وزیر محمد خانصاحب نے

خلافت نہیں دی۔ اور یہ بغیر اجازت کے مرید کرتے ہیں اور عموماً اس بیان اور عجوبے کا پہلے بہت چرچہ ہوا کرتا تہا۔ مگر میں نے کبھی نہیں سُنا کہ محمد شاہ صاحب نے اِس بحث میں کچھ حصہ لیا ہو۔ وہ نہایت خاموشی سے ان باتوں کو سنکر مسکرا دیتے تہے میرے خیال میں اگر یہ بات درست ہوتی اور شاہ صاحب اجازت یافتہ نہوتے تو ان سے اِس قدر فیض خلقت کو پہنچنا دشوار تہا۔ آج پنجاب بمبئی راجپوتانہ میں ان کے ہزارہا مرید پائے جاتے ہیں۔ اور ان سب میں اپنے شیخ کی مسکینی و خاموشی کی جہلک موجود ہے۔ جو ان کے تصرف باطنی کی دلیل ہے۔ پیر کے اوصاف مریدوں کو دیکھ کر پہچانے جاتے ہیں یعنے جو نمایاں خصوصیت کسی مرشد میں ہو ضروری ہے کہ وہ کیفیت اِس کے مریدوں میں بہی ہوگی بشرطیکہ شیخ میں دوسروں کو متاثر کرنے کا مادہ بہی ہو۔ اور یہ مادہ دوسروں تک منتقل نہیں ہوسکتا جب تک کہ مرشد میں تمام اوصاف ارشاد موجود نہوں۔ اور ارشاد کے اوصاف میں سلسلہ کا صحیح ہونا لازمات سے ہے جس کا سلسلہ صحیح نہوگا یعنے اسکو پیران طریقت سے ضابطہ کیموافق بیعت لینے کی اجازت نہوگی تو ہرگز ہرگز اس کے مرید منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ انہیں پیر کے اثرات منتقل ہوں گے۔

اِس اعتبار سے میرا واثق یقین ہے کہ محمد شاہ صاحب کی نسبت یہ چرچہ کہ وہ اجازت یافتہ نہ تہے سراسر بے سروپا ہے۔

ممکن ہے کہ کبھی محمد شاہ صاحب کے حالات ان کا کوئی مرید شائع کرے اسوقت امید ہے کہ جہاں ان کی زندگی کے تمام واقعات روشنی میں آئیں گے وہاں اس معرکۃ الآرا مسئلہ پر بھی بحث ہو جائے گی مجھے تو اسوقت شاہ صاحب کی وفات پر اپنے رنج و الم کو ظاہر کرنا مقصود ہے کچھ اور

محمد شاہ صاحب کی نمایاں اور مخصوص بات یہ تھی کہ وہ غریب و مسکین آدمی سے محبت ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسپر دل و جان سے فدا تھے رپھٹے پرانے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے لوگ ان کے آس پاس جمع رہتے تھے وہ ان کو روٹیاں کھلاتے تھے۔ کپڑے دلواتے تھے نقدی تقسیم کرتے تھے انکا دستور تھا کہ ہمیشہ غریبوں میں بیٹھکر دال روٹی کھاتے تھے۔ جہاں کہیں جاتے مسجد میں ٹھہرتے۔ ان کے مرید بڑے بڑے امیر تھے۔ مگر انہوں نے کبھی کسی کے ہاں قیام نہ کیا خدا کا گھر ان کا مسافر خانہ تھا۔

ان کی زندگی ہمیشہ چار درگاہوں کے سفروں میں بسر ہوئی تھی اجمیر شریف حضرت محبوب الٰہی۔ حضرت خواجہ قطب صاحب۔ حضرت بابا صاحب۔

اجمیر شریف کے عرس میں وہ ہر سال جاتے تھے اور غربا کو لنگر تقسیم کرتے تھے۔ پاکپٹن شریف میں بھی ہر سال کی حاضری تھی۔ اور وہاں انہوں نے متعدد عمارتیں فقرا و مشائخ کے قیام کے لیے بنوائی تھیں۔ حضرت خواجہ قطب صاحب کے عرس میں بھی ہر سال آتے تھے جہاں وہ بڑی دھوم سے غلاف شریف کا جلوس لے جاتے تھے۔

درگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ سے تو انکو خاص تعلق تھا۔ کیونکہ ان کے ابتدائی سلوک کا زمانہ اس درگاہ کی خدمت میں گزرا تھا اور یہیں ان کے شیخ حضرت حافظ وزیر محمد خاں صاحب اور دادا پیر حضرت میرزا بخش اللہ بیگ صاحب اور پردادا پیر حضرت حاجی لال محمد صاحب کے مزارات تھے۔

اس درگاہ میں ہر سال تین بار تو ضرور ہی حاضر ہوتے تھے ایک اپنے پیر کے عرس میں دوسرے حضرت امیر خسروؒ کے عرس میں۔ تیسرے حضرت محبوب الٰہی کے عرس میں۔ مگر ان تین موقعوں کے علاوہ بھی سال میں دو چار پھیرے

ان کے ہو جاتے تھے۔ درگاہ حضرت محبوب الٰہی میں سفیدی ہر سال وہی کراتے تھے۔

قصہ مختصر ہزارہا غریب ان کے دسترخوان سے فیضیاب ہوتے تھے۔ مسافر راہ خرچ پاتے تھے۔ شکستہ خاطر جنکو بڑی بڑی چملدار وردیوں کے پیر دیکھے دیدیتے تھے وہ محمد شاہ صاحب کی میٹھی بولی اور ہنس مکھ چہرہ سے تسلی پاتے تھے۔ یہی بات ہے جسکو یاد کرکے اگر آج تمام نظامیہ خاندان محمد شاہ صاحب کی وفات پر ماتم کرے تو زیبا ہے۔ گو ماتم بے صبروں کا کام ہے۔ غم وہ کرتے ہیں جنکو موت ڈراونی معلوم ہوتی ہے ہم لوگوں کے عقیدہ میں انسانی تکمیل مرنے سے ہوتی ہے اور مرکر وہ اپنی منزل محبوب تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن دنیا کی رسم اور فطرت انسانی کو دیکھا جائے تو محمد شاہ صاحب کے بچھڑنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے +

محمد شاہ نظامیہ خاندان کے فخر تھے۔ محمد شاہ کی ذات پر ہم سب نظامی بجا ناز کرتے ہیں۔ محمد شاہ جیسا فقیر اس چودھویں صدی میں کوئی دوسرے خاندان والا سامنے تو لائے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مذکورہ وصف معدوم نہیں تو کمیاب ضرور ہے +

اب یہ ظاہر کردینا بھی میرا فرض ہے تاکہ دوسرے اس سے نصیحت حاصل کریں کہ محمد شاہ صاحب سے میرے ذاتی تعلقات چند روز سے کشیدہ تھے۔ درمیانی حضرات کی مہربانیوں سے غلط فہمیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ مجھ سے نہ ملتے تھے میں ان سے نہ ملتا تھا دورسے صاحب سلامت ہوجاتی تھی۔ اگر کوئی شخص مجھ سے کہتا کہ شاہ صاحب تمہاری نسبت یہ خلاف بات کہتے تھے۔ تو میں جواب میں یہ کہہ دیتا تھا کہ سچ کہتے تھے۔ الغرض بات زیادہ نہ بڑھتی تھی۔ مگر دل میں کدورت ضرور باقی تھی + .

محمد شاہ صاحب کے اکثر مریدِ حلقہ کے ممبر تھے ان کے حقیقی نواسہ جو شاید ان کے جانشین ہوں میرے دوست تھے اور ملتے تھے۔ مگر رنجشوں کا ذکر زبان پر نہ آتا تھا۔ آج وہ اس عالم ظاہر سے تشریف لے گئے تو میں اختلافات کو جو مسائل پر مبنی تھے دل سے نکالتا ہوں۔ اگر ان کی زیادتی تھی تو خدا ان کو معاف کرے میں نے بھی معاف کیا۔ اور میری غلطی تھی تو میں بھی خدا سے معافی چاہتا ہوں۔ شاہ صاحب کی روح بھی درگزر کرے۔ اور ان کے بعد میں فخر کرتا ہوں کہ میرے سلسلہ نظامیہ میں آج بھی ایسے ایسے لوگ موجود ہیں جن میں سے آہ ایک بچھڑ گیا۔

حسن نظامی

وحدت و کثرت

ازعلامہ شبلی نعمانی

وحدت جسے کہتے ہیں وہ کثرت سے الگ ہے
یہ تفرقہ بے شبہ ہے مجھ کو نظر آتا

اس وہم کی دھوکے ہیں، مگر آپ نہ آئیں
احول ہوں مجھے ایک ہی دو نظر آتا

سیرت نبوی

عجم کی مدح کی عیسائیوں کی داستاں لکھی
مجھے چندے مقیم آستانِ غیر ہونا تھا

مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتم
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

قرآن کریم پر نئی روشنی

وہ مراسلہ جو داعی اسلام خواجہ کمال الدین صاحب نے لندن ٹائمز کے مضمون کے جواب میں اخبار مذکور کی ۵ مئی ۱۹۱۴ء کی اشاعت میں چھپوایا ہے:-

جناب من عنوان بالا پر جو آپ کے ۲۵ اپریل کے کالموں میں ایک مضمون شائع ہوا اُسے میں نے نہایت دلبستگی کے ساتھ پڑھا۔ اسمیں لکھا گیا ہے کہ کیمبرج میں ڈاکٹر منگانا نے ایک قدیم مسودہ کی بنیاد پر بعض مختلف عبارات اور بعض ایسی مزید عبارات دریافت کرلی ہیں، جو موجودہ قرآن میں نہیں۔ میں مسودہ کے قابل اعتبار ہونے پر تو سر دست کچھ لکھنا پسند نہیں کرتا۔ یہ امر پیش از وقت ہے۔ لیکن راقم مضمون نے ان اختلافات کے لیے بطور نمونہ جو کچھ پیش کیا ہے وہ کوئی عمدہ انتخاب نہیں اور اگر ڈاکٹر منگانا ہی اس انتخاب کا ذمہ وار ہے تو اس سے اُسکی علمی قابلیت چنداں باوقعت نظر نہیں آتی۔ آپ کے مضمون میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر منگانا نے ۵۳ صفحے پڑھ لیے ہیں۔ ان میں اس نے ۲۵ عبارات مختلفہ دریافت کرلی ہیں اور چار ایسی عبارات ہیں، جو موجودہ قرآن میں نہیں اور وہ ایسی ہیں کہ جو زید ابن ثابت کے نسخے سے بہتر ہیں۔ مثال کے طور پر سورت (بنی اسرائیل) کی پہلی آیت کو پیش کیا گیا ہے۔ موجودہ آیت قرآنی کے معنے تو یہ ہیں کہ ہم نے حرم (مسجد اقصے) کے گردونواح کو بابرکت کیا۔ حالانکہ ڈاکٹر منگانا نے جو دریافت کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم حرم (مسجد اقصے) کے آگے جھکے (یہ ٹائمز کی عبارت کا اقتباس ہے)

ایک معمولی سے معمولی سے لیاقت کا انسان بھی اپنی اس خاص دیانت کے اشتہار کے لیے اس آیت کو انتخاب نہ کرتا۔ اور میں ڈاکٹر منگانا کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس امر پر مزید غور کرے بیش ازیں کہ اپنی اس خاص شہرت کو جو اُسے بقول اس کے بطور پروفیسر السنہ مشرقیہ موصل کالج کے حاصل ہوگی معرض خطرہ میں ڈالے

قرآن کی قرأت میں مختلف قرأتوں کا دریافت کر لینا کوئی نئی دریافت نہیں ڈاکٹر منگانا اگر چاہے۔ تو میں اُسے بکثرت ایسے اختلافات قرأت عبارات قرآن مہیا کر دیتا ہوں لیکن وہ اس بات کو خوب یاد رکھے کہ قرآن میں اختلافات قرأت وہ معنی نہیں رکھتا۔ جو بائبل میں اختلافات قرأت سے مراد لیجاتی ہے قرآن کریم کی بعض آیات کی تو قریباً دس مختلف قرأئیں بھی ہیں لیکن یہ اختلاف محض قرآنی الفاظ کے تلفظ اور حرکات وسکنات تک محدود ہے۔ اس کا ذمہ وار عرب کے مختلف مقامات کا مختلف تلفظ ہے اور ان مختلف قرأتوں کا قطعاً کوئی اثر معانی پر نہیں پڑتا۔ میں یہاں مثال کے طور پر ایک آیت پیش کرتا ہوں جو ہر ایک سورہ کے شروع میں ہوتی ہے یعنے (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) میں یہاں اسکی تین قرأتیں دیتا ہوں اگرچہ تین سے بھی زیادہ قرأت ہیں (الف) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (ب) بسم اللہ الرحمٰنَ الرحیمَ۔ (ج) بسم اللہ الرحمٰنُ الرحیمُ۔ اسی طرح سورہ فاتحہ کی پہلی آیت کا آخری حصہ تین مشہور قرأتیں رکھتا ہے یعنی مالکِ یوم الدین، مَلکَ یوم الدینَ مَلاّکِ یوم الدین۔ لیکن ان قرأت مختلفہ سے معانی پر کوئی اثر نہیں رہا۔ ڈاکٹر منگانا کی دوسری بات متعلقہ سورہ ۷، ۱۰۔ آیت اوّل سو جو اس سے بظاہر غلطی ہوئی ہے اس کے سمجھنے کے لیے آپ کے ناظرین کو پہلے عربی عبارات کے طریق املا سے واقف ہونا چاہیئے۔ عربی زبان میں حرکات سکنات وغیرہ تحریر میں کبھی نہیں دی جاتیں۔ اور اگر کسی ضرورت پر دینی بھی ہوں

توحرکات وسکنات الفاظ کے متن میں نہیں دی جاتیں بلکہ لفظ کے اوپر یا نیچے۔ یہ حرکات وسکنات وغیرہ صرف ایسی کتابوں میں دی جاتی ہیں جو عجمی لوگ یا زبان عربی کے مبتدیوں کے لیے مقصود ہوتی ہیں۔ میں مثال کے طور پر تین حرف ب ر ک۔ لے لیتا ہوں جو برک کی شکل میں لکھے جاویں گے۔ ان تین حروف کو مختلف حرکات وسکنات کے ساتھ مختلف طریق پر پڑھا جاسکتا ہے۔ بَرَکَ۔ بِرک۔ بَرْک۔ بَرْکِ۔ بِرْک علیٰ ہذا القیاس عربی تحریر میں حرکات وسکنات تو نہ ہونگی۔ لیکن عبارت کا سیاق وسباق فوراً پڑھنے والے کو دکھلا دے گا۔ کہ کون سے حرکات وسکنات یہاں ضروری ہیں۔ اسلام جب تک عجمی قوموں میں نہیں گیا تھا تو اسکی عبارات پر بھی کتابت میں حرکات وسکنات نہ دکھلائے جاتے تھے لیکن جب عجمی قوموں میں اسلام پھیلا۔ اور قرآن کی ضرورت ہوئی تو پھر شاید یوسف بن حجاج کے زمانہ میں قرآن کریم کے متن پر یہ حرکات وسکنات دیئے گئے تھے +

اب اگر اس امر کو ذہن میں رکھ لیا جائے تو ڈاکٹر منگانا کی تجویز کردہ اختلاف آپ کے ناظرین اخبار کو ایسے نظر نہ آئیں گے۔ میں یہاں اول ساری آیت کا ترجمہ دے دیتا ہوں جو زیر بحث ہے۔

"پاک ہے وہ کہ لے گیا اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کیطرف جسکے گرد ونواح کو ہم نے برکت دی ہے"

اب اس آیت میں متنازعہ فیہ لفظ برکنا ہے جس کے معنے ہم نے برکت دی کئے ہیں لیکن اگر اس کو بَرَکْنَا پڑھا جاوے تو اس کے معنے ہو جاتے ہیں کہ ہم جھکے، اب قرآن کریم کے قدیمی نسخہ کو اٹھالو۔ جہاں حرکات وسکنات نہ دیئے ہوں۔ وہاں صرف ہم برکنا لکھا پا دیں گے۔ اس کو خواہ بٰرکنا یعنے ہم نے برکت دی۔ خواہ بَرکنا یعنے ہم جھکے پڑھو جیسا کہ سیاق وسباق عبارت کا منشا ہو

ہمارے پاس بہت سے ایسے وجوہ ہیں۔ کیا صرفی نحوی اور کیا اور جس کی رو سے ہم یہاں بَرکنا بمعنے ہم نے برکت دی یہاں پڑہیں گے۔ ڈاکٹر منگانا کی کتاب کے نکلنے پر ہم اُن وجوہ کو مفصل لکہیں گے۔ لیکن اگر کسی میں معمولی عقل اور عامیانہ فہم بھی ہو تو وہ ڈاکٹر منگانا کی تجویز کردہ قرات کبھی نہیں پڑہ سکتا ڈاکٹر منگانا کو یاد رکہنا چاہیئے کہ بَرکنا کا فاعل یہاں خدا ہے، انسان نہیں خدا کہتا ہے ہم نے مسجد اقصےٰ کے اردگرد کو برکت دی۔ نہ یہ کہ مسجد اقصےٰ کے اردگرد جھکے۔ خدا کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کسی مندر ہیکل یا مسجد کے سامنے جھکا، نہ صرف ایک نہایت ہی بیہودہ امر ہے۔ بلکہ یہ ایک پاجیانہ حملہ ہمارے اِس مسلم عقیدہ اور مفہوم پر ہے جو ہم خدا کے متعلق رکہتے ہیں۔ خدا کسی جگہ کو برکت تو دے سکتا ہے لیکن اُس کے آگے نہیں جھکا کرتا۔ یہ امر ہرگز قرآنی متن کو بہتر نہیں بناتا۔ ڈاکٹر منگانا نے بَرکنا کا فاعل انسان سمجھ لیا ہے۔ جس سے یہ غلطی واقع ہوئی ہے۔

اگر صرف بَرکنا کو سامنے رکہ کر اُس نے بَرکنا کی جگہ بَرکنا پڑھنا اور اُس پر ایک نئی دریافت کے اعلان کے لیے کود پڑنا ہے تو اُسے اس سودہ پردیدہ ریزی کرنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی قدیمی نسخہ قرآن جس پر حرکات و سکنات نہ ہوں وہ منگالے اور ایک دو نہیں سینکڑوں اختلافات تجویز کردے۔

کمال الدین

یوروپ کی نئی تحقیقات

ذیل میں وہ خیالات مختصراً درج کیے جاتے ہیں جو علامہ شبلی نے ڈاکٹر منگانا کی جدید تحقیقات کے متعلق ظاہر کیے ہیں۔ علامہ ممدوح مفصل کیفیت معلوم ہونے پر ایک مبسوط مضمون تحریر فرمائیں گے:-

قرآن مجید کے عدیم الصحت ہونے کا دعویٰ

لنڈن ٹائمز کے ایک آرٹیکل (مورخہ ۵ اپریل ۱۹۱۴ء) میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کے چند ایسے نہایت قدیم اجزا ہاتھ آگئے ہیں جو موجودہ قرآن شریف سے مختلف العبارت ہیں اور جنکی صحت پر موجودہ قرآن سے زیادہ اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید نے اہل کتاب کو جو سب سے بڑا طعنہ دیا تھا وہ اُن کا شیوہ تحریف تھا جسکی بدولت توراۃ اور انجیل ہمیشہ تغیر اور تبدل کے مختلف قالب بدلتی رہتی تھی۔ اور جسکی بدولت آج یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا ہے کہ یہ آسمانی صحائف صحت کے لحاظ سے زمینی کتابوں کے ساتھ بھی برابری کا دعویٰ کرسکتے ہیں یا نہیں۔

دشمن کے لیے جواب کا سب سے آسان طریقہ برابر کا جواب ہے لیکن باوجود اس کے کہ عیسائیوں نے قرآن مجید پر ہر طرح کے اعتراضات کیے۔ یہاں تک کہ یورپ کے بہت سے مستشرقین کو قرآن مجید کی کمال بلاغت سے بھی انکار ہے۔ تاہم آجتک یہ دعوے نہیں کیا ہے کہ موجودہ قرآن کے سوا قرآن مجید کا کوئی اور بھی نسخہ ہے۔ جو اِس قرآن سے مختلف ہے۔

مذکورالصدر آرٹیکل پر ابھی کچھ لکھنا قبل از وقت ہے اس لیے اس آرٹیکل میں ظاہر کیا گیا ہے کہ کیمبرج کا یونیورسٹی پریس چند روز میں وہ مسودات شائع کرے گا اس لیے جب تک وہ مسودات شائع نہ ہو جائیں تفصیلی طور سے اس کے متعلق بحث نہیں ہو سکتی۔ شائع ہونے کے بعد آسانی سے یہ فیصلہ ہو سکے گا کہ وہ مسودات کس زمانہ کے ہیں ان کی صحت پر کہاں تک اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ اعتبار کی کیا وجوہ ہیں؟ قدامت میں کیا شہادتیں ہیں کس قسم کے اختلافات ہیں ان مسودات پر عیسائیوں کا دست تصرف کہاں تک پہنچتا ہے؟

تاہم جسقدر اس آرٹیکل کے متعلق ابھی سے بحث کیجا سکتی ہے۔ اس کے لیئے سب سے پہلے اس کے مندرجہ بیانات کا خلاصہ لکھ دینا چاہیئے اور وہ حسب ذیل ہے۔

جو حصص قرآن مجید کے دستیاب ہوئے ہیں انپر علاوہ قرآن کے اور تحریریں بھی ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ قدیم زمانہ میں جب سامان نوشت و خواند کمیاب تھے۔ تو اکثر پرانی قلمی کتابوں پر جو بیکار سمجھی جایا کرتی تھیں دوسری ضروری تحریروں کا اندراج ہو جایا کرتا تھا۔ اور اس طور پر ایک ہی وقت میں مختلف کتابیں موجود ہوتی تھیں۔ ٹائمز کی عبارت اگرچہ صاف نہیں ہے لیکن اس سے مترشح ہوتا ہے کہ کیمبرج کے مذکورہ اوراق میں تین مختلف کتابیں مختلف زمانہ کی لکھی ہوئی موجود ہیں۔ ان میں سب سے قدیم تحریر جیسا کہ ٹائمز سے مستنبط ہوتا ہے پروٹی وینجیلیم اور ٹرینزٹس میری کی عبارات ہیں جو سریانی زبان میں ہیں۔ دوسری عبارت جو دراصل مذکورہ بالا تحریر کے بعد اوس کے اوپر لکھی گئی ہے۔ قرآن شریف کی عبارت ہے تیسری تحریر جو اس کے بعد کی ہے وہ عیسائی مقدسین کی بعض تحریروں کا اقتباس ہے اور یہ عبارت بھی عربی زبان میں ہے۔ اس طور پر گویا ایک سطح پر تلے اوپر تین مختلف تحریریں

موجود ہیں جو ایک دوسرے کو کسی قدر ڈھکے ہوئے ہیں۔ اور اس طرح اوپر کی تحریر کی وجہ سے نیچے کی عبارت دھندلی پڑ گئی ہے۔

(۲) ان مسودات کو ٹائمز ساتویں صدی کے آخر یا آٹھویں صدی کی ابتدا کا بتاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی تحریر یعنی سریانی زبان کی دو کتابیں اسی زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں۔

(۳) تیسری تحریر یعنی عیسائی مقدسین کی عربی عبارت کی طرز تحریر کے متعلق عیسائی برٹش میوزیم کے ماہرین کی رائے ہے کہ وہ نویں صدی کی لکھی ہوئی ہے

(۴) ڈاکٹر منگانا نے ثابت کیا ہے کہ اوراق مذکور تین یا زائد ماخذوں سے حاصل کئے گئے ہیں جن میں سے بعض ماخذ اس وقت سے پہلے کے ہیں جب حضرت زید بن ثابت نے مروجہ نسخہ قرآن کو ترتیب دیا تھا۔

(۵) ڈاکٹر منگانا نے ۳۵ صفحے مطالعہ کئے ہیں اور ان میں کم از کم موجودہ قرآن سے ۲۵ اختلافات پائے ہیں اور چند ایسی آیتیں ہیں جو موجودہ قرآن میں ہیں لیکن ان صفحات میں نہیں۔

(۶) ڈاکٹر منگانا کے نزدیک ان صفحات کا بیشتر حصہ زید کے مرتب کردہ قرآن سے ترقی یافتہ ہے۔ مثلاً قرآن میں جو آیت ہے (بارکنا حولہ) اس کی بجائے ان صفحات میں جو لفظ ہیں ان کا ترجمہ ہے۔ جب کہ حرم کے گرد ہم جھکے"۔

(ب) بیانات مذکورہ بالا میں چند امور قابل لحاظ ہیں جن لوگوں نے یورپ کے پچھلے زمانہ کی تاریخ پڑھی ہے اور عیسائیوں کی حیرت انگیز تصنیفات کے واقعات مطالعہ کئے ہیں جن کی تفصیلات پروفیسر ہنسری دی کاسٹری فرنچ مصنف کی کتاب میں موجود ہیں جس کا ترجمہ عربی زبان میں مصر سے شائع ہو چکا ہے وہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی کوئی مذہبی کتاب عیسائیوں کے

ہاتھ آکر ہر قسم کی ناجائز کوششوں سے کہاں تک محفوظ رہ سکتی ہے۔ ہم نے وہ تحریریں دیکھی ہیں جن کی نسبت یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ آنحضرت نے عیسائیوں کے لیے لکھی ہیں۔ اور وہ بعینہ محفوظ ہیں۔ ان تحریروں کے فوٹو شائع کئے گئے ہیں۔ اور ان کا اصلی مخرج عیسائیوں کی قدیم خانقاہیں یا گرجا بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک تحریر بھی اصلی اور واقعی نہیں ہے اور فن حدیث کا معمولی صاحب مذاق بھی ان کے جعلی ہونے کو یک نظر معلوم کر سکتا ہے۔ تاہم یورپ کے مستشرقین انکو صحیح اور اصلی نوشتے خیال کرتے ہیں۔

(۳) جو آیت اختلاف کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ افسوس ہے کہ اصلی عربی عبارت نقل نہیں کی ہے بلکہ اس کا ترجمہ لکھا ہے یعنی جب کہ "حرم کے گرد ہم جھکے" قرآن مجید میں جو الفاظ ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے "جسکو ہم نے برکت دی" اس بنا پر ڈاکٹر منگانا یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مفروضہ قرآن موجودہ قرآن مجید سے مختلف ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر اصل عربی عبارت نقل کرتے تو ہم آسانی سے اسکی نسبت کوئی رائے قائم کر سکتے۔ تاہم یہ قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید میں "برکنا" کا جو لفظ ہے اسی کا غلط ترجمہ کر دیا ہے۔ قرآن مجید کی رسم خط میں بارکنا کا لفظ بغیر الف کے لکھا جاتا ہے یعنی برکنا۔ قدیم زمانہ میں قرآن مجید پر زیر و زبر مدّ وغیرہ نہیں ہوتے تھے زیر و زبر لکھنا حجاج بن یوسف کے زمانہ سے شروع ہوا ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ کسی قدیم نسخہ میں برکنا کا لفظ اسی طرح لکھا ہو کہ اس پر الف ممدودہ نہ ہو اور اسی لیے ڈاکٹر صاحب نے اس کو برکنا پڑھا ہو جس کے معنے بیٹھنے اور لیٹنے اور جھکنے کے ہو سکتے ہیں اور اس بنا پر بجائے "برکت کے" اس کا ترجمہ "جھکنا کر دیا"۔

(۴) جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اوراق مذکورہ کا ماخذ حضرت زید بن ثابت کے

زمانہ سے پہلے کا ہے۔ وہ اس کے ثبوت میں کیا دلائل پیش کرسکتا ہے۔ کیا ان اوراق پر کتابت کی تاریخ لکھی ہے؟ کیا کاغذ کی کہنگی یا خط کی شان سے کتابت کا ٹھیک زمانہ تعین ہوسکتا ہے؟ کیا ڈاکٹر منگانا یا کوئی اور صاحب ان اصول شہادت کے معیار سے اپنے دعوے کو ثابت کرنے پر آمادہ ہیں۔ ان تمام امور کو معلوم کرنے کے لیے ہمیں اوراق مذکور کی اشاعت کا انتظار کرنا چاہیئے۔"

قرآن مجید کی تدوین کی کیفیت

اس موقع پر ہم مختصر اور سادہ طور پر قرآن کے مرتب اور مدون ہونے کے واقعات درج کرتے ہیں جن سے اس مسئلہ پر روشنی پڑ سکتی ہے کہ ڈاکٹر منگانا کی تحقیق کہاں تک صحیح ہوسکتی ہے۔

جس زمانہ میں قرآن مجید نازل ہوا تمام عرب میں اشعار اور خطبات کی زبانی محفوظ رکھنے کا عام رواج تھا۔ آج شعرائے جاہلیت کے بیسیوں دیوان موجود ہیں جو بنو اُمیہ کے ابتدائی عہد تک مطلق قلمبند نہیں ہوئے تھے۔ (مثلاً دیوان امراء القیس۔ دیوان سموئل بن عادیا۔ دیوان زہیر بن ابی سلمی۔ دیوان نابغہ ذبیانی۔ دیوان عتنرہ العبس۔ دیوان حاتم طائی وغیرہ) یہ تمام دیوان اسلام سے پہلے کے ہیں۔ اور اسلام کے بعد بھی ایک مدت تک یہ درج تحریر نہیں ہوئے لیکن سینکڑوں ہزاروں اشخاص ان کو زبانی محفوظ رکھتے تھے اور جب قلمبند ہوئے تو اس صحت کیساتھ قلمبند ہوئے کہ بجز شاذ مثالوں کے اختلاف نسخ کی بھی نوبت نہیں آئی۔ جو قومیں لکھی پڑھی نہیں ہوتیں ان کے حافظے عموماً نہایت قوی ہوتے ہیں۔ اور عرب اس خصوصیت میں تمام قوموں سے اور بھی زیادہ ممتاز تھے۔

آنحضرتؐ پر جب قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو پہلے بہت چھوٹی چھوٹی سورتیں اتریں جو لوگ اسلام کے حلقہ میں داخل ہوتے تھے ان کا پہلا کام قرآن مجید کی نازل شدہ آیتوں اور سورتوں کا محفوظ رکھنا ہوتا تھا۔ کثرت سے ایسے صحابہ تھے جن کو پورا قرآن مجید محفوظ تھا۔ جنگ یمامہ میں جو صحابہ شہید ہوئے ان میں سے ستر ایسے تھے جنکو پورا قرآن مجید یاد تھا حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ میں نے ستر سورتیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سیکھی تھیں۔

قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا سب سے بڑھکر ثواب کا کام ہے۔ بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم میں وہ شخص رتبہ میں سب سے بڑھکر ہے جو قرآن سیکھے یا سکھائے اس بنا پر ہر مسلمان نہایت اہتمام اور شوق سے قرآن مجید سیکھتا اور سکھاتا تھا حضرت عبداللہ بن عباس نے دس برس کی عمر میں سورہ حجرات سے لیکر اخیر قرآن تک آنحضرت کے زمانہ ہی میں یاد کر لیا تھا ایک غریب شخص نے آنحضرتؐ کے سامنے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی آپ نے دریافت فرمایا کہ تمھارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے انھوں نے کہا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا تم کو کچھ قرآن زبانی یاد ہے؟ بولے ہاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ نے فرمایا تو یہی سورتیں بجائے مہر کے ہیں۔ اور میں اسی پر تمھارا نکاح پڑھا دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری میں یہ واقعہ بہ تفصیل مذکور ہے)

غرض عرب کی قوت حافظہ قرآن مجید کے یاد رکھنے کی فضیلت آنحضرت کی ترغیب و تاکید قرآن مجید کی عبارت کی دلآویزی تعلیم قرآن کا اہتمام یہ سب اسباب ایسے تھے جنکی وجہ سے خود آنحضرت ہی کے زمانہ میں پورا قرآن مجید یا اس کا بڑا حصہ سینکڑوں اشخاص کو یاد تھا +

تحریر و کتابت

باایں ہمہ صرف زبانی حفظ پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ جب قرآن مجید نازل ہوتا تھا تو آنحضرت کسی صحابی کو حکم دیتے تو وہ قلمبند کر لیتے تھے۔ مکہ معظمہ میں گو لکھنے کا رواج اسوقت تک کم تھا۔ تاہم آنحضرت کی بعثت سے پہلے خاص مکہ میں ۱۷ شخص اس فن کے ماہر تھے۔ ان میں چاروں خلفائے راشدین بھی تھے جب آنحضرت مدینہ منورہ چلے آئے اور جنگ بدر میں قریش کے چند پڑھے لکھے آدمی (جو اسوقت تک کافر تھے) گرفتار ہوئے تو آنحضرت نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ مدینہ میں لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں اور یہی ان کا زر فدیہ ہوگا۔ یعنی اس کے بعد وہ رہا کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت زید ابن ثابت نے جو مشہور کاتب وحی تھے اسی طریقہ سے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔

بہرحال مدینہ منورہ میں لکھنا پڑھنا عام طور پر رائج ہو گیا یہاں تک کہ حضرت زید نے آنحضرت کے ارشاد سے عبرانی اور لاطینی زبان بھی سیکھ لی۔

اب تحریر کا اس قدر رواج ہو گیا تھا کہ قرآن مجید کے علاوہ بعض صحابہ (حضرت عبداللہ بن عمرو) آنحضرت کے ارشادات بھی قلمبند کر لیا کرتے تھے حضرت ابوہریرہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ کثیر الروایۃ ہیں۔ لیکن بخاری میں خود ان کا قول مذکور ہے کہ عبداللہ بن عمرو مجھ سے بھی زیادہ کثیر الروایۃ ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ میں لکھتا نہ تھا اور وہ آنحضرت سے جو سنتے تھے اسیوقت لکھ بھی لیا کرتے تھے۔

غرض آنحضرت کی زندگی ہی میں پورا قرآن مجید قلمبند ہو چکا تھا۔ البتہ کسی ایک مجموعہ میں جمع نہیں ہوا تھا۔ اور سورتوں میں باہم کوئی ترتیب نہیں

قرا پائی تھی لیکن ہر سورۃ کی تمام آیتیں مرتب و قلمبند ہو چکی تھیں۔ قرآن مجید کے مدون اور مرتب ہونے کی تاریخ یہ ہے کہ آنحضرت کی وفات کے بعد جب غزوہ یمامہ میں اکثر حفاظ قرآنی نے شہادت پائی تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ قرآن جمع کرا دیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زید بن ثابت کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کتابت وحی کا کام کرتے تھے بلا کر یہ خدمت سپرد کی حضرت زیدؓ نے غایت اہتمام سے اس کام کو انجام دیا۔ جہاں جہاں تحریری اجزا تھے۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر مہیا کئے۔ یہاں تک کہ ہڈیوں۔ پتھر کے ٹکڑوں اور کھجور کے تختوں پر لکھے ہوئے اجزا بہم پہونچائے۔ یہ التزام کیا کہ تحریر کے ساتھ زبانی شہادت بھی لیتے تھے۔ یعنی وہ تحریری عبارت لوگوں کو زبانی بھی یاد ہے یا نہیں اس طرح پورا قرآن مجید مرتب ہوا۔ سورتوں کی ترتیب اُن کے نازل ہونے کے زمانہ کے لحاظ سے نہیں رکھی بلکہ زیادہ تر سورتوں کے مطول و مختصر ہونے کا لحاظ رکھا یعنی بڑی سورتیں پہلے رکھی گئیں متوسط ان کے بعد اور مختصر سب سے اخیر یہ نسخہ حضرت حفصہؓ (آنحضرت کے حرم محترم اور حضرت عمرؓ کی صاحبزادی) کے گھر میں رکھوا دیا گیا۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں جب قرآن مجید کی کثرت سے نقلیں شائع ہونے لگیں تو اختلاف نسخ پیدا ہوا اس بنا پر حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے مکان سے وہ نسخہ منگوا کر متعدد نقلیں کرائیں اور اسلام کے بڑے بڑے صوبوں میں بھجوا دیں کہ تمام نسخے ان کے مطابق نقل کئے جائیں حضرت عثمانؓ نے یہ بھی حکم دیا جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ جو نسخے اس نسخے کے مطابق نہوں وہ ضائع کر دیے جائیں۔ صحیح بخاری کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

وارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا وامر بما سواہ من القرآن فی

کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق (صحیح البخاری باب جمع القرآن)

(ترجمہ) اور جو نسخے تیار ہوئے ہیں وہ ہر اُفق (صدر مقامات) میں بھجوادیے اور حکم دیا کہ ان کے سوا کسی صحیفہ میں جو ملے وہ جلا دیا جائے

واقعات مذکورہ بالا سے جو اہم نتائج حاصل ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) قرآن مجید خود آنحضرتؐ کے زمانہ میں بہت سے صحابہ کو زبانی یاد تھا۔

(۲) قرآن مجید کا ایک جملہ بھی ایسا باقی نہیں رہا جو آنحضرت کے زمانہ میں قلمبند نہ کر لیا گیا ہو۔

(۳) حضرت ابوبکر نے حضرت زید بن ثابت کے اہتمام سے قرآن مجید کا جو نسخہ مرتب کرایا وہ تحریری نوشتوں سے مرتب ہوا تھا جسکی تصدیق ان لوگوں سے بھی کرائی جاتی تھی۔ جو قرآن مجید کے کلاً یا جزاً حافظ تھے۔

آنحضرت کے زمانہ میں تمام سورتیں مرتب ہو چکی تھیں اور ان کی الگ الگ نام قائم ہو چکے تھے۔ البتہ سورتوں میں باہم تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے ترتیب نہیں دیگئی تھی یہ ترتیب حضرت زید بن ثابت نے قائم کی۔

(۴) جو نسخے ایسے تھے جن میں کاتبوں کی غلطی سے کچھ تغیر ہو گیا تھا حضرت عثمان نے ان سب کو جلوا دیا +

نتائج مذکورہ کے بعد اب سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر منگانا جن ماخذوں کو حضرت زید۔ اور حضرت عثمانؓ سے پہلے کا بتاتے ہیں۔ ان کی صحت کے کیا دلائل پیش کر سکتے ہیں جب یہ ثابت ہے کہ حضرت زیدؓ نے انتہائی تفحص استقرار تلاش اور تمام صحابہ کی متفقہ کوشش سے وہ نسخہ مدون کیا تھا جب یہ ثابت ہے کہ حضرت عثمان نے وہ تمام مصاحف ضائع کر دیے جو حضرت زید کے نسخوں کے مطابق نہ تھے جبکہ قرآن مجید کا ایک ایک حرف ابتدا سے آجتک بہ تواتر

محفوظ چلا آیا تو کیا ایک ڈاکٹر منگانا" کا بلادلیل استنباط تمام عظیم الشان شہادتوں کے مقابلہ میں ایک ذرہ بھی وقعت رکھتا ہے؟

ہم نے اس مضمون کو نہایت اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔ جب کبھی سینٹ جج پریس اپنے کاغذات شائع کرے گا اُس وقت ہم اُس کو بتادیں گے کہ قرآن مجید ہزاروں دلائل سے بھی انجیل نہیں بن سکتا۔

شبلی نعمانی

نعت

کس منہ سے نبیؐ آپ کی تعریف ادا ہو
بس ختم اسی پر ہے کہ محبوبِ خدا ہو

ہم بھی ہیں غلاموں میں تمہارے شہِ والا
ہم پر نظرِ لطف و کرم روزِ جزا ہو

جنت کی بہار آنکھوں میں کس طرح سمائے
جب پیشِ نظر اپنے مدینے کی فضا ہو

دل کی یہ تمنا ہے خدایا کہ مری روح
پڑھتی ہوئی کلمہ تنِ خاکی سے جدا ہو

کیا ہجر میں فریاد کروں دل ہے شکستہ
ممکن نہیں ٹوٹے ہوئے شیشہ میں صدا ہو

ساغر مئے تسنیم کا اے ساقی کوثر
ہم تشنہ لبوں کو پئے شبیر عطا ہو

حل ساز نہ کونین کی تھی حق کا ہوتا
تم نکتہ کُن کے بخدا عقدہ کشا ہو

ہاں کفر کی ظلمت کو کیا جس نے کہ کافور
تم انجمن دہر کے وہ شمع ہدے ہو

مقصود جو عشقِ شہِ والا میں مرو میں
حاصل مجھے اوسدم مزۂ آبِ بقا ہو

خاکسار محمد عبدالحق مقصود

مناجاتِ نود ونہ نام باری تعالیٰ

عزّ اسمہٗ

اے خداوند قاضی الحاجات　　عالم الغیب سامع الدعوات
تیری شانِ الوہیت کے گواہ　　پڑھتے ہیں لا الٰہ الا اللہ
وحدہٗ لاشریک تیری ذات　　ہیں سمیع و بصیر تیری صفات
تو وہ رحمٰن ہے رؤف و رحیم　　تجھکو کہتے ہیں سب حلیم و کریم
ملکِ واحد واحد ہے تو　　واجد و ماجد و صمد ہے تو
تو ہے قدوس ہر زوال سے پاک　　میں ہوں اک بے ثبات مشتِ خاک
مؤمن و یا مہیمن و غفار　　رکھ لے پردہ کہ ہے تو ہی ستار
جابروں کے لیے ہے تو جبار　　قاہروں کے لیے ہے تو قہار
مالک الملک یا حفیظ و سلام　　قادر ذو الجلال والاکرام
اِک نئی شان ہے تری ہر آن　　متکبر بھی ہے تری اک شان
حاکم مطلق و حکیم ازل　　حق یہ ہے تو ہے حق عز و جل
حکم و عدل و مقسط عادل　　رحم ہے تیرے عدل میں شامل
یا عفو و شکور و رب غفور　　تیرا بندہ ہوں معترف بہ قصور
تو ہی سب کا وکیل تو ہی کفیل　　خالق انس و جاں خدائے جلیل
تو ہے فتاح فاتح الابواب　　تو ہی رزاق کل ہے یا وہاب
بر تواب یا لطیف و ودود　　صانع باکمال اصل وجود
وہ مصور ہے تو کہ یا بارئ　　برگ و گل میں ہے تیری گلکاری

نقش ہر دل میں تیرا اسم جلی — جامع و مانع و متین و ولی
خافض و رافع و علی کبیر — قابض و باسط و علیم و خبیر
حی قیوم و یا عظیم و قوی — یا عزیز و غنی و یا مغنی
مقتدر منتقم رقیب و حسیب — یا معز یا مذل قریب و مجیب
واسع و مبدی و معید و مجید — باعث و ہادی و شہید و حمید
یا مقیت و ممیت و یا محیی — متعالی و والی و محصی
تو ہی اول ہے تو ہی آخر بھی — تو ہی باطن بھی تو ہی ظاہر بھی
تو مقدم بھی ہے مؤخر بھی — دونوں عالم ہے تیرا مظہر بھی
نافع و ضار و بدیع و نور — باقی و وارث و رشید و صبور
تیرے ہر پاک نام کا صدقہ — تیرے پیارے کلام کا صدقہ
تیری ذات و صفات کا صدقہ — سرور کائنات کا صدقہ
بطفیل رسول و آل رسول — بطفیل علیؓ بحق بتول
بطفیل صحابہ عظامؓ — پے ارواح اولیائے کرام
از پے غوث اعظم جیلاں — شاہ و درویش و سید و سلطاں
نور عینین فاطمہؓ و علیؓ — جس کے زیر قدم ہر ایک ولی
از پے خواجہ معین الدین — مشعل دین چراغ روئے زمیں
ہند میں نائب شہ مدنی — سنجری و حسینی و حسنی
ہر ابدال و از پے اوتاد — پے زہاد و صالحین عباد
یارب ان خاصگاں کے سب طفیل — جتنے پیارے ہیں تیرے سب کے طفیل
جیتے جی رکھ تو اپنے در کا فقیر — خیر ایمان کی ہو وقت اخیر
نزع میں آئے جب لبوں پہ دم — ذکر تیرا زباں پہ ہو بہم

روح نکلے بدن سے شکل بو | لب پہ ہو لا الٰہ الا ھو
جب لحد میں لٹا چکیں احباب | ہو نکیرین سے سوال و جواب
صاف کہدوں یہ لیکے تیرا نام | کہ خدا کے حبیب کا ہوں غلام
دیکھ لوں جلوۂ جمال نبی | پھر فرشتے بھی دنگ ہوں تو سہی
قبر سے جھومتا اٹھوں جس دم | نشر کا ڈر نہ حشر کا ہو غم
سر پہ سایہ ہو ابر رحمت کا | ساتھ ہو شافع قیامت کا
آگے آگے ہو پیشوائے امم | پیچھے ہوں ہم قدم بقدم
اطلاع ہو کھلیں سرے باغ جناں | بڑھکے طوبیٰ لکھے ہے رضواں
شاخ طوبیٰ جھکے پے تعظیم | حوریں صف باندھکر کہیں تسلیم
دوڑے ہر موج چشمۂ کوثر | لے کے لبریز نور ساغر زر
شجر میوہ دار بھی جھک جائیں | ثمر تازہ خود ٹپک کر آئیں
پائیں روحیں وہ لذت بہم | بھوک کی فکر ہو نہ پیاس کا غم
مختصر یہ ہے ہو ہوا نہ ہوس | کیا کہے گا شفق اب آگے بس
آنکھیں ہوں اور ہو ترا دیدار | چشم عاشق ہو اور جلوۂ یار

سب مرادیں حصول ہوں آمیں
یہ دعائیں قبول ہوں آمیں

شفق عمادپوری

آجتک آپنے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں کوشش نہیں کی تو نہ سہی۔
لیکن اب ضرور مشغال ہونا چاہئے۔ ایڈیٹر

نیاز شاد[1]

بخدمت حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

اجمیر اے میرے پیارے اجمیر — آنکھوں کے میرے تارے اجمیر
کیوں تیری جہاں میں ہو نہ عزت — ہے چرخ سے بڑھکے تیری رفعت
کعبہ ہے تو چشتیوں کا بے شک — قبلہ ہے بہشتیوں کا بیشک
ہے خواجۂ چشت کا تو مسکن — ہے بلبل چشت کا تو گلشن
تو ہے مرے اُس صنم کا مندر — کہتے ہیں جسے حبیب داور
ہے ہند کے شاہ کا تو دربار — وہ شاہ جو ہند کا ہے مختار
ہے چرخ سے بڑھکے تیرا ایوان — تجھ پر ہیں نثار کفر و ایمان
مٹی تری ہے خاک جنت — تیری ہے دور دور شہرت
ہر ہر کوچہ ترا گلستاں — نزہت افزا ہے کیا تری شان
قبلہ ہے تو ہی تو واصلوں کا — کعبہ ہے تو ہی تو کاملوں کا
بے مثل ہے تیرا جو مکین ہے — ایسا کوئی دوسرا نہیں ہے
نور نظر حسین موسے — جن کا رتبہ ہے سب سے اعلیٰ
اُس نوشہ کا بنگلہ ہے خلوت — ہے جس میں ظہور نور وحدت
کثرت میں بھی شان ہے یکی — وحدت میں بھی جان ہے اسکی

---

[1] یہ نظم جناب مہاراجہ صاحب بہادر نے ہماری درخواست پر خواجہ نمبر کے لیے لکھی تھی۔ مگر دیر میں پہنچی اس لیے اب شائع کیجاتی ہے۔ واحدی

ارواح ۔ مثال ۔ اور شہادت | وحدت میں ہیں یہ ساری کثرت
لازم ہے تیرا طواف اُن کو | جو دل سے نہ سمجھیں ایک کو دو
جو کوئی کرے تری زیارت | حاصل بے شک کرے سعادت
اسواسطے واں حضور آئے | شہزادوں کو اپنے ساتھ لائے
وہ کون جو ہیں دکن کے والی | یعنے مرے بندگانِ عالی
احمد صادق ۔ جلیل ۔ افسر | اسٹاف تہا ساتھ سب ہاں پر
افسوس تہا مگر وہاں شاد | کیوں شاد بہلا کرے نہ فریاد
وہ کون! کہو گدائے خواجہ | دل باختہ لقائے خواجہ
وہ کون! کہو فقیر اجمیر | محروم درِ امیر اجمیر
خواجہ سے یہ مجھے گلا ہے | شکوہ میرا جو ہے وہ بجا ہے
تڑپوں میں یہاں برائے خواجہ | اور واں نہ مجھے بلائے خواجہ
کیوں اسکو تڑپ فراق کی دی | محزوں شاد آپکا تہا یوں ہی
کس بات پہ ہو گئے خفا تم | کیا میرے نہیں ہو مدعا تم
کیا تم پہ نہیں ہے زور میرا؟ | کیا تم میرے نہیں ہو مولی ؟
کیا تم نہیں میرے ناز بردار؟ | کیا میں نہیں بندۂ وفادار؟
کیا آپ نہیں ہیں بندہ پرور؟ | کیا میں نہیں جان نثار واحقر؟
کیا اپنا مجھے نہیں کہا تھا؟ | کچھ تم نے مجھے نہیں دیا تھا؟
اقرار نہیں کیے تھے مجھ سے | ہوں گے پورے اساد دل کے
رویا میں جمال بھی دکھایا؟ | سر میرا سینے سے لگایا ؟
کیا پاس نہیں مجھے بٹھایا ؟ | دیکھا نہیں میں نے کیا تماشا؟
مدت ہوئی پیر سے ملایا ؟ | لب پر اُن کے تبسم آیا؟

جو کچھ فرمایا تھا اُنہوں نے — کیا آپ نہیں ہیں واقف اُس سے
منظور نظر نہیں تھا میں کیا — کیا اب بھی نہیں تمہارا بندا
کیوں بھول گئے بتا مجھے کہو تم — خواجہ اس کا جواب دو تم
کیا تمکو یہہ تھا بھلا سزاوار — یوں دل سے مجھے بُھلاتے سرکار
بس اب بلوا و جلد سرکار — میرے مولی میرے سردار
صورت جلدی دکھاؤ اپنی — مجھکو خواہش ہے بس اسی کی
وعدے جو کیے ہیں پورے کر دو — دامن مرا موتیوں سے بھر دو
دیکھو مجھے تم نہ بھول جاؤ — اپنا جو کہا ہے کر دکھاؤ
کیجئے للہ دستگیری — دیجے اب خلعت فقیری
میرا کھیوا لگا دو تم پار — میرے مالک ہو میرے سرا
یہہ وقت ہے بس مری مدد کا — ظاہر ہے نہیں تم سے اخفا
تم حال سے میرے ہو خبردار — نازک ہے وقت میرا سرکار
میرا ہے بال بال دشمن — کس طرح رہوں میں اُس سے ایمن
کشتی ہے شکستہ اور طوفاں — تم ہو مرے حافظ و نگہبان
مظلوم ہوں میری دیجئے داد — خواجہ مری آپ سے ہے فریاد
ظاہر کی اگر گئی وزارت — باطن کی دیجے بادشاہت
مجھکو عرفاں کا دیجے اک جام — ہے مست الست یہہ ہی آشام
پی کر ہو جائے خوب سرشار — کھلجائیں غیب کے سب اسرار
اپنے کو تا کروں فراموش — ایسا مجھکو بناؤ مدہوش

ناشاد کو شاد کیجئے گا
دل کو مرے آباد کیجئے گا

نیاز

صدائے درویش

ہوا سیر وطن سے جب دل سیر ۔ حیدرآباد سے چلا اجمیر

باب گردوں جناب تک پہونچا ۔ نجم بخت آفتاب تک پہونچا

در اقدس پہ رکھ کے روئے نیاز ۔ عرض کی یہ کہ یا غریب نواز

ہے ترے در سے فیضیاب جہاں ۔ آج کس پر نہیں ترا احسان؟

اے ترا خسروان ہفت اقلیم ۔ دست بر کش بہ بارگاہ مقیم

خلق پیش خلق نیست رو ماہ ۔ داغ مہر تو بود زیب جباہ

کس نبود از حریف دعوت اللہ ۔ ذکر رخ تو در افواہ

اے توی رہبر ضلال گمراہ ۔ شاہد لا الٰہ الا اللہ

شدہ من بند باب خیر و صواب ۔ افتح یا مفتح الابواب

رات دن مبتلائے عصیاں ہوں ۔ شکل زلف سیہ پریشاں ہوں

کوئی دنیا میں دستگیر نہیں ۔ ہم جوانوں کا کوئی پیر نہیں

کوئی اتنا نہیں کہ راہ پہ لائے ۔ کوئی اتنا نہیں کہ راہ دکھائے

ہاں عبادت میں دل نہیں لگتا ۔ ہاں تلاوت میں دل نہیں لگتا

ہر شب اتفاق سے سازم ۔ کہ بہ شب با خدائے پردازم

شب چو عقد نماز بر بندم ۔ چہ خورد بامداد فرزندم

اب کسے رہنما کرے کوئی؟ ۔ ایسی حالت میں کیا کرے کوئی؟

ہاں حضور آپ کو خدا کی قسم ۔ شاہ لولاک مصطفےٰ کی قسم

بےخبر کی بھی لیجئے گا خبر ۔ خوگر معصیت پہ بھی ہو نظر

خواجۂ خواجگان معین الدین! — کچھ ہمارے لیے بھی ہو کہ نہیں؟
کچھ ہمیں بھی بھلا عطا ہو گا — ہاں بھلا کر ترا بھلا ہو گا
دیجئے عقل حق شناسی کی — کیجئے شکل کچھ نکاسی کی
سب غریب و امیر آتے ہیں — فیض اس آستاں سے پاتے ہیں
آتے ہیں یاں تونگر و محتاج — ہوتا ہے سب کے درد دل کا علاج
حق تعالیٰ کے ظل ہو تم خواجہ! — مرہم زخم دل ہو تم خواجہ!
بھولے بھٹکوں کے رہنما ہو تم — دارو ے درد لا دوا ہو تم
مظہر ذات حق تعالے ہو — ہم نے مانا کہ تم مسیحا ہو
پر مجھے تم سے کچھ نہیں حاصل — میں نہیں ایسے فیض کا قائل

ابن مریم ہوا کرے کوئی
مرے دکھ کی دوا کرے کوئی

آئی لحد میں اک صدائے بلند — کانپ اٹھا جس کے خوف سے ہر بند
اے شکایت شعار! شکوہ پسند! — تو بھی ہو جائے گا کبھی خورسند
باب رحمت نہیں اگرچہ کہ بند — دے کسیکو مگر کوئی تا چند

کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند
کسکی حاجت روا کرے کوئی

امجد حیدر آبادی

آجتک آپ نے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں کوشش نہیں کی تو نہ سہی لیکن اب ضرور خیال ہونا چاہیے ✤ ایڈیٹر۔

کلام نوح

نہ سمجھے حضرت منصور آئندہ سے کیا ہونا — خدا ہی سے کوئی پوچھے کہ کیا شے ہے خدا ہونا

کسی کو دو خدا کا رنج و غم میں مبتلا ہونا — ہماری رائے میں ہے موردِ لطف و عطا ہونا

مبارک ہو مجھے راہِ حقیقت میں فنا ہونا — خودی کا ترک کرنا بے خودی کا باخدا ہونا

سمجھتے ہیں جسے ہم نیستی وہ عین ہستی ہے — ہمارا خاک میں ملنا ہے گویا کیمیا ہونا

نوازش اسمیں ہے لطف اسمیں ہے فضل و کرم اسمیں — وہ کیا جانے الجھ پڑنا بگڑ جانا خفا ہونا

وہی دنیا کا خالق ہے وہی عقبیٰ کا مالک ہے — بشر کو چاہیئے پابندِ احکامِ خدا ہونا

کوئی اس لطف کو پوچھے تو ابراہیم ادہم سے — نہیں شاہی سے اچھا ہے ترے در کا گدا ہونا

کبھی اللہ والوں کی فغاں خالی نہیں جاتی — ادھر منہ سے نکلنا اُس طرف اس کا رسا ہونا

روانی بحرِ ہستی کی دلیلِ بے ثباتی ہے — حبابوں کا ابھرنا اور ابھر کر پھر فنا ہونا

ہمارے جسمِ خاکی میں جھلک ہے نورِ خالق کی — ہمیں لازم ہوا خود اپنی صورت پر فدا ہونا

قلق بندوں کا کسکو ہے قلق بندوں کا تجھ کو ہے — ہماری عرضِ حاجت پر ترا حاجت روا ہونا

کیا شداد کو غارت خدا اسکی خود پسندی نے — خدا بننا ہے ممکن غیر ممکن ہے خدا ہونا

ہمارے حال پر احسان کرنا اسکو آتا ہے — نہیں آتا ہمیں شرمندۂ جود و عطا ہونا

نگاہوں میں ہے آنکھوں میں ہے دل میں ہے کلیجے میں — کوئی آسان ہے اللہ کا مجھ سے جدا ہونا

اشارا ہم گنہگاروں سے ہے یہ اسکی رحمت کا — خطا ہے بے خطا رہنا خطا ہے بے خطا ہونا

دیا کرتے ہیں جان اللہ والے جان دینے پر — اسی کا نام ہے قیدِ علایق سے رہا ہونا

یہی ہے خاص اک پہچان احسانِ الٰہی کی — مری دانست میں اچھا ہے دنیا سے برا ہونا

جمالِ شاہدِ مطلق تو یہ بھی دیکھ سکتی ہے — مقدم ہے مگر میری نظر کا پارسا ہونا

ابھی اے نوح یوں طوفان پر طوفان اٹھتے ہیں — خدا جانے مری آنکھوں سے آئندہ ہے کیا ہونا

نوح ناروی

جبریل علیہ السلام نے آنحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا اِقْرَأْ (پڑھو) آپ نے فرمایا لَسْتُ بِقَارِئٍ۔ میں اُمّی ہوں پڑھا ہوا نہیں ہوں اسکے بعد جبریل امینؑ نے آپ کو بغل میں بھینچ لیا۔ اور خوب زور سے دبایا۔ اور چھوڑ دیا اور فرمایا۔ اِقْرَأْ (پڑھو) آنحضرتؐ نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر جبریل علیہ السلام نے آپ کو نہایت زور سے بغل میں دبایا۔ اور چھوڑنے کے بعد کہا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ الخ۔ تیسری بار ان آیات کو آپنے یاد فرمالیا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کچھ میں نے جبریلؑ سے سُنا تھا۔ اُسکو اپنے دل میں کالنقش فی الحجر (پتھر کی لکیر کیطرح) پایا۔ (سفر السعادت)

تعلیم حاصل کرنیکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ نہایت گھبراہٹ اور اضطرابی کی حالت میں بی بی خدیجہؓ سے فرمایا۔ زَمِّلُوْنِیْ۔ زَمِّلُوْنِیْ (مجھے اُڑھاؤ) جب یہ خوف و اضطراب کی حالت جاتی رہی اور قدرے طبیعت کو سکون ہوا تو تمام کیفیت بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کو کہہ سنائی۔ اور فرمایا۔ لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ۔ (بیشک مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے) بی بی خدیجہؓ نے کہا۔

كَلَّا وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ (صحیحین)	(یہ خوف) کچھ نہیں۔ خدا کی قسم اللہ آپکو کبھی رسوا نہیں کریگا (کیونکہ میں دیکھتی ہوں) کہ آپ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں (لوگوں کے لئے) مصیبت جھیلتے ہیں مفلس و بیکس کی دستگیری کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں مصیبت زدوں کی اعانت فرماتے ہیں۔

جب بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ آپ کی تسلی و تسکین فرما چکیں۔ اور ان وقیع الفاظ میں آپکے اعلیٰ اخلاق کی شہادت دے چکیں تو خود مزید اطمینان کیلئے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کو لے گئیں۔ یہ شخص راہب تھا۔ توریت و

والجیل کا فاضل تھا +

فَقَالَتْ لَهٗ يَا ابْنَ عَمِّ اِسْمَعْ مِنْ ابْنِ اَخِيْكَ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَا ابْنَ اَخِيْ مَاذَا تَرٰى۔ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰى فَقَالَ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى يَا لَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا۔ يَا لَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ وَاِنْ يُدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا۔ ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّيَ + (بخاری مسلم)

بی بی خدیجہؓ نے ورقہ سے کہا اے بھائی اپنے بھتیجے کا حال سن۔ ورقہ نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے کیا دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا سب بیان فرمایا۔ ورقہ نے کہا۔ وہ ناموس اکبر ہے جو موسی علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا۔ جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا (میری) قوم مجھکو نکالدیگی؟ ورقہ بولا۔ ہاں۔ جس قسم کی تعلیم آپ لائے ہیں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی۔ اس سے عداوت ہی ہوتی رہی ہے۔ اگر مجھے آپ کی ہجرت کا دن نصیب ہوا تو میں آپ کی نمایاں مدد کرونگا ورقہ چند دن بعد مرگیا +

(بخاری مسلم)

وضو

جس وقت جبریل امینؑ آپ کو آیاتِ قرآنی کی تعلیم دے چکے۔ اور آپنے ان کو یاد کر لیا تو جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا۔ پہاڑ سے نیچے تشریف لیچلئے۔ پہاڑ کی جڑ میں ایک میدان تھا۔ وہاں کپڑا بچھایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر بٹھا دیا۔ جبریل امینؑ نے زمین پر ایک ٹھوکر ماری۔ جس سے ایک چشمہ پیدا ہو گیا

جبریل امین نے اُس سے وضو کیا۔ ہر ایک عضو کو تین تین بار دھویا۔ سر کا مسح کیا اور خود وضو کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کی تعلیم کی۔ اور آپ نے بھی اُسیطرح وضو کیا۔ جب آپ وضو سے فارغ ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے چلو بھر پانی لیکر چہرۂ مبارک پر چھڑک دیا +

نماز

پھر دونوں نے ملکر نماز پڑھی۔ جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی اقتدا کی۔ نماز کے بعد جبریلؑ نے کہا۔ وضو اور نماز پڑھنے کا یہی طریقہ ہے۔ یہ کہکر جبریل علیہ السلام چلے گئے۔ اور آپ مکہ میں اپنے گھر تشریف لے آئے۔ بی بی خدیجۃ الکبریٰ کو وضو اور نماز کی تلقین و ہدایت کی + (سفر السعادت)

اِس کے بعد عرصہ تک وحی کا نزول موقوف رہا۔ اِس لیئے آپ کو نہایت بے چینی اور کرب ہوتا تھا۔ جبریل علیہ السلام آپ کو تسکین و تسلی دیتے تھے۔ اور فرمایا کرتے یَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا بیشک آپ خدائے تعالیٰ کے برحق رسول ہیں +

تبلیغ

پھر سورہ مدثر کی یہ آیتیں نازل ہوئیں

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝	اے (پیغمبر! تم) جو چادر لپیٹے پڑے ہو۔ اُٹھو۔
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ	اور (عذاب سے) ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بڑائی
فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا	بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک اور نجاست سے الگ رکھو
تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝	اور (تبلیغ کو) بڑا کام سمجھ کر (لوگوں پر) احسان نہ رکھو
(پارہ ۲۹ ع ۱۵)	اور اپنے پروردگار کے لیئے صبر کرو +

اِن آیات کے نزول کے بعد آپ پوشیدہ طور سے تبلیغ اسلام فرماتے رہے سب سے پہلے عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبرےٰ ایمان لائیں۔ بی بی خدیجۃ الکبرےٰ مالدار بی بی تہیں۔ اُنکے چچا زاد بہائی ورقہ بن نوفل توریت و انجیل کے فاضل تھے۔ ان کے بعد علی کرم اللہ وجہہ ایمان لائے۔ اُس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر دس سال تھی۔ ان کے بعد رفیق غار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے دوست حضرت ابوبکر رضہ مشرف باسلام ہوئے۔ پہر آپکے آزاد کردہ غلام حضرت زید رضہ ایمان لائے اور انکے بعد حضرت بلال رضہ سے

عَلیٰ اَزْوَاجِھِمْ رِضْوَانُ رَبِّیْ ۔ وَمَغْفِرَۃٌ اِلیٰ یَوْمِ الْحِسَابِ

جب سورۃ الحجر کی ان آخری آیات کا نزول ہوا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ	پس تم کو جو حکم دیا گیا ہے اُسکو کہول کر سنا دو
الْمُشْرِكِيْنَ ۔ اِنَّا كَفَيْنٰكَ	اور مشرکین کی کچھ پروا نہ کرو۔ یہ لوگ جو ٹہٹھا کرتے
الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۔ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ	اور اللہ کے ساتھ دوسرے دوسرے معبود قرار دیتے
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ	ہیں۔ تمہاری طرف سے ہم ان (کی سزا دہی) کو بس
وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ	ہیں۔ چنانچہ آگے اِن کو معلوم ہوجائے گا اور ہم کو
بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ	بھی معلوم ہے کہ یہ کافر جیسی جیسی باتیں کہتے ہیں
وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۔ وَاعْبُدْ	اِن کی وجہ سے تم تنگدل ہوتے ہو۔ سو تم اپنے پروردگار
رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔	کی خوبیاں یاد کرو۔ اور سجدہ کرو۔ اور خدا کی عبادت
(الحجر رکوع ۶ پارہ ۱۴)	کرو۔ یہاں تک کہ تم کو یقین [۵] حاصل ہو۔

[۵] قرآن شریف کے الفاظ کا ترجمہ تو یہ ہے کہ یقین آنے تک پروردگار کی عبادت میں مشغول رہو۔ مگر حدیث میں آیا ہے کہ یقین سے مراد موت ہے۔ اور عرب کا محاورہ بہی یہی ہے کہ موت کو یقین کہتے ہیں کیونکہ اسکا آنا تمام یقینوں سے بڑھکر ہے ۱۲

تو آپنے علی الاعلان دعوتِ اسلام شروع کی +

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ہی مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ ابوبکرؓ بڑے مالدار تھے۔ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ مکہ میں بزازی کی دکان تھی۔ بارسوخ آدمی ہونیکے علاوہ نہایت ہی ملنسار تھے + (تاریخ الخلفاء)

اُنھوں نے اپنے احباب کو تبلیغ کی۔ ان کی تبلیغ سے عشرہ مبشرہ میں سے پانچ شخص حضرت عثمان غنی رضؓ حضرت زبیر رضؓ۔ حضرت طلحہ رضؓ سعد بن ابی وقاصؓ عبدالرحمن بن عوف رضؓ۔ مشرف باسلام ہوئے +

بعد ازاں عثمان بن مظعون رضؓ ابو عبیدہ رضؓ ابو سلمہ مخزومی رضؓ ارقم رضؓ مسلمان ہوئے۔ پھر خباب بن ارت رضؓ عمار بن یاسرؓ اور انکی والدہ بی بی سمیہ رضؓ اور اسماء بنت ابی بکر رضؓ ابو عبیدہ بن حارث رضؓ عبداللہ بن مسعود رضؓ خنیس بن حذافہؓ صہیب رضؓ جعفر ابن ابی طالب رضؓ رضی اللہ عنہم علیحدہ علیحدہ اسلام لائے +

تین سال تک اوائل اسلام میں اطراف و جوانب سے ایک ایک دو دو آدمی آتے رہے اور اسلام قبول کرتے رہے +

بعدہ یوماً فیوماً ترقی ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ آیت وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝ [۵] نازل ہوئی تو آپ صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوگئے اور قریش کے سربرآوردہ لوگ نیز بنی فہر و دیگر قبائل کے معززین کو جمع فرمایا۔ اور مخاطب ہوکر فرمانے لگے

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ۔ يَا بَنِي فِهْرٍ يَا بَنِي غَالِبٍ اے گروہ قریش۔ اے اولاد فہر۔ اے بنی غالب يَا بَنِي لُؤَيٍّ۔ يَا بَنِي عَدْنَانَ اِشْتَرُوا اے اولاد لوی اور اے بنی عدنان۔ اللہ تعالیٰ سے

---

[۵] ترجمہ۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ۔ اور جو مسلمان تمہاری پیروی کرتے ہیں ان سے بہ تواضع پیش آؤ۔ پس اگر لوگ تمہارا کہنا مانیں تو کہدو کہ میں تمہارے افعال سے بری الذمہ ہوں ۱۲ الشعراء ع ۱۱ پ ۱۹

اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ یَا عَبَّاسُ ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ یَا صَفِیَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِیْ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ (بخاری شریف)	اپنے نفسوں کو خرید لو۔ کیونکہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے سامنے میں کچھ کام نہیں آؤنگا۔ اے اولاد عبد المطلب میں اللہ کے سامنے کچھ کام نہیں آؤنگا اور اے (میرے چچا) عباس بن عبد المطلب میں خدا کے سامنے تمہارے (بھی) کچھ کام نہیں آؤنگا۔ اور اے صفیہ رسول اللہ کی پھوپھی خدا کے سامنے میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤنگا۔ اور اے فاطمہ رسول اللہ کی بیٹی اپنے مال میں جو کچھ تم کو چاہیئے مانگ لو۔ خدا تعالیٰ کے سامنے میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤنگا۔ (یعنی عذاب درعتاب سے)

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے قوم اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر عظیم چھپا ہوا ہے جو عنقریب تمہارے شہر پر حملہ کرکے تمہیں لوٹ لے گا۔ تو کیا تم میرے اس کہنے پر یقین کروگے یا نہیں اور مجکو سچا نہیں سمجھوگے؟ سب نے بالاتفاق کہا۔ مَا جَرَّبْنَا عَلَیْكَ الْكَذِبَ۔ ہم نے کبھی تمہیں جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔

اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت درد بھرے لہجے میں فرمایا۔ اِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ (میں تم کو آنیوالے نہایت سخت عذاب سے ڈراتا ہوں) اگر تم خدا پر ایمان لے آئے تو عذاب الٰہی سے بچ جاؤگے۔ ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤگے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو اور میری رسالت کا اقرار کرو۔ (معارج)

ایذا دہی کفار

یہ وعظ سنتے ہی کفار آپس میں کانا پھوسی کرنے لگے۔ اور ابو لہب نے جو آپؐ کا حقیقی

چچا تھا۔ سرورِ کائنات فخرِ موجودات کے مارنے کیلئے پتھر اُٹھایا۔ اور بکواس کرنے لگا۔ اور کہا۔
تَبًّا لَكَ اَلِهٰذَا دَعَوْتَنَا سَائِرَ الْيَوْمِ۔ تیرا بُرا ہو۔ اسی بات کیلئے آج تونے ہم سب کو جمع کیا تھا؟
ابولہب نے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں اس قسم کے سخت الفاظ استعمال کیئے جن کے جواب میں سورہ تَبَّتْ يَدَا نازل ہوئی۔ اس سورۃ میں ابولہب اور اُسکی بیوی کی مذمت ہے۔ ابولہب کی بیوی (آپ کی چچی) کا یہ حال تھا کہ جنگل سے کانٹے لاتی۔ اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی گزرگاہ میں ڈالدیتی۔ اکثر رات کے وقت حضورؐ کے پائے مبارک میں کانٹے چبھ جایا کرتے +
ابولہب کے عتبہ اور عتیبہ دو بیٹے تھے۔ آپ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم اِن دونوں کے نکاح میں تہیں۔ (اُسوقت اختلاف دین سے نکاح درست تھا) +
ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اگر تم اپنی اپنی بیویوں کو طلاق نہ دوگے تو تم سے کچھ تعلق اور علاقہ نہ رکھونگا۔ چنانچہ دونوں نے اپنے والد کے کہنے پر عمل کیا عتبہ نے تو یہ بیحیائی کی کہ آپ کے سامنے گستاخانہ کلمات کہدیئے۔ اس گستاخی پر آپ نے بددعا کی۔ اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ۔ (اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اسپر مسلط کردے) ایک بار تجارت کیلئے یہ شام کی طرف جاتا تھا۔ رستہ میں ایک مقام پر شیر رہتا تھا۔ ابولہب نے بیٹے کی حفاظت کیلئے یہ تدبیر کی کہ تمام اسباب جمع کیا۔ جب ٹیلا سا بن گیا تو اپنے بیٹے عتبہ کو اُس ٹیلہ پر سُلادیا اور باقی تمام آدمیوں کو ٹیلے کے گرداگرد سُلایا۔ رات کو شیر آیا۔ اور عتبہ کو مارکر چلا گیا۔ مگر شقی ازلی اسپر بھی ایمان نہ لائے + (نشر الطیب)
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معبودانِ باطلہ کی کُھلم کُھلا برائیاں بیان

کیں۔ اور بتوں کی پرستش سے ممانعت فرمائی۔ اور جو لوگ کفر کی حالت میں مر گئے تھے انکے معذب ہونے کی خبر دی تو کفار قریش کی عداوت کی آگ بھڑک اٹھی۔

ابولہب پس پشت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارا کرتا تھا کئی دفعہ اس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹخنوں اور پاؤں مبارک کو پتھروں سے لہو لہان کر دیا۔ لوگوں سے کہتا پھرتا تھا کہ اس (محمدؐ) کی کوئی بات نہ سننا۔ کیونکہ یہ کاذب ہے۔ جادوگر ہے۔ مجنون ہے۔ شاعر ہے۔ کاہن (نجومی) ہے۔

آپ آخر تو انسان ہی تھے۔ بتقاضائے بشریت نہایت حزین و غمگین ہوتے رب العالمین آپ کی ان الفاظ میں تسکین و تشفی فرماتا ہے۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝	اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں جب کبھی انکے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس رسول کو جادوگر یا دیوانہ ہی بتایا۔ کیا لوگ ایک دوسرے کو وصیت کر گئے ہیں بلکہ (اصل یہ ہے کہ) یہ لوگ خود شریر و سرکش ہیں۔
(ذاریٰت ع ۲ پارہ ۲۷)	
فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝ (طور ع ۲ پارہ ۲۷)	(اے حبیبؐ) تم (لوگوں کو) نصیحت کیے جاؤ۔ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو آپ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے۔ ہم اس کے بارے میں زمانہ کی گردش کا انتظار کر رہے ہیں۔ تم کہو کہ تم بھی انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی اذیت اور تکالیف کی نہایت صبر و سکون کیساتھ برداشت فرماتے رہے۔ اور دعوت اسلام میں نہایت راسخ اور

۱

تالیفات نواب میر صدر الدین حسین خان صاحب والشین بڑودہ

قال الرسول جس مین ہمدردی کی تاکید علم کی فضیلت۔ نفاق کی برائی طلب معیشت تعلیم معاشرت۔ فضائل سخاوت وغیرہ کے بارے مین منتخب حدیثین جمع کی گئی ہین قیمت ۲ر مع محصول ڈاک۔

علاج معصیت نہایت دلچسپ اور پرمعنی اور مفید کتاب ہے۔ ایمان فروشی۔ الحاد اور ایذارسانی۔ انانیت۔ اغوار۔ افترا۔ انتقام۔ اوہام پرستی۔ آوارگی۔ بت پرستی۔ باہمی جھگڑے بدعت۔ بدمعاشی۔ بدبینی۔ بدگوئی۔ بدزبانی۔ بدمزاجی۔ بدگمانی۔ بدعہدی۔ بدنظمی۔ بداعتقادی بدنامی۔ بدباطنی۔ بدپرہیزی۔ بددماغی۔ اتنے دین و دنیا سے کھوئے والے مرضون سے بچنا چاہتے ہین تو اسے منگائے قیمت ۲ر مع محصول ڈاک۔

اسلام کی حمایت۔ اس مین پیشوایان قوم کو اُن کے فرائض بتائے ہین چار گروہون سے خطاب ہے۔ اول واعظون سے دوسرے جاہل پیرزادون سے تیسرے نقلی صوفیون اور درویشون سے چوتھے امراء و اغنیاء سے کہ انہین کے ہاتھ مین سارے مسلمانون کی باگ ہے قیمت صرف ۲ر مع محصول ڈاک

اسلام کے حسنات۔ اس کتاب کی خوبی مضمون اس کے نام سے ظاہر ہے قیمت ۲ر مع محصول ڈاک۔

اسلام کا اتالیق اس مین ناجائز رسم و رواج کی مذمت بیان کی گئی ہے قیمت ۱ر مع محصول ڈاک۔

منیجر

رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس بستی نظام الدین دہلی سے طلب فرمائے

ریاض شفق

اس نئے انداز اور خاص رنگ کے مجموعہ مین اردو شاعری کے وہ بیش بہا نمونے دیے گئے ہین جنہین دیکھتے ہی ناظرین کے دل خود امنڈ آئینگے اور زبانین تعریف مین کھلجائینگی - مولانا شفق رضوی عمادپوری جنکی اکثر نظمین نظام المشائخ الناظر نقاد وغیرہ رسالون اور زمیندار وغیرہ اخبارون مین چھپکر مقبول خاص و عام ہوتا رہتی ہین انکا وہ کلام ہی اس کتاب مین شامل ہی جو خاص اسکے لئے خزانہ امانت مین محفوظ رہتا مختصر حالات زندگی و خاص واقعات شاعری کیساتھ خاص خاص موقع کے کلام ہی دئے گئے ہین - جنکے متعلق نوٹ مین اشارہ کیا گیا ہے -

مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ کاغذ ولایتی چھپائی نفیس قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول -

تحقیق سخن

یہ رسالہ اُن حضرات کے لئے جو واقفیت فن کیساتھ شاعری سے وُہ رتبے پر چلنا چاہتے ہین اُستاد شفق کا کام دیتا ہے - اہل ملک نے جیسی جیسی تعریفین اور جسقدر شہادتین اسکے بے انتہا مفید ہونے کی نسبت لکھی ہین اگر فراہم کیجائین تو ایک کتاب ہو سکتی ہے تعقید حشو زوائد ابتذال پہلوی ذم - وغیرہ عیوب شاعری کو مثالون کے ساتھ سمجھا دیا ہے - الفاظ متروک کی تفصیل ہے اصناف سخن قصیدہ غزل رباعی - مثنوی مرثیہ گوئی تاریخ گوئی سے متعلق مختصر و کارآمد باتین لکھی ہین عبارت بہی چست مثالین بہی عمدہ -

مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ کاغذ ولایتی چھپائی نفیس قیمت ۸ آنے علاوہ محصول -

المشتہر

محمد اسمعیل فصیح کمترین تلامذہ مولانا شفق رضوی عمادپوری رفیع گنج ضلع گیا

پیغمبری اشارہ کی اُردو دعائیں

انا ابن رسول اللہ سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی مدظلہ

۱۳ جمادی الاخری ۱۳۴۶ھ یوم دوشنبہ کو رات کے ۱۱ بجے حضرت خواجہ صاحب نے عالم رویا میں حضور رسالتمآب صلعم نے چند اردو دعائیں لکھوائیں اور ہر دعا کے خاتمہ پر آمین فرماتے گئے آنکھ کھلی تو حضرت خواجہ صاحب پر اس رویا کا اتنا اثر تھا کہ اسی وقت وہ دعائیں لکھنی شروع کر دیں اور آدھی رات میں یعنی صبح کی اذان تک وہ سب دعائیں جنکے عنوان ذیل میں درج ہیں پوری ہو گئیں اس مجموعہ ادعیات کو دیکھکر جو اردو زبان میں ایک کشفی اور الہامی مجموعہ ہے یہ بھی خیال آیا کہ اسی کے ساتھ حضرت خواجہ صاحب کی وہ تمام دعائیں بھی جو سفر مصر و شام و حجاز اور دیگر خاص خاص موقعوں پر آپنے مانگی ہیں سب ایک جگہ جمع کر دیجائیں چنانچہ پیغمبری اشارہ کی دعاؤں کے بعد انکو بھی سلسلہ وار مرتب کر دیا گیا کتاب چھپ رہی ہے جن ناظرین کو اس کی ضرورت ہو فوراً درخواست بھیجدیں کیونکہ یہ نایاب مجموعہ تیار ہوتے ہی رسالہ سنوسی کی طرح ہاتھوں ہاتھ تقسیم ہو جائیگا اور لوگوں کو دوبارہ چھپنے کا منتظر رہنا پڑیگا **قیمت ۴ر** (چار آنے)

دعاؤں کے عنوان یہ ہیں ۔ بچہ کی ولادت کیوقت ماں باپ کی دعا ۔ بچہ کی بسم اللہ کے وقت کی دعا ۔ نکاح کے وقت کی دعا ۔ دلہن کی دعا سسرال میں جاکر ۔ دولہا کی دعا دلہن کو دیکھکر ۔ بیمار کے سامنے پڑھنے کی دعا ۔ صبح کی دعا صبح کے کھانے سے پہلے کی دعا ۔ کھانے کے بعد کی دعا ۔ رات کا کھانا کھانے سے پہلے کی دعا ۔ کھانا کھانے کے بعد کی دعا ۔ پلنگ پر جانے کے وقت ۔ تہجد کے وقت ۔ صبح کی نماز کے بعد ۔ ظہر کی نماز کے بعد ۔ وغیرہ پانچوں نمازوں میں ۔ اذان سننے کے بعد کی دعا ۔ نیا چاند دیکھنے کے بعد ۔ بادل کی گرج اور چمک میں ۔ ریل میں سوار ہونے کے وقت ۔ جہاز میں سوار ہوتے وقت ۔ موٹر میں سوار ہوتے وقت ۔ ہوائی جہاز میں سوار ہوتے وقت ۔ حاکم کے سامنے جاتے وقت ۔ امتحان دیتے وقت ۔ شب فراق میں ۔ شب وصال میں ۔ قرضداری میں ۔ بھوک پیاس میں ۔ خوف و ہراس میں ۔ خوشی کے وقت ۔ آگ لگتے وقت ۔ اندھیری رات کو دیکھکر ۔ چاندنی رات کو دیکھکر ۔ اونچے پہاڑوں کو دیکھکر ۔ نیچے غاروں کو دیکھکر ۔ خوبصورت کو دیکھکر ۔ بدصورت کو دیکھکر ۔ مزے کی چیز کھاکر ۔ بدمزہ چکھ کر ۔ مرنے والے کے سامنے ۔ قبرستان میں جاکر ۔ ویران گنبد دلکو دیکھکر ۔ شاندار عمارتوں کو دیکھکر ۔ عجیب چیز کو دیکھکر ۔ وغیرہ

یہ عنوان تو پیغمبری اشارہ والی دعاؤں کے ہیں ۔ انکے علاوہ تمام وہ معرکہ کی دعائیں ہیں جو آجتک حضرت خواجہ صاحب نے لکھیں ۔ درخواست اس پتہ پر ہونی چاہئے

حسن وجدانی میرٹھی کارکن حلقہ نظام المشائخ درگاہ حضرت محبوب الٰہی

عرب سرائے دہلی

انتخاب نظام المشائخ

جسمین جمادی الاخری ۱۳۲۸ھ سے جمادی الاخری ۱۳۳۲ہجری تک کے رسالون کے اعلیٰ اعلیٰ مضامین دلکش ایک ضخیم کتاب کی شکل مین بہ ترتیب احسن جمع ہو نگے قدردانان رسالہ کی دعوت طبع کے لئے درویش پریس مین زیر طبع ہے سنین ماضیہ کی سالانہ جلدون مین جیسے جیسے نایاب وقیمتی جواہر ریزے ہدیہ ناظرین ہوتے رہے ہین محتاج بیان نہین - مگر چونکہ اکثر احباب ماہوار نمبرون کو محفوظ نہین رکھہ سکتے یا جو رکھتے بہی ہین ان کے لئے متعدد جلدون پہر جلدون کے کثیر التعداد نمبرون مین لب لباب کا لطف مکرر اٹھانا ایک دہیری وزحمت کا موجب ہوتا ہے - لہذا ہمین قوی امید ہے کہ رسالہ کا یہ منتخب ایڈیشن ہاتہون ہاتہہ لیا جائے گا اورارباب ذوق اسکا خاص نگاہ شوق سے استقبال کرینگے - اس کتاب کے شروع مین حضرت سیدی ومولائی خواجہ حسن نظامی اور ملا محمد الواحدی کا ایک نہایت عمدہ ہاف ٹون فوٹو بہی ہوگا ہم نے ناظرین کرام کی سہولت اور فائدہ کو مدنظر رکھکر سردست مراعات ذیل تجویز کی ہین :-

(۱) دوڑہائی سو صفحے سے اوپر ضخامت پر بہی قیمت عام صرف عہ

(۲) رسالہ کے خریداران جدید کیلئے جواز خود خریدار ہین صرف ۱۲ر

(۳) قدیم خریدارون سے بہی جو کم ازکم ایک نیا خریدار بنائین ۱۲ر

مگر شرط یہ ہے کہ درخواست ہائے خریداری بطلب وی پی یکم رمضان سے پہلے آنی چاہئین - ورنہ اس رعایت خاص سے فائدہ اٹہانیکے حق دار نہ ہونگے - نیز اس اشتہار کا حوالہ دیجئے

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مختصر فہرست کتب دوکان غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک شہر دہلی

اخبار العارفین مصنفہ مولوی سرفراز علیشاہ صاحب قدیلو۔ یہ کتاب تصوف مین نہایت عجیب و غریب ہے جسمین تصوف کی ہر قسم کی باتین دستیاب ہوسکتی ہین۔ اس مین یہ مضامین ہین۔ اسلام مین تصوف کب سے جگہ پائی تصوف کے کتنے طریق نکلے۔ تصوف نے علمی اور عملی طور پر کیا کیا کام کئے۔ تصوف کیا چیز ہے تصوف اور فلسفہ علامات مرشد کامل۔ آداب حقوق پیر کا بیان۔ مرید کے توبہ کرانیکا طریقہ۔ توجہ دینے کا طریقہ فضیلت کا ذکر نفی اثبات کا بیان۔ ذکر جہر۔ ذکر اسم ذات۔ ذکر خفی۔ مراقبات کا طریقہ۔ مراقبہ احدیت دائرہ امریت۔ مراقبہ ہوبیت۔ مراقبہ میت مراقبہ توحید وصفائی۔ مراقبہ فنا و بقا۔ مراقبہ اولوالعزم مراقبہ حقیقت محمدی۔ بیان کشف واقع النبوت۔ ذکر چار پیر چودہ خانوادہ ذکر سلسلہ نقشبندیہ سلسلہ چشتیہ خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ العزیز کا ذکر شغل بسباط۔ یہ وہ شغل ہے جو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کو واسطہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا تھا۔ اور خواجہ بزرگ کو اسی شغل کی برکت سے معراج معنوی ہوئی تھی اور ماسوائے اسکے اور باتین بہی عمدہ عمدہ باتین درج ہین قیمت ۸ر

گلدستہ گلشن فقیری۔ اسمین ہر ایک خاندان قادریہ چشتیہ سہروردیہ اور جملہ خانوادہ ہین کے سیکڑون اولیاء اللہ کا نام مع حالات پیدایش وطن و مزار و تاریخ وفات بقید سلسلہ درج ہین قیمت ۱۲ر

مجالس حسنہ ملفوظ فارسی جناب حضرت خواجہ حسن محمد چشتی جمع فرمودہ حضرت مظہر اللہ التمام الصمد خواجہ محمد صاحب چشتی قیمت ۳ر

جامع السعادت اردو ترجمہ منبہات حجر عسقلانی مصنفہ سماعت مملو از وعظ ونصایح تالیفات جناب مولانا مولوی قطب الدین احمد صاحب دہلوی۔ یہ کتاب مولویون اور واعظون اور تمام لوگون کے واسطے اخلاق کی بہت عمدہ کتاب ہے قیمت ۲ر

تحفہ سبحانی ترجمہ الفتح الربانی والفیض الرحمانی۔ یہ کتاب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ملفوظ مبارک ہے مصر مین بزبان عربی چہپا تھا اب اردو مین چہپ گیا ہی اسمین اعلیٰ درجہ کے نصایح و وعظ و تقریرین درج ہین آپکے اس کتاب کے مضامین سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہی عجیب و غریب کتاب ہے قیمت ۶ر

ہماری نئی ایجاد

مقوی باہ وجملہ اعضائے رئیسہ جسم ودماغ کیلئے اکسیر ہے دنیا بھر مین ہماری
آتنک نگرہ گولیان قوت بخشتی ہین اور اپنے ہاتھون سے کھوئی ہوئی طاقت کو پھیر
لانے مین مشہور ہوگئی ہین بڑے بڑے ڈاکٹرون وطبیبون اور یورپینون نے
اسے اکسیر سے زیادہ بڑھکر تجربہ مین پایا ہے۔ ہزار ہا سارٹیفکٹ موجود ہین۔
قیمت ۳۲ گولیون کی ایکروپیہ ہے ہمارا طلا واجی کرن تیل خارجی علاج دو ہفتہ
مین نامرد کو مرد بنا دیتا ہے قیمت فی شیشی چھ ماشہ تیل (عہ) پانچروپیہ کی فرمایش پر
ایک روپیہ کمیشن دیا جائے گا۔

پتہ

ویدشاستری۔ جام نگر۔ کاٹھیاواڑ

دھلی ایجنٹ مسرز امیرچند وزیرچند عطار کناری بازار دھلی

خدا نے آجتک اُس قوم کی حالت نہین بدلی — نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ضرورت مادر ایجاد

اٹلی و آسٹریا کی ناجائز اور دل دکہانے والی حرکات سے متاثر ہو کر مسلمان عموماً اٹلی و آسٹریا کی ساخت کی ٹوپیون کو چھوڑتے جاتے ہین اور انہین خالص اسلامی ساخت کی ٹوپیونکی تلاش ہے۔ **اِس ضرورت** کو محسوس کر کے ہم نے مصر کے اسلامی کارخانہ کی (جو بسرکردگی اسمٰعیل پاشا عاصم رئیس مصر کہولا گیا ہے) اور نیز مشہور سلطانی کارخانہ ہرکہ فیرلقیہ قسطنطنیہ کی سول ایجنسی حاصل کر لی ہے اور ہم تمام ہندوستان کے مسلمانونکو خالص اسلامی ممالک کی ساخت کی ٹوپیان جو نہایت فیشن ایبل اور ارزان ہین پہنانیکا ذمہ لیتے ہین۔ اسلامی عظمت قائم رکہنے کیلئے یہ نہایت ضروری ہے کہ آپکے سر کی عزت آپکے دوست کے ہاتھ کی بنی ہو۔ ان خالص اسلامی ٹوپیونکو زیب سر فرما کر ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق بنین۔

اطلاع ضروری۔ ان کارخانون کے خالص اسلامی ہونیکے بارے مین اور نیز ہماری سول ایجنسی کے ہونے کے متعلق کامریڈ مورخہ ۱۱ نومبر اور ہمدرد مورخہ ۱۳ نومبر آپ کی کافی طور سے تسکین کر سکتا ہے۔

نوٹ۔ سوداگرون و اسلامیہ کالجون اسکولون نیز اسلامی انجمنون و مکتبون کیلئے خاص رعایت ہے پرائس لسٹ ایک پیسہ کے کارڈ آنے پر مفت۔

خادم قوم **ایس۔ الف۔ چشتی**۔ ایجنٹ کمپنی متصل دہلی لندن بنک چاندنی چوک شہر دہلی

شرح نرخنامہ چھپائی اشتہارات نظام المشائخ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
½ صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
پورا صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نوٹ متفرق غیر مستقل اشتہارات کی اجرت ۲ر فی سطر کے حساب سے ہوگی تخفیف کی گنجائش نہین۔

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مراد آباد مین مردہ زندہ ہوگیا

مین سید اکرام ساکن مراد آباد پانچسال سے سستی نامردی جریان احتلام کمی وغیرہ مین مبتلا ہو کر بظاہر زندہ مگر بباطن مردہ تھا علاج کئی مگر فائدہ ندارد آخر حکیم دوست محمد خان کا جس اکسیر باہ و مردہ زندہ کرنیکی مشین مشمولہ چالیس گولیان و شیشی طلا استعمال کی حلف سے لکھتا ہون کہ تین یوم مین مجکو سب امراض سے آرام ہوگیا تو جو لوگ مندرجہ بالا امراض مین مبتلا ہین وہ بہت جلد حکیم صاحب سے یہی اکسیر زود منگوا کر استعمال کرین ضرور آرام ہوگا یہی اکسیر باہ سستی و نامردی جریان احتلام کمی وغیرہ کی ایک نہایت مجرب المجرب بینظیر دوا ہے حتی کہ انگریزون کو اکثر وقت بہتیرا ہون اور حکیمون نے منگوائی ہی اگر باقاعدہ استعمال سے آرام نہ ہو تو قیمت واپس ہوگی قیمت اکسیر مع طلا پانچ روپیہ ہرگز تھوڑے ہی دنون تک تیار رہتی - جلدی کرین تاکید ہے -

احتیاط اس دوائی کی غیر معمولی ترقی دیکھکر ایک شخص نے جو حکیم ہے نہ ڈاکٹر نہ اصلی کمپنی ہر شخص پرائمری تعلیم یافتہ نمک مرچ فروش ہی ہمارے اشتہار سے ہوبہو ملتے جلتے اشتہار دیکر ٹھگتے ہین سو ایسے نقالون سے بچیں احتیاط کرین

اکسیر سوزاک و قرحہ سوزاک پیپ جلن بول قرحہ کی مجرب المجرب دوا ۲۴ گھنٹہ مین آرام قیمت

اکسیر آتشک کھلبھری پرانے سے پرانے سوزاک کھلبہری کی بے نظیر مجرب دوا حکمت ایک ہفتہ مین آرام قیمت ہے

اکسیر خنازیر جہان کنٹھ مالا کل کنٹھ کی مجرب اکسیر مفید دوا ایک ہفتہ مین کلی آرام قیمت ہے

پتہ حکیم مولوی دوست محمد خان [(رفاہ خلائق) دواخانہ اوڑمڑ ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور پنجاب
تار کا پتہ - حکیم دوست محمد خان ٹانڈہ ہوشیار پور

آم کھانے کا شوق ہو تو

ملیح آباد کا آم سفیدہ اور دسہری منگائے شیرینی - لذت - اور خوشبو مین ہندوستان کے سب قسم کے آم اسکے سامنے بے حقیقت ہیں - ایک قاش سے طبیعت مسرور ہو جاتی ہے فی ٹوکرہ خرچہ و محصول ارباغ باغیچہ کیلئے آم کی قلمین ہر قسم کی پودے ارسال تک

فہرست مفت

المشتہر

نذیر برادرس کنول ہار آم ایجنسی ملیح آباد ضلع لکھنو

۱۳
چوب چینی و عشبہ کے اکتالیس مجربہ فوائد
جس کی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں نے اپنے مریضوں پر آزمانے کی ہے۔
فائدہ ۱ جسکی تصدیق ایک سو دس مریضوں نے آپ استعمال کرکے کی ہے اور سرٹیفکٹ دئے ہیں وہ یہ ہے جب کبھی آتشک یا سوزاک ہو چکا ہو اور کچھ عرصہ بعد جلد پر سیاہی آجائے چہرے اور جسم پر بدنما سیاہ داغ پڑ جائیں یا جوڑوں اور ہڈیوں میں درد ہو تو اس مرکب کے استعمال کرنے سے تمام دکھ درد دور ہو جاتے ہیں
فائدہ ۲ جسکی تصدیق چوالیس مختلف مریضوں اور مختلف عمر کے لوگوں نے کی ہے وہ یہ ہیں۔ خرابی معدہ خرابی جگر بھوک بند ہو جاتی دن بدن لاغر ہوتے جاتے تھے چہرہ پر بے رونقی اور معدہ میں پیدا ہو گیا تھا ہاتھ پاؤں جلتے تھے معدہ پر بوجھ کبھی دست کبھی کبھی قبض ہو جاتی تھی وہ سب اس مرکب کے استعمال سے دور ہو گئے۔
فائدہ ۳ جسکی تصدیق دو سو مریض آزما کرتے ہیں خون گندہ ہونے سے چہرے پر چھائیاں اور جسم پر دانے پھوڑے پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہ میں پیدا ہو کر ان سے لیسدار پانی بہ کر جہاں وہ پانی لگتا تھا زخم ہو جاتے تھے۔
فائدہ ۴ جسکی تصدیق تینتالیس آدمی کرتے ہیں۔ انکی رانوں کا چمڑہ سیاہ اور موٹا ہو گیا تھا اور پسینہ آنے سے سخت خارش ہوتی تھی۔ ہر وقت ہاتھ چڈوں میں رہتا تھا اور ان سے سخت بدبو آتی تھی
فائدہ ۵ جسکی تصدیق گیارہ مریض کرتے ہیں۔ خنازیر مختلف حصہ جسم میں بغل اور بدن میں دن بدن گلٹیاں بڑھتی جاتی تھیں اسکے استعمال سے بڑی گلٹیاں بیٹھ گئیں اور آگے پیدا ہونی بند ہو گئیں اور مرض جاتا رہا۔
فائدہ ۶ جسکی تصدیق تین سو مریض کرتے ہیں عرصے سے ناسور اور بدبودار گندہ پتلی سی پیپ جاری رہتی تھی اور سخت تکلیف کا سامنا ہوتا تھا اس مرکب کے چند روزہ استعمال سے ناسور سوکھ گیا اور زخم بھر گئے۔
فائدہ ۷ جسکی تصدیق ستائیس آدمی کرتے ہیں انکو چوٹ سے آتشک درد تمام بدن اور پنڈلیوں میں پہنچا کرتا تھا دن بدن سوکھتی جاتی تھی اسکی ایک شیشی کے استعمال سے ٹانگیں پاؤں درد جاتا رہا۔
فائدہ ۸ جسکی تصدیق چار سو عورتیں اسے استعمال کرنے کے بعد کرتی ہیں کہ انکے رحم سے بدبو اور پانی جاری رہتا تھا۔ اور ایام حیض میں کمر و سر میں سخت درد ہوا کرتی تھی اسکے استعمال سے ایام ماہواری با قاعدہ ہو گئے رحم کا پانی بند اور چہرہ سرخ ہو گیا۔
الغرض یہ مرکب عشبہ و چوب چینی سب سے عمدہ و بہتر اور سب سے مصفی خون ہے
جہاں بہت سے عشبے ناکارہ اور نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں کیونکہ وہ بلا لحاظ اس ملک کی آب و ہوا کے شراب وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں جس سے خون زیادہ غلیظ اور تیز ہو جاتا ہے۔ اس مرکب نے سریع العمل فائدے دکھلائے یہ جوہر اعضائے رئیسہ اندرونی پر بہت اچھا اثر ڈالتا ہے جس سے تمام چمڑے کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔
ثبوت کے لئے اس جوہر کے استعمال سے پہلے اپنے بدن کو وزن کرو وزن فی یوم بڑھا دے گا
نصف صدی سے یہ مرکب ملک کے ہر ایک حصہ میں تجربہ کیا گیا ہے۔
قیمت
شیشی کلاں جو ایک ماہ کے لئے کافی ہے تین روپیہ شیشی خورد ڈیڑھ روپیہ
علاوہ ازیں اس شفاخانہ میں ہر مرض کی مجرب دوائیں موجود ہیں (۱) شربت مقوی اعصاب دافع نامردی (۲) طلائے نادر (۳) دوائی سوزاک (۴) حب دافع آتشک (۵) حب دافع بواسیر (۶) حب دافع جریان احتلام (۷) سرمہ (۸) منجن (۹) سرکا خوشبودار تیل وغیرہ
اگر آپ کسی مرض سے تنگ ہیں تو ہم سے فارم تشخیص امراض کا ٹکٹ بھیجکر منگا لیں جن سے معلوم ہو جائیگا کہ مرض قابل علاج ہے یا نہیں اور یہ کہ کب تک صحت ہوگی۔
پتہ شہنشاہی سند یافتہ حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور موچی دروازہ

اُس کا چراغ بجھ رہا تھا

غریب بیوہ کا اکلوتا لاڈلا خاندان بھر کا چشم و چراغ تھا۔ سارے کنبہ میں اُسی کے دم سے روشنی تھی خدا خدا کرکے
اُس کے سہرے کے پھول کھلے۔ بڑی دھوم سے دلہن گھر میں آئی ماں بہنوں نے خوب شادی رچائی مگر دولہا کے منہ پر
ہوائیاں اُڑ رہی تھیں دل دھک دھک کر رہا تھا کیونکہ آزادی کے بچپن میں بُری صحبت نے اُس کی مردانی
طاقت کا ستیاناس کر رکھا تھا دو چار دن کی ندامت کو شریف گھرانہ کی لڑکی نے چھپایا لیکن کہاں تک آخر بات
کھلنے لگی اور عقلمند لڑکے نے مرنے کی ٹھانی شدہ شدہ اسکی خبر بیتا والی ماں کو بھی ہوئی کہ آج نامراد فہیم کی ہاتھوں
گھر کا چراغ گل ہونیوالا ہے سنتے ہی ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے کلیجہ تھام کے رہ گئی۔ دنیا اندھیر نظر آنے لگی بیہوش ہو کر
پیروں میں گر پڑی اور بولی بیٹی اب تجھکو اس گھر کی لاج ہے خدا کیلئے میرے لال کو بچا۔ دنیا جہان کی خاک چھان لونگی
اور اس کا علاج کرونگی۔ دلہن نے شرما کر آنکھیں نیچی کرلیں اور کہا اے بی میرا کچھ قصور نہیں تم ہی اُنکو سمجھاؤ اتنے میں
کسی نے خبر دی کہ وہ بنگالہ والے شاہ صاحب آئے ہیں جنکے مغل صاحب (دولہا کے باپ) مرید تھے بیوہ جلدی سے
اٹھی اور اُنکو برابر والے مکان میں ٹھہرایا اور پردہ کرا کے پہلے یہ دکھڑا سنایا تھا شاہ صاحب نے فرمایا گھبرانیکی کوئی بات
نہیں خدا پر بھروسہ رکھو کل اسکا انتظام ہوجائیگا۔ بیوہ نے کہا حضور وہ تو جان کھونیکو تیار ہے اسکو کون سمجھائے
شاہ صاحب نے لڑکے کو علیحدہ بلا کر سمجھایا اور دوسرے دن لگانیکے لئے روغن اور کھانیکے واسطے حبوب
تیار کرکے دیں اور فرمایا چند روز میں سب شکایتیں دور ہوجائینگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ساتویں دن لڑکے
کی حالت میں زمین آسمان کا فرق ہوگیا اور مرادوں کے دن آگئے گھر میں دوبارہ شادی کے ساز سامان نظر آئے
اور غریب بیوہ کا وہ چراغ جو بجھ رہا تھا سال بھر کے بعد بیٹے کا باپ بن گیا۔ مایوسی بری بلا ہے اور
اس زمانہ میں ہزارہا نوجوان اس کا شکار ہیں اسلئے ہم اعلان کرتے ہیں کہ اس روغن درویش اور حبوب درویش
کے نسخے مدتہا سے ہمنے حاصل کرلئے ہیں اور سینکڑوں آدمیوں کو یہ دوائیں فائدہ پہونچا رہی ہیں جسکو ضرورت ہو
منگا سکتا ہے یہ اعلان تجارتی حکیموں کا نہیں ہے خلقت کے فائدہ کیلئے اس عجیب و غریب چیز کو عام کیا جاتا ہے

قیمت روغن مقدس فی شیشی ۲   قیمت حب درویش ۲۰ عدد

حب درویش کے مختلف فائدے

جو ہزاروں شخص اشتہار چھپے ہیں اول یہ کیسا ہی سوزاک یا آتشک ہو جڑ سے جاتا رہتا ہے آنکھوں کو روشنی دماغ کو قوت بخشتی ہے قبض کشا ہے اور معدہ کو قوت دیتا ہے خون کو پیدا کرتا ہے اور واسی چہرہ کو بشاش بنانا اسکا معمولی کام ہے جماع کے بعد اسکی ایک گولی کہالی جاوے تو پہر اسیقدر قوت پیدا کرتی ہے قوت باہ کیلئے اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے فیض عام بیمار اور تندرست استعمال کر سکتے ہیں صرف جن صاحب کو جریان کی شکایت ہے وہ نہ استعمال فرمائیں پہلے جریان کا علاج کریں پہر اسکا استعمال کریں اس دوائی میں صفت یہ ہے کہ جسقدر روز وہ کہی اور کہین کہایا جاوے اسیقدر زندہ جلکو دودہ اور کہی ہضم نہیں ہوا کرتا تہا وہ اسکی بدولت خوب غذا میں کہانے لگے ہندو صاحبان کیواسطے بجائے گولی کے سفوف بنایا ہے تاکہ ہر مذہب ملت کے اشخاص اس عجیب و غریب فیض کے چشمہ سے فائدہ اٹہائیں قیمت [illegible] علاوہ محصولڈاک پرچہ ترکیب ہمراہ روانہ کیا جائیگا

روغن درویش ہزاروں اصحاب جو کسی قابل [illegible] ہے خدا کی رحمت اور شاہ صاحب کی توجہ سے اس قابل ہو گئے قیمت فی [illegible] دو روپیہ آٹہ آنہ علاوہ محصول پرچہ [illegible] استعمال ہمراہ روانہ کیا جائیگا

ہر ایک گہر میں ضرورت ہے موسم گرما میں بڑے اور چہوٹوں کی اکثر آنکہیں دکہنے آجاتی ہیں جو نہایت مصیبت کا باعث ہوتی ہیں اور خاصکر بچوں کو تو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے اور اسپر تعریف یہ کہ جو دوائیاں لگائی جاتی ہیں وہ لگانے کے وقت تکلیف دیتی ہیں اور عرصہ میں آرام کرتی ہیں یہ گولیاں جو ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم ہوتی ہیں صبح لگاؤ اور شام تک آرام اور لطف یہ ہے کہ ذرا بہی تکلیف نہیں دیتی ہیں تین پیسہ کے ٹکٹ لفافہ روانہ کیجائیگی اور ایک پیسہ اللہ کے نام دیا جاتا ہے

گہن کے کیڑے کی موت سب سے بڑا اور سب سے زیادہ زندہ درگور کرنیوالی انسان کیلئے جریان کی بیماری ہے اندر ہی اندر گہن کے کیڑے کی طرح انسان کو زندہ درگور بناتی اور [illegible] جاتی ہے سیکڑوں بیماریاں اس سے پیدا ہو جاتی ہیں غرض کہنے کو بہت باتیں ہیں ہر شخص اس بیماری کو جانتا ہے اور کوئی ایسا نہیں جو اس سے بچا ہوا ہو جہاں تک غفلت نکرو اور اپنی خبر لو بیماری آئندہ نسلیں جو کمزور اور کم ہمت ہیں تو اسکی یہی وجہ ہے کہ کوئی اسکا خیال نہیں کرتا کہ بیمار کی کیا حالت ہو رہی ہے اور ہمکو کیا کرنا چاہئے بہت غافل ہو آپ آئندہ نسلوں پر رحم کہاؤ اور خواب غفلت سے بیدار ہو یہ دوا انسان جسقدر لکہی گئیں یہ وقتاً فوقتاً قسمتوں سے بہیجی ہیں جنکا تجربہ ہزارہا اشخاص نے کیا ہے میں بذات خود کوئی حکیم نہیں ہوں اور نہ میرا کوئی دوا خانہ ہے شاید سمجہیں کہ اشتہاری دوا فروش ہیں یہ ہرگز خیال نہ فرمائیں بلکہ کسی چیز کا تجربہ کرکے ہماری محنت کی داد دیجئے اور یہ بہی خیال فرمائیں کہ اب وہ زمانہ آگیا کہ حکیم اور ڈاکٹر سوائے ڈھکوسلے بازی کے انکو کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہے ہیں اب جو کچھ بہی فائدہ کی قدرت خدا نے دی ہے وہ صرف درویشوں کو جو اس کے خاص بندے ہیں اور اب وہ طرح طرح سے فائدہ پہنچا رہے ہیں میں جانتا ہوں سنا ہوگا کہ ایک درویش مسیحا تشریف لائے ہوئے ہیں اور ان کا کسقدر فیض ہمارے یہاں [illegible] اسٹیشن سے انکے مقام تک بیل گاڑی مسافروں کو تانتا دیکہی جاتی ہیں کیا خدا کی قدرت نظر آتی ہے سفوف کی قیمت دو روپیہ علاوہ محصولڈاک

المشتہر منظور احمد عباسی منیجر دی آل انڈیا ٹریڈنگ ایجنسی **شہر دہلی**

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۲۱

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

جلد — نمبر ۳

۷۸۶

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہواری رسالہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی
وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر
خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۱ع ششماہی ۱۰ نمونہ کا پرچہ ۳ آنہ

مقام اشاعت۔ دار السلطنۃ دہلی۔ کوچہ چیلاں

درویش پریس دہلی میں چھپا

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے قواعد وضوابط

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی چھٹی تاریخکو (جو سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہی) شائع ہوتا ہی۔ لیکن اسے کسی ایک سلسلہ سے خصوصیت نہیں۔ یہ تمام خاندانوں اور خانوادوں کی یکساں خدمت گزار ہی۔ مضامین اسمیں علمی۔ تاریخی۔ مذہبی اخلاقی۔ اصلاحی۔ مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں تحریروں میں انشاپردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہی۔ حجم کم از کم ۷۲ صفحے مقرر ہی۔ سال میں ۷۲ × ۱۲ = ۸۶۴ صفحوں سے زیادہ ہوجائیں تو ہوجائیں۔ لیکن تخفیف کبھی نہیں ہوتی +

(۲) اگر رسالہ ۷۔ ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے ۱۰۔ ۱۲ تک انتظار کریں اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیئے۔ ورنہ دوبارہ پرچہ کی قیمت لی جائے گی +

(۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیویں؛ ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گانوں یا شہر کے ڈاکخانہ کو دینی کافی ہوگی +

(۴) رسالہ کے متعلق تمام خط وکتابت میرے نام ہونی چاہیئے۔ خط وکتابت میں اپنا نام وپتہ نہایت صاف وخوشخط لکھیئے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتایئے ورنہ تعمیل محال ہی۔ جوابی امور کے لیئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیئے +

(۵) رسالہ کی قیمت ہر حال میں پیشگی لی جاتی ہے۔ نمونہ کے لیئے ۴ کے ٹکٹ آنے چاہئیں +

خاکسار

محمد الواحدی اڈیٹر رسالہ نظام المشائخ دہلی

خدائی لشکر کا ایک رسالہ

اقلیم دل پر نفس و شیطان نے لام باندھا ہے حرص طمع کی پلٹنیں غرور و تکبر کے رسالے حسد و عناد کے ہتھیار سنبھالے ساحری فلسفہ کی رسد رسانی کے بھروسے پر ایمانی سرحدوں میں گھسے چلے آتے ہیں اور نفوس مطمئنۃ [illegible] سے عصر روحانی کے دیپچوں میں فکر آتی کر رہے ہیں تو کیا یہ دشمن فتحیاب ہونگے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا چنانچہ یزدانی حرکت میں آگئے ہیں قدوسی فوجیں ضرب نفی و اثبات کے حربے اٹھائے نعرہ حق لگاتی اٹھ چلی آتی ہیں اب توپیں گرجیں گی۔ گولے گولیاں برسیں گی۔ خون کی کیچڑ میں پاؤں پھسلیں گے۔ نفس خودی کے علمبردار سپاہ الٰہی کی ٹھوکروں سے پامال ہوں گے مگر کوئی اس پیشین گوئی کا ظہور دیکھنا چاہے تو خدائی لشکر کے ہراول رسالہ نظام المشائخ دہلی کو منگا کر دیکھئے۔ جو ہر قمری مہینے کی چھٹی تاریخ کو سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی کی سرپرستی اور ملا محمد الواحدی کی ایڈیٹری میں ۶۴ صفحوں پر دہلی سے شائع ہوتا ہے۔ گویا ۶۴ صفیں لیکر ہر ماہ میں ایک بار الحاد و بیدینی کے کیمپ پر چھاپہ مارتا ہے۔ یہ وہ رسالہ ہے جس کی بلند آوازی کی ہندوستان میں دھوم ہے۔ یہ وہ رسالہ ہے جو علوم روحانی کو انگریزی سنسکرت اور عربی چھاونیوں سے بلا کر اپنے ادعا کے خیمہ میں جمع کر رہا ہے۔ یہی وہ رسالہ ہے جس نے ہزاروں انگریزی تعلیم یافتوں کو جو ہرگز تصوف سے ہٹ گئے تھے پھر [illegible] وحدت پر سمیٹ لیا ہے۔ یہی وہ رسالہ ہے جس کی خصوصیات حد شمار سے باہر ہیں اور جس نے جدید اور قدیم کے مضمون نگاروں کو ایک میدان میں طبع آزمائی کا موقع دیا ہے۔ صوفیانہ رزم و بزم کے جلسے دیکھنے ہوں سیکڑوں برس گزشتہ کے نامور بزرگوں کی محفلوں کا کیف مشاہدہ کرنا ہو علوم جدیدہ کو علوم قدیمہ کے پاؤں پر گرتا دیکھنا ہو تو رسالہ نظام المشائخ طلب کیجئے۔ راحت دل [illegible] وقت خود [illegible] ہو تو اس رسالہ کو پڑھئے جس میں تسکین منزل حیات جسمانی و روحانی کا عظیم الشان ذخیرہ مہیا کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام مشائخ خانقاہوں کے حلقہ میں یہ رسالہ کام آتا ہے۔ بزرگ اپنے خرقوں کو پہنا کر مریدوں کو اسی کا انعام دیتے ہیں مریدوں کی جانب سے بھی مرشدین کی خدمت میں یہی رسالہ نذر ہوتا ہے۔ شریف مستورات کے مطالعہ کیلئے بھی اسی کی مانگ ہے۔ لہذا آپ کو بھی چاہیے کہ خدائی لشکر کے اس رسالہ کا خیر مقدم کر کے فدائیان نظامی کے رجسٹر میں اپنا نام لکھوائیں قیمت سالانہ مع محصول قسم اول ۱۲ قسم دوم ۵ ششماہی [illegible] نمونہ [illegible] علی الترتیب

مطبوعہ ویلش پریس دہلی میں باہتمام ملا محمد الواحدی صاحب طبع ہوئی

اخبار طبیب دہلی

ہفتہ وار

خدا تعالےٰ نے دین و دنیا کے تمام کاموں کو صحت جسمانی پر منحصر رکھا ہے اور تندرستی کا تعلق علم طب
حفظانِ صحت کے ساتھ ہے۔ افسوس کہ ہمارے ملکی طریقِ علاج کا زوال اور معالجوں کی بیقدری انتہا
کو پہنچ گئی ہے جو ہماری اپنی غفلت و جہالت کا نتیجہ ہے گو ان کی یہ حالت کیسی ہی ناگفتہ بہ۔ یاس انگیز
اور دردناک ہو مگر ایسے موقعوں پر جی ہی جی میں کڑھنا یا رو دینا مردوں کا کام نہیں مقتضائے مصلحت
یہ ہے کہ درد کا درمان سوچا جائے پس جب اپنی رئیسی طبوں نو طبیبوں کے سلف زمانہ کا نقشہ نظر
کے سامنے آکر ہمیں بے چین کرے۔ اس وقت یہ بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ خالی واویلا کرنے
اور آنسو بہانے کے زمانے لدگئے۔ اب وقت ہے کہ عملی مستعدی و ہوشمندی سے پیش آمدہ مصائب کا
مقابلہ کیا جائے ۔

طب یونانی صدیوں کے کمالات پر تاریخ شاہد ہے۔ لیکن اس وقت تو اسکے سارے جوہر انقلاب
دہر کی لپیٹ میں آکر زنگ آلود ہو رہے ہیں کیونکہ علم طب۔ فن معالجہ نسخہ نویسی دواسازی تشریح
و جراحی غرض کسی چیز کی بھی مدت سے نہ باقاعدہ تعلیم تھی نہ کوئی معیار لیاقت بشکر ہے کہ اب صورت حال
کا نقشہ بدل رہا ہے طب کی مطلوبہ اصلاح و ترقی کے سامان خدا تعالیٰ نے بہم پہنچا دیئے ہیں لیکن اس بارے
میں کیا ہونا چاہیئے اور کیا ہو رہا ہے۔ اسکی حقیقت معلوم کرنی ہو تو **اخبار طبیب دہلی** کے
مستقل خریدار بن جائیے جو عالیجناب **حاذق الملک بہادر** بالقابہ کی سرپرستی اور ملا محمد الواحدی
کی ایڈیٹری میں ۱۸×۲۲ کی تقطیع کے ۱۶ صفحوں پر کاغذ لکھائی چھپائی کے اہتمام خاص سے بڑی باقاعدگی
اور آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ اسمیں طب کے متعلق علمی بحثیں۔ اخباری طرز کے مضامین و مراسلات
ماہرین فن کی قیمتی رائیں۔ مشاہیر اطباء کے قیمتی تجربات پیچیدہ امراض کے متعلق استفسارات و جوابات
مغربی ڈاکٹری کے جدید انکشافات اور سائنٹفک دنیا کی مفید و ضروری معلومات و اطلاعات بحسن ترتیب

درویش ایجنسی دہلی

پہلے یہ کاروبار صرف کتابوں کی بہم رسانی و ترسیل تک ہی محدود تھا مگر اب کارخانہ کے روز افزوں تعلقات اور احباب دور و نزدیک کی ضروریات نے مجبور کر دیا ہے کہ اس سلسلہ کو وسعت دی جائے۔ چنانچہ کرم فرماؤں کی اس خدمت کو اپنے لئے وجہ مسرت اور موجب سعادت سمجھ کر ہم اعلان کرتے ہیں کہ آئندہ ہماری معرفت دہلی کی تمام مشہور مصنوعات اور مقبول عام سوغاتیں۔ خصوصاً یہاں کے نامی مستند دواخانوں کی مفرد و مرکب ادویات وغیرہ وغیرہ بھی انشاء اللہ بکفایت مل سکیں گی۔ کمیشن واجبی لیا جائے گا۔ تعمیل فرمائش میں پوری احتیاط ملحوظ رکھی جائے گی +

تاکیدی التماس۔ اپنا نام۔ پتہ صاف وخوش خط لکھیں قیمت پیشگی آئے یا فرمائش میں اجازت وی پی ہو +

منیجر درویش ایجنسی دہلی

ضروری ضوابط

خرچ ڈاک بذمہ خریدار۔ چار آنے سے کم کا وی پی نہ ہوگا۔ کمیشن تاجرانہ کا فیصلہ بذریعہ خط وکتابت ہوگا۔ دہلی کی مشہور مصنوعات اور سوغات بھی ایجنسی ہذا بکفایت و احتیاط مہیا کرتی ہے۔ دس یا اس سے زیادہ کی فرمائش میں کم از کم پانچ روپیہ پیشگی آنے چاہئیں

منیجر

مندرجہ ذیل کتابیں درویش ایجنسی کوچہ چیلان دھلی سے بذریعہ وی پی یا پیشگی قیمت آنے پر دستیاب ہو سکتی ہیں

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہ کی مشہور کتابیں

نمبر شمار	نام کتاب	خلاصہ مضمون	صفحات	قیمت
۱	روزنامچہ خواجہ حسن نظامی	جس میں بمبئی کے تمام دلچسپ نظارے۔ مندر سومنات کے دلچسپ حالات۔ غازی محمود غزنوی کے میدان حرب کے منظر۔ ریاست مانگرول کے مشہور تبرکات جوناگڈھ کے تاریخی مقامات۔ احمد آباد گجرات کی قابل دید عمارات۔ بزرگانِ دین کے مزارات۔ غرض بیشمار وہ عجائبات روزنگار درج ہیں جو آج تک اور کسی کتاب میں نہیں دیکھے گئے ✦	۱۲۴ صفحہ	۸/
۲	مضامین خواجہ حسن نظامی	جن کی نسبت ہمیں کوئی تعریفی کلمات لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ محترم مصنف کا نام نامی انکی عمدگی کے لیے کافی گارنٹی ہے۔ ہندوستان کی اخباری ادبی دنیا میں انکی دھوم مچ گئی ہے۔ ان میں دارالسلطنت دہلی کے بہت سے سنسنی خیز اور عبرت انگیز حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے ✦	۵۰۶ صفحہ	۱۰/
۳	اسرار	فلک درویشی کے مخفی ستاروں کی دوربین۔ باطنی عجائبات کے تحیر خیز سین پیکر انسانی کا طلسم ہوش ربا اسرار معرفت کا گنجینۂ بے بہا ✦		۴/

قیمت	ضخامت	خلاصۂ مضمون	نام کتاب	نمبر شمار
۴ر	۶۸ صفحہ	امام مہدیؑ کے انصار اور اُنکے فرائض۔ تمام بڑے بڑے مذاہب کی کتب مقدسہ سے ظہور مہدی کی بشارتیں شاہ کابل کے خروج و عروج کا ثبوت احادیث سے شہنشاہ جارج پنجم کے اسلامی اوصاف۔ برٹش پارلیمنٹ کو دعوت اسلام۔ شیخ سنوسی کی بتلائی ہوئی وہ آیات جن میں آیندہ سائنٹفک ایجادات و انقلابات کا ذکر ہے انکے علاوہ بھی بہت سی حیرت انگیز و نتیجہ خیز باتیں درج ہیں +	کشف الامام	۴
۴ر	۳۶ صفحہ	شیخ سنوسی اور ظہور امام مہدیؑ کی نسبت مشائخ مصر دمشق و مدینہ منورہ وغیرہ کی خبریں۔ شہنشاہ انگلستان کے اسلام لانے کی پیشگوئی۔ اسلام اور مسلمانوں کا انجام بخیر۔ پُراسرار خواب اور غیبی اشارات وغیرہ ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں کہ تھوڑے عرصہ میں یہ کتاب ہزارہا چھپکر ہاتھوں ہاتھ بک چکی ہے +	شیخ سنوسی اور ظہور امام مہدی	۵
۶	۱۰۰ صفحہ	حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رح کے سارے مکمل قصیدے روسی چینی مسلمانوں کے انقلابی حالات۔ فرانس میں مسیح کا ظہور۔ ولایت فرنگ میں مسلم شہسوار کے کارنامے شیخ سنوسی کے اوراد و وظائف اور مخفی عملیات جدید آباد کی ایک نہایت پوشیدہ قلمی کتاب کا وہ حصہ جسمیں آیندہ انقلابات کا ذکر ہے اور ایک مشہور بزرگ کی پیشگوئیوں کا خلاصہ	فیضان سنوسی	۶

نمبر شمار	نام کتاب	خلاصہ مضمون	ضخامت	قیمت
۷	رسولؐ کی عیدی	اُمت کے بچوں کو۔ نونہالان اسلام کے حق میں اس سے زیادہ پیارا اور دلکش تحفہ اور کیا ہوگا۔ ایک ایک حرف دلنشین ہے۔ نظم نثر سے بڑھکر اور نثر نظم سے بالاتر۔ ایک لعل بے بہا ہے۔ کوڑیوں کے مول	۳۰ صفحہ	۲ر
۸	روزنامہ باتصویر	مولانا حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب ظلہٗ کے سفر مصر و شام و حجاز۔ کی مفصل کیفیت۔ علمی و قومی مذاق کے مبصروں نے اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ اس طرز کا سفرنامہ اردو میں کیا کسی مشرقی زبان میں آج تک شائع نہیں ہوا۔ قابل دید مقامات سفر کی پوست کندہ کیفیت۔ مشہور اشخاص عمارات وغیرہ کے فوٹو جن میں سے اکثر رنگین ہیں۔ فرعون موسیٰ کی لاش۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی مبارک شبیہ۔ مصری آثار قدیمہ کی تصاویر۔ عرب مصر و شام وغیرہ کی صوفیانہ مجالس کے ہو بہو نقشے۔ غرض جو بات ہے لاجواب ہے۔ قیمت باتصویر ایضاً بلا تصویر	۲۱۶ صفحہ	۷ر ۵ر
۹	تسخیر مہر و قمر	یعنی اعمال حزب البحر جس میں تسخیر حکام۔ تسخیر خلائق تسخیر المخانہ۔ ہلاکی اعدا۔ ادائیگی قرضہ۔ حصول اولاد رہائی اسیر۔ کشایش رزق۔ ترقی عزت و جاہ۔ کمال معرفت وغیرہ وغیرہ نہایت مجرب المجرب اعمال درج ہیں ◆	۱۰۸ صفحہ	۸ر

ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ و طبیب کی تالیفات

نمبر شمار	نام کتاب	خلاصہ مضمون	ضخامت	قیمت
۱۰	راحت القلوب	ملک المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس اللہ سرہٗ کے ملفوظات کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے لائق کتاب جسے سلطان الاولیا محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین رح نے فارسی میں راحت القلوب کے نام سے ترتیب دیا تھا۔ اب ملا محمد الواحدی صاحب نے اُسے اردو کا لباس پہنا دیا ہے۔ مطبوعہ درویش پریس دہلی	۱۱۶ صفحہ	۸ر
۱۱	آئندہ کیا کیا انقلاب آنے والے ہیں	اگر آپ کو یہ معلوم کرنے کا شوق ہو کہ آئندہ کیا کیا انقلاب آنے والے ہیں تو حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب جاماسپ نامہ کا ترجمہ منگا کر دیکھئے جو ملا محمد الواحدی ایڈیٹر اخبار خطیب و نظام المشائخ نے نہایت فصیح اور سلیس اردو میں کیا ہے۔ اپنے وقت سے لیکر آجتک کی بابت حکیم جاماسپ نے جتنی جتنی پیشین گوئیاں کی تھیں وہ سب ہو بہو پوری اتریں مثلاً حضرت سلیمانؑ۔ سکندر رومی۔ حضرت عیسےٰ۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولیٰ علی رضہ امام حسن رضہ امام حسین رضہ۔ معرکۂ کربلا۔ امیر تیمور۔ ہندوستان میں مغلوں کا عروج و زوال وغیرہ کہ جاماسپ نامہ میں ان تمام کا ذکر ہے۔ حکیم جاماسپ زرتشت بانی مذہب آتش پرستی کا خلیفۂ اعظم اور شاہ گشتاسپ کا وزیر تھا جسکے زمانہ کو اب غالباً پانچہزار برس گزر گئے۔ مطبوعہ درویش پریس دہلی۔	۳۰۲ صفحہ	۲ر

اِس فہرست کی تمام کتابیں منیجر درویش ایجنسی دہلی سے طلب فرمایئے۔

نمبر شمار	نام کتاب	خلاصہ مضمون	صفحات	قیمت
۱۲	دربار رسول	سیدی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا معرکۃ الآرا مضمون جو نظام المشائخ کے رسول نمانمبر ۱۳۲۹ھ میں چھپا تھا۔ اور مولوی ظفر علیخاں صاحب بی اے اڈیٹر زمیندار کا مضمون "اسلام کی برکتیں" اور شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی نظم "تنزل اسلام کا سبب اصلی" کہ یہ دونوں بھی نظام المشائخ میں شائع ہو چکے ہیں۔ اب کو کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ بہت مفید اور قابل دید کتاب ہے۔ مطبوعہ درویش پریس دہلی	۳۲ صفحہ	۲؍
۱۳	خون شہیدان وفا	یعنی منصور و سرمد کے پر جوش مگر صحیح اور مستند حالات مولفہ ملا محمد الواحدی اڈیٹر طبیب و رسالہ نظام المشائخ دہلی اور مولانا ابو الکلام آزاد اڈیٹر الہلال کلکتہ۔ مطبوعہ درویش پریس دہلی	۲۴ صفحہ	۲؍
۱۴	حالات خضر	حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی پیاسرار لائف مصنفہ ملا محمد الواحدی صاحب	۱۷ صفحہ	۱؍

درویش پریس کی دیگر مشہور و مقبول عام مطبوعات

نمبر شمار	نام کتاب	خلاصہ مضمون	صفحات	قیمت
۱۵	نیرنگ خسرو	محبوب المحبوب حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری اور ان کے کلام پر محققانہ ریویو۔ از شمس العلما مولانا شبلی نعمانی جیسے کا ذکر ہے ویسا ہی ذکر کرنے والا بھی ہے۔ حضرت امیر صاحب کو کون نہیں جانتا		

قیمت	ضخامت	خلاصہ مضمون	نام کتاب	نمبر شمار
۱۰/	۸۰ صفحہ	دنیاوی اعتبار سے بادشاہ کے مصاحب علم و فضل کے اعتبار سے یکتائے زمانہ۔ شاعری میں آج تک طوطی ہند کہلائے جاتے ہیں۔ بزرگ اور اسرار والے تو تھے ہی جن پر سلطان نظام الدین اولیائے محبوب الٰہی رح کی نظر لطف و محبت ہو وہ باطنی لحاظ سے کیا کچھ نہوگا۔ پھر انکے حالات آج کل کے سب سے بڑے تاریخ داں۔ زبردست انشا پرداز۔ مشہور عالم فاضل نے تحریر فرمائے ہیں۔ لکھائی اور کاغذ دیکھنے دکھانے کے قابل چھپائی درویش پریس کی		
۲/	۳۲ صفحہ	اللہ اور اللہ کے رسول سے راز و نیاز کی باتیں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور اور مولانا سیماب اکبرآبادی کا پُرجذب کلام۔ درویش پریس کی چھپائی کا بہترین نمونہ +	عرض و نیاز	۱۶
۱/	۱۲ صفحہ	ایک عبرتناک افسانہ۔ از مولوی ظفر علی خاں صاحب بی اے اڈیٹر زمیندار۔ مطبوعہ درویش پریس	ادہم ظلم	۱۷
۲/	۳۲ صفحہ	اس کتاب میں وہ باتیں درج ہیں جن کا کان میں پڑے رہنا خالی از دلچسپی نہیں۔ بہت سی جلدیں فروخت ہو چکی ہیں +	[illegible]	۱۸

ضروری ضوابط خرچ ڈاک بذمہ خریدار۔ عہ سے کم کا وی پی نہوگا کمیشن تاجرانہ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہوگا۔ دہلی کی مشہور مصنوعات اور سوغات بھی ایجنسی ہذا بکفایت احتیاط سپلائی کرتی ہے۔ عہ یا اس سے زیادہ کی فرمایش میں کم از کم عہ روپیہ پیشگی آنے چاہئیں۔ (مہتمم)

اس فہرست کی تمام کتابیں مینیجر درویش ایجنسی دہلی سے طلب فرمایئے۔

نمبر شمار	نام کتاب	خلاصہ مضمون	ضخامت	قیمت
19	[illegible]	جس میں حضرت الشیخ کے بہت سے نادر و نایاب اوراد و وظائف کے علاوہ تلوار اور نیزہ وغیرہ کے روکنے اور انکی زد سے بچنے، حکام اور افسروں کی نظر میں معزز و باوقار بننے اور ہر ابتلا و امتحان میں کامیاب ہونیکے عجیب و غریب عملیات اور دعائیں درج ہیں بڑی تقطیع۔	۵۰ صفحہ	۸ ر
۲۰	[illegible]	شردھے پرکاش دیو پرچارک برہمہ دہرم کی لکھی ہوئی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری دیکھنے کے لائق ہے۔ اسے اسلام معجزہ سمجھئے۔	۱۳۲ صفحہ	۵ ر
۲۱	[illegible]	اسلام اور زندگی کی پاکیزگی کی نسبت قیمتی خیالات مؤلفہ جناب قاری محمد سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی۔	۳۲ صفحہ	۲ ر
۲۲	[illegible]	حضرت ابو النجیب عبد القاہر السہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل سوانح عمری جو مولانا شاہ حسن میاں صاحب پھلواروی مرحوم نے حلقۂ نظام المشائخ دہلی کی فرمائش پر لکھی تھی +	۱۵۴ صفحہ	۱۲ ر
۲۳	[illegible]	جنگ طرابلس کے حیرت انگیز نتائج۔ ملت اسلام کیلئے بڑے بڑے سبق۔ عربوں کی عدیم المثال امتیازی خصوصیات۔ توحش اور تمدن کے کرشمے۔ دلولہ انگیز قومی ٹکڑے۔ غرض بیسیوں نادر الوجود مضامین ایک		

نمبر شمار	نام کتاب	خلاصہ مضمون	ضخامت	قیمت
		سے ایک بڑھکر۔ اس کتاب کی لکھائی۔ چھپائی خاص اہتمام سے ہوئی ہے۔ سرورق کا دلفریب نقشہ لوح دل پر نقش ہوجاتا ہے۔ تقطیع بڑی۔ کاغذ نہایت نفیس ولایتی۔ تقطیع کلاں +	۱۳۰ صفحہ	عہ ر
۲۴	[illegible]	آئینہ باصفا۔ الٰہیات کے اسرار مکنون۔ مذہبی تحقیقات کے انوکھے مضمون۔ بن پڑھے اس کے محاسن کا اندازہ ہو ہی نہیں سکتا +	۸۸ صفحہ	۸ر
۲۵	[illegible]	مضمون نام سے ظاہر ہے۔ متن عربی ہے۔ اور حاشیہ میں اسکا اردو ترجمہ۔ کتاب قابل دید ہے	۱۶ صفحہ	۲ر
۲۶	میلاد الرسول	کتب میلاد میں اپنی آپ نظیر ہے۔ حضور پر نور کے مناقب۔ اخلاق۔ فضائل۔ ظہور پاک کی نسبت انبیائے سابقین کی بشارات۔ ولادت باسعادت کے سچے مگر قابل دید حالات مع معتبر روایات اور تاریخی حوالجات کے لکھے گئے ہیں +	۵۶ صفحہ	۶ر
۲۷	[illegible] ہمزاد	وجود ہمزاد کا ثبوت۔ تاثیر عمل نہ ہونیکے اسباب بزرگان سلف کے عملیات۔ سعد و نحس کی تشریح اور تسخیر کواکب۔ تسخیر موکلات۔ تسخیر طیور۔ تسخیر محبوب وغیرہ وغیرہ کے مستند طریقے اسمیں درج کیے گئے ہیں۔ اس کتاب سے زیادہ مستند و معتبر آجتک اس فن میں نہیں چھپی +		۸ر

اس فہرست کی تمام کتابیں منیجر صدیق ایجنسی دہلی سے طلب فرمائیے

نمبر شمار	نام کتاب	خلاصہ مضمون	صفحات	قیمت
۲۸	[illegible]	لوح ہمزاد کا تیسرا حصہ۔ بند بنفس کے مجرب طریقے اُن کے عمل استعمال۔ خواب بندی۔ زبان بندی عمل تسخیر کی کنجی۔ ایک ایک نکتہ دُرِ بے بہا ہے۔		۴ر
۲۹	تحفۂ محبین	رویتِ سید المرسلین۔ فضائل نبوی۔ اور طریقۂ درود خوانی میں مشہور دہلوی اعظم جناب حافظ احمد سعید صاحب کی تصنیف۔ قابل دید۔ لائق شنید۔		۴ر
۳۰	اقوال الرسول	مرتبہ عالی جناب نواب مولوی میر صدر الدین حسین خاں صاحب رئیس بڑودہ۔ اسمیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اُن احادیث پاک کا انتخاب مع سلیس ترجمہ اردو خاص خاص اخلاقی و تمدنی عنوانوں کے تحت میں ترتیب دیا گیا ہے جنسے استفادہ کرنے کی ہر مسلمان مرد عورت و بچہ کو کم و بیش روزمرہ ضرورت ہے۔	۴۰ صفحہ	۲ر
۳۱	[illegible]	مصنفہ نواب صاحب ممدوح۔ اس میں پیشوایان قوم کے فرائض بڑی سنجیدگی و معقولیت سے بیان کیے گئے ہیں۔ جنپر غور و عمل کرنا ہر ایک ہی خواہِ دین و ملت کا فرض ہے۔	۴۲ صفحہ	۱ر
۳۲	[illegible]	مصنفہ ایضاً۔ رسوم و رواجِ غیر مشروع اور معصیت آمیز و بربادی بخش بدعات کی مذمت میں۔		۱ر
۳۳	[illegible]	علوم دینیہ مثلاً حدیث۔ تفسیر۔ فقہ و تصوف وغیرہ کے بیان میں بڑا مفید و ضروری لٹریچر ہے۔ ہر مسلمان کو اسکی		

اس فہرست کی تمام کتابیں محمد و شمس ایجنسی دہلی سے طلب فرمائیے

نمبر شمار	نام کتاب	خلاصہ مضمون	ضخامت	قیمت
		معلومات سے بہرہ مند ہونا چاہیئے ۔		ار
۳۴	[illegible]	گناہ کی حقیقت اور عام عیوب انسانی کی دلچسپ و نتیجہ خیز بحث جسکے مطالعہ سے بڑے بڑے اخلاقی و دینی فوائد و برکات حاصل ہو سکتے ہیں نہایت عجیب رسالہ ہے ۔	۳۲ صفحہ	۳ر
۳۵	انتخاب توحید	اخبار توحید میرٹھ کے جو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی ایڈیٹری میں نکلتا تھا چیدہ اور معرکۃ الآراء مضامین کا انتخاب ہے ۔ جن کی اخباری دنیا اور قومی حلقوں میں دھوم مچ چکی ہے ان مضامین کی غیر معمولی مقبولیت کے سبب احباب کے اصرار سے مجبور ہو کر یہ انتخاب مطبع ہاشمی میرٹھ کو دوبارہ کتابی صورت میں چھاپنا پڑا ہے خواجہ صاحب کی جودت طبع اور جدت طرازی کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ جو آپ کی تحریرات کو ایک بار پڑھ لے پھر وہ کم ہی کسی اور کی تحریر پسند کر سکتا ہے ۔ پھر یہ نہیں کہ نری باتیں یا خیال آرائیاں ہوں بلکہ واقعات و معاملات پر آپ کی رائیں ایسی جچی تلی ہوتی ہیں کہ باید و شاید ۔ مختصر یہ کہ انتخاب توحید ایک قابل دید اور لائق شنید چیز ہے ۔ باوجود بہت سی خوبیوں کے قیمت بالکل قلیل ہے ۔ ۔ ۔ ۔ صرف	۔	۱۲ر

اس فہرست کی تمام کتابیں منیجر درویش ایجنسی دہلی سے طلب فرمایئے

چند اور کتابیں

نمبر شمار	نام کتاب	خلاصہ مضمون	ضخامت	قیمت
۳۶	[illegible]	انشاپردازی و مضمون نگاری پر ایک جدید قابل دید رسالہ ہے۔ ضرور منگائیے +		۴ر
۳۷	[illegible]	نونہالان ملک و قوم کا اخلاقی و تعلیمی مشیر و خیر خواہ ہے +		۴ر
۳۸	[illegible]	ہر دو حصہ۔ اسم بامسمی۔ معاشرتی زندگی کے بہت سے ضروری پہلو اور اہم نشیب و فراز۔ سچے واقعات کا ہو بہو نقشہ		۵ر
۳۹	[illegible]	تذکرۃ الاسلاف و تبصرۃ الاخلاف۔ برجستہ نظم۔ حواشی میں اسلامی تاریخ کے درخشاں گوہر پروئے گئے ہیں +		۴ر
۴۰	[illegible]	ڈاکٹری میں ۱۸۷۰ء کی چھپی ہوئی (سکنڈ ہینڈ مجلد) نایاب کتاب ہے۔ تمام بیماریوں کے نام شروع میں بحروف انگریزی بھی دیدیئے ہیں۔ امید نہیں کہ یہ کتاب اب کسی جگہ بکتی ہو۔ اصل قیمت چھ روپے۔ رعایتی۔		[illegible]
۴۱	[illegible]	عربی بول چال و ترجمہ سیکھنے والوں کے لیے نہایت مفید و بے نظیر جسکی خوبی کا اندازہ شروع سے اخیر تک پڑھنے اور فائدہ اٹھانے والوں ہی کو ہو سکتا ہے اصلی قیمت رعایتی		۵ر
۴۲	[illegible]	معروف بہ تفسیر مرادیہ۔ پارہ عم کی قابل استفادہ تفسیر ہے۔ ضرور منگائیں عجیب چیز ہے۔	۳۴۴ صفحہ	عہ
۴۳	[illegible]	لیاکثر الظرفے۔ اسمیں صدہا ایسے عجیب و غریب نادر الوجود طرفے دیئے ہیں جنہیں دیکھکر طبیعت سیر نہیں ہوتی		۱۴ر

ایں فہرست کی تمام کتابیں منیجر دو لٹیں ایجنسی دہلی سے طلب فرمائیے

مولانا شرر لکھنوی مشہور مورخ و ناولسٹ کی تصنیفات

نمبر	نام کتاب	قیمت
۴۴	ابوبکر شبلی۔ حضرت شیخ شبلی کے حالات قیمت	عہ
۴۵	تاریخ سندھ۔ سندھ کی مکمل تاریخ دو جلد قیمت جلد اول عہ جلد دوم	ہم
۴۶	حروب صلیبیہ مصنفہ مسٹر کاکس کا ترجمہ نوٹس	۶ار
۴۷	ملکہ زنوبیہ۔ ایک عربی شاہزادی ملکہ	۳ر
۴۸	الحکم الرفاعیہ مصنفہ شیخ احمد رفاعی کا ترجمہ	۳ر
۴۹	حسن کا ڈاکو ایک نیا اخلاقی ناول	۱۲ر
۵۰	زوال بغداد شیعہ سنیوں کا جھگڑا اور نیل عباسیہ کا استیصال۔	ہم
۵۱	غیب دان دلہن یا کہ ابن حنیفہ ذوالفقار ملاحیوں کی برکتیں۔ ایک حیرت انگیز غیب دانی۔	عہ
۵۲	یوسف نجمہ کامل ہے بیگم یعنی نسیم آپ بیتی	ہم
۵۳	افسانۂ قیس مجنوں عامری کی واقعہ وار سرگذشت مکمل کیفیت ہے قیمت فی جلد	۳ر
۵۴	قیس و لبنیٰ۔ مشہور عاشق عرب قیس بن ذریح عذری اور اسکی معشوقہ لبنیٰ کے حالات کو ایک نہایت پر اثر و دلچسپ ناول کا لباس پہنایا گیا ہے	ہم
۵۵	حسن بن صباح۔ بانی فرقہ باطنیہ کے حالات زندگی اسکی تعلیمیں اسکا علم و فضل اور اسکے سرگرم فدائی	۶ر
۵۶	عصر قدیم ایک حکایت مکمل اور سلجھی ہوئی تاریخ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر کی تمام قوموں اسرائیلیوں مصریوں اسیریوں بابل والوں ایرانیوں یونانیوں مقدونیہ والوں رومیوں ساسانیوں بطلیموسیوں وغیرہ کے اجمالی حالات ہیں قیمت	ہم
۵۷	فتح اندلس اسپین پر عربوں کا حملہ	۶ار
۵۸	مقدس نازنین ایک لڑکی کا پوپ بن جانا قیمت۔	عہ
۵۹	ملک العزیز ورجنا تیسری صلیبی لڑائی قیمت۔	ہم
۶۰	فردوس بریں جیتے جی جنت کی سیر	عہ
۶۱	حسن انجلینا روم و روس کی لڑائی	ہم
۶۲	منصور موہنا ایک عربی خاندان سندھ میں	ہم
۶۳	شہید وفا اسپین میں مسلمانوں کی پامالی	عہ
۶۴	آغا صادق کی شادی لکھنؤ کے دربار شاہی کی ایک بامذاق تصویر کیسی دلہن کس کے ساتھ قیمت۔	۱ار
۶۵	فلورا فلورنڈا۔ اندلس کا آخری دور مسلمانوں کی برداشت اور عیسائیوں کا احمقانہ تعصب نہایت عجیب پر اثر تاریخی ناول	ہم

اس فہرست کی تمام کتابیں منیجر [illegible] ایجنسی دہلی سے طلب فرمائیے

فہرست مضامین رسالہ نظام المشائخ بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

متفرقات

افسوس!

اور بڑے افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ کہ "باطن بینا" از حضرت جواہر کاظم صاحب ساقی.... "جذبات احسان" از منشی گوبند پرشاد صاحب احسان "تضمین غزل حضرت بیدل" از مولانا امجد صاحب محبت "ڈاکٹر اقبال صاحب" "درد دل" از اخلاق صاحب "نادان انسان اور جوتہ" از شوق صاحب بدایونی "تمد عشق" از مولانا عشق صاحب" اتنی نظمیں کاپی ہونے کے بعد کاتب صاحب کے گھر میں سے گم ہو گئیں جو نہایت تلاش کے اور باوجود تلاش بسیار نہ ملیں۔ صاحبان مذکور کے پاس اُن کی نقلیں ہوں تو عنایت فرمائیں۔ اور اس شنفی واقعہ پر ہمیں معاف کریں۔ یہی سبب ہے کہ اب کے رسالہ میں نظموں کا حصہ قریب نادر ہے۔ اور ضخامت بھی تشبیاً کم ہے آئندہ تلافی کی جائے گی

محمد الواحدی

نفسی نفسی

قیامت کبریٰ کا ہولناک نظارہ تو خدا جانے کیسا کچھ ہوگا۔ اللہ ہی اپنے حبیبؐ کے صدقہ میں اُس فزع الاکبر کی تلخیوں سے پناہ دے (آمین)، لیکن ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ آج اسی عالم میں جمیع اقوام وافراد کی آبادیاں خاصے پیمانہ پر وہی نفسی نفسی کا سماں پیش کر رہی ہے۔ قرآن کریم کے معجزات وعجائبات میں سے یہ بھی ایک نہایت مہتم بالشان اور خاص بات ہے جو اُسے دیگر کتب مقدسہ سے ممتاز کرتی ہے کہ جو جو وعید یا بشارات وہ دار آخرت کے متعلق پیش کرتا ہے ان کے کچھ نہ کچھ نمونے یا قرائن قبلتہ اِس دار فانی میں بھی دکھلا دیے گئے ہیں تاکہ انسانی فطرۃ کو عقبےٰ کی جزا و سزا کے باور کرنے میں کوئی مضائقہ یا انقباض مانع نہ آئے مثلاً نازِ ملوں سرکشوں سیہ کاروں کے لیے وہاں نار جہنم میں جھونکے

جانے کا اندازہ ہے تو یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود ظاہری فراغ بالی اور عارضی عیش و تنعم کے اکثر ان کی زندگی اندر ہی اندر ایسی تلخ کامیوں اور روح فرسا نامرادیوں کا شکار ہوتی رہتی ہے کہ طاعت گزار و فرمانبردار غربا کو افلاس کی گوناگوں تنگی سختیوں میں بھی انکا تصور نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اس کے وہ اپنے اعمال صالحہ کے صلہ میں اطمینان قلب۔ سرور روحانی اور انبساط کی ایک ایسی بے نظیر لذت محسوس کرتے ہیں جو اول الذکر بندگان نفس کو کبھی خواب و خیال میں بھی میسر نہیں آسکتی۔ یا مثلاً ارشاد ہوا ہے کہ اس فانی زندگی کے خاتمہ پر گو بظاہر تم بالکل نیست و نابود ہو جاؤ اور تمھارے اجسام گل سڑ کر مٹی میں مٹی ہو جائیں۔ پھر بھی حساب کتاب کے لیے نئے سرے سے پیدا کر دیے جاؤ گے اور تمھاری روح کو اپنی نیکی بدی کی جزا سزا بھگتنی پڑے گی اب اس میں ایک مادہ پرست گرفتار پندار کو وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ بھلا ایسی نئی پیدائش اور انوکھے عالم میں احساس رنج و راحت کیسے ممکن الوقوع ہے؟ لیکن اس حکیم و قادر مطلق نے عالم رویا کے نظارے دکھا کر (جنمیں ہمارا یہ جسم خاکی جوں کا توں اپنے بستر پر پڑا رہتا ہے۔ مگر روح ایک لطیف غیر مرئی اور مجہول الکنہہ جسم کے ساتھ حالت بیداری کی سی تمام کیفیات کا تماشا دیکھتی خدا جانے کہاں کہاں کی سیریں کرتی پھرتی ہے) اموات کی موعود بعثت ثانیہ کو ظنیات کی تاریکی سے نکالکر یقینیات کی روشنی میں ہمارے پیش نظر کر دیا ہے +

غرض اسی طرح قیامت کے دن تو میدان حشر میں ہر ایک نفس کو اپنی اپنی پڑی ہی ہوگی۔ مگر حالات گرد و پیش آج بھی دنیا کے پردہ پر ہماری چشم بصیرت کھولنے کے لیے کچھ اسی قسم کے سین دکھلا رہے ہیں۔

یہ بالکل سچ ہے کہ اس زمانہ میں دنیا کی ہر قوم ہر فرقہ، بلکہ ہر فرد بشر دن رات اسی اُدھیڑ بن میں سرگرداں ہے کہ کسی طرح اپنا بھلا ہو۔ مصائب اور مشکلات جو درپیش ہیں یا جن میں مبتلا ہونے کا اندیشہ و امکان ہے ان کے کالے بادل چھٹ جائیں نا کامی و زحمت جو سروں پر منڈلا رہی ہے۔ اس کا سایہ ہٹ جائے حصول فلاح برومندی اور سرخ روئی کی جو تدابیر اختیار کیجاتی منصوبے گانٹھے جاتے اور سرگرم کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ وہ کسی طرح حسب لخواہ بارآور ہوں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ لوگ اکثر اپنی مساعی میں کم و بیش کامیاب بھی ہو ہی جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ سنت اللہ ہے کہ دنیا کی خاطر ہو یا دین کے لیے اللہ تعالیٰ کسی کے اچھے اعمال کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ (بجز موعود مستثنیات کے جو بصورت حبط اعمال ہوں)

علیکم انفسکم

زمانہ کے ہمہ گیر اور فطری اصول کی بنا پر ما و شما کیا کوئی بھی اپنی فکر فردا سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ ارشاد باریتعالیٰ بھی یونہی وارد ہوا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم (مائدہ - ۱۰۴) اے مومنو! تم اپنی جانوں کا فکر کرو۔ پس جو فرقہ ہمیشہ سے خدا ترسی و خدا دانی کے اعلیٰ ترین مقام پر ہونے کا دعویدار رہا ہو اور جس نے اصلاح خلق کی بڑی بڑی شاندار خدمات انجام دی ہوں (اور سچ پوچھو تو گو ہماری حالت آج کتنی ہی افسوسناک یا محتاج اصلاح کیوں نہ ہو لیکن سلف صالحین کے مبارک حالات اس دعوے کے مصدق بھی رہے ہیں) اس کا تو بدرجہ اولیٰ یہ ایک اہم فرض ہے کہ اپنے محاسبہ سے غافل نہ ہو۔ اب جبکہ تمام دنیا اپنی اپنی فلاح و بہبود کی دُھن میں مستغرق ہے اور ہر چند کہ اختلاف عقائد و آراء کے سبب

مختلف گروہ باہم گو بعد المشرقین کی نسبت رکھتے ہوں تاہم یہ سارے کے سارے اپنے اپنے زعم میں بالکل برسرحق ہیں اور دوسروں کو بھی اسی حق کی طرف بلانے میں ناخنوں تک زور لگاتے ہیں۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا فرقہ صوفیا و مشائخ جو حقیقی معنوں میں داعی الی الحق ہونا چاہیئے۔ وہ اسوقت کس خواب غفلت میں ہے؟۔ کوئی عیسائی ہو یا موسائی ہندو ہو یا مسلمان فلاح دنیوی اور نجات اخروی کا ہر ایک محتاج ہے۔ اور آپکے نزدیک سچا سالک و صوفی مشرب یا ہر کا بھگت ہو کر وہ بلا امتیاز ذات بھانت کے مکتی حاصل کرسکتا ہے

ذات بھانت نا پوچھے کوئے ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئے

تو کیا وجہہ ہے کہ آپ لوگ دنیا کو اس عالمگیر راہ رستگاری کیطرف دعوت دینے میں سستی و بہل انگاری سے کام لیں۔ کیا آپ کو اس کا یقین نہیں کہ سب سے ان کے فرض منصبی کی بابت پوچھا جائیگا کہ تم نے اسے کہانتک ایمانداری و مستعدی سے انجام دیا؟۔ اسوقت آپ یہہ کہہ کر ہرگز نہیں چھوٹ سکتے کہ ہم تو فلاں و فلاں کتابیں یا رسالے اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے۔ اور ہاں۔ کبھی کبھی قوالی بھی سن لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ مکروہات دینوی سے چھٹکارا ملتا تھا تو گاہ گاہ (یا بالفرض بلاناغہ سہی) اذکار و اشغال مقررہ کا بھی معمول تھا اہل ظاہر کے جھگڑے جھمیلوں سے گو ہمارا اکثر جی الجھتا تھا۔ لیکن پھر بھی تعظیم لامر اللہ سمجھو یا دنیا دکھاوا یا رسم آبائی۔ بندگی و عبادت سے بھی کچھ ایسے ناآشنا و بیگانہ خو نہیں رہے۔

صاحبو! یہ زمانہ بڑی کشمکش کا زمانہ ہے ہر وجود کا فطری تقاضا ہے کہ ترقی کرے۔ پھر روحانیات کے دلدادوں سے بڑھکر کون اس کا قائل ہوگا کہ حضرت انسان بالخصوص لا انتہا ترقیات کے لیے دنیا میں بھیجے گئے ہیں کیا آپ

لوگ اُنہی خدا کے پیاروں کے نام لیوا نہیں جو اپنے زندہ نمونوں سے خلق اللہ کی جسمانی۔ رُوحانی۔ اخلاقی۔ اعتقادی غرض ہر قسم کی اصلاح کے بڑے بڑے زبردست کارنامے دکھلا گئے ہیں۔ پس کیا وجہ کہ آپ صرف پدرم سلطان بوُد کا فخر کافی سمجھیں اور انکی حقیقی پیروی سے اجتناب کا ثبوت نہ دیں کہ اُن پاک وجودوں کی ثناخوانی و مدح سرائی محض مشیخت بگھارنے یا دنیا کمانے کی غرض سے تھیں اور کہ فی الواقع ان کی ہر بات نہ صرف زبانی ستائش بلکہ عملی اقتدا کے لائق ہے۔ انہوں نے جو جو مجاہدات محض رضائے مولیٰ حاصل کرنے کے لیے اپنے نفسوں پر گوارا کیے۔ آج ہی ممکن تو ہیں گو ہمارے واسطے گنت دشوار ہوں مگر کیا کم از کم اتنا بھی ہم سے نہیں ہو سکتا کہ اپنی وہ کمزوریاں ہی دور کر دیں جو اہل اللہ ہونے کے منافی ہیں۔ مومن کبھی سست اور غافل نہیں ہوتا۔ وہ اپنے دنیوی کاموں کو ایسی ستعدی سے انجام دیتا ہے گویا اسکو ہمیشہ جینا ہے۔ اور فرائض دینی کو ایسے استغراق سے بجا لاتا ہے جیسے ابھی مرنا ہو۔

اس تمام سمع خراشی سے مقصود یہ ہے کہ ہماری صوفی برادری بھی اس عہد بیداری کی قدر کرے اشاعت تعلیم۔ اصلاح رسوم دعوت الی الخیر تزکیہ نفس۔ موقعہ اور ضرورت وقت کے مناسب حال خدمت خلق۔ کے فرائض سے غافل نہ رہے۔ کام کرنا بندہ کا ذمہ ہے۔ اس کا اجر دنیا اور دین کو مشکور فرمانا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے +

خدارا جاگو۔ جاگو۔ فرض شناس بنو۔ اور اپنی اہم ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے لیے بڑی چستی و مستعدی سے کمر ہمت باندھو۔

اس تحریک کو بارآور اور کامیاب بنانے کے لیے ضرورت ہے کہ ہماری کمزور آواز کو چاروں طرف سے تائید و تقویت پہنچے۔ اسے دُور دُور تک

پہنچانے میں اخلاص وللہیت کے ساتھ احباب کی سرگرم کوششیں ہماری ہمت بندھانیوالی ہوں۔ صوفی برادری کا شمار تمام اقطاع عالم میں تو خدا جانے کتنے کرور ہوگا مگر سرزمین ہند میں بھی لکھوکہا سے کسی طرح کم نہیں ہوسکتا ایسی کمیونٹی کا آرگن ہوکر بھی اگر نظام المشائخ کئی ہزار نہ چھپے تو آپ خیال فرمائے ہیں کہ اصلاح قوم اور اعلائے کلمۃ اللہ کا پاک مشن کیسی سست رفتار سے اپنی منزل مقصود کیطرف گام زن ہوگا اور اس کے مطلوبہ ثمرات خدا جانے ہم تم میں سے کس کس کو اپنی آنکھوں دیکھنے نصیب ہوں اور کون کون اسی تمنا میں ترستے چلے جائیں۔

آخر میں پھر بڑے زور سے جتلائے دیتے ہیں کہ یہہ ہاتھہ پر ہاتھہ دھر کے بیٹھنے کا زمانہ ہرگز نہیں ہے۔ ہم کام کے لیے پیدا کئے گئے ہیں اور اپنا کام ہمیں ضرور کرنا ہوگا اگر دنیا میں عزت سے رہنا ہے اور اپنی عقبےٰ بھی سنوارنی ہے ہر محب اسلام جو خدا کا محبوب بننا چاہتا ہے۔ کتاب اللہ پر تدبر کرے اور سوچے کہ اسکی سہل ترین و یقینی تدبیر کیا تبلائی گئی ہے اتباع نفس اور عادت پرستی سے آج کوئی شخص خدا رسولؐ کے حضور سرخ رو اور صلاح یاب نہیں ہوسکتا۔ فرماتے ہیں۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (اے رسولؐ) کہدو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ خود تم سے محبت کرے گا +

ہم نہیں کہتے کہ تم ایکدم ناقابل برداشت بوجھہ اوٹھاؤ اور اپنے تمام مشاغل حیات کی فی الفور کایا پلٹ کردو۔ لیکن کم از کم یہہ تو ضرور ہونا چاہئے کہ اپنی حالت موجودہ کا احساس اور اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو۔ اصلاح کی ضرورت سمجھو! خدا تم سے کوئی ایسا مطالبہ نہیں کرتا جو تمہارے بس کا نہو مگر تم کہیں اس کے احکام کی عظمت کو تو اپنے دلوں میں جگہ دو۔

وہ علیم بذات الصدور ہے انسان دہوکے میں آسکتا ہے مگر بظاہر داریوں پر تمام تر دینداری اور خداترسی کا حصر رکھکر تم اسے دہوکا نہیں دے سکتے۔ مولے کی مرضی پر نفسوں کو حکم اور حاکم نہ بناؤ۔ بلکہ اپنی تمام طاقتوں کو اس کے تابع مرضی کردو کہ یہی فلاح یابی کا گُر ہے۔ نفسانی خواہشات کا اتباع وہ سچی خوشی ہرگز نہیں دیسکتا جو اسکی راہ میں ان خواہشات کی قربانی سے حاصل ہوتی ہے۔ خدایا تو ہی ہمیں سب کو اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین +

ایڈیٹر

غزل

وفا را کار بستم جان برافشاندم نیاز است این | بخون نامرادی غوطہ ہا خوردم نماز است این

بشبے از بزم بیرون راندنم فرمود و من مُردم | محبت گفت در گوشم کہ مرگ امتیاز است این

نگہ دزدیدہ میخواند حیا از دیدہ میراند | خطاب دلفریب است این عتاب دلنواز است این

دہانش را چہ واگویم۔ میانش را چہ بر سنجم | نمیدانم چہ رمز است این نمیدانم چہ راز است این

دل وارفتہ ام در پنجۂ مژگان گیرائش۔ | بآن ماند کہ کنجشکے اسیر شاہباز است این

بعجز و نازم کہ بیخود از زبانم یا معین ریزد | تصرفہائے عشق خواجۂ بندہ نواز است این

گرامی را سحر تسبیح بر کف دیدم و گفتم
بایں شوخی بایں رندی بکیشم مہرباز است این

نیاز منزل۔ گرامی
(شاعر خاص اعلیحضرت بندگانعالی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ)

مؤذن کی صدا

صبح کی خاموشی میں۔ مؤذن کی، توحید کے منادی کی دل ہلا دینے والی تڑپا دینے والی صدا بلند ہوئی۔ اور خانۂ خدا کے صحن میں، اس صحن میں جہاں لاکھوں پیشانیاں اظہارِ عبودیت میں، بندگی کے جوش میں صداقت سے رگڑی جاتی ہیں۔ راستی سے گھسی جاتی ہیں کسی نہ بھولے جانے والے کی مقدس یاد کو، پاک یاد کو تازگی کا پیغام دیکر ابھارتی ہوئی پھیلی۔ ہواؤں کے، اس عالم سفلی کے واقعات کے شور وشغب کو عالم بالا پر پہنچانے والی ہواؤں کے سرو سرو جھونکے۔ سرور انگیز جھونکے جوش مسرت میں۔ فرطِ خوشی میں جھومتے ہوئے آئے۔ اور اسے کندھوں پر اٹھا کر اپنے سبک پروں سے ہلکے بازوؤں سے عالم علوی کیطرف لے اڑے یہ صدائے وحدت یہ نعرۂ توحید۔ یہ ندائے احدیت مقدس گھر کے میناروں سے پاک مکان کی دیواروں سے ٹکرائی اور گونجی۔ اور فضا چشم زدن میں اس راگ کے اس لحے کے شیریں سروں سے بھر گئی پر ہو گئی صبح کی سفیدی کے ہلکے روشن پردوں میں ایک جنبش۔ ایک سرسراہٹ پیدا ہوئی۔ آفتاب نے دوسری دنیا سے اپنی ہلکی کرنوں کو مدہم شعاعوں کو صدائے توحید۔ ندائے وحدت کے آغوش میں لینے کے لیے۔ گود میں اٹھانے کے لیے نیند سے بیدار کیا۔ چاند نے جھٹ پٹ اپنی نورانی کرنوں کو سمیٹا۔ روشن شعاعوں کو اکٹھا کیا۔ عشق حقیقی کی الفت ازلی کی اس لرزاں صدا کو اپنی ظلمت ربا نور کی چادروں میں لپیٹا اور صداقت کا راستی کا یہ پیغام کسی دوسری دنیا میں لے جانے کے لیے مستعد ہوا ستاروں نے اشاروں ہی اشاروں میں خیر مقدم کیا۔ اور عالم علوی کے

بسنے والوں کو اوپر کی دنیا میں رہنے والوں کو مسرت کا۔ ابدی خوشی کا پیغام پہنچانے کے لیے دوڑے۔

رات کی۔ آخری حصہ شب کی آسمانی محفل کے۔ بزم فلک کے ممتاز رکن نیر صبح کے ستارے نے وسط آسمان سے اپنی روشنی کو۔ اس مژدہ جانفزا کی۔ ولولہ انگیز خوشخبری کی گونجتی ہوئی آواز کو پہنچنے کے لیے بھیجا۔ شبنم کے درخشندہ قطرے جنبش میں آئے انہوں نے خدائے وحد کی عظمت کو۔ بزرگی کو۔ روشن کرنے والی ظاہر کرنے والی بے مثل سچائی کو۔ بے نظیر صداقت کو۔ رعب کی زبان میں شان و شوکت کی زبان میں نمایاں کرنے والی صدا کو اپنی رنگین گود میں اٹھایا۔ اور دنیا کی شور و شغب سے آزاد۔ حرص و ہوس کے غلغلہ سے پاک دنیا کی سطح پر۔ خاموش سطح پر بکھیر دیا۔

امیر حسن ناز

٭ ٭ ٭

"گرمی کی دھوپ"

ﮯ دھوپ خوب ہم نے تیرا جلال دیکھا ۔۔۔ ذرّوں سے آشکارا تیرا جمال دیکھا

محتاج سب زمانہ ہے تیری روشنی کا ۔۔۔ حاصل کریں سبق ہم تجھسے فروتنی کا

مانا کہ کھینچتی ہے تو سب رطوبتوں کو ۔۔۔ جب ہے کہ صاف کر دے دل سے کدورتوں کو

ہمکو تری تپش سے آجائے وہ پسینہ ۔۔۔ دھو دے جو ایکدم میں سب کا وشوں سے کینہ

اکبار اندریں کی پیرکا ہلی اُٹھا دے ۔۔۔ گرمی سے تو ہماری افسردگی مٹا دے

تاریکئ جہالت اپنے دماغ میں ہے ۔۔۔ دارو ئے تیرہ بختی تیرے ایاغ میں ہے

منشی محمد علی۔ میر احمدی۔ ادا جمیر شریف

گناہ کیا شے ہے؟

تمام اہل ملل اور مذاہب گناہ کی مذمت کرتے ہیں اور اس کے اثر سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے ترکیبیں بتاتے ہیں۔ مگر کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ گناہ ہے کیا شئے۔ مثلاً مسیحی صاحبان کا بیان ہے کہ انسان جبلی عاصی پیدا ہوا ہے اور وہ نجات نہیں پاسکتا جب تک کہ مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور ان کے کفارہ کا قائل نہو جس کا ماحصل یہ ٹھیرا کہ انسان دائمی عذاب اور جہنم کے لیے پیدا کیا گیا۔ فارسی یا مجوسی فرماتے ہیں کہ خالق دو ہیں گناہ کا خالق اہرمن اور خیر کا خالق یزداں۔ جب تک آدمی بالکل ہی یزداں کا نہ ہو جائے گناہ سے خلاصی محال ہے۔ مہاتما بدھ کی تعلیم ہے کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے جسمانیات اور روحانیات تاآنکہ جسمانی خواہشات بالکل کمزور نہ کیے جاویں گناہ سے رہائی ناممکن ہے گویا صاحب موصوف کی رائے میں تمام ناتوان اور کمزور اور ضعیف اور ناقص الخلقت اور نامرد اور بزدل بہشتی ہیں اور قوی اور شیر دل اور شجاع اور تندرست اور توانا اور دلیر دوزخی ہیں۔ متصوفہ کا قول ہے کہ انسان کے بدن کے دو مدبر ہیں ایک نفس اور ایک قلب نفس انسان کو بدی کیطرف بلاتا ہے اور قلب نیکی طرف یہ مسئلہ بھی فارسیوں کے مسئلہ کے قریب قریب ہے۔ فارسی عالم کبیر میں اور متصوف عالم صغیر میں دو خالق ثابت کرتے ہیں آریہ صاحبان کہتے ہیں کہ کوئی متنفس ایسا نہ ہوگا کہ گناہ نہ کرتا ہو اور اس لیے اسکو کیڑے مکوڑے۔ سانپ گژدم اور پرند اور گیاہ اور درخت وغیرہ لکھو کہا چیزوں کی شکلیں اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ گویا ان کے زعم میں تمام کائنات کے

مخلوق ہونے کا باعث گناہ ہی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انسان محض مجبور ہے جو کچھ کرتا ہے خود خدا کراتا ہے خدا ہی نے بعض لوگوں کو بہشت کے لیے اور بعض لوگوں کو دوزخ کے لیے چن لیا ہے بعض لوگ ہمہ اوست کے قائل ہیں کہ جو کچھ ہے وہ سب خدا ہے ؎

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ
خود خریدہ بر سر خستمار برآمد

اور کبھی یہ تشبیہ دیتے ہیں کہ خدا بمنزلہ بحر ہے اور مخلوق بمنزلہ بخار اور بادل اور مینہ کے بحر سے بخار اٹھتا ہے۔ بادل بنتا ہے مینہ برستا ہے اور پھر سب کچھ بحر میں جا کر فنا ہو جاتا ہے۔ اسکو کثرت فی الوحدت اور وحدت فی الکثرت کہتے ہیں +
مثلاً آنکھ اور کان اور آلہ تناسل موجب گناہ ہیں لہذا انہوں نے ویرانوں اور پہاڑوں میں رہنا اختیار کیا اور بعضوں نے اپنے اعضا بے کار کر دیے تاکہ اُنسے گناہ ہی سرزد نہ ہو۔
بعض لوگ ہیں کہ تمام عمر نکاح ہی نہیں کرتے اور اسکو باعث گناہ سمجھتے ہیں بعض ناک اور آلہ توالد و تناسل کاٹ لیتے ہیں بعض لوگ گناہ سے بچنے کے لیئے مادیات سے مثلاً آفتاب مہتاب آگ پانی وغیرہ سے استمداد کرتے ہیں اور فرضی دیوتا اور دیبی اور مورت بنا کر انکو پوجتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو امر خلاف شرع ہے وہ گناہ ہے حالانکہ فروعی شریعت ہر ملک کی جدا جدا ہے مثلاً ہندوستان میں ہر روز دریا پر جا کر اشنان کرنا فرض ہے اور ٹھنڈے پانی سے ہر صبح غسل کرنا مستحب ہے اگر شمالی روس یا کابل میں اس شریعت پر عمل کیا جائے تو ایک آدمی بھی زندہ نہ رہے یا ہندوستان میں گوشت کھانا حرام ہے اور ہر روز گوشت کے استعمال سے آدمی بیمار ہو جاتا ہے۔ کابل میں

اگر ہر روز گوشت نہ کہایا جاوے تو آدمی مرنے لگتا ہے۔

غرض جس کے جو بات سمجھ میں آئی وہی اس نے کہدی حقیقت پر کسی نے بھی غور نہیں کیا فتقطعوا بینہم زبراکل حذب بما لدیہم فرحون۔ لوگوں نے اختلاف کیا اور جس فرقے کے پاس جو کچھ ہے سب اسی میں مگن ہیں۔

اس تمہیدی بیان کے بعد اب یہ دریافت کرنا ہے کہ گناہ کیا شے ہے اور کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی گناہ بھی بعض آدمیوں سے سرزد نہ ہو اور کیا گناہ علاج پذیر ہے۔ اور گناہ کا کیا چارہ ہو سکتا ہے۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنی ضد اور عکس سے پہچانی جاتی ہے اور گناہ کی ضد تقویٰ ہے اور تقوے کے معنے پرہیز گاری کے ہیں دوسری عبارت میں تقوی کے معنے اعتدال بھی ہیں عکس اوس کا افراط اور تفریط ہے تیسرے معنے تقوے کے احتیاط کے ہیں۔ ضد اس کا فسق و فجور ہے چوتھی عبارت میں تقوے کے معنے اطاعت اور ضد اسکی معصیت ہے، پس ہر کام میں خواہ جسمانی ہو خواہ روحانی تقوی اور احتیاط اور اعتدال طاعت ہے اور بے احتیاطی اور افراط و تفریط معصیت اور گناہ۔ جو کوئی گناہ کرتا ہے اسکو عاصی اور جو کوئی تقوی کرتا ہے اسکو متقی کہتے ہیں۔ تقویٰ عبادت سے حاصل ہوتا ہے جیساکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے یا ایہا الناس اعبدو ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں پیدا کیا تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ متقی کے علامات (۱) یہ کہ کلام اللہ ان کا رہنما ہوتا ہے جیساکہ ارشاد ہے۔ الم ۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین یہ وہ کتاب ہے جس (کے کلام الٰہی ہونے) میں کچھ بھی شک نہیں پرہیزگاروں کی رہنما ہے (۲) یہ کہ غیب پر ایمان لاتے ہیں نماز (طاعت بدنی)

پڑھتے ہیں انفاق (طاعت مالی) کرتے ہیں (۳) یہ کہ تمام کتب منزلہ پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ آخرت کا یقین رکھتے ہیں (۴) یہ کہ جب کبھی انکو شیطانی وسوسہ آتا ہے تو جلدی چوکنے ہوجاتے ہیں۔ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون۔جو لوگ پرہیزگار ہیں جب کبھی شیطان کیطرف کا کوئی خیال ان کو چھو بھی جاتا ہے تو (فوراً) متنبہ ہوجاتے ہیں (یعنی پردۂ غفلت انکی آنکھوں سے دور ہوجاتا ہے) تو وہ اسی دم (راہ صواب) دیکھنے لگتے ہیں (۵) یہ کہ دنیا اور آخرت میں ان پرکسی طرح کا خوف طاری ہوتا ہے اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر ہوتے ہیں الاان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔الذین آمنوا وکانو یتقون لھم البشرے فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرہ لاتبدیل لکلمت اللہ ذالک الفوز العظیم۔اسی کی طرف اشارہ ہے۔قرآن مجید میں تقریباً ڈیڑھ سو جگہ تقویٰ کا ذکر ہے اور جتنا زیادہ متقی ہوگا اتنا زیادہ مکرم ہوگا جیساکہ وارد ہے۔ان اکرمکم عنداللہ اتقکم۔اب یہ جاناگیا کہ گناہ تقویٰ کی ضد ہے توکیا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض آدمی ابتدا ہی سے متقی اور بے گناہ اور معصوم ہوں۔بیشک یہ امر واقعی ہے کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ ابتدا ہی سے متقی اور نیک اور معصوم ہیں اور معصوم ہوں گے اور معصوم ہوگذرے ہیں جب ان کی ترکیب پر نظر دوڑائی جاتی ہے تو وہ دس چیزوں سے مرکب معلوم ہوتا ہے۔عناصر اربعہ اور نفس ناطقہ جو عالم خلق سے ہیں اور روح اور قلب اور سر اور خفی اور اخفیٰ جو عالم امر سے ہیں اور دیگر قویٰ وغیرہ ان چیزوں کے متعلقات ہیں اور ان دس چیزوں میں کوئی برائی نہیں تو انسان جو ان چیزوں سے مرکب ہے کیوں برا ہوگا۔پس تو انسان جبلی گنہگار ہے جیساکہ مسیحی صاحبان فرماتے ہیں اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تعلیم ہے نہ خالق دو میں جیساکہ فارسی بیان

کرتے ہیں اور نہ خدا نے کوئی بری شے پیدا کی ہے خدا نیک ہے اور حکیم ہے اور حکیم کا کوئی فعل برا نہیں ہوتا اور نہ نجات خواہشات جسمانی کے کمزور کرنے میں ہے جیسا کہ مہاتما بدھ فرماتے ہیں اور نہ بدن کے دو مدبر ہیں جیسا کہ متصوفہ فرماتے ہیں اور ہر انسان کے لیے گنہگار ہونا بھی لازمی نہیں ہے اور نہ اسکو لکھو کہا جنم بدلنے ہوتے ہیں جیسے کہ آریہ صاحبان کا عقیدہ ہے میری رائے میں یہ صرف ترہیب ہے اور نہ انسان مجبور ہے جیسا کہ جبریہ کی رائے ہے اور نہ ہمہ اوست کا مسئلہ صحیح ہے۔ کجا خدا اور کجا مخلوق ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک کجا عیسےٰ کجا دجال ناپاک

یہہ صرف سالک کو اپنے سلوک میں ایک حال واقع ہو جاتا ہے کہ ہر شے میں خدا کا ظہور دیکھتا ہے اور یہ حال دوامی نہیں ہوتا جلدی جاتا رہتا ہے سالک مستی اور سکر میں انا الحق کہنے لگ جاتے ہیں اور صحو میں یہہ حال نہیں رہتا اور دیگر لوگ صرف تقلیداً ہمہ اوست کے قائل ہو جاتے ہیں ورنہ اصل حقیقت ایسی نہیں کوئی نبی اور راسخ العلم اس مسئلہ کا قائل نہیں اور جو لوگ نکاح نہیں کرتے یا اپنے کسی عضو کو بیکار کرتے ہیں وہ خلاف فطرت کام کرتے ہیں آفتاب ماہتاب اور ستاروں وغیرہ کا پوجنا عیب ہے کہ انسان اشرف ہے اور اشرف کو ارذل سے مدد لینا ظلم ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان اپنی فطرت میں نیک ہے کل مولود یولد علی الفطرت الاسلام لیکن اگر اسکی پیدائش ایک شریف گھر میں ہو اور اسکی تربیت اچھی طرح سے کی جاوے۔ کھانے پینے۔ اور لباس میں اعتدال رہے تعلیم دیجاوے اور بری صحبت سے بچایا جاوے اور اسکی عمر سن رشد کو پہونچ جاوے جو تیس سال سے اوپر ہے اور چالیس سال تک اسکی حد ہے تو اس کا قلب اوصاف ذیل سے بھر جاتا ہے اور وہ

یہ تفصیل ذیل ہیں:-

(۱) علم (۲) معرفت (۳) تقوےٰ (۴) ایمان (۵) اسلام (۶) احسان (۷) اخلاص (۸) تواضع (۹) احسان کا یاد کرنا (۱۰) نصیحت (۱۱) غیرت (۱۲) سخاوت (۱۳) ایثار (۱۴) مروت (۱۵) فتوت (۱۶) شکر (۱۷) رضا (۱۸) صبر (۱۹) خوف (۲۰) حزن (۲۱) رجا (۲۲) توکل (۲۳) گمنامی پسند کرنا (۲۴) ذم اور مدح برابر جاننا (۲۵) مجاہدہ (۲۶) تحقیق (۲۷) کوتاہی امل (۲۸) ذکر موت (۲۹) تفویض (۳۰) تسلیم (۳۱) سینہ کینہ سے صاف ہونا۔ (۳۲) حلم (۳۳) رفق (۳۴) وفاء عہد (۳۵) حسن ظن (۳۶) زہد (۳۷) قناعت (۳۸) رشد (۳۹) رشد (۴۰) متانت (۴۱) نیک کام میں عجلت (۴۲) رقت (۴۳) شفقت (۴۴) حیا (۴۵) انس خدا (۴۶) شوق خدا (۴۷) محبت خدا (۴۸) وقار (۴۹) عفت (۵۰) استقامت (۵۱) ادب (۵۲) فراست (۵۳) تفکر (۵۴) صدق (۵۵) کظم غیظ (۵۶) عفو (۵۷) یقین (۵۸) عبودیت (۵۹) حکمت (۶۰) شجاعت (۶۱) عدالت۔ ان اوصاف کو اخلاق فاضلہ اور فتوح الغیب اور مطالب معنویہ کہتے ہیں اور جن کے یہہ اوصاف ہوں انکو کامل اور مکمل اور نبی اور صدیق اور شہید اور صالح اور ولی اور صوفی کہتے ہیں اور ایسا شخص متقی اور معصوم کہلاتا ہے افراط و تفریط سے مبرا اور گناہ سے پاک ہوتا ہے اور اگر ایک شخص کی ولادت ایک متمول سرکش اور جبار یا جاہل اور رذیل گھر میں ہوا ور تربیت اسکی اچھی نہ ہوئی ہوا ور نیک تعلیم نہ دی جاوے اور برے ہمنشین سے نہ بچایا جاوے تو جب اسکی عمر تیس برس تک پہونچتی ہے تو اسمیں یعنی اسکے قلب میں یہ تفصیل ذیل رذائل بھر جاتے ہیں (۱) کفر (۲) شرک (۳) فتنہ (۴) کبر (۵) عجب (۶) غضب (۷) تہور (۸) حقد (۹) حسد (۱۰) بخل (۱۱) اسراف (۱۲) ریا (۱۳) جہل (۱۴) تقلید (۱۵) متابعت ہوا

(۱۶) حب جاه (۱۷) حب ریاست (۱۸) خوف ذم (۱۹) حب مدح (۲۰) طول امل (۲۱) طمع (۲۲) نقض عہد (۲۳) خیانت (۲۴) شماتت (۲۵) عداوت (۲۶) خلاف وعدگی (۲۷) سوء ظن (۲۸) حب مال (۲۹) حب دنیا (۳۰) حرص (۳۱) عجلت (۳۲) قساوت قلب (۳۳) خدا پر غضب ہونا (۳۴) وقاحت (۳۵) تعلق بہ اسباب دنیا (۳۶) خبط لسان (۳۷) بغض صالحان (۳۸) امن از خدا (۳۹) نا امیدی از خدا (۴۰) حرمان کار دنیا (۴۱) خوف کار دنیا (۴۲) غل و غش (۴۳) جزع و فزع (۴۴) کفران نعمت (۴۵) انس مخلوق (۴۶) طیش و خفت (۴۷) مکابرہ (۴۸) لاف زنی (۴۹) نفاق (۵۰) حجر بینہ (۵۱) شیرہ طعام و شراب (۵۲) اصرار گناہ۔ ان سب کو اخلاق سیئہ اور رذائل کہتے ہیں اور جو شخص ان اوصاف سے متصف ہو اسکو کافر اور مشرک اور منافق اور متکبر اور فاسق اور فاجر کہتے ہیں ایسا شخص بدترین خلائق ہوتا ہے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ بعض نیک اوصاف اور بعض برے اوصاف رکھتے ہیں نہ تو بالکل معصوم اور نہ بالکل فاسق ہوتے ہیں۔ اگر مرض کفر وغیرہ اس حد تک نہ پہونچے کہ لا علاج ہو جاوے جسکو رکس اور مہر اور طبع سے تعبیر کرتے ہیں

ان الذین کفروا سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لایومنون۔ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوہ ولہم عذاب عظیم۔ اسی کیطرف اشارہ ہے تو علاج پذیر ہے اور توبہ قبول ہوتی ہے۔

التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔ تائب میں بھی وہی اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں جو متقی کے ابتداہی سے ذاتی اوصاف تھے اور اسکی بدیاں محو ہو جاتی ہیں اور آیندہ گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات وکان اللہ غفورا رحیما۔ ومن تاب وعمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا۔ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا۔ اور نیک عمل کیئے تو ایسے لوگوں کے

گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو شخص توبہ کرے اور اس کے بعد نیک عمل کرے تو وہ خدا کی طرف حقیقت میں رجوع کرتا ہے اس بارے میں نازل ہوا ہے۔ علاج دو قسم کا ہے۔ شریعت میں صرف کبائر سے توبہ کرنا ہوتا ہے۔ ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم وندخلکم مدخلاً کریماً۔ جن کاموں کے کرنے سے تمکو منع کیا جاتا ہے اگر تم ان میں سے بڑے (بڑے) گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) قصور (تمہارے) نامۂ اعمال سے (محو کر دیں گے اور تم کو لے جا کر مقام عزت میں جگہ دیں گے۔ کبائر سترہ ہیں۔ چار قلب میں (۱) کفر (۲) اصرار گناہ (۳) قنوط (۴) امن (۔) زبان میں (۱) جھوٹی شہادت (۲) پارسا عورت کو تہمت لگانا (۳) جھوٹ (۴) سحر (تین شکم میں (۱) خمر (۲) یتیم کا مال کھانا (۳) ربا (دو) شرمگاہ میں (۱) زنا (۲) لواطت۔ دو ہاتھ میں (۱) قتل (۲) سرقہ ایک پاؤں میں دشمن سے لڑائی سے بھاگنا ایک دوسرے اور دو چار سے ایک تمام بدن میں۔ عاق والدین اس طرح صرف نجات ملتی ہے قرب اور عرفان کا درجہ نہیں ملتا۔

طریقت میں کل رذائل سے توبہ کرنا ہوتا ہے بلکہ ما سوائے خدا کے جو اسکو صفحۂ دل سے دھو ڈالنا ہوتا ہے تب تقویٰ حاصل ہوتا ہے ورنہ نہیں ۔

اصل تقویٰ کہ زاد این راہ است ترک مجموع ما سوای اللہ ست

اسطرح کرنیسے آدمی بڑے رتبہ پر پہونچ جاتا ہے۔ شرعی علاج آسان ہے حقیقی علاج کامل اور مکمل صوفی کے مشورہ اور مدد کے مشکل ہے شرعی علاج کے واسطے عالم ظاہری کے پاس جانا چاہیئے اور طریقت کے علاج کیواسطے کسی صوفی کی حاصل کرنی چاہیئے اور بس۔ ذالک مما علمنی ربی ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔

مہتدا اللہ۔ کاکاخیل اویسی

ف مضمون ہذا ہیں ہر انسان کا معصوم ہو سکنا اور مسئلہ براہ راست بحث طلب ہے جس پر انشاء اللہ آیندہ لکھ

ایک حسرتناک سین

شہرتیں پائیں اور عزتیں حاصل کیں، وقت نے ساتھ دیا، بخت نے تابعداری کی، زمانہ نے غلامی کی اور اقبال نے پیر چومے، یہ سب کچھ مسلمہ، اور ہو گذری تسلیم! مگر صبح ہے تو شام، جوانی ہے تو بڑھاپا ہو کر اور آکر رہے گا۔ عمر کیطرح وقت گذرتا چلا گیا، اور قانون قدرت کے سچے اور پکے اصول اور اُس کے اٹل حکم کے آگے ارتقائے انسانی کی بڑی بڑی سربلند اور مفتخر ہستیاں نہایت کمزوری کے ساتھ سرنگوں ہو ہو کر رہ گئیں؛

عبرت کہانے والے دل ترساں ہیں؛ فکر کرنے والے دماغ محو استعجاب ہیں؛ عبرت و افسوس کے آنسو بہانے والی آنکھ مصروف کار ہے؛ تہذیب انسانی کی عبرت آموز کہانیاں سنائی جارہی ہیں؛

قدامت کی عظمت انگیز نشانیاں دکہائی جارہی ہیں؛ دیکھو، دیکھو عظمت دیرینہ بابل کی در و دیوار شکستہ پر اک فضائے حیرت کی طرح محیط ہے؛ تاریخ حکایات کار اُمم کی زبان گویا ہے؛ نشان فلسفۂ حکومت و حشمت کی برباد شدہ زندہ لاشیں دکہا رہا ہے، سر بفلک ایوانین، اور حیرت انگیز محلوں کے پیر چوم چوم کے جس شہر میں بہتا تھا وہی دریائے فرات اپنی گذشتہ شادابی اور روانی پر ہچکیاں لے لیکر آٹھ آٹھ آنسو بہا رہا ہے؛ بن بن کے بگڑنے والے سامانو نیر مصیبت تغیر پر دل محو عبرت ہے! اللہ۔ اللہ عظمت، پامال عظمت دیرینہ کے وہ کتنے خرابے

ہیں جو اس معمورہ میں شکیب سوزی کے ساتھہ مرثیہ خوان نہیں!
اے خاکِ بابل! ترقی تہذیب و تمدن کے وہ سہرے کتنے ہیں جو سرِ بندہ بندہ کے کھل گئے؟ تیری بنیاد نمرود کی اُمید جہانگیری کی داستان ہے، اور کتنی دیر؟

اے سطوت قدیمہ بابل! ملکہ سمی رامیس تیری دل بردہ قدرتی دلفریبیوں اور خوش آرائیوں میں کیا کیا نیرنگیاں پیدا نہ کر گئی حسن ترتیب تاثیر ارض کو آجتک سحر بابل کہا جاتی ہے، مگر کتنے کے لیے! کہ تیری ہی خاک پر ذبح ہوگئی ان عبرت آموزیوں کی ایک تصویر تیری خاک پر اور بھی ہے، دیکھ تیری گود میں سکندر کی لاش ہے! میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ دربار عام میں اوس کا جنازہ دھرا ہوا ہے اور ایک سکوت یاس طاری ہے۔ بڑے بڑے عالم حکیم فلسفی جو علم دوست سکندر کی تلاش نے بابل میں جمع کر لیے تھے اوس کے زرنگار تابوت کے گرد حلقہ زن ہیں،
زرنگار اور مرصع تابوت میں ایک اوس شخص کی لاش ہے جسکی موت نے انسانی سطوت و جبروت کو نہایت بیکسی سے ڈھا دیا ہے،
ہاے زندگی ہزار سال کی بھی ہو مگر ایک لمحہ اس لیے نہیں نکل سکتا کہ اس معمہ کو حل کرنے کی کوشش کریں اور سمجھیں کہ موت کیا چیز ہے۔ فرمانرداؤں کی فرمانروائی، حسینوں کی یکتائی، امیروں کے ٹھاٹھ یا غریبوں کی حالت ترحم، اس اٹل شے کے لیے سب نکمے اور بیکار ثابت ہوتے ہیں؛
ایک غریب گمنام مگر موت کی حالت میں یکساں انسان، مرتا ہے، اُس کے قریب رہنے والے علی قدر تعلق رنج کر لیتے ہیں، اور تغافل منزبے پروائی سے سپرد خاک کر دیتے ہیں؛ لیکن جب ایک بڑا آدمی جس کا بہر طور دنیا والوں سے

گہر تعلق ہو اوسکی موت غم کی عام؛ اور گہری لہریں پیدا کر دیتی ہے، جتنا بہادر
جتنا شوکت وشان والا مرے گا دنیا اوسی قدر فلسفۂ موت پر زیادہ غور کرتی
ہے، مگر ہمیں سکندر کی موت پر اور اوس کے دامان حشمت و دولت سے
وابستہ اُمرا، وشرفا جس طریقہ سے اظہار ماتم ورنج کرتے ہیں وہ ہمارے
لیے سبق آموز ہے غم کے سکوت عام کو ایک فلسفی کے اس جملے نے بہ کمال
رنج توڑا،۔

"بادشاہ سونے چاندی کو صندوقوں میں بند کرتا تہا، مگر آج وہ خود
اُس میں بند ہے"

اس برمحل اور پُر اضطراب ترنم نے غم آمیز تخیلات میں ہلچل ڈالدی؛ اور
دردمندانہ جذبات الٰہیہ میں ایک تموج خاص پیدا ہوگیا دوسرا تابوت پر ہاتہہ رکہہ
رکہہ کر بولا؛

"آہ! جو بڑے بڑے سربلندوں کو اسیر کرتا تہا، وہ خود آج بیکسی اور
بے بسی سے اسیر پڑا ہے"

حامیان ارادت ومحبت سے لگے ہوئے دل بیقرار ہوگئے؛ خموشی کا ایک منظر تہا
جہاں سوائے آنسوؤں کی روانی کے اور کچہہ نہ تہا، اور فلسفیانہ طور پر اظہار غم
کے لیے اپنے پیارے بادشاہ سکندر کے آگے آکر حکما، اظہار رنج کر رہے ہیں

تیسرا

"دنیا میں رہنے کی حسرت؛ جانے کی جلدی نے ڈبودی"

چوتھا۔ جو غالب تہا مغلوب ہوگیا؛ اور مغلوب زنگ رلیاں منا رہے ہیں"

پانچواں "اے وہ شخص کہ تو نے موت کو خیال میں مخفی رکہا؛ اپنی تمنائیں

"عالم آشکارا کردیں- پہر کہ موت کو آنا اور ملا لاہوتا جو آرزوئیں پوری
ہوجاتیں ؟ یا اُمیدوں کو آنا مختصر کرتا جو اجل کی دستبرد سے بچ
رہتیں!"

چھٹا:- "اے بیکس جانے والے! تونے وہ جمع کیا جس کا آج تو محتاج ہے
وہ جمع کیا جسکو بے کے جسکو رکھہ کر ذلیل ہوا، اور اب کہ چھوڑکے چلا
تو ہاتھہ خالی، اور نامۂ اعمال سیہ کاریوں اور گنہگاریوں سے پُر ؟
نتیجہ یہہ کہ جو کمایا اب غیروں کے لیے، اور خود محتاج رہا- عذاب گردن پر"

ساتواں:- "او ناصح حقیقت! تونے ہمیشہ نصیحت کی مگر اس مرجانے سے زیادہ
بلیغ نصیحت کوئی نہیں، دل ہو تو سمجھے، آنکھہ ہو تو دیکھے!"

آٹھواں:- "کل جگہ سے دور کہڑے کانپتے اور ڈرتے تھے، آج پاس
کہڑے بے خوف ہیں، یہ ہمارا قرب ترا بُعد ہوا- اور ہمارا البُعد
ترا قرب ہے!"

نواں:- "کل تری تقریر سے ہم آزردہ تھے اور چپ تھے، اور خیال تہا
تو چپ ہوجائے اور آج ہم گرم تقریر ہیں اور تو چپ ہے اور
ارمان ہے کہ تو ایک لفظ تو بول دے!"

دسواں:- "ہزاروں جانیں اس لیے گئیں کہ تو رہے، مگر آج ہزاروں رہ گئے
تو نہ رہ سکا"

گیارہواں:- "مجھے حکم تھا ہر وقت پاس رہوں اور جدا نہ ہوں، آج تدبیر
نہیں پڑتی جو آپ تک رسائی پاؤں!"

بارہواں:- "آج عبرت کھڑی ہے، یہ وہ شخص ہے جسکی مصیبتیں جارہی تہیں
پلٹ کر آگئیں، اسکی برکتیں آرہی تہیں پلٹ گئیں، ہیچ مچ سلطنت

"چھن گئی جس شخص کو اسیر رونا ہے رُلے"

تیرھواں :" اے وہ کہ تجھکو دنیا کا طول تنگ نظر آتا تھا؟ بتا آج گز بھر کی مختصر زمین میں کیا حال ہے؟"

چودھواں :" زندہ تھا مردہ ہوگیا، اور زندہ زندگیوں کے لیے ایک سبق ہے"

پندرھواں :" وہ شخص جس کا غصہ موت تھا، مگر موت پر اوس کا غصہ نہ چل سکا"

سولھواں :" جسکی آواز پر خموشی کان لگے رہتے تھے آج وہ خاموش ہے کل جو خاموش تھے اب موقع ہے کہ وہ بولیں"

سترھواں :" جس کے مرنے پر تو خوش تھا اوس سے تو جا ملا، جو تیرے مرنے پر خوش ہیں وہ عنقریب تجھ سے آملیں گے"

اٹھارھواں :" (شاہی داروغہ مطبخ) دسترخوان بچھے ہوئے ہیں مگر سالار خوان نہیں؟"

اُنیسواں :" (شاہی خزانچی) مجھے حکم تھا دولت جمع رکھوں، حکم دیتے جائیے اب کس کے سپرد کروں؟"

بیسواں :" (دشنک دارائے عجم کی بیٹی) "تمھارے سب کے کلام میں طعن و تشنیع کی بو آتی ہے میں تو بس اتنا کہوں گی کہ خیال نہ تھا جو دارائے عجم کو مغلوب کرے گا۔ وہ خود بھی مغلوب ہوگا، پھر حاضرین کیطرف دیکھکر کہا وہ جام جو اس نے پیا ہے وہ اب تمھارے پینے کو چھوڑ گیا ہے۔ لہٰذا اب اوس کے بعد تم سب بھر بھر کے پینا"

اللہ اللہ! کیا بے ثباتی ہے اور کیا ہماری اُمید و غفلت کی شان ہے؟

فقیر ابوالآزاد خلیقی دہلوی

حضرت اسود بن وہبؓ

حضرت اسود بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلمان بہت کم واقف ہیں۔ آج ہم ایسے بزرگ سے آپ لوگوں کی ملاقات کراتے ہیں جو نسباً حسباً اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ نسباً آپ قریشی زہری ہیں حسباً یہ ہے کہ آپ اپنی قوم میں ممتاز تھے جناب عبدالمطلب نے جناب عبداللہ والد ماجد حضور سرور عالم کا پیام انکی بہن حضرت آمنہ بنت وہب کو دیا تھا چنانچہ نکاح ہوا اور حضور سرور عالم اس ذریعہ سے اس عالم میں تشریف فرما ہوئے اور دنیا کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور فرمایا حضرت اسود بن وہبؓ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں سبحان اللہ حضور کی کیا شان تھی آپکے سبھی بزرگوں نے آپ کی اطاعت فرمانبرداری کو اپنا فرض سمجھ لیا تھا جیسے خیر الناس حضرت عباس حضرت سید الشہدا حمزہ حضرت اسود بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم +

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نور محمدی نے ان کے قلوب کے حجاب صاف کر دیئے تھے۔ جب ہی تو سب آپکے گرویدہ ہو گئے ورنہ ظاہر ہے کہ کون اپنے چھوٹوں کی تابعداری کو پسند کرتا ہے۔ ایک روز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماموں صاحب حضرت اسود بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کیا آپ کو میں ایسی دعا نہ تعلیم کروں جسکی وہ شان ہے کہ خدا وند کریم جس بندے کے خیر کا ارادہ کرتا ہے۔ تو ان کلمات کے سیکھنے کی توفیق عنایت فرماتا ہے۔ پھر جب یہ یاد ہو جاتے ہیں تو بھلاتا نہیں۔ حضرت اسود بن وہبؓ نے عرض کی کہ ہاں یا رسول اللہ ضرور ان کلمات کو مجھے سکھایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا

جسکو میں آگے لکھتا ہوں۔ میں بھی آج مسلمانوں کے سامنے اس دعا کو پیش کرتا ہوں خدا کرے سب مسلمان اور اللہ تعالے جس بندہ کو توفیق عنایت فرمائے اس کو ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت ضرور پڑھے اور پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور نہایت خشوع وخضوع سے اس دعا کو مانگے انشاء اللہ بہت جلد اوسکو اطمینانی حالت پیدا ہوجائے گی اور قلب میں انشراح ہوجائیگا اَللّٰھُمَّ انی ضعیفٌ فقوّ فی رضاک ضعفی وخذ الی الخیر بناصیتی واجعل الاسلام منتہے رضائی سبحان اللہ یہ وہ الفاظ ہیں جو حضور سرور عالم کی زبان مبارک سے نکلے ہیں۔ انمیں جو برکت ہوسکتی ہے وہ اوروں کی باتوں میں نہیں ہوسکتی اس لیے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ اسکو پڑھے۔ حضرت سود بن وہب سے ایک اور روایت ہے جو سود خواروں کے لیے قابل عبرت ہے وہ یہ ہے کہ حضور سرور عالم نے ان سے فرمایا کہ کیا تمکو ایسا مسئلہ نہ بتاؤں جو تم کو نفع پہونچائے انہوں نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمایئے آپنے فرمایا ان الربا ابواب الباب منہ عدل سبعین حوبًا ادناھا فجرۃ کاضطجاع الرجل مع امہ وان اربے الربا استطالۃ المرأ فی عرض اخیہ بغیر حق۔ یعنے سود کے گناہ کے بہت سے دروازے ہیں جنمیں ایک دروازہ ستر گناہوں کی برابر ہے کہ ادنی اون گناہوں میں سے یہ ہے کہ انسان اپنی والدہ کے ساتھ زنا کرے۔ اللہ اکبر اور اس سے بھی بڑھکر یہ گناہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے بھائی مسلمان کی ناحق آبروریزی کرے۔

آجکل مسلمان ان دونوں گناہوں میں مبتلا نظر آتے ہیں اس حدیث کو غور سے دیکھیں اور عبرت پکڑیں۔ سود خواری کی تو وہ کثرت ہو رہی ہے کہ مثل شیر مادر بے کھٹکے مسلمان سود کھاتے ہیں۔ اسیطرح باہم ایک دوسرے کی آبروریزی کرنے سے بیحد خوش ہوتے ہیں پس جب مسلمانوں کی

یہ حالت ہو تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ بھی مثل بنی اسرائیل کے عذاب میں مبتلا نہوں چنانچہ بنی اسرائیل نے جب اپنے فرائض کو چھوڑ دیا تھا اور رات دن لہو ولعب و گناہوں میں مبتلا رہتے تھے تو پھر حضرت یا علیہ السلام کے پاس خدا نے ایک فرشتہ کو بھیجا کہ جو قوم ایسے کام کرتی ہو اس کا کیا ہونا چاہیئے انکی زبان سے نکل گیا ایسی قوم کے زندہ رہنے کی کیا ضرورت ہے اسکو برباد کر دینا چاہیئے۔ بس آپکی زبان سے نکلنا تھا کہ بخت نصر نے چڑھائی کر دی اور بنی اسرائیل کو تباہ کرنا شروع کیا لاکھوں کو تہ تیغ کر دیا ادنی بات یہ ہے کہ ایک لاکھ بچے گرفتار ہوئے تھے جنمیں سات ہزار حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور گیارہ ہزار حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت بن یامیں علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور آٹھ ہزار حضرت اشر بن یعقوب ع کی اولاد میں سے اور چودہ ہزار زبالون بن یعقوب علیہ السلام اور نفتالی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے اور چار ہزار حضرت روبیل ولادی ابنار حضرت یعقوب علیہ السّلام کی اولاد سے تھے اور چار ہزار حضرت یہوذا ابن یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔

اب خیال کیجئے کہ جب ہم لوگ دھڑلے سے سود کھائیں گے اور خداوندی احکام کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے تو پھر کیوں نہ خداوندی جلال ہم کو تباہ نہ کرے گا۔ اس کے جلال کی حالت آپ کو تھوڑی سی دکھا چکا ہوں کہ ہزاروں کے معصوم بچے قید میں ڈالدیئے گئے ہیں۔ اور ان کے بوڑھے جوان ذبح کر ڈالے گئے ہیں یہ تو دنیا میں حالت ہے آخرت میں معلوم نہیں کہ کس عذاب میں مبتلا ہوں گے اسی بنا پر حضرت اسود بن وہب کو حضور سرور عالم نے یہ حدیث سنائی تھی کہ مسلمانوں کو تنبیہ ہو اور خواب غفلت سے بیدار ہوں

مگر کوئی صورت نہیں معلوم ہوتی کہ یہ لوگ اس سے بچیں سوائی تو یہ حالت ہے
کہ بنک سے سود کھاتے ہیں معمولی آدمی ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کر کے سود کھاتے
ہیں اور جو زیادہ بیباک ہیں وہ قسطیں تقسیم کر کے اپنے پیٹ میں آگ بھرتے
ہیں پھر علما و صوفیا انہیں کے نذرانے قبول کرتے ہیں سچ ہے حضور نے
فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ کوئی شخص سود کے اثر سے نہ بچ سکے گا تو
وہ یہی زمانہ معلوم ہوتا ہے مسلمانوں اب بھی توبہ کر لو اور اس گناہ سے بچو۔
وما علینا الا البلاغ المبین +

فقیر فرید احمد عباسی امروہی

صدائے عشق

دیکھتا آپکو ہے دیکھنے والا تیرا
پتلیوں میں ہے ان آنکھوں کی تماشا تیرا

آنکھ وہ پھوٹے نہ ہو جسکو نظارا تیرا
سر وہ ٹکڑے ہو نہ ہو جس میں کہ سودا تیرا

ایک مدت سے رہا تجھکو صعود و نزول
شکل انسانمیں آخر ہوا جلوہ تیرا

اپنی ہستی میں فنا ہو کے یہ نقشہ دیکھا
جسطرف دیکھا نظر آیا ہے جلوہ تیرا

دشت حیرت میں بھی کیا لطف ہے اللہ اللہ
سب جگہ تو ہے نہیں کوئی ٹھکانا تیرا

جسم انساں میں کہاں تونے جو بس ایک ہی دل
ایک ہی دست رگیں اس سے ہی نشا تیرا

فیض عرفاں سے ہوا عشق یہ سب اوج و عروج
ورنہ کیا بزم سخنداں میں ہے رتبا تیرا

عشق

ابابیل نگر گولکنڈہ

یا

حصارِ الم

دلی و حیدر آباد کی یکجائی کب ہوئی شعبان ۱۳۳۲ھ کی پہلی کو جبکہ رات بار
ہوا کے لگاتار طوفان سے ذرا کواڑ بند کر کے کمروں میں چھپ رہی تھی جبکہ دن
کی گرم شعاعوں کو سر بازار ابر کے چھینٹوں سے بجھا رہا تھا۔ اور ندی نالے چ
شعبان کی دوسری تاریخ جمعہ کی برکتیں لیکر آئی مگر باران رحمت کے بجو
دیکھکر شرمائی۔ آخر شام کے خدائی ہاتھ کا اشارہ بارش کی آسمانی ٹرین کے
لال جھنڈی بنا اور لائن صاف پاکر مستانہ دہلی کے میزبان مسٹر حیدری
سکرٹری دکن کی موٹر قلعہ گولکنڈہ کی جانب دوڑی۔

پہاڑ دور سے اپنی گود کے ویرانوں اور گورستانوں کو دکھاتا تھا۔ اور
تاریخ کے افسانے سامنے لاتا تھا۔ اتنے میں ابر کے سانولے چہرہ نے اپنی نا
نیکلی پلک جھپکا کر کہا کہ سورج ڈوب رہا ہے۔ اسوقت دلی کا مستانہ حسن نظ
اور دکن کا عاقل و فرزانہ حیدری گولکنڈہ کے اُداس زینہ کو پامال کرتے ہوئے
پہنچ گئے تھے +

پہلی نظر دو پیچدار ندیوں پر پڑی۔ ایک کا نام موسے اور ایک کا عیسے،
اکیلے جنگل میں گلے مل رہی تھیں اور توریت انجیل کے عہد عتیق کو یاد دلار
ایک طرف قصر فلک نما نمودار تھا۔ دامنوں میں حیدر آباد کی بستی قطار باند

کھڑی تھی دیکھنا ذرا دلی کے تعلق آباد کو بلانا۔ بغداد و بابل کو خبر بھیجنا۔ یہاں آئیں۔ اور ابوالحسن تاناشاہ کے مرثیہ خوانوں کا اکیلے میں جی بہلائیں۔

یہ اونچی اونچی فصیلیں پہاڑوں کی چٹانوں پر کیسی غمگین چپ چاپ کھڑی ہیں۔ یہ چھوٹی سی مسجد کے ننھے ننھے مینار ابوالحسن کے ویران محل سے جھانک جھانک کر کیا کہہ رہے ہیں ان شاندار زنان خانوں کی سنو شاہی حرم سرا کے بے صدا نالے پر کان دھرو۔ دل ہلا جاتا ہے یہ کھنڈر موسم برسات میں کیا ملار گاتا ہے ابر پر خیال کرنا۔ دم بخود شاہانہ تانے کھڑا ہے۔ آج اس کے آنسو خشک ہو گئے۔ آج اس نے بجلی چمکانی بھی چھوڑ دی۔ کیا اسکو ان اجاڑ محلوں کی رہنے والیوں کے سہم جانے کا اندیشہ ہے۔ کیا یہ آدمی سے زیادہ زندگی کے عبرت انجام احوال سے خبردار ہے ؟

کیوں تیھر کی ہولناک چٹانوں تم پر کس نے یہ بلند قامت دیواریں چنی تہیں اسوقت ان کے دلوں میں کیا منصوبے اور ولولے تہے۔ کیا وہ آج کے دن کو اُس روز خیال میں لاتے تہے +

اسکو بھی دیکھا۔ پتھر اور چونہ کا پیوستہ ابنار۔ اس کے اندر سوراخ نظر آتا ہے یہ جگہ جگہ کیوں بکھرے پڑے ہیں صاحب۔ یہ نل ہیں۔ تاناشاہ کے محلوں میں پانی لیجاتے تہے۔ انسان و حیوان انہی سیرابیوں سے زندگی پاتے تہے۔ مدتوں انکا پانی جام و صراحی میں چھلکا۔ اور اب مُردوں کو غسل میت دیکر یہ بھی جگہ جگہ سر جھکا کر رو رہے ہیں۔ اور پانی کے بدلے آنسو بہا رہے ہیں۔

کیسے چوڑے چکلے محل ہیں۔ کیا یہیں سبز مخمل بچھائی جاتی تھی۔ جہاں جنگلی گھاس لہلہا رہی ہے۔ کیا انہی محرابوں میں کافوری شمعوں کی قندیلیں آویزاں ہوتی تھیں۔ جہاں ابابیلیں پر مارتی پھر رہی ہیں +

تاناشاہ کہاں سوتا تھا۔ بن کہ ہر رستے تھے۔ ریشمی کپڑوں کے دامن کس فرش پر مچلا کرتے تھے۔ چنگ و رباب کے نغمے کس جگہ گونجتے تھے۔ نوبت کہاں تھی۔ نقارخانے کدھر تھے۔ چوبدار و نقیب کے کھڑے ہونیکا کون سا ٹھکانہ ہے کس سے پوچھیں اسوقت کا یہاں نہ کوئی اپنا ہے نہ بیگانہ ہے۔

وہ دور کے پہاڑ جنہیں اورنگ زیبی فوج تھی اب بھی اس مظلوم قلعہ کو گھورے جاتے ہیں مگر ان کو دیکھنے کوئی نہیں جاتا۔ سب یہیں چلے آتے ہیں۔ یہاں آدمی گم ہونے والوں کو یاد کر کے گم ہوجاتا ہے۔ یہاں آنکھیں ایک سکنڈ میں ستر ہزار جلدوں کی کتاب کو ختم کر لیتی ہیں گولکنڈہ کا حصار اپنے شکستہ در و دیوار کی خاموش تصویر دکھا کر ہر گونگے کو گویا کر دیتا ہے۔

یہ کیا کہا؟ لوگ یہاں جی بہلانے آتے ہیں فرصت کے وقت کی تفریح مہیا کرنے جمع ہوتے ہیں تو کیا یہاں کے کانٹے انکا دامن پکڑ کر زندگی کا انجام یاد نہیں دلاتے۔ یہ سنسان کھنڈر اپنی خوشنما باولیوں میں آنسو بھر کے ان کے سامنے نہیں رکھتے۔ کیا واقعی خوشی کے متوالوں کا یہ سائت مگر بولتا ہوا انجام ان کی خرمی کے نشہ کو برقرار رہنے دیتا ہے؟

ہوا سے کہو ذرا دم لے۔ اس ہو کے میدان کا سناٹا کیا کم ہے جو وہ بھی سناٹے بڑھی چلی آئی ہے۔ یہ قصر کے ایک گوشہ میں کون بولا شیریں نوا کون باقی نہ رہا تھا تو یہ ذرا ونی آ کیونکر بچ گئی۔ بچاری گاؤں بندھی ہوئی ہے۔ اندھیرے میں گھبراتی ہوا ہٹ باقی ہے تو چلاتی ہے۔

اس مقدس جانور کو کہدو ان کھنڈروں کا آئین سکوت کا حکم دیتا ہے۔ زبان نہ کھول آنکھ نظروں سے دیکھتی رہ

قلعہ کو مڑ کر خدا حافظ کہا۔ شاہی گورستان کی مسجد میں نماز مغرب ادا کی۔ اور مقبروں کے چبوترے کو تیسری شب کے چاند کی دھیمی ابر آلود شعاعوں میں مایوس کھڑا دیکھ کر کپتان حبیب محسن کے مصافحہ پر دید و شنید کو ختم کر دیا۔

حسن نظامی

الکبریت ما الکبریت

جون ۱۹۱۲ء میں بمقام احمد آباد گجرات راقم درکیش دیا سلائی کے ایک نئے کارخانہ کے افتتاح میں شریک کیا گیا تھا جلسہ بہت شاندار اور عظیم تھا۔ پیر صاحب بغدادی اور کلکٹر احمد آباد صدارت کی کرسی پر بازو سے بازو ملائے خبر نہیں کس قسم کا قران بنے بیٹھے تھے۔ ایڈریس بازی اور اسپیچ نوازی ہو رہی تھی۔ اسوقت میرے تخیل نے عربی انگریزی و گجراتی کو مخلوط کر کے چند الفاظ جوڑے:۔ ناظرین نظام المشائخ دیکھیں جوڑ توڑ کیسا ہے (حسن نظامی)

الکبریت ما الکبریت و ما ادراک ما الکبریت۔ میچز۔ وچ میچز۔ ہو ٹول یو واٹ میچز آر۔ یو ہسٹری کیوں دیواسٹری تم نے شی کمبر کہ دیواسٹری شوں چھے +

دیا سلائی کیسی دیا سلائی۔ تمھیں کیا خبر کہ دیا سلائی کیا ہوتی ہے۔؟

وہ ایک تنکا ہے جو جلنے اور مرنے کو پیدا ہوا۔ وہ جنگل کے ہرے بھرے درختوں کا لخت جگر ہے جو انسان کی خاطر ملیامیٹ ہونے گھر سے باہر نکلا۔ کٹ کر آیا۔ گرم چشمہ میں اُبلا۔ کہاں کھنچی مشین کی قینچیوں نے پرت پرت کترے۔ تنکے بنائے اور مسالہ میں غوطہ دیکر بکس بنائے۔ جب یہ میاں تنکے دیا سلائی کہلائے۔

ناروے سویڈن جاپان کی دیا سلائی گوری ہندوستان کی کالی۔ مگر دونوں کالے گورے کے تعصب سے آزاد کبھی نہیں سنا کہ کالے تنکہ کو گورے تنکہ نے کینیڈا اور ساؤتھ افریقہ کے گوروں کی طرح اپنے ملک میں آنے سے روکا ہو۔

یہ بیچارا تو ہندو مسلمان عیسائی۔ موسائی۔ نیک و بد کا فرق بھی نہیں کرتا جس کے ہاتھ میں جاتا ہے خدمت بجا لاتا ہے۔ مندر مسجد گرجا میں اسی کے دم سے روشنی ہے مسٹر کلکٹر اور پیر صاحب بغدادی کے سگریٹ یہی سلگاتا ہے

آج اسکی مشین کھولی جاتی ہے۔ یہ اسکا یوم الست ہے۔ سب تنکوں کی روحیں بتائیں انکا عارف کون ہے۔ خدا کا اقرار تو وہ ازل کے دن بلے کہکر کرچکے۔ اب اپنے واقف اسرار کو سمجھیں۔

وہ کون ہے؟۔ اس جلسہ میں کوئی نہیں بیچارے پیر بغدادی بھی کبریت کے رموز سے بے خبر ہیں۔ سگریٹ جلانے کے سوا کبھی اس غریب کو ہاتھ میں نہیں لیتے مسٹر کلکٹر کو صدارت کی کرسی اور اسپیچ بازی سے فرصت نہیں مجمع عام میں بھی جس میں ہندو مسلمان پارسی۔ یہودی عیسائی گورے کالے سب ہی موجود ہیں کوئی نہیں جانتا کہ دیاسلائی کی اصل شان کیا ہے وہ کیوں ایک ہی سجدہ میں مقبول ہوجاتا ہے کہ بکس کے پہلو میں بچھی ہوئی خاکی جانماز پر سر جھکایا اور شعلہ غیبی دوڑکر آیا۔ غریب تنکا جل کر گرپڑا اور تمہارا گھر روشن ہوگیا +

یہ شعلہ کہاں سے آیا۔ کس نے بھجوایا۔ کوئی ہے جو بتائے۔ نہیں تو۔ کوئی ہے جو بتانے والے سے یہ بھید سُنے۔ مگر نہ کوئی بتانے والا ہے۔ نہ کوئی سننے والا ہے آسمان اپنے اشاروں کو دل کے پردہ میں چھپا رہنے دے۔ ورنہ یہ شرمائیں گے جو میری سی شکل صورت لیکر آتے ہیں۔ مگر تجلی حق سے محروم ہیں۔

حسن نظامی

رباعی غیر منقوط

مطلع مکہ، مہ کامل و والا درگاہ — اسم احمد کا ہوا ہمسر اللہ، واللہ

دل ہوا حامل اسرار کہ احمد واحد — ہر دو اک، حامد و محمود، محمد اللہ

(سید) مرتضیٰ خیر ازرانی پور (پٹنہ)

تحفۂ ماہِ رمضان

برچہ بداں بشارت دہ است
از ہمہ حرف انا اجزی بہ است
الصوم لی و انا اجزی بہ

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم (فداہ امی وابی) نے کہ ہر چیز کے لیئے ایک دروازہ ہے۔ اور دروازہ عبادت کا روزہ ہے۔ پر ساری عبادتوں میں روزہ ممتاز ہے اسبات میں کہ نسبت بہم پہونچاتا ہے اللہ تعالیٰ کیطرف سے بہ سبب نہ کھانے پینے وغیرہ کے اس لیے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنے حدیث قدسی میں کل حسنۃ بعشر امثالہا الی سبعمائۃ ضعف الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یعنے جو نیکی کرتا ہے آدمی دس حصے لکھی جاتی ہے سات سو حصے تک سوائے روزہ کے کہ وہ خاص میرے ہی لیے ہے اور میں آپ بدلہ دونگا اوس کا اور کریم نے جب خبر دی کہ میں خود متولی جزا کا ہونگا اور کے سپرد نہیں کرنے کا۔ تو امید ہے کہ یہ جزا بہت بڑی ہوگی اور نہایت کثرت کی کہ جسکی کچھ حد و شمار نہیں سبحان اللہ یہ کتنی بڑی فضیلت روزہ کی ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ساتھ روزہ کو خاص کر کے شرف اور بزرگی بخشتا ہے کہ الصوم لی اور اوسکی جزا اور ثواب کو اپنی درگاہ کے ساتھ خصوصیت دیتا ہے کہ انا اجزی بہ۔

آدمی کو چاہیئے کہ بچاوے روزہ کو کلام باطل سے اور وہ یہ ہے کہ جس کے بولنے میں گناہ لازم آوے یعنی باتیں کفر کی کرنی اور گواہی جھوٹی دینے اور غیبت اور بہتان کرنے خواہ بہتان زنا کا ہو یا اور کچھ ہو اور برا کہنے اور لعنت

کرنے اور مانندان کے اور چیزیں کہ واجب ہے انسان کو پرہیز کرنا اون سے۔

سحری کھانے کی فضیلت

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اَلسَّحُوْرُ اَکْلُہٗ بَرَکَۃٌ فَلَا تَدَعُوْہُ وَلَوْ اَنْ یَّجْرَعَ اَحَدُکُمْ مِنْ مَّاءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الْمُتَسَحِّرِیْنَ (رواہ ابن حبان والطبرانی وابونعیم) یعنے کھانا سحری کا برکت ہے پس نچھوڑو تم اوسکو اگرچہ گھونٹ پیوے ایک تمھارا پانی سے پس بیشک اللہ اور فرشتے اوس کے دعا کرتے ہیں سحری کھانے والونپر یعنے اللہ تعالیٰ رحمت کرتا ہے سحری کھانے والونپر اور فرشتے اون کے واسطے استغفار کرتے ہیں +

تراویح کی فضیلت

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ یعنے جو شخص کہ قیام کرے یعنے شب بیداری کرے رمضان میں ساتھ عبادت کے یا مراد یہ ہے کہ تراویح پڑھے ساتھ اعتقاد صحیح کے یعنے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو اور سچ جانتا ہو کہ قیام رمضان باعث نزدیکی اللہ تعالیٰ کا ہے۔ بخشے جاتے ہیں واسطے اوس کے گناہ صغیرہ کہ پہلے کئے ہیں اور جانتا چاہیئے کہ اجماع ہوا اصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کا اسپر کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں +

اعتکاف کا بیان

فرمایا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ جس شخص نے اعتکاف کیا دس دن رمضان شریف میں وہ اعتکاف دو حجون اور دو عمروں کے

برابر ہوگا ثواب میں اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف کرتے آخر دس
رمضان میں یہاں تک کہ قبض روح اون کی اللہ تعالی نے۔ پھر اعتکاف کیا اونکی
بیویوں نے پیچھے اون کے۔ اور جاننا چاہیئے کہ اعتکاف کرنا اس مہینہ کے آخر میں
دس روز تک یا تین روز تک یا سات روز تک واسطے حاصل کرنے ثواب شب و روز
کے ہے۔ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کوئی ایک روز بھی اعتکاف
میں بیٹھے کرے گا اللہ تعالی دن قیامت کے درمیان اوس کے اور درمیان دوزخ
کے تین خندق کہ ہر خندق کا راستہ پانسو برس کا ہوگا +

لیلۃ القدر کی فضیلت

لیلۃ القدر میں ہوتی ہے تجلی خاص اللہ تعالی کی وقت غروب سے صبح تک اور اوسمیں
اوترتے ہیں ملائکہ اور روح واسطے ملاقات صلحا کے اور عابدین کے اور اس میں
نزول قرآن کا ہوا اور اسی میں پیدایش ملایکہ کی ہوئی اور اسی میں جمع ہونا مادہ
آدم کا شروع ہوا اور اسیمیں درخت جنت میں لگائے گئے اور اسی میں دعا
قبول ہوتی ہے۔ اور اسی میں ثواب عبادت کا بہت ملتا ہے اور شب قدر بہتر ہے
ہزار مہینے سے یعنے جو اس رات میں عبادت کرے اوسکو ہزار مہینے کی عبادت
کا ثواب ملتا ہے۔ اور وہ رات اکیسویں شب یا تیئسویں شب یا پچیسویں۔ یا
ستائیسویں یا اونتیسویں شب ماہ رمضان المبارک کی ہے۔ اور اکثر علما کا اتفاق
اسپر ہے کہ وہ ستائیسویں شب رمضان کی ہے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
سے بھی بہت روایتیں اسی تاریخ کی ثابت ہوئی ہیں۔
جاننا چاہیئے کہ چند رکعت نماز بھی اس رات میں پڑھے کہ ثواب بہت ہے
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو پڑھے چار رکعت نماز شب قدر میں

اور پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ قدر یعنے انا انزلناہ ایک بار اور سورۂ اخلاص ستائیس بار پس باہر آیا وہ اپنے گناہوں سے گویا کہ پیدا ہوا وہ اپنی ماں سے اور عطا کریگا اللہ تعالیٰ اوسکو ہزار قصر جنت میں اور دو رکعت نماز نفل اور پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد کے انا انزلناہ ایک بار و سورۂ اخلاص تین بار پڑھنا چاہیئے اس کا بھی ثواب بہت ہے اور چار رکعت نماز نفل اور ہیں ہر رکعت میں بعد الحمد کے انا انزلناہ تین بار اور سورۂ اخلاص پچاس بار پڑھے اور بعد سلام کے سجدے میں جاکر ایک بار یہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ بعد اس کے دعا مانگے البتہ قبول ہوگی اور چاہیئے کہ شب قدر میں یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ +

عید الفطر کا بیان

واضح ہو کہ دو رکعت نماز عید الفطر ہر مرد مسلم بالغ مقیم غیر معذور پر واجب ہے اور ادا کرنا نماز کا عید گاہ میں سنت ہے اور عید کی صبح کو غسل و وضو و مسواک کر کے لباس سفید پاکیزہ پہن کے خوشبو لگا کے چھوہارے بعد وطاق کھا کے تکبیر یعنے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد آہستہ آہستہ کہتا ہوا عید گاہ کو جاوے اور پیادہ جانا مستحب ہے اور صدقہ فطر یعنے دو سیر گیہوں یا چار سیر جو بوزن وزن رائج اسوقت کے یا قیمت اسکی اپنی طرف سے اور اپنے لڑکوں جوروں اور لونڈی غلام ہر ایک کی جانب سے اسقدر قبل نماز عید کے ساکین مسلمین کو دے اور یہ صدقہ صاحب نصاب پر واجب ہے اور غیر صاحب نصاب جو ادا کرے تو صواب ہے اور جو قبل نماز نہ ادا کیا تو بعد نماز دیوے اور یہ صدقہ موجب قبولیت صوم ہوتا ہے۔ اور صاحب نصاب کو یہ صدقہ لینا حرام ہے اور طریقہ نماز عید الفطر کا یہ ہے کہ نیت دو رکعت

نماز عید الفطر واجب مع چھ تکبیروں کے ساتھ امام کے کرے اور بعد تکبیر تحریمہ ہاتھ زیر ناف باندھ کے سبحانک اللّٰہم آخر تک پڑھے اور پھر تین بار اللّٰہ اکبر اور ہر تکبیر کو دونو ہاتھ کانوں تک اوٹھاوے اور ہاتھ نہ باندھے رکھے تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے اور جبکہ قرأت امام کی سنا کرے بعد اس کے امام کے ساتھ رکوع وسجود حسب معمول ادا کرے پھر دوسری رکعت میں بعد فراغت قرأت کے تین تکبیریں ہاتھ کانوں تک اوٹھا کر کہے اور ہاتھ کھلے رکھے پھر چوتھی بار اللّٰہ اکبر کہہ کے رکوع کرے اور ہاتھ نہ اوٹھاوے اون تکبیروں اور ہر رکن نماز میں امام سے سبقت نہ کرے اور قبل نماز کے صفیں برابر کریں اور جب امام بعد فراغ نماز خطبہ پڑھے اوسکی طرف متوجہ ہوکر خاموش سب خطبہ سنیں اور عیدگاہ میں قبل نماز عید اور بعد نماز عید کوئی نماز نفل نہ پڑھے اور دوسری راہ سے مراجعت کرے اور روز عید کے لہو ولعب اور مکروہات وممنوعات شرعی میں مشغول ہوکر ثواب عظیم اس نماز وروزوں کا ضائع نہ کرے بلکہ ادائے فرائض میں بہت مستعد رہے وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

محمد صدیق۔ مدرس مدرسۂ اسلامیہ۔ عدن (عرب)

لا ء علی

ز آلودگی آب نجس پاک شدند	گہہ مورد غم گہے طربناک شدند
کس را سبب وجود معلوم نشد	از خاک برآمدند و در خاک شدند

سید احمد حسین امجد

دِل کی تمنا

دے بھر کے جام ساقی دور جہاں ہے بدلا ہو وہ شراب جس میں کچھ عشق کا مزا ہو
دنیا کی لذتوں سے سیری ہوئی ہے حاصل کیا شمع اب جلے گی جب دل ہی بجھ گیا ہو
ساقی کہاں ہے اب وہ پیر مغاں کہاں ہے اپنا جو سمجھے مجھکو با مہر و باوفا ہو
محفل وہ اب کہاں ہے اسکا سا دل کہاں ہے جو حال پر جہاں کے احسان کر رہا ہو
وہ اب کہاں جوانی وہ دل کی شادمانی ہے عشق اب کہاں جو بدنام کر رہا ہو
عزلت نشینی اب تو بھاتی ہے دل کو میرے یوں جاگتا ہوں کوئی جس طرح سو رہا ہو
بس اب یہ چاہتا ہوں ایسی جگہ رہوں میں جو پاک دُپر فضا ہو جو صاف و دلکشا ہو
کوئی مکان نہ واں ہو کوئی مکیں نہ موجود سنسان ہو بیابان صحرائے پُر بلا ہو
اک کوہ کا ہو دامن بہتا ہوا ہو دریا گل بوٹے قدرتی ہوں اور چار سو فضا ہو
بیگانہ ہو نہ کوئی سبزہ ہو لہلہاتا اشجار ہوں کدم کے پانی بھی بہہ رہا ہو
دریا کے شور میں ہوں تیس کا راگ مالا انحد کا سر میں باجا ہر وقت بج رہا ہو
عبرت جناب سے ہو حیرت نما ہوں موجیں ہستی و نیستی کا پورا سماں بندھا ہو
قدرت کے گل کھلے ہوں باہم ملے جلے ہوں خوشبو سے جن کے ہر سو جنگل مہک رہا ہو
ہو بے زبان معلم تعلیم بھی ہو ایسی گویا ہر اک شجر کا ہر برگ ہو رہا ہو
کوئل بھی کوکتی ہو سن سن ہوا ہو چلتی ہر سمت طائروں کی اشجار پر نوا ہو
ٹھنڈی ہوا ہو چلتی اور ہو پھوار پڑتی ماہی کے سر پہ سایہ رحمت کا چھا رہا ہو
یا حق کہوں اگر میں یا ہو کہیں پرندے ہر مرغ خوش ترانہ میرا ہی ہمنوا ہو
پیش نظر ہو میرے یا رب کتاب عالم حل عقدہ معانی خود آپ ہو رہا ہو

قدرت کے بیزباں کی ہے وقت دل الکلامی ‏ — جو رمز من عرف سے انسان آشنا ہو

جبریل ہو معلم تعلیم دے وہ مجھکو ‏ — علم لدن سے واقف امّی کو کر رہا ہو

پودے ہوں چھوٹے چھوٹے اشجار اونچے اونچے ‏ — جوش بہار قدرت ہر اک دکھا رہا ہو

ظاہر ہو آسمان پر رنگ شفق کی سرخی ‏ — خورشید سوئے مغرب آہستہ جا رہا ہو

کالی گھٹا میں بھی ہو نور حسن رہا ہویدا ‏ — تاریک شب میں جیسے مہتاب ضو فزا ہو

جاسوس ہو نہ کوئی دربان ہو نہ رجود ‏ — دلکو کسی کے ڈر کا کھٹکا نہ کچھ لگا ہو

آئینہ سامنے ہو حیرت نما ہو صورت ‏ — ناز آفرینیوں سے دلبر ہر اک بھرا ہو

دل میں نظر میں میرے ہو ایک وہ سمایا ‏ — آئینہ بن کے سب کو حیرت میں لا رہا ہو

میری نظر میں اسکی ایسی سمائے صورت ‏ — دیکھا کروں میں اسکو وہ مجھکو دیکھتا ہو

آئے نظر میں جب جب سجدہ کروں میں اسکو ‏ — آنکھوں میں معرفت کا سرمہ لگا ہوا ہو

آئے نہ کوئی واں پر ہاں ایک یار جانار ‏ — ایسی جگہ ہمارا اک حسن کا جھونپڑا ہو

آئے کوئی اگر واں ہو وہ بھی آنکھ والا ‏ — روشن ہوں دل کی آنکھیں سب کچھ وہ دیکھتا ہو

دیر و حرم کا جھگڑا چک جائے میرے مولا ‏ — رستے کے وہ مسافر پھر جو چل رہا ہو

تکیہ ہو ہاتھ میرا بستر ہو ریگ صحرا ‏ — دل مطمئن ہو اپنا اور قلب حق نما ہو

مٹی ہو میرا آسن اور کوہ ہو سنگھاسن ‏ — خاک اس کے آستاں کی تن پر مرے قبا ہو

منہ پر بھبوت بھی ہو دھونی رمائے بیٹھوں ‏ — دھیان اپنے ایشور کا من سے لگا ہوا ہو

ہو عشق میرا ہمدم مٹ جائیں رنج اور غم ‏ — بیگانہ سب جہاں ہو وہ ایک آشنا ہو

مرلی بجا کے ہو کی مستانہ کردوں سب کو ‏ — سلطان ذکر کی پھر باجے کی ابتدا ہو

یہ ٹھاٹھ شاد کیسا سارا سماں کہاں کا

ظاہر نشان ہو سب سے اس ایک بے نشاں کا

شاد۔ از حیدرآباد

(یعنی سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی)

۵۸۶
۹۲
بعرفانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ کمایلیق بجلالہٖ الصّلوٰۃ وَالسَّلامُ عَلیٰ مَظہرِ کمالہٖ عَبدہٖ ورسُولہ سَیّدنا وَمولانا محمدٍ وَّ اٰلِہٖ واصحابہ المتحلین بخصالہٖ

امّابعد ضعف العباد وخادم العلماء والفقراء فقیر حقیر ابو احمدؒ (خواجہ شاہ) غلام غوثؒ بغدادی عشق چشتی القادری نقشبندی سہروردی ابن عارف باللہ مولائی حضرت خواجہ شاہ محمدؐ مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز چشتی القادری مشرباً حنفی مذہباً صدیقی نسباً حیدرآبادی مسکناً استاد راجہ راجان راجہ شیوراج

ماخذ کتاب ھذا - سفینۃ الاولیا، نفحات الانس، گلزار ابرار، اخبار الخیار، آداب الطالبین، تاریخ قندھار دکن، تاریخ یافعی، روضۃ الاحباب، تاریخ برہانپور، تاریخ گلبرگہ، تذکرہ اولیائے خلد آباد، سیر الاولیا، تذکرہ اولیائے بیجاپور، اعراس نامہ، طبقات شعرانی، خزینۃ الاعراس، اخبار الاصفیا، تذکرۃ الخلفاء، مکتوبات کلیمی، اخبار الاخیار فی اخبار الاخیار، سلاسل، علم الفقہ، درالمختار، کنز الدقائق، قاضی خان

مہاراج دہرم ونت بہادر آصفجاہی، برادران طریقت کی خدمات بابرکات میں مودبانہ عرض گذار ہے کہ آج کئی سال ہوئے حضرت والدیؒ نے غلام کو تاریخ وار ایک مختصر تختہ اعراس بزرگان دین کو تیار کرنے کا حکم فرمایا تھا خانہ زاد نے اسکی تعمیل کی اور خدمت سراپا برکت میں پیش کیا، جسکو آن مخدوم نے پسند فرمایا اور اسی کے موافق مدت العمر روزانہ ایصال ثواب بھی کرتے رہے" اس کے ایک زمانہ بعد جبکہ احقر العباد جام عشق (یعنے تذکرہ شعرائے حال) لکھہ رہا تھا" یکایک اس مختصر تختہ کو بسط کے ساتھہ کتابی صورت میں لانے کا خیال پیدا ہوا" جسکی قبلہ عالم و عالمیانؒ کے علاوہ اور بھی یاران طریقت و برادران معرفت نے تعریف کی اور زور ویکر اوس آغاز کے اتمام پر ابھارا" آخر فقیر نے بمجوائے الامر فوق الادب ونیز "آنرا درین دل و دستان جہل است" اس اہم کام کے اختتام پر کمر ہمت باندھی اور آج سیکڑوں کتابوں کی ورق گردانی کے بعد ان بکھرے ہوئے آبدار موتیوں کو سلک ترتیب میں لاکر ناظرین نظام المشائخ کے سامنے پیش کرنے کا افتخار حاصل کیا جاتا ہے۔

فقیر کو یہ بھی فخر و ناز ہے کہ کتاب ہذا بھی میرے اسلامی بادشاہ پابند اصول شریعت محمدی نافذ احکام اوامر و نواہی" متبع خلفاء راشدین متطہرین سلطان ابن السلطان خاقان ابن الخاقان سپہ سالار فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک مظفر الممالک آصفجاہ سابع نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ و مدظل ظلالہ علی رؤس الناس الی یوم القیامۃ کے عہد معدلت مہد میں بتاریخ ، ر شہر ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۳ھ مکمل ہوئی اور حضرت عارف باللہ سرتاج صوفیائے کرام مرشدی و استادی مولائی مولوی خواجہ شاہ الٰہی بخش عرفان مدظلہ چشتی قادری نقشبندی سہروردی کی مبارک نظروں سے گذری اور شرف قبول سے معزز و ممتاز ہوئی"

ناظرین سے استدعا ہے کہ اگر کہیں بھی اس کتاب ساغرِ عشق میں خطا و لغزش پائیں تو بمقتضائے الانسان مرکب عن الخطاء والنسیان سہامِ طعن و تشنیع سے مجروح نہ کریں، بلکہ عفو سے کام لیں اور دعائے خیر سے یاد فرمائیں ؎

ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندۂ گنہگارم

آداب زیارت قبور و طریقہ ایصال ثواب

زیارت قبور مردوں کے لیے مسنون اور عورتوں کو جائز و مباح ہے۔ اگرچہ حدیث لعنۃ اللہ علی زایرات القبور[1] کے سبب زیارت قبور پہلے عورتوں پر ممنوع تھی، مگر یہ حدیث نہیتکم عن زیارت القبور فزوروھا[2] کی حدیث سے منسوخ ہو گئی۔ اب تو بعض علماء زیارت قبور کو واجب قرار دیتے ہیں۔ خواہ نزدیک ہو کہ دور ہو۔ گو علامہ ابن تیمیہ نے بخاری شریف کی حدیث لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد مسجد الحرام و مسجد الاقصٰے و مسجدی[3] کی بنا پر خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو ناجائز ٹھیرایا ہے، مگر اس حدیث سے انکا استدلال کسی طرح ٹھیک نہیں، کیونکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بجز مشہور اور متبرک تین مسجدوں کے اور کسی مسجد کے لیے سفر نہ کیا جائے۔ قاعدہ نحوی بھی اسیکا مقتضی ہے کیونکہ جب مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہوتا تو وہاں وہی چیز مستثنٰی منہ مانی جاتی ہے جو مستثنٰی کی ہم جنس ہو۔ پس یہاں مستثنٰی مساجد ثلاثہ ہیں لہذا مستثنٰی منہ بھی مسجد ہی کے قبیل سے ہونا چاہیے۔ اگر اس حدیث سے عام

---

[1] اللہ کی لعنت ہو قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر ۱۲

[2] اے عورتو اب تو زیارت کرو تم قبور کی (پہلے) باز رکھی گئی تھیں زیارت قبور سے ۱۲۔

[3] نہ باندھے جائیں کجاوے مگر تین مسجدوں کی طرف، مسجد حرام مسجد اقصٰی مسجد نبوی ۱۲

سفر ثابت ہوگا تو علاوہ اِن مساجد ثلاثہ کے اور مسجدوں کی زیارت کے لیے سفر کرنے
انہ کہ زیارت قبر آں سرور صلعم کا "اکثر محدثین نے بھی اس حدیث کا یہی مطلب
بیان کیا ہے جیسا کہ مُسند امام احمدؒ کی اس حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے "لا ینبغی
لمصل ان یشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصے ومسجدی"
یعنے انبو شرح حدیث خود حدیث سے ہوگئی "کیا اب بھی کوئی بخاری کی اس حدیث
سے زیارتِ قبر نبی صلعم کے لیے سفر کرنے کی ممانعت ثابت کرسکتا ہے"
ہرگز نہیں۔

اسیطرح اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کے لیئے سفر کرنا بھی جائز ہے
کیونکہ ان حضرات کی قبور سے قسم قسم کے فیوض جاری ہیں جیسا کہ امام شافعی
علیہ الرحمتہ سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا کہ امام موسئے کاظم رضی اللہ عنہ
کی قبر مبارک اجابتِ دعا کے لیے تریاقِ مجرب ہے اور نیز بہت سارے حضرات مثل
مولانا عبدالرحمٰن جامی و شیخ فریدالدین عطار قدس اللہ اسرارہم وغیرہ کے اقوال
سے ثابت ہے کہ حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کی قبر شریف اجابت دعا کے
لیے تیر جلے خطا ہے "اس لیے ان حضرات کے قبروں کی زیارت کے لیے بھی
سفر کرنا بے سود نہو گا۔ جیسا کہ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وجبت لہ شفاعتی
پیش بہا تمغہ زایر کے واسطے لیے ہوئے ہے"

مسائل

زیارت قبر کے وقت کھڑا رہنا اور کھڑے کھڑے کچھ پڑھ کر اس کا
ثواب میت کو پہنچانا اور اس کے لیے اور اپنے واسطے دعا کرنا
مستحب ہے ۔

زیبا نہیں نماز پڑھنے والے کو کہ سوا کعبۃ اللہ و بیت المقدس اور میری مسجد کے کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے
کے لیے سفر کرے ۔ ۵۲ اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوتی ہے۔ ۱۲

جب زیارتِ قبر کے لیے جائیں تو قبرستان میں پہونچتے ہی السلام علیکم

ار قوم مومنین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون و نسال اللہ لنا ولکم العافیہ،، کہنا اور قبر
کے سرہانے یا پائنتی کھڑے ہونا مسنون ہے،،

ایصالِ ثواب کے لیے دن اور تاریخ کا مقرر کرنا کسی خاص غرض سے جائز ہے
چونکہ صحابہ نے بھی تلاوت کا وقت مقرر کر لیا تھا،،

بغرض ایصالِ ثواب چند لوگوں کو قبر پر بیٹھکر قرآن شریف کے پڑھنے کے لیے
مقرر کرنا جائز ہے

ایصالِ ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی سورتیں یا کوئی ذکر و تسبیح و نفل
نماز وغیرہ پڑھکر یا کسی محتاج کو کھانا کھلا کر یا کچھ دیکر یا روزہ رکھہ کر یا حج کر کے
حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ اللّٰھم اوصل ثواب ہذہ العبادۃ الیٰ فلان،،

اگر کوئی شخص کسی ایک عبادت کا ثواب کئی مردوں کی روح کو پہنچائے
تو وہ ثواب تقسیم ہو کر مردوں کو نہیں دیا جاتا بلکہ ہر شخص کو پورا پورا ثواب جو اوس
عبادت کا مقرر ہے عنایت ہوتا ہے۔

اگر کوئی اپنی کسی عبادت کا ثواب دوسرے شخص کو دیدے تو یہ نہیں ہوتا کہ
اوس عبادت کا ثواب اُس کے کرنے والے کو بالکل نہ ملے،، بلکہ اس عبادت
کا ثواب بفضلِ الٰہی اوسکو بھی ملتا ہے اور جسکو کہ دیا گیا ہے اُسکو بھی،، اسلیے چاہیے
کہ نفل گذار کو چاہیئے کہ نفلی عبادت کا ثواب ارواح مومنین کو پہنچا دے تاکہ
مومنین کی نفع رسانی کے باعث دوہرے ثواب کا مستحق ٹھیرے،،

عبادت مفروضہ کا ثواب کسی روح کو پہنچانے اور زندوں کے نام ایصالِ ثواب

ل تجھ پر سلام ہو اے مومنوں کے گھر، اے مومنوں انشاءاللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں
اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے خیریت چاہتے ہیں

کرنے میں اختلاف ہے مگر اس بارہ میں صاحب بحرالرائق نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔
تارکِ زیارتِ قبور بدعتی ہے۔
جب کوئی شخص کسی بزرگ کی زیارت کے لیے جائے تو ادب کو چاہیئے کہ طلب مولیٰ میں اُن سے استمداد کرے اور بہ لحاظ اُن کے آداب کے حتی الوسع طلب دنیا سے اپنے دل اور خیال کو پاک وصاف کرے، نقل ہے کہ ایک فقیر نے شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر ایک رات حاضر ہو کر بہ واسطہ شیخ حق تعالیٰ سے دنیا چاہی،، بڑی رات تک بیداری کے بعد جب اسکو نیند آگئی تو اس نے شیخ کو خواب میں یہ فرماتے دیکھا کہ اے فقیر جب ہماری خاک پر تیرا گذر ہو تو اپنے خیال کو دونوں جہان سے ہٹا لے،، اور اگر دنیا طلبی تیری غرض ہے تو کسی دنیا دار کے پاس جا،،
حضرت سید محمد گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ فرمایا اُنہوں نے کہ ایک روز کسی نے حضرت چراغ دہلی علیہ الرحمۃ سے استفسار کیا کہ آپ کس سند اور دلیل سے طوافِ مزار شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز جائز کہتے ہیں،، فرمایا کہ صاحب زیارت القبور نے لکھا ہے کہ ویجوز[1] الطواف حول قبر رجل صالح اس سبب سے میں نے بھی اس امر کو جائز رکھا ہے اسیطرح ایکدن کسی نے سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ روزانہ جب آپکے مرید لوگ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے ہیں تو سر زمین پر رکھہ دیتے ہیں یعنے سجدہ کرتے ہیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ میں اُن لوگوں کو منع کر دوں،، لیکن صرف اس خیال سے خاموش ہو رہتا ہوں کہ شیخ الاسلام گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو بھی ایسا ہی ہوا کرتا تھا

[1] اور جائز ہے طواف کرنا گرد قبر مرد صالح کے ۱۲

اور آپ منع نفرماتے تھے۔

مؤلف آثم عرض کرتا ہے کہ فتاوے قاضی خاں باب الحظیرہ میں نہایت بسط کے ساتھ سجدہ کی کئی قسمیں بتلائی گئی ہیں جس میں ایک سجدہ تعظیمی بھی ہے، لکھا ہے کہ والدین، مرشد، استاد، سلطان، کو سجدہ کرنا جائز ہے"

حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کسی قبر کی زیارت کے لیے جائیں تو پہلے تین یا سات مرتبہ طواف قبر کریں اور بعد ازاں جانب پائیں سجدہ تعظیم کریں" اور میت کی منہ کیطرف پشت بجانب قبلہ ہو کر اس طرح سلام عرض کریں" علیکم السلام یا اہل اللہ لا الٰہ الا اللہ بحق لا الٰہ الا اللہ من اہل لا الٰہ الا اللہ وجدتم بقول لا الٰہ الا اللہ بحق لا الٰہ الا اللہ واحشرنا فی زمرۃ من قال لا الٰہ الا اللہ اغفر لہ قال لا الٰہ الا اللہ ولا نسالنا قول لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ" من بعد قبر شریف پر پھول وغیرہ چڑھا کر بیٹھکر یا کھڑے ہو کر فاتحہ۔ آیتہ الکرسی۔ اذا زلزلت الارض تکاثر ایک ایک بار اور اخلاص سات بار اور ایک بار یہ دعا پڑھیں۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت ابداً ذو الجلال والاکرام بیدہ الخیر وہو علی کل شئی قدیر بسم اللہ علی ملتہ رسول اللہ" اللہم قرأت ھذہ القرأت وجعل ثوابہا تحفتہ الروح فلاں بن فلاں

زائر کو چاہیئے کہ مشائخین وغیرہم رہ کے مقابر پر بجز شیرینی اور پھول اور سبزہ کے بجائے اور خاص اپنے پیر کی قبر پر کچھ نذرانہ بھی گذرانے اور قدرے مجاوروں کو بھی دیوے۔

زیارت کے لیے بہترین ایام پنجشبنہ وجمعہ وشنبہ ودوشنبہ ہیں کیونکہ مومنین کے ارواح ان ایام میں اپنی قبروں سے نزدیک ہوتی ہیں اور آنیوالیکو

بخوبی پہچانتی ہیں وہ ہمیشہ جانتی ہیں لیکن روزہائے صدر میں زیادتی ہے بہ نسبت دوسرے ایام کے،،

نقل ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رض خواجہ قطب صاحبؒ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اتفاقاً طواف کیوقت حضورؒ کے مبارک دل میں یہ خطرہ گذرا،، کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کو بھی میرے آنے کی اطلاع ہوگئی یا نہیں،، ابھی یہ خطرہ پورا بھی نہ ہوا تھا کہ حضرت خواجہ صاحب کی مزار پر انوار سے یہ مضمون مسموع ہوا۔ ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

مداں خالی از ہمنشینی مرا، بہ بینم ترا ور نہ بینی مرا

مرید صادق الاعتقاد کو چاہیئے کہ اپنے شیوخ و مرشدین کی ارواح کو حسب استطاعت کھانے وغیرہ کا ثواب پہنچاتے رہیں تاکہ اسکی برکت سے فتوحات ونعمت دارین فراواں اور مال وعزت وعمر مزید ہو اور کسی مخلوق کا محتاج نہ رہے،، عرس،، تاریخ وصال پر پابندی کے ساتھہ کیا کرے،، تاریخ وصال کا دوسرا روز بھی اوسی تاریخ میں داخل سمجھا جاتا ہے۔

اگر کسی بزرگ کے وصال کی تاریخ معلوم نہو اور ماہ سے اطلاع ہو تو اوسی میں عرس کرے اور اگر ماہ بھی نہ معلوم ہو تو لیلۃ الرغایب یا روز استفتاح جو اول پنجشنبہ ماہ رجب کی رات اور اوسی ماہ کی پندرہویں کا دن ہے عرس کرے اگر کسی غریب سے ممکن نہو سکے تو جو طعام کہ اپنے اور اپنے عیال واطفال کے لیے مہیا کیا ہو اوسی کا ثواب ان حضرات کی ارواح کو پہنچا کر کھائے اور کھلائے،،

طالب کو چاہیئے کہ جب کسی شہر میں وارد ہو تو پہلے مشائخین وعلماء شہر سے

(باقی آئندہ)

ثابت قدم رہے۔ لیکن کفار قریش آپ کو اور آپ کے متبعین کو تکلیف دینے سے باز نہیں آتے تھے۔

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ سے بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور اپنی چادر کو خوب بٹا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے۔ تو حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میں ڈالکر بل دینے شروع کیے۔ حتی کہ حضورؐ کا دم گھٹنے لگا۔ پھر بھی آپ نہایت اطمینان قلب کے ساتھ سجدے میں پڑے رہے کہ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضہ تشریف لائے اور عقبہ کو دھکے دیکر ہٹا دیا اور فرمایا۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ — کیا تم ایسے نیک شخص کے قتل کے درپے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمہارے خدا کی طرف سے تمہارے پاس معجزے بھی لیکر آیا ہے۔

(مومن ع ۴ پارہ ۲۴)

اس کہنے پر چند شریر النفس حضرت ابو بکر رضہ کو لپٹ گئے۔ ڈاڑھی پکڑ کر ایسا زدو کوب کیا کہ آپ بیہوش ہو گئے۔

ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کفار قریش صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو جہل نے کہا۔ آج ایک اونٹ ذبح ہوا ہے۔ اسکی اوجھڑی پڑی ہوئی ہے۔ کوئی جائے اور اس (محمدؐ) کے اوپر لاکر دھر دے۔ عقبہ نجاست بھری اوجھڑی اٹھا لایا۔ اور جسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے۔ تو آپ کی پیٹھ پر رکھدی۔ کفار مارے ہنسی کے لوٹے جاتے تھے۔ اتنے میں بی بی فاطمہ زہرا رضہ تشریف لے آئیں اور اپنے باپؐ کی پیٹھ پر سے اوجھڑی کو پھینک دیا۔ (صحیحین)

کفار قریش نے جب یہ سمجھ لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا داؤں نہیں چل سکتا تو دوسری تدبیر یہ کی کہ جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ انکو سخت سے سخت تکالیف اور اذیت دینی شروع کی +

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی مشکیں باندہی جاتیں۔ چابکوں سے پیٹا جاتا تپتی ہوئی ریت میں دوپہر کے وقت سخت دہوپ میں برہنہ کرکے لٹا دیا جاتا۔ عین گرمیوں میں رمضا جیسی پتھریلی زمین میں بہوکا پیاسا دوڑایا جاتا۔ جب ان مظالم کی وجہ سے زمین پر گر پڑتے تو ان کی چھاتیوں پر پتھر کی وزنی سلیں رکھدی جاتیں اس کرب و سختی کی وجہ سے زبان نکل پڑتی +

یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا تہا کہ مسلمان توحید کو چھوڑ دیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق نہ مانیں۔ بتوں کی تعریف و توصیف اور انکی پرستش کا اقرار کیا جائے +

لیکن راسخ العقیدہ سچے مسلمانوں نے باطل پرستوں کی ایک نہ سنی مرتے دم تک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر قائم رہے۔ جان دیدی مگر توحید کو نہ چھوڑا اور اپنے ثبات و استقلال کو ہمارے لئے ایک قابل قدر نمونہ اور واجب العمل مثال بنا گئے :

(۱) عمار رضؓ اور انکے والد یاسر رضؓ اور انکی والدہ سُمیّۃؓ یہ تینوں مسلمان ہوگئے تھے۔ ابوجہل نے انہیں نہایت سفاکی اور بے دردی سے مار اسے طرح طرح کے عذاب پہنچائے ہیں۔ ابوجہل حضرت یاسرؓ کو ایک روز سخت تکلیف اور نہایت درجہ کی اذیت پہنچا رہا تھا۔ بی بی سُمیّۃ رضؓ اسپر ابوجہل کو ملامت کی سخت سُست کہا۔ بیرحم ابوجہل اس واجبی بات سے غصہ ہوا اور بی بی سمیۃ کے مخصوص جسم میں ایسا نیزہ مارا کہ وہ شہید ہوگئیں حضرت یاسر رضؓ بھی واصل جنت ہوئے +

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارؓ کو دیکھا کہ پٹ رہے ہیں اور عذاب و دُکھ سہہ رہے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اِصْبِرُوْا یَا اٰلِ یَاسِرَ۔ فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃَ (اے اولاد یاسر! صبر کرو کیونکہ تمہارا مقام جنت ہے)۔ (مدارج النبوۃ)

عمارؓ کے ہاتھ پاؤں باندھکر مکہ کی تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر ڈال دیا جاتا تھا۔ اُنکی چھاتی پر ایک بھاری پتھر کی سل رکھدی جاتی تھی۔ چونکہ یہ ایمان باللہ اور محبت رسول اللہ میں محو تھے۔ اس قسم کی تکالیف کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔

(۲) ابو فکیہہ جو افلح کے لقب سے مشہور تھے۔ آپکے پاؤں رسی سے جکڑ کر مکہ کی سخت تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا تھا۔ گلا گھونٹ کر ادھموا بنایا جاتا تھا۔ بھاری بھاری پتھر آپکے سینے پر رکھدیئے جاتے تھے۔ اسپر بھی آپکے ثبات و استقلال میں کچھ فرق نہیں آیا۔

(۳) خبابؓ ابن ارت رضؓ صحابی کو برہنہ کیا جاتا۔ آگ سے گرم کیے ہوئے پتھروں سے جسم پر داغ دیئے جاتے۔ سر کے بال کھینچے جاتے۔ گردن مروڑی جاتی۔ مگر آپ کو ایمان و توحید کے مقابلہ میں ان مصائب کی سر مو پروا نہوئی۔

(۴) مصعب بن عمیرؓ کو اسلام لانیکے جرم میں اُن کی والدہ نے گھر سے نکال دیا۔

(۵) کفار قریش بعض صحابہ کو لوہے کی زرہ پہنا کر ٹھیک دوپہر کو جلتے ہوئے پتھروں پر گرادیتے تھے۔

(۶) عامر بن فہیرہ کو بھی کفار نے سخت اذیتیں پہنچائیں۔

(۷) حضرت بلال بن رباح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے۔ اُمیہ ابن خلف کے غلام تھے۔ ظالم اور بے رحم آقا کو جب معلوم ہوا کہ بلال مشرف با سلام ہوگئے ہیں تو آپ کو مختلف قسم کے عذاب دینے لگا۔ گرم ریت پر لٹادیا

جاتا۔ اور جلتا ہوا پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا گردن میں رسی ڈالکر انکو لڑکے مکہ کی پہاڑیوں پر گھسیٹتے پھرتے۔ بھوکا پیاسا دھوپ میں بٹھلا دیا جاتا حضرت بلالؓ باوجود ان مصائب کے وحدہ لاشریک کو نہ بھولے۔ اور ہر حالت میں اَحَد اَحَد کے نعرے لگاتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت بلالؓ کو خرید کر خدا کے لیئے آزاد کر دیا ۰۰

(۸) حضرت عثمان بن عفان رضؓ کے اسلام لانے کی خبر جب ان کے چچا کو ہوئی تو آپ کا چچا آپ کو کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر باندھ دیتا۔ اور نیچے سے دھواں دیا کرتا تھا +

(۹) زنیرہ ابوجہل کی باندی تھیں۔ اسلام لانے کی پاداش میں ابوجہل نے انکو اس قدر صدمات پہنچاتے کہ وہ اندھی ہوگئیں۔ اُسوقت ابوجہل اُن سے کہتا کہ تجکو لات وعزیٰ ہمارے بتوں نے اندھا کردیا ہے۔ بی بی زنیرہ جواب دیتیں کہ لات وعزیٰ تو خود اندھے ہیں۔ انکو خود تو کچھ سوجھائی دیتا ہی نہیں۔ وہ مجکو اندھا نہیں کرسکتے یہ قادر قیوم کا حکم ہے جو خدائے واحد ہے ۰۰

(۱۰) لُبَینہ حضرت عمر فاروقؓ کی باندی تھیں۔ آپ انکو اس قدر مارتے تھے کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑتی تھیں اور خود تھک کر بیٹھ جاتے تھے۔ اور کہتے کہ ابھی میں نے تجکو چھوڑا نہیں ہے بلکہ مارتے مارتے تھک گیا ہوں (یہ واقعہ آپ کے مشرف باسلام ہونے سے پیشتر کا ہے) ۰۰

(۱۱) نہدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ ایک غیر مسلمہ عورت کی لونڈی تھیں جو اُن کو نہایت سخت سے سخت تکلیفیں اور اذیتیں دیتی تھی ۰۰

(۱۲) اُم عبیس رضؓ اسود بن عبد یغوث کی باندی تھیں۔ ایمان واسلام کی خاطر سخت سے سخت مصائب جھیلتی تھیں +

ہجرت حبشہ

جب کفار قریش کی ایذاد ہی حد سے گزر گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے مصائب و تکالیف کو نہ دیکھ سکے تو آپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم حبشہ چلے جاؤ۔ اُسوقت حبشے میں ایک عیسائی بادشاہ نجاشی نام حکومت کرتا تھا یہ نہایت عادل و منصف بادشاہ تھا ٭

چنانچہ ماہ رجب میں نبوت کے پانچویں سال مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے قافلے نے ہجرت کی۔ یہ گیارہ مرد چار عورتوں کا گروہ تھا۔ جدہ سے ہوتے ہوئے براہ سمندر حبشہ میں جا پہنچے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ اس قافلہ کے سپہ سالار تھے اسکے بعد کفار قریش کے غضب کی آگ اور بھڑک اُٹھی۔ نہایت خونخواری اور بے دردی کے ساتھ مسلمانوں کو ستانا شروع کیا۔ جسکی وجہ سے ۱۰۱ مسلمان (۸۳ مرد ۱۸ عورتیں) مکے سے حبشے کو روانہ ہوئے۔ اس دفعہ یہ لوگ تھوڑے تھوڑے ہوکر بھاگے۔ تاکہ کہیں کفار کو پتہ نہ لگ جائے اور پکڑ لیں۔ ان مہاجرین کے ساتھ اُنکی بیویاں اور بچے بھی تھے ٭

یہ حبشے کی جانب دوسری ہجرت تھی۔ کفار کی عداوت نے مسلمانوں کا حبشے تک تعاقب کیا۔ مسلمان کفار سے پہلے کشتیوں میں سوار ہو چکے تھے اور کشتیاں روانہ ہو چکی تھیں۔ مسلمان جب حبشے میں جا پہنچے تو اُن کے پیچھے ہی کفار کا ایک وفد بھی حبشے میں پہنچا۔ جسنے درباریوں کو اپنے ساتھ ملالیا اور بادشاہ کے سامنے گرانقدر تحائف پیش کیے۔ پھر اپنی دلی تمنا ظاہر کی کہ ہم میں سے بعض بے وقوف جاہلوں نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے اور ایک نیا مذہب اختیار کیا ہے۔ ہمارے ملک سے آپکے ملک میں بھاگ آئے ہیں۔ قریش نے ہم کو آپ کی خدمت میں

اس لیے بھیجا ہے کہ ہم ان کو واپس لیجائیں۔ لہذا آپ انکو ہمارے سپرد کردیں
درباریوں نے کفار کی درخواست کی تائید کی۔

مسلمان دربار میں حاضر کیے گئے۔ نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ یہ الزامات جو تم پر لگائے گئے ہیں کیا درست ہیں؟ اور وہ نیا دین جسکے لیے تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے کیا ہے؟

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی) نے اسلامی تعلیم پر درباریوں کے سامنے یہ تقریر کی:۔

"اے بادشاہ! ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ کفر و شرک کی ضلالت میں مبتلا تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ لغو و بیہودہ باتیں بکتے تھے۔ ہم میں انسانیت کا نام و نشان نہ تھا۔ کوئی قانون و قاعدہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم میں سے ایک نبی مبعوث کیا۔ جسکے حسب و نسب۔ شرافت۔ سچائی۔ عفت دیانتداری پاکیزگی سے ہم بخوبی واقف تھے۔ اسکی تعلیم یہ ہے کہ خدا ایک ہی خدا کا کوئی شریک نہیں۔ بتوں اور پتھروں کی پوجا نہ کرو۔ سچ بولا کرو۔ وعدہ پورا کیا کرو۔ امانت میں خیانت نہ کیا کرو۔ بنائے جنس پر رحم کرو۔ برائیوں سے بچو۔ پڑوسی کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ نماز پڑھو۔ صدقہ دیا کرو۔ روزے رکھا کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ تقوے و پرہیزگاری اختیار کرو"۔

ان باتوں کی وجہ سے ہم حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں۔ اور ہماری قوم بھی اسی وجہ سے ہم سے ناراض ہو گئی ہے۔ انہوں نے ہمکو بہت ستایا۔ ایذائیں دیں۔ تاکہ ہم وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کو چھوڑ کر پھر بتوں کی پرستش کرنے لگیں۔ لکڑی اور پتھر کی تصویروں کی پوجا کیا کریں۔ جب ہمکو ان ظالموں کے ہاتھوں کہیں پناہ نہ ملی تو مجبور ہو کر آپکے ملک میں پناہ لینے آئے ہیں۔ امید ہے کہ

آپ ہمکو ان کے مظالم و مصائب سے نجات دینگے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

بادشاہ نے حضرت جعفرؓ کی یہ تقریر سُن کر کہا کہ جو کلام (یعنی قرآن) تمہارے نبی پر اُترا ہے۔ اُس میں سے کچھ مجھکو بھی سناؤ۔ جعفر طیارؓ نے سورہ مریم پڑھنی شروع کی۔ بادشاہ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ سنتا رہا۔ اور جب آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :۔

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ اور کھجور کی جڑ کو اپنی طرف کو ہلاؤ۔ تم پر پکی پکی تازہ کھجوریں عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِي وَاشْرَبِي جھڑ پڑینگی پھر (انکو) کھاؤ اور پانی پیو۔ اور (بچے کو وَقَرِّي عَيْنًا (مریم ۲ رکوع پارہ ۱۶) دیکھکر) آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

تو بادشاہ کو ایسی رقت ہوئی کہ وہ زار و قطار رونے لگا اور آنسوؤں کی لڑی بندھ گئی اور کہا کہ یہ کلام اور یہ تعلیم وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ اور یہ دونوں کلام ایک ہی چشمے سے نکلے ہوئے ہیں۔

اسکے بعد مسلمانوں سے کہا کہ تم بطیب خاطر نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ میری سلطنت میں رہو۔ پھر کفار کے سفیروں کو دربار سے نکلوادیا۔ تحائف واپس دے دیئے۔

بعدازاں کفار نے یہ چال چلی اور بادشاہ تک یہ بات پہنچادی (کیونکہ بادشاہ خود عیسائی تھا) کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی شان میں بداعتقادی برتتے ہیں بادشاہ نے مسلمانوں سے دریافت کیا تو حضرت جعفرؓ نے کہا کہ عیسے علیہ السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے بندے ہیں۔ خدا کے حکم سے بی بی مریم علیہا السلام کے بطن مبارک سے بے باپ پیدا ہوئے ہیں خدا کے برگزیدہ پیغمبر ہیں یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ انجیل میں بھی حضرت عیسیٰ کی تعریف اسی طرح بیان کیگئی ہے جس کی طرف سے تم یہاں آئے ہو۔ بیشک خدا کے رسولؐ ہیں۔ اُن کی تعریف انجیل

ں موجود ہے۔ عیسیٰ نے انکے متعلق بشارت دی ہے۔ بخدا اگر میں امور سلطنت
ں منہمک نہ ہوتا تو میں اس سچے رسول کا خادم بنتا۔ طرح طرح کی خدمتیں کرتا۔ وضو
ا یا کرتا ؛

جب کفار مکہ کے سفراء بے نیل مرام حبشے سے واپس آگئے تو اہل مکہ کا غضب
ر بھی بھڑک اٹھا۔ انہوں نے اسلام کے خلاف اب یہ چال چلی کہ ایک دن آنجناب
صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے۔ رؤسا مکہ کی ایک جماعت آپ کی
خدمت میں حاضر ہوئی۔ اُن میں سے عتبہ بن ربیع جو نہایت مالدار شخص تھا جماعت
کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور یہ تقریر کرنی شروع کی:

اے میرے بھتیجے محمد! تم اوصاف حمیدہ خصائل پسندیدہ اور نسب کے
لحاظ سے ہم میں ممتاز ہو۔ لیکن اب تم نے ہمارے خاندان اور قوم میں تفرقت
ڈالدیا ہے۔ ہمارے بتوں کو برا کہتے ہو۔ انکی پوجا سے ہمکو منع کرتے ہو۔ ہمارے
اسلاف ہمارے بزرگوں کو گمراہ اور جہنمی بتلاتے ہو۔ اگر اس طرز عمل سے تمہاری
یہ غرض ہے کہ لوگوں کو اپنا معتقد بنا کر مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم سب
تمہارے لیے اتنی دولت جمع کردیں کہ تم امیر الامراء بن جاؤ۔ اور اگر تم عزت ناموری
چاہتے ہو تو ہم تمکو اپنا سردار تسلیم کیے لیتے ہیں۔ اگر تم کو حکومت کی خواہش ہے تو
ہم تمکو بادشاہ بنا دیتے ہیں؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا مجکو کسی چیز کی
ضرورت نہیں۔ اور سورہ حٰم السجدہ پڑھکر سنائی ؛

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان (ہے)
حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۚ	حٰم (یہ فرمان) رحمن و رحیم کے حضور سے صادر ہوا ہے
كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا	یہ ایسی کتاب ہے جسکی باتیں بیان عربی میں سمجھدار لوگوں کیلیے

لیڈی ہارڈنگ آنجہانی

لیڈی ہارڈنگ صاحبہ کی ناگہانی موت حقیقت میں ایک سخت صدمہ کا حادثہ ہے جسکا احساس خود حضور وائسرائے کے برابر توکسی کو کیا ہوسکتا ہے لیکن اس امر کا اظہار نہ کوئی تملق محکومانہ ہے۔ نہ رسم زمانہ۔ کہ لیڈی صاحبہ ممدوحہ کے غم و ماتم میں کم و بیش ہر فرد رعایا اپنے مہربان وائسرائے بہادر کے ساتھ شریک ہے اور اس ہمدردانہ شرکت غم و الم کی وجہ یہی نہیں کہ حضور ممدوح اپنے محکوم ہندیوں کے حق میں اچھے ہیں بلکہ ہز اکسلنسی کیطرح خود جناب بیگم صاحبہ بھی اپنے دم سے ہر طرح ایک قابل تعریف خاتون تھیں۔ پس ہمیں اس صدمہ جانکاہ پر اپنے ہر دلعزیز نائب السلطنت کے ساتھ جتنی بھی ہمدردی ہو حق بجانب ہے۔ مگر اسکا ذریعۂ اظہار دعائے خیر سے بہتر کیا ہوسکتا ہے؟

ہم ذیل میں جناب منشی عبدالخالق صاحب خلیقی دہلوی کی وہ موثر ماتمی نظم ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ جو قابل ناظم نے اِس موقعہ پر دہلی کے جلسہ ماتمی میں پڑھی تھی اور اب ہمیں نظام المشائخ میں چھاپنے کے لیئے عنایت فرمائی ہے۔

(ایڈیٹر)

جہاں میں ہر طرف ہی کارخانہ بے ثباتی کا — مرقع ہی مگر دورِ زمانہ بے ثباتی کا
زبانِ برگِ گل پہ ہے فسانہ بے ثباتی کا — عنادل کا چمن میں ہی ترانہ بے ثباتی کا

شگفتہ ہوکے پژمردہ ہوتے ہیں پھول گلشن مین
اڑائی چارسو بادِ خزاں نے دھول گلشن مین

کہیں شمشاد کا ماتم کہیں قمری کے نالے ہیں　　کہیں خاموش سوسن ہے کہیں پُر داغ لالے ہیں
گلوں کے چاک دامن ہیں گریباں پھاڑ ڈالے ہیں　　بدن پر ہے لباس ماتمی بگلے بھی کالے ہیں

فلک روتا ہے ڈاڑھیں مار کر کس کی جوانی کو
خدا غارت کرے دنیا سے مرگِ ناگہانی کو

کسی ناشاد کی حسرت نکلنے ہی نہیں دیتا　　دلِ بلبل کو پھولوں سے بہلنے ہی نہیں دیتا
سنبھالیں ہوش ہم کیونکر سنبھلنے ہی نہیں دیتا　　ہزاروں ٹھوکریں لگتی ہیں چلنے ہی نہیں دیتا

کبھی ماں باپ کو بیٹے کا رونا ہے ضعیفی میں
کبھی بیٹے کو ہے ماں باپ کا ماتم یتیمی میں

امیدوں کی جھلک دنیا میں عشرت ریز ہوتی ہے　　زمانے کی مگر ہر چال عبرت خیز ہوتی ہے
صفِ ماتم وہیں بچھتی ہے حسرت تیز ہوتی ہے　　جہاں کرسی نشینوں کی زمیں پر نیز ہوتی ہے

اجل کم بخت کو پرسش نہ گورے کی نہ کالے کی
اسے تو پڑ رہی ہے چاٹ اپنے تر نوالے کی ۔

ہے کس برتے پہ شاہوں کو غرورِ تاج سلطانی　　جہاں میں جس طرف دیکھو اجل کی ہے جہانبانی
ہے عبرت خیز گلشن میں گلوں کی چاک دامانی　　نہال سبز کی فصلِ خزاں میں شکل عریانی

ہزاروں کس طرح جو کھل رہے تھے باغ عالم میں
صبا سر پیٹتی پھرتی ہے اُن پھولوں کے ماتم میں

زمانہ چند روزہ ہے سدا ہستی نہیں رہتی　　جہاں دنیا میں بستی ہے وہاں بستی نہیں رہتی
زبردستوں کی عالم میں زبردستی نہیں رہتی　　مئے نخوت کی پیمانوں میں بدمستی نہیں رہتی

"فلک دیتا ہے جنکو عیش اُنکو غم بھی ہوتے ہیں"
"جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں"

ہمارے وائسرائے ہند کو سب کچھ میسر تھا　　فلک رتبہ بلند اقبالیوں کا تاج سر پر تھا

قدم لیتی تھی دولت سامنے حاضر مقدر تھا　　مرفہ حال تھے دلشاد تھے اقبال یاور تھا

ستم ٹوٹا ہی لیڈی ہارڈنگ کے فوت ہونیسے

ہوا برباد وائسرائے کا گھر موت ہونیسے

اُدھر یورپ اِدھر ہندوستان میں شیع ہی جسکا　　کوئی تو بات ہی ورنہ بیان کرتے ہیں غم کسکا

عجب خاتون تھی یہ تھے سینکوں رنج ہی اسکا　　زمین تھرا گئی اپنی جگہ سے آسمان کھسکا

اُداسی چھا رہی ہی ہائے ہر گھر میں ماتم ہے

جہان اندھیر ہے اِس غم سے کل عالم میں ماتم ہی

شفیق و مہربان تھی عدل پرور داد گستر تھی　　زمانہ کہہ رہا ہی ہند کے بچوں کی مادر تھی

غریبون اور محتاجون کو بخشش کا سمندر تھی　　حسین خوبصورت نازنین بہت سے بہتر تھی

پسند آئیں اجل کو بھی ادائیں خوبرو ئی کی

نہ سمجھی شاخ یہ نازک بدن ہی چھوئی موئی کی

ہوئے ہیں بند اس ماتم میں کاروبار دہلی کے　　بھیانک ہیں پھر اسپر کوچہ و بازار دہلی کے

تڑپتے پھرتے ہیں سارے جگر افگار دہلی کے　　بنے ہمدرد وائسرائے کے غمخوار دہلی کے

کھنچے جاتے ہیں دل محبوبیان تھیں مرنیوالی میں

"خدا بخشے بہت سی خوبیان تھیں مرنیوالی میں"

رکھیگا یاد تازہ عمر بھر تعویذ تربت کا　　یہی اظہار ہی بس مرنے والی کی محبت کا

بجز اب صبر کچھ چارہ نہیں ہی اس مصیبت کا　　اجل آجائے تو سمجھو ستم ٹوٹا قیامت کا

جو سچی بات ہی حکمت میں جھوٹی ہی نہیں ہوتی

مسیحا کیا کرے ٹوٹی کی بوٹی ہی نہیں ہوتی

الٰہی ہارڈنگ کو بار غم سے ہو سبکدوشی　　جہاں میں شاہد مطلب سے حاصل ہو ہم آغوشی

ہمیشہ آپکی عادت میں فضل ہے خطا پوشی　　ہمیشہ آپ کا شیوہ رہا عصیاں فراموشی

خلیق ہونگے دارا حاکم زمانہ بھر کہے ان کو

اُس کا چراغ بجھ رہا تھا

غریب بیوہ کا اکلوتا لاڈلا خاندان بھر کا چشم و چراغ تھا سارے کنبہ میں اُسی کے دم سے روشنی تھی خدا خدا کر کے اُسکے سہرے کے پھول کھلے بنّو سی دلہن گھر میں آئی ماں بہنوں نے خوب شادی رچائی مگر دولہا کے منہ پر ہوائیاں تھیں دل دھک دھک کر رہا تھا کیونکہ نادان بچپن میں بُری صحبت نے اُسکی مردانی طاقت کا ستیاناس کر رکھا تھا دو چار دن کی ندامت کو شریف گھرانہ کی لڑکی نے چھپایا لیکن کب تک آخر بات کھلنے لگی اور غیرتمند لڑکے نے مرنیکی ٹھانی۔ شدہ شدہ اسکی خبر ماں دوالی ان کو بھی ہو گئی کہ آج نامرد قیم کے ہاتھوں گھر کا چراغ گل ہونیوالا ہے سُنتے ہی ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے کلیجہ تھام کے رہ گئی۔ دنیا اندھیر نظر آنے لگی۔ بہو کے پیر دینیں گر پڑی اور بولی بیٹی اب تجکو اس گھر کی لاج ہے خدا کے لئے میرے لال کو بچا دنیا جہان کی خاک چھانونگی اور اسکا علاج کرونگی۔ دلہن نے شرما کر آنکھیں نیچی کرلیں اور کہا۔ آپ بی بی میرا کچھ قصور نہیں تم ہی اُن کو سمجھاؤ اتنے میں کسی نے خبر دی کہ وہ بنگالہ والے شاہ صاحب آئے ہیں جن کے مغل صاحب (دولہا کے باپ) مرید تھے بیوہ جلدی سے اُٹھی اور اُنکو باہر والے مکان میں ٹھیرایا اور پردہ کرا کے پہلے یہ دکھڑا سنایا شاہ صاحب نے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں خدا پر بھروسہ رکھو کل اسکا انتظام ہو جائیگا۔ بیوہ نے کہا حضور وہ تو جان کھونیکو تیار ہے اسکو کون سمجھائے شاہ صاحب نے لڑکے کو علیحدہ بلا کر سمجھایا اور دوسرے دن لگانے کیلئے روغن اور کھانیکے واسطے حبوب تیار کر کے دیں اور فرمایا چند روز میں سب شکایتیں دور ہو جاوینگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ساتویں دن لڑکے کی حالت زمین آسمان کا فرق ہو گیا اور مراد کے دن آگئے گھر میں دوبارہ شادی کے ساز و سامان نظر آنے لگے اور غریب بیوہ کا وہ چراغ جو بجھ رہا تھا سال بھر کے بعد بیٹے کا باپ بنکر یہ مایوسی برُی بلا ہے اسلئے اس زمانہ میں بے شمار نوجوان اسکا شکار ہیں اسیلئے ہم اعلان کرتے ہیں کہ اس روغن بینظیر اور حب درویش کے نسخے دولہا سے ہم نے حاصل کئے ہیں اور سیکڑوں آدمیوں کو دیکر انکو فائدہ پہونچا رہے ہیں جسکو ضرورت ہو منگا سکتا ہے یہ اعلان تجارتی حکیموں کا نہیں ہے خلقت کے فائدہ کے لئے اس عجیب و غریب چیز کو عام کیا جاتا ہے

قیمت روغن درویش بریانیشی ۲ عہ   قیمت حب درویش ۲ عدد

حبِّ درویش کے مختلف فائدے

جو ہزاروں اشخاص اٹھا چکے ہیں اول یہ کہ کیسا ہی سوزاک یا آتشک ہو جڑ سے جاتا رہتا ہے آنکھوں کو روشنی دماغکو قوت بخشتا ہے قبض کشا ہے اور معدے کو قوت دیتا ہے۔ خونکو پیدا کرتا ہے اور دائمی چہرہ کو بشاش بناتا اسکا معمولی کام ہے جماع کے بعد اسکی ایک گولی کھا لیجائے تو فطری قدرت پیدا کرتا ہے۔ قوت باہ کیلئے اکسیر اعظم کا حکم رکھتی ہے خاص و عام بیمار اور تندرست استعمال کر سکتے ہیں مگر جن صاحب کو جریان کی شکایت ہو وہ استعمال نہ فرماویں پہلے جریان کا علاج کر لیں پھر اسکا استعمال کریں اس دوائی میں صفت یہ ہے کہ جس قدر دودھ گھی اور مکھن کھایا جائے اسی قدر فایدہ جن کو دودھ اور گھی ہضم نہیں ہوا کرتا تھا وہ اسکی بدولت خوب غذائیں کھانے لگے ہندو صاحبان کیواسطے بجائے گولی کے سفوف بنایا ہے تاکہ ہر فرقہ و ملت کے اشخاص اس عجیب و غریب فیض کے چشمہ سے فائدہ اٹھائیں قیمت فی روپیہ ۱۲ آنہ علاوہ محصول ڈاک پرچہ ترکیب ہمراہ روانہ کیا جائیگا۔

روغن درویش ہزاروں اصحاب جو کسی قابل نہ تھے خدا کی رحمت اور شاہ صاحب کے توجہ سے اس قابل بن گئے۔ قیمت فی روپیہ ۱۲ آنہ علاوہ محصول اور پرچہ ترکیب استعمال۔

ہر ایک گھر میں ضرورت ہے موسم گرما میں بڑے اور چھوٹوں کی اکثر آنکھیں دکھنے آجاتی ہیں جو نہایت مصیبت کا باعث ہوتی ہیں۔ اور خاصکر بچوں کو تو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے اور اسپر گولیاں جو ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم ہوتی ہیں صبح لگائیے اور شام تک آرام۔ اور تعریف یہ ہے کہ ذرا کھٹک یا تکلیف نہیں دیتی ہیں۔ تین پیسے کے ٹکٹ روانہ فرماکر اسکو منگائیے اور اللہ کیواسطے تقسیم کیجئے۔ فائدہ بھی اٹھائیے اور ثواب بھی حاصل کیجئے۔ دو پیسے کے ٹکٹ لگا کر بھیجا جائیگا۔ اور ایک پیسہ اللہ کے نام دیا جاتا ہے +

گھن کے کیڑے کی موت سب سے بڑا کر اور سب سے زیادہ زندہ در گور کرنیوالی انسان کیلئے جریان کی بیماری ہے اندر ہی اندر گھن کے کیڑے کیطرح انسان کو زندہ درگور بناتی اور کھا جاتی ہے۔ سیکڑوں بیماریاں اس سے پیدا ہو جاتی ہیں غرض کہنے کو بہت باتیں ہیں ہر شخص اس بیماری کو جانتا ہے اور کوئی ایسا نہیں کہ جو اس سے بچا ہوا ہو۔ بھائیو۔ اب غفلت نہ کرو اور اپنی خبر لو ہماری نئی نسلیں جو کمزور اور کم ہمت ہیں تو اسکی وجہ یہی ہے کہ کوئی اسکا خیال نہیں کرتا کہ بیماری کی کیا حالت ہو رہی ہے اور ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ بہت غافل رہے آپ آیندہ نسلوں پر رحم کھاؤ اور خواب غفلت سے بیدار ہو۔ یہ دوائیاں جن قدر رکھی گئیں یہ وقتاً فوقتاً فقیروں سے پہونچی ہوئی ہیں جن کا تجربہ ہزارہا اشخاص نے کیا ہے میں بذات خود کوئی حکیم نہیں ہوں۔ اور نہ میرا کوئی دوا خانہ ہے شاید یہ سمجھیں کہ اشتہاری دوا فروش ہیں یہ ہرگز خیال نہ فرمائیں۔ بلکہ کسی چیز کا تجربہ کر کے ہماری محنت کی داد دیجئے اور یہ خوب خیال فرمائیے کہ اب وہ زمانہ آگیا کہ حکیم اور ڈاکٹر ماسوائے ڈھکوسلے بازی کے اور کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہے ہیں۔ اب جو کچھ بھی فائدہ کی قدرت خدا نے رکھی ہے وہ صرف درویشوں کو جو اسکے خاص بندے ہیں اور اب وہ طرح طرح سے فایدہ پہنچا رہے ہیں آپ نے سنا ہوگا کہ ایک درویش مسیحا تشریف لائے ہوئے ہیں اور انکا کس قدر فیض جاری ہے کہ اسٹیشن سے ان کے مقام تک۔ ریل گاڑی مسافر نکلاتی اور لیجاتی ہیں۔ کیا خدا کی قدرت نظر آتی ہے۔ سفوف کی قیمت فی روپیہ ۱۲ آنہ علاوہ محصول ڈاک +

المشتہر منظور احمد عباسی منیجر دی آل انڈیا ٹریڈنگ ایجنسی دہلی

اطلاع

اس پرچے میں ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کلکتہ کے کارخانے کی فہرست بطور ضمیمہ رکھی گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا نام اخبار و رسائل پڑھنے والوں میں اتنا مشہور ہو چکا ہے کہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کونسا پرچہ ہے جو ان کے اشتہار سے خالی ہی ہے آپکی ادویہ میں سے کسی کے استعمال یا تجربہ کا موقع نہیں ہوا لیکن عام خیال کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر ایس کے برمن تمام ہندوستان کے اشتہاری ڈاکٹروں اور دوا فروشوں میں امتیاز خاص رکھتے ہیں۔ اور ان سے ہمارے رسالے کے ناظرین کو وہ بے اعتنائی نہ برتنی چاہیے جیسے اکثر اشتہاری دوا فروش واقعی مستحق ہوتے ہیں +

مینیجر نظام المشائخ

پیغمبری اشارہ کی اُردو دُعائیں

ازابن رسُول اللہ سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی مدظلہ

۱۳۔جمادی اللاخری ۱۳۳۲ھ یوم دوشنبہ کو رات کے ۱۲۔بجے حضرت خواجہ صاحب نے عالم رویا میں حضور رسالتمآب صلعم نے چند اردو دعائیں لکھوائیں اور ہر دعا کے خاتمہ پر آمین فرماتے گئے۔ آنکھ کھلی تو حضرت خواجہ صاحب پر اس رویا کا اتنا اثر تھا کہ آپنے اسیوقت وہ دعائیں لکھنی شروع کر دیں اور آدھی رات میں یعنی صبح کی اذان تک سب دعائیں جنکے عنوان ذیل میں درج ہیں پوری ہوگئیں۔ اِس مجموعہ ادعیات کو دیکھ کر جو اردو زبان میں ایک کشفی اور الہامی مجموعہ ہے مجھے خیال آیا کہ اسی کے ساتھ حضرت خواجہ صاحب کی وہ تمام دعائیں بھی جو مصر و شام و حجاز اور دیگر خاص خاص موقعوں پر آپنے مانگی ہیں سب ایکجگہ جمع کر دیجائیں۔ چنانچہ پیغمبری اشارہ کی دعاؤں کے بعد اُنکو بھی سلسلہ وار مرتب کر دیا گیا۔ کتاب چھپ رہی ہے جن ناظرین کو اسکی ضرورت ہو فوراً درخواست بھیجدیں۔ کیونکہ یہ نایاب مجموعہ تیار ہوتے ہی رسالہ سنوسی کیطرح ہاتھوں ہاتھ تقسیم ہو جائے گا اور لوگوں کو دوبارہ چھپنے کا منتظر رہنا پڑے گا۔ **قیمت** صرف ۴ر چار آنے۔

دعاؤں کے عنوان یہ ہیں۔ بچہ کی ولادت کیوقت ماں باپ کی دعا۔ بچہ کی بسم اللہ کے وقت کی دعا۔ نکاح کے وقت کی دعا۔ دلہن کی دعا سسرال میں جاکر۔ دولہا کی دعا دلہن کو دیکھکر۔ بیمار کے سامنے پہنچنے کی دعا۔ صبح کی دعا صبح کے کھانیسے پہلے کی دعا۔ کھانے کے بعد کی دعا۔ رات کا کھانا کھانے سے پہلے کی دعا۔ کھانا کھانے کے بعد کی دعا۔ پلنگ پر جانے کے وقت کی دعا۔ تہجد کے وقت کی دعا۔ صبح کی نماز کے بعد۔ ظہر کی نماز کے بعد وغیرہ پانچوں نمازیں۔ اذان سننے کے بعد کی دعا۔ نیا چاند دیکھنے کے بعد۔ بادل کی گرج اور چمک میں۔ ریل میں سوار ہونے کے وقت۔ جہاز میں سوار ہوتے وقت۔ موٹر میں سوار ہوتے وقت۔ ہوائی جہاز میں سوار ہوتے وقت۔ حاکم کے سامنے جاتے وقت۔ امتحان دیتے وقت۔ شب فراق میں۔ شب وصال میں۔ قرضداری میں۔ بھوک پیاس میں۔ خوف و ہراس میں۔ خوشی کے وقت میں۔ آگ لگتے وقت۔ اندھیری رات کو دیکھکر۔ چاندنی رات کو دیکھکر۔ اونچے پہاڑونکو دیکھکر۔ نیچے غارونکو دیکھکر۔ خوبصورتونکو دیکھکر۔ بدصورت کو دیکھکر۔ مزے کی چیز کھاکر۔ بدمزہ چکھکر۔ مرنے والے کے سامنے۔ قبرستان میں جاکر۔ ویران کھنڈرونکو دیکھکر۔ شاندار عمارتونکو دیکھکر۔ عجیب چیز کو دیکھکر وغیرہ ۔

یہ عنوان تو پیغمبری اشارہ والی دعاؤں کے ہیں۔ اِن کے علاوہ تمام معرکہ کی دعائیں ہیں جو آجتک حضرت خواجہ صاحب نے لکھیں۔ درخواست اِس پتہ پر ہونی چاہیئے ۔

حسن جبلانی میرٹھی کارکن حلقہ نظام المشائخ درگاہ حضرت محبوب الٰہی غریب نواز دہلی

مختصر فہرست کتب دکان غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک دہلی

تحفۃ العارفین مصنفہ مولوی سرفراز علیشاہ صاحب ندیو۔ یہ کتاب تصوف میں نہایت عجیب و غریب ہے جسمیں تصوف کی ہر قسم کی باتیں دستیاب ہوسکتی ہیں۔ اسمیں یہ مضامین ہیں۔ اسلام میں تصوف نے کب سے جگہ پائی۔ تصوف کے کتنے طریق نکلے۔ تصوف نے علمی اور عملی طور پر کیا کیا کام کئے۔ تصوف کیا چیز ہے تصوف اور فلسفہ۔ علامات مرشد کامل۔ آداب حقوق پیر کا بیان۔ مرید کے توبہ کرانے کا طریقہ مراقبہ احدیث دائرہ عامریت۔ مراقبہ نومیت۔ مراقبہ توحید صفائی۔ مراقبہ فنا و بقا۔ مراقبہ اولوالعزم۔ مراقبہ حقیقت محمدی۔ بیان کشف واقع النبوت۔ ذکر چار پیر چودہ خانوادہ ذکر سلسلہ نقشبندیہ۔ سلسلہ چشتیہ خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ العزیز کا ذکر شغل بساطیہ وہ شغل ہے جو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کو واسطہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچا تھا اور خواجہ بزرگ کو اسی شغل کی برکت سے معراج معنوی ہوئی تھی۔ اور ماسوائے اسکے اور باتیں بھی عمدہ عمدہ درج ہیں + **قیمت** صرف آٹھ آنے ۸ر

گلدستہ گلشن فقیری اسمیں ہر ایک خاندان قادریہ چشتیہ سہروردیہ اور جملہ خانوادوں کے سینکڑوں اولیاء اللہ کا نام مع جائے پیدایش وطن و مزار و تاریخ وفات بعقید سلسلہ درج ہیں **قیمت** ۴ر چار آنہ

مجالس حسنہ۔ ملفوظات فارسی جناب حضرت خواجہ حسن محمد چشتی جمع فرمودہ حضرت مظہر اللہ الصمد خواجہ محمد صاحب چشتی **قیمت** تین آنے ۳ر +

جامع السعادت اردو ترجمہ منبہات ابن حجر عسقلانی منفعت سماعت مملو از وعظ و نصائح تالیفات جناب مولانا مولوی قطب الدین احمد صاحب دہلوی۔ یہ کتاب مولویوں اور واعظوں اور تمام لوگون کے واسطے اخلاق کی بہت عمدہ کتاب ہے۔ **قیمت** ڈھائی آنہ (۲؍۰) +

تحفہ سبحانی ترجمۃ الفتح الربانی والفیض الرحمانی۔ یہ کتاب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ملفوظ مبارک ہے۔ مصر میں بزبان عربی چھپا تھا اب اردو میں چھپ گیا ہے اسمیں اعلیٰ درجہ کے نصائح و وعظ و تقریریں درج ہیں۔ آپکے اس کتاب کے مضامین سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ عجیب و غریب کتاب ہے۔ **قیمت** دو روپے۔ (عاعہ) +

نایاب کتابیں

قاسم وزہرہ حضرت شوق
قدوائی کی بے اضعاف و
بے بدل مثنوی ۴ر
خزینۃ الامثال ثانی ۸ر
عرضیہ طاہرہ بیگم نہایت
اخلاقی و از سرتاپا تربیت عہ
محاورات و امثال زبان
عربی و فارسی و اردو ... ۸ر
الف لیلہ بطرز ناول جادو نگار
رتن ناتھ سرشار کی تصنیف
جدت طرازی حصہ اول عہ
ایضاً حصہ دوم ... ۱۲ر
شباب لکھنؤ شاہی زمانہ کے
عجیب حالات انگریزی سے ترجمہ عہ
طلسم شیر معروف گلاب کنور
صاحبزادہ محمد مصطفےٰ علیخان
شہرکا دلفریب ناول ۱۲ر
المامون ہر دو حصہ علامہ شبلی
کی مشہور تصنیف جس میں مامون رشید
کی زندگی کے واقعات دلچسپ
پیرایہ میں درج ہیں قیمت ۴ر

فلسفۂ ازدواج ہر
مستاہل اور غیر متاہل شخص کا فرض
ہے کہ کتاب کو غور سے دیکھے اور مصنف
کی ہدایتوں پر عمل پیرا ہو کیونکہ
یہ ہدایتیں ماؤں بچوں کی صحت اور
بقائے نسل کیلئے نہایت ضروری
ہیں۔ کتاب کا حسن ظاہری اور باطنی خود
دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ عہ
نظم بے نظیر شمس العلماء
ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نظموں کا
دلچسپ مجموعہ قیمت عہ
اسرار رنگون رنگوں کے
باشندوں کی معاشرت اور
اخلاق کی حالت کا آئینہ عہ
حسن تخیل حضرت ارشد
تھانوی کی نیچرل نظموں کا لطیف
مجموعہ مع تصویر مصنف ۸ر
مصنفہ مولانا آزاد
دربار اکبری سے
سخندان فارس شعرائے فارسی
کا جامع و مفصل تذکرہ ۴ر

آبحیات مصنفہ شمس العلماء مولانا آزاد جس میں شعرائے اردو
کا تذکرہ تعریف سے بالاتر ہے عہ
نیرنگ خیال استعارہ کے
لطیف مضامین ۸ر
مطلع العجائب مترجمہ نواب
محسن الملک مرحوم بالتصویر عہ
مصائب غدر حالات غدر
مفصل مترجمہ مولوی نذیر
احمد صاحب دہلوی ... ۸ر
مسلم السیاست انگلستان کے
مشہور فلسفی و مصنف مل کی کتاب
متعلق سیاست مدن جس میں دستوری
حکومت اور امور سیاسی پر عالمانہ
اور مفصل بحث کی گئی ہے عہ
افسانہ نادر جہاں مصنفہ
کے خود نوشت حالات ۴ر
عقل و شعور لڑکوں لڑکیوں
اور عورتوں کی تعلیم کے لئے دلچسپ
افسانہ کے پیرایہ میں فلسفہ اخلاق سمجھایا
و فلسفیانہ بغیر ختم کئے چھوڑ نیکو
جی نہیں چاہتا ... عہ

اردو معلی یعنی حضرت غالب
کے رقعات نثر طرز تحریر کے
بے مثل نمونے ... عہ
عود ہندی بشرح مقدمہ
دبدبہ امیری یعنی امیر عبدالرحمٰن خان
مرحوم والی کابل کے سوانح
نہایت قابل قدر۔ اور
لائق دید ہے اصل قیمت عہ
رعایتی ۱۲ر

ضرور منگوائیے

تاریخ تمدن بکل ہسٹری آف
سویلزیشن کا قابل دید ترجمہ جو
مرحوم منشی احمد علی بی اے ایل ایل بی
وکیل بارہ بنکی کی قدرت انشاء
پردازی کا بہترین نمونہ ہے مجلد ۳ر

ضرور ساتھ دیکھئے

رنج و راحت لڑکیوں کے
پڑھنے کے قابل جمیلہ کی سرگذشت
ایک نہایت پر لطف اور
دل گداز کہانی ہے۔
قیمت صرف ... ۸ر

انتخاب نظام المشائخ

جس میں جمادی الاخری ۱۳۳۱ھ سے جمادی الآخر ۱۳۳۲ھ ہجری تک کے رسالوں کے اعلیٰ اعلیٰ مضامین دلکش ایک ضخیم کتاب کی شکل میں بہ ترتیب احسن جمع ہونگے قدردانان رسالہ کی دعوت طبع کے لیئے درویش پریس دہلی میں زیر طبع ہے سنین ماضیہ کی سالانہ جلدوں میں جیسے جیسے نایاب و قیمتی جواہر ریزے ہدیۂ ناظرین ہوتے رہے ہیں محتاج بیان نہیں مگر چونکہ اکثر احباب ماہوار نمبروں کو محفوظ نہیں رکھہ سکتے یا جو رکھتے بھی ہیں۔ ان کے لیئے متعدد جلدوں پھر جلدوں کے کثیر التعداد نمبروں میں لب لباب کا لطف مکرر اٹھانا ایک دوسری زحمت کا موجب ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمیں قوی امید ہے۔ کہ رسالہ کا یہ منتخب ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ اور ارباب ذوق اس کا خاص نگاہ شوق سے استقبال کریں گے اس کتاب کے شروع میں حضرت سیدی و مولائی خواجہ **حسن نظامی** اور جناب ملا **محمد الواحدی** صاحب کا ایک نہایت عمدہ ہاف ٹون فوٹو بھی ہوگا ہم نے ناظرین کرام کی سہولت اور فائدہ کو مد نظر رکھہ کر سردست مراعات ذیل تجویز کی ہیں۔ (۱) دو ڈہائی سو صفحے سے اوپر ضخامت پر بھی قیمت عام صرف ۸؍

(۲) رسالہ کے خریداران جدید کے لیئے جو از خود خریدار ہیں صرف ۱۲؍

(۳) قدیم خریداروں سے بھی جو کم از کم ایک نیا خریدار بنائیں ۱۲؍

مگر شرط یہ ہے کہ درخواست ہائے خریداری بطلب وی پی یکم شوال سے پہلے آنی چاہئیں ورنہ اس رعایت خاص سے فائدہ اٹھانے کے حقدار نہ ہونگے نیز اس اشتہار کا حوالہ دیکر

تمام درخواستیں بنام منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی ہونی چاہئیں

قسطنطنیہ کا انجام

معلوم کرنا ہو تو مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب کی نئی تصنیف

فیضان سنوسی

منگا کر دیکھئے جو رسالہ شیخ سنوسی کا تیسرا حصہ ہے اور جس میں حسب ذیل عجائبات ہیں

(۱) حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے سب پورے قصائد (۲) حیدرآباد کی ایک نہایت پوشیدہ کتاب کا اقتباس جسمیں آیندہ زمانہ کی پیشین گوئیاں ہیں (۳) شیخ سنوسی کے وظائف اور مخفی اعمال (۴) مشہور منجم شاہ مشتاق احمد دہلوی کی عجیب و غریب پیشین گوئیاں (۵) حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب امروہی کی تفسیر غایۃ البرہان کی شہرہ آفاق پیشین گوئیوں کا وہ حصہ جس میں قسطنطنیہ کے انجام کا اشارہ ہے (۶) فرانس میں ظہور مسیح (۷) چینی اور روسی مسلمانوں کا جوش و خروش وغیرہ قیمت ۶ر

شیخ سنوسی - یعنی فیضان سنوسی کا پہلا حصہ قیمت ۴ر

کتاب الامر ایضاً - - - - حصہ دوم قیمت ۴ر

دہلی میں غدر کے وقت بادشاہ اور اُنکے گھر والوں پر کیا کیا مصیبتیں پڑیں اسکے دردناک قصے مجموعہ مضامین خواجہ حسن نظامی میں درج ہیں۔ ڈہائی سو صفحے کی نہایت دلچسپ موثر اور عبرت انگیز کتاب ہے قیمت صرف عہ

سفرنامہ ہندوستان - ازمولائی خواجہ حسن نظامی۔ نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ۸

رسول کی عیدی - اسکے بچوں کے لیے بہت ہی مفید کتاب ہے۔ قیمت ۲ر

کارکن حلقہ نظام المشائخ دارالسلطنۃ دہلی سے طلب کیجیے

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۲۱

جلد

نمبر

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۲ ششماہی ۱ نمونہ کا پرچہ ۴

مقام اشاعت۔ دار السلطنۃ دہلی۔ کوچہ چیلاں

درویش پریس دہلی میں چھپا

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی چھٹی تاریخکو (جو سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہے) شائع ہوتا ہے۔ لیکن اسے کسی ایک سلسلہ سے خصوصیت نہیں۔ یہ تمام خاندانوں اور خانوادوں کا یکساں خدمت گزار ہے۔ مضامین اسمیں علمی۔ تاریخی۔ مذہبی اخلاقی۔ اصلاحی۔ مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں تحریروں میں انشاپردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ حجم کم از کم ۷۲ صفحے مقرر ہے۔ سال میں ۷۲×۱۲=۸۶۴ صفحوں سے زیادہ ہوجائیں تو ہوجائیں۔ لیکن تخفیف کبھی نہیں ہوتی +

(۲) اگر رسالہ ۷۔۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے ۱۰۔۱۲ تک انتظار کریں اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیئے۔ ورنہ دوبارہ پرچہ کی قیمت لی جائے گی +

(۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیدیں ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاکخانہ کو دینی کافی ہوگی +

(۴) رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت میرے نام ہونی چاہیئے۔ خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف خوشخط لکھیے۔ نمبر خریداری کا نمبر ضرور بتائیے ورنہ تعمیل محال ہے جوابی امور کے لیئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجئے +

(۵) رسالہ کی قیمت ہر حال میں پیشگی لی جاتی ہے۔ نمونہ کے لیئے ۴ر کے ٹکٹ آنے چاہئیں +

خاکسار

محمد الواحدی ایڈیٹر رسالہ نظام المشائخ دہلی

فہرست مضامین رسالہ نظام المشائخ بابت ماہ شوال ۱۳۳۲ ہجری

متفرقات

(۱) کلام اکبر (مولوی سید اکبر حسین صاحب خان بہادر لسان العصر) صفحہ ۱۲۔ (۲) درخواجہ کو بھی اہل نظر کیا کیا سمجھتے ہیں۔ از جناب خلیفہ زادہ مولوی ولی الدین صاحب صفحہ ۲۱ (۳) دو جہان میں فیض عام خواجہ اجمیر ہے۔ از جناب قاضی زعیم صاحب صفحہ ۳۱ (۴) غزل از جناب نجیب صاحب صفحہ ۳۹ (۵) سہرا (عصمت) صفحہ ۵۰

ہمارے معاونین

جنہوں نے اس مہینے میں رسالہ نظام المشایخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

جناب منشی منیرالدین صاحب نلدرگ ۲ جناب خواجہ ضیاء الدین صاحب لاہور ا جناب مدن موہن لال صاحب ہیڈ ماسٹر جہان آباد ا جناب حامد حسین صاحب نائب تحصیلدار اورا حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب ا جناب قاضی محمد محسن صاحب ہانسی ا جناب محمد اشرف صاحب نظامی رنگون ا

جو خود خریدار ہوئے

جناب ڈی عبداللہ صاحب کمپنی میسور۔ جناب منشی محمد امین صاحب بڈھ قصور۔ جناب سید عالم صاحب راولپنڈی جناب منشی منیرالدین صاحب نلدرگ جناب ٹی طاہر علی صاحب جھنڈا نڈ جناب سید خاموش صاحب یوریچہ جناب مولوی سید ولایت شاہ صاحب وہیم کوٹ جناب محمد عبدالعزیز صاحب بعسکر نگلور۔ جناب سید غلام جیلانی شاہ صاحب چک نمبر ۲۷ جناب سید محمد عبداللہ صاحب علم کان پور جناب چودھری محمد حسین صاحب رسالپور۔ جناب سید محمد ناصر صاحب دنتعلی کا ٹھیاواڑ۔ جناب خادم علی صاحب تھانہ گوڑہ ساگر جناب ملک محمد اعظم صاحب ملانہ نمبردار شیرو۔ جناب محمد خواجہ حسین صاحب چشتی حیدرآباد دکن جناب سید محمود شاہ صاحب پٹواری ڈیرہ نواب جناب سید فریدالدین صاحب پٹنہ جناب آنریری سکرٹری حمیدیہ فری لائبریری احمد آباد گجرات

شکر گزار
محمد الواحدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظام المشائخ

شذرات

لمحاتُ الحیات گزرے چلے جاتے ہیں۔ انکی نسبت کوئی نہیں کہہ سکتا
کہ کتنے باقی ہیں اور وہ کیونکر گزرینگے۔ لیکن انکا گزر جانا بہرحال یقینی ہے۔ اگر یہ ہوتا
کہ میعادِ زندگی ختم ہو گئی۔ مر گئے۔ چل بسے۔ اور یہاں کے قضیئے سب یہیں چھوڑ
گئے تب بھی خیر کچھ غم نہ تھا۔ پر دقت تو یہ ہے کہ جو کچھ اس میعادِ معینہ میں کرتے
کرتے ہیں سب کا مکمل ریکارڈ رہتا ہے۔ اور وہاں رتی رتی نیک بد کی بازپرس ہونی
ہے۔ ایسی حالت میں کون ایسا احمق ہو گا جو حشر کے ہول سے **غافل** رہے اور
کوچ بولنے سے پہلے پہلے رختِ سفر اور زادِ راہ کا فکر نہ کرے۔ حیات و ممات کے
مابین جو حدِ فاصل ہے اسی حکمت و مصلحت سے پردۂ خفا میں رکھی گئی ہے کہ انسان
اُس ساعتِ سخت کی افراتفری سے بیفکر نہونے پائے۔ جیسے مرغِ روح اور قفسِ عنصری کی

دائمی مفارقت کہا گیا ہے۔

جو دم غافل سو دم کافر

کفر کسے کہتے ہیں؟ انکار کو۔ اور کافر کون ہے؟ منکر۔ یہ تو ہوا محض مفہوم لغوی مگر اصطلاح میں کفر کے معنی ہیں ذات باریتعالی کا انکار۔ انبیا علیہم السلام کا انکار آیات اللہ کا انکار۔ نعمائے الٰہی کا انکار وغیرہ۔ مگر در اصل جمیع اقسام انکار ایک ہی انکار کی فرع ہیں کیونکہ ایمان باللہ کے ضمن میں ایمان بالملائکہ۔ ایمان بالکتب۔ ایمان بالرسل غرض سب کچھ آجاتا ہے۔ ورنہ جائے غور ہے کہ جس نے خدا کے راستباز فرستادوں یا اُنپر نازل شدہ کتب مقدسہ کو جھٹلایا۔ آداب خدادانی (معرفت) کو ڈھکو سلے یا اوامر و نواہی کو معاذ اللہ لغو ولاطائل قرار دیا۔ اُس نے خدا کو کیا خاک مانا؟ معہذا وہ ایمان جسکا نہ دل میں گھر ہو نہ اعمال پر اثر۔ صرف نوکِ زبان سے آشنا رہکر کب تک نباہ سکتا اور کہاں ہماری دنیا اور عقبیٰ کو سنوار سکتا ہے۔ قرآن پاک میں بھی قریب قریب ہر جگہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط ضرور لگی ہوئی ہے۔ صوفیائے کرام میں ان ہی نہان و رہنان حکمتوں کی بنا پر ہر سانس کو جو محاسبۂ نفس اور مولےٰ کی یاد سے غفلت میں گزرے ایک طرح کے کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

لوح محفوظ

سائنس کی حیرت انگیز ترقیات اور گوناگوں مادی تحقیقات نے آج ہر چہار سُو ایک ہوائے دہریت چلا رکھی ہے لیکن اسلام ایک ایسا محکم قلعہ ہے کہ علوم جدیدہ کی نت نئی دریافتیں اور اعلےٰ سے اعلےٰ انکشافات بھی اپنے حملوں سے اسکی بنیادوں کو متزلزل نہیں کر سکتے۔ لمحات الحیات والے نوٹ میں ہم نے ضمناً اس ریکارڈ کا ذکر کیا ہے جسے فرشتے قلمبند کرتے رہتے ہیں

اور جو گویا ہمارے تمام اعمال کا کچا چٹھا ہوگا۔ اسیطرح دنیا و مافیہا بلکہ جمیع کائنات میں ازل سے ابد تک جو کچھ بھی ہوا۔ ہو رہا ہے اور ہوگا سب کو اللہ تعالیٰ کا علم بے پایاں احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جس کی مجموعی ہیئت کذائی نہ کسی تصور میں آسکتی ہے نہ کوئی اسکی تصویر کھینچ سکتا ہے۔ اسکا وجود مادی نہیں مگو نرا وہمی و خیالی بھی نہیں جس طرح وجود باری تعالیٰ ایک وراء الوراء اور فوق الفوق ہستی ہے اسیطرح اُس کی قدرت کے اکثر و بیشتر عجائبات بھی عقل و فہم بشری سے بالاتر ہیں۔ انسان کی کیا طاقت کہ اُن کی کُنہ کو پا سکے۔ غرض اُس احاطہ علم الٰہی کو ہم لوح محفوظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن غیر مسلم دنیا اور خاصکر مادیات کے دلدادگان اس قسم کے اسلامی معتقدات کو ڈھکوسلے تبلاتے اور اُنکا مضحکہ اڑاتے تھے۔ مگر خدا کی شان کیسی عجیب اور اُسکی قدرت کے کرشمے کیسے تحیر خیز ہیں کہ مادہ پرستوں کے اپنے ہاتھوں فونوگراف کی شکل میں ایک ایسا آلہ ایجاد کرا دیا جو دیگر اعمال و افعال سے بھی نازک تر چیز ہے یعنی آواز تک کا عکس اپنے اندر جذب کر لیتا اور پھر جب چاہو اُسیطرح اُسکو ادا کر سکتا ہے۔ پس جب انسان جیسی کمزور ہستی ایسی ایسی نادر مصنوعات کی صنعت گری پر قادر ہے۔ محض قادر مطلق کے فضل سے یعنی خداداد فہم و فراست کے طفیل۔ تو پھر خود جناب الٰہی کی قدرتوں کا کیا کہنا۔ اسیطرح قرآن کریم کے عجائبات اور اُس کے حقائق و معارف تاقیامت ختم نہ ہونگے۔ اسلام کے اصولی و فروعی جملہ مسلمات سراسر حق و حکمت سے لبریز ہیں بشرطیکہ اُن میں تدبر کریں۔ مگر افسوس! کہ ہم اپنی غفلت سے "اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا" کے مصداق بن رہے ہیں۔

اصلی صوفی کون ہے؟

وہ جو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے میں مرتے دم تک ساعی رہے۔ کیوں کہ

تصوّف کا منشاءِ حقیقی بجز اسکے کچھ نہیں کہ بندے کا اپنے مولیٰ کے ساتھ
صحیح و قوی تعلق ہو جس سے اپنے نفس کی بھی اصلاح کر سکے اور دوسروں کیلئے
بھی موجب اصلاح و ہدایت ہو سکے۔ رسول عربی (فداہ ابی و امّی) کے وابستگان
دامن شفاعت میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپؐ سے بڑھکر عارف باللہ باوجود
اقرار (ما عرفناک حق معرفتک) کوئی اور دنیا کے پردے پر ہوا یا ہے یا ہوگا؟
لا واللہ لا۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ حضور پُر نورؐ سے زیادہ ہادی اور خدا کا پیارا کوئی
دوسرا ہوا یا ہے یا ہوگا؟ حاشا و کلا۔ پھر جب خود خدائے پاک کا یہ صریح ارشاد
ہو۔ کہ (اے میرے حبیب! اُنسے فرمادے کہ) اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو
میری پیروی کرو۔ اللہ ہی تمہارا دوستدار ہو جائے گا۔ سبحان اللہ و صل علیٰ۔
اب فرمایئے کہ جناب رسالت مآبؐ کے اتباع اور آپ کی سچی غلامی و پیروی کے
بغیر کیونکہ ہم واقعی عارف۔ خدا کے پیارے اور صراط مستقیم پر چلنے والے ہو سکتے
ہیں اور کسطرح دوسروں کے لیئے موجب اصلاح و ہدایت ہونا تو درکنار اپنے نفس
کی بھی اصلاح کر سکتے ہیں۔؟ حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی پاک اور مبارک زندگی
ہمارے لیئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اور تمام مدارج و متعلقاتِ حیات میں ایک اعلیٰ ترین
قابل پیروی نمونہ ہم نے جو کچھ پایا حضورؐ کی غلامی سے۔ اور جو کچھ کھویا حضورؐ سے
عملاً بیگانگی اختیار کرکے۔ اور اب پھر جو کچھ ملیگا۔ اِسی سرکار عالیؐ کی اطاعت سے
ملیگا۔ اولیائے عظام کو جو متاع بے بہا ملی آپؐ کی ہی محبت و متابعت میں فنا
ہو کر۔ بڑے بڑے جلیل القدر چاکرانِ اسلام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے جو
چار دانگِ عالم میں توحید کا ڈنکا بجایا اور اپنے وقت میں ایک عالم کو تسخیر کر لیا
تو اسی ہادی برحق (ص) کی ہدایات و ارشادات پر کاربند ہو کر۔ پس اُس ؐ کی محبت
خدا کی محبت ہے۔ جس سر میں یہ سودا نہو وبالِ دوش ہے۔ جس دلمیں آپؐ کے دین و

ملت کا درد نہیں ایک بیکار مضغۂ گوشت ہی ہے اور بالآخر جس غلام کو اپنے آقائے نامدار کے مرجھائے ہوئے باغ کی آبیاری کا فکر نہیں وہ کیسا غلام اور کاہے کا دوستدار؟ +

ازالۂ وہم

بعضے اپنی کم فہمی و کوتہ اندیشی سے یہ بھی کہدیا کرتے ہیں کہ کیا اطاعت رسول ہر حال میں لازمی ہے چاہے وہ خود خدا کے خلاف مرضی ہی کیوں نہو؟ استغفر اللہ۔ معاذ اللہ منہا۔ یہ ایک سخت غلطی یا خطرناک شیطانی وسوسہ۔ جو صرف اُسی تاریک دل میں پیدا ہو سکتا ہے جس نے رسول برحق کی رسالت و صداقت ہی کو شرح صدر سے نہ سمجھا اور مانا ہو۔ ورنہ جب اُس برگزیدہ فرستادہ کا بھیجنے والا آپ یہ فرمائے کہ ہمارا رسول امین ہے وہ اپنی طرف سے کوئی باتیں نہیں ملاتا۔ (لو تقول علینا بعض الاقاویل الآیۃ) وہ ہوائے نفسانی سے کچھ نہیں کہتا۔ (وما ینطق عن الھویٰ الآیۃ) جس نے اُسکی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی وغیرہ وغیرہ۔ تو غیرت ایمانی کیونکر ایک لمحہ کے لیئے بھی یہ باور اور گوارا کر سکتی ہے کہ ارشادات نبوی کبھی احکام الٰہی کے خلاف ہونگے۔ اگر اتفاق سے کسی جگہ ہر دو میں بظاہر کوئی نقیض معلوم ہو تو جانو کہ اپنے فہم کا قصور ہے جنھیں بفضل خدا زیادہ ذوق علم ہو اور شوق تحقیق۔ وہ دونوں کے ادب مراتب کو ملحوظ رکھکر اُن میں تطبیق دینے کی کوشش کریں حقیقت حال کے انکشاف اور تسلی کی ایک آسان و یقینی راہ یہ ہے کہ درود شریف و استغفار کثرت سے پڑھیں اور دعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے طفیل خود ہی لاعلمی کی تاریکی سے نکالکر معرفت کی روشنی میں پہنچا دے گا۔ (اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمت الی النور) +

سب سے بڑی ضرورت

آج یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح کریں۔ یہی اس وقت کا اعلیٰ ترین جہاد ہے کہ ہماری جو کمزوریاں۔ غفلتیں اور غلط کاریاں رضائے مولیٰ کے حصول میں مزاحم ہو رہی ہیں۔ انکا قلع قمع کیا جائے۔ صوفیائے کرام نے بھی مجاہدہ نفس کو جہادِ اکبر قرار دیا ہے۔ اقوام وافرادِ انسانی ایک حالت پر ٹھیری ہوئی نہیں رہ سکتیں۔ یا تو اُن کا قدم ترقی کیجانب اُٹھے گا۔ اور برابر اُٹھتا چلا جائے گا۔ یا تنزل کیطرف۔ بند پانی میں بو پیدا ہو جانا کھلا سے ہے۔ پس اگر ہم بظاہر ایک یاس خیز سکون کی حالت میں اپنی زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں تو بھی سمجھو کہ اپنے نظام ملی میں مادۂ فساد کو پیدا ہونے اور بڑھنے کا موقع دے کر قعرِ زوال کی طرف ہی جا رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ اسباب پر قادر ہے کہ خارقِ عادت طور پر ہمارے دن پھیر دے مگر اسکی سنت یونہی واقع ہوئی ہے کہ جب کوئی قوم اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرتی اور جاذبِ نصرت اعمالِ صالحہ بجالاتی ہے تبھی اُسکا دریائے رحمت جوش میں آتا اور اُس قوم کے اُبھارنے میں اپنی اعجازی طاقت کا ہاتھ دکھلاتا ہے +

ہماری اصلاح حال کا دُکھڑا ایک طویل داستانِ پُر درد ہے۔ اُس کے سنانے اور سننے کیلئے بڑی فرصت اور پتھر کا کلیجہ چاہیئے۔ صوفیائے کرام کا محترم گروہ اس امت مرحومہ کا وہ طبقہ ہے۔ جسے اہل اللہ۔ حزب اللہ۔ سالکانِ راہ طریقت واقفانِ کوچۂ معرفت۔ اور خدا جانے کیا کیا کچھ کہا گیا ہے۔ اور جب ہم اپنے بزرگان واجب الاحترام اسلاف کے پاک نمونوں اور قابلِ فخر دینی کارناموں پر نظر ڈالتے ہیں تو کسر نفسی کو بالائے طاق رکھکر بطور تحدیث بالنعمت اقرار کرنا پڑتا ہے کہ فی الواقع یہ طبقہ انہی قابل رشک خطابات کا مستحق ہے۔ لیکن آہ! "پدرم سلطان بود"۔ کیونکر وجہ تسلی ہو؟ جب ہم ننگ اسلاف۔ اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر

دیکھتے ہیں تو مارے شرم کے پانی پانی ہوجاتے ہیں. کس منہ سے کہیں کہ ہم انہی بزرگوں کے نام لیوا ہیں؟ (الا ماشاء اللہ) برائے خدا برائے رسول ؐ ہر شخص جو صوفی ہے یا صوفیوں کی اولاد و احفاد سے خواہ کسی خاندان و خانوادہ سے تعلق رکھتا ہو موت کو یقینی جانکر میدان حشر کی روح فرسا بازپرس کو پیش نظر رکھکر اپنا آپ محاسبہ کرے کہ وہ کہاں تک رضائے مولٰی کی راہوں پر قدم مارتا ہے۔ اللہ والے یا اللہ والوں کے نام لیوا کہلا کر اُسکے کتنے اعمال محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتے ہیں اور کتنے دنیائے دُنی اور نفس کی خاطر؟

پیارو! تمہارے باقی لمحاتِ حیات (جنسے یہ سلسلۂ شذرات شروع ہوا ہے) چاہے کتنی ہی مدت دراز کا مجموعہ ہوں مگر بالآخر ایک وقت ضرور ختم ہوجائیں گے لہذا لقاء الآخرة پر ایمان رکھتے ہوئے کیوں نہ آج ہی سے اسباب کا فکر کرو کہ فزع الاکبر کا دن تمہارے لیے رسوائی و روسیاہی کا موجب نہو. بلکہ اپنے مولیٰ اور ہاں اُس حبیب کبریا (علیہ التحیۃ والثناء) کے حضور سرخرو رہ جاؤ جسکی غلامی کے طفیل تمہیں خیرامت کا قابل فخر خطاب خود رب العلمین کی سرکار سے ملا ہے۔

نظام اصلاح کا پروگرام

قند و مصری کیا اعلےٰ سے اعلےٰ اور قیمتی سے قیمتی شیرینی کو بھی یہ خاصیت حاصل نہیں کہ محض اسکا نام رٹنے سے ہماری نوکِ زبان بھی میٹھی ہوسکے۔ لہذا لفظی و کاغذی اصلاح کا غلغلہ چاہے کتنا ہی بلند کرتے رہیں ہرگز نہ ہمارے دین کو کچھ سنوار سکتا ہے نہ دنیا میں سودمند ہوسکتا ہے۔ لہذا ہمیں ضرورت ہے کہ پہلے اپنا ایک نصب العین متعین کریں۔ پھر اُسکے مبادیٔ حصول۔ بعدازاں منزل مقصود کے درمیانی مراحل

قرار دیں۔ اور سب سے آخر مگر اہم ترین مقصد یہ ہو کہ اصلاح کی عملی کارروائی بلاتوقف شروع کر دی جائے۔ سو ہمارا النصب العین تو اسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ صوفی مشرب احباب عملی طور پر سچے مسلمان بننے کی کوشش کریں اور خدائے تعالیٰ ہی سے اسکی توفیق مانگتے رہیں۔ جسکی رضاجوئی ان تمام مساعی کا اصل منشاء ہے مبادی اور مراحل درمیانی کے متعلق اپنی فہم ناقص کے مطابق ہمارا یہ خیال ہے کہ انسانی کام کوئی بھی نقص سے خالی یا شروع ہی میں جملہ مدارج اصلاح و ترقی سے مستغنی نہیں ہوا کرتا۔ لہذا ہمارا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ مولی کا نام لیکر موٹے موٹے محکم اصولوں پر کام شروع کر دیں۔ بعد میں بہتری کی راہیں اور فوز و فلاح کے طریقے اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کے صدقہ سے آپ سمجھاتا رہیگا۔ اس کے وعدے جھوٹے نہیں ہوتے۔ وہ فرماتے ہیں والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (جو ہماری خاطر جہد کرتے ہیں ہم آپ ضرور انکو اپنی راہیں دکھادیا کرتے ہیں)۔

پس حلقۃ المشائخ کی اصلاح کا ابتدائی پروگرام ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے۔ جن احباب و بزرگان کو اس سے اتفاق ہو براہ عنایت اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

(۱) صوفی کانفرنس (حلقۃ المشائخ) کو باقاعدہ بنایا جائے کہ ہر سال مختلف مقامات میں اجلاس ہوا کریں۔

(۲) صوفی برادری کا ہر فرد پابندی صوم و صلوٰۃ کا عہد واثق باندھے۔

(۳) روزانہ بلاناغہ اوراد ضروری خصوصاً درود شریف و استغفار کو اپنا معمول بنائے۔

(۴) جو بھائی خواندہ ہیں روزانہ تلاوت قرآن مجید کو اپنے اوپر لازم کریں جو نہیں جانتے وہ سیکھنے کی کوشش کریں اور صرف طوطے کی طرح رٹنے کو کافی نہ سمجھیں بلکہ اسکے فہم اور تعمیل کو بھی حتی المقدور مدنظر رکھیں۔

(۵) فضول مشاغل لہو و لعب سے بکلی اجتناب کریں اور وقت عزیز کو مفید کاموں میں صرف کرنے کا سختی سے خیال رکھیں اور اپنے سے بھی زیادہ اپنی اولاد کی عمر گرانمایہ کا فکر کریں کہ بے پروائی و آوارگی میں برباد نہ جائے۔ صوفی برادری کی تعلیمی ضروریات کا فی الحال کوئی کافی انتظام نہیں ہے۔ حالانکہ دینی و دنیاوی تعلیمیں اسوقت ازبس محتاج توجہ ہیں۔

(۶) امر بالمعروف و نہی عن المنکر اس امت کا فرض ہے۔ پس ہر صوفی نہ صرف خود نیک کاموں میں ساعی ہونے اور سیئات سے بچنے کو اپنا اصول زندگی قرار دے بلکہ دوسروں کو بھی اسکی ترغیب دلائے۔

(۷) اشاعت و حمایت اسلام اسوقت ہماری اہم ترین ضرورت ہے پس نہ صرف مالی امداد سے اس ضرورت پر متوجہ ہوں بلکہ نیز دعا سے جو اسلام میں ایک زبردست ہتیار ہے۔ اس بارے میں کام لیں اور اسکے ساتھ ہی مثل اپنے سلف صالحین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے بحث مباحثوں سے نہیں بلکہ اپنی عملی زندگی کے نیک نمونوں اور قوت قدسی کے ذریعے بھی دین حق کے حامی کار و خدمتگزار ثابت ہوں۔ کیونکہ یہی حضرات صوفیا کی سب سے گرانقدر مثال ہے۔ آخر میں ہمکو امید ہے کہ یہ ضروری تحریکیں صدا بصحرا ثابت نہوں گی۔ واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

طوطا شاہ فقیر اپنے بھلے کی اور سب کے نفع کی کہتے ہیں

یہ سب کچھ تو ہوا یعنی انشاءاللہ ضرور ہوگا خواہ کسی رنگ میں اور کسی پیمانے پر ہو۔ اگر صوفی مشرب لوگ دنیا میں عزت کی زندگی اور ترقی کی راہ پر اپنی سر سبزی چاہتے ہیں۔ اور ہونے کے ساتھ انکے تعلقات

صرف برائے گفتن نہیں یعنی انہیں صحیح معنوں میں اللہ والے یا اللہ والوں کے نام لیوا بننا منظور ہے تو ضرور انہیں یہ غفلت کا چولا اُتار کر مردانہ وار اپنی اصلاح اور اسلام کی خدمت کے لیے کمر ہمت کسنی پڑے گی۔ لیکن سب سے پہلا اہم سوال تو یہ ہے کہ اس تحریک اصلاح کو دنیا کے کونوں تک پہنچانے کا تمہارے پاس کونسا ذریعہ ہے؟ اگر تم نے اپنے صوفیانہ رسالوں کی حوصلہ افزائی کو اپنا فرض نہ سمجھا اور خاصکر نظام المشائخ کی اس دشوار گزار راہ میں ہمت نہ بندھائی تو ایسی کارآمد آوازیں دور دور تک کیسے پہنچیں گی اور قوم (مشائخ) میں احساس قومیت۔ آثار حیات اور جذبہ حمیت کس طرح پیدا کر سکیں گی؟

اے حضرات! نظام المشائخ آپ کا سلسلہ آرگن اور دیرینہ خدمتگزار ہے تو کیا یہ بات سخت دل شکن اور حوصلہ کش نہیں کہ اسکی اشاعت آجتک ہزار سے بھی متجاوز نہیں ہوئی آپ لوگ اسکی توسیع اشاعت کے لیے کوئی خاص سعی و سرگرمی دکھلاتے ہیں۔

(اڈیٹر)

کلام اکبر

سُنا یورپ میں ہر قاصد پیام جنگ لایا ہے
بحمد اللہ اب جرمن شہیداں رنگ لایا ہے

بہت کیں سختیاں بقانیوں نے بے گناہوں کی
بالآخر چرخ اُنکے سر کو زیر سنگ لایا ہے

خدا کی پالسی کی شرح مستقبل میں دیکھیں گے
عبث یہ مدعی پولیٹکل فرہنگ لایا ہے

بساطِ دل کو کافی ہے صدا اللہ اکبر کی
یہ کیوں اس بزم میں مطرب باب چنگ لایا ہے

۸۶

فراق حبیب

ہر شب منم فتادہ بگردِ سرائے تو
ہر روز آہ و نالہ کنم از برائے تو۔

کسی معنی آفریں حسن کے جلوہ ہائے حقیقۃ الکشاف کی وہ پہلی جھلک تھی جو پہلے پہلے، جو عشق حجاب سوز کی خاکستر، اور حُسن سیّال نور کے بہتے دریا کے قطرہ سے گُندھ کر ہیولیٰ بنا تھا۔ اسکی تفہیم سے، پہلے پہلے، مجھے دنیائے محسوسات میں، عالمِ مجاز میں نظر پڑی ہے۔ وہ پہلی جھلک تھی! لذت آشنا دل تڑپا، حقیقۃ پرتو شناس نظر جھپکی! میں، میں نہ رہا۔ اور پرستش کیلئے ایک نا معلوم کشش کیساتھ پرستش کیلئے گر پڑا۔ جبین نیاز کو وقف سجود کیا! اہا! غفلت کے پردے اُٹھے؟ اک بیخودی آمیز ہوش آیا! مگر کہنے کو، بیقراری بڑھتی گئی، جل جوں بڑھا اِک بیہوشی آمیز کیفیت بڑھتی گئی! بے خبر بے پتہ، بے سرو سامان چلا، کچھ بھی نہ رہا مگر کشفِ حقیقۃ شوق کا ولولہ ساتھ رہا۔ اور احتساب واقعی کا مرکز بنگیا!

پس منظر کے مناظر فلسفہ عربی کا خطبہ پڑھ رہے ہیں، جیتی جاگتی حُسن آرائیاں حقیقت اثری پیدا کر رہی ہیں۔ خواب محبت کے واقعات افسانہ بن بن کر گزرے حالات" اور دلی محسوسات سے مطابقت کھا رہے ہیں" مجھے یاد آتا ہے؛ مجھے خیال پڑتا ہے کہ یہ ملتے جلتے شبیہ یار کے نقشے دل کے خرابے میں کچھ نقش و نگار کا پتہ دیتے ہیں۔ پہلی نظر! ہوش فرسا، پہلی نظر عجب تھی، حُسن کی سحر آرائیاں، اعجاز نمائیاں سب ختم کر گئیں یاد تو نہیں مگر یاد پڑتا ہے بر ستانہ اوا

آنکھیں تہیں، مستانہ نہیں، اُن میں اک اثر تہا اک رس تہا، جن کی ادائے خاص، موت نما حیات، اور حیات نما موت تھی، مجھے ملیں تہیں؟ میں نے دیکھا تھا؟ آہ یاد ہی تو نہیں، تاہم اب تک صحراؤں میں آہو رم خوردہ کی فتنہ اندوز آنکھیں دیکھتا ہوں، دیدۂ نرگس کو چومتا ہوں، محبوب عرب، کی طرح کیا زلفیں متاع حسن ہیں؟ اگر ہیں! تو ضرور تہیں، میں محو خیال تہا، ہوش دیدۂ غماز نے لیے تو دل اس قرار کدہ میں مسکن گزیں ہوگیا ہوگا! بے خبر کو کیا خبر اسکے مال کہاں کہاں وقف نمائش ہوتے ہیں، دیار گلشن میں لالۂ داغدار سے پوچھونگا۔ اور گور سنبلین پر اس گم گشتہ رفیق کی فاتحہ پڑھوں گا، معشوق فارس، کے عشاق شعراء عارض مصفا پر پیکر آئینہ بن بیٹھے ہیں، پری خانہ، دیکھا ہوگا؟ اُن سے استعجاب، حیرت کا پتہ لوں گا، حلقۂ حیرت، و تحیر سطور، صفحہ، اگر شرمندۂ معنی ہوسکا ہے تو ضرور بتائینگے، ضرور شرح کرینگے، مگر میں تو اب، ہوش ربا معرکہ کے بعد اب اک مضمون ہستی حیرت بنگیا ہوں، صنف خیال، کبھی نہ الگ ہونیوالے خیال کی پوجا کرتا ہوں، دل، تخیلات، حسن حقیقت مرکز دل کو ہی ہر شب منم فتادہ بہ گرد سرائے تو، سے تعبیر کرتا ہوں!!

کرشمہ نمائندہ حسن کے مظہر حبیب! حسن مجاز حقیقت حجاب محبوب! تمہیں کہاں ڈہونڈوں، کہو، کہوکے ملجانیوالے، دل کے کھوجانیوالے تجھے کدھر تلاش کروں، عالم حسن میں نہاں اور عیاں، پردۂ ناز میں پراں، اور پردۂ نیاز میں مستقر، بول تو کبھی محسوسات میں ٹٹولتا ہوں کبھی ممکنات میں کتم عدم کی سیر کرتا ہوں، کبھی دنیائے مجسوہ میں دیکھتا ہوں، کبھی لا شئے پاکر گم ہوجاتا ہوں! +

کبھی فکر مجنوں، پیکر تصویر بتا تاہے، کبھی تصور ذات تا محیط بن جاتا ہے!

آخر سوجھ بوجھ میں آنیوالے، لامکان کا اتہ پتہ دینے والے بتا تو؟ فضائے ناسوت میں مجھے ہر ذرّہ کیوں چشم معنی سے اشارہ کرتا ہے؟ یہ سبز پوشان ذی روح جھک جھک کر میرے کانوں میں کیا کہا کرتے ہیں؟ یہ ناقوس کلیسا میں کیا نغمۂ مبہم ہے؟ یہ اذانِ کعبہ میں کیا زمزمہ ... ہے؟ اپنے سے وابستہ ارمانوں پر بجلیاں، خود برانگیختہ کرکے، رحمۃ نما، بجلیاں گرانے والے، شیریں سخن، میٹھے بول، سازِ حقیقت کی چھیڑ چھاڑ، مضراب لن ترانی کے پردہ ہائے ساز، میٹھے بول والے بول تو، کھرا کھول تو، یہ تیر "کشف ساقین" کی امید دل میں رکھنے والا سنتا ہے کہ تو تجسیم سکوتِ دیر میں خاموش ہے؟ تو اصنامِ کلیسا میں وقفِ نظارہ ہے؟ تو حریمِ کعبہ میں روپوش ہے؟ تو قندیلِ حرم میں جلوہ افروز ہے؟ ... ... مگر!-؟ +

میرے صورت شکل والے، حسن ممثل، پیکر مجاز اور حقیقت مرتسم، شکل والے سمجھتا ہوں، خوب سمجھتا ہوں عالم مجاز کی ٹھوکریں، ثابت قدمی پیدا کرنیکے لیے ہیں، بند حجاب کے ٹوٹنے سے قبل، رشتۂ یگانگت کے تاروں کی، عہد ایمانی کے مضبوط تاروں کی جانچ پڑتال ہے، ہر روز کے آہ و نالے گوشِ حقیقت تک پہنچتے ہیں، مگر پختہ فغانی کا ذوق کم نہو، یہ منظور ہے! شوق نظارہ سچا، ذوقِ تسلیم، مگر آنکھیں مناظر ما و توئی سے سیر ہولیں، پھر دیکھیں گے، پھر دکھائینگے، حسنِ ازل کی تجلیاں سب وقفِ نیاز ہیں، سب امانت ہیں مگر غرورِ مجاز فنا شکستہ ہولے، ... ... یہ امیدیں لک امید پر کلیجہ سے لگائے اسکو تیرے سے لپٹائے بیٹھا ہوں، وفا آموز حبیب! جو کہا پورا کرنے والے حبیب ضبط کا یارا؟ تشنہ کامی کے خبردار، میری سوزش، میری دل کی لگی کے خبردار! اب صبر کا دم؟ سے ہر شب ستم فتادہ بگرو سرائے تو + ہر روز آہ و نالۂ کنم از برائے تو +

۸۶

امین الامتہ حضرت ابو عبیدہؓ

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں

حضرت ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن الحارث ابن فہر۔ آپ کی والدہ ام غنم اصیمہ بنت جابر بن حارث بن فہر کی اولاد سے ہیں آپ پتلے دبلے لانبے قد کے آدمی تھے۔ چہرہ بہت صاف ڈاڑھی نہایت تنک تھی۔ جس پر کبھی کبھی مہندی کا خضاب چڑھا ہوتا تھا۔ آپ کا تمام اثاث البیت یا تو آپ کے ہتیار تھے یا ایک بکری کی کھال جو فرش کا کام دیتی تھی۔ اور ایک پانی کی ٹھلیا (تاریخ خمیس) یہ وہ سامان تھا جو امارت کی حالت میں بھی کافی خیال کیا گیا تھا۔ آپکا لباس موٹے صوف وغیرہ کا ہوتا تھا جس زمانہ میں آپ ملک شام کے گورنر تھے لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہرقل وغیرہ امراء کے ایلچی آپکے پاس آتے رہتے ہیں کچھ لباس کا طرز اچھا کیجئے۔ آپنے فرمایا کہ میں جس لباس سے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہا کرتا تھا اس لباس کو ہرگز ترک نہ کرونگا۔ آپ ان حضرات میں سے ہیں جو ابتدائے بعثت میں مشرف باسلام ہوئے۔ یہ دولت حضرت عثمان بن مظعون نے اور آپنے ایک ساتھ لوٹی۔ آپ ذو الہجرتین ہیں۔ حبشہ کیجانب بھی آپنے ہجرت کی تھی بدر کی لڑائی میں آپ شریک تھے۔ اس لڑائی میں آپکا سن شریف ۴۱ سال تھا۔ اسی لڑائی میں آپنے اپنے والد کو قتل کیا جو مشرف باسلام نہ تھا۔ کفار کی طرف سے لڑنے آیا تھا ایسے ہی حضرات کی شان میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے۔ لا تجد قوما یؤمنون

باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ (ترجمہ) نہ پاؤ گے اُس گروہ کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے کہ وہ دوست رکھتے ہوں اُن لوگوں کو جو مخالف ہوئے اللہ اور اُسکے رسول کے ۔

بعد کے بعد تمام واقعات میں آپ شریک رہے ۔ جنگ اُحد میں بھی آپ اُن حضرات میں سے تھے جو رکاب مبارک سے جدا نہوئے ۔

اہل نجران نے جب حضور پُر نور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے درخواست کی کہ کوئی امین اُنکے پاس بھیجدیا جائے تو آپنے فرمایا میں بہت جلد تمہارے پاس ایک ایسا امین بھیجتا ہوں جو واقعی امین ہے ۔ تمام صحابہ کے دلوں میں امنگیں اُٹھ رہی تھیں اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ میں ہی بھیجا جاؤں ۔ اور یہ قسمت میری ہی تقدیر میں لکھی ہو ۔ آپنے اُن کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ کو یہ فرماکر روانہ کیا ۔ "ہر امت کا کوئی نہ کوئی امین ہوتا ہے ۔ ہماری اس امت کے امین ابوعبیدہ ہیں" جیش خبط کی امارت پر دیگر مہاجرین و انصار کے ہوتے ہوئے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے انہیں کو ممتاز فرمایا ۔ وفات اقدس کے بعد خلافت کے لیئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جن دو شخصوں کی بابت رائے تھی اُن میں سے ایک یہ تھے اور دوسرے حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ تعالےٰ عنہما) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی قوم کو اُس قوم کے امیر کی اتباع کی بابت فرماتے تو آپکے متبعین کو بایں الفاظ حکم دیتے ۔ علیکم بالھین اللین الذی اذا ظلم لم یظلم واذا اسئ الیہ غفر واذا قطع وصل رحیم بالمؤمنین شدید علی الکفرین ۔ ابوعبیدہ ۔ یعنی تم کو اتباع چاہیئے اُن حضرت کی جو بہت ہی نرم خو ہیں کہ اُنپر کوئی ظلم بھی کرے تب بھی بدلہ نہ لیں ۔ کوئی اُن سے بُری طرح پیش آئے تو معاف کردیں ۔ اُن سے کوئی قطع محبت کرے وہ پھر اُسکو ملائیں وہ جو مومنوں کے

بیئے نہایت ہی رحم دل ہیں لیکن کفار کے لیئے بڑے سخت ہیں وہ کون ؟ ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالی عنہ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ اصحاب میں سے جناب سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی جناب میں کون کون بہت ہی زیادہ درجہ مقبولیت اور محبوبیت پر فائز تھا ؟ انہوں نے فرمایا "ابو بکر" عرض کیا پھر کون ؟ آپ نے فرمایا عمرؓ ۔ پھر عرض کیا۔ انکے بعد ؟ آپ نے فرمایا ابو عبیدہ ۔ اسی طرح آپ ہی سے کسی دوسرے شخص نے یہ سوال کیا تھا کہ اگر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم خلیفہ مقرر فرماتے تو آپ کو قرینہ سے کونسی ترتیب معلوم ہوتی ہے کس ترتیب سے مقرر فرماتے ؟ جب بھی آپ نے یہی جواب دیا تھا کہ اول ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عبیدۃ بن الجراح رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ۔

آپ جب کسی لشکر کے سپہ سالار ہوتے تو جنگ کے وقت گشت لگانے میں فرماتے جاتے بہت سارے سپید لباس والے اپنے دین کو داغ لگاتے ہیں ۔ بہت سارے اس خیال میں ہوتے ہیں کہ کسی مرتبے پر فائز ہوں لیکن اعمال سے اور تنزل کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں ۔ دیکھو پچھلے گناہ کا کفارہ اگلی نیکیوں سے کرلو ۔ کیسے ہی بڑے گناہ تم نے کیئے ہوں لیکن اگر ایک نیکی خالصاً للہ تم سے ہوگئی تو یہ سب پر غالب ہوگی " (الریاض المستطاب)

آپ کا زہد اس نظر پاک کے اثر کا ایک نمونہ تھا جسنے ایک عالم کو خاص رنگ میں رنگ کر تمام دنیا ومافیہا سے بالکل بے تعلق کردیا تھا ۔ شام کے سفر میں جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اُن کے خیمہ میں گئے ہیں تو سوائے زرہ بکتر، خود ۔ تلوار اور بکری کی کھال اور پانی کی ٹھلیا کے کچھ نہ پایا ۔ جب کھانا طلب کیا گیا تو اس پاک نفس نے سوکھی کھجوریں سامنے رکھکر یہ کھلا دیا کہ وہ رنگ کسقدر گہرا چڑھا ہوا ہے ۔

جب ہی تو فاروق اعظم رضؓ نے فرمایا۔ غرتنا بعدك الدنیا یا ابا عبیدۃ اے ابو عبیدہ! تمہارے بعد دنیا ہم کو کہیں بہلا نہ لے۔

آپکے پاس غنائم کے حصہ میں سے بہت سا مال و متاع آتا تہا۔ لیکن باوجود یہ ایسے کارکن تھے کہ بہت جلد اس مال و متاع کو ٹہکانے لگا دیتے تھے اور اسیوجہ سے آپ ہمیشہ تنگ دست رہے۔ آپ اُن دس حضرات میں سے ہیں جن کو جنتی ہونے کی قطعی خوش خبری اسی عالم میں سُنا دیگی۔

آپ ان حضرات میں سے ہیں جن کو سرکار سے اعملوا ما شئتم قد غفر اللہ لکم۔ (یعنی تم جو چاہو کرو اللہ تعالیٰ نے تم کو بخشدیا) کا تمغہ عنایت ہو چکا تہا کچہ تو تہا جسکی وجہ سے ایسا ارشاد ہوا۔ معلوم ہوا کہ کبائر سے انکو محفوظ رکھا گیا تہا یا اسکے بعد ہی توبہ کی توفیق عطا فرمائی جاتی تہی۔ ہندہ بنت جابر سے آپکے دو صاحبزادے تھے۔ یزید۔ عمیر۔ مگر افسوس نسل آگے نہ بڑھی۔

جب ۱۸ھ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شام و عراق میں طاعون شروع ہو گیا اس طاعون نے ہزاروں یادگاروں پر خاک کا پردہ ڈال دیا جب اس وباکی خبر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ بذات خود اسکی تدبیر و انتظام کے لیئے چل کہڑے ہوئے۔ مقام سرغ ہی تک پہنچنے پائے تھے کہ تمام امراسے جن میں حضرت امین الامۃ وغیرہ تھے اور جو آپکے استقبال کے لیئے آئے تھے ملاقات ہوئی۔ ان سب سے آپ کو معلوم ہوا کہ وبا زوروں پر ہے۔ اب اسمیں اختلاف پڑ گیا کہ اکوان مقامات تک جانا چاہیئے یا نہیں؟ ایک گروہ کا خیال تہا کہ آپ ارادہ خیر سے نکلے ہیں اس ارادہ سے باز نہ آنا چاہیئے۔ بعض کا خیال تہا کہ بلاؤ امتحان کی آگ بہڑک رہی ہے نہ جانا چاہیئے۔ اختلاف ہو جانیکے سبب سے آپنے سب کو اپنے پاس سے رخصت کرکے صف مہاجرین فتح سے مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق کہا۔ آپ کا آگے جانا

ہرگز مناسب نہیں واپس تشریف لے چلئے۔ آپ نے اُسیوقت آواز دلوادی کہ کل کوچ ہی +
حضرت امین الامتہ نے ذرا جھلاکر کہا افرارا من قدر اللہ - کیا تقدیر آلہی سے
بھاگتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کاش یہ تم نہ کہتے۔ نعم نفر
من قضاء اللہ الی قضاء اللہ - ہاں تقدیر آلہی سے بھاگتے تو ہیں مگر پھر کس طرف
اللہ کی تقدیر کیطرف ۔ دیکھو تو اگر تمہارے اونٹ ایک ایسے مقام پر جاکر ٹھیریں
جسکے ایک جانب سبزہ زار ہو اور دوسری جانب بالکل بنجر۔ تم سبزہ زار میں اپنے
اونٹوں کو چھوڑو گے تو خدا کے حکم سے۔ اور بنجر میں تو اُسکے حکم سے (یعنی جو کچھ
ہوگا وہ حکم الٰہی سے۔ پھر ہمارا جانا جو بغرض استصلاح ہی وہ بھی تو اُسی کے
حکم سے ہے) ۔

اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جو اُسوقت کسی ضرورت سے گئے ہوئے
تھے آگئے ۔ یہ سُنتے ہی فرمانے لگے ۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
نے فرمایا ہے ۔ جب تم سنو کہ کسی شہر میں یہ وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں نہ جاؤ۔ اور
اگر تم اُسی مقام وبائی میں ہو تو وہاں سے اُس وبا سے بھاگنے کے خیال سے ہرگز
نہ نکلو۔ (بخاری شریف) حضرت عمر اپنے ساتھیوں کو لیئے ہوئے مدینہ منورہ تشریف
لے آئے اور آپنے مدینہ منورہ سے حضرت امین الامتہ کو لکھا کہ تم سے کچھ کام ہے
چند دنوں کے لیئے یہاں چلے آؤ - حضرت ابوعبیدہ سمجھے کہ مجھے وبا سے بچنے
کے لیئے بلایا ہے ۔جواب لکھ بھیجا کہ میں مسلمانوں کی جماعت سے الگ نہیں ہوسکتا
اُن کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی غرض سے آپکے پاس نہیں آسکتا جو تقدیر کا لکھا ہی
پورا ہو کر رہے گا۔ حضرت عمر رضہ یہ جواب پڑھکر بہت روئے اور لکھا کہ مقام جابیہ کیجانب
کوچ کر دو۔ حضرت امین الامتہ نے اس ارشاد کے مطابق جابیہ پہنچکر قیام کیا مگر وہاں
پہنچتے ہی بیمار پڑ گئے ۔ جب مرض کی شدت ہوئی تو لوگوں کو جمع کرکے آپنے وصیت

فرمائی - ان ھذا الوجع رحمۃ ربکم ودعوۃ نبیکم وموت الصلحین قبلکم -
یہ بیماری تمہارے پروردگار کی جانب سے رحمت ہے - تمہارے نبی کریم صلے اللہ علیہ
آلہ واصحابہ الوف التحیۃ والتسلیم کی دعا ہے (ایک روز جبرئیل علیہ السلام نے آکر
کہا کہ آپ کی امت کی موت طعن یا طاعون سے - آپ نے فرمایا یہی ہو تو طاعون سے)
اور تم سے پیشتر صالحین کی موت ہے - اسکے بعد آپنے اپنا جانشین حضرت معاذ
ابن جبل رضہ کو مقرر فرمایا - نماز کا وقت آچکا تھا حضرت معاذ رضہ نے امامت کی نماز
ختم ہوتے ہی حضرت امین الامۃ رضہ کا خاتمہ تھا +

طاعون میں جس ثابت قدمی سے آپنے عالم فانی کو چھوڑا ہے حق یہ ہو کہ آپ ہی
سے حضرات کا حصہ تھا - آپ کو قبر میں حضرت معاذ بن جبل - عمرو بن العاص ضحاک
ابن قیس رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین نے اُتارا - آہ کہ اسلام کا ایک درخشندہ آفتاب
خاک میں پنہاں ہوگیا - اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ +

محمد صدیق - مدرس مدرسہ اسلامیہ عدن (عربستان)

"درِ خواجہ کو بھی اہلِ نظر کیا کیا سمجھتے ہیں"

گمان فردوس کا ہے جنت للماویٰ سمجھتے ہیں
درِ خواجہ کو بھی اہلِ نظر کیا کیا سمجھتے ہیں

تری جنت کو اے اعظ ہم ہی اچھا سمجھتے ہیں
کوئی اجمیر کا اترا ہوا نقشہ سمجھتے ہیں

الٰہی آستاں خواجہ کا یا بیت المقدس ہے
کبھی کعبہ سمجھتے ہیں کبھی قبلہ سمجھتے ہیں

منازل طیبہ و اجمیر کے ہم سے کوئی پوچھے
اسے کعبہ کا کعبہ اسکو ہم قبلہ سمجھتے ہیں

غلام خواجگاں ہیں ہم خدا کے سامنے کہدیں
اُنھیں مولا سمجھتے ہیں انہیں مولا سمجھتے ہیں

خدا کے واسطے کل پر نہ رکھیئے آج کا وعدہ
ابھی سے انتظارِ حشر ہم جھگڑا سمجھتے ہیں

وَلی یہ عیتقادر کی غلامی سے شرف پایا
تجھے بھی لوگ اِس درگاہ کا منگتا سمجھتے ہیں

([illegible] چشتی نیازی)

٥٨٦

(بسلسلۂ قدیم)

جناب المحترم!

السلام علیکم۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ اہل تکیہ کے مکالمہ میں "مرغ"۔ "فاختہ" "شہد کی مکھی" "کوا" کے عنوانوں سے چار مضامین چھپ چکے ہیں نظام المشائخ کے بعض قارئین کرام نے اس سلسلہ مضامین کو بنظر استحسان دیکھا ہے جیسا کہ انکے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے جو بندے کے نام موصول ہوئے ہیں +

عرصہ ہوا ہے رسالہ صوفی میں بندہ کا ایک مضمون بعنوان "گدھا" چھپا تھا اسوقت یہ مضمون مقبول خاص و عام ہوا تھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ میرے بعض احباب نے اب خواہش کی ہے کہ وہی مضمون اہل تکیہ کے مکالمہ میں تبدیل کرکے رسالہ نظام المشائخ میں چھاپا جائے۔ بعض درخواستیں ایسی زبانوں سے نکلتی ہیں جن کی منظوری کے سوا مفر نہیں ہوتا۔ اپنے احباب کے ارشاد کی تعمیل میں یہ مضمون لکھا گیا ہے۔ چونکہ یہ پیرایہ لطیف و دل آویز ہے۔ امید ہے آپکے رسالہ کے ناظرین اس کے مطالعہ سے محظوظ و مسرور ہوں گے + والسلام

خاکسار۔ نورالدین

جنٹلمین (گدھے اینٹوں سے لدے گزرتے ہوئے دیکھکر) سائیں جی! یہ اینٹیں کدہر کو لے جارہے ہیں؟

کوڑے شاہ۔ جناب۔ یہاں پاس ہی ایک بزرگ کا مقبرہ بن رہا ہے فقیر کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ اس تکیے کی زمین کو ایسے باکمال ولی اللہ کے مرقد بننے کا

حاصل ہوا +

جنٹلمین۔ کتنی دور سے اینٹیں لا رہے ہیں ؟

کوڑے شاہ۔ اروڑے کے پژاوہ سے لا رہے ہیں جو یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر ہوگا +

جنٹلمین۔ یہ بڑے بیرحم ہیں۔ گدھوں پر اس قدر بھاری بوجھ لادتے ہیں جو انکی طاقت سے زیادہ ہوتا ہے +

بوڑے شاہ۔ جب ہی تو بیچارے چلنے میں ٹھوکریں کھاتے ہیں +

رند۔ دیکھو اِس غریب کی ٹانگیں بھی مارے بوجھ کے پھر گئی ہیں بچپن ہی سے اسپر بھاری بوجھ لادنے لگے ہونگے ؟

کوڑے شاہ۔ گدھے کو سب سے بُرا چارہ دیا جاتا ہے اور اسپر توقع یہ کی جاتی ہے کہ اپنی سکت سے بھی زیادہ بوجھ اُٹھائے +

ملا (گدھے کی آواز سُن کر) ان انکر الاصوات لصوت الحمیر۔ پ ۲۱۔ س لقمان ع ۲) تحقیق بہت ناپسندیدہ آواز آواز گدھے کی ہے۔ اوہ ہیچوں ہیچوں کیا واہیات۔ کان پھٹے جاتے ہیں۔ مجھے تو بھئی ! گدھے کی آواز سے سخت وحشت ہوتی ہے +

رند۔ مولویصاحب کچھ آپ کو خبر بھی ہے کہ گدھا کہتا کیا ہے ؟

ملا۔ بیہودہ۔ فضول۔ لایعنی۔ ہیچوں۔ ہیچوں کا کوئی کیا مطلب سمجھے !

بوڑے شاہ۔ یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ گدھے کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ اور اُسکی آواز کی غلط نقل کرکے ہیچوں ہیچوں اور کچھ کا کچھ ظاہر کرتے ہیں +

کوڑے شاہ۔ جب ہی تو حضور کو گدھے کی آواز سے وحشت ہوتی ہے

جنٹلمین۔ فی زمانا حکما نے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا دیا ہے کہ ادراکات و احساسات سے صرف حضرت انسان ہی مشرف نہیں بلکہ حیوانات بھی ان فیوض سے فیضیاب ہیں۔ حیوانات بھی انسانوں کی طرح ادراک و شعور رکھتے ہیں۔ حیوانات بھی اپنے نفع و نقصان کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ مقدمات کو ترتیب دیتے ہیں اور ان سے نتائج مستخرج کرتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ بعض حیوانوں کے حواس و قوے انسانوں سے بھی زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ چیونٹی کی قوت شامہ ہم سے زیادہ ہے۔ چیل کی قوت باصرہ ہم سے زیادہ تیز ہے۔ کتے کی قوت سامعہ انسان سے زیادہ قوی ہے۔ وہ اکثر زمین پر کان رکھکر ذرات ارض کے صدمہ کو محسوس کرکے دور کی آوازیں سن لیتا ہے بعض حیوانات سے ایسی ایسی صنعتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں جنکو دیکھکر عقل انسانی دنگ رہجاتی ہے۔ ذرا مکڑی کے جالے کیطرف غور کیجئے۔ اسکے باریک تار کیونکر تیار ہوگئے! اسیطرح ہر جانور کے اعمال کو بہ نظر غور و تعمق دیکھیں تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کا کوئی کام بدسلیقگی پر دال نہیں ہے۔ بلکہ ابھی بعض صنعتیں ایسی بھی ہیں جنکی مثال انسان نہیں بنا سکتے۔ شہد کی مکھیاں مہذب و متمدن انسانوں کی طرح اپنا ایک بادشاہ منتخب کرلیتی ہیں اور اسکی اطاعت اپنا فرض جانتی ہیں۔ ناتوان حیوان درندوں سے ڈرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیئے کہ انسانوں کی طرح مقدمات ترتیب دیکر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ درندے موذی ہیں ہمیں تکلیف پہنچائینگے۔ اور جو تکلیف پہنچائے اس سے ڈرنا چاہئے۔ اسلیئے ان سے ڈرنا چاہیئے۔ ان وجوہات سے فلاسفہ کا یہ دعوے کہ حیوانات بھی ہماری طرح ادراک و شعور رکھتے ہیں غلط اور بے بنیاد نہیں۔

صوفی۔ قرآن شریف سے بھی اس مسئلہ کی تصدیق ہوتی ہے الم ترٰی ان اللہ یسبح لہ من فی السمٰوٰت والارض والطیر صٰفٰت کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ واللہ علیم بما یفعلون ۰ (پ س نور ع) کیا تو نے اس بات پر

منظر نہیں کی کہ ہر جاندار جو آسمان و زمین میں ہے اور صف بصف اُڑنے والے پرندے خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔ ہر ایک اپنی تسبیح و نماز کو جانتا ہے اور خدا اُن کے اعمال سے واقف ہے۔

رند۔ سبحان اللہ۔ حکما و فلاسفہ کمال تحقیق و تدقیق اور بے حد موشگافیوں سے جس نتیجہ پر آج پہنچے ہیں۔ اسلام کی آسمانی کتاب میں ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر وہی مذکور و مسطور ہے۔

پیر۔ حکمت و شرع درانیجا بہم آمیختہ اند۔ نمک و بادہ دراین میکدہ یار افتادہ است۔

کابلی۔ عقل رانیست بہ عربدہ اینجا با نقل۔ پنبہ را آشتی اینجا بشرار افتادہ است۔

صوفی۔ اسی طرح دوسری جگہ فرمایا ہے وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔ نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین پر نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازوؤں پر اُڑتا ہے۔ لیکن وہ لوگ بھی تمہاری طرح ہیں۔ دوسرے مقام پر ہے تسبح لہ السموٰت السبع والارض ومن فیھن وان من شیٔ الا یسبح بحمدہٖ ولکن لا تفقھون تسبیحھم انہ کان حلیماً غفوراً ۱۵ پ ۱ س بنی اسرائیل ع۔ ساتوں آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ سب اُسکی تسبیح میں لگے ہیں اور جتنی چیزیں ہیں سب اُسکی حمد و ثنا کے ساتھ اُسکی تسبیح و تقدیس کر رہی ہیں مگر تم لوگ اُنکی تسبیح و تقدیس کو نہیں سمجھتے۔ اسمیں شک نہیں کہ وہ بڑا ہی تحمل والا اور بڑا ہی درگزر کرنے والا ہے۔

کوڑے شاہ۔ جنٹلمین صاحب کی فلسفیانہ تقریر اور جناب شاہ صاحب نے جو حقائق و دقائق قرآن کریم کے بیان فرمائے ہیں۔ سب کا ماحصل ایک ہی ہے

رند۔ میں نے تو اس سے یہ نتائج اخذ کیے ہیں :-

(۱) گدھا بھی ہماری طرح ادراک و شعور رکھتا ہے +

(۲) خدا کی تسبیح کرتا ہے +

(۳) اپنی تسبیح و نماز کو جانتا ہے +

(۴) ہم اپنی ناسمجھی سے اسکی تسبیح و نماز کو نہیں سمجھتے +

(۵) اسکی آواز کی غلط نقل کر کے ہیچوں ہیچوں اور کچھ کا کچھ ظاہر کرتے ہیں

ملا۔ تو آپ فرمایے کہ گدھے کی آواز کی صحیح نقل کیا ہے ؟

رند۔ بے چون بے ــــ چگوں +

پیر۔ یا حضرت ہیچ فرماندس (فرماتے ہیں)۔

کابلی۔ ایں تاویل بسیار لطیف است۔ ما خیلے محظوظ و مسرور شدیم +

ملا۔ اس کا مطلب کیا ہے ؟

رند۔ مطلب ظاہر ہے۔ گدھا ہر وقت یہی کلمہ ورد زبان رکھتا ہے۔ بے چوں بے چوں۔ بے ــــ چگوں۔ یعنی او سبحانہ تعالیٰ بے چون و بے چگون است

پیر۔ لیس کمثلہ شئ +

رند۔ دوسرے اپنے آقا کے احکام کی تعمیل بے چون و چگوں کرنی لازم و واجب ہے +

کوڈے شاہ۔ ماشاء اللہ!

ملا۔ آپ صاحبان کچھ ہی کہیں۔ گدھا حماقت میں ضرب المثل ہے۔ اس سے عام طور پر سخت نفرت کی جاتی ہے۔ بلکہ بعض اقوام تو اسکو ایسا منحوس سمجھتی ہیں کہ اس کا سایہ پڑ جانے سے بھی نہانا ضروری سمجھتے ہیں +

کابلی۔ مسلمانان ہندوستان خر مسکین را بہ تقلید کلہا (کافراں)

بکراہت و استحقار مے نگرند۔ والاحقیقت نیس الامری (نفس الامری) این است

مسکین خر اگرچہ بے تمیز است　　چوں بار ہمے برد عزیز است
گاوان و خران باربردار　　بہ ز آدمیان مردم آزار

پیر۔ خانصاحب سچ فرماندس (فرماتے ہیں) گدھے کا (کی) تحقیر صرف ملک ہند تک محدود ہندس (ہوتی ہے) اسلامی ممالک میں گدھے اور گھوڑے پر اُمرا اور رؤسا سواری کرتی (کرتے ہیں)۔

رند۔ جناب پیر صاحب اگر شام مصر عرب وغیرہ ملکوں میں سفر کرنے کا اتفاق ہو تو وہاں بڑے بڑے اُمرا اور رؤسا کے اصطبلوں میں عربی نسل عمدہ اور بیش قیمت گھوڑوں کے ساتھ گدھے بھی بندھے نظر آئیں گے۔ اسلامی ممالک میں گدھوں پر بھی ویسے ہی تزک و احتشام کے ساتھ سواری کی جاتی ہے جیسے گھوڑوں پر۔ مصر میں ہمیں بھی اس کی سواری کا فخر حاصل ہوا تھا۔ جس پیغمبر کے نام لیوا دنیا کی سب سے زیادہ متمدن و مہذب اقوام ہیں وہ بھی اسپر سوار ہوتے تھے۔

مُلا۔ یہاں تو گدھے پر سوار ہونا باعث ننگ و عار ہے۔ کسی کی تشہیر کرنی ہو تو اُسکو گدھے پر سوار کیا جاتا ہے۔ گدھے سے صرف باربرداری کا کام لیا جاتا ہے۔ ہاں میلا اُٹھانے کی خدمت تو اسی سے مخصوص ہے ؎

خراں را کسے در عروسی نخواند　　مگر آنگہ چوں آب و ہیزم نماند

جنٹلمین۔ خراب رستوں اور پہاڑوں میں گدھے کی خدمات بیحد قابل قدر ہوتی ہیں۔ گدھے کا قدم گھوڑے سے زیادہ جم کر پڑتا ہے۔ پہاڑوں میں اکثر ایسی گھاٹیاں اور اُتار چڑھاؤ کے رستے ہوتے ہیں کہ ذرا قدم بے موقع پڑا اور جان گئی۔ یہی بے چارہ ہے جو ایسے دشوار گزار رستوں میں بوجھ صحیح سلامت منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ گدھے کا قدم فرد آہستہ اُٹھتا ہے مگر اسپر بھی برابر

پھر دن چلا جاتا ہے ۔

رند۔ مولوی صاحب! جو لوگ گدھے کو حقارت کی نگاہوں کے ساتھ دیکھتے ہیں اُنکو حقیقت تو جب معلوم ہو کہ ایسی اوکھی (مشکل) گھاٹیوں اور دشوار گزار رستوں میں بوجھہ کو ذرا اپنی کمر پر رکھ لیں۔ پھر بوجھہ کا مزا دیکھیں اور ساری عقل و کیاست اور فہم و فراست اور شیخی و غرور اور شرف و فضیلت خاک میں ملجائے ۔

کوڑے شاہ - کیا باربرداری رذیل پیشہ ہے؟

مُلا - اس میں کیا شبہہ ہے!

کوڑے شاہ - تو ریلوے اور کمسریٹ وغیرہ کے ملازمین و عمال سب ارافل ہیں؟ (قہقہے)

بودے شاہ - مولوی صاحب! جراحی کیسا پیشہ ہے؟

مُلا - جراحی حجاموں کے سپرد ہے ۔

بودے شاہ - آٹا پیسنا؟

مُلا - یہ تو سب سے ادنے درجہ کی مزدوری ہے ۔

بودے شاہ - کپڑا بُننا؟

ملا - جولاہے تو دنیا میں سب سے زیادہ عقلمند مشہور ہی ہیں ۔

بودے شاہ - آہنگری؟

مُلا - لوہار بھی کمین ہی سمجھے جاتے ہیں ۔

بودے شاہ - فی زماننا صنائع و حرف میں علم کی بدولت اس قدر ترقی ہوئی ہے کہ جو پیشے رذیل سے رذیل سمجھے جاتے تھے وہی اب شریف ہیں۔ ریلوے اور کمسریٹ کے عمال و خدام نجم الہند۔ خان بہادر اور رائے بہادر ہیں۔ پسنہاری کا کام کیسا ادنے درجہ کا تھا۔ اب ملز لاکھا پتی ہیں۔ جراحی بیشک

حجاموں کے سپرد تھی۔ مگر اب سول سرجن رئیس الاطبا ہیں۔ جولاہے بیچارے سادگی و خفت عقل میں ضرب المثل تھے۔ اب کپڑے کے کارخانہ والے ملکوں کو خرید سکتے ہیں۔ لوہار بھی کمین ہی سمجھے جاتے تھے۔ مگر اب آئرن ورکس والے بڑے متمول و معزز ہیں۔ گدھا صرف اس بنا پر کہ اس سے باربرداری کا کام لیا جاتا ہے قابل نفرت نہیں +

ملا۔ اور بار برداری میں میلا اٹھانا بھی داخل ہے؟

رند۔ لیکن میلا اٹھانے سے خالی کون ہے؟ ہر کوئی میلا اٹھاتا ہے +

کابلی۔ راست است۔ مولوی صاحب۔ تم میلا اٹھائے گا۔ ہم میلا اٹھائیگا امیر و غریب میلا اٹھائے گا۔ شاہ و گدا میلا اٹھائیگا۔ خر مسکین ہم میلا اٹھائے گا +

رند۔ روئے زمین پر کوئی فرو بشر ایسا نہیں جو میلا نہ اٹھاتا ہو۔ اگر فرق ہے تو صرف شکم اور پشت کا ہے۔ کوئی پیٹ میں اٹھاتا ہے اور کوئی پیٹھ پر۔ جیسا کہ ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ازمن انایں قصہ چہ باشی درشت — تو بشکم کشی و او بہ پشت •

بودے شاہ۔ خداوند تعالی نے جہاں بندوں پر اپنے انعام مذکور فرمائے ہیں کہ بندے ان نعمتوں کا شکر کرتے ہیں یا کفر کرتے ہیں۔ وہاں مویشی گھوڑوں اور خچروں کے ساتھ گدھے کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گدھا بھی انسان کے واسطے منجملہ دیگر نعمتہائے الٰہی کے ایک نعمت ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ والانعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تاكلون ولكم فيها جمال حين تريحون وحين تسرحون وتحمل اثقالكم الى بلد لم تكونوا بالغيه الا بشق الانفس ان ربكم لرءوف رحيم والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة ويخلق ما لا تعلمون۔ (پ ۱۴ س النحل ع) اور انہی نے چارپایوں کو

پیدا کیا جس کی کھال اور اون میں تم لوگوں کی جڑاول (جاڑے کا سامان) ہے۔ اور اور بھی بہت طرح کے فائدے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ اور جب شام کیوقت انکو چرا کر گھر واپس لاتے ہو اور جب صبح کو جنگل چرانے لیجاتے ہو ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے اور جن شہروں تک تم بے جانکاہی نہیں پہنچ سکتے چارپائے وہاں تک تمہارے بوجھ بھی اٹھا کرلے جاتے ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار تم پر بڑی شفقت رکھتا اور مہربان ہے اور اسی نے گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو پیدا کیا تاکہ تم ان سے سواری لو اور سواری کے علاوہ یہ چیزیں موجب زینت بھی ہیں۔ اور وہ نئی نئی سواریاں بھی جو تمہارے علم میں نہیں ہیں پیدا کرے گا +

کوڈے شاہ کیا ان آیات سے ثابت نہیں ہوتا کہ جس طرح گھوڑے اور خچریں سواری کا کام بھی دیتے ہیں اور موجب زینت ہیں۔ اسیطرح گدھا بھی ہے +

جنٹلمین سبحان اللہ۔ اسلام کی آسمانی کتاب نے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے فرمادیا کہ تہذیب و تمدن کی ترقی کے ساتھ نئی نئی سواریاں پیدا ہوں گی۔ اسمیں ریل۔ بائیسکل۔ موٹرکار۔ ایروپلین وغیرہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے +

رند بے شک گدھا بھی انسان کے نعمائے الٰہی میں سے ایک نعمت ہی کیا اس نعمت کا شکر یہی ہوسکتا ہے کہ اسکو کراہیت و استحقار کی نگاہوں کے ساتھ دیکھا جائے۔ برے سے برا چارا دیا جائے۔ بیرحمی سے مارپیٹ کیجائے اور اسکی سکت سے زیادہ کام لیا جائے ان ھذا لشیء عجاب +

صوفی صاحبان۔ خداوند تعالی نے گدھے کی جبلت میں دو اعلیٰ اخلاقی صفتیں ایسی ودیعت فرمائی ہیں جو اگر انسان میں ہوں تو عرفان و خداشناسی میں

ملائکہ سے بھی ترقی کر جائے۔ گدھا صبر سے لوگوں کی زیادتیاں سہتا ہے جتنا بوجھ اس پر لاد دو جس قسم کا لادو۔ میلا ہو یا اینٹ پتھر۔ غلاظت ہوں یا بقولات بے چون و چرا اٹھاتا ہے۔ کتنی ہی بے رحمی سے مارپیٹ کی جائے زبان حال سے یہی کہتا ہے ع

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

قانع ایسا ہے کہ جیسا بُرا چارہ مل جائے برضا و تسلیم کھا لیتا ہے۔ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔

نور الدین تاجر حریم گوجرانوالہ

"دو جہاں میں فیض عام خواجۂ اجمیر ہے"

دل میں میرے کیف جام خواجۂ اجمیر ہے	اور لب پر پاک نام خواجۂ اجمیر ہے
اللہ اللہ کیا مقام خواجۂ اجمیر ہے	پایہ کرسی۔ عرش بام خواجۂ اجمیر ہے
ہو رہے ہیں بادۂ عرفاں سے اہلِ ذوق مست	رات دن لبریز جامِ خواجۂ اجمیر ہے
معتقد جا کر زیارت سے مشرف ہو رہے ہیں	واہ وا کیا انتظام خواجۂ اجمیر ہے
سب مریدوں پر بلا قیدِ مذاہب یکساں	دو جہاں میں فیض عام خواجۂ اجمیر ہے
جنت الماویٰ میں ہیں بے شبہ ان کے مکاں	جن کے دل میں احترامِ خواجۂ اجمیر ہے
قدسیاں شام و سحر آتے ہیں خدمت کیلئے	دیکھئے کیا احتشامِ خواجۂ اجمیر ہے
وجد میں آ جاتے ہیں پڑھ پڑھ کے اہلِ انتظام	کیا ہی تاثیر کلامِ خواجۂ اجمیر ہے
یا خدا درگاہ اقدس میں اسے پہنچا دے جلد	یہ نذیر ادنیٰ غلامِ خواجۂ اجمیر ہے

قاضی محمد کریم الدین نذیر علیم نندیالی

جہاز امپریس کی تباہی

اور

مطالعہ قرآن حکیم کا ایک لمحہ فکریہ

دنیا کی نئی بحری ترقیات سمندروں کی قاہرانہ تسخیر عظیم الشان اور آہنی جہازوں کی تیاریاں اور قوت طوفانی کے احاطہ و تسلط کے مناظر دیکھکر بارہا مجھے خیال ہوا کہ کیا دنیا کی ترقی نے قرآن حکیم کی بہت سی موثر مثالوں کا اثر کھو دیا ہے؟

مصیبت کا انتہائی نزول اور اسباب و تدابیر کا بکلی انقطاع انسانی قلب کے لیے توجہ الی اللہ کا ایک ہی خالص اور بے ریا وقت ہوتا ہے یہ وقت اگر دنیا میں مٹ جائے تو شاید بہت کم ہستیاں ہوں جو عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی خدا کا نام لیں نیکی کا حقیقی سرچشمہ خدا کا تصور ہے۔ اگر انسان خدا کو بھول جائے گا تو قطعاً وہ نیکی کو بھی بھول جائے گا۔ مگر نیکی کا درخت مصیبت ہی کی آبیاری سے قائم رہتا ہے!

اگر بیماریاں معدوم ہوجائیں۔ اگر بے چینی کی کروٹ اضطراب کی آہ درد و بیقراری کی تڑپ اور دردمند بیماروں کا بستر الم باقی نہ رہے اگر سفر کے قافلے بے خوف ہوجائیں اور قہار و ناپیدا کنار سمندروں میں مسافروں کے لیے کوئی کھٹکا باقی نہ رہے۔ تو کیا پھر بھی دنیا اتنا ہی خدا کو یاد رکھیگی جیسا کہ ہمیشہ سے رکھتی آئی ہے!

اسکی سچی یاد کا مقدس وقت صرف درد و دکھ کی پرحسرت گھڑیوں ہی میں آتا ہے اور جب وہ گھڑی ٹل جاتی ہے تو پھر تکلیفوں کے ساتھ تکلیفوں کا دور کرنیوالا بھی

بھلا دیا جاتا ہے۔ یہ حوادث الیمہ اور سوانح محزنہ جو انسانوں کو ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں۔ یہ ہولناک آتشزدگیاں۔ یہ لاعلاج زلزلے یہ ہلاکت بار وبائیں یہ آتش فشاں پہاڑوں کی آتش افشانیاں۔ یہ اجسام عظیمہ کا تصادم اور کائنات بحروبر کا تلاطم و تضارب غور کرو کہ فی الحقیقت کیا ہے؟ یہ ہدایت انسانی اور سعادت عالم کے لیے ملائکہ معذبین ہیں جو دنیا میں بھیجے جاتے ہیں تاکہ دنیا کو غفلتوں سے چونکائیں۔ گمراہیوں سے نکالیں۔ سرشاریوں سے بچائیں۔

باطنہ فیہ الرحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب (۵۷ : ۱۳)

چنانچہ قرآن حکیم نے انسان کی اس فطرۃ کی طرف جابجا اشارہ کیا ہے

واذا مسہ الشر فذو دعاء عریض! (۴۱ : ۵۱)	اور جب انسان کسی مصیبت اور شر میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اُس وقت اپنی سرکشی و غفلت کو بھول جاتا ہے اور لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے

سورۂ یونس میں فرمایا

واذا مس الانسان الضر دعانا لجنبہ او قاعدا او قائما فلما کشفنا عنہ ضرہ مر کان لم یدعنا الی ضر مسہ! (۱۰ : ۱۱)	اور جب انسان کسی دکھ اور مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو خواہ کمزوری سے لیٹا ہوا ہو یا بے چینی اور اضطراب سے بے حال و مضطر بیٹھا ہو یا ہر طرف ہلاکت اور بربادی کو دیکھکر حیران کھڑا ہو۔ کسی حال میں ہو مگر فوراً اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور بے اختیار اُسے پکارنے لگتا ہے لیکن جب ہم اسکی مصیبت دور کر دیتے ہیں تو پھر ایسا بے پروا ہو کر چل دیتا ہے گویا اس نے

اپنی مصیبت کے لئے کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا!

سورۂ اعراف، انعام، بنی اسرائیل، روم، زمر، حم سجدہ وغیرہ میں بکثرت اس آیت کی ہم مطلب آیات موجزہ و مفصلہ موجود ہیں۔

پھر مصیبتوں کا بھی یکساں حال نہیں۔ جس مصیبت میں جسقدر مایوسی اور بے بسی زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ اللہ کی طرف توجہ بھی پیدا ہوتی ہے علے الخصوص ایسے مصائب جن میں دنیوی وسیلوں اور مادی تدبیروں کی طرف سے بالکل مایوسی ہوجائے۔ اور کوئی رشتہ امید کا باقی نہ رہے ایسے مواقع انسان کی ملکوتیت اور قدوسیت کے اصلی اوقات ہوتے ہیں۔ وہ ہمہ تن فریاد و دعا بن جاتا ہے اور انتہائے خلوص و صداقت اور حضور قلب و ابتہال و تضرع سے اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ لیکن جب وہ ساعت ٹل جاتی ہے تو پھر اسکی طبیعت عود کر آتی ہے۔ اُسوقت کے مصائب کے ساتھ اُس ہستی کو بھی بھلا دیتا ہے جسے ہر طرف سے مایوس ہوکر اس نے پکارا تھا: وکان الانسان کفورا (۱۷: ۶۹)

ایسے وقتوں میں سے ایک خاص سخت و شدید وقت وہ ہوتا ہے جب انسان زمین کے پُرامن کناروں سے دور ہو جاتا ہے اور سمندر کی قہار و بے امان اقلیم کے اندر طوفان اور موجوں میں گھر جاتا ہے۔ جبکہ جہاز کے تختے ٹوٹنے لگتے ہیں پانی کی چادریں ہر طرف سے اٹھ اٹھ کر بڑھنے لگتی ہیں اور آسمان اور سطح سمندر کے اندر کوئی ہستی نہیں ہوتی جو اس قریب فنا ہستی کو بچا سکے اور ہلاکت کے منہ سے نکال لے۔ اُس وقت غفلت انسانی کی سرکشی اور بغاوت کا سر عاجزی سے گر جاتا ہے۔ اور یہ دیکھکر کہ اب دنیا میں کوئی نہیں جو اُسے بچا سکے۔ وہ دنیا کے اُس مالک حقیقی کو پکارنے لگتا ہے جس کی نسبت اُسے یقین ہوتا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے پکارنے والوں کو بچا سکتا ہے۔

چنانچہ اسی لیے قرآن حکیم کی موثر ترین مثالوں میں ایک بڑی تعداد اُن
مثالوں کی ہے جن میں دریا کے مایوس مسافروں کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے
اور دکھلایا ہے کہ کس طرح بے بسی کے عالم میں اُنکی فطرۃ اصلیہ ایک مافوق ہستی
کے تصور سے بھر جاتی ہے اور پھر جب وہ کنارے پر سلامتی کے ساتھ پہنچ جاتے
ہیں تو کس طرح نسیان و ذہول عود کر آتا ہے۔ فقال سبحانہ:

ھو الذی یسیرکم فی البر و البحر حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم بریح طیبۃ وفرحوا بھا جاءتھا ریح عاصف و جاءھم الموج من کل مکان وظنوا انھم احیط بھم دعوا اللہ مخلصین لہ الدین لئن انجیتنا من ھذہ لنکونن من الشکرین فلما انجاھم اذا ھم یبغون فی الارض بغیر الحق (۱۰ : ۲۲)	وہ خدا ہی تو ہے جسنے خشکی اور تری میں تمہاری سیر و سیاحت کے سامان پیدا کر دیے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات تم جہازمیں ہوتے ہو اور وہ باد موافق کی مدد سے مسافروں کو لیکر چلتا ہے۔ اور لوگ اُسکی پر امن چال سے خوش ہوتے ہیں ناگہاں ہوا کا ایک جھونکا آلگتا ہے۔ اور موجیں ہر طرف سے اُمنڈ اُمنڈ کر محاصرہ کر لیتی ہیں۔ اُسوقت لوگ سمجھتے ہیں کہ اب تباہی آگھرے۔ پس مایوسی اُنکے دلوں کو اسباب دنیوی کی طرف سے ہٹا کر خدا کی طرف متوجہ کر دیتی ہے اور نہایت خلوص اور عبودیت کے ساتھ دعائیں مانگنے لگتے ہیں کہ خدایا! اگر اس مصیبت سے تو ہمیں بچالے تو ہم پھر کبھی تجھے نہ بھلائیں گے اور ہمیشہ تیرا شکر کرتے رہیں گے۔

لیکن جب خدا اُنھیں اس بلا سے نجات دیدیتا ہے تو وہ خشکی پہ پہنچتے ہی سرکشی اور بغاوت
کرنے لگتے ہیں اور اپنی مصیبت کی گھڑی اور وعدے کو بھول جاتے ہیں۔

قرآن حکیم نے تقریباً دس بارہ موقعوں پر یہ مثال بیان کی ہے۔ یہ اُس وقت کی مثالیں تھیں جبکہ جہازوں اور کشتیوں کی سلامتی کا دارومدار محض ہوا پر تھا جبکہ سمندر کی قہرمانیت کے آگے انسان کی بے بسی بہت ہی زیادہ تھی اور جبکہ ہوا کی مخالفت سمندر کی طغیانی۔ بحری رستوں کی ناواقفیت اور خوفناک دریائی حیوانات کی خونخواری کے مقابلے کے لیے چھوٹے چھوٹے تختوں کی کشتیاں کچھ کام نہیں دے سکتی تھیں۔ لیکن اب دنیا تیرہ سو برس آگے بڑھ گئی ہے اور انسان نے اپنی مصیبتوں کو دور کرنے کے لیے محنت اور علم کے بڑے بڑے معجزات دکھلائے ہیں اسٹیم کی ایجاد نے ہوا کی موافقت و مخالفت سے بے نیاز کر دیا ہے جس کے آگے انسان کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہوتی تھی۔ تمام دریائی راستے اس طرح معلوم کر لیے گئے ہیں کہ پچھلے زمانہ کے لوگوں کو خشکی کی راہوں کا بھی اتنا علم نہ ہوگا روشنی کے منارے۔ جہازوں کی دائمی آمد و رفت۔ حرکت و سکون کے عجیب الخواص آلات۔ بے تار کی خبر رسانی اور نئی نئی ایجادات و انکشافات نے دریائی سفر کو زمین کے سفر کی طرح بالکل پُرامن کر دیا ہے۔ اور اتنے بڑے بڑے جہاز سمندر میں ڈالے جاتے ہیں کہ مثل ایک پوری بستی اور آبادی کے ہوتے ہیں اور تمام بحری حوادث و خطرات سے بے خوف و خطر ہر طرف پھرتے اور دنیا کے ایک گوشہ کو دوسرے گوشے سے متصل کرتے رہتے ہیں +

پس اگر ایسا ہی ہوا ہے تو کیا یہ تمام مثالیں جو قرآن حکیم نے دریائی سفر کے متعلق دی ہیں بیکار ہو جائیں گی؟ کیا اب انسان کی عبرت کے لیے لسان الٰہی کے بیانات کام نہ دینگے؟ ۔ کیا انسان نے اپنی بے بسی کی مصیبتوں کو نابود کر دیا اور خدا کے پکارنے کی اُسے کچھ احتیاج نہ رہی؟ +

بارہا میرے دل میں یہ سوالات اُٹھے۔ مگر سچ یہ ہے کہ انسان نے ابتک کچھ بھی

نہیں گیا ہے۔ اسکے غرور اور گھمنڈ کو کچلنے کے لیئے اب تک حوادث ارضیہ و بحریہ کا ہاتھ متحرک ہے۔ زمین اُسیطرح بے بس کر دینی والی مصیبتوں سے معمور ہے جس طرح کہ پہلے تھی۔ اور دریا ٹھیک ٹھیک اسی طرح مایوسی و نا اُمیدی کی ہلاکت کے بے شمار مواقع رکھتا ہے جس طرح کہ قرآن حکیم نے بتلایا ہے مصیبت و عجز انسانی کی ایک مثال بھی اب تک بے اثر نہیں ہوئی۔ انسان نے بہت ترقی کی ہے لیکن وہ خدا کے سامنے اب تک بے بس اور لاچار ہے۔ وہ خواہ کتنے ہی طاقتور اور ناقابل تسخیر جہاز بنالے۔ لیکن جیسا کہ اُسکے خدا نے کہا ہے۔ اُسے سمندروں کی مصیبتوں سے دوچار ہونا ہی پڑے گا۔ وہ طوفانوں میں ضرور گھرے گا موجوں کے احاطے سے بے بس ہوگا۔ پانی کی چادریں اُسپر سے گزریں گی۔ لہروں کی طغیانی اسکا محاصرہ کرے گی بالآخر اُسکو اپنے گھمنڈ اور تمرد کا سر جھکانا پڑے گا۔ اور بے بس اور عاجز ہو کر خدا کو پکارنا ہی پڑے گا۔ ٹھیک اسیطرح جس طرح کہ اب سے بہت پہلے انسانوں نے خدا کو پکارا تھا۔ جبکہ وہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بادبانوں کے ٹکڑے جمع کر رہے تھے اور سمندر کی قہرمان ہستی کے مقابلے کے لیے عظیم الشان جہازوں اور مہیب انجنوں کی جگہ صرف لکڑی کے چند جڑے ہوئے تختے اپنے ساتھ رکھتے تھے!!

مصیبت کیلئے کچھ ضرور نہیں کہ وہ ایک ہی راستے سے آئے۔ حالت کے بدلنے سے وسائل و بواعث بھی بدلتے رہیں گے یہ سچ ہے کہ اب بادبانی جہاز نہیں ہیں جن کی سلامتی ہوا کی موافقت پر موقوف تھی تاہم بحر اطلانطک میں بہتی ہوئی برف کی کوئی نہ کوئی چٹان تو اب بھی نکل آسکتی ہے جو "ٹائٹینک" جیسے انسان کی مغرور اور عظیم الشان صناعی قوت کو فنا کر دے گی؟

اگر یہ صورت بھی نہو تو خود وہی انجن جسکے اعتماد پر انسانی غرور نے تسخیر بحر کا اعلان کیا ہے موت اور تباہی کا وسیلہ بن جا سکتا ہے اور پھٹ کر تمام جہاز میں

آگ لگادے سکتا ہے۔ جہاز "والٹرنو" کی آتشزدگی سے بربادی چند ماہ پیشتر کی بات ہے۔

حال میں "ایمپرس آف آئرلینڈ" کی دردانگیز تباہی نے اس حقیقت کو بالکل واضح کردیا ہے۔ نہ تو قوت دخانی کا عظیم الشان دیو کچھ کرسکا۔ نہ تو بے تار کی خبر رسانی کچھ کام آئی۔ اور نہ بیسویں صدی کے سائنس اور تمدن نے کچھ فائدہ پہنچایا وہ سب کچھ ہوا جو ان مثالوں میں قرآن حکیم نے بیان کیا ہے۔ دریا کی موجیں ہر طرف سے اُٹھیں۔ لہروں نے بڑھ کے سطح جہاز پر قبضہ کرلیا۔ سمندر کی گہرائیت ہر طرف سے محیط ہوگئی۔ اور چند گھنٹوں کے اندر ایک ہزار تمیں متمدن انسان انتہائی بے بسی اور درماندگی کے ساتھ دریا کے اندر فنا ہوگئے۔ انسانی علم وایجادات کا غرور ایک متنفس کو بھی نہ بچاسکا۔ مالھم من اللہ من علیم۔

یہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانی غرور اور گھمنڈ کی پشت غفلت پر ایک تازیانہ عبرت ہی جو کبھی کبھی حرکت کرتا ہے تاکہ دنیا کو معلوم ہوجائے کہ بڑی بڑی ترقیوں کے بعد بھی انسان اسیطرح فطرت کے پنجے میں ہے جیسا کہ خلقت کائنات کے پہلے دن تھا۔ اور خدا کے پکارنے کیلئے اب تک اسیطرح مجبور ہے جیسا کہ ہزاروں برس پہلے تھا۔ خواہ وہ کتنا ہی اپنی تدبیروں میں غرق اور اپنی فہمندیوں پر نازاں ہو۔ لیکن جس طرح خدا اُسے اپنی حفاظت کے لیئے یکے بعد دیگرے نئی نئی تدبیریں سوجھاتا رہتا ہے۔ اسیطرح وہ نئی نئی تدبیروں سے اُسکے سر غرور کو کچل بھی سکتا ہے۔ اور ہر کوئی نئی تدبیر بچاؤ کی نکلے گی۔ اُدھر قدرت ہلاک کی کسی نئی صورت کو مسلط کردیگی۔

واذا مسکم الضر فی البحر	اور جب سمندر کے اندر تم مصیبت میں مبتلا
ضل من تدعون الا ایاہ	ہوجاتے ہو تو جن قوتوں پر تمہیں اعتماد تھا

فلما نجاکم الی البر اعرضتم	اُن میں سے کوئی بھی تمہارے کام نہیں آتی۔
وکان الانسان کفورا	تم سب کو بھول جاتے ہو۔ صرف خدا ہی تمہیں
افامنتم ان یخسف بکم جانب	یاد آتا ہے لیکن پھر جب خدا تمہیں خشکی تک
البر او یرسل علیکم حاصبا ثم لا	پہنچا دیتا ہے تو اُس سے گردن موڑ لیتے ہو اور
یجدوا لکم وکیلا ۔ (۱۷: ۶۸)	اپنی مصیبت کی گھڑی بھول جاتے ہو +

لیکن اگر تم اپنی مصیبتوں کی طرف سے مطمئن ہو گئے ہو اور سمجھنے لگے ہو کہ اب اور کونسی مصیبت ہم پر آ سکتی ہے تو یہ تمہاری بڑی ہی غفلت ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ خدا تمہیں دریا کی جگہ خشکی ہی میں ہلاک کر ڈالے اور زمین کو دھنسا دے! یا خوفناک اندھیاں چلا دے اور اُس وقت تم کسی کو اپنا مددگار نہ پاؤ؟ اُس کے عذاب کی تو ہزاروں صورتیں ہو سکتی ہیں۔ وہ کچھ تمہاری طرح اپنے کاموں میں عاجز و درماندہ نہیں ہے" +

ابو الکلام (الہلال)

غزل

مرشدِ پاک نے مرے مست مجھے بنا دیا
جام شرابِ معرفت مُنہ سے مرے لگا دیا

دَیر سے کچھ غرض نہیں کام حرم سے بھی نہیں
بیٹھے ہیں اُس جگہ پہ ہم اُس نے جہاں بٹھا دیا

یوں تو ملا نہ وہ صنم رنج سہے اُٹھائے غم
اور ملا تو کب ملا آپ کو جب مٹا دیا

تاب جمالِ یار کی لا نہ سکا بشر کوئی
ہوش رہا نہ پھر اُسے جلوہ جسے دکھا دیا

مست الست جتنے ہیں جانتے ہیں سب مجھے
بادۂ عشق یار نے روز ازل پلا دیا

جب نہ رہا خیال غیر اُسکے سوا کوئی نہ تھا
پردہ پڑا تھا بیچ میں ہم نے اُسے اٹھا دیا

اِک صنم کی یاد میں محو ہے بختیار اب
عُجب و غرور و تمکنت دل سے سبھی بھلا دیا

محمد بختیار از گرنپور

تذکرہ

حضرت شیخ جمال الدین کوڑوی قدس سرہ العزیز

(محب محترم مولانا حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی کے ایک خط کا خلاصہ)

دفور رحمت باری نے میخواروں پہ ان روزوں
جدہر سے ابر اٹھتا ہے سوئے میخانہ آتا ہے

ساڑھے تین مہینہ میں منضج مسہل۔ اور جملہ علاج کے مدارج طے ہوئے اور ناظر الدین احمد خانصاحب کا مزاج اعتدال پر آگیا۔ اور انہوں نے دلی جانے کی اجازت دیدی۔ ۲۱۔ مارچ ہفتہ کا دن روانگی کے لیئے مقرر ہو گیا۔ رخت سفر بندھ رہا تھا کہ ناگہاں عزیز اللہ خانصاحب پٹھان جو خانوادہ سیادت کے ایک سچے عقیدتمند ہیں نانوں سے وارد ہوئے اور کہنے لگے۔ میرے گھر کے سب زن ومرد آرزومند ہیں کہ آپ دو تین گھنٹہ کے لیئے نانوں آئیں۔ اور اہل عقیدت مستفید ہوں۔ میں نے ابھی اسکا کچھ جواب نہ دیا تھا جو شیخ نور الحسن صاحب ایک ہندو رئیس زادہ کو ساتھ لیکر تشریف لائے۔ اور فرمایا پندرہ میل رستہ گھوڑا گاڑی سے طے کرکے آیا ہوں۔ اور ٹھاکر گیان سنگھ صاحب رئیس بیلون کو اس واسطے ساتھ لایا ہوں کہ انکی نبض دیکھکر حال سُن کر انکے مرض کو تشخیص کردیں۔ اور بیلون چلکر مہینہ دو مہینہ ٹہیر کر انکی شکایات کے انسداد کی تدبیر کریں۔ رستہ نانوں سے ہی علی گڈھ کا اور علیگڈھ سے بیلون کا ہے۔ شیخ نور الحسن صاحب۔ عزیز اللہ خاں صاحب اور ٹھاکر گیان سنگھ صاحب کے اصرار نے مجبور کردیا۔ دلی کا ارادہ ملتوی کرکے ان کے ساتھ چلدیا۔ ۲۲ مارچ ہفتہ کا دن صبح کا وقت تھا۔ ایک گاڑی میں یہ فقیر اور عزیز اللہ خاں صاحب۔ دوسری گاڑی میں ناظر الدین احمد خانصاحب محمد شریف خاں صاحب جو

مجھے پہنچانے آئے تھے سوار تھے۔ تین میل رستہ طے کیا ہوگا جو بلار (گیا اگاؤں
کا نام ہے) اور بستی کا منڈھہ دکھائی دینے لگا۔ یہ منڈھہ میری یادداشت میں قوم
تھا۔ اس لیے میں نے اشارہ کیا کوچبین نے گاڑی روک لی۔ اور میں اور سب ہمراہی
منڈھہ دیکھنے کے لیے چلدیئے۔ یہ منڈھہ اینٹ کا بنا ہوا ہے۔ مگر اسکی عمارت
اور عمارت کی صنعت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ خانصاحب موصوف مجھ سے
رخصت ہوکر سکندرہ کو واپس تشریف لے گئے۔ اور میں عزیز احمد خانصاحب
کو ساتھ لیکر چلدیا نانوں دو گھنٹہ سے کم میں پہنچگئے۔ کیونکہ گاڑی میں گھوڑے
چالاک جتے ہوئے تھے سانوں کے شیخ زادے بڑی عقیدت اور نیاز سے پیش
آئے۔ ساری دوپہر دفتر ملفوظات کھلا رہا اور ستانوں کے کلیجے ٹھنڈے
ہوگئے۔ سرشام شیخ اکرم علی صاحب نے مجھسے کہا یہاں سے دو فرلانگ پر دو نہریں
ہیں اور اُن کے کناروں پر یورپین لوگوں کے چند بنگلے اور چمن بنے ہوئے ہیں
اور سبزی نہایت دلکش ہے۔ اگر تفریح کے لیے دل چاہے تو چلئے۔ میں شیخ
صاحب کے ساتھ پیادہ نہر پر پہنچا۔ اور منظر کی سرسبزی و شادابی۔ پانی کی روانی
گلشن میں لالہ و نافرمان۔ کچنال اور گڑھل کے پھولوں کی بہار دیکھکر دل ہرا ہو گیا
پپیہہ اور کوئل کی پکار۔ موروں کی جھنکار نے روح کو تازہ کر دیا۔ خوش رنگ چھوٹی
چھوٹی چڑیاں تار برقی پر بیٹھی ہوئی سریلی آواز میں توحید کا نغمہ گا رہی تھیں
میں اور شیخصاحب ایک لوہے کے بنچ پر بیٹھ گئے۔ اور اولیائے کرام کا ذکر چھڑ
گیا۔ مقام فردانیت کے بیان میں میں نے عرض کیا حضرت سید جعفر مکی رحمۃ اللہ
علیہ نے بحر المعانی میں ایک فہرست افراد کی لکھی ہے اسمیں حضرت شیخ جمال الدین
کو لوی قدس سرہ کا نام مبارک بھی درج کیا ہے۔ اس فقیر نے دو سال علیگڈھ
ٹھیر کر آپ کے مزار پرانوار سے ظاہری اور باطنی فائدے حاصل کیئے ہیں۔ اس پر شیخ

اکرم علیصاحب نے فرمایا ہم سب شیخ زادہ حضرت شیخ جمال الدین کولوی رحمۃ اللہ علیہ
کی اولاد ہیں اور شیخ ممدوح کا نسب حضرت ابو عبیدۃ بن جراح رضی اللہ عنہ
تک اسطرح پہنچا ہے۔ حضرت شمس العارفین شیخ جمال الدین بن شیخ عبد اللہ بن
شیخ نظام الدین ابو المؤید بن شیخ جمال الدین ابو سعید بن شیخ جلال الدین ابو سعید
ابن جلال الدین ابو نصر بن شیخ جمال الدین ابو محمد تاج العارفین بن خواجہ تاج الاولیاء
ابن خواجہ عبد الرحمن بن خواجہ ابو الفضل بن خواجہ حریق اللہ بن خواجہ غریق اللہ بن
خواجہ یزیق اللہ بن خواجہ بایزید بن حضرت ابو عبیدۃ بن جراح رضی اللہ عنہم اجمعین
حضرت شیخ کے دادا یعنی شیخ نظام الدین ابو المؤید حضرت خواجہ سید قطب الدین
بختیار کاکی اوشی چشتی رضی اللہ عنہ کے ہم صحبت اور سلطان شمس الدین التمش
شاہنشاہ دہلی کے ہمعصر تھے آپ نے سب سے پہلے اپنے والد بزرگوار سے اور اسکے
بعد اپنے ماموں صاحب اور اسکے بعد شیخ عبد الواحد بن شیخ احمد غزنوی سے باطنی
مقامات اور کمالات حاصل کیے۔ حضور محبوب پاک نے بھی حضرت موصوف کو
دیکھا ہے۔ ایک بار دلی میں کال پڑا مینہ نہ برسا۔ اور اللہ کی مخلوق بھوکی اور پیاسی
مرنے لگی۔ بہت سے آدمی چیختے پیٹتے۔ روتے دھوتے حضرت شیخ کی خدمت
میں آکر کہنے لگے۔ آپ اہل اللہ اور ولی اللہ کہلاتے ہیں مینہ کے لیے دعا کیجیے جب
آپ کو لوگوں نے تنگ کیا تو آپ جبّہ پہنکر جنگل میں تشریف لیگئے اور نماز استسقا
ادا کرکے منبر پر بیٹھ گئے۔ اور جبّہ کی آستین میں سے ایک اوڑھنی نکال کر اس میں سے
ایک تار پکڑکر کھینچا۔ اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر عرض کی۔ الٰہی! اُس پارسا خاتون
کی اوڑھنی کے اس تار کی برکت سے (جس خاتون کی جھلک بھی عمر بھر نامحرم نے
نہیں دیکھی ہے) اور اُس کے راز اور نیاز کے طفیل سے جو تیرے ساتھ رکھتی
تھی۔ باران رحمت جلد بھیجدے۔ نہیں یہ فقیر کبھی دلی میں نہ گھسیگا جنگل کو چلا جائیگا

اور اپنا منہ کسیکو نہ دکھائیگا۔ ابھی حضرت کی دعا ختم نہوئی تھی جب ؎

تند و سرشار و سیہ مست ز کہسار آمد

میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

چاروں طرف سے گھٹا اُمڈ آئی۔ موسلا دھار برسنے لگا۔ چھاجوں پانی پڑ گیا جل تھل بھر گئے۔ کھیت لہلہانے لگے۔ اور باغ و بستان ہرے بھرے ہو گئے اہل عقیدت نے پوچھا۔ حضور یہ اوڑھنی کس کی ہے۔ آپنے فرمایا یہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کا تبرک ہی جو میری والدہ ماجدہ کو حضور نے عطا فرمایا تھا۔ جب آپ نماز پڑھتی تھیں تو اس اوڑھنی کو سر پر ڈال لیتی تھیں اور یاد الٰہی میں فنا ہو جاتی تھیں۔ فراق سو بار صلوٰۃ اور سلام اُس رحمۃ العالمین کی روح پاک پر جس نے خواجگان چشت کے لباس کے ایک ایک تار کو فیض اور بخشش کا سمندر بنا رکھا ہے

حضرت شیخ جمال الدین کو لوگ آپکے پوتے ہیں۔ آپکے مقامات عالیہ اور کمالات کا تذکرہ ملفوظات خواجگان چشت میں جا بجا آتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے قطب الاقطاب اور فرد کامل اور سیخ تھے۔ ایک دن لوگوں نے آکر آپ کی خدمت میں اطلاع کی کہ آپ کا ہندو مودی آج فوت ہو گیا۔ آپ نے جواب دیا بھئی اللہ کی مرضی میں کیا چارہ ہے۔ مگر ہمیں اُسکے مرنے کا بڑا قلق ہے۔ ہمارے لنگر خانہ کا کام بڑی دیانت امانت سے کرتا تھا۔ ایسا مودی اب کاہے کو ملیگا کوئی جاکر اُسکے گھر اُسکے وارثوں سے کہہ آئے کہ لالہ جی کی لاش جب جلانے کو لیجائیں تو ادھر سے ہی لیجائیں۔ ہم بھی اُنکے آخری دیدار کر لینگے۔ بنئے کا سارا گھر آپ کا معتقد تھا۔ ارتھی لیکر در دولت پر حاضر ہوئے۔ آپنے لاش پر ہاتھ رکھ فرمایا۔ لالہ صاحب بھلا یہ بھی کوئی مرنے میں مرنا ہے نہ اپنی کہی نہ ہماری سُنی۔ ہمارے لنگر خانے کا سارا ابھی کھاتہ اینڈے کئے جاتے ہو۔ حساب کر لو۔ جو تمہارا کچھ ہم پر

واجب ہو تو وہ ہم سے لیلو۔ اور اگر ہمارا تم پر کچھ چاہیئے ہو تو وہ ہمیں ویدو۔ اسکے بعد طمینان سے مرنا۔ چلو اٹھ بیٹھو۔ کاہے کو دم سادھے پڑے ہو حضرت کا یہ فرمانا اور لالہ جی کا کفن پھاڑکر جی جانا۔ حضرت شیخ بہت کثیر الاولاد ہیں علیگڈھ ناؤں۔ جلالی پلکھنہ وغیرہ مقامات میں ہزاروں شیخ زادے آپ کی نسل کے اسوقت تک موجود ہیں۔ آپ کی نیاز درگاہ کے لیئے ایک گاؤں بادشاہی عہد سے وقف ہو جو علیگڈھ سے متصل واقع ہے۔ جناب مستطاب مولانا لطف اللہ صاحب مدظلہ بھی آپ کے ہی خاندان کے آفتاب عالمتاب ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ آپ کی تمام اولاد میں سے کسی صاحب کو اسکا دھیان نہیں کہ حضرت شیخ کے ملفوظات اور آپ کی سوانح عمری چھاپ کر خود فائدہ اٹھائیں اور صوفیوں کو ممنون فرمائیں۔ آپ کا مزار اقدس علیگڈھ میں دلی دروازے کے باہر جانب غرب شاہجہانی اینٹ کی دو چار دیواریوں سے محفوظ ہے۔ آپ کی بائیں پر آپکے جد امجد شیخ نظام الدین ابوالمؤید کی قبر شریف اور آپ کے والد ماجد کا مزار ہے۔ اور آپکے پہلو میں دو صاحبزادے تہ خاک آرام فرماہیں دوسری خانقاہ میں آپکے پوتے صاحب آسودہ ہیں جو بابو صاحب کہلاتے ہیں۔ متولی صاحب عرس کرتے ہیں ہر جمعرات کو عقیدتمند قوال حاضر ہوتے ہیں اور آستانہ کے سامنے گا بجا کر چلے جاتے ہیں مسلمانوں سے زیادہ آپکے ہندو معتقد ہیں۔ ہندو صاحبوں نے آپکا عرس ساون کے مہینے میں جدا مقرر کیا ہے چار منگل تک بڑا بھاری میلہ ہوتا ہے۔ علیگڈھ اور دور دور کے عقیدتمند ہندو شریف بھی رذیل بھی عورت بھی مرد بھی بوڑھے بھی جوان بھی حاضر ہوتے ہیں منتیں پوری کرتے ہیں چادریں چڑھاتے ہیں دونے لاتے ہیں حسب حیثیت نقد بھی خادموں کو دیجاتے ہیں۔ مزار شریف کو بہت ادب سے چومتے ہیں اور خوش خوش بامراد اپنے گھروں کو جاتے ہیں ۹ کعبہ میں اذان تو نا قوس دیر میں ×

یہ تیری دوستی کی گھر گھر لگی ہوئی ہے +

۴۸۶

روس میں نظامیہ فیض

شعبان ۱۳۳۳ھ کی آخری تاریخوں میں روس کے دارالحکومت سینٹ پیٹرزبرگ کے ایک نامور فاضل موسیو ایوانف دہلی میں آئے تھے۔ اُنکا یہ سفر ہندوستان کے مشائخ صوفیہ اور خانقاہوں کی تحقیقات علمی پر مبنی تہا۔

ہندوستان آنے سے پہلے اُنھوں نے ایران اور وسط ایشیا وغیرہ مقامات کی اچھی طرح سیاحت کی تھی۔ اور اُنکی معلومات و تجربہ کاری کو دیکھکر تعجب ہوتا تہا۔ فارسی زبان بے تکان بامحاورہ بولتے تھے۔

راقم درویش سے ساتھ چند روز اُنکی صحبت و ہم نشینی رہی اور تصوف کے مسائل و اہم اذکار و اشغال کی نسبت خوب کلمہ کلام رہا۔

موسیو ایوانف کو افسوس تہا کہ تاتار و ایران و ترکستان میں ہندوستان کا بڑا غلغلہ سُنا جاتا تہا کہ وہاں بڑے بڑے صاحب کمال و صاحب حال درویش ہیں مگر جب میں یہاں آیا اور تین ماہ کلکتہ میں رہا تو معاملہ برعکس نکلا۔ جس سے دریافت کرتا تہا کہ کسی ایسے درویش کا پتہ بتاؤ جو میرے مقاصد علمی کا جواب دے سکے۔ اور جو اسرار تصوف کے متعلق گفتگو کر سکے تو جواب ملتا تہا کہ اگلے زمانے میں ایسے لوگ تھے اب نہیں ہیں۔

یہ سنتے سنتے اب میں دہلی آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ مجکو میرے خیال کے موافق بزرگوں کا پتہ بتائیں۔

لیکن جب میں نے موسیو ایوانف سے مفصل گفتگو کر کے اُنکے سوالات کی تشریح سُنی تو قلق ہوا کہ اس حیثیت کا ایک درویش بھی میں ان کو نہیں بتا سکتا

تاہم میں نے کہا کہ تمہارا یہ معیار سوالات یورپین تخیل سے ہے۔ ایشیائی تخیل کو اس سے سروکار نہیں۔ اسکے علاوہ درویشی کے کمالات کیفیت اور حال ہیں انکو قال والفاظ میں لانا محال ہے۔ لہذا پہلے اپنے اصول تفتیش میں ترمیم کرو اسکے بعد میں تم کو مشائخ کے نام و پتہ بتاؤنگا۔

موسیو ایوانف ایک بہت بڑی کتاب لکھ رہے ہیں جو روسی و انگریزی زبان میں ہوگی۔ اسمیں وہ دنیا بھر کے مشائخ صوفیہ کے سلسلے اور انکے باہمی فرق و امتیاز بیان کرینگے۔ اور ہر سلسلہ کی مراسم اور انکے اندرونی اسرار اور ظاہری نشانات ظاہر کرینگے۔

انھوں نے ایران کے شیعہ مشائخ اور تاتار و ترکستان وغیرہ ممالک کے درویشوں کے عجیب و غریب حالات مجکو سنائے جن سے معلوم ہوا کہ ہم ہندوستانی اپنے درویش بھائیوں کے عالمگیر اثر و اقتدار سے بالکل بیخبر ہیں اور نہیں جانتے کہ دنیا میں ہماری صوفیہ قوم کیا زبردست شان رکھتی ہے اور انکے کیا کیا اسرار و مشاغل ہیں جن کو دیکھکر دنیا کی عقل چکر میں ہے۔

موسیو ایوانف کی چند روزہ صحبت سے میری معلومات میں اس قدر اضافہ ہوا کہ میں موسیو ایوانف کا جہاں تک احسان مانوں تھوڑا ہے حلقہ نظام المشائخ کے مقاصد سنکر موسیو ایوانف بہت خوش ہوئے اور انھوں نے کہا کہ اپنی سیاحت کے دوران میں یہ پہلی آواز ہے جو میرے کان میں پڑی اور جس سے مجھے بیحد خوشی ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ آپ اس حلقہ کے ذریعہ آیندہ زمانہ میں عظیم الشان نتائج صوفیہ کرام کی بہبودی و ترقی کے دکھا سکیں گے۔ اگر استقلال سے اپنے کام کو جاری رکھیں۔

موسیو ایوانف کو چشتیہ طریقہ کا حال بہت کم معلوم تھا۔ انھوں نے کئی ہزار

روپے کی کتابیں ہندوستان سے احوال صوفیہ کرام میں خریدی ہیں جنکو دیکھنے کے بعد وہ اپنی کتاب کو مکمل کرینگے ۔

مجھے یہ بیان کرنیسے خاص مسرت ہی کہ موسیو ایوانف نے چلتے وقت میرے ذریعہ فیض سلسلہ نظامیہ حاصل کیا۔ اور چند خاص اشغال سیکھے اور سلسلہ نظامیہ کا نشان شجرہ و خرقہ بھی لیا ۔

نظامیہ طریقے کے مشائخ اس خبر سے یقیناً بیحد مسرور ہوں گے کہ اُن کے خاندان کا فیض ملک روس کے دارالحکومت میں پہنچے گا۔ اور عجب نہیں کہ موسیو ایوانف کی کتاب کے ذریعہ سے روسی مسلمانوں میں ہمارا خاندان رواج پائے ۔

موسیو ایوانف عیسائی مذہب رکھتے تھے ۔ ممکن ہے کہ بعض حضرات صوفیہ اسکو مکروہ سمجھیں کہ میں نے ایک عیسائی کو سلسلہ میں کیوں داخل کیا اور اسکو شجرہ اور خرقہ کیوں دیا۔ مگر آج میں اس حقیقت کو صاف صاف بیان کردینا چاہتا ہوں کہ مجکو حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رض کا روحانی ارشاد ہے کہ میں ہر غیر مسلم کو سلسلہ میں داخل کرنے کی کوشش کروں گویا مجھکو صرف غیر مسلموں کے مرید کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے بلکہ تاکید ہے کہ میں کوشش کر کے انکو اس روحانی جھنڈے کے نیچے بلاؤں ۔

میں مرید کر کے انکو مسلمان بنانا نہیں چاہتا۔ میری یہ خواہش نہیں ہے کہ وہ اپنے ان عقائد و مراسم کو چھوڑ دیں جن میں وہ پیدا ہوئے ہیں ۔

میری صرف یہ کوشش ہو کہ ہر آدمی خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی۔ یہودی ہو یا پارسی۔ ادنے ہو یا اعلیٰ۔ دنیاوی تکلیفات کی پیاس میں روحانیت کا جام پیئے اور سلسلہ صوفیہ میں منسلک ہوجائے۔ میں اس سے صرف توحید الٰہی کا اقرار لے لینا کافی سمجھتا ہوں ۔

میرے ہاتھ پر بکثرت ہندوؤں۔ پارسیوں۔ اور یہودیوں نے بیعت کی ہے۔ اور اُن میں سے بعض نے خیال ظاہر کیا کہ اگر ہم کو مسلمان ہونیکی ضرورت ہو اور ہماری روحانی ترقی کا حصر اسلام قبول کرنے پر ہو تو ہم مسلمان ہونیکو تیار ہیں +

مگر میں نے ان سے صاف صاف کہدیا کہ ہرگز ہرگز مسلمان نہو۔ ظاہر میں جس گھر کے اندر ہو وہیں رہو تاکہ اطمینان وبے فکری سے اپنے اندرونی احوال کو درست کرسکو۔ مسلمان ہوجاؤگے تو سوسائٹی اور گردوپیش کے انقلاب کی مصروفیت اتنی بڑھ جائے گی کہ تم روحانی ترقی کے لیے وقت نہ نکال سکوگے "

میں سمجھتا ہوں کہ میری یہ تعلیم ارباب ظاہر کے عقیدے میں بہت بڑا جرم سمجھی جائے گی لیکن میں اس جرم پر نادم نہیں ہوں۔ بلکہ فخر کرتا ہوں اور اپنے تمام ہمخیالوں کو پکارتا ہوں کہ وہ بھی میری طرح کام کریں۔ اور غیر مسلموں کو صرف روحانی دائرے میں لائیں اور مسلمان بنانے کا کام دوسروں کیلئے چھوڑ دیں +

درویش خانہ کا مقصد۔

حلقہ کا جو نیا درویش خانہ درگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ میں بن رہا ہے جس میں پانچ چھ ہزار روپیہ خرچ ہوچکا ہے۔ زیادہ تر اُن یہودیوں۔ پارسیوں اور ہندوؤں کی امانت سے تیار ہوا ہے۔ جن کو یہودی رہکر۔ پارسی رہکر ہندو رہکر روحانیت سے محبت ہے۔ اور جو ہندوستان میں ایسے بے تعصب فقراء کی ترقی دیکھنے کے خواہشمند ہیں +

اس درویش خانہ میں مَیں مشائخ زادوں اور پیرزادوں کو اپنی نگرانی میں اپنے مقاصد کے موافق تربیت دونگا اور اطراف ہند میں کام کرنیکے لیے انکو تیار کرونگا +

خلافت کا مسئلہ

خلافت دینے اور مرید کرنے میں میرا عمل اسپر ہی جو حضرت محبوب الٰہی رح کے تذکرے میں پایا جاتا ہے کہ ایکبار کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ فلاں بزرگ بڑی احتیاط سے مرید کرتے ہیں۔ اور آپ کے پاس جو آتا ہے بغیر دریافت حال فوراً بلا تامل اُسکو داخل سلسلہ کر لیا جاتا ہی +

حضرت نے جواب دیا۔ میں نے یہی سوال اپنے شیخ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر سے کیا تھا۔ کیونکہ آپ کا طرز عمل یہی تھا۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا مجھسے ذات ربانی نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو تیرا مرید ہوگا اُسکو بخشدونگا۔ میں نے عرض کیا۔ صرف میرا؟ فرمایا نہیں قیامت تک جو تیرے سلسلہ میں داخل ہوگا اُسکی نجات کا وعدہ کرتا ہوں +

بابا صاحب نے فرمایا۔ اُسدن سے میں مرید کرنے میں بخل نہیں کرتا۔ جو آتا ہی بے تکان مرید کر لیتا ہوں۔ حضرت محبوب الٰہی رح بھی اسی سنت شیخ پر عمل کرتے تھے +

پس ہم کہ غلامان سلسلہ نظامیہ کہلاتے ہیں۔ کیوں بخیلی کریں۔ اس لیئے میں بھی ہر شخص کو مرید کر لیتا ہوں کیونکہ مجکو بزرگوں کی روحانیت پر بھروسہ ہے اور خدا تعالیٰ کے وعدے پر ایمان ہے +

یہی حال خلافت کا ہے کہ جہلا اور عوام الناس کی معمولی ہدایت و تلقین کیلئے میں ان لوگوں کو بھی مجاز بیعت کر دیتا ہوں جن کی سلوک میں تکمیل نہیں ہوئی مگر وہ لوگوں کو نماز روزہ کے مسائل اور ابتدائی اذکار اشغال سکھا سکتے ہیں۔ اور جہلا کو گمراہی و بے دینی سے بچا سکتے ہیں +

میرا عقیدہ ہی کہ جس وقت تک ہم کامل پیروں کی تلاش کرتے رہیں گے اور اہلیت کامل دیکھکر خلافت دینے کی راہ دیکھتے رہیں گے۔ اُسوقت تک نئے زمانہ کی خرابیاں بچارے عام لوگوں کا ستیاناس کردینگی اور وہ بالکل گمراہ ہوجاینگے اسواسطے ضرورت ہی کہ دیہات و قصبات میں معمولی لیاقت کے لوگوں کو خلافتیں دے کر بھیجنا چاہیئے +

اُن خلفا کا کام یہ ہو کہ لوگوں کی بیعت قبول کریں۔ نماز کی تاکید ہو ابتدائی ذکر شغل سکھائیں۔ اور غربا کو پیشہ وری پر رغبت دلائیں۔ اور اُنکے بچوں کو نماز روزہ کے مسائل سے خبردار کریں +

پس میری درخواست ہی کہ دیگر مشائخ عظام بھی ادہر متوجہ ہوں اور اوّل ہندوستان میں اور پھر تمام دنیا میں اسیطرح اپنے سلسلوں کا فیض پہنچائیں جس طرح نظامیہ نسیفی ریس میں پہنچا +

حسن نظامی

سہرا

مبارک ہو ملا ہی جنکو بسم اللہ کا سہرا ۔۔۔ وہ اونچا سر ہی جسپر ہے فنافی اللہ کا سہرا

مبارک ہو یہ سہرا اُس شفیع روز محشر کو ۔۔۔ بندھایا جس نے امت کو اطیعوا اللہ کا سہرا

شرف ایسا نبوت کا محمدؐ کو دیا حق نے ۔۔۔ کہ بھیجا گوندھکر سچا کلام اللہ کا سہرا

بندھایا خانہ کعبہ کی خاطر حق تعالیٰ نے ۔۔۔ ذبیح اللہ کے سر پر خلیل اللہ کا سہرا

کلیم اللہ بیخود ہوگئے جلوہ سے مولیٰ کے ۔۔۔ احد نے خود دیا احمد کو نور اللہ کا سہرا

نفی اثبات کے سب گل کھلائے ایک کلمہ سے ۔۔۔ جو باندھا لا الٰہ کہہ کے الا اللہ کا سہرا

محمدؐ کی محبت کے سبب اِن سب غلاموں کو ۔۔۔ خدا نے خود دیا ہی قم باذن اللہ کا سہرا

ملیگا ای سہیل ابرو زمحشر میں تمہیں حق سے ۔۔۔ چمکتا جگمگاتا تاج صلی اللہ کا سہرا

(عصمت)

لمعات

پرواز کی بلندی بتانیوالی گھڑی

فن پرواز کے ماہرین کو یوں تو بے شمار خطرات کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا مگر ایسی گھڑی کے فقدان سے جو پرواز کی بلندی بتا سکے وہ سخت مشاکل و تکالیف میں مبتلا ہوتے تھے۔ لیکن سوئیزرلینڈ کے ایک باشندہ نے ایک ایسی گھڑی ایجاد کی ہے جو شکل وقت میں تمام گھڑیوں کے برابر ہے۔ اس پر نظر ڈالنے سے طیارچی کو وقت کے علاوہ بلندی پرواز بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ بلاشبہ اس آلہ کی ایجاد سے موجد نے فن پرواز کو ابتدائی مدارج سے نکالنے میں بہت بڑی امداد دی ہے۔ اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم (پ ۳۰ س العلق) پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا۔

گھاس کا کپڑا

سرزمین آسٹریلیا میں ایک نئی قسم کی گھاس دریافت ہوئی ہے جس کے ریشہ سے نہایت عمدہ قسم کا کپڑا تیار کیا جا سکتا ہے۔ دریاں چٹائیاں اور ٹوکریاں بھی تیار ہو سکتی ہیں۔ کاغذ بھی بن سکتا ہے۔ غرض یہ گھاس بڑی مفید و کارآمد ہے اس پودے کا نام پوئی دینا ہے۔ اور آسٹریلیا کے جنوبی ساحل پر خلیج سنٹ ون سنٹ اور سپنسر میں پایا جاتا ہے۔ پارلیمنٹ آسٹریلیا نے مختلف مقامات پر ریشہ نکالنے اور تجربہ کرنے کا لائسنس دیدیا ہے۔ اس گھاس کے کپڑے میں

یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ اسپر آگ یکایک اثر نہیں کرسکے گی۔ یٰبنی اٰدم قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سواٰتکم وریشًا ولباس التقویٰ ذلک خیر ذٰلک من اٰیٰت اللہ لعلہم یذکرون (پ ۸ س الاعراف ع ۲) اے بنی آدم ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس اتارا ہے جو تمہاری پردے کی چیزوں کو چھپائے اور موجب زینت بھی ہو اور پرہیزگاری کا لباس یہ سب لباسوں سے بہتر ہے یہ (یعنی لباس کا ہونا) خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ اِس بات میں غور کریں یہ امر محتاج بیان نہیں کہ ظاہری لباس کسقدر جسمانی عیوب کو چھپاتا ہے اور پرہیزگاری سے باطنی عیوب یعنی بداخلاقیاں دور ہوتی ہیں۔ اِس بنا پر صحیح معنوں میں لباس التقویٰ دیگر تمام البسہ سے بہتر و برتر ہے +

دہوپ سے تپ دق کا علاج

فرانس۔ سوئیزرلینڈ اور فلے ڈلفیا۔ امریکہ کے تین مستند ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ مرض تپ دق کا دہوپ میں بیٹھنے سے علاج ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ایک ڈاکٹر کا بیان ہے کہ تین سو اکتیس مریضوں پر جنکے بیرونی حصہ جسم میں مرض دق کا اثر تہا دہوپ کے ذریعہ سے علاج کیا گیا۔ دو سو اٹھاسی شفایاب ہوئے۔ امریکہ میں اِس طریق علاج سے اِسقدر کامیابی ہوئی ہے کہ آفتاب میں نہانے اور گھومنے کیلئے خاص قسم کے مکانات بنانے کی تجاویز ہورہی ہیں تاکہ مریض وہاں بیٹھکر دہوپ کھائیں۔ اور اِس طرح سے دق کے جراثیم مستاصل ہوں +

ڈاکٹر مکنزی نے طبی تجربوں کی بنا پر یہ رائے قائم کی ہے کہ آفتاب کی شعاعیں کھلے زخموں کو بہت جلد مندمل کردیتی ہیں۔ ایک مریض کی ہڈی میں

تپ دق سرایت کرگیا تھا۔ اُس کی ران کی ہڈی میں ناسور ہوگیا تھا آفتاب کی شعاعوں سے مہلک جراثیم ہلاک ہوگئے اور اُسکو شفا حاصل ہوئی ÷

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آفتاب اجرام سماوی میں نافع عظیم ہے موسم سرما میں غربا کو آتشدان سے مستغنی کرتا ہے۔ اشیاء میں نشو و نما کی قوت پیدا کرتا ہے۔ ہماری آنکھوں میں دیکھنے کی طاقت پیدا کرتا ہے۔ امریکہ میں دھوپ کی حرارت کو جمع کر کے اُسکے بل پر دھوپ کے انجن چلائے جاتے ہیں۔ آفتاب کی شعاعیں مہلک جراثیم کا قلع و قمع کرتی ہیں جرح کا اندمال کرتی ہیں۔ آفتاب وہ سراج وہاج ہے جو کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتا۔ وہ عظیم الشان دارالشفا ہے جو امیر غریب کو مفت دوا بہم پہنچاتا ہے ÷

بعض اقوام نے آفتاب کے فوائد و عوائد پیش نظر رکھکر اُسکو اپنا معبود سمجھا اور اُسکی پرستش شروع کردی۔ ہم آفتاب کے فوائد و عوائد کے تو معترف ہیں۔ پر اُسکو اپنا معبود نہیں مانتے۔ نہ اُسکی پرستش کرتے ہیں۔ ہم تو اُسکے عابد ہیں جس نے آفتاب کو پیدا کیا۔ اور اُسکو خادم بنایا اور ہمیں مخدوم۔ اور اُسکو ہمارے بس میں کردیا ÷

ومن اٰیٰتہ الیل والنہار والشمس والقمر لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون۔ (پ ۲۴۔ س حٰم السجدۃ ع ۵) ÷

ترجمہ۔ اور خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں تو لوگو! نہ تو سورج کو سجدہ کرنا۔ اور نہ چاند کو۔ اور اگر تم کو خدا کی عبادت کرنی ہے تو اللہ ہی کو سجدہ کرنا جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے ÷

نورالدین از گوجرانوالہ

انگریز سپاہی کا رجز

مسلمانان ہند اول اول جنگ یورپ سے بہت خوش تھے۔ لیکن انگریزوں کی شرکت نے اس میں ایک فکر و تشویش کا پہلو پیدا کر دیا۔ اب انکے جذبات یہ ہیں جن کا ایک شمہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے مندرجہ ذیل مضمون میں دکھایا ہے۔ خدا ہمارے بادشاہ کو فتح و نصرت نصیب کرے ÷ (اڈیٹر)

میدان جنگ میں ہتیار لیکر نکلتا ہوں۔ میری تلوار خون کی پیاس میں تڑپتی تھی میری سنگین سینے چھیدنے کیلئے پھڑکتی تھی۔ میں اپنی خونخوار بندوق کے خونی تقاضوں سے کلتا گیا تھا۔ میرے قلعوں کی توپیں گرجنے کے لیے بیقرار تھیں ÷

بہادری کے دعویدار سامنے آئیں۔ بارود سکھا کر رکھنے والے باہر نکلیں اور دیکھیں کہ برٹش تاج کے حامی کیونکر کرچ چمکاتے ہیں۔ گھوڑے کداتے ہیں اور جھنڈے لیکر حریف کی صفوں میں گھس جاتے ہیں ÷

فیر۔ او میری برسنے والی بندوق! نشانہ تاک۔ کہ ساری قوم کی آنکھ تیرے نشانہ کو تاک رہی ہے ÷

توپوں کے گولو! اڑو۔ اور غنیم کے سر پر برسو۔ میگزین میں سونے والی بارود چمک دکھا اٹھ بیٹھ۔ بھڑک جا۔ اور اپنی قتل کاریوں کے جوہر دنیا کے سامنے پیش کر ÷

آرام کی مسہریو! خدا حافظ۔ آراستہ میزو! فی امان اللہ۔ بنگلہ کی بہارو! رخصت میں مرنے کے لیے تم کو وداع کرتا ہوں۔ میں قوم کی آبرو پر قربان ہونے جاتا ہوں میں اسی دن کے لیے کمر باندھتا ہوں جو بہادروں کا کرسمس ہے۔ میں اسوقت کی خاطر بندوق کندھے پر رکھتا ہوں جو میری قوم کو سب سے زیادہ عزیز ہے ÷

میری زندگی کی ملکہ بیوی! آ تجھ سے آخری گلہ بائی کروں۔ میرے پیارے بچو! آؤ۔ تم کو سینے سے لگا کر ہمیشہ کیلئے رخصت ہوجاؤں تم قوم کی عزت کو یاد کرنا اور مجکو بھول جانا۔ تم ملک کی لاج پر نظر رکھنا اور اپنی راحت کو خیال میں نہ لانا۔

میں بہادر ہوں۔ میرا باپ بھی بہادر تھا۔ اور میرا ملک بھی بہادر ہے۔ ہم وہ لوگ ہیں جو عزت کے لیئے گھر بار لٹا دیتے ہیں۔ ہم آن بان کی خاطر ہر چیز خاک میں ملا دیتے ہیں۔

ہم کو خدا نے اُس قوم کا ملک دیا ہے جو شیروں کے جبڑے چیر ڈالتی ہے۔ جو جوش کے عالم میں پہاڑوں کو ٹھکراتی ہے۔ جو سمندری طوفانوں کو پھونک سے اڑاتی ہے۔

وہ قوم جو مسلمان کہلاتی ہے جسکے دین نے اُسکو بڑا اچھا مرنا اور بڑا اچھا مارنا سکھایا ہے۔ وہ جو دنیا کے سب سے بڑے بہادر تیغ زن۔ صف شکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہو۔ جس نے تلواروں کے سایہ میں جنت کی بہار دیکھی ہو۔

اے حریفو! اس قوم نے میرے ساتھ دغا کا عہد باندھا ہے جسکو طواف کعبہ کے وقت دشمنوں کو دکھانے کیلئے اکڑ کر چلنے کا حکم ملا تھا۔ اور جو اب بھی اکڑ کر ہمت و جرأت کی تلواروں کو ٹیک کر مقابل سے بات چیت کرتی ہے۔ اس لیئے میں بھی اکڑتا ہوں اور تجھ سے اے سامنے آنیوالے دشمن! دریافت کرتا ہوں کہ تو کیونکر مرنا چاہتا ہے۔ تاکہ تیری آرزو پوری کروں۔

حسن نظامی

نظام المشائخ کو آپ اپنے لیے پسند کرتے ہیں تو کیا آپ کا یہ فرض نہیں کہ آپکے دوستوں تک بھی اسکی آواز پہنچے۔ ایسا بخل ہر اعتبار سے ناجائز ہے آپ کو اس سے بچنا چاہیئے۔

خواجہ صاحب کا خیر مقدم دکن میں

گذشتہ ماہ میں سیدی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب حیدر آباد دکن تشریف لیگئے تھے۔ وہاں اہل دکن نے خواجہ صاحب کی شان اور اپنی فقیر دوستی کے موافق حق خیر مقدم ادا کیا۔ نواب سر سالار جنگ بہادر وزیر اعظم۔ نواب فخر الملک بہادر نواب عماد الملک بہادر۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر۔ مسٹر حیدری ہوم سکرٹری حضور نظام (جن کے ہاں خواجہ صاحب نے قیام فرمایا تھا) وغیرہ تمام نامور امرائے دکن نے فرداً فرداً حق مہمان نوازی ادا کیا۔ ذیل میں وہ اشعار نقل کئے جاتے ہیں جو خواجہ صاحب کے اس سفر کی یادگار میں لکھے گئے ہیں۔

اگرچہ خواجہ صاحب نے ازراہ کسرنفسی منع کیا تھا کہ ہم یہ اشعار درج رسالہ نہ کریں مگر ہمارا دل نہ مانا کہ ہمارے ناظرین دکن کے تحفہ سے محروم رہیں اسواسطے خواجہ صاحب کے خلاف منشا انکی اشاعت کی جرأت کرتے ہیں۔ (اڈیٹر)

از جناب شیخ غلام قادر صاحب "گرامی" شاعر خاص حضور نظام خلد اللہ ملکہ

گل گلدستہ محبوب الٰہی باشد — حسن آن خضر رہ پیر جوان دہلی
معنی آیہ اخلاص نظام الفقراء — روح دہلی و دل دہلی و جان دہلی
بادہ عشق زخم خانہ توحید و ہد — نوجوان است و لے پیر مغان دہلی
ہان ہان شیخ گرامیست کہ خاک در او — سرمہ دیدہ صاحب نظران دہلی
نثر ش امروز دل آویز تر از نظم من است — کیست جز اہل نظر مرتبہ دان دہلی
چہ فصاحت چہ بلاغت چہ معانی چہ بیان — جلوہ فرماست در آغوش زبان دہلی

راقم گرامی

از ہز اکسلنسی یمین السلطنت مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر چشتی سابق وزیر اعظم دکن

ہیں رہبر طریقت خواجہ حسن نظامی — ہیں تابع شریعت خواجہ حسن نظامی
عالم شباب کا ہو لکہ سحاب کا ہے — تسپر ہیں نیک طینت خواجہ حسن نظامی
ذاکر ہیں اور شاغل عالم ہیں اور عامل — رکھتے ہیں حق سے نسبت خواجہ حسن نظامی
ظاہر میں میں عاقل باطن میں پیر کامل — ہیں صاحب طریقت خواجہ حسن نظامی
محبوب کے ہیں محبوب اللہ کے ہیں مطلوب — رکھتے ہیں سب سے الفت خواجہ حسن نظامی
باخیر و باخبر ہیں نیجاہ و ذی اثر ہیں — کرتے نہیں مشیخت خواجہ حسن نظامی
مشرب ہے صوفیانہ حق سے ہیں وہ یگانہ — ہیں واقف حقیقت خواجہ حسن نظامی
جادو بھری ہیں نیناں ہیں زلف سنبلستاں — بیشک ہیں فی جاہت خواجہ حسن نظامی
ہیں مرد پاک طینت جو فقر کی ہے زینت — رکھتے نہیں کدورت خواجہ حسن نظامی
عارف ہیں ذات حق کے کاشف صفات حق کے — ہیں رازدار وحدت خواجہ حسن نظامی

مجھسے تو کوئی پوچھے ای شاد انکے جلوے
سب کچھ ہیں فی الحقیقت خواجہ حسن نظامی

ایضاً

ہیں پیارے خواجہ حسن نظامی — ہمارے خواجہ حسن نظامی
دکن میں آئے چمن میں آئے — ہمارے خواجہ حسن نظامی
ہیں پتلے اخلاق کے سراپا — ہمارے خواجہ حسن نظامی
جواں ہیں لیکن ہیں پیر دانا — ہمارے خواجہ حسن نظامی
کھلے ہیں کیا دیدۂ بصیرت — تمہارے خواجہ حسن نظامی!
جوان صالح ہیں پیر کامل — ہمارے خواجہ حسن نظامی

نہ کیوں ہو دل سے میں اُنکا بندہ ۔ ہیں پیارے خواجہ حسن نظامی

قطعہ

کریں جو وا دیدہ تصور ۔ ہمارے خواجہ حسن نظامی
تو عرش و کرسی سب کے پردے اٹھیں ۔ وہ سارے خواجہ حسن نظامی
زمیں پہ ہیں چرخ معرفت کے ۔ ستارے خواجہ حسن نظامی
نبی، علی، غوث و معین دین کے ۔ ہیں پیارے خواجہ حسن نظامی
ہیں بحر عرفاں کے فی الحقیقت ۔ کنارے خواجہ حسن نظامی
جہاں میں ہیں طالبان حق کے ۔ سہارے خواجہ حسن نظامی
رموز وحدت کے ہیں یہ سارے ۔ اشارے خواجہ حسن نظامی
نگین دل پر ہے نام کندہ ۔ دُلارے خواجہ حسن نظامی
تمہاری دوری میں کیا کہیں دن ۔ گزارے خواجہ حسن نظامی
زمیں پہ خورشید آسماں پر ۔ ستارے خواجہ حسن نظامی
یہ شاد کو دل سے چاہتے ہیں ۔ ہمارے خواجہ حسن نظامی

از جناب مولوی احمد حسین صاحب مجید

صد شکر کہ دین کے پیامی آئے ۔ صد شکر کہ مہمان گرامی آئے
ہے سایۂ محبوب الٰہی ہم پر ۔ حضرت خواجہ حسن نظامی آئے

از جناب عبدالکریم خاں صاحب صبر دہلوی قوال خاص حضوری

تھی جنکی تمنا وہ گرامی آئے ۔ صد شکر کہ نامیوں کے نامی آئے
محبوب کی آل اور محبوب جہاں ۔ یعنی خواجہ حسن نظامی آئے

۱۸۹۶ء

حالتِ قوم[1]

پھر بنا رشکِ گلزارِ جناں روئے بہار ــــ پھر ہوا عطر فشاں موجہ گیسوئے بہار
پھر حسینوں کے دماغوں میں بسی بوئے بہار ــــ پھر کھنچا جاتا ہے ہر ایک کا دل سوئے بہار

پھر دلِ عاشق شیدا ہے چمن کی صورت
پھر ہے صد غیرتِ گل داغ کہن کی صورت

مرحبا عاشق و معشوق ہوئے ہم پہلو ــــ چل گیا بلبل ناشاد کا گل پر قابو
دیدۂ نرگس شہلا میں بھرا ہے جادو ــــ چوکڑی بھول گئے ملک ختن کے آہو

مژدہ موسم گل باد صبا لائی ہے
ناز کرتی ہے اڑی پھرتی ہے اترائی ہے

جھومتی اٹھی ہے کعبہ سے گھٹا متوالی ــــ سبز و شاداب ہوئی باغ کی ڈالی ڈالی
کوئلیں بولتی ہیں آم پہ کالی کالی ــــ آج پھولا نہیں جامے میں سماتا مالی

زر کی خیرات ہے بے پوچھ زمانہ کے لیے
مٹھیاں کھول دیں غنچوں نے لٹانے کے لیے

ہیں شگفتہ گل نسرین و سمن شاخوں پر ــــ روپ سا روپ پہن سے پہن شاخوں پر
زمزمہ سنج ہیں مرغان چمن شاخوں پر ــــ میگھ ملہار اڑاتے ہیں اگن شاخوں پر

آب شبنم سے ہیں لبریز گلوں کے پیالے
جلترنگ آج بجاتے ہیں گلستاں والے

---

[1] یہ نظم منشی عبدالخالق صاحب خلیق نے مدرسۂ اسلامیہ نعمانیہ دہلی کے سالانہ جلسہ میں پڑھی تھی اور اب ہمیں اشاعت کے لیے دی ہے۔ منشی صاحب کی ایک نظم پہلے پرچے میں بھی چھپی تھی۔ انہیں غلطی سے آپ کا تخلص خلیق کی بجائے خلقی لکھا گیا ہے: ناظرین اسے درست فرمائیں + (اڈیٹر)

جوشش نامیہ کو اعجاز مسیحا کہیے
پھول کھلجائے ابھی باغ میں جیسا کہیے
سیر گلزار کو قدرت کا تماشا کہیے
عیش ہی عیش ہی عالم میں گر کیا کہیے

دل کا جو غنچہ ہے پژمردہ ہوا جاتا ہے
سوہری سے یہ افسردہ ہوا جاتا ہے

شوکت و حشمت و اجلال کی تابش ہی نہیں
عقل کیا خاک بڑھے علم کی خواہش ہی نہیں
زندہ اقوام میں اس قوم کی پرسش ہی نہیں
کوئی سنتا دل نالاں کی گزارش ہی نہیں

ایک بھی اپنے بزرگوں کی نہیں خو ہم میں
ہاں ابھی تک ہے امیری کی وہی بو ہم میں

گردش چرخ ستمگر نے دکھایا نیرنگ
حوصلے پست ہیں جوشش نہ ہمت نہ امنگ
حسرت دیاس و تمنا نے کیا ہی دلتنگ
کوئی غمخوار ہے اپنا نہ کوئی ہم آہنگ

دن مصیبت کے بسر کرتے ہیں گمنامی میں
موت بھی پاس پھٹکتی نہیں ناکامی میں

باپ دادا کی کمائی ہوئی دولت کھودی
صاحب حشمت و اجلال تھے ثروت کھودی
سارے عالم میں حکومت تھی حکومت کھودی
وہ فصاحت و بلاغت و فضیلت کھودی

عدل و انصاف کی دنیا میں ترازو ہم تھے
کون حکمت میں ارسطو تھا ارسطو ہم تھے

اہل یونان کو تہذیب سکھائی ہم نے
ملک خاقان کو تادیب سکھائی ہم نے
رزم میں فوج کی ترتیب سکھائی ہم نے
بزم میں عیش کی ترکیب سکھائی ہم نے

اہل صنعت ہمیں استاد کہا کرتے تھے
فرسٹ یورپ کی نمایش میں ہا کرتے تھے

پہلے تہذیب و تمدن کی نشانی ہم تھے
منبع چشمۂ صد فیض رسانی ہم تھے

نظم میں نثر میں اعجاز بیانی ہم سے
دہر میں اہلِ زباں اہلِ معانی ہم تھے

اب وہ پہلے کی نہیں ایک بھی عادت ہم میں
ہے شرافت نہ فضیلت نہ حمیت ہم میں

اہلِ اسلام کے آئے ہیں بُرے دن از حد
میل آپس میں نہیں پھیل گیا بغض و حسد
ہائے اپنوں سے کبھی ہوتی نہیں اپنوں کی مدد
محسن الملک جہاں میں ہیں نہ سید احمد

مرگئے قوم! ترے ناز اُٹھانے والے
بیکسوں کے لیے آواز اُٹھانیوالے

یوں تو بدلے ہیں زمانے نے ہزاروں فیشن
اپنی تقدیر کے پیچوں میں وہی ہیں الجھن
سارے مفقود ہوئے اُنس و محبت کے چلن
بھائی سے بھائی کی تکرار و عداوت اُن بن

نام نیکی کا نہیں دل میں بدی آئی ہے
کیسی ادبار و نحوست کی صدی آئی ہے

نازنینوں کی ملاقات کے دلدادہ ہیں
جلوۂ بزمِ خرابات کے دلدادہ ہیں
رند بدمست ہیں برسات کے دلدادہ ہیں
ناچ کا شوق ہے ہر بات کے دلدادہ ہیں

رخنہ اندازیاں غمازیاں سب آتی ہیں
راستبازی کے سوا۔ بازیاں سب آتی ہیں

چھا گیا قوم میں اندھیر سیہ کاری سے
حال برباد ہے افلاس سے ناداری سے
عقل چکر میں رہی روز کی میخواری سے
عشقبازوں کو نہیں چین دلِ افگاری سے

کیوں نہ پستی میں ہوں اقبال مسلمانوں کے
قابلِ شرم ہیں اعمال مسلمانوں کے

اور قوموں کو ترقی ہے تنزل ان کو
لا سکا راہ پہ تند حار نہ کابل ان کو
دیکھتا ہے نگہِ قہر سے ہر گل ان کو
منہ چڑاتے رہے گلزار میں بلبل ان کو

عزت و حرمت و تعظیم کو کھو بیٹھے ہیں
جب سے قرآن کی تعلیم کو کھو بیٹھے ہیں

سنسنی خیز ہے ٹرکی کی خبر دل کیلئے — تیز تلوار ہے تلوار ہے بسمل کیلئے
کچھ رکاوٹ ہی نہیں خنجر قاتل کیلئے — خون ترکوں کا ہوا دعوے باطل کیلئے

قوم حسادوں سے ہیکل ہے خدا خیر کرے
فارس و روم میں ہلچل ہے خدا خیر کرے

دل کے ارمان نکالے سے نکل بھی نہ سکے — اور قسمت کے نوشتہ کو بدل بھی نہ سکے
آنسوؤں کیطرح دامن میں مچل بھی نہ سکے — ایسے نظروں سے گرے ہم کہ سنبھل بھی نہ سکے

خاک سے اپنے یتیموں کو اٹھایا نہ گیا
تھپکیاں دیکے کلیجے سے لگایا نہ گیا

بجلیاں دل پہ گراتا ہے بلکنا ان کا — اپنے ماں باپ کی فرقت میں بھٹکنا ان کا
دردمندوں کیطرف یاس سے تکنا ان کا — تھام کر دامن امید لٹکنا ان کا

ہائے کملائے ہوئے بھول سے چہرے انکے
گرد آلودہ ہوئے دھول سے چہرے انکے

قوم کی گود سے ہوتے ہیں جدا وائے نصیب — سرپرست ان کا کوئی ہے نہ معلم نہ ادیب
حیف کرتے ہیں گزر بھیک کے ٹکڑوں پہ غریب — کون امداد کرے کون سکھائے تہذیب

رحم کھاتا ہے کلیجہ سے لگا لو ان کو
دُرِ نایاب ہیں دامن میں اٹھا لو ان کو

اپنے انجام پہ اب غور کرو غور کرو — کامرانی کا نئے سر سے کوئی طور کرو
کام اسوقت تمہیں چاہیئے فی الفور کرو — ساری دنیا میں تجارت کیلئے دَور کرو

گو سلف کی سی نہیں شان مسلمانوں میں

پھر بھی باقی ہے ابھی جان مسلمانوں میں

مدرسہ کرتا ہے نعمانیہ بیدار ہمیں
پھر ترقی کے نظر آتے ہیں آثار ہمیں

اسکی امداد سے لازم نہیں انکار ہمیں
چاہیے اسکی تجاویز کا اقرار ہمیں

ملک میں کھولدیا علم کے دروازے کو
ایک رشتہ میں کسا قوم کے شیرازے کو

قومی چندے پہ ہی موقوف گزارا اسکا
اہلِ دولت کی سخاوت ہے سہارا اسکا

قابلِ غور ہے دلی میں نظارا اسکا
ساڑھے انیس روپے چندہ ہے سارا اسکا

قومی سرمایہ کی ہے سخت ضرورت ہمیں
جب نکل سکتی ہے بہبودی کی صورت ہمیں

ایک نے ایک مبارک ہو فوائد کا اصول
نوجوانوں کی ہے تعلیم یہاں پر معقول

اہل اسلام کا ہی فرض کریں انکو قبول
بحث و تکرار ہے بیفائدہ حجت ہو فضول

قوم کے نفع پہ ہر وقت نظر رکھتا ہے
لوہے کے واسطے پارس کا اثر رکھتا ہے

نوجوانوں میں اگر جوشِ حمیت آئے
قوم کے نام پہ ہر شخص کو غیرت آئے

علم کے نور سے اخلاق و محبت آئے
آپ گھر بیٹھے اسلام کا دولت آئے

نیرِ حشمت و اقبال چمکتا ہی رہے
اخترِ بخت زمانے میں دمکتا ہی رہے

اے خلیق جگر افگار دعا مانگ لے آج
رحمتیں چھائی ہیں بدلا ہی زمانے کا مزاج

اہل اسلام کو حاصل ہو جہاں میں معراج
ساری قوموں کی ہے قوم ہماری سرتاج

علم و دولت کی ترقی ہو مسلمانوں میں
پھول اخلاق کے کھل جائیں مسلمانوں میں

خلیق

ہجرتِ نبوی

جب کہ آمادۂ خوں ہوگئے کفارِ قریش
لاجرم سرورِ عالم نے کیا عزمِ سفر

کوئی نوکر تھا نہ خادم، نہ برادر نہ عزیز
گھر سے نکلے بھی تو اِس شان سے نکلے سرورا

اِک فقط حضرتِ بوبکرؓ تھے ہمراہِ رکاب
اُنکی اخلاص شعاری تھی جو منظورِ نظر

رات بھر چلتے تھے، دن کو کہیں چھپ رہتے تھے
کہ کہیں دیکھ نہ پائے کوئی آمادۂ شر

چونکہ سو اونٹ کا انعام تھا قاتل کیلئے
آپ کے قتل کو نکلے تھے بہت طالبِ زر

انہیں لوگوں میں سراقہ خلف جعشم تھے
جنکو فاروقؓ نے کسریٰ کے پہنائے تھے گہر

تین دن رات رہے ثور کی غاروں میں نہاں
تھا جہاں عقرب و افعی کی حکومت کا اثر

بیم جاں، خوفِ عدو، ترکِ غذا، سختیِ راہ
ان مصائب میں ہوئی اب شبِ ہجرت سے سحر

یاں مدینہ میں ہوا غل کہ رسولؐ آتے ہیں
راہ میں آنکھ بچھانے لگے اربابِ نظر

لڑکیاں گانے لگیں ذوق میں آکر اشعار
نغمہ ہائے "طلع البدر" سے گونج اُٹھے گھر

ماں کی آغوش میں بچے بھی مچل جانے لگے
نازنینانِ حرم بھی نکل آئیں باہر

آلِ نجار چلے شہر سے ہو کر تیار
زرہ و جوشن و چار آئینہ و تیغ و سپر

دفعتہً کوکبۂ شاہِ رسلؐ آ پہنچا
غل ہوا اصل علے خیر اناسِ و بشر

جلوۂ طلعتِ اقدس جو ہوا عکس فگن
دفعتہً تارِ شعاعی تھا ہر اک تارِ بصر

طور سے حضرتِ موسیٰ کی صدا آتی تھی
آج ایک اور جھلک سی مجھے آتی ہے نظر!

سب کو تھی فکر کہ دیکھیں یہ شرف کسکو ملے
میہماں ہوتے ہیں کس اوج نشین کے [illegible]

سینے کہتے تھے کہ خلوت گہِ دل حاضر ہے
آنکھیں کہتی تھیں کہ وہ اور بھی تیار ہیں گھر!

ہاں مبارک تجھے اے خاکِ حریمِ نبوی
آج سے تو بھی ہوئی خاکِ حرم کی ہمسر!

صل یارب علیٰ خیرِ نبی و رسولؐ
صل یارب علیٰ افضلِ جن و بشر!

سلہ ایک شہر کا نام ہے۔

تضمین غزل حضرت محسن کاکوروی

معزز ناظرین! یہ تضمین حضرت محسن کاکوروی کی اُس مشہور نعتیہ غزل پر ہے جس پر حضرت امیر مینائی نے تضمین فرمائی ہے۔ اُنکی تضمین کے بعد پھر تضمین کرنی آفتاب کے سامنے شمع جلانا "کوہ الوند کے مقابل مینار بنانا ہے" لیکن حضرت محسن کے فیضان خاص نے مجبور کیا کہ میں بھی اِس غزل کی تضمین سے کچھ ثواب حاصل کروں۔ لہذا یہ چند اشعار کی تضمین کا حصہ پیش کیا جاتا ہے۔ اگر میرے مسلمان بھائی اور دینی ہوا خواہوں کو پسند آئے تو انشاءاللہ تکمیل کردونگا۔ ورنہ "زردادن ودرد سر خریدن" کی کوئی ضرورت نہیں۔

(امجد)

بجائے صفحہ آنکھوں میں ہا نقشہ کسی خد کا — سیاہی نے دیا دھوکا سواد چشم اسود کا
الف کھینچا ہے سینہ پر کسی قد سہی قد کا — مٹایا لوح دل سے نقش ہوس ابجد کا
دبستان محبت میں سبق تھا مجکو ابجد کا

شہید اُس نے کیا ہے آج کسکو تیغ مژگاں سے — پریشاں کیوں ہے؟ پوچھے تو کوئی زلف پریشاں سے
ٹپکتی ہے اداسی مثل شبنم روئے خنداں سے — الٰہی کس کے غم میں نکلے آنسو چشم فتاں سے
کہ عطر فتنہ میں ڈوبا ہے رومال اُس سہی قد کا

خط رخسار نے دل سے مٹادی ساری مشتاقی — گئے دن نازبرداری کے آیا دور ناچیں [illegible]
بڑھیگا اب بوسہ کیلئے دست ہوس ساقی — کہاں ہے آتش یاقوت لب میں [illegible]
کہ خط سبز نے چھینٹا دیا آب زمرد کا

تری پہلو نشینی کی ہوس ہو کسطرح دل میں! — صدا آتی ہے خود بشناس سے ہی جان مشکل میں
جگہ اتنی تو دے عاشق کو غیروں کے مقابل میں — کنارے پر بٹھا لے مجکو ظالم! اپنی محفل میں

گناہِ شوقِ سجدہ سے جو میں ہوں مستحق حد کا

جلا دی مرأۃِ دل کو مٹا کر حوصلے دل کے
پئے تصویر دھوئے آنسوؤں سے آنکھ کے پردے
بہت کیں تو نے تدبیریں ہزاروں بن گئے حیلے
بنایا خامۂ مو کو ہمارے دست لاغر سے
کھنچا لیکن نہ دہن اے مصور اُس سہی قد کا

ستمگر! اسقدر نا آشنائی؟ آشنا ہو کر
بہت پچھتائیگا انجام میں ہم سے خفا ہو کر
یہ ساری شوخیاں مٹ جائینگی نقشِ فنا ہو کر
اڑینگے چٹکیوں میں تیر ترکش سے جدا ہو کر
ہمارے بعد سے اللہ تیرے ظلم بیجا کا

طریقِ عشق میں مرنا یہی اصلِ طریقت ہے
بسر خوارانِ محبت تلخکامی بھی حلاوت ہے
پرستش تیری اے محبوبِ رب عینِ عبادت ہے
ترے بازار میں ایماں فروشی رکنِ طاعت ہے
دمِ سودا بنا سنگ ترازو سنگ اسود کا

رخِ روشن کے آگے گل ہے شمع انجمن واللہ
قیامت خیز ہی چتون غضب بانکپن اللہ
پڑھے کلمہ ترا دیکھے تجھے گر برہمن واللہ
تری کیا بات ہے اے شاہد پاک سخن واللہ
عجب انداز ہے ناز و ادا کا چال کا قد کا

ترا دستِ حنائی یا مری مژگان پرخوں ہے
مرا اعمال نامہ یا ترا گیسوئے شبگوں ہے
محبت ہی مری یا تیرا حسن روز افزوں ہے
مری طبع رواں ہے یا تری رفتار موزوں ہے
مرا مصرع ہے یا سیدھا سا مضموں ہے ترے قد کا

(محب)

نعت

نہ خدا ہیں نہ ناخدا ہیں آپ
بخدا پر خدا نما ہیں آپ
مجتبیٰ اور مصطفیٰ ہیں آپ
پیشواؤں کے پیشوا ہیں آپ

من دانی کے راز دانوں سے ۔۔۔ کاش پوچھے کوئی کہ کیا ہیں آپ
دونوں عالم کے نیک و بد کیلئے ۔۔۔ آیتِ رحمتِ خدا ہیں آپ
تھام رکھا ہے ڈوبتا بیڑا ۔۔۔ اپنی اُمت کے ناخدا ہیں آپ
ہے خدا جیسے خلق کا مداح ۔۔۔ وہی ممدوحِ کبریا ہیں آپ
کاش ہم آپ میں فنا ہو جائیں ۔۔۔ جیسے اللہ میں فنا ہیں آپ
ان گناہوں پہ بھی وہی الطاف ۔۔۔ بے وفا ہم ہیں با وفا ہیں آپ
فکر کیا آفتابِ محشر کا ۔۔۔ سر پہ جب سایۂ خدا ہیں آپ
پل سے لیجا ئینگے اُتار ہمیں ۔۔۔ ہوئے بھٹکوں کے رہنما ہیں آپ

کیوں جمالی ڈرے گناہوں سے
شافعِ حشر برملا ہیں آپ

جمالی

خمسہ

بر غزل حضرت مولانا جامی رح

چو ماہِ من بہ بام آمد بصد خوبی و زیبائی ۔۔۔ ہجوم عاشقاں گردش ہمہ خلقت تماشائی
ز خلق ہر کسے آمد صدائے شور و غوغائی ۔۔۔ عجب مطبوع موزونی عجب زیبا و رعنائی
عجب شوخی دلارامی عجب ماہِ دل آرائی

بہ رُو تفسیرِ قرآنی - بہ خوبی یوسفِ ثانی ۔۔۔ بصورت ماہِ نورانی - بہ سیرت فیضِ یزدانی
بہ دیدہ جامِ عرفانی بہ دنداں دُرِ رمانی ۔۔۔ بہ غمزہ آفتِ جانی - بقامت سرو بستانی
بہ بزم شمعِ شبستانی - بلب لعلِ شکر خائی

گزشت از حد تغافل کیستی ای سرو بالا قد — دلم پر خوں شدہ در انتظارت او خدا را مدد
نہ کردہ پرسش حالم مرا این روز بد آمد — اجل نزدیک و دور از تو ام آخر چہ کم گردد

اگر یکبارے قدم در پرسشِ من رنجہ فرمائی

دل حیران نصیبم را چہ مینائے تہی دارم — درونش نے تمنا و امید و آرزو یابم
بہ بیں این حال زارم ساقی دوران بکن رحمم — بیا لب شد ز خوں بے جام لعلت غرق چشمم

لب شیریں چہ باشد گر بشکر خندہ بکشائی

بسوئے گلستاں آمد سحر آں ماہ سیمین تن — زمہ رفتار مستانہ قبائے سبز بر تن
صنوبر ہا بگل ماندہ ہمہ بستان کردہ غش — قدِ یار عجب موزوں ہست کز رفتار شیرینش

قیامت خیز واندہ شہر اگر ناگہ برون آئی

تمہارے ہجر میں بیکل ہوا ہوں صورت مجنوں — سہے ہیں عمر بھر میں نے مصائب ہا گونا گوں
بتاؤں حال کیا اپنا نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں — دلے دارم ز غم پر خوں غمے دارم ز حد بیروں

دریغا گر تو بر حالِ من بیدل نہ بخشائی

بنی ہو گی کسی کے واسطے الفت کی رہ آساں — ہوا ہو گا کسی کو ہمنشینو وصل محبوباں
مری تقدیر نے تو کر دیئے کچھ اور ہی ساماں — اساس عشق محکم گشت و بنیاد خرد ویراں

اغیثونی لخلائی اعینونی احبائی

کبھی تو وصل کا اقرار ہو جائے ستم خوباں — کہ صرف ناامیدی دل ہوا اور وقف حرماں جاں
لگی ہے ٹکٹکی در پر کھلے ہیں دیدۂ حیراں — دلم در ظلمتِ تاریک تنگ آمد بیا جاناں

درون منظر چشمم نشیں یکدم چہ بینائی

ستم نے کیا کیا پیچھا پڑا جب عشق کا پرتو — سہے لاکھوں ہی صدمے بکی اور رنج و الم سو سو
رہے مولانا کہتے ہیں زبان حال سے سن لو — رواہی ہمدم تو در بزم طرب با دوستاں خوش شو

مرا کن تا بمیرم ہمی اندر کنج تنہائی

[illegible]

جو بقید حیات ہوں بہ عقیدت تمام ملاقات کرے۔ اور پھر اندرون شہر کے مقابر پر حاضری دے۔ اور بعد ازاں بیرون شہر کے مزارات پر حاضر ہو کر فاتحہ گزرانے۔ ہر جگہ آداب قبور کا ضروری طور پر لحاظ رکھے ورنہ موجب عتاب ہو گا۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت سید علاء الدین جونپوری رح حضرت خواجہ قطب صاحب کی زیارت کیلئے حاضر ہو کر قریب تربت بیٹھ گئے۔ "معًا اندرون مزار مبارک سے یہ عتاب آمیز آواز مستانی دی کہ اے سید! تو نے مجکو مردہ خیال کیا اگر زندہ جانتا تو اس طرح بے ادبانہ نہ بیٹھتا" +

چونکہ صاحب قبر کا حال پوشیدہ ہے۔ نہیں معلوم کہ وہ ناقص ہے یا کامل۔ زائر کو چاہیئے کہ آداب کو اپنے ہاتھ سے نہ دے۔ شاید کہ وہ صاحب قبر کامل ہو یا ناقص ہی ہو مگر اسکا نام اسمائے الٰہی یا اسمائے رسولؐ سے ہو۔ بہرحال آداب قبور ہر حال میں اولیٰ و لازم ہے + وفق اللہ لنا ولکم +

ماہ محرم الحرام

اسماء	تاریخ و روز و سنہ وفات	مقام دفن	مختصر کیفیت
حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	غرہ شب یکشنبہ سنہ ۲۳ھ	مدینہ منورہ	تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی ۱۲
شیخ صلاح الدین خلیفہ سید برہان الدین محقق	غرہ سنہ ۶۵۷ھ		
سید یحییٰ بن سید حسین بن سید میر حسینی رح	غرہ	گجرات	
حضرت حاجی بڑی میاں صاحب والد خسر محمد مذنب	شب غرہ محرم سنہ ۱۳ ... دفن بروز غرہ	درمیان مکہ معظمہ و مدینہ منورہ بئر	
شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی	غرہ شب چہارشنبہ سنہ ۶۳۲ھ	بغداد	ماہ رجب سنہ ... ہجری میں بمقام سہرورد پیدا ہوئے ۱۲
سید نور الدین مبارک غزنوی خلیفہ شیخ سہروردی	غرہ	دہلی مقبرہ قطب صاحب	
شاہ راجی حسین رح	غرہ	رسول آباد ...	
شیخ محمد جعفر خلیفہ شیخ نظام الدین اورنگ آبادی	غرہ سنہ ۱۱۲۰ھ	حیدرآباد دکن بیرون دبیرپورہ	
حذیفہ الیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابی	غرہ سنہ ۳۶ھ		

اسماء	تاریخ و روز و سنہ وفات	مقام دفن	مختصر کیفیت
طلحہ الاسدی رضی اللہ عنہ صحابی	غرہ دوشنبہ سنہ ۱۴ھ		آپ بزمانۂ خلیفہ دوم بمقابلہ یزدجرد بادشاہِ عجم شہید کئے گئے۔
ابوالحسن علی بن محمد بن علی الطبری رح	غرہ پنجشنبہ سنہ ۵۰۴ھ	شیراز قریب مزار ابوالحسن شیرازی	آپ ثانی امام غزالی مشہور تھے۔
عمر بن معد یکرب رض	غرہ دوشنبہ سنہ ۲۱ھ		بادشاہ عجم کے مقابلہ میں شہید ہوئے۔
خالد بن عمر مسط رض	ایضاً		ایضاً
جریر بن الخطاب رض	ایضاً		ایضاً
جریر بن عبداللہ البجلی رض	ایضاً		ایضاً
زائدہ بن قدامہ الثقفی الکوفی رح	غرہ سنہ ۱۶۱ھ		آپ حافظ حدیث تھے۔
امام الشعبی حافظ کوفی رح	غرہ سنہ ۲۸۰ھ		ایضاً
امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۔ سنہ ۹۴ھ	نزدیک مزار حضرت امام حسن رض مدینہ منورہ	آپ کو ولید بن عبدالملک نے زہر دیا تھا۔
خواجہ معروف کرخی رض	۲۔ سنہ ۲۰۰ھ	بغداد	
شیخ ابو مدین بن شعیب الدکالی المغربی الانصاری رح	۳۔ سنہ ۵۹۰ھ		
مولانا برہان الدین بلخی رح	۳	دہلی حوض شمسی	
ابوبکر محمد بن احمد بن جعفر الکتانی المصری المشہور ابن جلاد رض	۳ سہ شنبہ سنہ ۶۴۴ھ		آپ مشہور فقیہ اور متبحر عالم تھے۔ ۷۹ سال کی عمر میں بجاں بحق ہوئے۔

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

تفصیل کے ساتھ بیان کردی گئی ہیں) جو لوگ خدا کا حکم مانتے ہیں) اُنکے واسطے خوشخبری ہے (اور منکروں کو عذاب خدا سے) ڈرانا ہے (اس پر بھی) ان میں سے اکثروں نے منہ موڑ لیا۔ وہ اسے سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف تم ہمکو بلاتے ہو ہمارے دل تو اُس سے پردے میں ہیں۔ اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے۔ ہم میں تم میں (ایک طرح کا) پردہ (حائل) ہے۔ تم اپنی (تدبیر) کرو ہم اپنی (تدبیر) کر رہے ہیں +

اے نبیؐ تم ان لوگوں سے کہدو کہ میں بھی تمہاری طرحکا بشر ہوں (مگر) مجھپر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے۔ پس سیدھے اُسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور اُسی سے گناہوں کی معافی مانگو۔ اور ان لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں اور جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرۃ کا انکار کرتے ہیں۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے۔ اُنکے لیے بڑا اجر ہے جو موقوف ہونے والا نہیں +

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ

(اے حبیبؐ) کہدو کیا تم اُس (قادر قیوم) سے

خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ۝ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ الخ

حٰمٓ السجدہ ع ۲ سپارہ ۲۴

انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین کو پیدا کیا اور تم اس کا (دوسروں کو) شریک بناتے ہو وہی (ایک خدا) سارے جہان کا پروردگار ہے اور اسی نے زمین میں اسکے اوپر سے پہاڑ گاڑ دیئے اور اس میں برکت دی۔ اور اسی میں اسکی خوراکیں ٹھیرا دیں۔ پوچھنے والوں کے لیئے چار دن میں پورا ہوا۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور وہ (اسوقت) دھواں تھا۔ پھر اس (دھوئیں) اور زمین کو حکم دیا کہ تم دونوں آو۔ خوشی سے آو یا زبردستی سے آو۔ دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ اسکے بعد دو دن میں اسکے سات آسمان بنائے اور ہر ایک آسمان میں اسکا حکم نازل فرمایا۔ اور ورلے آسمان کو ہم نے چراغوں سے سجایا۔ اور (سجانے کے علاوہ) حفاظت کے لیئے بھی۔ یہ خدا کے باندھے ہوئے ہیں جو زبردست اور دانا ہے۔ پس اگر اب بھی سرتابی کریں تو ان سے کہدو کہ جیسی کڑک عاد و ثمود پر ہوئی تھی۔ اسیطرح کی کڑک سے میں تم کو بھی ڈراتا ہوں +

سردار عتبہ قرآن شریف کی مندرجہ بالا آیات نہایت محویت کے ساتھ سنتا رہا۔

جب آنحبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت فان اعرضوا فقل انذرتکم الخ کی تلاوت فرمائی تو عتبہ کو سننے کی تاب نہ رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ بس ہم پر رحم کرو۔ عتبہ آپکے پاس سے اٹھکر قریش کے پاس آیا۔ کفار قریش نے سردار عتبہ سے دریافت کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہاری باتوں کا کیا جواب دیا؟

عتبہ نے کہا۔ میں ایسا کلام سنکر آیا ہوں جو نہ جادو ہے نہ کہانت۔ اور نہ محمدؐ شاعر ہے نہ مجنون۔ میری رائے تو یہی ہے کہ تم محمدؐ سے کچھ تعرض نہ کرو اسکو اُسکی حالت پر چھوڑدو۔ لوگوں نے یہ سنکر کہا کہ عتبہ پر بھی محمدؐ کا جادو چل گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

جب کفار قریش کو اس لالچ کی تدبیر میں کامیابی حاصل نہوئی تو پھر یہ چال چلے کہ سب ملکر آپکے چچا ابوطالب کے پاس جمع ہوئے۔ اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے بھتیجے ہیں۔ تم اِنکے حامی ومددگار رہو۔ تم جانتے ہو کہ یہ علی الاعلان ہمارے بتوں کی توہین کرتے ہیں۔ اور جن چیزوں کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔ اُنکی پوجا سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ آپ انہیں سمجھادیں کہ اب اس توہین وتذلیل سے باز آجائیں۔ اور چپ رہیں ورنہ ہم اُنہیں قتل کرڈالیں گے۔ اور اگر تم سمجھا نہیں سکتے تو اُنکو ہمارے حوالے کرو۔ اگر تم اسپر بھی رضامند نہیں ہوتے تو لڑائی کے لیے تیار ہوجاؤ۔ اور تم بھی اُنکے ساتھ ہوجاؤ تاکہ ہمارے اور تمہارے درمیان اس امر کا فیصلہ ہوجائے۔ کفار یہ دھمکی دے کر چلے گئے۔

ابوطالب نے اُسوقت قریش کو مناسب جواب دے کر ٹال دیا۔ لیکن جب کفار نے آنحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بعد بھی تبلیغ اسلام میں سرگرم پایا اور ابوطالب سے شکایت کرنے کا کچھ اثر نہ دیکھا۔ بلکہ یوماً فیوماً اسلام ترقی ہی کرتا رہا

تو قریش نے پھر ابوطالب سے کہا: اب ہم اس سے زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔ ہمارے صبر و سکون کی انتہا ہو چکی۔ اب تم اپنے بھتیجے کے ساتھ ہو جاؤ تاکہ ہمارے تمہارے درمیان اس کے بعد قطعی فیصلہ ہو جائے ۔

کفار کی اس دھمکی سے ابوطالب گھبرائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلایا اور قریش مکہ کی دھمکی کی خبر سنائی۔ اور کہا کہ تمام قریش لڑائی اور جنگ پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ میں اکیلا تن تنہا سب کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہی مناسب ہے کہ تم اپنے آپ اور مجھکو ہلاکت سے بچاؤ اور بت پرستی کا رد نہ کیا کرو۔ اور مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کی میں برداشت نہ کر سکوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا کہ اے میرے چچا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر تب بھی میں اپنے فرض کی ادائیگی سے نہ ہٹوں گا ۔

یَا عَمَّاہُ لَا اَتْرُکُ ھٰذَا الْاَمْرَ	اے میرے چچا! میں اس کام کو نہ چھوڑونگا
حَتّٰی یُظْھِرَہُ اللّٰہُ اَوْ اَھْلِکَ فِیْہِ	یہاں تک کہ خدا تعالیٰ حق کو ظاہر کر دے یا میں
(تاریخ ابن خلدون۔ سیرۃ ابن ہشام)	اس کام میں اپنی جان دیدوں ۔

یہ جواب دیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹنے لگے تو آپ کی استقامت صبر و استقلال دیکھکر ابوطالب نے کہا۔ یا ابن اخی! اے میرے بھتیجے! جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کہو۔ خدا کی قسم میں کبھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا ۔

پھر بنی ہاشم کو جمع کر کے ایک جلسہ کیا۔ اور مکے کے کافروں کی دھمکی کا ذکر سنایا اور کہا کہ ہمیں کسی طرح یہ مناسب نہیں ہے کہ بہادر اور شریف آدمی کو دشمن کے حوالے کر دیں۔ یہ ہمارے خاندان کا باعث فخر ہے۔ سب نے یہ سنکر بالاتفاق مصمم ارادہ کر لیا کہ اس خوفناک وقت میں جو (خدانخواستہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر آنے والا تھا۔ سب ملکر آپ کے ساتھ رہیں گے۔ اور آپ کی مدد کریں گے +
لیکن ابوجہل آپ کا حقیقی چچا اپنی قوم بنو ہاشم سے علیحدہ ہو گیا۔ اور دشمنوں کے ساتھ جا ملا +

اسلام حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبوت کے چھٹے سال ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا کی طرف تشریف لیگئے۔ ابوجہل بھی وہاں پہنچگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں دین اسلام کی توہین کی۔ آپ نہایت صبر و استقلال سے ابوجہل کے نا ملائم کلمات سنتے رہے۔ سب و شتم کے بعد ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو پتھر سے زخمی کر دیا +

اس واقعہ کے بعد فوراً ہی آپ کے چچا حضرت حمزہ رضہ تیر و کمان لیے ہوئے اس طرف آنکلے۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے کل واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت حمزہ رضہ جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے محض قرابت کے جوش میں ابوجہل کے پاس پہنچے اور اسی طیش کی حالت میں ابوجہل کے سر پر اس زور سے کمان کھینچکر ماری کہ وہ زخمی ہو گیا یہ قریش کی جماعت میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت حمزہ رضہ نے بال پکڑ کر گھسیٹ لیا اور فرمایا کہ اے کمبخت تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نا شائستہ الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ میرے بھتیجے کو تکلیف و اذیت پہنچاتا ہے +

اسکے بعد حضرت حمزہ رضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا کہ اے بھتیجے! میں نے تیرے دشمن ابوجہل سے بدلہ لیلیا ہے۔ تم کو اس بدلے پر خوش ہونا چاہیئے +

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چچا! میں تو اسوقت خوش ہوں گا

جب آپ مسلمان ہو جائینگے - میں انتقام لینے سے خوش نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسیوقت مسلمان ہو گئے - (ابن خلدون)

اسلام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت امیر حمزہ رضؓ کے چند دن کے بعد حضرت عمر رضؓ مشرف باسلام ہوئے اُنکے ایمان لانے کا باعث یہ ہے کہ یہ بہت بڑے بہادر اور شجاع تھے اپنی بہادری کے بھروسے پر ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کرکے گھر سے نکلے مسلح اور ہتیار بند دیکھکر لوگوں نے پوچھا کہ اے عمرؓ! آج کہاں جاؤ گے! حضرت عمرؓ نے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ٭

لوگوں نے کہا کہ اے عمر! پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن (فاطمہ رضؓ بنت الخطاب) اور تمہارے بہنوئی (سعید بن زید) مسلمان ہو گئے ہیں اور خبابؓ ابن ارتؓ اُن دونوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیتے ہیں ٭

حضرت عمر بن الخطابؓ یہ سنتے ہی اپنی بہن کے گھر گئے۔ اور اپنی ہمشیرہ اور بہنوئی کو اسلام لانے کی پاداش میں اسقدر مارا کہ خون بہنے لگا۔ اُسوقت آپ کی بہن بی بی فاطمہؓ بنت الخطابؓ نے کہا:-

قَدْ اَسْلَمْنَا وَ تَابَعْنَا مُحَمَّدًا ۔ بیشک ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور محمدؐ کے تابع فَافْعَلْ مَا بَدَا لَکَ ٭ ہو گئے۔ اب تمہیں جو مناسب جان پڑے سو کرو

حضرت عمر رضؓ کو آتے دیکھکر خباب بن ارتؓ مکان میں چھپ گئے تھے اس کلام کے سنتے ہی خباب بن ارتؓ مکان کے گوشے سے نکل آئے اور حضرت عمرؓ کو نصیحت کرنے لگے۔ قرآن مجید سورہ طٰہٰ کا پہلا رکوع پڑھکر سنایا ٭

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے
طٰهٰ ۚ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى ۙ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى ۙ تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ؕ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ۝ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝ الخ	طٰہٰ! ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ تم (اس قدر) مشقت اٹھاؤ۔ مگر (یہ قرآن) نصیحت ہو اُس کے لیے جو (خدا سے) ڈرتا ہے (یہ) اُس (خدا) کا اُتارا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا۔ وہ رحمٰن ہے جو تخت کے اوپر قائم ہی اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اور جو کچھ خاک کے تلے ہی اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ آہستہ اور زیادہ مخفی بات کو بھی جانتا ہے وہی اللہ ہے کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں، اُسے سب نام اچھے ہیں ؛ الخ
(طٰہٰ ع ۱ پارہ ۱۶)	

حضرت عمرؓ قرآن سُن رہے تھے۔ اور خوفِ خدا سے کانپ رہے تھے بے اختیار آنسو جاری تھے۔ بیتابانہ کہہ اُٹھے كَیْفَ تَصْنَعُوْنَ اِذَا اَرَدْتُّمُ الْاِسْلَامَ (جب تم مسلمان ہونا چاہتے ہو تو کیا کیا کرتے ہو) خباب بن ارتؓ نے طہارت سکھائی، وضو کرایا اور حضرت عمرؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالہام الٰہی معلوم ہو گیا۔ آپؐ مکان سے باہر تشریف لے آئے۔ اور حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، ای ابن خطابؓ کیسے آئے ہو؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں مسلمان

ہو کر آیا ہوں (اللہ اللہ یہی وہ عمر رض ہیں جو گھر سے قاتل بن کر نکلے تھے قرآن کی تعلیم نے وہ اثر کیا کہ سچے جاں نثار بن گئے اور فاروق لقب پایا) +

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے علانیہ کلمہ شہادت پڑھا اور سچے مسلمانوں میں داخل ہو گئے +

مسلمانوں کو ان کے اسلام لانیسے بہت بڑی تقویت ہو گئی - یہ وہی بزرگ ہیں جنکے مشرف باسلام ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ میں دعا مانگا کرتے تھے :-

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَدِ الْعُمَرَیْنِ + اے خدا! اسلام کو دونوں عمروں میں سے ایک کے اسلام لانے سے عزت دے +

آپ کی مراد عمرین سے حضرت عمر بن الخطاب رض اور عمر بن ہشام یعنی ابو جہل تھی - (ابن خلدون) +

جسوقت حضرت عمر رض اسلام لائے - اسوقت مسلمان نہایت کمزور تھے کعبہ میں نماز نہ پڑھنے پاتے تھے مشرکین مکہ بے حد تکلیف و ایذا دیتے تھے جیساکہ مذکور ہوا +

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کعبہ میں نماز پڑھنے کی درخواست کی - آنحضرت نے فرمایا کہ ابھی مشرکین کا زور ہے مسلمان کم ہیں اور کمزور +

حضرت عمر رض نے اسکے جواب میں عرض کیا کہ اسلام سچا ہے یا مشرکین کا مذہب؟ آنحضرت نے فرمایا کہ ہمارا مذہب سچا ہے - پھر حضرت عمر رض نے دریافت کیا کہ خدا ہماری مدد کرے گا یا کفار کی - آنحضرت صلعم نے جواب دیا کہ ہماری مدد کریگا - اسوقت حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کفار تو اپنے

آنکھوں کا سچّا علاج

اناڑی اور جاہل دوافروشوں نے ہزاروں سرمہ اور انجن کے اشتہار دے رکھے ہیں وہ
آنکھ کی تشریح سے اصلا واقف نہیں ہیں اُنہیں خبر ہی نہیں کہ آنکھ کس قدر طبقے ہیں کتنی
رطوبتیں ہیں۔ طبقہ جودہ کیا چیز ہے نور آنکھ میں کہاں سے آتا ہے۔ کیونکر پیدا ہوتا ہے
ثقبہ عینیہ کیا ہے جس سے آنکھ میں پانی اتر آتا ہے نہ کتاب میں پڑھا نہ ہاتھ سے یہ کام کیا اس لیے
یہی حالت مریضوں کی بگڑ گئی ایسے شہر آشوب اور طوفان بے تمیزی میں کسی دوا کا اشتہار
دینا اپنا اور اپنی دوا کا وقار کھونا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ ابھی دنیا میں علم و ہنر کے قدردان
باقی ہیں شائقین سلیم سے خالی نہیں ہے اور سچی دواؤں کی حاجت ہے اس لیے مختصر اً عرض
کرتا ہوں۔ کہ یہ دوا مجھے جناب حاذق الملک حکیم محمد عبد المجید خاں صاحب دہلوی مرحوم و مغفور
نے بتائی تھی میں اپنے مطب میں تیئیس برس سے برابر آزماتا رہا ہوں یہ آنکھوں میں پانی اترنے
کو جسے نزول الماء کہتے ہیں۔ اور دھند جالا پڑبال۔ رتوندہ کو ازبس مفید ہے جب آنکھوں کے
سامنے بھنگے اُڑتے دکھائی دیں سمجھ لیجیے کہ پانی اُترنے والا ہے یہ دوا منگائیے اور استعمال
فرمائیے۔ پانی ہوگا تو رک جائیگا۔ اور آنکھ صاف ہوجائے گی

قیمت دوا فی ماشہ ایک روپیہ ایک مریض کے لیے ایک ماشہ دوا کافی ہوگی محصول بذمہ خریدار

پتا حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلوی علی گڑھ۔ ترکمان دروازہ

درِ بے بہا آئینہ باصفا یہ کتاب مولانا حکیم محمد علی مرزا بیگ صاحب رسول شاہی نے مذہبی تحقیقات کے طور پر لکھی ہے
مذہب اسلام پر جو آریوں وغیرہ دیگر طرف سے حملے اور اعتراض کئے جاتے ہیں ان کے اس
میں مدلل جواب دیئے گئے ہیں اور اسلام کی صداقت اور برتری کو عمدگی سے ثابت کیا گیا
ہے چھپائی نہایت دلچسپ صوفیانہ شئی ہے ۵ م صفحہ قیمت ۵ علاوہ محصول۔ منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

مختصر فہرست کتب دکان غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک دہلی

اتحف العارفین مصنفہ مولوی سرفراز علیشاہ صاحب مرحوم - یہ کتاب تصوف میں نہایت عجیب و غریب ہے جسمیں تصوف کی ہر قسم کی باتیں دستیاب ہوتی ہیں اسمیں یہ مضامین ہیں - اسلام میں تصوف نے کب سی جگہ پائی - تصوف کے کتنے طریق نکلے - تصوف نے علمی اور عملی طور پر کیا کام کئے - تصوف کیا چیز ہے - تصوف اور فلسفہ - علامات مرشد کامل آداب حقوق پیر کا بیان - مرید کے توبہ کرانے کا طریقہ توجہ دینے کا طریقہ فضیلت کا ذکر - نفی اثبات کا بیان - ذکر جہر - ذکر اسم ذات ذکر خفی مراقبات کا طریقہ مراقبہ احدیت - دائرہ امریت - مراقبہ قومیت - مراقبہ توحید وصفائی مراقبہ فنا وبقا مراقبہ اولوالعزم مراقبہ حقیقت محمدی - بیان کشف واقعۃ النبوت - ذکر چار پیر چودہ خانوادہ ذکر سلسلہ نقشبندیہ - سلسلہ چشتیہ خواجہ معین الدین چشتی سرہٗ العزیز کا ذکر شغل لباطا - یہ وہ شغل ہے جو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کو واسطہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچا تھا - اور خواجہ بزرگ کو اسی شغل کی برکت سے معراج معنوی ہوئی تھی اور ماسوا اسکے اور باتیں بھی عمدہ عمدہ درج ہیں قیمت صرف ۸ر

گلدستہ گلشن فقیری اسمیں ہر ایک خاندان قادریہ چشتیہ سہروردیہ اور جملہ خانوادوں کے سینکڑوں اولیاء اللہ کا نام معہ حالات پیدایش وطن ومزار وتاریخ وفات بقید سلسلہ درج ہیں قیمت ۴ر

مجالس حسنہ ملفوظات فارسی جناب حضرت خواجہ حسن محمد صاحب چشتی جمع فرمودہ حضرت مظہر اللہ التمام الصمد خواجہ محمد صاحب چشتی قیمت تین آنے ۳ر

جامع السعادات اردو ترجمہ منبہات ابن حجر عسقلانی منفعت سماعت ملواز وعظ ونصائح تالیفات جناب مولانا مولوی قطب الدین احمد صاحب دہلوی - یہ کتاب مولویوں اور واعظوں اور تمام لوگوں کے واسطے اخلاق کی بہت عمدہ کتاب ہے قیمت ۱۰ر

تحفہ سبحانی ترجمۃ الفتح الربانی والفیض رحمانی یہ کتاب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ملفوظ مبارک ہے مصر میں بزبان عربی چھپا تھا اب اردو میں چھپ گیا ہے اسمیں اعلیٰ درجہ کی نصائح ووعظ وتقریرین درج ہیں آپ کے اس کتاب کے مضامین سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے عجب وغریب کتاب ہے قیمت (۱۲ر

یورپ مین غیبی تلوار

توپین چلنے لگین۔ بندوقین برسنے لگین۔ تلوار میان سے نکل آئی۔ دل دھڑکتے ہین آنکھیں انجام کار دیکھنے کے لیئے بیقرار ہین۔ آؤ دیکھو۔ رسالہ فیضان سنوسی مین سب کچھ لکھا ہی۔ جو ہو رہا ہے مدت پہلے بتا دیا گیا تھا جو ہو گا وہ بھی بتا دیا ہی۔ زیادہ نہ کہو آؤ۔ کتاب منگاؤ اور پڑھ لو۔ قیمت ۶ر محصول الگ ہے +

فیضان سنوسی کے پہلے دو حصے بھی پڑھو۔ پڑھ چکے ہو تو دوبارہ پڑھو تاکہ سلسلہ یاد آجائے۔ اِن دونوں کی قیمت صرف ۸ر ہے محصول ڈاک علاوہ +

غم اور مصیبت مین خدا کو یاد کرو۔ "پیغمبری اشارہ کی اردو دعائین" پڑھو قیمت ۲ر

اپنی اسلامی برادری کو یاد کرو جو مصر شام و حجاز مین بستی ہی اُنکی صورتین اور مسجدین اور پرانی عمارتین دیکھو۔ یہ سب سفرنامہ با تصویر مین ہین جسکو مینے اور تمہارے لیئے چھپوایا قیمت ۱۲

مشکلات مین خدا کو یاد کرو۔ حزب البحر کا وظیفہ ہر دشواری کو آسان کرتا ہی۔ ہر بیماری کو دور کرتا ہی۔ قرضے ادا کراتا ہی غیبی برکتیں عطا کرتا ہے بچھڑونکو ملاتا ہی۔ ہر شخص ۸ر میں اسکو پاتا ہی +

عید کی خوشی میں جی لگاؤ۔ خدا کی بخشی ہوئی نعمت کو ظاہر کرو۔ اور رسول کی عیدی بچوں کو عورتوں کو دوستوں کو بانٹو قیمت ۲ر +

جگر کے کباب کھانے ہوں پکے ہوئے زخموں کے لیئے نشتر منگانے ہوں۔ بھولے ہوئے دلکو دنیا کے انجام دکھانے ہوں تو میرے مضامین کا مجموعہ منگاؤ قیمت ۱۲ر +

طوطی ہند حضرت امیر خسرو رح کے حالات و کلام کی بہار دیکھنی ہو تو سیر ہوی نامہ منگاؤ عبارت میں شیرینی ہی ہر فقرہ میں رنگینی ہی قیمت ۳ر + اِن سب کے بعد دل کی مراد ہی ۱۰ر میں۔ ہندو دیدانت کا افسانہ ہی ۸ر میں + **کارکن** حلقہ نظام المشائخ **دہلی** کو لکھنا مجھسے منگانیکی ضرورت نہیں +

حسن نظامی

ونیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ کی مسرت مجھ کو درکار ہے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۲۱

جلد ۱۱ — نمبر ۵

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی مسرت و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۱۲ ششماہی ۸

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی۔ کوچہ چیلاں

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر۔ محمد الواحدی

جرمنی تباہی

کا صاف صاف ذکر تو کسی کتاب میں نہیں ہے لیکن حکیم جاماسپ کی پیشینگوئیوں میں آپکو اور بہت سے آنیوالے انقلابات کا پتہ ملیگا۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں ــــ محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

ان پیشینگوئیوں کا ملا محمد الواحدی صاحب نے سلیس اردو ترجمہ کر دیا ہے قیمت صرف ۳ ر

اسیطرح حضرۃ خواجہ حسن نظامی کی تینوں کتابیں بھی قابل ملاحظہ ہیں (۱) شیخ سنوسی قیمت ۲ ر (۲) کتاب الامر قیمت ۴ ر (۳) فیضان سنوسی قیمت ۶ ر۔ مجموعی قیمت علاوہ محصولڈاک ۱۲ ر

حق کی فتح

آجکل کی پریشانیوں کے زمانہ میں لوگ اللہ والوں کی طرف کھنچنے لگے ہیں اور انکی پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ آپ ہم سے **بزم فرید** منگا کر پڑھیئے یہ راحۃ القلوب کا بہترین ترجمہ ہے۔ راحۃ القلوب میں حضرت سلطان نظام الدین محبوب اولیاء نے حضرت بابا فرید الدین گنجشکر کے ملفوظات اور انکے حالات جمع کیے ہیں اسکے مطالعہ سے بڑی تسکین ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے گویا آپ کسی قطب الاقطاب کے سامنے بیٹھے فیض حاصل کر رہے ہیں۔ مترجمہ ملا محمد الواحدی ضخامت ۱۱۶ قیمت ۸ ر

چند دن بعد کیا ہوگا؟ یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جسمیں وہ باتیں درج ہیں جنکا کان میں پڑا رہنا خالی از فائدہ نہیں ہے قیمت ۲ ر

مجموعہ مضامین خواجہ حسن نظامی قیمت صرف عہ **بیان خسرو** یعنی سوانح عمری حضرت امیر خسرو رح از علامہ شبلی قیمت ۱۰ ر **سفرنامہ** باتصویر مصر و شام و حجاز خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت ۔ **خون شہادت کے دو قطرے** قیمت ۳ ر **اڈیٹر کا حشر** از مولوی ظفر علیخان قیمت ۱ **اسلام کی برکتیں** قیمت ۳ ر **مینیجر** نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجیے۔

فہرست مضامین

جلد ۱۱ | رسالہ نظام المشائخ بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ | نمبر ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظام المشائخ

شذرات

اسباب حرب

بلاد غربیہ میں اس وقت ایک ہولناک آتش جنگ مشتعل ہو رہی ہے جس کی گرما گرم خبریں روزانہ اخبارات کے ذریعہ خاص و عام کو معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ لوگ انکی نسبت طرح طرح کی پیشگوئیاں اور طبع آزمائیاں کرتے ہیں اس امر پر بحث میں عموماً تین باتیں زیادہ تر قابل غور ہوتی ہیں:۔ (۱) دول یورپ کی اس پُرخطر آویزش کی وجوہ۔ (۲) جنگ کے نتائج (۳) درمیانی واقعات پر جرح قدح۔ لیکن ہماری رائے میں نتائج کی نسبت انکلیں لگانا تو قبل از وقت ہے اور اطلاعات موصولہ کے بارے میں رائے زنی کرنا ایک بے بنیاد گپ۔ کیونکہ میدان کارزار کی صحیح صحیح خبریں ہی ہم تک ساری کسی ذریعہ سے نہیں پہنچتیں لہٰذا ہمیں صرف اسباب حرب کے متعلق کچھ کہنا ہے۔

اہل ظاہر کے نزدیک

شرکار جنگ کے باہمی سیاسی تعلقات کا بھی اگرچہ اس لڑائی میں بہت کچھ دخل ہو۔

لیکن ہمیں مادی اسباب سے کیا غرض ہمکو تو دیکھنا اور دکھانا یہ ہے کہ روحانی طور پر اس حشر خیز کشت و خون کا باعث کون سے امور ہو سکتے ہیں؟ اور انہیں پیش نظر رکھکر آج دنیا کیا کچھ سبق عبرت حاصل کر سکتی ہے۔ ایک طرف پولیٹکل پیچیدگیوں کو اس جہاں سوز فتنہ عظیم کا ذمہ دار ٹھیرایا جاتا ہے تو دوسری طرف بعض صوفی منش بزرگوں کو ہم نے یہ بھی کہتے سنا کہ اے میاں! اس لڑائی کے اسباب اور کیا ہوتے ہیں میاں (اللہ میاں) کے کارخانے بڑے عجیب ہیں۔ جب ملکوں کی آبادی حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ زمین ان پر تنگ ہونے لگتی ہے تو وہ (تعوذ) یوں ہی اس کی کاٹ چھانٹ کرتے رہتے ہیں کہ قسم قسم کی وبائیں بھیجدیں۔ کچھ انکی بھینٹ چڑھ گئے۔ آپس میں کٹا چھنی کرا دی۔ ہزاروں لاکھوں اس میں توپ و تفنگ کے گھاٹ اتر گئے۔ غرض اس طرح سے آبادی کی باڑی چھنتی رہتی ہے اور مخلوق اپنی تعداد میں اندازہ واجبی سے متجاوز نہیں ہونے پاتی وغیرہ یہ خیال ایک لطیفہ کی حیثیت سے تو خیر کسی حد تک لگو لگتا ہے۔ لیکن کتاب پاک کی نصوص صریحہ اس کی تائید نہیں کرتیں۔ چنانچہ سورۃ العنکبوت میں فرماتے ہیں "ان ارضی واسعۃ" (میری زمین بڑی فراخ ہے) گویا بندے صلح کاری و پرہیزگاری سے رہیں تو عرصہ دنیا انکے لیے تنگ نہیں ہو سکتا اور شمار خلائق کی تعدیل کے لیے جس قطع و برید کی ضرورت تھی اس کے واسطے موت فوت کا قدرتی سلسلہ ہی کافی ہے جو دست قضا و قدر نے بڑی حکمت بالغہ سے وضع فرمایا ہے۔ پھر اس تنگ خیالی سے خدا تعالےٰ کی بے تھاہ ربوبیت و رزاقیت کی بھی کسر شان لازم آتی ہے۔ کیا معنی؟ خالق اکبر ایک معینہ تعداد مخلوق کی رزاقی و پرورش پر تو قادر ہے مگر اس سے زیادہ کو پالنے کی اس کے خزانوں میں گنجائش نہیں (معاذ اللہ منہا) حالانکہ وہاں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہمارے پاس ہر شے کے بے انتہا خزانے ہیں (الحجر ۲) پس

ظاہری حالات کی تہ میں

اس جنگ کے اصلی اسباب کچھ اور ہی ہیں جن کی طرف مادی طبائع کا خیال بھی منتقل نہیں ہو سکتا۔ مگر قبل اس سے کہ ہم اپنی ناچیز عقل و فہم کے مطابق ان اسباب کی

توضیح کریں یہ تبلانا ضروری ہوگا کہ کیوں اہل ظاہر اُن نہاں در نہاں وجوہ و حکمت کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ دیکھو خدائے حکیم و قدیر نے مختلف محسوسات کے لیے مختلف حواس عنایت فرمائے ہیں تو جس طرح ہم آنکھ سے چکھنے کا اور کان سے سونگھنے کا یا زبان سے سننے کا کام نہیں لے سکتے اسی طرح بہت سے اسرار قدرت ایسے بھی ہیں کہ انسان کے تمام حواس ظاہری ملکر بھی ان کی کنہ کو نہیں پا سکتے کیونکہ دراصل خدائے تعالےٰ نے انکی تُوہ لگانے اور بھید پانے کے لیے ایک جداگانہ اور ان سب حواس سے نرالا ہی ذریعہ رکھا ہے جسے ہم ایمانی فراست اور بصیرۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ ایک قانون قدرت سمجھو یا سنت اللہ کہ جو لوگ سفلی اسباب وعلل کے چکر میں پڑکر نہ صرف دنیا و مافیہا بلکہ سارے ہی خدائی کاروبار کو اپنی عقل ناقص اور فہم نارسا کے مطابق اُنہی اسباب کے ماتحت سمجھنے لگتے ہیں اُنکی نظر روحانیت کے نظام اعلیٰ تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ یہ لوگ معذور ہیں یا فریب خوردۂ نفس کہ الٰہی تصرفات کے نامتناہی کارخانہ کو اپنی بے حقیقت و محدود معلومات و مسلمات کے پیمانے سے ناپتے ہیں۔ ہمارے کلام مجید سے تو جا بجا اس کا پتہ چلتا ہی ہے لیکن دیگر

کتب سماوی کی شہادت

بھی پے در پے یہی یاد کراتی ہے اور اہل باطن کی بصیرۃ و فراست بھی یہی سمجھاتی ہے کہ اس قسم کے عالمگیر حوادث حرب و ضرب جو دنیا کی تباہی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں صرف ظاہری وسطحی اسباب کے نتائج نہیں ہوا کرتے بلکہ خلق اللہ کی غفلت و معصیت اور خدا فراموشی و سرکشی اُن اسباب کے پس پردہ اپنا کام کرتی ہوتی ہے۔ جیسے بندوں کی تقوےٰ شعاری اور طاعت گزاری اللہ تعالےٰ کے فضل و رحمت کی جاذب مانی گئی ہے ٹھیک اُسی طرح سیئات اعمال عذاب الٰہی کے محرک ہوتے ہیں اور عذاب الٰہی ہمیشہ زلزلوں۔ طوفانوں اور وباؤں وغیرہ آفات ارضی و سماوی کی ہی شکل میں نہیں بلکہ

جنگ کے رنگ میں

بھی بارہا نمودار ہو کر سرکشوں اور خدا فراموشوں کو

تسن نہیں کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا غیور کا زبردست ہاتھ اس طرح سے نافرمان و زیاں کار مجرموں
کو ایک دوسرے پر مسلط کرکے یہ دکھلا دیتا ہے کہ تمہاری اعلیٰ سے اعلیٰ تدابیر و ترقیات جو اپنے
خالق و مالک سے بے اعتنائی اور طغیان و تمرد اختیار کرکے ظہور میں آتی ہیں یوں تمہارے اپنے
ہی ہاتھوں نہ فقط اس جہان میں تباہی کا بلکہ دارین میں خسر الدنیا والآخرۃ کا موجب ہو سکتی
ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ تمام عبرت خیز نظارے اور نصیحت آمیز سبق جو مادر گیتی وقتاً فوقتاً پیش کرتی ہے
محض ان کے لیے مفید ہو سکتے ہیں جنہیں ابھی قید ہستی سے رہائی نہیں ملی۔ وگرنہ جن کا اس سے
قطع تعلق ہو چکا ان کے واسطے ایسے امور کا نفع و ضرر کیا عدم و وجود ہی برابر ہے پس حیف ہے
اگر وہ بھی جن کے لیے سب کچھ ہوتا ہے اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ صاحبو! اصل میں

غفلت کے پردے

جو نفلی ترقیات نے آنکھوں پر ڈال رکھے
ہیں ظلوم و جہول انسان کو کچھ سوجھنے نہیں
دیتے۔ اگر یہ پردے کسی طرح اٹھ جائیں تو معلوم ہو کہ وہ صرف فانی اغراض کے لیے اتنے عظیم الشان
بار امانت کا حامل نہیں ٹھیرا تھا جس کے اٹھانے سے ارض اور سموات تک نے کانوں پر ہاتھ
رکھے اور صاف انکار کر دیا کہ اس بار امانت کا اٹھانا ہمارے بس کا روگ نہیں۔ وہ غایت مقصود
کیا تھی جس کے واسطے حضرت انسان اس امانت کے اہل قرار پائے! یہی کہ دنیا میں
رہ کر اپنے مولا کے ساتھ رشتہ صحیح قائم کرینگے۔ قوی تعلقات رکھیں گے تعظیم لامر اللہ
و شفقت علیٰ خلق اللہ کو ہمیشہ مرعی رکھکر حق خلافت ادا کرینگے۔ اور خالق و مالک کے حسب منشا
تقویٰ اور خشیت اللہ کی زندگی بسر کرکے دونوں جہان میں دو جنتوں کے وارث بنیں گے
کما قال تعالیٰ ولمن خاف مقام ربہ جنتان اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے یعنی عقبیٰ کی
باز پرس سے ڈرا اس کے لیے یہاں بھی جنت ہے اور وہاں بھی کیونکہ دار آخرت کی جنت تو حسن عمل
کے صلہ میں ملے ہی گی مگر اس احکم الحاکمین کی مرضی پر چلکر یہ چند روزہ زندگی بھی تلخی و نامرادی
میں نہیں کٹے گی بلکہ سکینت قلب۔ شانتی۔ سکھ اور چین سے ہی گزرے گی گویا جیتے جی

جنت کی متاعِ نقد ثبوت ہو گی اس بات کا کہ وہاں کے وعدے بھی جھوٹے دم دلاسے نہیں

لیکن افسوس

آج اہلِ دنیا اور خاصکر مغرب کے مادہ پرست لوگ فانی چیزوں کی چمک دمک پر فریفتہ اور نفسانی جذبات میں اندھے بہرے گونگے اور دیوانے ہو کر ان مصالح دین کو بالکل فراموش کر بیٹھے ہیں۔ باوجودیکہ آسمانی پاک نوشتوں کے وارث و حامل ہیں لیکن اپنے من گھڑت آئینِ شائستگی کے سامنے انہیں ہیچ سمجھتے اور نہایت سنگدلی و بے باکی سے پامال کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ جس دنیا کو اپنی امن پسندی صلحکاری و پرہیزگاری سے جنت کا نمونہ بنانا چاہیئے تھا اسی کو نفسانیت ہماہمی اور جوشِ نیہی سے بے قابو ہو کر آپس کی کٹا چھنی کا رزم گاہ قرار دیتے اور اپنی سفلی ترقیات کے مائیناز اسلحہ حرب کی آتش باری سے خاصہ جہنم کا نمونہ دیکھ اور دکھا رہے ہیں۔

ہونی ہو والی ہے

اور مشیت غالب ہمارے اعمال کی پاداش میں جو روزِ بد مقرر تھا اگر خدانخواستہ اس کا وقت قریب آلگا ہے اور دنیا کے لوگ رجوع بحق کا کوئی قرینہ پیش نہیں کرتے تو ظاہر ہے کہ اب یہ عذاب کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتا۔ خدا کے رسول ہزاروں برس پہلے سے اس کی خبر پا کر دنیا کو متنبہ کرتے آئے ہیں کہ انسان کی غفلت و معصیت آخری زمانہ میں یہ رنگ لائے گی تو اندیشہ ہو سکتا ہے کہ موجودہ جنگ ہی بڑھتے بڑھتے بالآخر قیامت کا نمونہ بنجائے اور دنیا پر انقلابِ عظیم کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ پس اگر واقع میں ایسا ہے تو

دنیا کا فرض

ہونا چاہیئے کہ ان ہولناک حوادث سے آیندہ کے واسطے سبقِ عبرت حاصل کرے اور سمجھے کہ خدا سے صلح کرنے اور اُس کی مرضی پر چلنے کے بدون وہ کسی طرح چین سکھ سے نہیں رہ سکتی وہ حقیقی عافیت کیا ہے؟ صوفی مشرب کے ثمرات اور اسلامی زندگی کے برکات۔ صوفی ازم کا عطر یہی ہے کہ بندہ اپنے مولیٰ کا ہو رہے کسی حال میں اس کے احکام اور اُسکی رضا و تفضلات سے منہ نہ موڑے۔ اسی کو مسلکِ اسلام کہتے ہیں۔ یہی اپنے خالق و مالک کے ساتھ صلح کرنا ہے۔ لیکن تمام اقوامِ عالم یا بلادِ غربیہ کو ہم کیا کہیں اور کس منہ سے کہیں۔ ہم اہلِ مشرق اور

خصوصاً اسلام کے نام لیوا ہی آج کون ہے صوفیانہ پاک زندگی کے نمونے پیش کر رہے ہیں جو دوسروں پر حجت ملزمہ قائم کرنے کے متمدار ہوں اور خدا دانی و خدا ترسی کے شعور میں دنیا کا امام بننے کے منزاوار نصیب کرتیں جو تعلیم کی گئی ہے۔ کہ واجعلنا للمتقین اماما

ایسا کیوں ہے:

ہماری عملی حالت میں کوئی کشش اور قابل فخر خصوصیت نہیں ہے۔ یہی کہ بہت سی طبائع پر خرافات اور دور ازکار بلند پروازیوں نے پاک مذہبی لٹریچر کی جگہ لے لی ہے۔ لوگ تزکیہ نفس کے مشاغل سے غافل ہو گئے ہیں۔ روحانیت کا مذاق قریباً مٹ گیا ہے عملی صوفی مشرب کے اعلیٰ نمونے خال خال رہ گئے ہیں۔ اب ضرورت اور اشد ضرورت ہے کہ تمام ہی خواہان بنی نوع جان توڑ کوشش سے اس مبارک مشن کو ترقی دیں۔ اور خلق اللہ کو غفلت و معصیت کے ہولناک طوفان سے بچائیں۔ نیز جو پاک نفوس ان اعلیٰ خیالات اور سلامت روی و صلح کاری کے حامی ہیں ان کا فرض اولین ہے کہ وہ دوسروں تک بھی موجودہ خطرناک حالت کے اسباب و نتائج اور اس کے چارہ کار کا پتہ آگاہ کریں۔

ایڈیٹر

دعا اس وقت ہے ہر امن و آسائش کے طالب کی

دعا اس وقت ہے ہر امن و آسائش کے طالب کی
فرو ہو جائے یا رب جلد آتش جنگ مغرب کی

مصیبت دور ہو دنیا سے خونریزی یہ رک جائے
سرافرازی ہو حق کو اور جو باطل ہو وہ جھک جائے

فراغ طبع سے خالق کی طاعت کر سکیں انساں
فساد و فتنہ کم ہو اور سلامت رہ سکے ایماں

ہزاروں سال سے ہم دیکھتے ہیں ڈھنگ دنیا کا
نہیں ہے معتبر واللہ کوئی رنگ دنیا کا

نہ گردوں زمیں کی فتنہ انگیزی نہیں رکتی
بڑھے تہذیب یا سائنس خونریزی نہیں رکتی

غرور اور حرص ہے دنیا میں جڑ ساری برائی کی
قناعت اور طاعت ہے دوا دل کی صفائی کی

دل اصحاب قوت مختلف راہوں کا مالک ہے
غریبوں بیکسوں کا کون ہے اللہ مالک ہے

ایک اُمّتی کا ترانہ

پلا ساقیا ساغرِ سبز مجھے   کہ کرنا ہے ہستی کی رہ طے مجھے   پلا دے وہ جام مئے آتشیں
جو پھک جائے پہلو میں قلبِ حزیں   پلا ساقیا وہ مئے بیخودی   کہ اُٹھ جائے جس سے حجابِ دوئی
پلا دے شرابِ مصفا طہور   کہ گھٹ جائے ہستی کا جس سے غرور   پلا دے وہ جام مئے ارغواں
جو رکھے نہ نخوت کا باقی نشاں   پلا دے وہ مجھکو مئے احمدی   کہ کافور ہو جائے سب خود سری
وہ بست کن لذت افزا شراب   جو تسنیم کوثر کو شرم سے کر دے آب   وہ مے جس سے لوٹ گنہ دور ہو
وہ مے جام دل جس سے پر نور ہو   وہ مے جس کے سائے ہم تشنہ کام   وہ مے ماسوا احمدی کے حرام
وہ مے بہر کر دے جو کونین سے   وہ مے تشنہ کامی نہ باقی رکھے   خریدار جس کے کا ہی سر دوش
وہ مے جس کا [illegible] جمیدوش   وہ مے جس کا ساقی ہی خیر الوریٰ   وہ مے جس کا وارفتہ پیرِ ہدیٰ
وہ مے جس کی مستی صبا ہے صلوٰۃ   وہ مے نشہ جس کا ادائے صلوٰۃ   وہ مے جس کی ہر موج موجِ صفا
وہ مے جس کی مستی میں لغزش فنا   وہ مے میکشوں کو نہ گمراہ کرے   وہ مے میکشوں کے دل آگاہ کرے
وہ مے جس سے آتش جگر کی بجھے   وہ مے سرد دنیا سے جی کو کرے   پلا ساقیا وہ شراب کہن
کہ مستی میں وہ وہ سناؤں سخن   خرابِ شرابِ سخن کر مجھے   ثنا خوانِ شاہ زمن کر مجھے

پلا دے وہ جامِ شرابِ طہور   کہ تحریر کرنا ہے حالِ ظہور

ولادت مبارک

ہو احسن بیچوں پہ جب پردہ شاق   تو رکھکر جیا بونکو بالائے طاق   بغوائے احببت جلوہ نمود
وجود خداوند شد در شہود   خیالے کہ آمد ہماں علم او   گل باغ وحدت عیاں کرد بو
بالاجمال شد شانِ بیچوں صفات   کہ ذات محمد شد آں پاک ذات   ہماں مرتبہ نام وحدت گرفت

گر شیشہ ہائے دوئی را شکست بفرمان شاہ علم سخت بدین جانب آمد اشارات چیست
چہ لوح و قلم عقل کل آمدہ اشارہ ازین ورق گل آمدہ ہموں بازروئے یک تجلی بہم
بتفصیل شد ذات آں ذوالکرم تجلی دگر گرد وار و اح شد چہ بد ذات مطلق بہ تقیید بُد
دگر بارہ اشکال امثال شد ندانی بہ رویار چہ احوال شد سہ بارہ زاجسام تعبیر یافت
ز مطلق بہ تقیید تغیر یافت زگل ہیکل آدم آراست زود زدست خودش آنکہ ربُّ رود
ز روح خودش روح در وے فگند مگر بے تجزی در و گشت بند چہ وجیکہ نورش کائنات
علیہ السلام و علیہ الصلوات نمادند در ارج سیماے او کہ پر نور شد زاں ہمہ اے او
وہی نور ہوتا چلا منتقل زمانہ میں ہوتا رہا مشتعل رہا پاس جس کے طلائی نجات
پیا جس طلب اس نے آب حیات کسی کو چھڑایا کہیں مارسے کسی کو بچایا کہیں دارسے
غرض ایک مدت گزرنے کے بعد بروز ہمایوں و بروقت سعد ہوا ناصیہ پر پدر کے نمود
جو تھا باعث آفرینش وجود رہا بطن مادر میں وہ بعد آزاں نہ لوگوں کی صورت تعین دگراں
بھلا نور کو نقص سے کام کیا ہما کے لیے ہوا عجب دام کیا یہی تھا خیال جہاں آفریں
کہ کہلائیں انسان بایں پیکر یں بھلا بطن مادر و صلب پدر کی حاجت تھی کا ہیکو اے باخبر
کسی نے کہیں نور دیکھا ہی نہ یہاں عقل کے ٹوٹ جاتے ہیں پر یہ منشا تھا اس لیے سبھی متشکل
حکیموں کی حکمت بھی ہو جائے گم تولد کے تھا وقت کچھ ایسا نور ہوئیں کفر کی ساری ظلمات دور
کسی نے عراق و عجم دیکھ لی کسی نے تو عالم ہی کی سیر کرلی پلا ساقیا جام فرحت فزا
کہ ہے سرگرانی صبے سر بلا وہ جام مے بہجت افزا پلا کہ گھٹ جائے جس سے خمار انا
شراب محبت پلا ساقیا مجھے مست و بیخود بنا ساقیا وہ مے دے کہ ہو جس سے عقدہ کشا
کہ لکھنا ہے اب آمد دین پناہ ہو ب سے کھڑے ہوکے آئے منو سر عجز تسلیم کو خم کرو
اگر سامنے آئے کوئی امیر تو تعظیم کو اٹھتے ہونا گزیر بھلا جب شہنشاہ کونین آئے
تو کیونکر نہ ہم ہوں کھڑے اپنی جا یہ مانا نظر ہمکو آتے نہیں تصور میں بھی کیا سماتے نہیں

تخیل کے قائل ہیں خاص و عام   اگر ہم نہ مانیں تو ہیں ناتمام   مگر شرط اسمیں محبت کی ہے
ہے الفت تو مانع ہے پھر کون شے   نہیں ہے جو الفت تو مومن نہیں   یہ فرماتے ہیں سید المرسلیں
نکل جاتی ہے بات سے بات کیا   مگر غور سے اُسکو سونچو ذرا   وہ مدہوش کن ساقیا دے شراب
کہ بیہوش پر کب روا ہے عتاب   وہ جام محبت مجھے دے پلا   کہ تا حق آداب لاؤں بجا
شہنشاہِ کونین پیدا ہوئے   مددگار دارین پیدا ہوئے   نبیوں کے سالار پیدا ہوئے
دو عالم کے سردار پیدا ہوئے   وہ خالق کے محبوب پیدا ہوئے   وہ اللہ کے مطلوب پیدا ہوئے
گرے ساری دنیا کے بت منہ کے بل   گئے کنگرے قصر کسریٰ کے ڈہل   نمایاں ہر اک سمت تھی روشنی
نہ کچھ کفر میں تاب باقی رہی   زباں پہ ہر اک کے اللہ کا نام   بتوں سے تنفر تھا بس لا کلام
ہیں فرماتی اس طرح سے آمنہؓ   کیا جسکا دل حق نے تھا آئینہ   بوقت ولادت منور تھا گھر
ہوا تھا تجلیٔ خورشید جیسے سحر   درود ملائک سے تل بھر نہ تھی   جگہ خانہ پاک میں یا اخی
تھیں روحیں نبیوں کی حاضر تمام   برائے نثار و ادائے سلام   مبارک سلامت کا تھا شور و غل
تھی ہشاش بشاش مخلوق کل   تھیں حاضر وہاں مریم و آسیا   پئے خدمت آمنہؓ قابلہ
یہ تاروں کی حالت تھی بیساختہ   جھکے پڑتے تھے سوئے نور خدا   تھا سجدہ میں سر وقت میلاد کے
بایں فخر یہ حال ہے معجزے   کسی کی ٹھہرتی نہ تھی اک نظر   شہنشاہ کے پاک تر جسم پر
ستر جسم نوری پہ تھا نور کا   برہنہ جسد تھا نہ اُس حور کا   تھے مختون آپ اور بریدہ تھی ناف
بری تھے تعلق سے سرکار صاف   پھر اتنے میں اک نور پیدا ہوا   وہ سرکار کو لیکے چلتا ہوا
پھرا کل جہاں میں کہ سب مان لیں   سبھی اپنے آقا کو پہچان لیں   بہت سارے انّا بلائے گئے
شہنشاہ کی پرورش کے لیے   کسی کا بھی دودھ آپ پیتے نہ تھے   تھے خود آپ واقف ہر اک راز سے
یہ دولت حلیمہؓ کے حصہ میں تھی   جنہیں دیکھکر مسکرائے نبیؐ   وطن کی طرف جب وہ چلنے لگیں
طلب کی سواری وہ عجلت گزیں   تھی وہ ضعف سے سخت بے حال   تھا طرہ بر آں لنگ تھا ان پہ بال
مگر آئی جب شاہ کے روبرو   کیئے تین سجدے بصد آبرو   ہوئے جب سوار [illegible] سلطان دیں

بصد شان و شوکت بصد زیب و زین ۔ وہ گود خوشی سے ہوا تھا یہ حال ۔ وہ کی آن میں طے جو تھی راہ سال
وہ لنگر دنیا اس کا جاتا رہا ۔ پہ ضعف لگا پھر نہ کوسوں ملا ۔ تری گرد پا پر مری جان فدا
زہی طالع خوب بخت رسا ۔ یہ کس کا مقدر کہ محبوب رب ۔ سوار سپہ ہوا ہادی دان عرب
گئی لیکے گھر میں حلیمہ کے گھر ۔ وہ گھر ہو گیا پر ضیا جوں قمر ۔ ہر انعمتوں سے وہ گھر اسقدر
جو خانہ کی خبر سے نہ پیسہ ۔ شہنشاہ کے واسطے پھر وہاں ۔ پڑا اک جھولا بعد زیب و شان
تھے آرام کرتے اسی میں حضور ۔ تھی مامور جھولا ہلانے کو حور ۔ شہنشاہ کا ہاتھ ہلتا جدھر
ادھر ہی کو رخ پھیرتا تھا قمر ۔ پیا کرتے دودھ ایک چھاتی کا شاہ ۔ نہ پیتے تھے دیگر خدا ہی گواہ
یہ شان عدالت یہ انصاف و داد ۔ کہ بچپن میں بھی سب کو رکھتے تھے یاد ۔ جن ایام میں بطن مادر میں تھے
یتیمی کا داغ اپنے دل پر لیے ۔ کٹے عمر سے جبکہ دو چار سال ۔ یسیری نے کی آپ کو پھر نڈھال
کچھ ایام دادا کے ظل میں کٹے ۔ گئے وہ بھی اک داغ فرقت کا دے ۔ چچا نے سہارا دیا بعد ازاں
بالآخر انھوں نے بھی چھوڑا جہاں ۔ کسی سے نہ لکھے پڑھے تھے کبھی ۔ مگر کرتے دیکھے دین باطل سبھی
وہ امی نبی تھے مگر کل علوم ۔ سکھائے تھے ہر اک وہ رب العلوم ۔ وہ امی نبی رحمۃ العالمین
رسول خدا راز حق کا امیں ۔ وہ شاہنشہ عالم و دین پناہ ۔ و پشت و پناہ ہر اک پر گناہ
کلام خدا آپ کی گفتگو ۔ تھی نبیوں کو دیدار کی آرزو ۔ امام الہدیٰ صدر دیوان حشر
شفیع الامم شاہ ایوان حشر ۔ پلا ساقیا بادۂ مشکبو ۔ بخیں اور کچھ دل میں اک آرزو
پلا دے وہ جام شراب الست ۔ کہ ہو جاؤں جس سے میں مخمور و مست ۔ وہ دے بادۂ ارغواں ساقیا
نہ میرا مجھے مل سکے پھر پتا ۔ مے الفت احمدی دے مجھے ۔ پلا میرے ساقی وہی مے مجھے

سراپا

صباحت ملاحت میں یکتائی تھی ۔ کہاں سے مثال آپ کی لائے دہر ۔ وہ تھا آپکا سر نہ چھوٹا بڑا
مگر کل سروں سے بڑا اور پڑا ۔ وہ موئے مبارک سیہ تابناک ۔ کبھی چو طرف سے انہیں کرتے چاک

عجب آپکی مانگ تھی بے گماں — خجل سامنے جس کے تھی کہکشاں — تھے گنتی کے کچھ بال سر میں سفید
اگا دیتے جب تھے تھے ناپدید — کبھی صورتِ وفرہ رکھتے تھے بال — تو کانوں کی لو سے نہ بڑھتی تھی بال
کبھی چار گیسو بنائے حضور — مگر رکھتے کانوں کو باہر ضرور — وہ کیا کان بھی خوشنما کان تھے
حقیقت میں الہام کی کان تھے — وہ سیمائے پر نور عالیجناب — خجل دیکھکر جسکو ہو آفتاب
ابھرنا غضب سے رگِ شاد کا — خجالت سے منہ کرنا فق ماہ کا — وہ ابرو خمیدہ وہ آنکھیں سیاہ
وہ خمیدہ تھا آہو ورشک ماہ — نہ پیوستہ تھے ابرواں آپکے — مگر دور سے دیکھتے پیوستہ تھے
خمار آپکی چشم بیمار میں — وہ تھا جیسے نرگس ہو گلزار میں — وہ آنکھوں میں ما زاغ کی تو تیا
کہ پیسے جا جس سے دل عشاق کا — وہ مژگاں کی بندش وہ تیر و کماں — ادھر تھے جس طرف پلٹے شور اماں
بہت لانبے لانبے تھے پلکوں کے بال — قیافی فرحت کی دیتے تھے فال — وہ رنگِ گل عارض لالہ فام
ہوا آئینہ حیرت سے مبہوت تام — نہ تھا آپکا رنگ گورا مگر — بہت صاف تھا گندمی لے پسر
شبِ تار اور جبر سے تنگ میں — جو سوزن بھی چاہیں تو واں ڈھونڈ لیں — وہ بینی حضرت نہ بالا نہ پست
مگر نور کا اس میں تھا بند و بست — لب لعل سے کیسے تشبیہ دوں — عقیق یمن ہے خذف سے فزوں
چہ دندان عالی کہ سلک گہر — چہ گوہر کہ مستغنی از مال و زر — وہ تھا نور دانتوں پہ پہلے پہر
چمک جاتے تھے جس سے دیوار و در — چہ چاہ زنخداں کہ سیب ذقن — چہ سیب ذقن مونس مرد و زن
چہ گرد رخ پاک و موئے ریش — کہ مہتاب کے ہالہ ہے گرد و پیش — چہ ابروت و ریش رسالت ماب
دو ظرفہ درختانست بر چاہ آب — عجب تھا کلام آپکا دل پذیر — کہ صد ہا کو باتوں میں کرتے اسیر
مگر شانِ ما ینطق تھی پدید — کہ شاہد ہے جس کا کلام مجید — چہ گردن صراحیست تشبیہ او
مصفا و پاکیزہ تر از آب جو — کشادہ تر از عرصہ رستخیز — خوشا سینۂ صاف آں نور بیز
چہ بازوئے سالار بیت الحرام — قوی شد از و دست رب الانام — چہ ساعد چہ آرنج کاسر پنجہ
کہ پیچید ملعون را پنجہ — وہ ساقین پر گوشت بالوں سے پر — شکم صاف و پاکیزہ چوں ضوء در
تھی باریک بالوں کی اک سیر قطار — نہ تھا بال چھاتی پہ پر زینہار — بریدہ تھی ناف آپ کی سر بسر

نہیں دی کسی نے بھی اسکی خبر تھی پشت آپکی صاف پاکیزہ تر نہ تھی اس میں کچھ بھی خمی اے بسیر
دو مونڈھوں کے تھی وسط میں الکلام نبوت کی مہرِ ذوی الاحترام کف دست کے تھی برابر وہ مہر
بہت سرخ تھی ہاں سراسر وہ مہر مسے کیطرح اس پہ جو دانے تھے نہ اخوبِ اقدس ہی اس رانے سے
بقولِ عروضی کمر آپ کی تھی باریک تربال سے اے اخی اگر پوچھئے وہ جو منقول ہیں
تو پتلی کمر تھی سو منقول ہی نہ نکلا تھا پیٹ کمر پر کبھی مجسم تھا نور خدا وہ نبی
تھی پر گوشت سینے و دونوں ران بھی موافق بقیں کے و ساقیں بھی نہ تھا گوشت ایڑی پہ لیکن
تھے پائے مبارک بھی ہموار تر بہت لانبی لانبی نہ تھیں انگلیاں مگر تھیں دراز اور نرم اے میاں
میانہ تھا قد آپکا اے پسر سبھوں سے مگر اونچے آتے نظر یہ ہوتا تھا ظاہر بوقت خرام
بلندی پہ چڑھتے ہیں خیر الانام معطر تھا سارا بدن آپ کا وہ تھی بو پسینہ میں اے باوفا
کسی نیک کے سر پہ رکھتے جو ہات تو سردی پہ کر جاتی یہ خنکی مات وہ خوشبو سے رہتا مہکتا ہوا
دنوں تک مشام وہ بخت سا گذر ہوتا جس راہ سے آپ کا تو کوسوں مہکتا تھا وہ راستہ
جدھر شاہ ہوتے تھے جلوہ فگن سحاب کرم رہتا سایہ فگن

دکن کا مستانہ فقیر عشق چشتی

ظریف

اس نام کا ایک ماہوار رسالہ کچھ عرصہ سے پیرزادہ عبدالرشید بی اے بینڈٹ اندرکشن بی اے پیرزادہ عبدالمجید بی اے ماشاء اللہ تین تین گریجوایٹوں کی اڈیٹری میں لاہور سے شائع ہوتا ہے جس مذاق کو یہ حضرات مضامین لکھتے وقت کام میں لاتے ہیں وہ المزاح فی الکلام کالملح فی الطعام کے تحت میں تو نہیں آتا۔ لیکن ہم اُسے برا نہیں کہتے۔ ہمارے نزدیک سنجیدگی کی حد میں رہتے ہیں اور صرف زندہ دل اصحاب ہی کے لیے نہیں بلکہ روتی شکلوں کے واسطے بھی ہنسنے اور خوش ہونیکا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ تھوڑی تفریح ہر شخص کے لیے ضروری ہے اور یقیناً وہ

دعائے خیر

یہ حقیر تالیف نہایت ادب سے دست بستہ حضور میں غواص بحر معرفت و شناور دریائے طریقت و حقیقت اعلیحضرت مرشدی و مولائی سیدی شاہ احمد میاں صاحب جیلانی مدظلہ العالی خلف الرشید و سجادہ نشین اعلیحضرت قطب الاقطاب مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ پیش کی جاتی ہے۔

بھر بلبل ہدیہ دیگر بدست ما نبود　　بوئے گل در دامن باد صبا پیچیدہ ایم

کمترین شفیع الدین

کٹ جائے وہ زباں نہ جس سے دعائے خیر　　پھوٹے وہ آنکھ جو کہ نہ وقت سحر کھلے

تمام ظاہر بین حضرات کے نزدیک عبادت ایک قسم کی مزدوری ہے جس کا معاوضہ ملے گا لیکن صوفیائے کرام اس کے معنی یہ لیتے ہیں کہ "بغیر کسی امید یا ڈر کے عبادت کی جائے اور اس کی وجہ محض محبت الٰہی ہو" معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کے لوگوں میں بڑا فرق ہے اور حضرات صوفیا کے یہاں مشکل سے مشکل مسائل کا حل بڑی آسانی سے ہو جاتا ہے۔

حج، روزہ، نماز، زکوٰۃ وغیرہ کے صحیح اور اصلی معانی اگر دریافت کرنے ہوں تو ارباب باطن سے پوچھو۔ حضرت شیخ سعدیؒ ان بزرگوں کی بابت کیا خوب فرماتے ہیں ؎

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز　　کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بیخبر اند　　کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

دعا بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔ خدائے برحق کے حضور میں تضرع و زاری کے ساتھ التجا کرنے کو دعا کہتے ہیں۔ دنیا کی ہر ملک اور ہر قوم میں دعا کا رواج ہے اور عام طور پر لوگ اس عبادت کے قائل ہیں لیکن بعض ایسے بھی ہیں جن کو دعا کی بابت شکوک ہیں اور انکا

سب سے بڑا یہ اعتراض یہ ہے کہ تقدیر کا لکھا مٹ نہیں سکتا اسلیے کچھ عرض کرنا فضول ہے
بعض کہتے ہیں کہ جب خدائے پاک عالم الغیب ہے تو اُس سے دعا مانگنا کیا ضرور
ایک گروہ ہے جس کا قول ہے کہ جو جیسا کرتا ہے وہ اُس کا اجر پالیتا ہے پھر عرض و معروض سے کیا نتیجہ

گندم از گندم بروید جو ز جو　　　از مکافات عمل غافل مشو

دنیا میں ایک گروہ دہریوں کا ہے جو وجود ہی کے قائل نہیں دعا مانگیں تو کس سے
غرض دنیا کی سب باتوں [illegible] ہر قسم کے سوال ہیں [illegible] ہر ایک کی نوعیت جدا ہے۔ یہ بھی خدائے پاک کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ ہر شخص مختلف الخیال ہے لیکن دعا ایک روحانی بھید ہے جس سے واقف ہونا ذرا مشکل ہے۔ دیکھو بچہ پیدا ہوتے ہی روتا ہے۔ وہ کیوں ایسا کرتا ہے؟ آؤ اسکے معنی سمجھائیں اُس کے رونے سے ماں کا خون صورت بدلکر دودھ ہو جاتا ہے۔ دانۂ قدرت نے بچہ کے رونے میں کچھ معنی پوشیدہ رکھے ہیں جس کو ماں جانتی اور سمجھتی ہے۔
وہ واقف ہے کہ یہ معصوم ننھی جان اِس رونے کے ذریعہ سے کچھ مانگتا ہے اور جو مانگتا ہے وہ دودھ ہے۔ چنانچہ تمنے دیکھا ہوگا کہ فوراً ماں بچہ کو چھاتی سے چمٹا لیتی ہے اور بچہ بھی اپنے مقصود کو پاکر خوش ہو جاتا ہے۔

اب دیکھو اور غور کرو کہ بچہ کے رونے اور ماں کے دودھ پلانے میں دعا یا التجا اور عطا کی جھلک نظر آتی ہے یا نہیں۔

صاحبو۔ یہی خواہشوں کا ہی نام دعا ہے جن کے لیے خدا کی جناب میں التجا کی جاتی ہے یا یوں سمجھو کہ جس طرح سطح آب سے پانی کے بلند ہونے کو موج کہتے ہیں۔ اور آگ کے شعلہ کو لو۔ اسی طرح جو خواہشیں اُنکے دل میں سے نکلکر ایمان کے جھونکوں کے ساتھ آسمان تک جاتی ہیں اُنکا نام دعا ہے پس بچہ کا پیدا ہوتے ہی رونا اگر عرض حال و التجا ہے تو وہ واقعی دعا ہے اور اس جہت سے دعا کا مادہ انسان کی سرشت میں پیدائشی ہے۔
اگر یہ کہا جائے کہ بچہ کا ماں سے خطاب کرنا اور شے ہے اور جناب باری میں عرض حال

والتجا اور بات ہی۔ تب کیا بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کو پہچاننے لگتا ہی؟ وہ تو آغوش ما در تک پہنچا بھی نہیں اور نہ اُس کے لطف و شفقت سے آگاہ ہی مگر پھر بھی روتا ہی۔ ادہر ماں کا یہ حال کہ بچہ کو گود میں لیا بھی نہیں اور نہ پورے طور پر دیکہا کہ دودہ اُبلا چلا آتا ہی۔ عزیزو غور کرو کہ یہ کل امور کیا سکھلاتے ہیں۔ اگر کارخانہ قدرت سے بچہ کی غذا کا یہ انتظام نہوتا تو ماں بیچاری کیسے دودہ پیدا کر لیتی جن نامرادوں کے اتفاق سے دودہ نہیں ہوتا وہ ہی کیا کر لیتی ہیں۔ بچہ بھوک سے بلک بلک کر بیچاتا ہی۔ لیکن ماں کچہ نہیں کر سکتی۔

پس معلوم ہوا کہ بچہ کا مخاطب ان کے سوا کوئی اور ہی؟ اور وہ بجز اُس ذات واجب الوجود کے کون ہو سکتا ہی۔

بچہ کی گریہ وزاری اُس کے کان تک پہنچانے کے لیے ہی جو ماں اور بچہ دونو کا محافظ ہی اور سب کی سنتا ہی۔ سبحان اللہ تعالے شانہ

پس واقف کاران اسرار کے نزدیک بچہ کا پیدا ہوتے ہی رونا کتاب قدرت کا ایک سبق ہی جو ہمکو یہ سکھلاتا ہی کہ دعا کا مادہ انسانی سرشت میں پیدائشی ہی۔ یہ بسم اللہ ہے اُس زندگی کی جو انسان کو زمین پر بسر کرنی ہی۔

خدائے وحدہٗ لاشریک لہ حاکم مطلق اور انسان اشرف المخلوقات ہی۔ ضروری ہی کہ اس کو اپنے بادشاہ کی درگاہ تک پہنچنے اور اُس کی جناب میں ضرورتیں پیش کرنے کا بھی حق اور ذریعہ حاصل ہو چنانچہ جو بزرگ اس راہ کے چلنے والے ہیں اُنکے کلام کو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔ آہ کسے کہتے ہیں اور نالہ و بکا کیا ہی؟ غور سے دیکھو تو یہ بھی اُسی عرض حال والتجا کی دوسری شکل ہی جس کا نام دعا ہی۔ اس کا تخم انسان کے دل میں پہلے اور بچہ کے رونے میں عیاں ہی۔ خواہ بندگان مقبول کے تجربہ پر نظر کرو خواہ قدرت کی تعلیم پر دونوں اس مقابلہ میں ہم زبان ہیں جدہر دیکھیے یہی صدا آتی ہی۔

نادان بشر۔ آگاہ و خبردار ہو کہ تجھے خدا نے ایک ایسی قدرت روحانی بخشی ہی جس کی

زمین سے آسمان تک برابر رسائی ہی۔ پھر اس کے لیے نہ گولی چاہیے نہ بارود۔ یہ وہ گولی ہی جو کبھی خالی نہیں جاتی اور یہ وہ بارود ہی جس کی ترکیب میں نہ کوئلہ کو دخل ہی نہ گندھک کو۔ صرف جنبش لب اور دل کا اشارہ کافی ہی۔ ہاں یہ ضرور ہی کہ نشانہ باز سچا ہو۔ تجھے یاد رکھنا چاہیے کہ تو اگرچہ اشرف المخلوقات ہی مگر اسی کے ساتھ محتاج ولاچار بھی ہی۔ بچہ کے رونے پر نظر کر اور اس سے سبق لے۔ تیرے لیے یہی بہتری کی شکل ہی کہ جناب باری میں عرض حال والتجا کا عادی ہو اور حضرت مولانا روم کا یہ شعر ہر وقت پیش نظر رکھ۔

تا نگرید طفل کے جوشد لبن   تا نگرید ابر کے خندد چمن

جو اصحاب یہ فرماتے ہیں کہ خدا کو ہماری ضرورتوں کی بغیر کہے سنے خبر ہی پھر اس سے مانگنا کیا۔ یا جو مقدر میں لکھا ہی وہ غیر مشکوک ہی پھر کوئی کس لیے جبہ سائی کرے اور ناک رگڑے۔ ان کی خدمت میں گزارش ہی کہ زمانہ کے دستور اور اپنے تجربہ پر نظر کرو۔ لیل و نہار کیا بتلا رہے ہیں۔ تمہارے بال بچے اس بات کو نہیں جانتے کہ تمہیں ان کے حالات کی خبر ہی ان کی بہبودی و فلاح کی خود فکر ہی لیکن پھر بھی وہ تم سے آئے دن جس طرح کی فرمائشیں کرتے رہتے اور واجبی غیر واجبی ضرورتوں کو ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ کبھی نامراد بھی رہتے ہیں۔ لیکن جب دیکھو کچھ نہ کچھ مانگے ہی جاتے ہیں۔ مانگتے ہیں اور پھر مانگتے ہیں گویا اس طرح بار بار مانگنے ہی میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ ہٹ دھرمی کی تو اور بات ہی ورنہ کون کم بخت باپ ایسا ہوگا جو اپنے پیارے اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی عجیب و غریب فرمائشیں سنکر خوش نہوتا ہو۔ رعایا اور سرکار کے معاملات بھی اسی قسم کے ہیں شاید ہی کوئی ایسی بدنصیب رعایا ہو گی جو اپنے بادشاہ کے عدل و انصاف پر بھروسہ نہ رکھتی ہو اور یہ جانتی ہو کہ ہمارا بادشاہ ہماری بہبودی کے خیال سے غافل ہی۔ مگر پھر بھی تاریخ شاہد ہی کہ ہمیشہ رعایا اپنی ضرورتیں سرکار کے سامنے پیش کرتی رہتی ہی اور حق کے لیے جھگڑتی رہتی ہی جب یہ عام دستور ٹھیرا تو پھر خدا سے مانگنے میں کیا قباحت ہی۔ وہ ضرور عالم الغیب ہے

لیکن اپنی حاجات کو خدا کے روبرو پیش کرنے سے اُس کے کام میں کیا فرق آگیا۔ ہمارا فرض یہ ہی کہ اُس سے مانگیں اور اُس کا کام یہ ہی کہ دیدے
جو شخص یہ کہتا ہی کہ جبہ سائی کرنے اور گڑگڑانے سے آئین قدرت تبدیل ہوجاتے ہیں۔ ہم اُن سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ کیا دعا میں کوئی ایسی چیز مانگی جاتی ہی جو آئین قدرت کے خلاف ہو؟ ذرا اسی پن چکی سے جو کسی دریا میں لگی ہو منتوں پانی چکی کی طرف کھنچ آتا ہی لیکن دریا کی روانی اور جوش و خروش میں کچھ فرق نہیں آتا پس دعا بھی بحر کائنات میں ایک پن چکی ہی۔
تم اس سے جتنا جی چاہو کام لو لیکن دریا کی روانی اور طغیانی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ سمندر میں مدوجزر کی کیفیت چاند کی کشش کا اثر بتلایا جاتا ہی۔ حالانکہ کجا چاند اور کجا سمندر۔ زمین و آسمان کا فرق ہی تو کیا اس مدوجزر سے چاند کی چمک دمک اور جلوہ افروزی میں کچھ فرق آجاتا ہی۔ بس مان لو کہ تمہارے دل پر بھی کچھ ایسی ہی کشش کا اثر پڑتا ہی جو چاند سے بھی بالاتر ہی اور اُس کے اثر سے دلوں میں دعا کا اگر مدوجزر پیدا ہوتا ہی تو کیا محل تعجب ہی؟ اگر چاند کے ہوتے سمندر میں جوار بھاٹا ہونا لازمی ہی تو خدا کے ہوتے تمہارے دلوں میں بھی دعا کا مدوجزر ہونا ضروری ہی۔ یہی ثبوت ہی اس امر کا کہ خدا سے دعا مانگنا خدا کی عظمت و شان اور انسان کے نیچر کے مناسب ہی۔ یہی وجہ ہی کہ زمانہ نے سیکڑوں چکر کھائے اور ہزاروں رنگ بدلے لیکن دعا کا تسلط جو سلف سے انسانی دلوں پر بیٹھا ہی وہ ابتک بدستور قائم ہی جس طرف جائیے جہاں نظر دوڑائیے۔ خواہ جنگل ہو یا میدان۔ شہر ہو یا گلی۔ شارع عام ہو یا مسجد و خانقاہ۔ مندر ہو یا گرجا۔ کسی دولت مند کا محل ہو یا غریب کا جھونپڑہ غرض جس جگہ دیکھو اُسی کا جلوہ نظر آئے گا ؎

حرم و دیر میں ہی جلوہ پرفن اُنکا
دو گھروں کا ہی چراغ اک رُخ روشن اُنکا

گو حقیقت خداوندی کو لوگوں نے اچھی طرح نہ سمجھا ہو یا اُن کے رسم و رواج مکروہ و نفرت

انگیز ہوں یا جس بات کو وہ اپنے زعم میں نیک اور قابل ثواب سمجھتے ہوں وہ درحقیقت ظلم و گناہ ہے .... زمانہ کی تاریخ میں کوئی وقت ایسا نہیں ہوا جب دعا کا دور دورہ نہ رہا ہو اور لوگوں نے اس کی ضرورت و برکت کو نہ مانا ہو۔ پس جو معدودے چند اس سے منحرف ہیں، وہ مستثنیات میں داخل ہیں۔ یہ لوگ نہ خدا کے قائل ہیں اور نہ مشیت الٰہی کے۔

ایک گروہ معقول پسندوں کا گو کہتا ہے جن کا یہ قول ہے کہ دعا بیٹھے کا اچھا شغل ہے۔ بقول شخصے بیکار مباش کچھ کیا کر۔ یہ ان کے مناسب حال ہے جو تارک الدنیا اور گوشہ نشین ہیں۔ یا مندروں کے پجاری یا گرجوں کے رہبان۔ جنکو دنیا کی کوئی فکر نہیں یا عورتوں کو، یا بچوں کو زیبا ہے کیونکہ اُن کے دل بہت ملائم ہوتے ہیں اور اس ذریعہ سے اُن کے بخارات بھی خوب خارج ہو جاتے ہیں۔ ہم کام والے آدمی ہیں ہمکو اپنے فضول کاموں کی کہاں فرصت۔ اگر خالی بیٹھے تسبیح پھیرا کریں اور دعا ہی اصل امید پر کہ اس فعل سے خدا خوش ہوگا تو کیسے کیسے گذارہ ہو۔ ہم ایسی باتوں کے قائل نہیں جو خلاف عقل ہیں۔

ہم بھی عقل کو مانتے ہیں اور کوئی شک نہیں کہ عقل بڑی چیز ہے۔ دنیا میں اسی کی گرم بازاری ہے۔ یہ عقل ہی کے کرشمہ ہیں کہ لوگوں نے ہمالیہ کی حد دریافت کی۔ قطب جنوبی کو جا گھیرا۔ نئی دنیا امریکہ معلوم کی۔ نئے نئے پودے اور دوائیں پیدا کیں۔ کبھی سمندر میں غوطہ لگایا تو در نایاب پایا۔ لیکن امور روحانی کے انکشافات میں عقل کے پر جلتے ہیں۔ علمائے مسائل علمی کی تحقیقات میں بہت کچھ جان کھپائی۔ لیکن بعض بعض میں انکی بھی عقل گم ہوگئی۔ ہزاروں راز خدا کی قدرت کے ایسے ہیں جو عقلمندوں کی نظروں سے پنہاں ہیں۔ اب بتلاؤ کہ سوا عقل کے کوئی اور بھی ذریعہ اُن کے انکشاف کا ہے؟ ضرور ہوگا۔ لیکن بالفعل اس ذکر کو چھیڑ دو اور غور کرو کہ دعا کی ترکیب میں کوئی خلاف

عقل بات ہی؟ انصاف سے کہو۔ ہٹ دھرمی کی نہیں ہانی۔ دیکھو دعا میں سب سے پہلے عقل سے کام لیا جاتا ہی ذرا اسکی بسم اللہ ہی پر نظر کرو تو الفاظ یارب یا معبود زبان سے نکلتے ہی دنیا کے بڑے بڑے مسائل قدرت کے بہت سے سربستہ از عقل کی نگاہ کے روبرو پھر جاتے ہیں اور سب سے زیادہ یہ بات ہی کہ کہنے والا یہ جانکر کہتا ہی کہ خدائے پاک کریم ہی اور میں مانگنے والا ہستی انسانی کا سب سے بڑا راز یعنی عبد و معبود کا تعلق فوراً ذہن میں آجاتا ہی ؎

پھر اسکی شان کریمی کا حوصلہ دیکھو   گناہگار۔ یہ کہدے گنہ گار ہوں میں

یہ الفاظ تبلاتے ہیں کہ کہنے والے نے اپنی عقل سے کچھ کام لیا ہی۔ اس کے سوا نفس مضمون پر نظر ہونا۔ اُس کے اسباب و نتایج سمجھنا۔ اُس کی منظوری یا غیر منظوری کی حالت میں جو صورتیں پیش آئیں اُن کے لیے تیار رہنا۔ یہ عقل کی نشانیاں ہیں۔ اگر دعا میں عقل کو دخل نہو تو وہ دعا کیا۔ دیوانہ کی بڑ ہی۔

دعا مانگنے سے یہ منشا ہی کہ انسان کم سے کم ان باتوں پر غور کرے۔

۱۔ قید ہستی کیا ہی۔ ۲۔ انسان کی ذات و حقیقت

۳۔ دنیا میں انسان کے آنیکی کیا ضرورت تھی اور اُس کا انجام کیا ہونیوالا ہی۔

یہ وہ باتیں ہیں کہ جب تک انسان کے عقل کے سامنے نہوں اور وہ اُن کو خوب سمجھے نہیں حسن عقیدت کے ساتھ دعا ہی نہیں کر سکتا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس کام میں عقل کو دخل نہو وہ بیکار ہی ہم یہ کہتے ہیں کہ ارادہ و شوق دو چیزیں اور بھی ہیں جن کے بغیر ہر کام ادھورا ہی۔ اگر محض عقل ہوا اور ارادہ و شوق نہو تو کام تو ضرور ہو جائے گا لیکن مکمل نہوگا ؎

شوق در رہ دل کہ باشد رہبری درکار نیست

دعا میں عقل۔ ارادہ۔ شوق۔ یہ تینوں باتیں نہوں تو وہ کامل نہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے

کہ شوق کس چیز کا ہی تو اُس کے جواب میں یہ سمجھ لو سے

بیخودی بے سبب نہیں غالبؔ کچھ تو ہی جس کی پردہ داری ہی

کوئی بات تو اس کام میں ضرور ایسی ہی جس کی وجہ سے انسان تمام دنیا سے منہ موڑکر کچھ دیر کے لیے قید تنہائی اختیار کرتا ہی کاش اس راز سے تمام ہندو اور مسلمان بلکہ کل اہل مذاہب واقف ہوتے۔

یہ کوئی ایسا بھید نہیں جو پوشیدہ ہو بلکہ جو اس کام کو صحیح طور پر کرنے والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ دعا میں جو شوق دامنگیر ہوتا ہی وہ اس حسن عالم افروز کے دیکھنے کا ہوتا ہی جسکی تجلی سے کعبہ وصنم خانہ روشن ہی۔ پس جس دعا میں شوق نہیں وہ دعا ہی کہاں خاک ہوگی

دعا کا اثر یہ ہی کہ انسان کا اخلاق وقلب صاف ہوتا ہی۔ خیالات درست ہوتے ہیں جس سے طبیعت کا زنگ دور ہو جاتا ہی تعلیم وتربیت جلا پاتی ہی۔ غرض یہ وہ مشین ہی جس میں اسکا طرز معاشرت ڈہلا جاتا ہی۔ درستی اوضاع واطوار کے واسطے خراد ہی۔ یہ انسان کو سوسائٹی کا کارآمد رکن بنانے کی بہترین تدبیر ہی اسی سے طبیعت پر صبر و استقلال تحمل وبرداشت۔ کسر نفسی وفراخ دلی۔ لطف وکرم۔ تواضع وتکریم ادب وصداقت دلجوئی وہمدردی کا رنگ چڑہتا ہی۔ اس کی بدولت سست وکاہل چست وچالاک ہو جاتا ہی ظالم وبیرحم رحمدلی کی صفت اختیار کرلیتا ہی۔ دیکھو ان صفات کے بزرگ صفحہ روزگار پر اپنے جوش قومی اور ملکی خیر خواہی کے لیے یادگار رہوئے ہیں جن کے رفاہ عام کے کام آجتک نقش ہیں۔ مجھسے ایک عیسائی بزرگ سے ملاقات ہوئی انہوں نے دریافت فرمایا کہ شرافت کس کو کہتے ہیں۔

میں۔ شرافت کے معنی ظرف اعلیٰ ہیں۔

عیسائی۔ میں مانتا ہوں کہ ظرف اعلیٰ کو شرافت میں بہت دخل ہی لیکن میں اپنے خیال ناقص میں اس کے معنی راستبازی وایمانداری کے سمجھتا ہوں۔

میں۔ ذرا آپ تفصیل سے بیان فرمائیے۔

عیسائی۔ سنیئے۔ جو شخص اپنے قول کا سچا نہو وہ ہرگز شریف کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا اور جو سچا ہوگا اُسکا ایمان ضرور کامل ہی پس ثابت ہوا کہ ایماندار ہی شریف ہی۔ اُن بزرگ کا ارشاد بالکل درست ہی۔ ایماندار یا راستباز آدمی ضرور دعا کا قائل ہوتا ہو اُس کی وجہ یہ ہی کہ ہر وقت خوف خدا سے لرزاں رہتا ہی۔ اور جو شخص اپنے معبود سے ڈریگا لامحالہ دعا کا عادی ہوگا پس دعا سے ایمان کی بھی مضبوطی ہوتی ہی۔

غور کرو

عالم[1] ایک عظیم الشان کل ہی جس کے پرزے رات دن حرکت میں ہیں۔ ستارے چل رہے ہیں۔ دریا بہ رہا ہی۔ پہاڑ آتش فشاں ہیں۔ ہوا جنبش میں ہی۔ زمین نباتات اُگا رہی ہیں۔ درخت جھوم رہے ہیں۔ یہ دیکھکر انسان کو خود بخود خیال پیدا ہوتا ہی کہ کوئی پرزور ہاتھ ہی جو ان تمام پرزوں کو چلا رہا ہی۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں

دست پنہاں و قلم بیں خط گزار	اسپ در جولاں و ناپیدا سوار
قلم لکھ رہا ہی لیکن ہاتھ چھپا ہوا ہی	سوار کا پتہ نہیں لیکن گھوڑا دوڑ رہا ہی
پس یقیں در عقل ہر داننده ہست	اینکه با جنبیده جنبانندہ ہست
ہر سمجھ دار یہ یقین رکھتا ہے	کہ جو چیز حرکت کرتی ہی اُسکا کوئی حرکت دینے والا ہے
گر تو آں را می نہ بینی در نظر	فہم کن آما بہ اظہار اثر
اگر تم اسکو انکھوں سے نہیں دیکھتے	تو اُسکے اثر کو دیکھکر سمجھو
تن بہ جاں جنبد نمی بینی تو جاں	لیک از جنبیدن تن جاں بداں
بدن جو حرکت کرتا ہی جان کی وجہ سے کرتا ہی	تم جان کو نہیں جان سکتے تو بدن کی حرکت سے جانکو جانو

[1] مضمون ہذا جناب شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی مدظلہ کی بے نظیر تالیف سوانح مولانا روم سے اقتباس کیا گیا ہی۔ مضمون پورا نہیں ہی بلکہ جس قدر جہاں جہاں سے ضرورت تھی انتخاب کر لیا گیا۔

اشیا میں ترتیب تاریخ یہ ہی کہ جو چیز جس قدر زیادہ اشرف اور برتر ہی اسی قدر زیادہ مخفی اور غیر محسوس ہی. مثلاً انسان میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں جسم۔ جان۔ عقل۔ جسم جو ان سب میں کم رتبہ ہی علانیہ محسوس ہوتا ہی۔ جان اس سے افضل ہی اسلیے مخفی ہی لیکن باسانی اُس کا علم ہو سکتا ہی. مثلاً ہم جسم کو متحرک (بہ ارادہ) دیکھتے ہیں تو فوراً یقین ہو جاتا ہی کہ اس میں جان ہی لیکن عقل کے ثبوت کے لیے صرف اسیقدر کافی نہیں بلکہ جب جسم میں موزوں اور منتظم حرکت پائی جائے تب یقین ہوگا کہ اس میں عقل بھی ہی۔ مجنون آدمی کی حرکات سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہی کہ وہ زندہ ہی اور اُس میں جان ہی۔ لیکن یہ حرکتیں چونکہ موزوں اور باقاعدہ نہیں ہوتیں اسلیے اس سے عقل کا اثبات نہیں ہوتا غرض جان جس طرح جسم کے اعتبار سے مخفی ہی اسی طرح عقل اس سے مخفی تر ہی۔

ان مقدمات سے ثابت ہوا کہ موجودات کی دو قسمیں ہیں۔ مادی اور غیر مادی مادی معلول ہی اور غیر مادی علت اور چونکہ مادیات میں اختلاف مراتب ہی یعنی بعض میں مادیت زیادہ بعض میں کم۔ بعض میں اس سے بھی کم ہی اس لیے علتوں میں بھی لبستہ تجرد عن المادہ کے صفت ترقی کرتی جاتی ہی۔ یعنی ایک علت میں کسی قدر تجرد عن المادہ ضرور ہوگا۔ پھر اُس کی علت میں اس سے بھی زیادہ تجرد ہوگا۔ اس کی علت اس سے بھی زیادہ۔ اسی طرح ترقی کرتے کرتے ضرور ہی کہ ایک ایسی علت پر انتہا ہو جو ہر حیثیت ہر لحاظ ہر اعتبار سے مادہ سے بری اور غیر محسوس اور اشرف الموجودات ہو۔ وہی

خدا

ہی۔ اُس کے حضور میں دعا کی ضرورت ہی۔ اُٹھتے بیٹھتے کھاتے اور پیتے۔ دکھ اور درد۔ غم و غصہ خوف و ہراس۔ شکر و سپاس غرض ہر حالت میں اسی سے رجوع کرے اور اس بائی پر خیال رکھی

بازآ بازآ از ہرچہ ہستی بازآ	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

کلام نوح و کلام اکبر

رباعی

منہ کفر کا اسلام کے ڈر سے فق ہے
توحید سے تثلیث کا دل بھی شق ہے
اے نوح ہمارا تو عقیدہ ہے یہی
اللہ ہے ایک اُس کا نبی برحق ہے

دیگر

احکام رسول سے تغافل نہ کرو
آیات و حدیث پر کبھی غل نہ کرو
جس کام کی دے تمکو اجازت قرآن
اُس کام کے کرنے میں تامل نکرو

قطعہ

باطنی اسرار کیا ہم پر کھلیں
ظاہری اسباب پہ مرتے ہیں ہم
اُس قدر اللہ سے ڈرتے نہیں
جس قدر تکلیف سے ڈرتے ہیں ہم

قطعہ

میں کہاں تک کہوں اے اسلام کے جابر
خوبی افعال پر یا بستی اعمال پر
اسکو آتے دیکھکر خالی جگہ کرنے لگے
تو سے بھی لڑنیوالے پوپ سے ڈرنے لگے
آبرو موج حوادث میں وہ ساری گئی
شیخ صاحب چل بسے شیخی ہی شیخی رہ گئی

نوح ناروی

اکبر اس فطرت خاموش کو بیحس نہ سمجھ
ہاں یہ چشم نگراں ہے اسے نرگس نہ سمجھ
راحت زیست کے سامان سے ہوکے مانوس
اتحاد امگاہ کو تو عیش کی مجلس نہ سمجھ
دلکا دنیا کی امیدوں سے بہلنا ہی بُرا
زندگی تلخ کریں گے انہیں مونس نہ سمجھ
جاہ و منصب میں نظر عاقبت کار پہ رکھ
خاتمہ جس کا ہو افسوس اُسے اقدس نہ سمجھ
صبر کے ساتھ مصیبت میں جو ہو حُسن عمل
پھر انجام یہ امرت ہے اسے بس نہ سمجھ

نگارستانِ ہستی

یا

طلسمِ ہست و نیست

(فریادِ زیست)

بہت سعی کیجئے تو مر رہیئے میر
بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

صبحِ امید و شامِ غربت

اے وہ کہ اگر تو کوئی ہے؟ اور بیشک کوئی ہے تو! تو مجھے اتنا تو بتا اتنا تو سمجھا کہ اس دنیائے جمود و حرکت اس عالمِ سکون و جنبش اس معمورہ بیم و رجا اس آبادیٔ امید و حسرت کا اسکی وسعت تفہیم اور اس کے اختصار تخیل کا اختصار کیا۔؟

بشر کی ہستی انسانی حیات میں۔ جو ہر لمحہ اور ہر آن امیدوں کے تموج اور آرزوں کی لہریں پیدا ہوتی ہیں ہر لحظہ اور ہر گھڑی جو ولولے اٹھتے ہیں اور جذبے موجیں مارتے ہیں اچھا پھر ان میں کتنے ارمان ہیں جو فائز المرام ہوتے ہیں؟ کتنے ہیں جن کے نصیب میں فیروزمندی و کامرانی ہے؟ اچھا پھر یہ ہے کتنے وہ ہیں جن کے لیے تقدیر حسرت اور مایوسی ہی اس ہیجان کا اور اس ہنگامِ یاس کو کیا کہیے؟ "بس اک امید! بس اک حسرت!"

بے بس انسان جو آرزوں کا نقش اور امید و بیم کا مرقع ہے کیا شاید اسی واسطے بنا ہے کہ اپنی حیات کا کچھ حصہ آرزوں کے پالنے اور امیدوں کے پرورش کرنے میں صرف کرے اور بقیہ کچھ حصہ عالمِ یاس کی نامرادی اور حسرت آمیز ناشادی کے ساتھ خالی ہاتھ ماتم کرتا ہوا بسر کرے؟

کیا حیات انسانی کی پوری تاریخ عمل کے صرف اسی ایک ہی صفحہ پر ہے کہ انسان کی ہستی میدان عمل کار میں کچھ کر کچھ کر کا شور سنکر یہ نکرا وہ نکر کی کشمکش دیکھکر کچھ کرنے کے لیے بڑھے اور صحرائے سود وزیاں میں صبح امید کی روشنی میں آرزوں کے سنگریزے جمع کرتا ہے اور اچھا پھر انجام کار شام غربت کی تاریکی میں جہاں سے لایا جہاں سے سمیٹا ہے وہیں پھینک جائے اور یوں اور اسطرح اپنی چھاتی سے لگا ہوا ذخیرہ اپنے سینے سے چمٹا یا ہوا خزینہ نامرادی کی اینٹ پتھروں میں ہمیشہ سے ہمیشہ کے لیے حسرت کے ساتھ دفن کر کے خالی ہاتھ اُٹھ کھڑا ہو۔؟

معمار قدرت کی بھی کیا کرشمہ ساز تعمیر ہے کہ حرمان و یاس کے تودہ ہائے آتشین میں سے تھوڑی سی حسرت کی راکھ رکھ لی اور امید کے پانی سے گوندھا اور آرزوں کے چھینٹے دے دلاکر اک پتلا بنایا اور ہائے اس مجموعہ اسباب حیرت کا انسان نام دھر کر وحشت کا رار ض پر بھیجدیا اچھا پھر وہ حرمان میں سلگتا ہے اور امید میں ٹھنڈا ہوتا ہے عالم یاس کے اندھیرے میں سر پھوڑتا اور گھبراتا ہے اور آرزوں اور ارمانوں کی روشنی میں شگفتہ ہوتا ہے کبھی حسرت و افسوس کے کونے میں بیٹھا امید کے پژمردہ چہروں کو صاف کرتا اور پونچھتا ہے اور کبھی ولولوں کی فضا میں وقف انبساط ہو کر حسرت و نا امیدی کو بھول بیٹھتا ہے! کبھی روتا کبھی ہنستا ہے! کبھی ہاتھ وقف سامان نشاط ہوتے ہیں کبھی اُن سے از خود مشق سینہ کوبی و ماتم کرتا ہے! جو کچھ وہ ہے اک ہاتھ سے جمع کرتا ہے اور جو کچھ ہے وہ ایک ہاتھ سے کھو دیتا ہے!

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

پس تو اے فضائے غفلت کی مکین ہستی! اور اے دیار مدہوشی و خود فروشی کے خطا پوش رہرو! مجھے بھی ہاں بے مجھے بھی بتا جا کہ تو نے اس وسیع مدت کار اور اس قلیل انجام میں کیا لیا کیا دیا کیا کیا کیا نہ کیا۔ اس طلسم آز تماشا گہ عالم میں کیا یہ شورش حیات ہنگامہ

زندگی! یہ تیز و کشاکشِ ہستی تو نے اس لیے اور اتنے کے لیے پائی تھی؟
آفرینشِ عالم سے آج تک یہ مدالکھوں کے لیے سببِ ارفتگی بنا ہوگا! ہزاروں دلوں کے لیے اضطراب و التہاب کا باعث ہوا ہوگا پھر کیا وہ سب میری طرح ناآشنا رازِ ہوں گے! نہیں نہیں کائنات کا ہر ذرہ زبانِ گویا رکھتا ہے! گوشِ ہوش لا دیکھ سن سمجھ

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا　　یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

ذہن میں کچھ القا تفہیم ہوا! دیدہ بصیرت میں کچھ نورِ حق ضو افگن ہوا!

انکشافِ رازِ امید

ادب و التجا کے مخصوص لفظوں میں مخاطب ہونے والے معاف کریں جذبات قیدِ لفظی سے نکلتے ہیں! محسوسات آزادی چاہتے ہیں۔ تصنع کی عبارت سے باہر آتا ہوں۔ مبادیات علوم سے الگ ہوتا ہوں! انا لیلیٰ کہنے والا تیرا تھا! انا الحق کہنے والا تیرا تھا! بایزید انا اللہ فاعبدنی کہتے ہیں۔ مجھے صرف عرضِ مدعا کے لیے کچھ آزادی عطا فرمائیں بیخود ہوگیا! میں مجنوں بنگیا۔ مگر تیرے لیے میرے پاس سند ہے! لا یکمل ایمان العبد حتی یقول الناس انہ لمجنون! (کسی شخص کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک لوگ اُسے دیوانہ نہ کہنے لگیں) اور امید و حسرت کے دو متمائز و متبائن تماشہ دیکھنے والے یہ صرف اتنے ہی کے لیے نہیں تھا بلکہ سود کا مستقل منافع کا سارا فلسفہ ہی اس میں بھر دیا ہے تاکہ عزم و استقلال کی راہ میں بلند ارادے نمونہ ہیں۔ امیدوں کے چراغ وحدتِ محنت اور کچھ کرنے والوں کے جھونپڑوں میں جلیں بیشک جذباتِ انسانی کی تحلیل و تجزیے کے آخری عناصر بھی دو چیزیں ہیں* وہ جو کچھ کرتا ہے آئندہ کی امید پر اور پھر حسب و
مگر جب میں نے اسی امید و یاس کے اثرات کو رجال امم کے اعمالِ انسانیت پر تقسیم کر دیا اور جب میں نے افراد کی شخصیت سے ان کیفیتوں کو الگ کر لیا تو مجھے رستخیزِ عالم میں اک عجیب عمل کار کے نقشے نظر آنے لگیں! میں نے دیکھا انسانیہ کے شعبہائے علم و عمل کا زیان اور حصول! امید کے کلیجہ میں بہتے اور یاس کو دور رکھنے میں ممکن ہوا! افراد

سے لیکر اقوام کی فتح وظفر اور شکست و ذلت انہیں دو کیفیتوں کے انتخاب سے ہوئی اور پھر اسی امید و حسرت کے دو لفظوں میں ارتقا انسانیت و تنزل حیات و جذبات ہستی کا سارا راز پوشیدہ ہی

بعض وہ ہیں جنکے حصے میں امید کی بہار ہے۔ زندگی کی ہر شاخ شگفتہ اور اُن پہلی پھولی ڈالی کو وہ عمل کی صف اولین میں ہیں۔ دنیا اُن کے لیے بہشت ہے۔

بعض وہ ہیں جن کے حصہ میں حسرت کا ہیبا ناک منظر اور یاس بھری خزاں ہے زندگی کی ہر ٹہنی خشک اور ایک سوکھی بے برگ و نوا لکڑی ہے۔ اور وہ میدان عمل سے باہر نکال دی گئی ہی

اچھا تو پھر خوش نصیب وہ ہستی جو اپنے دل کے طاق مخفی میں امید کا روشن چراغ رکھتی ہی دنیا کا ہر گوشہ اُس کے لیے عروس امید کی مسکراہٹ ہے۔ خود روشن ہے اُسکے لیے دنیا روشن

اچھا تو پھر وہ شکوہ گذار کس میرسی جس کے حسرت بھرے زخم ناامیدی کے ہاتھوں گہرے ہوکر ناقابل اندمال بن گئے ہیں؟ دنیا منور مگر اُس کی ظلمت سرائے تاریک ہے۔

مگر بہار و خزاں اور امید و حسرت کے دو دور ہیں جو نظام قدرت کے ساتھ اپنا عمل کار کرتے ہیں لیکن او ناامیدی کا تماشہ دیکھنے والے میں تو صرف اک تیرے نظام عمل کا معمول رہا ہوں اب میری قوت فکر یہ بیکار ہوگی جو خلاف دستور قدرت اور نظام کار کے کچھ کرنے کی موجودہ سے گھبرا کے گزشتہ پر رنج کرنے کی۔ آیندہ کے لیے سوچنے کی کوشش لاحاصل کروں وقت تھا سینہ میں امید تھی، وقت ہے حسرت سے دوچار ہوں۔ بہرحال تابع وار ہوں۔ انجام کار امید بس اور اک حسرت ہی رہی اس طلسم ہست و نیست کے اندر امید اور حسرت ہی رہی ہی اور اس طلسم ہستی و نیستی انسان سے باہر نہ حسرت کا رنج ہے نہ امید کی خوشی۔

اچھا تو پھر کس کے لیے رنج کروں اور پھر کس کے واسطے خوشی۔ ..

اسی خاک کی زمین پر امید کے محلوں میں رہنے والے اپنے لیے خوش نصیبی کا اک چمن نشاط رکھتے ہیں اور اسی خرابات میں وہ نامراد ہستیاں بھی آباد ہیں جن کے دامن حیات کے چاک کشش عمل کے وقت امید اور مراد پھینک ٹانکے درگرا آئے مگر نامرادی اور حسرت کے کانٹے

سمیٹ لائے اور وہ اب دنیا میں صرف اس لیئے زندہ ہیں کہ اوروں کے گلستان امید پر موسم بہار دیکھکر اپنی حسرتوں کے خشک باغوں اور اُن میں کے پت جھڑ منظروں کو دیکھیں اور افسوس و اشک کار آنکھوں سے آنسو بہائیں۔

باغوں میں خزاں و بہار دریاؤں میں مدوجزر کا اُتار چڑھاؤ سمندروں میں سکون ہیجان افراد زندگی کی حیات و ممات۔ طبائع کی صحت و علالت۔ اقوام کا عروج و زوال فی الحقیقۃ قوانین الٰہیہ پر منحصر ہیں۔ ہر شے کا وہ نتیجہ جو اُس میں ہے اُسی کے واسطے موقوف قدرت ہو گیا۔ اچھا تو پھر رووں تو کس واسطے اور ہنسوں تو کس ندرت پر پریشان خیال کے مقصود تخیلات عجب کے معبود۔ اگر کچھ ہے تو کچھ نہیں۔ اور اگر کچھ نہیں تو سب کچھ ہے۔ اور میرے لیئے مخصوص نہیں اس کے واسطے مختص کچھ سمجھ لیا تو امید ارمان وصل بنگیا کچھ گم ہوئے اور استغراق حیرت ہوا۔ تو حسرت میں بت بنگئے عمل کار کی توفیق عطا ہوئی تو امید کی شمع لیکر کچھ ڈھونڈنے لگے۔ بت بنا کر تماشا دیکھا تماشا دکھانا مد نظر ہوا تو گنجینہ یاس میں بٹھا دیا کہ سوچا کر۔

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش	باز جوید روزگار وصل خویش
جس کسی سے فاصلہ ہے اصل کا	ڈھونڈھتا ہے وہ زمانہ وصل کا۔

ابو الآزاد خلیقی دہلوی از شملہ۔

آپ کو نظام المشائخ کی توسیع اشاعت کا خیال نہیں؟

یہ تو بھرتا ہے کہ آجتک کے خریدار دے چکے ہیں اور ایک دیتے ہیں تو کیا آپ کا فرض اتنے ہی پر ختم ہو جاتا ہے۔ نظام المشائخ کو اپنا پرچہ سمجھیئے اور جب آپ اپنے لیئے اسکا پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں تو دوسرے مسلمان کو بھی اس سے محروم نہ رکھیئے اور اسیطرح ممکن ہے کہ آپ انہیں اس کی طرف توجہ دلائیں۔ (اڈیٹر)

۴۸۶

خیالات پریشان

اک روز ساکنانِ حریمِ نجاتِ قوم — یعنی کہ شاہدانِ فریبِ زمانِ ما
فارغ ہموم دہر سے بےفکر درد سے — آزاد قیدِ رنج سے محنت سے ناآشنا
مدہوش جامِ عیشِ تغافل کا ایک ایک — محسوس کچھ سموم نہ معلوم کچھ صبا
بیٹھے تھے اک مقام پہ صورت میں مجتمع — معنی میں ایک دوسرے سے تھا مگر جدا
آزاد تھی زبان کہ ہے "ترجمانِ ہوش" — اور خامشی ہے "شیوۂ فتورِ شعور" کا
کچھ ہاتھ کا بھی شغل تھا اُس کی نہ تھی تمیز — شطرنج ہوا تاش ہوا گنجفہ ہوا
تھا کھیل کا بھی مشغلہ گفت و شنید بھی — خوش وقتی ہوس کچھ اور کچھ مستی ہوا
ہاتھ اپنے کام میں تھے زباں اپنے کام میں — اک دوسرے سے دونوں کا عہد وفا نہ تھا
اصلاح زیر بحث تھی اور گرم گفتگو — ہر اک تھا گویا مصلحِ اکبر بنا ہوا
جو ابتدائے بحث تھی حاصل تھا اُس کا یہ — شکوہ تھا بکر کا کچھ اور کچھ زید کا گلہ
شکوہ ہوا تمام تو از راہِ التفات — جولانیِ خیال کا میدان بدل گیا
امراض خوفناک کا ہونے لگا بیان — جن کے سبب سے قوم ہوئی جاتی ہے فنا
پردے کا سب وبال ہے یہ راز فاش ہے — اک رد و کد کے بعد ہوا اس پہ فیصلہ
پردے میں دب کے رہ گیا مسلم کا جوشِ طبع — ساری مصیبتوں کی ہے اس رسم پر بنا
معلوم جب مرض ہے تو پھر سہل ہے علاج — دیوار و در کی قید دو گھر بار سے اُٹھا
پردے میں رہنے والیاں سب بےحجاب ہوں — "انسانیت" کو اس قدر جائز نہیں حیا
محرم کی اب تمیز نامحرم سے کچھ نہ ہو — چلمن کا پردہ ہو نہ ہو غیرت کا شائبہ
مٹ جائے امتیاز شریف و رذیل کا — نہ اشقیا کا نام ہو نہ نام اصفیا

شہرت کا اس علاج کی بس انتظام ہو ماہوار اک رسالہ میں سامان ہو وعظ کا

فطرت کا مسئلہ ہے یہ اور ناگزیر ہے یہ اور ہے یہی یہ آج تقاضائے ارتقا

نافہم اہل بد اگر سمجھیں مآل کار سب اتفاق سے کریں گر اس کی ابتدا

پھر دیکھ لیں کہ شومی بخت اپنی دور ہو اور اپنے ہاتھ میں ہو ترقی کی انتہا

جب قیل قال ہو چکی قصہ ہوا تمام بالاتفاق سب نے کہا اس پہ مرحبا

مجلس میں ایک ایسے بھی دل کے ضعیف تھے جنکو کہ سب کے فیصلہ پہ اعتراض تھا

تھا لیستگی ہزار گو ظاہر پہ تھی نثار تھا دل پہ انکے رنگ ابھی دادا کا باپ کا

کہنے لگے کہ گھر کا بھی کچھ دیکھ لیں مزاج بے مشورے کے کام کو حسن نہیں تھا

گھر جا کے گھر کی مالکہ سے گفتگو ہوئی اور اس سے بیان کر دیا مجلس کا ماجرا

بیوی کو کچھ تو ڈر تھا اور کچھ وقت کا لحاظ مالک نے جو کہا وہ بیچاری نے سن لیا

عفت مآب آتش غیرت سے جل گئی بڑھتا گیا جو وعظ کا واعظ کے سلسلہ

مہر سکوت ٹوٹ گئی جوش رنج سے ہر ابتدا کی ہوتی ہے آخر کچھ انتہا

کہنے لگی جناب گزارش قبول ہو میں مانتی ہوں آپ کا ہے مرتبہ بڑا

ہے مجھکو خوب یاد کہ ہوں آپ کی کنیز فرمان آپ کا جو ہے ایمان ہے مرا

محسن ہیں میرے آپ مرے خیر خواہ ہیں منظور اس میں آپ کو ہے میرا فائدہ

لیکن بتائیے کہ میں اس دل کو کیا کروں کیا اس کو بھول جاؤں کہ میرا بھی خدا ہے

خواہش ہے اور چیز شریعت ہے اور شے پہ کچھ اپنے نیک بد کا بھی لے لیجے جائزہ

دم آزاد کرنے کے لیے یہ مجھ پہ جبر ہے میری خطا معاف ہے کیا طرفہ فلسفہ

لونڈی ہوں میں جناب کی لیکن نہ بھولئے مانوں گی میں وہی جو ہوگا صاف مسئلہ

اسلام کے خلاف جو کچھ حکم ہو مجھے تو ہاتھ میرا ہوگا گریبان آپ کا

اس گفتگو پہ ہنس کے کہا "انقلاب" نے ہے آخری مقام یہ میری پلیٹ کا

اسلام کے معنی

خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام ج وما اختلف الذین اوتوا الکتب الا من
بعد ما جاءہم العلم بغیا بینہم ومن یکفر بآیات اللہ فان اللہ سریع الحساب فان حاجوک فقل اسلمت
وجہی للہ ومن اتبعن ط وقل للذین اوتوا الکتب والامیین ءاسلمتم ط فان اسلموا فقد اہتدوا ج وان تولوا
فانما علیک البلاغ ط واللہ بصیر بالعباد ۔ (دین حق) تو خدا کے نزدیک یہی اسلام ہے (اور بس)
اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) نے جو (دین حق سے) مخالفت کی تو (حق بات)
معلوم ہونے کے بعد (کی اور) آپس کی ضد سے (کی) اور جو شخص خدا کی آیتوں سے
منکر ہوا تو اللہ کو (اس سے) حساب لیتے (اور اسکو نافرمانی کی سزا دیتے) کچھ دیر نہیں لگتی
(اے پیغمبر) اگر (اہل کتاب) اس پر بھی تم سے حجت کریں تو اُن سے کہدو کہ میں نے
تو خدا کے آگے اپنا سر تسلیم خم کر دیا (یعنی اسلام لے آیا) اور جو لوگ میرے پیرو ہیں (اُنکا
بھی یہی حال ہے) اور (اے پیغمبر) اہل کتاب اور (عرب کے) جاہلوں سے کہو کہ تم بھی
اسلام لاتے ہو؟ (یا نہیں) پس اگر اسلام لے آئیں تو بے شک رہ راست پر لگ گئے
اور اگر منہ موڑیں تو (اے پیغمبر) تم پر (حکم الٰہی کا) پہنچا دینا ہے اور بس اور اللہ بندوں (کے
حال) کو خوب دیکھ رہا ہے۔ افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً
وکرہا والیہ یرجعون کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا (کسی اور دین) کی تلاش میں ہیں۔
حالانکہ جو (فرشتے) آسمانوں میں ہیں اور جو لوگ زمین میں ہیں چار و ناچار اسی کے حکم
بردار ہیں اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل
منہ ج وہو فی الآخرۃ من الخسرین ۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش
میں ہو تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین مقبول نہیں اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں

ہوگا۔

ظاہرات آیات کے پڑھنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصلی دین اسلام ہے مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسلام کے معنی کیا ہیں اور انسان اسلام کو کس طرح پا سکتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ انسان میں تین قوتیں ہیں اول قوت نطق جس کو قوت ادراک اور قوت علم بھی کہتے ہیں دوم قوت غضب سوم قوت شہوت۔ قوت علم کے افراط کو جربزہ اور قوت غضب کے افراط کو تہور اور قوت شہوت کے افراط کو شرہ و فجور کہتے ہیں اور تینوں کے مجموعہ کو ظلم بولتے ہیں۔ ظلم سے مکر اور فریب اور کینہ اور خبث باطن اور کبر اور شیخی اور بے رحمی اور غصہ سے جلنا اور عجب اور حرص اور بے حیائی اور اسراف اور عیال پر کم خرچی اور بخیل اور ریا اور بے حرمتی اور فحش اور لغو اور حسد اور شماتت اور فقرا کو ذلیل جاننا پیدا ہوتا ہے۔

قوت علم کے تفریط کو حمق اور قوت غضب کی تفریط کو جبن اور قوت شہوت کی تفریط کو جمود اور تینوں کے مجموعہ کو جفا کہتے ہیں۔ جفا سے ناتجربہ کاری اور خواری اور ذلت اور خوف اور خست اور پست حوصلگی اور جلدی منقبض ہونا پیدا ہوتا ہے۔ قوت علم کے اعتدال کو حکمت اور قوت غضب کے اعتدال کو شجاعت اور قوت شہوت کے اعتدال کو عفت کہتے ہیں اور تینوں کے مجموعہ کو عدالت کہتے ہیں۔ عدالت سے حسن تدبیر اور تیزی ذہن اور رائے صائب اور دقائق اعمال اور نفس کے پوشیدہ آفات کا معلوم کرنا اور دلیری اور کرم اور شہامت اور جوانمردی اور تواضع اور علم اور استقلال اور غصہ کا فرو کرنا اور وقار اور سخاوت اور حیا اور صبر اور چشم پوشی اور قناعت اور تقوی اور عالی حوصلگی اور لطافت اور بے طمع ہونا پیدا ہوتا ہے۔ عدالت کی چودہ شاخیں ہیں (۱) صداقت صادق محبت کا نام ہے جس میں خود غرضی کی بھی کچھ آمیزش نہو اور دوست کو اپنے نفس پر ترجیح دی جائے (۲) الفت تدابیر معاش میں دوستوں سے باہم متفق الرائے ہونا (۳) وفا۔ غم خواری پر قائم رہنا اور شریکوں کو اپنے وعدوں کی محافظت کرنی (۴) تودد

ہم جنسوں کو ایک دوسرے کی دوستی طلب کرنی (۵) مکافات۔ احسان کا احسان کے ساتھ یا احسان سے بھی زیادہ کے ساتھ مقابلہ کرنا (۶) حسن شرکت۔ معاملات میں عدل کی رعایت کرنی (۷) حسن قضا۔ پشیمانی نہ کرنی اور احسان نہ جتلانا اور بدلہ نہ مانگنا (۸) صلہ رحم۔ نیک کاموں میں قرابت داروں کا شریک ہونا (۹) شفقت لوگوں سے مکروہ ہٹانے کی طرف ہمت مصروف کرنا (۱۰) اصلاح۔ جھگڑوں میں لوگوں کے درمیان توسط کرنا تاکہ اُنکے (جھگڑوں کو) دفع کرے (۱۱) توکل جس بات کو قوت بشری نہ پہنچ سکتی ہو اس کی سعی ترک کرنی (۱۲) تسلیم۔ خدا کا امر ماننا اور جو بات موافق طبع نہو اُس میں اعتراض ترک کرنا (۱۳) رضا جو مصیبت آدمی پر آوے یا جو چیز کسی سے فوت ہو جائے بلا تغیر اُس پر نفس کا خوش ہونا (۱۴) عبادت اللہ اور اہل اللہ کی تعظیم کرنی۔

ظلم اور جفا سے جو اخلاق پیدا ہوتے ہیں اُنکو رذائل کہتے ہیں اور عدالت سے جو اخلاق حاصل ہوتے ہیں اُنکو اخلاق فاضلہ بولتے ہیں۔ جو لوگ افراط پر ہوتے ہیں اُنکا نتیجہ ہلاکت ہی ہے خواہ جلدی یا دیر سے ہو جیسا کہ عاد و ثمود اور فرعون اور رومیوں کے حال سے ہویدا ہے۔ تفریط کا ثمرہ ذلت ہے جیسا کہ افریقہ اور امریکہ اور دیگر جزائر کے وحشی اقوام اور ہندوستان کے رذل اقوام مثل چوڑا و چمار وغیرہ کے حالت سے ظاہر ہوتا ہے۔ عدالت کا ثمرہ عزت اور بقا ہے۔ پس سوال طلب امر یہ ہے کہ افراط اور تفریط کے اسباب کیا ہیں اور عدالت حاصل کرنے کے کیا اسباب ہیں۔ اسکے لیے خدا نے رسول مبعوث کردئیے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں خدا کے اذن سے ایک شریعت قائم کردی۔ شریعت کے دو جزہیں ایک اصل یعنی اپنے خالق کا قائل ہونا اور اس کے احکام کو ماننا دوم فرع۔ یعنی طریق عبادت وغیرہ مقرر کرنا۔ احکام دو قسم ہیں۔ ایک کرنا۔ جیسا نماز پڑھنا زکوٰۃ دینا روزہ رکھنا اور حج کرنا

علیٰ ہذا القیاس دوم کسی کام سے باز رہنا. جیسا قتل نہ کرنا شراب نہ پینا سرقہ نکرنا. زنا نکرنا جوا وغیرہ نہ کھیلنا شریعت کی دو شاخ ہیں ایک رخصت پر چلنا اس کو ظاہر شریعت کہتے ہیں ایک عزیمت پر چلنا اس کو طریقت او حقیقت شریعت کہتے ہیں. پس جو کوئی شریعت یا طریقت پر چلتا ہے اس کو عدالت حاصل ہوتی ہے اسی کو اسلام کہتے ہیں اور اسی کو فطرت بھی بولتے ہیں اعتدال بھی یہی کہلاتا ہے جو کوئی شریعت و طریقت پر نہیں چلتا وہ یا تو افراط کی طرف مائل ہو جاتا ہے جو آخر کار ہلاک ہو جاتا ہے یا تفریط کے گڑھے میں جا پڑتا ہے جو خوار و ذلیل ہو جاتا ہے. نتیجہ یہ ہوا کہ قوائے انسانی کا اعتدال پر رہنا اسلام اور دین اور فطرت ہے اور افراط اور تفریط پر رہنا ظلم و جفا اور بے دینی ہے اور یہی اسلام کے معنی ہیں اب ہم نے یہ ذکر کرنا ہے کہ روئے زمین پر کون کون لوگ آباد ہیں اور انکی کیا کیا حالت ہے اور مسلمانوں کے تنزل کا باعث کیا ہے۔

دنیا میں کل دو قسم کے لوگ آباد ہیں ایک وحشی دوم مہذب یا ایک جاہل اور دوم عالم وحشی جیسے وسط افریقہ یا میکسیکو یا برازیل یا نامعلوم جزائر کے اصلی باشندے یا ہندوستان کی ارذل قومیں جیسے چوڑا چمار وغیرہ یہ لوگ بحالت موجودہ انعام بصورت انسان بلکہ انعام (چوپائوں) سے بھی گئے گذرے ہیں اور کسی کے کام کے نہیں. دوم مہذب وہ جو وحشیوں کے علاوہ ہیں - وہ بھی دو طرح ہیں ایک وہ خالق کے قائل دوسرے وہ جو خالق کے قائل نہیں ۔

جو خالق کے قائل نہیں اُن میں دہریہ ملحد زندیق وغیرہ شامل ہیں جو خالق کے قائل ہیں وہ کئی فرق ہیں - ایک فرقہ وہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے تابع ہیں اور وہ یہودی کہلاتے ہیں یہ لوگ بہت حریص ہوتے ہیں اور دنیاوی مال و متاع کی خاطر بہت رذیل کام کرتے ہیں اور شریعت موسوی کی بالکل پابندی نہیں کرتے یہ لوگ تفریط میں ہیں اور ذلیل ہیں - بحالت موجودہ انکی درستی کی امید کم ہے دوم فرقہ عیسائی

صاحبان انکی اخلاقی باتیں انجیل میں اور احکام عہد نامہ عتیق میں ہیں مگر انہوں نے
حرام و حلال و احکام کو بالکل بالائے طاق رکھا ہے اسیلئے بسبب کثرت مال و متاع
دنیا وی و عدم تعمیل شریعت افراط کی طرف جھک گئے ہیں اگر شریعت کی پیروی
نہ کریں اور اعتدال کو نہ آویں تو سخت خطرہ ہے خدا رحم کرے سوم فرقہ برہمن سسٹم ہے
یہ لوگ بھی حد اعتدال پر نہیں جو دنیا وی ہیں وہ بالکل دنیا وی ہیں جو روحانی ہیں انہوں
نے دنیا کا کام بالکل ترک کیا ہے اور یہ خلاف فطرت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ لیس الرجل رجل الدنیا او رجل الآخرت بل الرجل رجلھما وہ مرد نہیں ہے
جو صرف دنیا کا ہو جائے یا صرف آخرت کا بلکہ مرد وہ ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کا کام
کرے چوتھا فرقہ زرتشتیوں یا پارسی یا مجوسیوں کا ہے یہ لوگ بالکل دنیا وی ہو گئے ہیں
اور ستارہ پرستی اور آتش پرستی وغیرہ توہمات میں گرفتار ہیں اور وہ شمار میں بھی کم ہیں
پانچواں فرقہ ہے بدھ مذہب کا ان کے اصول چونکہ مجردانہ اور فقیرانہ تھے اس لیے قابل
تعمیل نہ ہے۔ مذہب بدھ کے متبعین مذہب سے بالکل لاپروا ہو گئے ہیں چھٹا فرقہ پیروان
حکیم کنفیوشس کا ہے ان میں بھی بجز وہم اور بت پرستی کے اور کچھ باقی نہیں ہے۔ ساتواں
فرقہ مسلمان ہیں قرآن مجید ہی میں انکا نام مسلمان ہے۔ اور ابراہیم خلیل اللہ نے جن کی
ملت کے یہ پیرو ہیں اُن کو مسلمان نام کر کے بلایا ہے۔ یہ فرقہ اول اول میں راستی اور
صداقت پر قائم رہا مگر تقریباً ایک صدی سے اس میں بھی ضعف آہی گیا ہے اور جہاں
جہاں مسلمان ہیں وہاں وہ بے قرار او بے چین ہیں۔ اس بے آرامی اور بے چینی کا باعث
یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنا فرض منصبی چھوڑ دیا ہے اور اُس قوم کی ریس کرنے لگے ہیں جو
درجہ افراط کو پہنچی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام کی حفاظت یا تو نبوت سے ہوتی ہے
یا علمائے عظام اور صوفیائے کرام سے کیونکہ علما اور صوفیا انبیاء کے وارث ہوتے ہیں
العلماء ورثۃ الانبیاء حدیث قدسی ہے۔ مثلاً جب اللہ تعالے نے آدم کو پیدا کیا اور تمام

مخلوق پر برگزیدہ کیا اور حوا سے آپ کی شادی کی اور آپ کی اولاد ہوئی شروع ہوئی اور وہ بہت کثرت سے ہوئی تب اُن میں سے ہر ایک نے چاہا کہ اپنی رائے سے اپنا طریقہ جداگانہ بنائے اور اُن میں اختلاف ہو گیا یہانتک کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا اور شیث نے اپنی رائے سے نیا مذہب ایجاد کیا تب اللہ تعالےٰ نے آدم کو خلیفہ بنایا اور علم شریعت دیا تب سب لوگ آدم علیہ السلام کے سبب سے شریعت کے عالم ہوے اور آدم کی اولاد سے اختلافات اُٹھ گئے اور شریعت کی پابندی کرنے لگے۔ جب آدم علیہ السلام وفات پا گئے تب شیث علیہ السلام لوگوں کو شریعت کی طرف بلانے کھڑے ہوئے جس نے اُنکی اطاعت کی اُس نے نجات پائی اور جس نے نافرمانی کی وہ گمراہ ہو گیا۔ بعد اس کے ہر ہر قوم میں خدا نے رسول ارسال فرمائے اصول میں تمام انبیا متفق ہیں فروع میں اختلاف رہا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام پر جو شریعت نازل ہوئی اُسی پر اُنکی اولاد اُنکے بعد قائم رہی یہانتک کہ نوح علیہ السلام رسول ہوئے انہوں نے اس شریعت کی تجدید کی اور بعض فروعات کو بدل دیا اور بسبب اپنی قوم کے ضروریات کے نئے نئے قواعد مرتب کئے۔

پھر ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے واسطے اور شریعت قائم کی اور بعض کیفیات اور کمیات میں تغیر او تبدل کیا ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام نے کمی اور زیادتی کی۔ اسی طرح محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو خدا کی طرف بلایا روزہ کا حکم موسوی شریعت کے مطابق دیا اور بیت اللہ کے حج کا حکم اس طریقہ پر دیا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے قائم کیا تھا بلکہ اکثر امور میں ملت ابراہیمی کی پیروی کی قبلہ کا جہت بھی بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھیر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے جدا جدا قواعد مقرر فرمائے اُنکے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے شریعت کی خدمت کی اور قرآن مجید کو جمع کر کے ایک مصحف

تیار فرمایا اور اس کے بے شمار نسخے تمام ملک میں بھیج دیئے چنانچہ اب تک عثمانی مصحف مروج ہے اور مال زکواۃ کو جو اب تک بیت المال میں داخل ہوتا تھا بیت المال میں داخل ہونا بند فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ بطور خود مستحقین کو دیا کریں۔ حضرت علی مرتضیٰ کی خلافت خانگی جھگڑوں میں بسر ہوئی۔ اور شریعت کی تجدید یا ترمیم کی طرف کم توجہ ہوئی۔ اسی طرح حضرت حسنؓ کی خلافت چند روزہ تھی اس لیے وہ بھی کچھ نہ کر سکے۔ بعد ازاں خلافت بنی امیہ میں منتقل ہوئی اور حکومت خلافت سے سلطنت میں تبدیل ہو گئی سلطنت بنی امیہ میں شریعت کا کام علماء کے متعلق ہوا اور ائمہ عظام اور مجتہدین کا دور شروع ہوا۔ اس وقت امام ابوحنیفہ کوفی اور ان کے شاگرد رشید محمد اور ابویوسف نے وہ وہ اجتہاد کیے کہ محتاج بیان نہیں۔ امام محمد شافعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل اور سفیان ثوری وغیرہ نے بھی کچھ کسر نہ چھوڑی جب مسلمان متفرق فرق ہو گئے تو بعض علما مثل محمدؒ بن اسمٰعیل بخاری اور امام مسلم اور امام ترمذی اور ابی داؤد اور ابن ماجہ اور امام بیہقی وغیرہ نے لمبے لمبے سفر اختیار کیے اور جہاں تک ان سے ہو سکا تمام احادیث کو جمع کیا اور ان کو کتابت میں لا کر بڑی بڑی کتابیں لکھ ڈالیں اور اس طرح اسلام کی خدمت بجا لائے۔ خلافت بنو عباسیہ میں جب یونانی فلسفہ اور معقولات کا زور ہوا اور اس کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں اور بد اعتقادی وغیرہ سے اسلام کو نقصان کا خطرہ ہوا تو ابن عربی اور حزم اور ابن رشد نے علم کلام ایجاد کیا اور ابوشکور سالمی وغیرہ نے عقائد کی کتابیں لکھیں اور اس طرح شریعت کو رونق دی۔ جب مسلمانوں نے بہت ترقی کی اور دنیاوی امور میں افراط کی طرف مائل ہوئے تو جنید بغدادی اور حسن بصری اور بایزید بسطامی اور شیخ عبدالقادر جیلانی جیسے صوفیائے عظام نے تزکیہ نفس اور صفائی قلب اور افراط اور تفریط سے بچنے کے لیے کتابیں لکھیں اور مسلمانوں کو ہلاکت سے بچایا۔ اکثر زہاد اور صلحا اور

صوفیا اہل پیشہ ہوا کرتے تھے اپنا کام بھی ساتھ ساتھ کرتے تھے اور تبلیغ دین اور احیاء سنت میں رات دان مصروف رہا کرتے تھے۔ بعض اولیاء نے اپنا وطن عزیز چھوڑ کر اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کوئی چین کیطرف کوئی افریقہ کوئی جاوا سماٹرا کی طرف کوئی ہندوستان کی طرف چلے گئے اور اس طرح تمام روے زمین پر دین کو پھیلا دیا۔ اسلام کی ترقی صرف علماء اور صوفیا کی برکت سے ہوئی سلطنت ہمیشہ اسلام کے واسطے نقصان دہ ثابت ہوئی ہے چنانچہ یہ حال تواریخ سے بوجہ اتم ظاہر ہے مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سلطنت قائم کریں۔ انکو چاہیئے کہ سلطنتوں کو مسلمان بنا دیں غرضیکہ ہر عالم ہر فقیہہ ہر متکلم ہر صوفی بجائے خود اسلام کی ترقی میں کوشاں رہا کرتا تھا۔ تلک امتہ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانو یعملون یہ لوگ تھے کہ (اپنے وقتوں میں) ہو گزرے انکا کیا انکو اور تمہارا کیا تمکو اور جو کچھ وہ کر گزرے تم سے اسکی پوچھ کچھ نہوگی۔ اب بھی اگر علماء عظام اور صوفیائے کرام بلکہ ہر مسلمان اپنا اسلامی منصب اختیار کریں۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ میں سعی کریں خواہ وہ مسجد میں ہو خواہ خانقاہ میں خواہ وہ ہل چلاتا ہو خواہ وہ دفتر میں محرر ہو خواہ فوج میں افسر یا سپاہی مگر وہ مسلمان ہو تبلیغ اُسکا کام ہو۔ بحث و مناظرہ سے پرہیز ہو جو کچھ کرنا ہو پہلے اُس کا نمونہ بنکر اپنے اخلاق اور علم سے لوگوں کو منقاد کرے ایک مبلغ ایک مسلمان کے لیے توپ و تفنگ کی کچھ ضرورت نہیں۔ خدا اُس کا ناصر و مددگار ہوتا ہے۔ ان تنصرو اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ اگر تم خدا کی نصرت کروگے وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمکو ثابت قدم رکھے گا۔ اب بھی وقت ہے کچھ گیا نہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الاسلام بدا غریبا وسیعود غریبا فطوبی للغربا۔ اسلام کو غریب ہی لوگوں نے رونق دی ہے اور پھر بھی غریب ہی لوگوں سے رونق پائے گا۔

(حاجی) محمد اللہ کاکاخیل (رئیس) میاں گدی ضلع پشاور

جامِ عشق

اے عشق ترا ہو بول بالا | ہے تیرا ہی ہر طرف اُجالا
ہے تیرے آب و گل میں سازش | عاشق کو ہے تجھی پہ نازش
ہے تیرا ہی اس جہان میں جلوا | ہے تیرا ہی ہر طرف ظہورا
ہیں دیر و حرم تجھی سے معمور | دونوں میں فقط ہے اک ترا نور
ہے تجھ سے ہی ابتدا جہاں کی | ہے تجھ سے ہی انتہا جہاں کی
ہے تیرا مقام دل کے اندر | رہتا ہے مدام دل کے اندر
ہے سر میں ہر اک کے تیرا سودا | ملجا تو ہی تو ہی ہے ماوا
تجھ سے پیدا ہوئی طریقت | عرفاں کی کھل گئی حقیقت
ہے شرع کو تیرے دم سے رونق | دین و دنیا ہیں تجھ سے مشتق
میخانہ کو ہے تجھی سے عزت | بتخانہ کو ہے تجھی سے عظمت
مومن کا شفیق مہرباں ہے | کافر کے لیے خدا گماں ہے
خواہش ہی جوان کو بھی تیری | بڈھے کو ہے تو عصائے پیری
ہی طفل کے واسطے تو رحمت | نعمت ہی اُس کے حق میں الفت
عاشق کے لیے کمال ہے تو | معشوق کا بھی جمال ہی تو
زاہد کو ترا خیال ہر دم | رندوں کے لیے وصال ہر دم
کعبہ کے لیے چراغ وحدت | مندر کے لیے ہے سیر کثرت
دنیا کے لیے ہے تو تمدن | عقبے کے واسطے تعین
ہے درد میں تیرے خوب لذت | ہے تیرے سوز میں حرارت

مقبول تو مقصد رہے جی کا ۔ منظور تو ہی ہے عاشقی کا
ملتا ہی تجھی سے جی کو آرام ۔ ہے دافع درد و رنج و آلام
بیمار کی اپنے تو ہے دارو ۔ کہتے ہیں عبث تجھے بلا کو
ہے تو ہی رفیق اپنے دل کا ۔ ہے تو ہی شفیق اپنے دل کا
تنہا کا ہی تو ہی یار و مونس ۔ ہے مکتب عقل کا مدرس
جاسوس ہی تو ہی عاشقی میں ۔ شوخی ہی بہت سی تیرے جی میں
کیا برق کہوں تجھے کہ سیماب ۔ قطرہ کہوں یا کہوں میں سیلاب
تو اپنے طریق کا ہے رہبر ۔ کوئی بھی نہیں ہے تیرا ہمسر
عالم میں بہار باغ ہے تو ۔ زندوں کے لیے ایاغ ہے تو
عاشق کو فروغ ہے تجھی سے ۔ تجھ کو رشتہ ہی ہر کسی سے
مونس تو میرا میں تیرا شیدا ۔ کیوں تجھ سے کہوں نہ حال دل کا
جام مے معرفت پلا دے ۔ دل میں مرے آگ بس لگا دے
ہے روز ازل سے شاد مینوش ۔ کہتا ہے جہان سارا مدہوش
سرشار بنا دے مجھکو ساقی ۔ دیدے مجھ کو جو کچھ ہو باقی
دے اپنا ہی درد میرے دل میں ۔ ہووے تری میرے آب و گل میں
ہو درد میں سوز سوز میں ساز ۔ انجام کا ہو چلا ہے آغاز
آنکھوں میں سرور سر میں سودا ۔ دے عشق میں مجکو رتبہ اعلےٰ
اے عشق مجھے تو شوق بھی دے ۔ جو شوق ہو اُس کا ذوق بھی دے
دل غیر سے پھیر دے تو میرا ۔ احسان یہ ہوگا مجھپہ تیرا
اے عشق تو زہد و اتقا دے ۔ یہ فسق و فجور سب چھڑا دے
ہاں میری سرشت میں وفا ہی ۔ یہ خاک بھی میری کیمیا ہی

اُٹھوا نہ تو مجھ سے منت غیر
ممنون نہ کر مجھے کسی کا
توحید کا نور دل میں بھر دے
میری یہ جبیں ہو در ترا ہو
اب مجھکو پھرا نہ در بدر تو
بن جا اب تو ہی میرا دمساز
رکھ سر پہ تو میرے فقر کا تاج
اپنے ہاتھوں سے دے مجھے جام
ہاں مست مجھے بس اب بنا دے
دامن مرا موتیوں سے بھر دے
ہاں لطف سرور دائمی ہو
روشن کر دے تو میرے گھر کو
بے فکر بنا دے دلکو میرے
نظروں میں مری تو ہی سما جا
کاشانہ بنا دے دلکو میرے

ہو دونوں جہان میں تری خیر
مجھکو تو بنا لے بندہ اپنا
اور سوز کا اس میں تو اثر دے
میرا دل صاف گھر ترا ہو
مسکیں کی جلد لے خبر تو
اور مجھ کو بنا لے اپنا ہمراز
عرفان کا کر عطا مجھے راج
ہوں روز ازل سے بادہ آشام
مانگوں جو مجھے وہی دلا دے
بس دل کو مرے غنی تو کر دے
حسرت پوری جو شاد کی ہو
کر عمر عطا مرے پسر کو
اٹھ جائیں دوئی کے سارے پردے
یہ گھر ہے ترا اسی میں آ جا
میخانہ بنا دے دل کو میرے

پوری کر دے تو آرزو کو
بس منہ سے لگا دے اب سبو کو

شاد
از حیدرآباد

آہنگ فراق

ما در پیالہ عکس رُخ یار دیدہ ایم

اے بیخبر ز لذت شرب مدام ما

شہر حقیقت تک ریلوے لائن گئی ہی نہ موٹر کار کی اُس تک سائی ہی نہ بیلوں ہوائی جہاز کا وہاں گزر ہی۔ اُس کی بلندی تک پہنچنے کے لیے مجاز کے پُر کام دیتے ہیں اس لیے ارشاد ہوا ہی المجاز قنطرۃ الحقیقۃ یعنی مجاز حقیقت کا پل ہی بے اس پُل سے گزرے منزل مقصود تک نکوئی پہنچا ہی اور نکوئی پہنچے گا۔ مگر ہر عاشق کے لیے مجاز نئے ڈھنگ اور نئے رنگ کا ہوتا ہی حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسفؑ پر جان سے فدا تھے انکی صورت دیکھکر جیتے تھے ہر وقت یوسف کو پیار کرتے ہر وقت ان کی بلائیں لیتے اپنے پاس سلاتے آپ اُنکا منہ دہلاتے آپ اُن کے منہ میں نوالہ دیتے جب بیٹے سے بچھڑ گئے تو کسی طرح صبر نہ آتا تھا حضرت جبرئیل تک سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے کہ یوسف سے آپ ضرور ملیں گے یوسف جیتے ہیں مگر حضرت یعقوب کا بے چین دل کسی عنوان سے تسکین نہ پاتا تھا آخر جوش فراق میں اتنا روے کہ دونوں آنکھیں بے نم ہوکر رہ گئیں وابیضت عینٰہ من الحزن سے

نکھوڑی حضرت یوسف نے یاں بھی جانا آرائی سفیدی دیدہ یعقوب کی پھرتی ہی زنداں میں اتنے بڑے نبی ہوکر خدا کو بھول گئے اور زلیخا کی طرح یوسف کی چاہ میں ڈانوا ڈول ہو گئے تھے ہرگز نہیں انوار ذات یوسف کے پردے میں اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ ہمارے حضور جو دونوں نواسوں پر ہر دم قربان ہوتے تھے یہ کیا اسرار تھا صحابہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ حضور نے سجدہ میں بہت دیر لگائی کیا وحی اتر رہی تھی حضور فرماتے وحی

تونیس اُتر رہی تھی۔ مینے سجدہ میں سر رکھا اور حسینؓ میری گردن پر آن بیٹھا میں نے سر اٹھالیتا
تو ننھا سا حسین گرنہ پڑتا اُس کے دشمنوں کے چوٹ نہ لگجاتی حسین کے نازک اور پیارے
ہونٹوں کو خاتم المرسلین چوم رہے ہیں جو حسین آپ کے کندھے پر سوار ہوگئے اور آپ اُونٹ
بنگئے۔ حسین کہتے ہیں نانا جان اونٹ کے مہار بھی تو ہوتی ہے نانا جان فرماتے ہیں بیٹا میرے
بلمبے بلمبے بال پکڑلو تمہارے اونٹ کی یہی مہار ہے ؎

جب وشتے ہیں آپ تو مشکل سے منتے ہیں اچھا سوار نہ بیجئے ہم اونٹ بنتے ہیں

جو مرشد الانبیا ہو وہ ماسوائے اللہ کی طرف مائل ہو جائے درحقیقت حسن اور
حسین آئینہ تھے جن میں وحدت اپنے رنگ دکھاتی تھی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی
قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں اولیاء اللہ کے چہرے دراصل کھڑکیاں اور جھروکے ہیں
جن کے اندر معشوق حقیقی بیٹھکر اپنے جمال کی جھلک عاشقوں کو دکھایا کرتا ہے سلطان
قطب الدین محمد جو خوارزم کا بادشاہ تھا اُسنے خلیفہ بغداد کو لکھا کہ مجھے اپنے دربار کے
حکما میں سے ایک لائق اور علامہ حکیم عنایت فرمائیے خلیفہ نے حضرت مجدالدین
بغدادی کو جن کی عمر صرف سترہ برس کی تھی خوارزم بھیجا۔ بادشاہ نے آپ کے کمالات
کو آزمایا تو فی الواقع ایک بے بہا اور نادر چیز آپ کو پایا حضرت مجدالدین نہایت
خوبرو اور حسین تھے اور آپ کو تصوف و فقر کی ہوا بھی نہ لگی تھی اور وہ اپنی زندگی حکیموں
کی طرح بے قید اور آزادی کے ساتھ بسر کرتے تھے اور شطرنج بہت کھیلا کرتے تھے اتفاقاً
حضرت نجم الکبریٰ کی اور آپ کی کسی موقع پر چار آنکھیں ہوگئیں اور حضرت نجم الکبریٰ
آپکے جمال کو دیکھکر آپ پر فریفتہ ہوگئے تاکہ مشائخ اور اکابر کی سنت پوری ہو حضرت
نجم الکبریٰ خوارزم میں رہتے تھے اور سارے توران کے پیشوا تھے جب آپ کو معلوم
ہوا کہ مجدالدین بغدادی کو شطرنج کا بہت شوق ہے تو آپ سونے چاندی کے مہرے
اور زریں بساط بنوا کر اُن کی نذر کو لے گئے اور اُن کے ساتھ شطرنج کھیلنے لگے ؎

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری — تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے

بالآخر حضرت نجم الکبریٰ کی تاثیر صحبت رنگ لائی اور حضرت مجد الدین بغدادی کی طبیعت کا رخ تصوف کی طرف مائل ہوا شطرنج سے توبہ کی اور حضرت نجم الکبریٰ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور چند ہی روز میں حضرت نجم الکبریٰ نے اپنا انہیں خلیفہ کر دیا۔ بعض مریدوں کو اس پر رشک ہوا اور حضرت نجم الکبریٰ سے کہا آپ نے مجد الدین بغدادی کی دلفریب صورت دیکھکر انہیں مجاز کر دیا ہے ورنہ وہ ابھی کچھ نہیں۔ حضرت نجم الکبریٰ نے فرمایا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مجد الدین یوسف ثانی ہے اور میرا دل اس کی دام الفت میں پھنس گیا ہے مگر مجد الدین کا دل آفتاب کی طرح روشن تھا اس نے ایک آن میں اس تربیت کو قبول کر لیا جو تم برسوں کے کسب و ریاضت میں بھی حاصل نہ کر سکے چار برس میں حضرت مجد الدین بغدادی ظاہری حکمت کے دائرے سے نکلکر ولایت کے اعلیٰ مقام کو پہنچ گئے اور آپ کے وعظ کی تمام خوارزم میں دھوم مچگئی سلطان قطب الدین محمد کی بیوہ ماں نوجوان عورت تھی اور وہ حسن کا گویا ایک چاند تھی جس کی ٹھنڈی روشنی تمام توران اور ایران کو بیقرار کر رہی تھی اُسے بھی حضرت مجد الدین بغدادی سے عقیدت پیدا ہو گئی وہ حضرت کے مکان پر بھی وعظ سننے کے لیے حاضر ہوتی اور آپ کو بھی اپنے محل میں بلا کر وعظ سُنا کرتی بمشیت اللہ آپ ایک شب بیگم کے بلائے ہوئے محل میں تشریف لائے اور اُس مکان میں رونق افروز ہوئے جس کا ایک حصہ مردانہ بھی تھا بادشاہ بیگم آپ کو بلا کر کسی ایسے کام میں لگ گئی کہ اُسے آدھی رات تک فرصت نہ ملی ادھر حضرت مجد الدین صاحب کو غنودگی طاری ہوئی اور آپ کمرے کے اندر جو پلنگ آراستہ تھا اُس پر لیٹ گئے بیگم سمجھی کہ حضرت آئے ہی نہیں وہ آدھی رات کے بعد اپنی اُسی خوابگاہ میں آئی جس میں حضرت سوتے تھے نیند کی ماتی بھری تھی بے دیکھے بھالے وہ بھی اُسی پلنگ پر سو گئی جس پر حضرت سو رہے تھے لونڈی نے جو یہ تماشا دیکھا

تو وہ سیدھی سلطان قطب الدین محمدؒ کے پاس گئی اور بادشاہ نے یہ نقشہ اپنی آنکھ سے دیکھا تو وہ تیرہ ہو گیا دوسرے پئیے ہوئے تھا شراب جو عقل کو زائل کرتی ہے تیسرے حضرت مجد الدین کے اس عروج کو دیکھکر ارکان سلطنت جل ہی رہے تھے اُن کے بھڑکانے سے سلطان کی طبیعت اور بگڑی اُسنے نہ پوچھا نہ گچھا حکم دیا کہ مجد الدین بغدادی کو دریا میں جاکر ڈبوا دو حضرت مجد الدین نے قسمیں کھائیں ماں نے اپنی پاکدامنی پر حلف اُٹھایا مگر بدنصیب بادشاہ نشہ میں چور ہو رہا تھا اُسنے اصلا پروا نہ کی جب حضرت مجد الدین کو سرہنگ ڈبونے کے لیے لے چلے تو آپنے سلطان محمدؒ قطب الدین کی طرف مخاطب ہوکر یہ رباعی پڑہی ۔

در بحر محیط غوطہ خواہیم زدن   یا غرق شدن یا گہرے آوردن
کار تو بخاطرست خواہم کردن   یا سُرخ کنم روئے زتو یا گردن

جب حضرت مجد الدین بغدادی جیسے گوہر بے بہا دریا میں غرق ہو گئے اور صبح کی بہری آپ کے ماتم میں گریباں چاک کر کے سر پر دہول اُڑاتے شرق کے پرستان سے نکلی تو سارے شہر میں ہل چل اور کہل بلی مچگئی اور حضرت نجم الکبریٰ نے آپ کے سوگ میں آہ و زاری شروع کی جس نے عرش عظیم ہلا دیا اور آپ کی زبان سے بادشاہ کے حق میں بد دعا نکل گئی ادہر سلطان قطب الدین محمدؒ کا نشہ ہرن ہوا اور وہ سمجھا کہ جو کام یزید پلید نے کیا تھا وہی مجھ سے ہوا وہ خوب جانتا تھا کہ حضرت نجم الکبریٰ اور اُن کے محبوب مرید مجد الدین شہید ولی کامل ہیں اُن کے سات جو یہ ظلم اور گستاخی ہوئی ہے وہ ضرور آفت ڈہائے گی اسلیئے بڑی شرمندگی کے سات ایک کشتی میں بہت سی اشرفیاں رکھکر اور اپنے گلے میں کفن اور تلوار ڈالکر حضرت نجم الکبریٰ کی خانقاہ میں حاضر ہوا اور کشتی اشرفیوں کی آپکے روبرو رکہدی۔

حضرت نجم الکبریٰ ۔ یہ کیا سامان ہے

سلطان قطب الدین محمود (روکر) ہیں سب سے بڑا گناہ کیا ہے اُس کی معافی کے لیے حاضر خدمت ہوا ہوں اگر آپ کو اپنے مرید کا خوں بہا چاہیئے تو یہ کشتی بھری اشرفیاں حاضر ہیں اور اگر قصاص مطلوب ہے تو میں تلوار اور کفن بھی لایا ہوں اپنے ہاتھ سے میرا سر کاٹ لیجئے اور مجھے کفن پہنا دیجئے میں سسکی بھی نہیں بھرونگا۔

حضرت نجم الکبریٰ وکان ذالک فی الکتاب مسطورا۔ میرے فرزند کا خون بڑا محترم ہے اُس کا بدل نہ یہ چند اشرفیاں نہ اُس کے قصاص میں ایک گردن زدی کی کافی ہو سکتی ہے۔ مجد الدین کے سر کے بدلے میں جب تک تیرا سر اور میرا سر اور تمام توران کے سر نہ کٹ لیں گے اسکا معاوضہ نہ ہوگا چنانچہ چند ہی روز میں چنگیز خاں قیامت کی طرح چین کی جانب سے خوارزم کی طرف بڑھا اور اُس نے سلطان قطب الدین کو مع اس کی ڈیڑھ لاکھ فوج اور انگنت رعایا کے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا اور حضرت نجم الکبریٰ بھی اسی ہنگامہ میں شہید ہوئے خوارزم کا دار السلطنت کھنڈر ہو گیا اور اُس کے ویرانوں میں سے اب تک نوحہ اور ماتم کی جانگداز آوازیں سنائی دیتی ہیں دیکھو بڑے بڑے صوفی اور اکابر اولیاء اس طرح مجاز کے پل کو طے کر کے بارگاہ وحدت تک پہنچتے ہیں اور فقیروں کے ساتھ بدگمانی یہ رنگ لاتی ہے۔ ؎

کار درویشی ورائے فہم تست   سوے درویشاں تو منگر سست سست

حضرت نجم الکبریٰ اور حضرت مجد الدین بغدادی کے مقامات کا کیا ذکر کیا جائے حضرت نجم الکبریٰ کے ادنیٰ مریدوں میں سے فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر کے مصنف ہیں انہوں نے حضرت نجم الکبریٰ سے ایک دن سوال کیا بما عرفت ربک یعنی آپ نے خدا کو کیونکر پہچانا۔

حضرت نجم الکبری بواردات تردعلی القلب تعجز النفس عن تکذیبھا۔ یعنی میں نے خدا کو اُن واردات کے ذریعہ سے پہچانا جو قلب پر وارد ہوتے ہیں اور نفس اُنکے جھٹلانے سے عاجز ہوجاتا ہی آپ کو بیعت حضرت ابونجیب ضیاء الدین سہروردی سے تھی جن کے درمیان حضرت خواجہ ممشاد دینوری تک چار واسطہ ہیں۔ بہرحال عشق مجازسے بھی ہر آدمی فیض نہیں اُٹھا سکتا وہ بڑے خوش نصیب ہیں جو کسی دلربا پر اپنی جان ایمان کو قربان کرڈالتے ہیں مولانا عظمت فرماتے ہیں ؎

میادا ہیچ دل بے عشقبازی ۔۔۔ اگر باشد حقیقی یا مجازی

مولانا جلال الدین رومی بھی نوجوانوں کو مرغ دل شاہدان چین و فرنگ کے دام گیسو میں پھنسانے کے لیے اُبھارتے ہیں اور مثنوی شریف کے آغاز میں ہی فرماتے ہیں ؎

عاشقی گرایں سروگرزاں سرست ۔۔۔ عاقبت مارابداں شہ رہبرست

اور یہ خواجگان چشت کا غلام ناصر نذیر فراق بھی اپنے شعر میں مجاز کی طرف اشارہ کرتا ہی۔

ہمیں کعبہ کے جانے میں تامل کچھ نہیں اہد ۔۔۔ مگر رستہ میں بت خانہ کوئی میخانہ آتا ہی

کعبہ سے مراد مجبوب حقیقی کی منزل گاہ ہی جس کے رستہ میں بڑے بڑے ریگستان اور خشک جنگل پڑتے ہیں ایک لی کی چاردیواری میں رہنے والا آرام طلب میرزا بھویا نوجوان بے لالچ کے کب اس کی جلتی بھلتی سنہ مین برباد ہونے لگا تھا مگر اس کعبہ کی منزلوں میں کہیں بت خانہ اور میخانہ پڑجائے تو یہ مہ جبینوں کے جوبن کی بہاریں لوٹتا ہوا اور بادہ گلرنگ کے جام اوڑاتا ہوا شہر حقیقت تک بے تکان پہنچ سکتا ہی فقط والسلام مع الکرام۔

فقیر حقیر ناصر نذیر فراق

از دہلی محلہ سوداگران مدرسہ راؤ تمند خاں

مکان میر ظریف مرحوم

باطن مینا

دل نشہ مست ہے سرور جام باطن مینا — صلائے عام تھا وہ فیض عام باطن مینا
ہوئے مانع نظر دل سے غلام باطن مینا — وہی ہیں ناظر عالی مقام باطن مینا
ہوا محو نگاہ ساغر حسن تجلی کیوں — حجاب چشم عشق ناتمام باطن مینا
جو ہیں نامحرم اسرار وہ کیا راز داں ہونگے — سمجھ میں آ نہیں سکتا کلام باطن مینا
چلا لے شائق جام تجسس محو ہو کر یوں — جگر یہ کاٹ ڈالے گی جام باطن مینا
رہی تسلیم و تمکیں بطون مد نظر اے دل — سلامت رو ہوئے باب سلام باطن مینا
شناسا ہی نہیں ہیں صورت تطہیر قلبی کے — کریں کیا اہل ظاہر احترام باطن مینا
ہوا بے پردہ آخر شیوہ صورت پرستی میں — یہ شکر صحو میں بھی ہے التزام باطن مینا
سلوک انفس آفاق میں نیرنگ تماشا ہے — ہوئے یکرنگ ملک خاص عام باطن مینا
سرور جام عرش آہنگ میں کیف تحیر — سنبھل اے سالک گرداں باطن مینا
قلندر لی مع اللہی اسیر جذب باللہی — بکیف سکر فی اللہی بجام باطن مینا
بہکتا کیوں ہے منکر پختہ مغزان طریقت سے — پیا ہے سادہ جام نیم خام باطن مینا
تمنا تھی کہ قلب بلبل کشمیر ہم دیکھیں — وہ بھی آئینہ دار صبح و شام باطن مینا
سرور کشف باطن نے کیا مجذوب و صاحب دل — تماشا گرمی ساقی کیف جام باطن مینا

ہوئے ہیں شہرۂ آفاق ہم مستور مستی میں
نہاں مستور ہو شرب مدام باطن مینا

عریاں خرابات ساقی دہلوی -

بم۔ بندوق۔ ہوائی جہاز

ہمارے خواجہ صاحب کو نئی سوجھتی ہی انوکھی سوجھتی ہے انوکھی کیسا؟ ایسی سوجھتی ہے کہ سارے ہندوستان میں کسی کو نہیں سوجھتی۔ اور پھر بیان کا لطف سبحان اللہ۔ واہ۔ واہ مرزا حیرت نے شاید اپنے دعوں کی ابتدا میں ایک فقرہ لکھا تھا کہ خدا میرے ہاتھ کے ساتھ کام کرتا ہی اور خدانے خود حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں فرمایا ہو کہ میں اپنے اچھے بندوں کی زبان بنجاتا ہوں وہ مجھ سے بولتے ہیں۔ ہاتھ بنجاتا ہوں وہ مجھ سے کام کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ سو میرزا حیرت کی نسبت تو ہم نہیں کہتے کہ انکا شمار اچھے بندوں میں ہو یا بُرے بندوں میں مگر خواجہ صاحب کی زبان پر خدا کا سایہ ضرور ہی اُن کے قلم میں اُسنے بڑی طاقت دی ہی۔ وہ بولتے نہیں جادو کرتے ہیں۔ لکھتے نہیں موتی بکھیرتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی اور ارذل ترین چیزوں پر بہتر سے بہتر مضمون پیدا کر دینا ان کے سامنے معمولی بات ہی۔ ایک شیخ نورالدین صاحب (گوجرانوالہ) تو اور اس میدان میں کامیاب ہوتے جاتے ہیں۔ ورنہ اُلو۔ کتے۔ مچھر کی تعریف میں صفحے کے صفحے کون رنگ سکتا ہی۔ ابتدا میں حضرت خواجہ صاحب کی تحریریں محض تصوفانہ ہوتی تھیں مگر اخبار توحید کے زمانہ سے ثابت ہوگیا کہ انکو ہر رنگ میں لکھ سکنے کی قدرت ہی۔ طبیب میں انہوں نے طبی مضامین پر ایسی قلم فرسائی فرمائی کہ اطبا حیران ہوگئے اب جب سے یورپ کی جنگ چھڑی ہی ان پر ایک عجیب حالت طاری ہی اور وہ اس وقت سے لاجواب معارف کے خزانے لٹا رہے ہیں۔ یہ بم۔ بندوق اور ہوائی جہاز جو آپنے زیب عنوان دیکھے تین ٹریکٹوں کے نام ہیں جو ناموں سے تو کیں معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں نہ پوچھئے کہ کیا ہیں۔ خواجہ صاحب نے ان

ننھے ننھے سے کوزوں میں اسرار و نکات کے دریا بہائے ہیں ۔ کہیں کہیں سے انکا اقتباس ملاحظہ ہو ۔

بم

میں نے عالم خیال میں ایک ن بم منگایا تھا ۔ سامنے آیا تو دیکھا کہ وہ دل کی صورت کا ایک جسم ہے ۔ پوچھا کیا تو دل ہے ؟ بولا اپنے دل سے پوچھو ۔ میرے دل نے کہا میں پھٹ جاتا ہوں تو دنیا اندھیر ہو جاتی ہے ۔ بم نے کہا یہی حال میرا ہے ۔

میں نے اپنے دل کو سینہ سے لگایا ٹھنڈے سانس سے انسکو پنکھا جھلا اور کہا خدارا تو ہمیشہ سلامت رہیو دل ہلنے لگا ۔ گویا وہ میری درخواست سے انکار کرتا تھا آخر اس نے ہل ہل کر جواب دیا میں کیونکر وعدہ کر سکتا ہوں کہ ہمیشہ سالم رہونگا قدرت نے میرے اندر بارود بھر رکھی ہے ۔ اور وہ مسالہ بھر رکھا ہے جو چوٹ لگنے سے بھڑک جاتا ہے ۔

محبت کی آگ کا ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے اس کی ذراسی چنگاری میرے اندر کی بارود کو بھڑکا سکتی ہے ۔ زندگی سب کو پیاری ہے سلامتی ہر ایک کو عزیز ہے مگر تقدیر کے ہاتھوں لاچار و بے بس ہوں ۔ بچپن میں میرے دشمن کم تھے سمجھتا تھا کہ یہ زمانہ آسانی سے گزر جائے گا مگر ماں باپ کے مرجانے سے یتیمی و بیسری کی ایک ایسی ضرب لگی کہ مجھ میں کئی درازیں پڑگئیں تاہم بالکل پاش پاش نہوا تھا ۔ اور سمجھتا تھا کہ جوانی کے عیش میں یہ زخم بھر جائیں گے ۔ آخر شباب بھی آگیا اور غیبی امنگوں نے زخموں پھاہا رکھدیا چند روز میں دیکھا تو میرا بدن صندل کی طرح صاف شفاف تھا میں نے انگڑائی لی ۔ اور جگر سے کہا آ ہم آغوش ہو کر سو جائیں کچھ تو جینے کا مزہ اٹھائیں ۔ جگر نے کہا ہاں بیشک سچ کہتے ہو مگر آنکھوں سے مشورہ لینا ضروری ہے ۔ ایسا نہو ہم تم سو جائیں اور انکو کوئی ضرورت پیش آجائے ۔

دل نے جگر کے کہنے سے اپنی ایک رگ کو حرکت دی گویا وہ آنکھوں کو تار دینا

چاہتا تھا۔ آنکھوں نے رگ کی تڑپ کو غور سے دیکھا اور دل کا مطلب سمجھکر کہا میرا کچھہ حرج نہیں۔ شوق سے سوجاؤ مگر ذرا ٹھہرنا۔ میں اس آنے والے کو دیکھہ لوں زبان سے سنا تھا کہ وہ اس سے بات کرنی چاہتی ہے کان کہتے تھے ہمکو اس کی گفتگو سننی ہے دل آنکھوں کے جواب کو سُنکر بستر پر جاتے جاتے ذرا تھم گیا کچھہ دیر نہ گزری تھی کہ آنکھوں کے رونے کی آواز آئی۔ اور ساتھ ہی ایک ہوا ں سا اُٹھا اور اسکے اندر سے ایک چھری نکلی جس نے مجھپر کئی وار کئے۔ جگر یہ دیکھکر مجکو بچانے کے واسطے بڑھا۔ چھری نے اُسکو بھی زخمی کر دیا مینے آنکھہ سے پوچھا یہ کیا تھا۔ یہ کس قاتل کا حربہ تھا۔ آنکھوں نے روتے روتے کہا میں کیا بتاؤں زبان سے اور کانوں سے پوچھو مینے زبان اور کان سے دریافت کیا۔ زبان بولی میں نے آنے والے سے اتنا دریافت کیا تھا کہ کیا تو میرا بن سکتا ہے۔ اس کے بعد مجھے خبر نہیں کیا ہوا آگے کی کیفیت کان بتائیں گے۔ کانوں نے کہا۔ کہ زبان کی درخواست کو سُنکر آنے والے نے جواب دیا نہیں میں دوسرے کا ہو چکا ہوں۔ بات تو فقط اتنی ہوئی تھی۔ مگر خبر نہیں آنکھیں کیوں رونے لگیں۔ اسوقت مینے سمجھا کہ یہ سب عشق کی کارستانی تھی یہ چھری اُسی سفاک کی نشانی تھی۔

ہائے وہ دل جسکو پالا ناز سے　　کس کے خنجر کا نشانہ ہو گیا

دل کی یہ گفتگو سنکر مینے ہم سے کہا تجکو کون ستاتا ہے۔ کیا تیرا دل بھی کسی پر آتا جاتا ہے۔

ہم نے ہنسکر جواب دیا میں ناری جسم ہوں مجھے عاشقی معشوقی سے کچھہ سروکار نہیں۔ بندہ اس انسانی آزار کا گرفتار نہیں۔ پوچھا تو پھر کیوں پھٹ جاتا ہے تجھکو کون صدمہ پہنچاتا ہے۔ بم نے کہا یہ میری نیچرل ڈیوٹی ہے۔ یہ میرا قدرتی دستور ہے۔ مرجاتا ہوں اور اپنی پیدائیش کی غرض کو پورا کرجاتا ہوں۔

بم کا جواب سنکر میں نے تامل کیا اور ایک پوشیدہ طاقت سے پوچھا۔ بسب کی یہ قتل ناک نوکری کس نے مقرر کی ہے اور کیوں مقرر کی ہے۔ جواب ملا جس نے زہر کو ہلاک کرنے کا مادہ دیا ہے جو سانپ کے پھن میں موت کا جام بناتا ہے۔ جو شیر کو مار ڈالنا سکھاتا ہے میں نے کہا۔ یہ تو مانا کہ خدا نے ان سب کو پیدا کیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیوں پیدا کیا ہے۔ اگر زہر نہ ہوتا تو اللہ میاں کی دنیا میں کیا کمی رہ جاتی۔ سانپ کے منہ میں قاتل طاقت نہ ہوتی تو کیا نقصان ہو جاتا۔ بم کو سفاکی نہ دی جاتی تو کیا نقصان تھا۔

جواب ملا۔ قدرت نے ہر چیز ترازو میں رکھی ہے۔ اس ترازو کا نام تقدیر ہے تقدیر کے آگے کسی کا کچھ بس نہیں۔ تدبیر بھی تقدیر کے ایک حصہ کا نام ہے جس قدرت نے زہر بنایا ہے تو ساتھ ہی اس کا اُتار بھی پیدا کیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اچھے بُرے کو پرکھنے کی تمیز دی ہے۔ چونکہ زندگی امتحان تمیز و شعور ہے اسواسطے قدرت کا یہ دستور ہے کہ وہ روشنی و اندھیرا۔ سیاہ و سفید نیک و بد۔ مرض و تندرستی امن و خونریزی کو برابر کا حصہ دیتی ہے اور پھر دیکھتی ہے کہ دیکھوں کون اپنی عقل و تمیز سے کام لیتا ہے اور برائی سے بچ کر نیکی حاصل کرتا ہے۔

زہر شیشی میں رہتا ہے مگر شیشی اس کے اثر سے نہیں مرتی۔ اور آدمی کے جسم کی تنی بڑی بوتل ٹوٹ جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زہر کے اندر موت نہیں ہے بلکہ خود انسان کے اندر موت ہے جو ایک چیز کے استعمال سے اگر وہ تقدیر کے وزن سے زیادہ ہو ہلاک ہو جاتا ہے۔

بم بنانے والوں کو خدا نے بم بنانے کی طاقت دی لیکن ساتھ ہی عقل و ہوش کے ذریعہ بتا دیا کہ دنیاوی اغراض کے لیے کسی انسان کو ہلاک کرنا اعلےٰ درجہ کی بے تمیزی ہے۔ جس نے خدا کے بندوں کو دنیا کے آرام کے لیے قتل کیا

اس نے اپنی زندگی کی ڈیوٹی پوری نہیں کی۔

شیر کو پیٹ بھرنے کے لیے شکار کی طاقت دی گئی ہے۔ جب اس کا پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے تو کسی جاندار پر حملہ نہیں کرتا۔ مگر بلی خواہ مخواہ جانوروں کو ہلاک کر دیتی ہے کھانے کی ضرورت ہو یا نہو۔ پس جو لوگ محض نفسانیت کے لیے خونریزی کرتے ہیں وہ بلی ہیں اور جو خاص اور اہم ضرورت کے وقت تلوار اٹھاتے ہیں وہ شیر ہیں۔

بم بازوں کی قتل کاریاں بھی بلی کی سفاکیاں ہیں نہ انکا کوئی اصول ہے نہ کوئی خاص مقصد ہے یہ بچھو کے ڈنک ہیں جو بغیر کسی تحریک کے چلتے رہتے ہیں اور نامور نیک نام ہندوستان کو بدنام کرتے رہتے ہیں۔ یہ عقل و تمیز نہیں ہے کہ چند انگریزوں کو مار کر سارے ملک کی نجات کا خیالی پلاؤ پکا لیا جائے۔

مرد کو چاہیے قایم رہے ایمان کے ساتھ   تا دم مرگ ہے یا دخدا جان کے ساتھ
مینے مانا کہ تمہاری نہیں سنتا کوئی   مُلانا تمہیں کیا فرض ہے شیطان کے ساتھ

بندوق

حسن سیرت

بندوق بڑی صابرہ ہے مہینوں۔ برسوں خالی پیٹ کھونٹی پر چپ چاپ لٹکی رہتی ہے اور اپنے خاوند سے کھانے کی طلبگاری نہیں کرتی۔

باطنی صفائی کا یہ عالم ہے کہ جو اندر ہو سب کا سب نکال کر باہر رکھدیتی ہے۔ آدمی کی طرح نہیں جو زبان سے کچھ اور کہتا ہے اور دل میں کچھ اور کہتا ہے آدمی پاس انفاس کا شغل کرتا ہے اللہ ہو کا ورد کر کے اندرونی کثافتوں کو صاف کرنا چاہتا ہے۔ مگر باوجود برسوں کی محنت کے کامیاب نہیں ہوتا۔ بندوق کو دیکھو جہاں اس کے سینہ پر الا اللہ کی ضرب پڑی اُسی وقت غیبی تجلی نمودار ہو گئی اور اندر کی کثافتوں کو جلا کر

پھینکدیا۔ یہی وجہ ہے کہ بندوق کی بات منھ سے نکلتے ہی بڑی تاثیر ہوتی ہے سننے والے پر اثر ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ لوگ جانتے ہیں جنکو بندوق کے اسرار سے آگاہی ہے کہ بندوق کے بول کی صدا بعد میں گونجتی ہے پہلے اسکے اثر کا نشانہ سننے والوں پر کارگر ہو چکتا ہے۔ معلوم نہیں بندوق فقیروں کے کس خاندان میں مرید ہے کہ ہمیشہ ذکرِ جہر کرتی ہے۔ کبھی نہیں سنا کہ اس نے ذکرِ خفی کیا ہو۔

بندوق بڑی دلیر ہے۔ شیر کا مقابلہ یہ کرے۔ ہاتھی کے سامنے ہوکر یہ لڑے سانپ بھی اس سے گھبراتا ہے۔ خونخوار موذی بندوق کے نام سے تھراتا ہے۔

بندوق بڑی ملنسار ہے۔ کالے گورے ہندو مسلمان عیسائی موسائی یوروپین ایشیائی عورت مرد امیر غریب جو اس سے مدد مانگے بسر و چشم لیکر تیار ہو جاتی ہے یہ نہیں کہ آدمیوں کی طرح یہ کہے کہ صاحب یہ تو گورا ہے اور یہ کالا ہے۔ اور یہ ہندو ہے یہ مسلمان ہے۔ کیونکہ بندوق جانتی ہے کہ سب چیزیں خدا کی بنائی ہوئی ہیں۔ اور خدا کے نزدیک سب برابر ہیں پھر میں کیوں ایک دوسرے میں تفریق کروں اور ایک ہی کی ہو کر رہ جاؤں۔ میرا خدا سب کا ہے تو میں بھی سب کی ہوں میرے خدا نے پانی۔ ہوا روشنی سب کے لیے برابر رکھی ہے تو میں بھی سب کی خدمت کے واسطے برابر حاضر ہوں۔

بندوق کا روحانی لکچر

الٰہی تیری شان کے قربان۔ یہ بندوق بے زبان اور تیری حمد کی اتنی بڑی داستان سپاہی کے کندھے پر رکھی ہے۔ وہ میدانِ جنگ کو جا رہا ہے۔ بینڈ بجا رہا ہے جھوم جھوم کر قدم اٹھا رہا ہے اور بندوق پیچھے کی طرف منھ کیے خاک کے ذروں کو معرفت کا یہ لکچر دیتی چلی جاتی ہے۔ مٹی کے ذروں اپنے بنے ہوئے پتلے کو نہیں دیکھتے کیسا اکڑتا ہوا جاتا ہے

اسکو یاد دلاؤ کہ تو خاک کی تصویر ہی مٹ جائے گا تو پھر خاک دامن گیر ہی۔

خاک کے پتلے کو دیکھ کیا ہی مچایا ہی شور فرش سے لے عرش تک کر رہا ہی اپنا رو
سینہ میں قلزم کو لے قطرہ کا قطرہ رہا بل بے سمائی تیری اُف رے سمندر کے جو

کیوں رستہ کے نشانوں۔ تم کس کس پاؤں کا نقش خاکی ہو۔ تم پر سے کون کون گزرا ہے۔ جب وہ گزر گیا تو تم یہاں کیوں رہ گئے۔ تمہارے اندر کی اُنجان پنجان انجان چلنے والوں کو دنیا کے نشیب و فراز کا سبق نہیں پڑھا تی۔ تم اپنی بیکسی و لاچاری سے اُس کو نہیں ڈراتے جس کے پاؤں کے دباؤ سے تمہارا وجود بنا ہی اس سے کہو نادان مجھکو دیکھ کیسا بے بس ہوں تو بھی خود مختار نہ بن کہ میں تیری ہی بے اختیاری سے پیدا ہوا ہوں تکبر سے سر اونچا نکر پاؤں کو دیکھ جو ہر وقت خاک سے ہم آغوش رہتا ہی۔

جنگل کے درختوں خاموش کیوں کھڑے ہو شجر آدم کی اس ہولی ہیلی ڈالی کو سمجھاؤ یہ اپنی زندگی کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑا ہی اسکو جینے کے لیے پیدا کیا تھا مگر یہ مرنے چلا ہے۔

آسمان نیچے آ اور ابن آدم کو سمجھا جو اپنے نام کو اونچا کرنے کے لیے آسمان حیات کو خاک بناتا ہی۔ بلندی سے نیچے گرا چلا جاتا ہی۔

سورج تو ہی بول۔ شعاعوں کی گرہ کھول۔ اس بے خرد آدمی کو نور معرفت دے اس کو خود سری کے ظلمات سے باہر لا۔

اے کائنات کی فوجوں کے کمانڈر خدا اے جبروت و ملکوت کے لشکروں کے سپہ سالار مولیٰ بڑائی تو تیرے نام کو ہی۔ یہ نادان بڑائی کے حوض میں کیوں گرفتا ہی یہ نیا آزار نہیں پرانا آزار ہے۔ جب سے اس نے ہوش سنبھالا قتل و خونریزی اسکے منہ کا نوالہ ہی۔ اور وہ بھی تیرے نام کے لیے نہیں اپنے نام کے لیے۔ تیرے کام کے لیے

نہیں اپنے کام کے لئے۔

مگر ہاں ہاں میری بھول ہے۔ یہ سب کچھ تیری ہی قدرت کی شان ہے۔ تیری ہی عزت کا ظہور انسان ہے۔ تو ہی تلوار کی چمک میں جنت کا پتہ بتاتا ہے تو ہی آبرو کی خاطر قوموں کو لڑنے کے لیے جوش میں لاتا ہے۔ تیرے ہی اشارۂ کن سے یہ زندگی بنی ہے اور تیرے ہی اشارہ لا سے اس کا فنا ہونا مقرر ہے۔

آخر جملہ حق اللہ۔

ہوائی جہاز

اوّل اوّل جب ہوائی جہاز ایجاد ہوئے ہیں تو دنیا میں بڑی وحشت طاری ہوگئی تھی لوگ کہتے تھے اب لڑائی بہت مشکل ہے۔ بیچارا آدمی اس آسمانی بلا کا کیا مقابلہ کرے گا جو توپوں اور بندوقوں کی زد سے آزاد ہے۔ مگر طرابلس و اٹلی کی لڑائی میں یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ اٹلی والے جب پہلے پہل ہوائی جہاز میں بیٹھکر بہادر عربوں کے سر پر گئے تو انگریزی اخباروں کا بیان ہے کہ عرب اس کو دیکھکر ڈر گئے۔ لیکن دو چار دفعہ کے بعد تو پھر عربوں نے بندوقوں کے فیر کرنے شروع کیے اور اٹلی کے ہوائی جہازوں کو مارے گولیوں کے چھلنی کر دیا۔ اور جہاز چلانے والے بیچارے زمین پر اوندھے منہ گر پڑے۔

اس تجربہ سے معلوم ہوا کہ آدمی کیسی ہی ہولناک چیز بنالے مگر اللہ میاں اسکا توڑ پیدا کرتے ہیں۔ یہ نہو تو خبر نہیں آدمی کا کیا حال ہو۔ ہر شخص خدائی کا دعویٰ کرنے لگے اور فرعون بے ساماں بن جائے۔

اس یورپ کی لڑائی میں دیکھ لو۔ ابتک تو سُنا نہیں کہ کس فریق کے ہوائی جہازوں نے کوئی بڑی کامیابی حاصل کی ہو۔ بس یہی سُنا جاتا ہے کہ فلاں بادشاہ کے ہوائی جہازوں نے دشمن پر بم کے گولے برسائے اور صرف دو چار آدمیوں کو زخمی کیا۔

پس آدمی کو چاہیئے کہ دنیا کی کسی عجیب طاقت کو دیکھکر ڈرا نکرے۔ اور خدا کی ذات پر بھروسہ کرے کیونکہ اُس نے ہر چیز کا بچاؤ پیدا کیا ہی۔

جانوروں تک کو کوئی نہ کوئی ہتیار دیا ہی جس سے وہ اپنے مخالف کا وار بچا لیتے ہیں۔ گائے۔ بکری کیسے غریب جانور ہیں لیکن اُن کے سر پر بھی نوکدار سینگ ہیں جن سے وہ ہمت کریں تو قصائی کو اپنے پاس نہ آنے دیں۔

بھولی فاختہ اور مسکین کبوتر کو دیکھو ان کے پروں میں بڑی طاقت ہوتی ہے جب یہ کسی کے پر مارتے ہیں تو اوسان باختہ کر دیتے ہیں۔ اگر کبوتری یا فاختہ انڈوں پر بیٹھی ہو اس وقت کوئی اسکو چھیڑے تو جھلا کر ایک ایسا پر مارتی ہو کہ آدمی کا ہاتھ جھلانے لگتا ہی۔

ہوائی جہاز کو میں نے لوہے کی چیل اسلیے کہا کہ یہ بالکل چیل کی شکل ہوتا ہی اور چیل ہی کی طرح پر پھیلا کر اُڑتا ہی۔ اللہ میاں نے چیل کو بڑی تیز آنکھیں دی ہیں وہ بڑی دور سے گوشت کی بوٹی اور مردہ جانور کو دیکھ لیتی ہی۔ یورپ والوں نے جو یہ لوہے کی چیل بنائی ہے تو انہوں نے اس کی سی آنکھیں بھی بنائی ہیں یعنی اس جہاز میں بیٹھنے والوں کے پاس ایسی دوربینیں ہوتی ہیں جنسے سیکڑوں کوس کی چیزیں بالکل سامنے نظر آتی ہیں۔ ہوائی جہاز والے دوربین سے دشمن کے جماؤ کو دیکھکر اور خوب تاک کر اس جگہ بم کے گولے پھینکتے ہیں۔

ایک خوفناک ہوائی جہاز

بادہوائی خبریں اُڑانے والے مشہور کرتے ہیں کہ جرمن کے ہوائی جہازوں کا ایک بیڑا ہندوستان پر حملہ کرنے کی نیت سے چلا ہی اور عنقریب ہندوستان پہنچا چاہتا ہی ان جھوٹی افواہوں کو سنکر تھڑدلے لوگوں کے اوسان باختہ ہو رہے ہیں۔ مگر میں انکو

سنتا ہوں کہ واقعی ایک ہولناک ہوائی جہاز آنے والا ہے جس کے اندر بم بھرے ہوئے ہیں وہ جہاز ہندوستان ہی میں نہیں کل دنیا میں آئے گا اس کا نام موت کا فرشتہ ہے۔ وہ ہر گوشے کالے زرد ملک میں آسمان سے اترتا ہے وہ ہر ادنے اعلیٰ امیر غریب۔ عورت مرد بوڑھے۔ جوان بچے پر بم کا گولہ پھینکتا ہے کہ وہ اُن سے جو آخرت سے غافل ہیں بتا دو اُنکو جو مرنے کو بھول گئے ہیں کہ موت کا ہوائی جہاز ہر گھر میں اُترے گا۔ اور نفیس ستون کی چھاتی پر چڑھے گا۔ اُس دن معلوم ہوگا کہ آدمی کس بھول میں تھا۔ یہ ہوائی جہاز بتا دے گا کہ آسمانی زندگی کو یاد نہ کرنے والے کتنے نقصان میں ہے۔

بم۔ دو پیسے کو۔ بندوق دو پیسے کو۔ ہوائی جہاز دو پیسے کو۔ ایسے ہی دو اور رسالے ہیں۔ خواجہ حسن نظامی کا توپ خانہ چار پیسے کو۔ محرم کا اعلان جنگ چار پیسے کو۔ انکا خلاصہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگا کر پڑھ لیجئے۔

اڈیٹر

(صفحہ ۵۹ کا نوٹ ملاحظہ ہو)

سلہ ہاں! بلکہ بعض لوگوں پر تو ان خبروں کے سننے سے ایسا وہم سوار ہوا کہ انہیں اس کے خواب میں ہوائی جہاز اُڑتے دکھائی دینے لگے۔ لیکن حقیقت میں یہ سب جاہلانہ باتیں تھیں تعلیم یافتہ حضرات کو انکی تردید کے لیے ہمیشہ تیار رہنا چاہیئے۔ ہندوستان کو جنگ یورپ سے کاروبار کے نقصان کے سوا انشاء اللہ کسی قسم کا گزند نہیں پہنچے گا اور کاروبار کی پریشانی بھی امید ہے کہ گورنمنٹ کی توجہ سے چند دن میں جاتی رہے گی۔ آپ آرام سے سوئیے آپ کے ہاں کسی کے کھٹکے کا اندیشہ نہیں۔ البتہ یہ آپ کا فرض ہے کہ سوتے جاگتے دعا کیجئے کہ سرکار انگلشیہ کا بول بالا ہو اور اس کی آن بان میں فرق نہ آئے۔ آمین

۱۹۲۸ء

عالم ناسوت کی اطلاعیں

درویش خانہ کا افتتاح حلقۃ المشائخ کے نو تعمیر درویش خانہ کا افتتاح ۸ اپریل کو نہایت خیر و خوبی سے ہوا۔

حضرت شاہ سید نثار احمد صاحب چشتی متولی درگاہ اجمیر شریف حضرت مولانا سید دوست محمد صاحب چشتی صاحبزادہ درگاہ اجمیر شریف حضرت مولانا سید شاہ سلیمان صاحب پھلواروی حضرت شاہ غلام حسن خانصاحب نظامی تونسوی خلیفہ اعظم حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی۔ حضرت حافظ محمد علی صاحب چشتی صاحبزادہ درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ جناب سید علاء الدین صاحب نصیری صاحبزادہ درگاہ حضرت چراغ دہلی و دیگر صاحبزادگان آستانہ جات و حضرت شاہ مرتضیٰ صاحب چشتی جانشین حضرت مولانا سید حبیب علی شاہ صاحب سلیمانی حیدرآباد دکن جناب پیرزادہ سید مصطفیٰ میاں صاحب قادری احمدآباد گجرات وغیرہ نامور و ممتاز مشائخ شریک بزم تھے۔

اور ان کے علاوہ بیرونجات کے محب الفقرا حضرات کی بھی ایک معقول جماعت اسی تقریب کے لیے آئی تھی۔ جن میں محب المحبوب ڈاکٹر میر حسن صاحب نظامی۔ پیر میں شاہ احمدآبادی۔ غوثی شاہ بی اے سکریٹری نواب صاحب مانا ودر سیٹھ عبدالغفار صاحب احمدآبادی مولوی عمر دراز صاحب رنگا ہی شاہ نظامی سہارنپوری مولوی شیخ محمد احسان الحق صاحب قادری رئیس لال کرتی میرٹھ محمد انوار صاحب ہاشمی فیجرآسینہ حسینیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اول حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری نے میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک نہایت مستانہ و تصوفانہ لکچر دیا۔ ایسا عالمانہ و فاضلانہ بیان کسی نے نہ سنا تھا

جس میں ذکر میلاد کو اسرار تصوف و نکات درویش میں ادا کیا گیا تھا۔ اثر کا یہ عالم تھا کہ تمام محفل بسمل بنی ہوئی تھی اور چاروں طرف شور و بکا اُٹھ رہا تھا۔

بیان کے بعد فاتحہ ہوئی اور حضرت شاہ صاحب نے اُن حضرات کے لئے جنھوں نے اس درویش خانہ کی تعمیر میں چندہ دیا ہے ایسے دردناک انداز سے دعا مانگی کہ سامعین بے قرار ہو گئے اور آمین آمین کی صدائیں بلند ہوئیں۔

پھر سماع شروع ہوا۔ سماع کا شروع ہونا تھا کہ مدت کے بعد باران رحمت کا نزول ہوا۔ اس وقت عجب سماں تھا قوال گا رہے تھے۔ اہل حال پر بہیئت مجموعی وجد وکیف کا عالم طاری تھا اور بارش ہو رہی تھی۔

قصہ مختصر اس طرح نہائت کیف و مستی کے عالم میں یہ بزم مستاں ختم ہوئی۔

درویش خانہ کا ابھی صرف حصۂ زیریں تیار ہوا ہے بالائی حصہ اب شروع ہو گا لیکن اُس وقت کہ مصارف کا انتظام ہو جائے۔

محراب بزرگ کی تعمیر دہ عمارت جس کا ذکر سیر الاولیا وغیرہ کتب میں محراب بزرگ کے نام سے آیا ہے جہاں حضرت محبوب الٰہی اور حضرت چراغ دہلی نے متعدد مرتبہ سماع کی مجلسیں آراستہ کی ہیں نہائت شکستگی کی حالت میں ہے اب حلقہ نے اس کی مرمت کا شاندار کام شروع کر دیا ہے۔

حضرت ضیائے برنی کا مزار۔ حضرت مولانا ضیاء الدین برنی مشہور مورخ خلیفہ حضرت محبوب الٰہی کا مزار نہائت گمنامی کی حالت میں ایک چبوترہ کے اندر چھپا پڑا تھا اب صدر حلقہ حضرت شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کی تحریک سے حلقہ نے اس کو نمایاں کرنے کا بھی انتظام شروع کر دیا ہے۔

حلقہ کا کتب خانہ عابد یار جنگ صاحب نظامی مہتمم مکہ مسجد حیدرآباد دکن نے کتابوں کا ایک ذخیرہ بزمانہ سفر حیدرآباد حلقہ کے لیے مجکو دیا تھا۔ نیز مہاراجہ سر کشن پرشاد

چشتی نے وعدہ فرمایا تھا کہ ایک معقول تعداد کتب کی حلقہ کو دیں گے۔ ارادہ ہے کہ محراب بزرگ کی تیاری کے بعد اس میں حلقہ کا کتب خانہ قائم کر دیا جائے محبانِ لقمہ حضرات کتابوں کی امداد فرمائیں۔

انا الحق کہے اور سولی نپائے

اجمیر شریف کے ایک منصور صفت بزرگ نے تذکرۃ الحق نامی کتاب لکھی اور اُسکے الفاظ کی زبان سے انا الحق کی صدا بلند کرائی مگر کسی نے اُن پر سولی کا فتویٰ لگایا

تذکرۃ الحق چودھویں صدی کی بہترین تصنیف تصوف ہے جس کو حضرت مولانا محمد امیر صاحب چشتی نے قلم بند فرمایا تھا اور حضرت مولانا دوست محمد صاحب صاحبزادہ درگاہ اجمیر شریف نے اس کا ترجمہ کر کے درویش پریس میں چھپوایا ہے۔

تذکرۃ الحق کا پہلا حصہ پانسو دو صفحے کا ہے جو چھپکر تیار ہے تقطیع بڑی اور کتاب کی شان بڑہانے والی۔ خط اور کاغذ نفیس۔ چھپائی درویش پریس کا نام مشہور کرنیوالی گویا جب سے درویش پریس قائم ہوا ہے اس کا سب سے بڑا اور ممتاز کام یہ کتاب ہے جو ٹھیک درویشی اصول کا مخزن ہے۔

تذکرۃ الحق عوام و خواص دونوں طبقوں کے لیے مفید ہے علماء کے لیے تو علی الخصوص اسکا مطالعہ ضروری ہے کیونکہ فاضل مصنف نے ایسے عالمانہ مدلل پیرایہ سے حقائق تصوف پر قلم فرسائی کی ہے کہ معمولی سے معمولی جزئیہ بھی شرح و بسط سے باقی نہیں چھوڑا

تذکرۃ الحق دراصل عربی زبان میں ہے مگر مولانا دوست محمد صاحب نے اسکا فارسی اور کہیں کہیں اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ متن اور ترجمہ دونوں کتاب میں شامل ہیں۔

مسئلہ وحدت وجود جو بنیاد تصوف ہے جس خوبی سے اس پر بحث کی گئی ہے وہ ہر علم دوست کو پسند آئے گی۔ عقائد سلسلہ نظامیہ کی مفصل تشریح اس کتاب کے اسما کا ماحصل

سب سے بڑی خوبی اس کتاب کی یہ ہے کہ شریعت و طریقت کو مطابق کر کے دکھایا گیا ہے اور مسلمان صوفی کے طرز عمل کے واسطے ایک وسیع میدان قائم کر دیا ہے۔ درگاہوں کے پیرزادے حضرت مولانا دوست محمد صاحب کی ذات پر جتنا فخر کریں کم ہے انہوں نے عالم توکل میں ایسی لاجواب کتاب اتنا بڑا خرچ کر کے چھپوائی۔ اور باوجود اتنی بڑی ضخامت اور محاسن ظاہر و باطن کے قیمت صرف ۱۲؎ رکھی۔ آئندہ نسلوں کے لیے یہ کتاب بیحد مفید سرمایہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر محب الفقراء شخص اس کو خریدے اور اپنے کتب خانہ کو اس درخشاں کتاب سے منور کرے۔

ملنے کا پتہ حضرت مولانا دوست محمد صاحب چشتی صاحبزادہ درگاہ اجمیر شریف

غلط فہمی کی اصلاح عرس میں نظامیہ فیض کے عنوان سے جو مضمون گزشتہ نمبر میں شائع ہوا تھا اس سے ایک گونہ غلط فہمی واقع ہوئی۔ میں اس کا قائل ہوں کہ اسلام کی تکمیل توحید و رسالت کے یکجائی اقرار سے ہوتی ہے۔ اس مضمون کا منشا اور تھا۔ اور یہ مسئلہ اور ہے۔

اہل حلقہ کی رائے ہے کہ خطابات کا اعلان چھٹے مہینے ہوا کرے ایک شوال میں دوسرا ربیع الثانی میں۔ لہذا شوال کے خطابات اس پرچے میں ہونے چاہئے تھے مگر اس ماہ میں چند مجبوریوں کے سبب اس کی تعمیل نہ ہو سکی۔

عرس محبوب حق۔ جونپور میں ۲۳۔۲۴۔۲۵ ذیعقدہ کو حضرت امیر الملک قتلغ خاں محبوب حق کا سالانہ عرس ہوگا۔ جو کئی سال سے جناب مولوی سید فرید الحق صاحب وکیل نہایت تزک و اہتمام کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس عرس کی کئی خصوصیات ہیں اور بہت موثر ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب کے میں بھی شریک ہونگا۔ اہل حلقہ کو بھی چاہئے کہ وہ اس عرس کی حاضری کے لیے کوشش کریں۔

حسن نظامی

بتوں کی علانیہ پوجا کریں۔ اور ہم مسلمان ہوکر خدا پرستی چھپ کر کریں۔ باوجودیکہ خدا ہمارا معاون و مددگار ہے۔ تشریف لیچلیے اور خانۂ کعبہ میں نماز ادا کیجیے خدا کی قسم جب تک عمرؓ کے تن میں جان باقی ہے۔ کوئی شخص آپ کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روک نہیں سکتا +

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ مع دیگر صحابہ رضؓ کے خانۂ کعبہ میں تشریف لائے۔ اور نماز پڑھی۔ پہلے تو مشرکین مکہ میں سے کسی نے دم نہ مارا۔ پھر جس نے سر اُٹھایا۔ اُس سے حضرت عمرؓ برسرجنگ آئے۔ لڑے مارا۔ بالآخر کعبہ مکرمہ میں بے خدشہ مسلمان نماز پڑھنے لگے ؛

عہد نامۂ قریش

جب قریش نے یہ دیکھا کہ کچھ مسلمان نجاشی کے پاس حبشے چلے گئے ہیں اُن پر تو ہمارا کچھ زور چل ہی نہیں سکتا۔ اور جو باقی ہیں۔ اُنکو حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کی وجہ سے بہت تقویت ہوگئی ہے۔ اور بنو ہاشم جو محمد صلعم کا قبیلہ ہے اگرچہ مسلمان نہیں ہوا۔ لیکن آپ کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اسلیے مسلمانوں کی جماعت کو بڑھتے دیکھکر کفار قریش نے ایک عہد نامہ لکھا۔ اور قسم کھائی کہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات نہ رکھے جائیں۔ کوئی شخص ان کے ساتھ لین دین نہ کرے۔ اِنکے ساتھ صلہ رحمی نکیجائے۔ سلام و کلام ترک کر دیا جائے +

اس معاہدہ کو کاغذ پر لکھکر سب نے اپنی اپنی مُہریں لگاکر خانہ کعبہ پر آویزاں کردیا۔ ابوطالب و دیگر مسلمان اس مقاطعہ سے گھبرگئے۔ اور یہ خیال کیا کہ کل شہر کا مقابلہ ایک شخص یا ایک خاندان کسی طرح نہیں کر سکتا +

شعب ابوطالب

اس لیے بعثت کے ساتویں سال ابوطالب تمام بنوہاشم اور بنو عبدالمطلب کو بجز ابولہب کے لیکر ایک پہاڑی کی کھڈ میں پناہ گزیں ہوئے۔ اس کھڈ کو شعب ابی طالب کہتے ہیں۔ یہ شہر سے دور الگ تھلگ جگہ تھی۔ اس کے اندر جانیکے لیئے صرف ایک تنگ رستہ تھا۔ اس گھاٹی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ تین سال تک محصور رہے۔ جوکچھ غلہ وغیرہ بنی ہاشم اپنے ساتھ لیگئے تھے وہ جلدی ہی ختم ہوگیا۔ بازارتک انہیں سکتے تھے۔ صرف موسم حج میں جب اطراف واکناف عالم سے لوگ مکہ میں آکر اُترتے۔ اسوقت آپ اس گھاٹی سے نکلکر ان لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے ان ایام میں جنگ وجدل حرام تھا۔ مگر ابولہب آپکے ساتھ ساتھ پھرتا اور لوگوں کو کہتا کہ اس کی بات نہ سننا۔ یہ جھوٹا شخص ہے۔ نجومی اور کاہن ہے۔

آپکے اصحاب غلہ خریدنے کیلئے منڈی میں آتے تو ولید بن مغیرہ باواز بلند پکاردیتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آدمیوں کے ہاتھ دُگنی قیمت پر بیچنا۔ ابوالعاص بن الربیع رضہ اور بعض دوسرے خیرخواہ کبھی کبھی خفیہ طور پر اناج اور کھجوریں پہنچاآتے تھے۔

الغرض تین سال تک اس گھاٹی میں نہایت مصیبت اور تکلیف کیساتھ آپ اور بنوہاشم اور بنو مطلب محصور رہے۔ آخرکار آپ کو بوحی الٰہی اس بات کی اطلاع ہوئی کہ وہ کاغذ جو خانہ کعبہ پر بطور عہدنامہ کے لٹکایا گیا تھا اُسکو بالکل دیمک کھاگئی ہے۔ اور سوائے اللہ کے نام کے (جو اس میں جہاں کہیں تھا) اور کچھ باقی نہیں رہا۔

آپ نے اُس وحی کی کیفیت ابوطالب سے بیان کی۔ ابوطالب تمام بنوہاشم اور بنو عبدالمطلب کو لیکر قریش کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سنائی۔ اور کہا کہ اگر اس بیان کے موافق محمدؐ کا کہنا درست نہ نکلے تو انہیں ہم تمہارے حوالے کردینگے۔ لیکن اگر وہ اپنے بیان میں سچے ہیں تو تمہیں خدائے قادر و قیوم سے ڈرنا چاہیئے۔ اور قطع رحمی اور اس بدعہدی سے باز آنا چاہیئے۔ قریش نے اس بات کو منظور کیا۔ اور عہدنامہ کو اُتار کر دیکھا۔ تو فی الواقع لفظ اللہ کے سوا اُس میں کچھ نہ پایا۔ قریش نادم ہوئے۔ اور ظلم و تعدی سے باز آئے۔ اور اُس عہدنامہ کو پھاڑ ڈالا۔ ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو لیکر گھاٹی سے نکل آئے۔ آپ پھر بدستور دعوت الی الاسلام میں مشغول ہوگئے + (تواریخ حبیب الٰہ)

منصور بن عکرمہ بن ہشام اس عہدنامہ کا کاتب تھا۔ ماہ محرم نبوت کے ساتویں سال لٹکایا گیا تھا۔ نبوت کے دسویں سال مسلمان گھاٹی سے باہر آئے۔ اسوقت عمر مبارک اونچاس ۴۹ برس کی تھی +

وفات ابوطالب

ابوطالب کی نزع کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور فرمایا:۔

اِنَّكَ لَاَعْظَمُ النَّاسِ عَلَیَّ حَقًّا وَاَحْسَنُهُمْ عِنْدِیْ یَدًا وَلَاَنْتَ اَعْظَمُ حَقًّا مِنْ وَالِدِیْ +	(اے چچا) مجھپر تمہارا حق تمام آدمیوں کے حق سے بہت بڑا ہے اور تمہاری (حمایت و) اعانت کا ہاتھ سب سے زیادہ ہے۔ بیشک مجھپر آپکا حق میرے باپ کے حق سے زیادہ ہے +

اس لیے آپ اپنی زبان سے ایک مرتبہ کلمہ شہادت پڑھ لیجئے۔ تاکہ قیامت کے دن خدا کے سامنے آپ کی شفاعت کر سکوں +

ابوطالب نے کہا۔ اے بھتیجے! میرے بعد قوم تمکو طعنے دے گی کہ تمہارا چچا موت سے ڈر گیا۔ پس اس ملامت کا ڈر نہوتا تو میں ضرور تمہاری آنکھیں روشن کرتا اس شرم کی وجہ سے میں آتش دوزخ کو اختیار کرتا ہوں۔ اِخْتَرْتُ النَّارَ عَلَى الْعَارِ۔ اور اسکے بعد یہ اشعار پڑھے ؎

وَدَعَوْتَنِیْ وَعَلِمْتُ اَنَّكَ نَاصِحِیْ　　وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ فِیْهِ اَمِیْنًا

ترجمہ مجکو تم نے دعوتِ اسلام کی۔ میں جانتا ہوں۔ بیشک تم میرے خیرخواہ ہو۔ تم نے سچ کہا ہے اور تم اس (رسالت) کے بارے میں سچے امین ہو۔

اَظْهَرْتَ دِیْنًا قَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّهٗ　　مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنًا

ترجمہ تم نے ایک دین ظاہر فرمایا ہے۔ میں یقینًا جانتا ہوں کہ وہ دین دنیا کے تمام دینوں سے بڑھکر ہے،

لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْ حِذَارُ مَسَبَّةٍ　　لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاكَ مُبِیْنًا

ترجمہ اگر ملامت یا (قوم کی) گالی کا اندیشہ نہ ہوتا تو تم مجکو علے الاعلان (قبول اسلام میں) آمادہ پاتے ،،

اس قصیدہ کے اشعار بہت ہیں۔ آخری بیتیں یہ ہیں ؎

وَاللّٰهِ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْكَ بِجَمْعِهِمْ　　حَتّٰی اُوَسَّدَ فِی التُّرَابِ دَفِیْنًا

ترجمہ جب تک میں زمین میں مدفون ہوکر نہ سلا یا جاؤں اُس وقت تک خدا کی قسم یہ تمام لوگ تم تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے ،،

فَاصْدَعْ بِاَمْرِكَ مَا عَلَیْكَ غَضَاضَةٌ　　اَبْشِرْ وَقَرَّ بِذَاكَ مِنْكَ عُیُوْنًا

ترجمہ اپنے امر کو خوب کھولکر ظاہر کرو تمہیں نقصان کا کچھ خوف نہیں خوش ہو اور

اس (اعلاء کلمۃ اللہ) سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اے چچا! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ پڑھو۔ ابوطالب نے کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ منہ پھیر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملول ہوکر اٹھ آئے۔ بعد ازاں جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے اور عرض کیا کہ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ (یارسول اللہ آپکا گمراہ چچا مر گیا) آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تسکین دی اور دفن کرنے کی ہدایت فرمائی۔

محاصرہ سے آٹھ مہینے اکیس روز بعد نبوت سنہ میں آپکے چچا ابوطالب نے وفات پائی۔ ابوطالب نے بچپن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی تھی۔ اور آخر وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ رسول اللہ کو انکی وفات سے سخت صدمہ ہوا ؂

مَصَائِبُ شَتّٰى جُمِّعَتْ فِيْ مُصِيْبَةٍ ۝ وَلَمْ يَكْفِهَا حَتّٰى قَفَتْهَا مَصَائِبُ

وفات بی بی خدیجۃ الکبرےٰ

ابوطالب کی وفات سے تین دن پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیوی خدیجۃ الکبرےٰ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ ان دونوں کے انتقال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ پہنچا۔ کیونکہ ابوطالب کی وجہ سے آپ کو کوئی ایذا نہ پہنچا سکتا تھا۔

؂ بہت سی مصیبتیں ایک ہی مصیبت میں جمع ہوگئی ہیں۔ ابھی وہ ناتمام ہی تھی کہ اور مصیبتیں آگئیں ۱۲

ہر کام میں وہ آپ کی اعانت کرتے تھے۔ لوگوں کو آپ کی مخالفت سے بڑے کتے تھے۔ بی بی خدیجۃ الکبریٰ ام المومنینؓ سے آپ کو بے حد انس تھا انہوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی تھی اپنا سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پر راہ خدا میں قربان کر دیا تھا جب مشرکین مکہ آپکو ایذائیں دیتے اور آپ مغموم و ملول ہوتے تو بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضہ آپ کی تسلی و تشفی فرماتی تھیں ×

ام المومنین بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضہ اور قریشی ابوطالب کے انتقال کے بعد سفہاے مشرکین کی ایذا دہی و مخالفت حد سے زیادہ بڑھ گئی ×

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار قریش کی ایک جماعت کے پاس سے ہو کر گزرے۔ اُن میں سے ایک شریر نامعقول نے آپکے چہرے مبارک اور سر پر خاک ڈالدی۔ آپ اُسی طرح گھر لوٹ آئے۔ آپ کی دختر نے آپ کو اس حال میں دیکھا۔ جلد اُٹھکر سر اور چہرے مبارک سے گرد و غبار کو صاف کیا اور رونا شروع کیا۔ آپنے فرمایا کہ پیاری بیٹی! تم کیوں روتی ہو۔ جب تک ابوطالب زندہ تھے۔ قریش لُنسے ڈرتے تھے۔ بیٹی! تیرے باپ کی خدا خود حمایت کریگا آپ متعاقب اور پے در پے مصائب کی وجہ سے بہت غمگین رہتے تھے۔ آپ اس سال کو عام الحزن کہتے تھے ×

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کی وفات کے بعد آپکے دو نکاح ہوئے۔ ایک ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضہ سے۔ اسوقت بی بی عائشہ رضہ کی عمر چھ سال کی تھی نکاح مکہ شریف میں ہوا۔ اور نو برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں رخصت ہو کر آئیں۔ دوسرا نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ رضہ سے ہوا۔ یہ بیوہ تھیں۔ مکہ معظمہ میں نکاح ہوا۔ آپکے ساتھ مدینہ منورہ میں آئیں [۱] × (تاریخ حبیب الہ)

[۱] ازواج مطہرات کے بیان میں انشاء اللہ مفصل حال بیان ہوگا ۱۲ نواب جلیلی غفرلہ

طائف میں دعوت اسلام

جب آپ نے یہ دیکھا کہ کفار کی مخالفت کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے مکہ میں رہنا ایک ناقابل برداشت مصیبت ہی۔ کفار کی ایذادہی۔ استہزا و تکلیف ایک ناگزیر امر ہے تو قریشی ابوطالب کی وفات کے چند دن بعد ہی آپ زید بن حارثہ رضہ کو ہمراہ لیکر طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ اور طائف کے درمیان جسقدر قبائل تھے۔ آپ سب کو تبلیغ و وعظ فرماتے ہوئے قبیلہ بنو بکر میں پہنچے اور دعوت اسلام فرمائی۔ مگر اُن لوگوں نے دعوت اسلام قبول نہ کی۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اقامت کے لیئے جگہ بھی نہ دی۔

پھر آپ قبیلہ بنی قحطان میں تشریف لے گئے۔ اُن لوگوں نے اولاً آپ کی مدارات کی۔ لیکن آخر کو پشیمان ہوئے۔

یہاں سے آپ طائف کی طرف روانہ ہوئے جو مکہ سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر ایک بڑا شہر ہے۔ یہاں کے بُت پرستوں نے بھی آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔

طائف میں بنو ثقیف آباد تھے۔ عمرو بن عمیر کے تین بیٹے۔ عبدیالیل مسعود حبیب۔ یہ تینوں بھائی یہاں کے سردار اعظم تھے انہیں اسلام لانے کی ہدایت فرمائی۔ اسلام و مسلمانوں کی مدد کرنے اور اسپر قائم رہنے کی استدعا کی۔ اُن میں سے ایک بولا کہ اگر خدا تجھکو اپنا رسول بناکر بھیجتا تو کیا تو یوں ہی پاؤں گھسیٹتا چلتا۔ دوسرا بولا کہ اگر تو نفس الامر میں پیغمبر ہے تو تیری بزرگی اور تقدس کی وجہ سے خدا میں تجھ سے ایک بات بھی نہ کروں گا۔ اور اگر تو پیغمبر نہیں ہے تو تو نہایت خوفناک اور قابل احتراز ہے۔ تیسرا بولا۔ کیا خدا نے

کسی مالدار[۵۱] کو نہیں پایا جو تجھکو نبی بنا کر بھیجا ہے؟" (سیرۃ ابن ہشام)

الغرض ان تینوں آدمیوں نے نہایت سختی اور درشتی سے آپ کو جواب دیا۔ جب آپ انکے ایمان لانے سے ناامید ہوگئے تو اس حال کے چھپانیکے لیئے آپنے اُنسے یہ ارشاد فرمایا کہ تم ان خیالات کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دینا کیونکہ تمہارے خیالات کا افشا، دوسرے لوگوں کی گمراہی کا سبب بنجائیگا۔

ان سرداروں نے آپ کا کہنا نہ مانا۔ چھوٹے چھوٹے لڑکوں اپنے غلاموں شہر کے کمینوں کو آپکے پیچھے لگا دیا۔ ان شریر النفس بدذاتوں نے آپ کے پیچھے تالیاں بجانی شروع کیں۔ آپکے پائے مبارک کو مارے پتھروں کے لہو لہان کردیتے تھے گالیاں دیتے تھے۔ وعظ کے وقت چیخیں لگاتے تھے

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جان کو آپ پر قربان کر رکھا تھا۔ آپ سپر بنے ہوئے تھے جو پتھر آتا تھا آپ اپنے اوپر لے لیتے تھے

---

[۵۱] ایک روایت میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بنی آدم پر کوئی پیغمبر بھیجتا تو ان دونوں قریوں (مکہ اور طایف) کے بڑے مالداروں میں کسیکو نبی بنا کر بھیجتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہی دو بڑے شہر تھے اور ان شہروں کے باشندے لائق و فائق سمجھے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی تردید اور آپکی تسلی ان الفاظ میں فرمائی:۔ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۝ (الزخرف ع ۳ پارہ ۲۵) ترجمہ (اردو یہ) لوگ کہتے ہیں کہ دو بستیوں (مکے اور طائف) سے کسی بڑے آدمی پر کیوں یہ قرآن نازل کیا گیا۔ کیا یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت کے تقسیم کرنیوالے ہیں۔ سو ان دنیا کی زندگی میں تو انکی روزی ان میں ہم تقسیم کرتے ہیں اور ہمنے (دنیاوی) درجوں کے اعتبار سے ان میں ایک کو ایک پر ترجیح دی ہے تاکہ ان میں ایک کو ایک محکوم بنائے رہے۔ تمہارے پروردگار کی رحمت (یعنی پیغمبری تو) اس (مال) سے جو یہ سمیٹے پھرتے ہیں کہیں بہتر ہے ۱۲ نواب عفرلہ

عالم پاک کی خاک
چٹکی میں بیڑے پار

چند روز سے ایک اشتہار ان صفحات پر خاک کی چٹکی کے عنوان سے چھپ رہا ہے لوگوں نے یہ خیال کیا ہوگا کہ یہ بھی اشتہاری بات ہے مگر جن لوگوں نے اسکو منگایا اور استعمال کیا انکی تعریفوں سے ڈاک بھری رہتی ہے حقیقت حیران ہے کہ اس بے اثری کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو خاک کی چٹکی سے مردوں کے دکھ درد کھو سکتے ہیں اطلاعوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس چٹکی نے برسوں کے قبض کو دور کر دیا ہے اور اس چہرے شگفتہ کر دیے ٹوٹی ہوئی ہمتیں بلند ہو گئیں ہزاروں موذی مرض جریان نے جن لوگوں کو زندہ درگور کر رکھا تھا اب وہ اپنے بدن میں نئی قسم کے ولولے اور جذبے پاتے ہیں اس گھن سے خدا نے انکو نجات دیدی معدے کے صدہا بیمار لکھتے ہیں۔ ہزاروں چورن کھائے نمک استعمال کیے رات کا کھانا چھوڑا مگر خاک فائدہ نہیں ہوا کم بخت معدہ کے ہاتھوں کھانے کا مزہ ہی جاتا رہا لیکن اس چٹکی نے مسیحا کا کام دیا۔ سات دن کے اندر بھوک کا یہ عالم ہو گیا ہے کہ چار چار دفعہ دن میں کھاتے ہیں اور سب ہضم ہو جاتا ہے سوکھی روٹی پلاؤ قورمے کا مزا دیتی ہے چٹکی کے مریض لکھتے ہیں خدا درویشوں کا بھلا کرے موت کے منہ سے نکال لیا جس نے زندگی تباہ کر رکھی تھی۔ بدن میں خون کا نام رہا تھا جو کھاتے تھے ہضم کو نہ لگتا تھا خبر نہیں کہاں جاتا ہو جاتا تھا جو شخص صورت دیکھتا یہ کہتا میاں یہ کیا حال ہے خیر تو ہے تمہاری تو دن بدن حالت ہی دگرگوں ہوتی جاتی ہے جب سے اس چٹکی کا استعمال شروع کیا ہاتھ پاؤں میں چستی اور پھرتی آگئی ہے چہرہ پر سرخی آگئی ہے ہم تو ایسی اکسیر کا دعا ہی استعمال رکھیں گے ان سب تعریفوں اور کامیابیوں کو معلوم کر کے ہم نے خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ یہ سب اسی کی کارسازیاں ہیں بندہ ہر حال میں بندہ ہے اس نے اپنی قدرت سے دکھا دیا کہ ولایت والے جن دواؤں کی مٹھیاں بھر بھر کر روپے لیتے ہیں ہندوستانی خدا کے بندے چند پیسوں میں ان سے بڑھکر دوا دیتے ہیں سچ تو اگر یہ دوا کسی یورپین کے پاس ہوتی تو لاکھوں کروڑوں روپیہ کما لیتا اور دوا کو اپنے نام پیٹنٹ کرا لیتا اور کیا کیا۔ مگر ہم تو عام مخلوق کے فائدے کے لیے اس کو ویسے ہی کم دام پر فروخت کرتے رہیں گے ابھی تو اس دوا میں اس سے بھی زیادہ تاثیریں ہے جو کھائے اپنی مراد کو پہنچے جن لوگوں نے ہمیشہ استعمال میں رکھنے کا ارادہ کیا ہے یقیناً انکو اس سے بہت فائدہ ہوگا اور کبھی انکو کسی قسم کی شکایت نہ ہوگی
آٹھ دن کی مقدار ایک روپیہ اور چالیس دن کی دوا پانچ روپے ہیں۔

منیجر رسالہ نظام المشائخ درویش ایجنسی دہلی سے طلب فرمائیے

آنکھوں کا سچا علاج

اناڑی اور جاہل دوا فروشوں نے ہزاروں سرمے اور انجن کے اشتہار دے رکھے ہیں وہ
آنکھ کی تشریح سے اصلا واقف نہیں ہیں انہیں خبر ہی نہیں کہ آنکھ میں کس قدر طبقے ہیں کتنی رطوبتیں
ہیں۔ طبقہ مجوفہ کیا چیز ہے نور آنکھ میں کہاں سے آتا ہے۔ کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ تعبیہ عنبیہ کیا چیز ہے جس
سے آنکھ میں پانی اُترآتا ہے نہ کتاب میں پڑھا نہ ہاتھ سے یہ کام کیا اس لیے رہی سہی حالت مریض کی
بگڑ گئی ایسے شہر آشوب ور طوفان بے تمیزی میں کسی دوا کا اشتہار دینا اپنا اور اپنی دوا
کا وقار کھونا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ ابھی دنیا میں علم و ہنر کے قدر دان باقی ہیں۔ زمانہ عقل سلیم
سے خالی نہیں ہے اور سچی دواؤں کی حاجت ہے اس لیے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ یہ دوا مجھے جناب
حاذق الملک حکیم **محمد عبد المجید خاں** صاحب دہلوی مرحوم و مغفور نے بنائی تھی میں اپنے
مطب میں تیس برس سے برابر آزما رہا ہوں۔ یہ آنکھوں میں پانی اُترنے کو جسے نزول الماء کہتے ہیں۔
اور دھند جالہ۔ پڑبال۔ توندہ کو از بس مفید ہے جب آنکھوں کے سامنے بھنگے اُڑتے دکھائی دیں
سمجھ لیجئے کہ پانی اترنے والا ہے۔ یہ دوا منگائیے اور استعمال فرمائیے۔ پانی ہو گا تو رک جائیگا
اور آنکھ صاف ہو جائے گی۔

قیمت دوائی ماشہ ایک روپیہ ایک مریض کے لیے ایک ماشہ دوا کافی ہو گی محصول بذمہ خریدار

پتہ

حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلوی علیگڑھ ترکمان دروازہ

شرح نرخنامہ اشتہارات نظام المشائخ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
۱/۴ صفحہ	صہ ر	عہ ر	للعہ ر	معہ ر
۱/۲ صفحہ	عہ ر	صہ ر	لعہ ر	[illegible]
پورا صفحہ	للعہ	عہ	[illegible]	[illegible]

نوٹ۔ متفرق غیر مستقل اشتہارات کی اجرت ۲ فی سطر کے حساب سے ہو گی۔ تخفیف کی گنجائش نہیں۔

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

۹۷۴

یورپ میں ہولناک جنگ

توپیں چلنے لگیں۔ بندوقیں برسنے لگیں۔ تلوار میان سے نکل آئی۔ دل دھڑکتے ہیں آنکھیں انجام کار دیکھنے کے لیے بیقرار ہیں۔ آؤ۔ دیکھو۔ رسالہ فیضان سنوسی میں سب کچھ لکھا ہے کہ جو ہو رہا ہے مدت پہلے بتا دیا گیا تھا۔ جو ہوگا وہ بھی بتا دیا ہے۔ زیادہ نہ کہو اور کتاب منگاؤ۔ اور پڑھ لو۔ قیمت ۶ر محصول الگ ہے۔

فیضان سنوسی کے پہلے دو حصے بھی پڑھو۔ پڑھ چکے ہو تو دوبارہ پڑھو تاکہ سلسلہ یاد آجائے۔ ان دونوں کی قیمت ۸ر ہے۔ محصول ڈاک خانہ کے علاوہ۔

غم اور مصیبت میں خدا کو یاد کرو۔ "پیغمبری اشارہ کی اردو دعائیں" پڑھو قیمت ۴ر۔

اپنی اسلامی برادری کو یاد کرو جو مصر شام و حجاز میں رہتی ہے۔ انکی صورتیں اور مسجدیں اور پرانی عمارتیں دیکھو۔ یہ سب **سفرنامہ** باتصویر میں ہیں جسکو میں نے تمہارے لیے چھپوایا ہے قیمت ۔ ۔

مشکلات میں ذکر خدا کرو۔ حزب البحر کا وظیفہ ہر دشواری کو آسان کرتا ہے۔ ہر بیماری کو دور کرتا ہے۔ قرضے ادا کراتا ہے۔ غیبی برکتیں عطا کرتا ہے۔ بچھڑوں کو ملاتا ہے۔ ہر شخص ۸ر میں اسکو پاتا ہے۔

عید کی خوشی میں جی لگاؤ۔ خدا کی بخشی ہوئی نعمت کو ظاہر کرو۔ اور "رسول کی عیدی" بچوں کو عورتوں کو دوستوں کو بانٹو قیمت ۲ر۔

جگر کے کباب کھانے ہوں۔ پکے ہوئے زخموں کیلئے نشتر منگانے ہوں۔ بھولے ہوئے دلکو دنیا کے انجام دکھانے ہوں تو میرے مضامین کا مجموعہ منگاؤ قیمت ۱۲ر۔

طوطی ہند حضرت امیر خسرو رح کے حالات و کلام کی بہار دیکھنی ہو تو "ستر ہویں نامہ" منگاؤ ہر بات میں شیرینی ہے ہر فقرہ میں نگینی ہے قیمت ۳ر۔ ان سب کے بعد دل کی مراد ہے۔ "میں ہندو ویدانت کا افسانہ ہوں" ۸ر ہیں۔ **کارکن حلقہ نظام المشائخ دہلی کو لکھنا۔ مجھے منگانے کی ضرورت نہیں۔**

(حسن نظامی)

حملے
ہندوستان بیمار اور کمزور ہوتا جاتا ہے ہلاکو امراض کے حملے ہو رہے ہیں
اسلیئے اخبار طبیب خدا کی مدد سے یونانی اور ویدک طب کے ہتیار لیکر
اُنکے مقابلہ کیلئے نکلا ہے۔ فقط وید اور حکیم طبیب ہی کے فائدہ کی چیز نہیں
ہر شخص اسکو دیکھکر اپنی صحت و زندگانی بچا سکتا ہے۔ ملک کے طبیب اعظم
حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں بہادر اسکے سرپرست ہیں شہرہ آفاق
تجربہ کار اطباء سینہ بسینہ کے اسرار اسمیں درج کراتے ہیں ہند کے براعظم
یہ سب سے پہلا ہفتہ وار طبی اخبار ہے
ایڈیٹر محمد الواحدی دہلوی
۱۸×۲۲ کی بڑی تقطیع۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی قابل دید قیمت سالانہ مع محصولڈاک عوام سے
تین روپے۔ خریداران نظام المشائخ سے ۲ ششماہی عوام سے ۱؎۱۲ خریداران نظام المشائخ سے
عہ۔ سہ ماہی عوام سے عہ خریداران نظام المشائخ سے ۱۲ نمونہ ایک آنہ
منیجر اخبار طبیب دہلی سے طلب کیجئے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۲۱

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

جلد ۱۱ نمبر ۶

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی دنیا اور دنیائے دین کا ماہواری پیغام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی عہ

مقام اشاعت دارالسلطنت دہلی۔ کوچہ چیلاں

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر۔ محمد الواحدی

نوٹ۔ یہ رسالہ تین قسم کے کاغذ پر چھپتا ہے قسم خاص قسم اول قسم دوم۔ چندہ سالانہ عہ، عہ، عہ ششماہی عہ، عہ، عہ علی الترتیب قیمت نمونہ عہ

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو (جو سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہے) شائع ہوتا ہے لیکن اسے کسی ایک سلسلہ سے خصوصیت نہیں۔ یہ تمام خاندانوں اور خانوادوں کا یکساں خدمتگزار ہے۔ مضامین اس میں علمی تاریخی مذہبی اخلاقی۔ اصلاحی۔ مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں تحریروں میں انشاپردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ حجم کم از کم ۷۲ صفحے مقرر ہے۔ سال میں ۷۲ × ۱۲ = ۸۶۴ صفحوں سے زیادہ ہو جائیں تو ہو جائیں۔ لیکن تخفیف کبھی نہیں ہوتی +

(۲) اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے ۱۰۔ ۱۲ تک انتظار کریں۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیئے ورنہ دوبارہ پرچہ کی قیمت لی جائے گی +

(۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چھٹی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیں ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاکخانہ کو دینی کافی ہے +

(۴) رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت میرے نام ہونی چاہیئے۔ خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف و خوشخط لکھیئے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتایئے۔ ورنہ تعمیل محال ہے۔ جوابی امور کے لیئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیئے +

(۵) رسالہ کی قیمت ہر حال میں پیشگی لی جاتی ہے۔ نمونہ کے لیئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں +

خاکسار

محمد الواحدی اڈیٹر رسالہ نظام المشائخ دھلی

الف

نظام المشائخ

جلد ۱۱ نمبر ۸

بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۲ھ

فہرست مضامین

ریاضِ شفق

اس نئے انداز اور خاص رنگ کے مجموعہ میں اردو شاعری کے وہ بے شمار نمونے دئے گئے ہیں جنہیں دیکھتے ہی ناظرین کے دل خود اُمنڈ آئیں گے اور زبانیں تعریف میں کھل جائیں گی مولانا شفق رضوی عمادپوری جن کی اکثر نظمیں نظام المشائخ۔ الناظر۔ نقاد وغیرہ رسالوں اسنمنیاد وغیرہ اخباروں میں چھپ کر مقبول خاص و عام ہوتی رہتی ہیں۔ انکا وہ کلام بھی اس کتاب میں شامل ہے جو خاص اسکے لیے خزانہ امانت میں محفوظ تھا مختصر حالات زندگی وخاص واقعات شاعری کیساتھ خاص خاص موقع کے کلام بھی دئے گئے ہیں۔ جنکے متعلق نثر یا نوٹ میں اشارہ کیا گیا ہے +

مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ کاغذ ولایتی چھپائی نفیس۔ قیمت آٹھ آنہ ۸؍ علاوہ محصولڈاک

تحقیقِ سخن

یہ رسالہ ان حضرات کے لیے جو واقفیت فن کے ساتھ شاعری کے ذہرے پر چلنا چاہتے ہیں ایک اُستاد شفیق کا کام دیتا ہے۔ اہل ملک نے جیسی جیسی تعریفیں اور جس قدر شہادتیں اس کے بے انتہا مفید شاعری ہونے کی نسبت لکھی ہیں اگر فراہم کیجائیں تو ایک کتاب ہوسکتی ہے تعقید حشو زوائد مبتذل۔ پہلوئی ذم وغیرہ عیوب شاعری کو مثالوں کے ساتھ سمجھا دیا ہے۔ الفاظ متروک کی تفصیل کی ہے۔ اصناف سخن۔ قصیدہ۔ غزلیں۔ رباعی۔ مثنوی۔ مرثیہ گوئی۔ تاریخ گوئی سب کے متعلق مختصر وکارآمد باتیں لکھی ہیں۔ عبارت بھی چست مثالیں بھی عمدہ +

مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ کاغذ ولایتی چھپائی نفیس۔ قیمت آٹھ آنہ ۸؍ علاوہ محصول +

۲۳ ایسے پہلے پہلے کے
نظام المشائخ
تمام مفت
جتنے بھی چاہیے۔ رفی پرچہ کے حساب سے محصول ڈاک کیلئے ٹکٹ بھیجکر منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگالیجئے
روی۔ پی نہیں روانہ ہوگا مکمل جلدیں نہیں مل سکتیں غیر مسلسل نمبر ہیں ۴ ملا میں سے کل تئیس ۲۳
۲۳ پرچے کر پیچھے باقی نہیں رہے ہیں سوائے ذیقعدہ نمبر کے اسکی قیمت اب آٹھ آنہ ۸ ر رہے +
اور اس ذی الحجہ نمبر کی محرم تک ۴ ر۔ اس کے بعد یہ بھی آٹھ آنہ ۸ ر کو ہو جائیگا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

زمزمۂ توحید

تیری شمیمِ وحدت ہے ہر کلی میں پنہاں — ہر گل میں دیکھتا ہوں یا رب بہار تیری
گردوں پہ مہر و مہ میں پرتو ترے ہیں تاباں — تاروں کی روشنی ہے آئینہ دار تیری
ہر شے میں ہے تجلی پروردگار تیری

تو شمع انجمن ہے اس محفلِ کہن کی — اک بزمِ ناز تیری ہے تنگنائے ہستی
رونق ہے تیرے دم سے کاشانۂ چمن کی — کیا دشت و کوہ و دامن کیا شانِ اوج و پستی
قدرت ہر ایک شے سے ہے آشکار تیری

قالب میں روح کو ہے شوقِ وصال تیرا — سودا ہے جبہہ سائی کا تیرے در پہ سر کو
خلوت نشیں کہاں ہے یا رب جمال تیرا — دل کو تری تمنا حسرت تری نظر کو
آنکھوں کو جستجو ہے لیل و نہار تیری

آنکھوں کو روز و شب ہے دیر و حرم کا سودا ۔ اور شوق کہہ رہا ہے تو ہی فضائے دل میں
باغِ بہشت کیسا۔ کیسا ارم کا سودا ۔ بے پردہ تو ہے یارب! خلوت سرائے دل میں
چھوٹی سی انجمن ہے یہ جانِ زار تیری

اے صنمِ حقیقی بے بیکسوں کے والی! ۔ ہر دکھ کی تو دوا ہے، ہر رنج کا ہے درماں
پتلا بنا کے مٹی کا تو نے جان ڈالی ۔ بحرِ کرم کا تیرے، یارب! نہیں ہے پایاں
بندوں پہ اپنے شفقت ہے بیشمار تیری

وہ دل ہو خون جسمیں تیری نہ آرزو ہو ۔ وہ آنکھ کور ہو جو تیری نہ ہو شناسا
ٹوٹیں وہ پاؤں جنکو تیری نہ جستجو ہو ۔ پہلو میں دل ہے۔ تیرا حسرت کشِ تمنا
قالب میں جانِ مضطر امیدوار تیری

ہر شاخِ بارور کو تو نے فروتنی دی ۔ سبزہ کو دلفریبی، پھولوں کو رنگ و بو دی
پروانے کو تپش دی، جگنو کو روشنی دی ۔ بخشا صدف کو گوہر، گوہر کو آبرو دی
بخشش ہے عام سب پر آمرزگار تیری

مبدا ہے آفرینش، یارب! ہے ذات تیری ۔ جلوے سے تیرے قائم ہے شانِ اوج و پستی
جلوہ گہِ ازل ہے یہ کائنات تیری ۔ اے علتِ علل! تو ہر چیز کی ہے ہستی
ہستی مگر ہے سب سے بیگانہ وار تیری

سرور جہان آبادی

تصحیح

ماہ شوال ۱۳۳۲ھ کے پرچہ میں سیرۃ الحبیبؐ صفحہ ۱۴۔ سطر ۹ میں "ولکن" کاتب کے قلم سے سہواً لکھا گیا ہے۔ اگرچہ تکمیل کتاب کے بعد غلطنامہ شائع کیا جائیگا لیکن چونکہ یہ اہم غلطی ہے اس لیے اسکو ابھی صحیح فرمالیں۔

(مؤلف سیرۃ الحبیبؐ)

خدا کی ہستی

سقراط حکیم نے سن رکھا تھا کہ ارسطادیموس نہ قربانی کرتا ہے نہ نماز و وظیفہ پڑھتا ہے۔ نہ مندروں کے پجاریوں کی وساطت سے اپنے کاروبار کی نسبت دیوی دیوتاؤں کا منشا دریافت کرتا ہے بلکہ اور لوگ جو ایسا کرتے ہیں اُن پر ہنستا ہے۔ اسلئے موقع ملنے پر اُسنے ارسطادیموس کے ساتھ اِس طرح پر گفتگو کا سلسلہ چھیڑ دیا:۔

س۔ ارسطادیموس! کوئی شخص ایسے بھی ہیں جن کی لیاقت کی وجہ سے تم اُنکی قدر کرتے ہو؟

ا۔ ہاں! کیوں نہیں!

س۔ بھلا اُنکے نام تو لو۔

ا۔ ھومر رزم و بزم کی نظم میں۔ طلینا پڈیس۔ رندانہ و مستانہ غزلخوانی پر سفوقلیظ انندوہناک ناٹک میں۔ پل قلیطس بت تراشی میں خدوکس نقاشی اور مصوری میں +

س۔ بھلا تم کن اُستادوں کو تحسین و آفرین کے لائق خیال کرتے ہو آیا اُنکو جو بیجان اور بے روح صورتیں اور مورتیں بناتے ہیں یا اُنکو جو ذی روح اور ذی حیات بناتے ہیں کہ اپنی مرضی سے چلتے پھرتے ہیں اور گویائی و نطق سے بہرہ ور ہیں؟

ا۔ بیشک آخر الذکر کو۔ بشرطیکہ وہ عقل و شعور سے کام لیتے ہوں اور اتفاقات و حادثات کے بھروسے پر نہ بیٹھے ہوں۔

س۔ بعض چیزیں ہیں کہ اُنکی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیوں بنائی گئی ہیں بعض

اور چیزیں ہیں کہ صریحًا اچھی اور مفید ہیں۔ ان دونوں فریق میں سے تم کس کو عقل و شعور کا کام کہوگے اور کس کو اتفاق کا؟

ج۔ معقول بات تو یہ ہے کہ جو چیزیں صریحًا اچھی اور مفید ہیں انکو عقل و شعور کا کام جانیں گے +

س تو کیا تم نہیں خیال کرتے کہ جس صانع نے آدمی کو دیکھنے کے لیے آنکھ سُننے کے لیے کان اور اور چیزوں کے جاننے کے لیے باقی حواس دیئے اُس کو انسان کی مصلحت اور منفعت منظور تھی؟ خوشبوئیں کس کام آتیں اگر انکے آنے کی سبیل یعنی ناک نہ ہوتی؟ حلق اور تالو مزے کس طرح لیتے۔ اگر زبان میں ڈالنے کی صلاحیت اور تمیز نہ رکھی جاتی؟ آنکھ کیسی نازک شئے ہے؟ اسکی حفاظت کے لیئے پپوٹے ہیں کہ دیکھنے کے وقت کھلے رہتے ہیں اور سوتے ہی مند جاتے ہیں۔ کیا اس انتظام میں تم کو پیش بینی اور پیش بندی کا گمان نہیں گزرتا؟ دیکھو تو سہی کس خوبی کے ساتھ پلکیں خاک دھول کو آنکھ کے اندر جانے سے روکتی ہیں اور بھویں پیشانی کے پسینے کو بہکر آنکھوں کے اندر اُترنے اور خلش کرنے سے باز رکھتی ہیں! کس حکمت کے ساتھ کان کو بنایا ہے کہ کل آوازوں کا خیر مقدم کرتا ہے اور ایک کو دوسرے کا سدِ راہ نہیں ہونے دیتا۔ جانداروں کے جبڑوں کو دیکھو کہ آگے کے دانت نوالہ کترنے اور پیچھے کی ڈاڑھیں اسکو نرم کرکے حلق سے اُترنے کے قابل بنانیکے لیئے کتنی موزوں ہیں! منہ کو آنکھ اور ناک کے تحت میں رکھا ہے تاکہ اسکو ہدایت ہوتی رہے کہ کونسی چیز اندر لیجانیکے کام کی ہے اور کونسی نہیں ہے یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ جو اشیاء حواس کو پراگندہ کرنے والی ہیں انکو حواس سے کتنا دور رکھا گیا ہے۔ بس جہاں یہ احتیاط اور انتظام موجود ہے

وہاں تم کو اس بات کے بتانے میں کیا تامل ہوسکتا ہے کہ آیا یہ پیش بینی کا نتیجہ ہے یا محض اتفاق و حادثات کا۔؟

ا- مجھے اس بارے میں ہرگز ہرگز کوئی تامل نہیں ہے میں جس قدر غور و فکر کرتا ہوں اُسی قدر میری طبیعت یہ کہتی ہے کہ یہ سب کچھ کسی ایسے صانع کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے جو نوع انسان کو سب سے عزیز رکھتا ہے۔

س- بھلا اس باب میں تمہاری کیا رائے ہے کہ اُس نے ہر جاندار میں اپنی نسل کے بڑھانے کی خواہش پیدا کی ہے۔ ماں میں اولاد کی اتنی ماما اور محبت رکھی ہے اور پیدائش کے وقت سے اخیر دم تک ہر ذی حیات زندگی پر جان دیتا ہے اور موت سے جی چراتا ہے؟

ا- رائے کیا ہوتی۔ سوائے اسکے کہ اُس نے ان کی ذات اور نوع کے قیام کا پورا پورا انتظام کردیا ہے؛

س- بس یہیں تو خاتمہ نہیں ہوگیا۔ ابھی چلے چلو جواب دیئے جاؤ۔ شاید تم ہی مجھ سے کوئی سوال پوچھنے لگو۔ مجھے یقین ہے اس بات سے تو تم بے خبر نہیں ہو کہ تم کو عقل و شعور عطا کیا گیا ہے۔ پھر کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اور کوئی صاحب عقل و شعور کہیں ہے ہی نہیں؟ ذرا سوچو۔ تمہارا بدن ایک مٹھی خاک ہے اس تودۂ عظیم کی جو تمہارے سامنے موجود ہے وہ نمی جس سے یہ مٹی خمیر ہوئی ہے ایک قطرہ ہے اُس بحر ناپیداکنار کا جو کل روئے زمین پر پھیلا ہے گویا تمہارا جسم ایک ذرہ ہے اُس مجموعۂ عناصر کا جس کی بے اندازہ مقدار دُنیا میں موجود ہے۔ پس اگر کوئی اور صاحب عقل و شعور کہیں نہیں ہے تو تمہارا عقل و شعور ہی ایک ایسی شئے ہوئی جو تمہارے نصیب سے نہیں معلوم کہاں سے تم کو مل گئی۔ اور تم شاید یہ کہوگے کہ یہ تمام کائنات اور یہ کل اجسام و اجرام کسی

صاحب عقل و شعور کی مدد کے بغیر آپ ہی آپ یونہیں مرتب منظوم ہو گئے ہیں؟

ا۔ میری سمجھ میں تو اور کوئی بات آتی نہیں۔ دنیا میں جو چیز ہم بنی ہوئی دیکھتے ہیں اسکا بنانے والا بھی نظر کے سامنے موجود ہوتا ہے۔ تم کہتے ہو دنیا اور اسکے کل کارخانے کو خدا نے بنایا ہے اور وہی اسکا انتظام کرتا ہے۔ مگر وہ خدا ہے کہاں؟ کہیں نظر تو آتا نہیں۔

س۔ تم اپنی روح کو بھی تو نہیں دیکھتے جو تمہارے جسم کی حاکم ہے لیکن نظر نہ آنے کے سبب سے کیا تم یہ نتیجہ نکالو گے کہ تم جو کام کرتے ہو وہ روح کی تحریک اور ہدایت بغیر خود بخود یوں ہی چلا جاتا ہے؟

ا۔ کچھ تذبذب کے ساتھ) میں خدا کی تحقیر تو نہیں کرتا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اُسکی ذات ایسی کامل اور غنی ہے کہ اُس کو میری اور میری بندگی کی ضرورت نہیں ہے۔

س۔ یہ سراسر غلطی ہے۔ باایں کمال استغنا جب خدا تمہارا اتنا خیال کرتا ہے تو تمہارا فرض ہے تم بھی اسکی اتنی ہی حمد و ثنا کرو۔

ا۔ مجھے اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ خدا انسانوں کے کاروبار میں دلچسپی ظاہر کرتا ہے تو میں ہرگز اُسکی پوجا میں کوتاہی نہ کروں۔

س۔ ہیں! ابھی تم کو یہی یقین نہیں ہے کہ خدا نے انسانوں پر کیا کیا احسان کیئے ہیں۔ دیکھنے۔ سُننے۔ چکھنے کی قوت تو جیسی اور جانوروں کو دی ہے ویسی ہی ہمیں دی ہے۔ مگر ٹانگوں پر کھڑا ہو کر چلنے کا شرف کیسا ہے؟ جانوروں کو تو یہ شرف نہیں ملا۔ اس سے انسان کو کتنے فائدے ہیں! اسی کی بدولت آگے دیکھتا ہے۔ دور کی چیز تاک سکتا ہے۔ چوپائے اپنی ٹانگوں سے چلنے کے سوا اور کوئی کام نہیں لے سکتے۔ انسان پر اس معاملہ میں بھی لطف علوی کا

بڑا احسان ہے۔ اس کو ہاتھ بھی دیئے ہیں کہ ان سے ہزاروں بڑے بڑے مفید کام لیتا ہے۔ اور فضیلت کے علاوہ بے حد مسرت حاصل کرتا ہے۔ جانوروں کو زبان دی گئی ہے۔ مگر کلام کی طاقت ان میں نہیں ہے بلکہ زبانِ انسانی ہی پر موضوع ہوتا ہے جو اس کے خیالات کو ظاہر کرتا ہے اور دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ اور ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے کہ اس نے اور جانوروں کی لذت و راحت کو خاص خاص قسموں اور موسموں کے تابع رکھا ہے اور انسان کے لیئے یہ سب قیدیں مٹا دی گئی ہیں کہ ہر قسم کی راحت ہر وقت محسوس کرتا ہے اور ہر نوع کی لذت اسے ہر موسم میں روا ہے +

خدا نہ صرف ہمارے جسم کی خبر لیتا ہے بلکہ ہماری روح کی بھی خبر لیتا ہے اس خالق کل نے ہمیں نہ صرف جسمانی فضیلت دی ہے بلکہ سب سے بڑی بخشش جس سے اصلی انسان پر وہی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ روح ناطق ہے جو اس نے ہمارے قالب میں پھونکی ہے۔ اور روح بھی وہ جسے اشرف الارواح کہنا چاہیئے کیونکہ اور کس جانور کی روح خدا کو جان سکتی ہے اور اس کی قدرت کے کارخانوں کو پہچان سکتی ہے؟ کیا انسان کے سوا کوئی اور ذی حیات بھی ہے جو خدا کی بندگی کرتا اور اُسے پوجتا ہے؟ کونسا جانور ہے جو آدمی کی طرح بھوک پیاس سردی گرمی سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہے؟ اور کونسا جانور ہے جو آدمیوں کی طرح بیماری کی دوا کر سکتا ہے۔ اپنے تو اُرسے کام لے سکتا ہے تحصیل علم کر سکتا ہے اور اپنی دیکھی بھالی سُنی سُنائی باتوں کو تمام و کمال یاد رکھ سکتا ہے؟ اگر اس کی جسمانی اور رُوحانی فضیلتوں کا خیال کیا جائے تو انسان اور جانداروں کے مقابلے میں الوہیت کا مرتبہ رکھتا ہے۔ اگر اسکو بیل کا جسم دیا جاتا تو اسکی فہم کی رسائی کس کام آتی منصوبے اور تدبیریں سوچ لیتا لیکن ذکی

تعمیل بیل کیونکر کرتا؟ برعکس اسکے بیل کو انسان کا جسم ملتا اورعقل انسانی نہ دی جاتی تو دیگر بہائم سے کس بات میں افضل ہوتا؟ دیکھو تو سہی خدا نے عمدہ سے عمدہ جسم تمکو دیکر کیسی لطیف ترین و شریف ترین روح اُس میں پھونکی ہے! کیا اب بھی تم یہی کہے جاؤ گے کہ وہ تمہاری کچھ خبر نہیں لیتا؟ خدا سے تم کیا چاہتے ہو جو تمہیں یقین ہو کہ ہاں وہ تمہاری خبرگیری کرتا ہے؟

ا- میں چاہتا ہوں کہ جس طرح تمہارے بیان کے مطابق تمہارے پاس اسکے پیغام آتے ہیں، میرے پاس بھی آیا کریں اور مجھے بھی براہ راست مطلع کرتا رہے کہ میں کیا کروں اور کیا نہ کروں۔

س کیا جب وہ ایتھنز کے کل باشندوں کے لیئے کوئی ہدایت کرتا ہے تو تم یہ خیال کرتے ہو کہ وہ تم سے مخاطب نہیں ہے؟ جب غیر معمولی حادثات وکرامات کے ذریعے سے وہ کل اہل یونان کو آنے والے واقعات سے متنبہ کرتا ہے تو کیا وہ تمہاری طرف سے خاموش رہے اور ایک اکیلے تم ہی کو بھول جاتا ہے؟ لوگوں کے دلوں میں جو اُس نے یہ اعتقاد پیدا کر دیا ہے کہ رنج وراحت سب اُسکی طرف سے ہے وہ رنج و رحمت پر قادر ہونیکے بغیر ہی پیدا کر دیا ہے؟ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اگر یہ محض دھوکا ہوتا تو انسان آجتک اس سے بیخبر رہتے اور اس سے اپنے تئیں نہ بچاتے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ قدیم سے قدیم اور عاقل سے عاقل قومیں خدا پرست ہوتی رہی ہیں اور ہر ایک انسان کی عمر میں خدا پرستی کی خواہش درجہ کمال کو اُسوقت پہنچتی ہے جب اُسکی عقل پختگی کی سمت الراس پر ہوتی ہے؟ اے عزیز! دھیان کر کہ تیرا نفس کس طرح سے تیرے جسم پر اپنی مرضی کے موافق حکمراں ہے۔ اور یقین کر کہ اسی طرح ایک روح ہے جو کل عالم پر حاوی ہے

اور اُسکو اپنی مرضی کیموافق چلا رہی ہے۔ اس خیال کو دل سے نکال ڈال کہ تیری ناقص آنکھیں تو کوسوں دور کی چیز کو دیکھیں اور خدا تعالیٰ ایک ہی وقت میں سب چیزوں کو نہ دیکھ سکے۔ یہ خیال نہ کر کہ میں انگلستان اور مصر اور سلی کے معاملات پر جامعیت کے ساتھ غور و فکر کرسکتا ہوں اور خدائے عزوجل کل کائنات کے معاملات پر ایک ہی وقت میں غور نہیں کرسکتا۔ انسان کی احسانمندی کا امتحان جب ہوتا ہے کہ اُس کے ساتھ کوئی سلوک کیا جائے۔ اُسکی دانائی کی آزمایش یوں ہوتی ہے کہ اس سے کسی مشکل اور پیچیدہ معاملہ میں مشورہ طلب کیا جائے۔ اسی طرح اگر تم خدا کی قدرت اور مخلوق پروری کا ثبوت چاہتے ہو تو سچے دل سے اُسکی بندگی اور پرستش کرو۔ اُس وقت تجھ کو یقین کامل ہو جائیگا کہ خدا سب کچھ دیکھتا ہے۔ سب کچھ سُنتا ہے۔ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے۔ اور کل کائنات کا انتظام و انصرام کرتا ہے ؎

راقم ایک ایم۔اے

حال میں لندن کے رائل ریڈ و کلب نے ایک قسم کی ہوائی پیٹی تیار کی ہے جو غبارہ بازوں کے لیے مختص ہے۔ اسے کمر کے گرد باندھ لیا جاتا ہے اور گرنے کے وقت مسافر یا جہازران دھم سے زمین پر نہیں گرتا بلکہ آہستہ آہستہ زمین پر آرہتا ہے۔ ممکن ہے یہ پیٹی غبارہ بازوں کو زمین پر دفعتہً واحدةً گر کر چور چور ہونے سے بچا سکے۔ لیکن کیا موت سے بھی کہیں مفر ہے۔ این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة (پ ۵ س النساء ع ۱۱) تم کہیں بھی ہو موت تو تم کو آکر رہے گی۔ اگرچہ تم پکے پکے گنبدوں ہی میں کیوں نہ ہو ؎

نورالدین گوجرانوالہ

بابا فرید شکر گنج

(پال مال گزٹ لندن سے ترجمہ کیا گیا)

پاک پٹن شریف دنیا نے تواریخ کو اجودھن کے نام سے تئیس سو سال سے معلوم ہے لیکن اسکا دوسرا نام پاک پٹن شریف آج سے آٹھ سو سال قبل دیا گیا تھا۔ اور اُس وقت سے یہ اپنے قلعہ کی مضبوطی کے لئے نہیں بلکہ ایک مقدس ہستی کی جائے آرام ہونیکے باعث اسلامی دنیا میں شریف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۱۷۳ء کی بات ہے کہ وہ پاک ہستی معرض وجود میں آئی تھی جسے آگے چلکر دنیا میں بہت کچھ نام پیدا کرنا تھا۔ اور جسے اب دنیا بابا فریدالدین صاحب شکر گنج کے نام سے یاد کرتی ہے۔ بابا صاحب نے تبلیغ اسلام کے کام میں جو نام پیدا کیا ہی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کو اس شہر سے خاص اُلفت تھی۔ چنانچہ وفات پر آپ کا مزار اقدس بھی اسی شہر میں بنا۔ زُہد و تقویٰ اور پرلے درجہ کی سخت عبادت مشرقی مذاہب کا خاصہ ہیں۔ اور اپنے ہمعصر زاہدوں سے بابا فرید شکر گنج ان سب باتوں میں گوئے سبقت لیگئے تھے۔ آپ کی روزہ داری کا یہ عالم تھا کہ آپنے متواتر تیس سال تک ماکولات کا ایک ذرہ تک اپنے اندر جانے نہ دیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس لکڑی کی ایک روٹی یا لکڑی سے بنے ہوئے انگوروں کا ایک خوشہ ہوتا تھا۔ اور بھوک کے وقت آپ انہیں کو کاٹتے یا پیٹ پر رکھتے اور آپ کی اشتہا دور ہو جاتی تھی۔ یہ روٹی اور چوبی انگور آجتک آپ کی خانقاہ میں موجود ہیں۔ اور زائرین کو انکی زیارت کرائی جاتی ہے۔ آپ کی شہرت افغانستان فارس اور وسط ایشیا کے دور دراز کونوں تک پھیل گئی۔ یہاں تک کہ اجودھن کا نام

آپ ہی کے طفیل سے پاک پٹن اور پھر پاک پٹن شریف ہو گیا۔

پاک پٹن آجکل کی ملکی تقسیم کے لحاظ سے منٹگمری کے ضلع میں واقع ہے اور جب دور سے دیکھا جائے تو ایک سبز و سیاہ بادل افق آسمان میں زمین اور آسمان کو ملاتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن جوں جوں نزدیک آتے جائیں وہ وہ سیاہ بادل پہاڑی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پہاڑی کے دامن سے لیکر بلندی تک یہ شہر پھیلا ہوا ہے۔ اور ایک مکان پر دوسرا مکان اٹھتا ہوا نظر آتا اور عجب منظر پیش نظر کرتا ہے۔ ان اونچے اونچے مکانوں کے عین بیچوں بیچ سب سے بلند پتھر کی عمدہ اور سفید عمارت ہے جو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ ہے۔

پاک پٹن کی گلیاں گندی اور تنگ ہیں۔ انکی تنگی کا یہ حال ہے کہ آمنے سامنے سے آتے ہوئے دو آدمی گزر نہیں سکتے۔ تاوقتیکہ ایک ہٹ کر دیوار سے نہ لگ جائے یا دونوں کندھا مار کر نہ چلیں لیکن ایک ٹیڑھی سڑک پہاڑی کی چوٹی کیطرف جاتی ہے (پہاڑی کوئی پچاس فٹ بلند ہے) اس کے عین درمیان میں بائیں ہاتھ کو خانقاہ معلی کی سفید عمارت کھڑی ہے۔ اس عمارت کے شرقی اور غربی دو دروازے ہیں جن پر چاندی سے بہت کچھ نقش و نگار کیے ہوئے ہیں۔ اور سنگ مر مر کی دیواروں میں سنگ سیاہ کے موٹے حروف میں کتبے اور اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ دونوں دروازوں پر لا الٰہ الا اللہ کا مشہور کلمہ شریف تحریر ہے۔ جو سیکڑوں برسوں سے مسلمانوں کی توحید پرستی کا گواہ چلا آتا ہے۔

خانقاہ کے اندر قبر زمین سے چند فٹ اونچی ہے۔ جسکے پاس صرف ایک مدھم سا دیا جلتا رہتا ہے۔ خانقاہ کا زیور سادگی ہے۔ اور اس قدر نور برستا ہے کہ منکر بھی مجبوراً مان لیتے ہیں کہ یہاں کوئی خدا پرست آرام کر رہا ہے۔ قبر کے پاس اور قبریں ہیں جن میں خانقاہ کے مجاور مدفون ہیں۔ بابا صاحبؒ کی وفات کے

بعد سے آجتک انتیس مجاور خانقاہ معلےٰ کی جاروب کشی کر کے بہشت بریں میں آرام فرما چکے ہیں۔ خانقاہ کے روپہلی دروازوں میں سے جنوبی دروازہ خاص طور پر قدر و الفت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اسے "دروازہ ارم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس دروازے میں دو بھاری بھاری قفل پڑے رہتے ہیں جن میں سے ایک کی کنجی تو ایک مسلمان کے پاس رہتی ہے جو بابا صاحب رح کے خاندان سے بتایا جاتا ہے۔ اور دوسری ایک ہندو کے پاس ہوتی ہے یہ کنجی آٹھ سو سال سے ہندوؤں کے قبضے میں ہے اور پہلے اُس دن اِن کے ہاتھ میں آئی ہے۔ جب کہ بابا صاحب رح نے عالم فانی کو خیرباد کہا تھا۔ ہندو آجتک باوجود آٹھ سو سال گزر جانے کے باواجی رح کے مرید ہیں۔ اور اس کنجی کے حقدار متصور ہوتے ہیں۔ اس چابی کے ہندوؤں کے ہاتھ میں جانے کی وجہ یہ ہے کہ جس جگہ آج خانقاہ معلےٰ واقع ہے وہاں پہلے ہندوؤں کا شوالہ تھا ہر ماہ محرم کی چوتھی اور پانچویں تاریخ کی درمیانی رات کو یہ دروازہ کھلتا ہے۔ اور جو کوئی بھی بہشت حاصل کرنے کا متمنی ہوتا ہے۔ اُسے لازم ہے کہ اس عرصہ میں اس دروازے میں سے گزرے +

"دروازہ ارم" کے پاس ہی بائیں ہاتھ کو چٹائیوں کی ایک جھونپڑی سی بنی ہوئی ہے اس جھونپڑی میں ایک فقیر پتھروں پر لیٹا رہتا ہے۔ آج اُسے اس میں داخل ہوئے چند سال ہوئے ہیں۔ موسم گرما کی چلچلاتی گرمیاں اور سرما کی کڑاکے کی سردیاں اُس نے یہیں گزاری ہیں۔ گاہ گاہ رات کے وقت باہر نکلتا ہے۔ اور کبھی کبھی دو چار نوالے روٹی کے کھا لیتا ہے۔ ورنہ یہیں پڑا موت کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ اور لوگ آکر اُسکی زیارت کرتے ہیں +

جب سیاح عصر کے وقت جاتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ وہی سورج جس کی

طرف آنکھ بھر کر دیکھا نہیں جاتا زرد پڑ کر ایک سنہری تھال کی صورت اختیار کیے مغرب میں غروب ہو جاتا ہے تو موذن کی زبردست اور دل ہلا دینے والی آواز بلند ہوتی ہے جو پتھروں اور چٹانوں سے ٹکراتی ہوئی دور تک جاتی اور سارے شہر میں ایک ہیبت ناک گونج پیدا کر دیتی ہے۔ اذان کی آواز سنتے ہی لوگ کاروبار چھوڑ کر مسجد کی طرف بھاگتے ہیں۔ اور سب ملکر اپنی نماز ادا کرتے ہیں۔ اذان کے ختم ہونیکے بعد جب سب نمازی ملکر لاالٰہ الا اللہ کی صدا بلند کرتے ہیں تو عجب عالم نظر آتا ہے۔

پاکپتن کا چھوٹا سا شہر محرم کے ایام میں زائرین سے بھر جاتا ہے جن کی تعداد کم سے کم ساٹھ ہزار ہوتی ہے۔ اور جن میں دنیائے اسلام کے ہر حصے کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ مدراس کے لوگ افغانستان کے باشندے۔ فارس بلخ۔ بخارا اور ترکستان کے زائر آتے ہیں۔ حتے کہ ایشیا کی تمام زبانیں خانقاہ کے گرد سنائی دیتی ہیں تھکے ماندے اور کوفتہ زائرین اونٹوں پر چھکڑوں پہ اور گاڑیوں پر آتے ہیں۔ یہ زائر اکثر گاتے اور خوشیاں مناتے آتے ہیں۔ فرط انبساط سے وجد میں آتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ زندگی میں ایک دفعہ پھر خانقاہ معلے کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ شہر کے جنوب کی طرف جو خوفناک میدان دامن کوہ میں واقع ہے۔ یہ سارے کا سارا زائرین سے پُر ہو جاتا ہے جو یہاں جنگل میں منگل کا سماں باندھ دیتے اور اپنی چہل پہل سے اس ہُو کے میدان کو پر رونق شہر بنا دیتے ہیں نٹ۔ تماشاگر۔ ریچھ اور بندر نچانے والے۔ نیگھوڑے غرضیکہ کوئی ایسا کھیل نہیں ہوتا جو یہاں موجود نہ ہو۔ تماشہ گروں اور دیکھنے والوں کا بقدر جمگھٹا ہوتا ہے کہ اندازہ لگانا دشوار ہو جاتا ہے مگر یہ نہ سمجھیئے کہ تماشہ گر صرف کمانے کی غرض سے آتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ بھی بابا صاحب کی خانقاہ کی زیارت کے

لیئے آتے ہیں۔ بھیڑ میں آپ کو ٹوپی پوش۔ پگڑیاں باندھنے والے۔ انگریزی سوٹ بوٹ سے آراستہ۔ اور کابلی جوتے استعمال کرنے والے لوگ نظر آئینگے بہرے۔ گونگے۔ اندھے۔ کوڑھی۔ تندرست۔ پاجامہ۔ پتلون اور تہ بند باندھنے والے۔ اُردو۔ فارسی۔ پشتو۔ انگریزی۔ تامل اور عربی بولنے والے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ اور ان سب کا مدعا ایک ہی ہوتا ہے یعنی کسی طرح "دروازہ ارم" میں سے گزر جائیں ۔

اس بہشتی دروازے میں سے زائرین کا گزرنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ اس کے لیئے مقامی افسروں کو ہر سال خاص انتظام کرنا پڑتا ہے۔ ایک رات کے عرصہ میں چالیس ہزار یا ساٹھ ہزار زائرین کا ایک تنگ دروازے میں سے گزرنا اور پھر کسی کو گزند نہ پہنچنا قطعًا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پولیس کے بہت سے سپاہی یہاں اس موقع پر بھیج دیئے جاتے ہیں۔ شفا خانے قائم کیئے جاتے ہیں۔ اور دوسرے ایسے وسائل اختیار کیئے جاتے ہیں کہ زائرین کو کسی قسم کی تکلیف ہو تو فورًا مدد پہنچ سکے۔ شہر کے باہر سے لیکر دروازہ بہشتی تک دو دیواریں کھڑی کی جاتی ہیں جنکا درمیانی فاصلہ ڈھائی فٹ کے قریب ہوتا ہے۔ ہر زائر کے لیئے ضروری ہے کہ وہ شہر میں داخل ہونے سے قبل اس تنگ گھاٹی کی سی جگہ میں کھڑا ہو۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ زائر لوگ ایک ایک کرکے اس گھاٹی میں داخل ہوتے ہیں اور انکی جدوجہد سے بہشتی دروازے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور ان لوگوں کی دھکم دھکا سے زیادہ نقصان نہیں ہوتا کیونکہ باہر میدان کھلا ہوتا ہے اور ہوا گندی نہیں ہونے پاتی۔ لیکن انکے علاوہ خانقاہ معلے کے صحن میں ہزارہا زائرین موجود ہوتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ان دیواروں میں سے گزرنے کی ضرورت نہیں بلکہ انہیں خاص دروازے سے گزار لیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اکثر نابینے۔ بیمار۔ بوڑھے۔ بچے۔ ہر درجہ

کے افسر مختلف ممالک کے شرفاء یا نواب وغیرہ ہوتے ہیں۔

جب وہ رات آتی ہے جبکہ سال بھر کے بعد دروازہ ارم کھلتا ہوتا ہے تو شام ہوتے ہی اسے واکر دیا جاتا ہے۔ اور زائرین کو یکے بعد دیگرے اسکے نیچے سے گزرنے کی اجازت دیجاتی ہے۔

اسوقت خانقاہ سعلے پر عجب نور برس رہا ہوتا ہے۔ اور دیئے کی مدھم روشنی میں منظر پُر ہیبت اور پُر جلال نظر آتا ہے۔ زائرین کو دیواروں کی طرف ہٹا دیا جاتا ہے۔ اور قبر کے اِردگرد کی جگہ صاف کر دی جاتی ہے۔ یہ زائر ہر وقت خدا کا نام جپتے رہتے ہیں۔ دروازے میں ایک امرتسری فقیر کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ اپنا ایک ہاتھ اور سر دہلیز سے لگا لیتا ہے۔ اور منہ آسمان کی طرف کر کے کچھ پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ اسکے بدن پر لوہے کی زنجیریں کثرت سے ہوتی ہیں۔ اور اسنے چار ابرو کا صفایا کرایا ہوتا ہے (اسکی شکل اطالیہ کے پوپوں سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے) اور ہر سال یہ اسی طور سے فرید اعظم کے حضور اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔ جب مقررہ وقت آجاتا ہے اور نماز مغرب سے خدا پرست لوگ فارغ ہو جاتے ہیں تو دروازے کے قفل کے کنجی بردار ہندو مسلمان دونوں اپنے اپنے مکانوں سے باہر نکلتے ہیں۔ ان کے ساتھ کئی مولوی اور عالم ہوتے ہیں۔ اور انکو دیکھتے ہی زائر لوگ خوشی اور انبساط کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ دروازے کی طرف ایک گول رستہ جاتا ہے۔ جسپر ہوتے ہوئے یہ لوگ چکر کھا کر دروازے کے پاس پہنچتے ہیں۔ اسوقت ڈھول نقارے اور نفیری کے شور کے باعث کان پڑی آواز تک سنائی نہیں دیتی۔ جونہی دروازہ کھلتا ہے۔ اور اسکے بھاری پٹ کھولدیئے جاتے ہیں تو زائرین تمام ترتیب کو خیرباد کہکر دیوانہ وار اپنے مدعا کے حصول کے لیئے جدوجہد کرنے لگ جاتے ہیں۔ اسوقت کسی کو کسی کا خیال نہیں ہوتا ہر ایک نفسی نفسی پکارتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ سب سے پہلے میں

گزر جاویں۔ لیکن دیسی پولیس اسکے ساتھ چند انگریز افسر بھی ہوتے ہیں، فوراً کام کرنے لگ جاتی ہے۔ قانون کی لاٹھیاں۔ وفادار زائرین کے سروں پر پڑنے لگ جاتی ہیں۔ اور لوگوں کو جبراً پیچھے ہٹا کر دوبارہ قطاریں بنائی جاتی ہیں لیکن پھر وہی بے ترتیبی کا عالم ہو جاتا ہے اور لوگ کہنیاں اور کندھے مار مار کر اپنا رستہ بنانے لگ جاتے ہیں۔ اس دفعہ دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ اور جو لوگ زخمی ہو جاتے ہیں اُن کی چیخوں اور آہوں سے آسمان گونج اٹھتا ہے۔ پولیس پھر کوشش کرتی ہے اور آخر ترتیب پھر قائم ہو جاتی ہے وہ دو دو یا تین تین کرکے پولیس زائرین کو اندر داخل کرتی ہے۔ یہ لوگ "فرید فرید" کے نعرے لگاتے نکل جاتے ہیں۔

.. اگر دروازے کے پاس کھڑا ہو کر دیکھا جائے تو عجیب منظر پیش نظر ہوتا ہے وہ دیکھیے ایک بزرگ معمر زائر چلا آتا ہے جو ہندوستان سے دور دراز کا سفر طے کرکے آیا ہے۔ ماتھے کا گٹہ نمازی ہونے کا مظہر ہے۔ ہاتھ میں زمرد کی تسبیح ہے۔ جس کے دانوں کو وہ بڑی جلدی جلدی حرکت دیتا جاتا ہے اور جوں جوں دروازۂ ارم نزدیک آتا جاتا ہے۔ اس حرکت میں اور بھی ترقی ہوتی جاتی ہے اور اللہ اکبر سبحان اللہ اور الحمد للہ کا ورد کرتا دروازے میں سے گزر جاتا ہے اسکے پیچھے پیچھے ایک اور شخص آتا ہے۔ جسکا سرخ چہرہ اور اُلجھے ہوئے بال ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ شمال کے علاقہ یاغستان کا باشندہ ہے۔ عقابی ناک اور باز کی طرح آنکھیں گواہی دے رہی ہیں کہ اسکے لیے کسی کا قتل کر دینا یا کسی کا مال لوٹ لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ کھردرے ہاتھ بزبان حال شہادت دے رہے ہیں کہ اُنھوں نے کئی بے گناہوں کو لوٹا۔ اور گوشۂ قبر میں سُلایا ہے۔ لیکن بابا فرید شکر گنج رح کے دروازے پر یہ بھی ایک بے بس زائر ہے۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور "فرید فرید" کہتا ہوا یہ عقیدت مند بھی اندر داخل ہو جاتا ہے

لڑکتا پڑکتا قدم قدم پر لڑکھڑاتا ۔ کمان کی طرح جھکی ہوئی پشت اور سفید براق ڈاڑھی والا بوڑھا جو کسی گاؤں کا سردار ہے اور جس کی آنکھوں کی بینائی امتداد زمانہ کے ہاتھوں قریباً نابود ہو چکی ہے۔ آتا ہے۔ اور فرید فرید کا ورد کرتا ہوا "دروازۂ ارم" میں سے گزر جاتا ہے ۔جوان۔ بوڑھے تندرست اور بیمار آتے اور دروازے میں سے گزر جاتے ہیں ۔سب کا ایمان اور اعتقاد ہے کہ بابا صاحبؒ کے قدموں کی زیارت اُنکے لیئے شفاعت ۔ امن اور تسلی کا باعث ہوگی ۔اور وہ سچ مچ متسلی ہو کر جاتے ہیں ۔

جب صحن کے اندر کے زائر اپنی مراد پا چکتے ہیں تو باہر کے لوگوں کی باری آتی ہے ۔ وہاں بھی وہی شور وغل ۔وہی بے ترتیبی اور وہی جدوجہد کا عالم ہوتا ہے ۔ لوگ زور دے دے کر دیواروں کے اندر داخل ہوتے ہیں لیکن پولیس کے زبر دست ہاتھ انہیں روک دیتے ہیں ۔ اور بہت سی کشمکش کے بعد یہاں بھی ترتیب قائم ہو جاتی ہے ۔لیکن پولیس کی اَن تھک کوششوں سے بھی زائرین کی تکلیف کم نہیں ہوتی ۔اور کئی آدمیوں کے زخم خوردہ سر اور ضرر رسیدہ آنکھیں اس رات کے گزر جانے کے بعد کئی دن تک اس امر کی شہادت دیتی ہیں کہ دروازہ ارم میں داخل ہونا کچھ آسان کام نہیں ۔ لوگ اس تکلیف کو بڑی خوشی سے برداشت کرتے ہیں ۔ اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر ناچتے اور گاتے ہیں ۔ یا اللہ ۔یا محمد ۔ چار یار کبار ۔حاجی قطب بابا فرید شکر گنج کے نعروں سے زمین و آسمان گونج اٹھتے ہیں لیکن مختلف نعروں میں سب سے زیادہ نعرہ "یا فرید یا فرید" کا سنائی دیتا ہے ۔جس کے بولنے والوں کی کثرت کا اندازہ اس حقیقت نفس الامری سے ہو سکتا ہے کہ اُن نعروں کی گونج کے سامنے ڈھولوں اور نقاروں کی آواز کچھ حقیقت نہیں رکھتی ۔حالانکہ یہ ڈھول اور نقارے سیکڑوں کی تعداد میں بج رہے ہوتے ہیں ۔ پولیس تھک جاتی ہے

لیکن زائرین کی آمد کا سلسلہ اُسی زور شور سے جاری رہتا ہے۔ جب کبھی دروازہ خانقاہ پر بیشتر جمع ہو جاتی ہے تو آوازہ لگایا جاتا ہے کہ سب بیٹھ جاؤ۔ زائر قطار در قطار بیٹھ جاتے ہیں جو کھڑا رہتا ہے اُسے ہزڈنڈا پڑتا ہے۔ اور آخر وہ بھی بیٹھ جاتا ہے جب آستے خالی ہو جاتا ہے تو پھر آواز آتی ہے۔ "بہا بیو آؤ" اور پھر لوگ اندر جانے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر آدھی رات اور بتدریج پھر رات گزر جاتی ہے۔ ہوا میں خنکی بلکہ سردی پیدا ہو جاتی ہے۔ چاند افق آسمان میں غروب ہو جاتا ہے۔ لیکن ہزاروں زائر شوق زیارت میں قطار در قطار اپنی باری کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اور صبح تک انتظار کرنے کا تہیہ کر لیتے ہیں۔ شور و غوغا۔ باجے۔ نقارے۔ ڈھول وغیرہ سب بند ہو جاتے ہیں۔ جوں جوں رات گزرتی جاتی ہے۔ ترتیب زیادہ عمدہ ہوتی جاتی ہے اور شدہ شدہ سب قطاریں اپنی باری پر ان دیواروں میں داخل ہو کر دروازہ ارم تک پہنچتی ہیں اور لوگ زیارت کر کے اپنی دلی مراد حاصل کرتے ہیں۔ صبح ہو جاتی ہے اور اگرچہ ہزاروں زائر شادکام ہو جاتے ہیں تاہم سیکڑوں ابھی باقی ہوتے ہیں۔ پھر شور و غوغا ہوتا ہے۔ کئی خوش اعتقاد دوبارہ قطار میں داخل ہو جاتے ہیں۔ لوگ قطار در قطار دروازہ کی طرف جاتے ہیں۔ اور بیشتر اس سے کہ دروازہ دوبارہ سال بھر کے لیئے بند ہو کم از کم ساٹھ ستر ہزار مرید شرف زیارت حاصل کر لیتے ہیں۔ اُس وقت پاک پٹن کا عجیب حال ہوتا ہے۔ ادہر دروازہ بند ہوتا ہے۔ ادہر لوگ سونے لگ جاتے ہیں۔ اور دو گھنٹے کے عرصہ میں اس ہزارہا مخلوق خدا میں سے کوئی متنفس جاگتا نظر نہیں آتا۔ ان لوگوں کی نیند گہری اور پرامن ہوتی ہے کیونکہ انکے دل تسلی ہو جاتے ہیں اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ انہوں نے اس چندروزہ زندگی میں ایک نیک کام کیا ہے امید شفاعت اور رحم انکے دلوں کو شگفتہ کر دیتی ہے اور دروازہ ارم میں سے گذرنیکی نعمت حاصل کرنیکے بعد وہ امن و چین کی نیند سوتے ہیں۔

کشمیری

جزاءً وِّفاقًا

ہر ایک انسان سے جس قسم کے اعمال و افعال سرزد ہوتے ہیں۔ قدرت اپنر اسی قسم کے نتائج مترتب کرتی ہے۔ ایک آدمی تواضع اختیار کرتا ہے۔ قدرت لوگوں کے دلوں میں اسکی قدر و منزلت پیدا کر دیتی ہے۔ جسقدر وہ متواضع ہوتا جاتا ہے اُسیقدر اسکی وقعت بڑھتی جاتی ہے۔ ایک آدمی تکبر کرتا ہے تاکہ لوگ اسکی بڑائی کا اعتراف کریں۔ قدرت لوگوں کے دلوں میں اسکی طرف سے نفرت و حقارت پیدا کر دیتی ہے۔ متکبر جتنا اپنی شیخی اور بڑائی کا اظہار کرتا ہے۔ لوگ اُتنا ہی اُس سے متنفر ہوتے ہیں۔ اور اُسکو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک آدمی ناجائز لذت حاصل کرنیکے درپے ہوتا ہے۔ قدرت اُسکو جائز لذات سے محروم کر دیتی ہے وہ اپنی شامت اعمال سے ایسے امراض مہلکہ میں گرفتار ہو جاتا ہے کہ آخرکار جائز لذات کے حصول پر بھی قادر نہیں ہو سکتا۔ راستباز ہمیشہ معتبر و باوقار ہوتا ہے جھوٹے کی سچی بات کا بھی اعتبار نہیں کیا جاتا۔ فیاض و سخی ہمیشہ آسودہ و مرفہ حال رہتا ہے۔ بخیل و ممسک باوجود مال و دولت کے اس سے متمتع نہیں ہوتا۔ بخل و امساک کی سوزش نارِ جہنم کی شکل میں ہر وقت اُسکے گلے کا ہار بنی رہتی ہے۔ الغرض انسان کے اعمال حسنہ اور افعال سیئہ پر جہاں تک غور و فکر کروگے۔ تم اس نتیجہ پر پہنچوگے کہ انسان کا کوئی قول و فعل کردار و گفتار بے نتیجہ نہیں۔ ہر ایک قول و فعل اور کردار و گفتار پر جو نتیجہ مترتب ہوتا ہے نہ جزا و سزا ہی اور قدرت کسی پر ظلم نہیں کرتی نہ کسی کی حق تلفی کرتی ہے۔ بلکہ جزاءً وِّفاقًا کے قانون سے مطابق نتایج مترتب کرتی ہے۔ و اللہ درمن قال ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو　　　از مکافاتِ عمل غافل مشو

ساری دنیا میں جزا و سزا، ردِ عمل یا مکافات کا اصول جاری و ساری ہے۔ ہر انسان سے جو عمل و فعل صادر ہوتا ہے۔ وہی بعینہ اس کو ایک دوسری صورت میں پیش آتا ہے۔ شاید ایک سطحی خیال کا آدمی کہے کہ بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی ایک کام کرتا ہے۔ اور اس کا بدلہ اسکو اس دنیا میں نہیں ملتا۔ لیکن اگر زیادہ غور و تعمق سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ بلاشبہ دنیا میں جزا و سزا اور ردِ عمل کا اصول نہایت استحکام کے ساتھ قائم ہے مقولہ فعل اور کردار و گفتار کا ہر ذرہ اثر و نتیجہ رکھتا ہے۔ ہر آواز ہوا میں ایک تموج پیدا کرتی ہے۔ یہ اثر و نتیجہ اور تموج بالواسطہ وہیں پہنچ جاتا ہے جہاں سے وہ چلا تھا۔ اس بنا پر خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہم کسی کو ضرر پہنچانا چاہیں تو ہم کو اسی قسم اور اسی درجہ کا ضرر اٹھانے کیلئے تیار بھی رہنا چاہیئے۔ ولنعم ماقیل

رطب نا ورد چوب خرزہرہ بار　　　چہ تخم افگنی بر ہماں چشم دار

فردوسیؔ نے قانون جزا و سزا اور اصول ردِ عمل کا فلسفہ کتاب شاہنامہ میں اس طرح بیان کیا ہے

چنیں گفت پور گیو پیلتن　　　کہ چہ را باندازہ خویش کن

قرآن کریم میں یہ مسئلہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ہر ایک شئے اپنی اپنی فطرت کے مطابق کام کر رہی ہے۔ اور ہر چیز کی فطرت کا جو اثر ہے وہ اس سے ظہور میں آتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی تمام عالم میں سلسلہ علت و معلول بھی قائم ہے۔ انہی دو اصولوں کی بنا پر انسان سے جو اعمال و افعال سرزد ہوتے ہیں اور ان پر جو نتائج مترتب ہوتے ہیں۔ یا جزا و سزا ملتی ہے یہ سب فطرت کا مقتضا و منشاء ہے۔ انسان سے اعمال نیک و بد کا صدور بلاشبہ اسکی فطرت

کا اقتضا ہے۔ ان دونوں قسم کے اعمال پر نتائج حسنہ و سیئہ کا مترتب یا دیگر
الفاظ میں جزا و سزا یا ثواب و عذاب کا وقوع میں آنا بھی خود ان اعمال و افعال
کی فطرت کا نتیجہ ہے۔ خداوند تعالیٰ نے زہر پیدا کیا ہے۔ اور زہر میں یہ خاصیت
رکھی ہے کہ جو زہر کھاتا ہے وہ مر جاتا ہے۔ غور کرو جو شخص زہر کھاتا ہے خود
زہر کے اثر سے ہلاک ہوتا ہے۔ زہر کھانے کا نتیجہ ہلاکت ہے جو قدرت زہر کھانیوالے
کے حق میں مترتب کرتی ہے۔ جس شخص سے زہر کھانے کا جرم صادر ہوتا ہے قدرت
اسکو ہلاکت کی سزا دیتی ہے۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ عذاب و ثواب اس بنا پر نہیں
کہ خدا کو غصہ آتا ہے اور وہ انتقام لیتا ہے۔ بلکہ عذاب و ثواب کی صحیح مثال حقیقی
معنوں میں یہ ہے کہ جو شخص مجرد رہے گا خدا اُسکو اولاد سے محروم رکھیگا۔ جو شخص اکل و
عذاب الجوع والعطش میں گرفتار ہوگا۔ غرض یہ سب امور انسان کی فطرت میں داخل ہیں
انسان کی فطرت ایسی بنائی گئی ہے کہ وہ نیکی اور بدی کرتا ہے۔ نیکی اور بدی کا لازمی
نتیجہ یہ ہے کہ جزاءً وفاقاً کے اصول سے انسان کی روح کو ایسا ہی آرام اور تکلیف
پہنچتی ہے اور یہی جزا و سزا اور ثواب و عذاب ہے۔ یہی راز ہے جناب رسالتمآب
صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا کہ انما ھی اعمالکم ترد علیکم یہ تمہارے اعمال ہی
ہوں گے جو تمہارے سامنے آئیں گے۔ قرآن کریم میں یہ مسئلہ قطعی طور پر بیان
کیا گیا ہے۔ چند آیات ذیل میں درج ہیں:-

یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا و ما عملت من سوء (پ ۳ س۔ آل عمران ع ۳)

لوگو! اس دن کو پیش نظر رکھو جبکہ ہر شخص جو کچھ بھلائی دنیا میں کر گیا ہے۔ خدا کے یہاں
چلکر اُسکو موجود پائے گا اور علیٰ ہذا القیاس جو کچھ برائی کر گیا ہے اُسکو بھی موجود پائیگا
اس سے ظاہر ہے کہ قیامت میں جو کچھ کسی نے کیا ہوگا وہ تیار پائے گا۔

کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونھا عین الیقین (پ ۳۰ س۔ التکاثر)

بات یہ ہے کہ اگر تم اپنا انجام یقینی طور پر جانتے ہوتے تو تم کبھی بھی غفلت نکرتے ایک دن تم ضرور دوزخ کو آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ پھر اسکو دیکھوگے بھی تو غیر مشتبہ اور یقینی دیکھنا دیکھوگے + خدا تعالےٰ کے اس قول کی حقیقت یہ ہے کہ اگر تمکو علم الیقین ہوتا تو تم دوزخ دیکھ لیتے یعنی دوزخ تو تمہارے دل میں موجود ہے سو اسکو یقین کے ذریعہ سے دیکھ لو قبل اسکے کہ یقین کی آنکھ سے اسکو دیکھوگے +

یستعجلونک بالعذاب وان جھنم لمحیطۃ بالکٰفرین۔ (پ۲۱ س العنکبوت ع)

اے پیغمبر! یہ لوگ تم سے عذاب آخرت کے لیے جلدی مچارہے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ دوزخ تو کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے + اس آیۂ شریفہ کا ستر بھی یہی ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اس میں ارشاد فرمایا ہے۔ وان جھنم لمحیطۃ بالکٰفرین دوزخ کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے یہ نہیں فرمایا سیحیط کہ احاطہ کرے گی + ۰

انا اعتدنا للظٰلمین نارًا احاط بھم سرادقہا۔ (پ۱۵ س الکھف ع) +

ظالموں کے لیے ہم نے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے + غور کرو اس آیۂ شریفہ میں بھی (احاط) گھیر لیا ہے فرمایا ہے نہ (یحیط) گھیرلیگی۔ اس بنا پر جو شخص یہ کہتا ہے کہ بہشت و دوزخ پیدا ہوچکی ہیں تو اسکے قول کے بھی یہی معنی ہیں +

مذہب کے معرکۃ الآرا مسائل میں سے ایک مسئلہ حقیقت عذاب و ثواب ہے جو لوگ اصول مکافات اور قانون جزا و وفاق سے بےخبر ہیں انہوں نے عذاب و ثواب کی حقیقت نہیں سمجھی۔ اسی بنا پر ملاحدہ کہتے ہیں کہ جس طرح مذہب انسان کی ایجاد ہے اور انسانی تمدن کے نمونہ پر قائم کیا گیا ہے۔ اسیطرح مسئلہ عذاب و ثواب بھی انسانی اختراع ہے۔ ملاحدہ کا خیال ہے کہ خدا کی شان عذاب و ثواب کے بکھیڑوں سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ کیونکہ انکے نزدیک عذاب کی بنیاد دو اصول پر مبنی ہے

(۱) انتقام کی خواہش جو ہر انسان میں فطری ہے۔

(۲) تنبیہ و ترہیب تاکہ مجرم سے پھر اس قسم کا فعل سرزد نہ ہو۔

یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں۔ خداوند تعالیٰ میں انتقام کی خواہش تو ہو ہی نہیں سکتی۔ بلکہ انسانوں میں جو نیک نفس ہیں، اُن میں بھی یہ خواہش بہت کم ہوتی ہے یا بالکل نہیں ہوتی۔ خدا کی شان تو اس سے بہت اعلیٰ و ارفع ہونی چاہیئے تنبیہ و ترہیب بھی مقصود نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عذاب آخرت کے بعد انسان کو تلافی مافات اور کفارہ اعمال سابقہ کا موقع ہی نہیں مل سکیگا۔ امام محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ اور ملاحدہ کے اس اعتراض کو نہایت خوبی کے ساتھ رفع کیا ہے امام صاحب کی بحث کا ماحصل قارئین کرام کے تفنن طبع کے واسطے درج ذیل ہے:-

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عالم جسمانیات میں سلسلۂ علت و معلول قائم ہے سنکھیا قاتل ہے۔ گلاب محرک نزلہ ہے۔ سقمونیا مسہل ہے۔ یہ اشیا جب استعمال کیجاتی ہیں تو انکے آثار و نتائج ظہور میں آتے ہیں۔ اگر کوئی شخص سنکھیا کھالے اور سو جائے تو کیا یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ خدا نے اسکو کیوں مار ڈالا! یا خدا کو اس کی ہلاکت میں کیا غرض تھی؟ حاشا و کلا۔ مرنا سنکھیا کھانے کا ایک لازمی نتیجہ ہے جو اس سے منفک نہیں ہو سکتا۔ اس نے سنکھیا اپنی خوشی سے کھائی قدرت نے قانون جزا و مکافات کے مطابق اسکے اس فعل پر ہلاکت کی شکل میں نتیجہ مترتب کیا۔

یہی سلسلہ روحانیات میں بھی جاری و ساری ہے۔ اعمال حسنہ و افعال سیئہ کا نیک و بد اثر ضرور روح پر مترتب ہوتا ہے۔ اعمال حسنہ سے روح کو انبساط حاصل ہوتا ہے۔ افعال سیئہ سے اسمیں نجاست آجاتی ہے۔ نیک و بد اعمال کے یہ نتائج

ہیں جو غیر منفک ہیں۔ جب ایک شخص کسی امر شنیع کا ارتکاب کرتا ہے۔ معاً اسکی
روح پر جزاءً وفاقاً کے اقتضا سے ایک خاص قسم کا اثر مترتب ہوتا ہے۔ اور
یہی عذاب ہے۔ اسی پر عقاب کا اطلاق بھی کیا جاتا ہے۔ جو عقب سے ماخوذ ہے۔ اللہ کی
سزا اعمال کے عقب میں نازل ہوتی ہے۔ ایک شخص سے چوری کا جرم سرزد ہوا
اس فعل کے ارتکاب کے ساتھ ہی اسپر دناءت کا اثر طاری ہوجائے گا۔ اب وہ ماخوذ
ہویا نہو۔ اُسکو سزا دیجائے یا نہ دیجائے اُسکا نفس تو داغدار ہوچکا اور یہ وہ
داغ ہے کہ جو کسی طرح مٹائے مٹ نہیں سکتا۔ جس طرح خدا پر یہ اعتراض نہیں
ہوسکتا کہ اس نے فلاں شخص کو سنکھیا کھانے کی علت میں کیوں ہلاک کیا؟ اسی
طرح یہ اعتراض بھی نہیں ہوسکتا کہ اُس نے فعل بد کے ارتکاب پر عذاب کیوں
دیا؟ کیونکہ جزاءً وفاقاً کے اصول سے عذاب اس فعل بد کا لازمی نتیجہ ہے جو
اس سے منفک نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلھا وترھقھم ذلۃ۔ (پ
س یونس ع ۳) اور جن لوگوں نے بُرے کام کیے تو بُرائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے
اور اسکے علاوہ انکے مونہوں پر ذلت چھارہی ہوگی + غور کرو جس قسم کا کوئی گناہ
کرتا ہے اُسی قسم کی سزا پاتا ہے۔ یعنی جس غرض کے لیے وہ گناہ کرتا ہے وہ غرض
حاصل نہیں ہوتی۔ مثلاً کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اپنے لباس میں اپنی زبان میں
اور اپنے تعلقات میں ایک شان پیدا کرلیتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ اپنی بڑائی چاہتے
ہیں۔ اس لیے تمام فہیم لوگ انہیں حقارت کی نگاہوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ چور حصول
مال وزر کے لیے چوری کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ مفلس و قلاش اور نادار و غریب رہتا ہے
ایک چور کا ذکر ہے کہ اس نے کسی عورت کا زیور چرالیا۔ عورت نے اُسے دیکھ لیا
کچھ مدت کے بعد وہی چور اُس کوچے سے گزرا۔ عورت نے کہا دیکھو مجھے تو خدا نے

پھر وہی زیور دیدیا ہے۔ مگر تم ویسے ہی بھوکے مرتے ہو۔ اس پر چور متنبہ ہوا اور چوری سے توبہ کی۔ قمار باز ناجائز ذرائع سے تحصیل مال وزر کرنا چاہتے ہیں قدرت انکو جائز وسائل سے محروم کردیتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ تنگ دست رہتے ہیں۔ عیاشوں اور شہوت پرستوں کے حال پر غور کرو کہ ناجائز لذات کی دُھن میں امراض سوزاک۔ آتشک و نامردی میں مبتلا ہوکر ہمیشہ کیلئے جائز لذت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ شراب خوار کو مے نوشی میں عارضی قوت کی تلاش ہے۔ مگر وہ اصلی قوت سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔ جو لوگ نکمے بیٹھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ قدرت انکو یہ سزا دیتی ہے کہ آخرکار انکو ذلت کے کام کرنے پڑتے ہیں یا ذلیل وخوار ہونا پڑتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

نورالدین تاجر چرم گوجرانوالہ

مولانا نورالدین صاحب کے مضامین یوں تو سارے ہی ماشاءاللہ بڑے زوردار۔ مدلل۔ معنی خیز و سبق آموز ہوتے ہیں۔ اور اسلامی رنگ میں ڈوبے ہوئے۔ مگر یہ مضمون بالخصوص قابل داد ہے۔ ہماری قوم اسوقت اس بات کی ازبس محتاج ہے کہ مطالب کتاب اللہ انپر کھول کھول کر اس طرح بیان کیے جائیں کہ انکی عملی زندگی کی اصلاح میں اثرانداز ہوں چونکہ اعتقادات صحیحہ اور اعمال صالحہ میں ایک اہم تعلق ہوتا ہے اور اس مضمون میں مفہوم عذاب کا ایک پہلو کچھ مبہم سا رہ گیا ہے لہذا یہ توضیح بےمحل نہ ہوگی کہ قرآنی تعلیم کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ "عذاب* وثواب۔ سزا وجزا جو کچھ بھی ہے یہیں ملکر پاپ کٹ جاتا ہے" نہیں بلکہ "فی الدنیا والآخرہ" دونوں جہان میں ہمارے اعمال کے نتائج مترتب ہوتے ہیں۔ ہاں یہ کہنا چاہئے کہ ہماری کرنی کے جو پھل دارالجزاء میں ہمارے آگے آنے ہیں انکے اظلال و آثار اس دارالابتلاء سے ہی شروع ہوجاتے ہیں تاکہ ثمرات اخروی کی بشارات موجب ازدیاد ایمان ہوں اور عذاب عقبیٰ کی نسبت مجید وعید خشیۃ اللہ۔ ندامت۔ طلب مغفرت۔ تضرع اور انابت الی اللہ کا موجب ہو۔

* ہے کیونکہ مقصود تو بندوں کی اصلاح ہے نہ انتقام۔ چنانچہ بعض انبیاء کے وقت میں رجوع و اصلاح حال سے انذاری پیشگوئیاں ٹلتی رہی ہیں۔ (ایڈیٹر)

ذوق شوق میں محبوب کی یاد

حقیقی محبوب آجا! بے قرار تڑپ رہے ہیں، تسکین دے۔ بے چین کو سکون عطا فرما، رات کی سیاہی، اور دھوپ کی سفیدی۔ تیرے ہی نور وظلمات کے کرشمے ہیں۔ آسمان کا چکر میرے پاؤں میں، اور زمین کی خاموشی میرے دل میں ہے۔ صبر وجبر کی سوزش اور تڑپ پھڑک کا شور و بے چینی۔ باہمی کشمکش کا نقشہ ہے۔ آجا آجا پیارے آجا۔ انتظار مزے کی چیز ہے لیکن اسکی بھی حد ہے۔ فراق واقعی عاشقانِ سوختہ کو پُرکیف معلوم ہوتا ہے مگر اُسکا زمانہ بھی لامتناہی نہ ہونا چاہیے۔ جفائیں سوز درونی کو بھڑکاتی ہیں بے اعتنائی جذبات کو برانگیختہ کرتی ہے۔ لیکن صبر و سکون طلبی کے ساتھ +

رات کی سیاہی، دن کا نور اور شام کی دلگیری میں ایک آتشیں آہ دلِ صد چاک سے نکلی۔ نکلی اور کسی کے سنگین دل۔ مضغہ گوشت اور خون کے لوتھڑے سے متصادم ہوئی۔ لیکن شاباش، جفا شعار آفرین! وعوائے نزاکت اور وعوائے رحمدلی۔ اور اثر خیزی کا یہ عالم۔ "نہ معلوم دل کیوں بشاش ہے" + ے

مانگا کرینگے اب سے دعا ہجر یار کی | آخر تو دشمنی ہے دعا کو اثر کے ساتھ

آجا آجا پیارے آجا، آسمان کے تاروں نے۔ چاند کی ضیا بیز چاندنی نے مجھے کہا دیوانے! کس بے چینی میں مبتلا ہے۔ چھوڑ، اس خیال بے نتیجہ کو چھوڑ۔ کیسا عشق اور کیسی الفت۔ یہ سب تیرے احساسات کے کرشمے ہیں۔ جذبات کی نیرنگ نوازیاں ہیں +

آہ! اے فلک وہ زآہ!! ظالم کے دلمیں خلش، مطلوب کے دلمیں کھٹک

اور خدائے واحد القہار کے عرش اعظم میں ارتعاش پیدا کر دیتی ہے مگر صد حسرت میری یاس میری ہی ناکامیوں سے متصادم ہوکر تیری گلکاریاں بھی بے اثری کا جامۂ نسیان پہن لیتی ہیں۔ اچھا۔ ہاں بہت اچھا۔ یاد آیا خوب یاد آیا۔ مقدر کی ناسازگاری۔ نصیبہ کی واژون بختی نے۔ تیرے راستہ میں سدراہ کام کیا ہے۔ گو نالۂ دل ریز تیرے جلو میں تھا۔ مگر نہیں وہ بھی بخت نامساعد کی ظلمت آسا ناکامی کو نہ ٹال سکا +

پھر جب یہ مقدر ہے کہ کامیابی ناممکن، آرزوؤں کا نکلنا خواب و خیال، تو رہ رہ کے اُٹھنے والے اُبال۔ تھم تھم کے ناامیدی میں امید کا روشن چہرہ کیوں سراب صفت غمگین کو بشاش۔ دل شکستہ کو شاداں بنا رہا ہے۔ کیا اسمیں کوئی بھید ہے؟ کوئی اسرار ہے؟ کوئی راز ہے؟ ہاں ہے۔ اور ضرور ہے +

باریک بیں پتولے! اگر تو اس کنہ حقیقت کو، اس راز غامض کو سمجھ لیتا تو تجھے یہ بیقراری یہ اضطرابی یہ بے کلی۔ کبھی بھی نہ ہوتی۔ آ۔ اسلیے۔ ہاں محض اسی لیئے، عالم اسرار کی باتیں پردۂ ناسوت پر کبھی بھی منعکس نہیں ہو سکتیں۔ جا! جا! اسی تڑپ اور پھڑک میں دن گزار۔ راتیں کاٹ۔ یہ تہدید آمیز صدائے ناہوتی مقناطیسی کشش اور بجلی کا اثر رکھتی تھی۔ عالم ظاہر کے اعضا میں رعشہ پڑ گیا شور و فریاد۔ نالہ و شیون، بکا و بین۔ ہکا بکا رہ گئے۔ اور خوف زدہ آواز میں بول اُٹھے۔ دل کے ہمنشیں! عقل کے محافظ صبر! آ۔ آ۔ جلد آ + ؎

بیٹا بیاں جو مانگیں تو دینا نہ تو ہمیں اے صبر اب ہم آئے ہیں تیری پناہ میں

تصور نے کہا کیا نقشہ نہ کھینچوں، محبت کی وارفتگی بول اُٹھی۔ نہیں، سر کٹانے کو تیار ہیں "بے مہریٔ جاناں کا تخیل آ موجود ہوا + ؎

کہاں کا عشق کیسا ربط جب سر پھوڑنا ٹھیرا　　　تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگِ آستاں کیوں ہو

عالمِ خیال کی اس آویزش نے یکسوئی پسند دل' نامراد یا بے کل عاشق کے دل کو ٹھیس لگائی۔ جوش کے ساتھ' ایک ولولہ انگیز جوش کے ساتھ بھڑک اُٹھا خاموش! خاموش!! جانبازو! اسیری کا ادّعا غلط۔ مٹنے کا حوصلہ جھوٹ سر کٹانے کا توہم ناپائیدار۔ خاموش' خاموش' بالکل خاموش ہو جاؤ +

گم کے پرستار نمود کاری سے بیزار رہا کرتے ہیں۔ غیب کے شیدا غائب ہی رہتے ہیں۔ مصیبتیں اُٹھاتے۔ دقتیں سہتے۔ اور تکالیف بھگتے ہیں مگر کیا مجال اُن کی کوہ وقاری۔ اُن کا لذت آمیز سکون۔ اور اُن کا دل آرا سکوت۔ شورش و نمایش کا مرہونِ منت ہو۔ نہیں کبھی نہیں'۔ ایسا ہوتا ہی نہیں۔ دیکھ۔ ذرا چشم حقیقت مآب سے دیکھ' خفی اور جلی کا توازن لاہوتی اور ناسوتی کی میزان میں تول۔ اسرار اور جلوے کہاں ہیں اور ظاہری زیب و زینت و ظلمات کس پلڑے میں ہیں' نکال لے۔ ذرا سوچ کے نتیجہ نکال لے' تو کہتا ہے۔ آجا۔ آجا پیارے آجا۔ ندائے غیبی کہتی ہے۔ آ کہاں سے جا۔ خود تیرے پاس ہے تو خود وہ ہے۔ اور وہ خود تو ہے'۔ بکھرے ہوئے جلوے' اور منتشر رموز' عالمِ اکبر ہی میں نہیں ہیں بلکہ عالمِ اصغر' ایک پتی ایک ذرہ میں کثرت سے بھرے پڑے ہیں +

تُو کہتا ہے صبح کے نور میں آ۔ رات کی سیاہی میں آ۔ شام کی دلگیری میں آ۔ میں کہتا ہوں۔ غلط۔ بالکل غلط۔ وہ صبح کے نور میں بھی ہے۔ رات کی تاریکی میں بھی ہے اور شام کی دلگیری میں بھی ہے۔ جفاشعاری کے ناز میں بھی ہے' حمدلی کے انداز میں بھی ہے۔ ذوق و شوق کی بیتابی میں بھی ہے۔ صبر و سکون بے چینی میں بھی ہے۔ دل میں بھی ہے۔ اور دلبر میں بھی ہے۔ عشق میں بھی ہے

اور عاشق میں بھی ہے۔ جان اور جاناں میں بھی ہے۔ خورشید اور مہِ تاباں میں بھی ہے۔ شمع و گل میں بھی ہے۔ پروانہ و بلبل میں بھی ہے۔ غصہ قہر میں بھی ہے الفت و مہر میں بھی ہے۔ ارض و سماوات میں بھی ہے۔ غرضیکہ موجودات میں بھی ہے ؎

پھر تیری کم سمجھی ہے۔ جو کسی چیز کسی وقت اور کسی مخصوص جگہ میں تلاش کرتا ہے۔ تازئین محبوب کی جھلک کے لیے چشم بینا چاہیئے۔ اور چشم بینا بھی تیرے پاس ہے۔ لیکن ہاں مگر ظاہر بینی اور دنیا پرستی نے تیرے قوائے باطنیہ کو بے کار بنا دیا ہے۔ اور حقیقت میں چشم کو کور کر دیا ہے۔ جا۔ اگر کام کا بننا چاہتا ہے۔ تو جا۔ یہیں کہیں جا۔ اِدھر اُدھر ہی ڈھونڈھ۔ اور خودی و بیخودی میں ہی تلاش کر۔ نیک بن جا۔ ایک ہو جا۔ ایک کے متلاشی! ایک کو ہی ڈھونڈھنے نیک کے جویا! نیک کو ہی پائے گا۔ کھلی ہوئی آنکھ کو ذرا بند کر اور آ۔ میرے ساتھ آ۔ "زین بشیرے" کی چوکھٹ چوم۔ اور مقام سنو بسی میں جا۔ کھدے زلف دراز بابا! تشنہ کام کھڑے ہیں۔ ایک نظر صرف ایک نظر کافی ہے فیضان کا شہرہ محدود نہیں ہے۔ اُمیدیں۔ بہت بڑی اُمیدیں! آرزوئیں خوابیدہ آرزوئیں۔ تمنائیں۔ دیرینہ تمنائیں۔ کچھ طلب کر رہی ہیں۔ در نظامی واما السائل فلا تنہر کی عزت کرتا ہے" اور تمام وہ باتیں تجھے معلوم ہو جائینگی جن کا تو دیوانہ ہے ؎

(۳)

آجا! آجا! پیارے آجا۔ غربت زدہ ان الفاظ کو رٹ رہا تھا کہ پاس ہی سے چودھویں رات کی چاندنی نے متبسم اور ہنس مکھ چہرہ لا کھڑا کیا۔ چاندنی کی شعاعیں آئیں اور اپنی رہبری سے چمکدار روشن اور فرحت افزا چاند تک لے گئیں پیکر خیالی نے کہا

دیکھ لے۔ کیا اسی کو بلا رہا تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ عرصۂ واہمہ کی بادیہ پیمائی کیجانے لگی۔ چلا چل کر کھڑا ہوا۔ کھڑے سے بیٹھا۔ اور بیٹھ کر پوچھا میں کہاں اور یہ کون؟ ایک جواب آیا۔ جیکو بلاتے تھے۔ میں نے کہا۔ اچھا۔ اگر یہی ہے تو زہے قسمت۔ کیوں جی! شیدائی تباہ کار ہی رہیں گے۔ دیوانے ہمیشہ برباد ہی رہیں گے۔ رخ زیبا کے فدائی دیدار کو بھی ترسیں گے +

بس، بس، شنوائی ہو گئی۔ زمانہ گزر گیا۔ جو ہونا تھا۔ ہو چکا۔ اب تو دن پھر گئے ہی سمجھو۔ میں نے کہا۔ شکریہ۔ میرے پیارے دوست شکریہ۔ اچھی سیر کرائی۔ جس سے مدتوں کی آرزو برآئی۔ دوست نے کہا۔ لیکن شورش سرگرمی، ہائے وائے سے اجتناب لازم ہے۔ میں نے کہا یہ ناممکن۔ انداز تغافل مجبور کرتا ہے۔ اور سلوک کج ادائی معذور کرتا ہے کہ چیخ نکلے اور پھر نکلے میں نے پھر کہا اگر آپ کا یہی منشا ہے تو اچھا کوشش کرونگا۔ دوست نے کہا ؎

جنہیں ہو عشق صادق وہ کہاں فریاد کرتے ہیں

لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

میں نے کہا عشق وشق تو چھوڑیئے الگ۔ میں تو ان باتوں کو سمجھتا نہیں۔ سیدھا یوں ہی کہدیجئے نہ ؎

سر شمع ساں کٹایئے پر دم نہ ماریئے

منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ ہاریئے

ہاں ہاں میرا یہی منشا ہے۔ تو جناب میں بھی اسپر عامل ہوں +

عزیز الدین نصرتی

۱۹۵۶

المبشرات

خواب کے بارے میں آجکل بہت بڑا اختلاف ہو رہا ہے۔ بعض اسکو محض وہم اور
خیالی پلاؤ تصور کرتے ہیں۔ لیکن یہ اُن کا نِرا وہم ہے۔ بارہا تجربہ ہوا ہے کہ جو آج
دیکھا کل کو وہی ہو گیا۔ خواب دیکھنے والے کے حالات پر غور کرنا ضرور ہے۔ ہر شخص
کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ حکما کا خیال ہے کہ نفس ناطقہ یعنی روح اس عالم کی چیز
نہیں وہ عالم بالا سے لاکر اس قفس عنصری میں بند کر دیگئی ہے۔ ہر چیز کی توجہ
اپنے اصلی مرکز کی جانب ہوتی ہے۔ جب تک روح اس بدن کے دھندوں
میں لگی رہتی ہے اُس عالم کی جانب پوری توجہ نہیں کر سکتی۔ خواب کی حالت
میں ذرا سی سبکدوشی اُسکو ہوتی ہے۔ وہاں پہنچکر عقول عالیہ سے اس عالم کے
متعلق جو کچھ اُسکو حاصل ہو جاتا ہے وہی سچا خواب ہے۔ متصوفین کے نزدیک اس
عالم اجسام سے پیشتر ایک عالم مثال مانا گیا ہے۔ عالم اجسام میں اور اُس عالم میں
کچھ بھی فرق نہیں۔ شکل و صورت جیسی اجسام کی یہاں ہے وہاں بھی اسی قسم کے
اجسام متشکل و مصور ہیں۔ فرق ہے تو بس اسقدر کہ وہ اجسام لطیفہ ہیں اور یہ
کثیفہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ روح جسم کے بغیر اس عالم کا کیا کام کر سکتی ہے۔ حالانکہ
ہم خواب میں دیکھتے بھی ہیں۔ چلتے پھرتے بھی ہیں۔ ہمارے چوٹ بھی لگتی ہے درد
بھی ہوتا ہے۔ بسا اوقات وہ واقع میں ویسی ہی ہوتی ہیں جیسی ہم نے دیکھی تھیں
پھر اُسکو وہم و خیال کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اگر یہی وہم و خیال ہے تو تمام
عالم کا میرے خیال میں یہی حال ہے۔ ؎

دنیا خوابیست زندگانی دروے　　خواب است کہ در خواب ببینی آنرا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے وجہ کیا حضور کا زمانہ نبوت تئیس۲۳ سال ہے۔ چھ مہینہ پیشتر آپ سچے خواب ہی دیکھا کرتے تھے۔ شاہد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپکے خواب ایسے صاف ہوتے تھے جیسے صبح۔ (بخاری شریف) یہاں ایک خیال پیدا ہوتا ہی کہ ابتدا ہی کے زمانہ میں حضرت عائشہ رض کا وجود ہی کہاں تہا۔ مگر ذرا غور سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور سے سننے میں کیا استعجاب ہے خیر ان چھ ماہ کی تئیس۲۳ سال کے ساتھ یہ ہی کی نسبت ہی۔ دوسری حدیث میں وارد ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ مبشرات۔ (بخاری شریف) یعنی اجزاء نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔ صحابہ رض نے عرض کیا مبشرات کیا ہیں۔ فرمایا سچے خواب مبشرات ہیں۔ نبوت کا ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر خاتمہ ہو چکا۔ یہی سچے خواب رہ گئے ہیں۔ مگر یہ خیال رہے کہ اُس عالم میں جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ اسی رنگ اور اسی ہیئت پر جو اُس عالم کے مناسب ہے اب اُسکو اس عالم کی اشیاء پر مطابق کرلینا معبّر کا کام ہے۔ دیکھئے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ دیکھا کہ آپ دودھ پی رہے ہیں جب آپ خوب سیر ہو گئے تو بقیہ سیدنا عمر بن الخطاب رض کو عنایت فرمایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے دریافت کیا کہ حضور اسکی تعبیر کیا ہے۔ آپنے فرمایا الدین دیکھئے دین کی اُس عالم میں اُسوقت دودھ کی صورت تہی۔ یا ایک مرتبہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رض کو دیکھا کہ بہت ہی نیچا کرتا پہنے چلے جا رہے ہیں جس کی دامن بوسی راہ کی تمام چیزیں کرتی جاتی ہیں۔ اُسکی بابت بھی آپنے یہی ارشاد فرمایا کہ یہ دین ہے۔ صوفیہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک علم تعبیر میں وہی کامل ہوگا جسکو عالم مثال سے کمال درجہ مناسبت ہوگی۔ یہ تعلق پیدا کرنیکے لیے

اُن کے یہاں مراقبات و تصور وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ تمام دنیا کا خواب کی بابت چاہے کچھ خیال ہو لیکن جب حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا ثبوت ہے تو ہم اُسی طرف جھکیں گے ؎

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے　　من قبلہ راست کردم برسمت کجکلاہے

بات میں بات نکل آتی ہے۔ خواب کے تذکرہ میں مجھے شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کے فصوص میں فص یعقوبی یاد آگئی۔ وہ ہمارے حضور پرنور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا یوسف علیہ السلام کے علم تعبیر کا فرق بیان فرماتے ہیں کہ اُنکے والد اور خالہ اور بھائی جب مصر میں اُنکے پاس آئے ہیں تو آپکو اپنے بچپنے کا خواب یاد آیا اور بے اختیار اُسکی تعبیر کی بابت فرمانے لگے۔ هٰذا تاویل رءیای من قبل قد جعلها ربی حقا۔ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے اسکو میرے پروردگار نے واقع میں سچ کردیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محل تعبیر آپکے نزدیک یہی عالم ہے۔ ہمارے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں الناس نیام اذا ماتوا انتبهوا۔ لوگ پڑے سورہے ہیں جب مرینگے تب چونکیں گے۔ اس سے جو شیخ عربی اپنے اصول کے مطابق سمجھے وہ یہ ہے۔ عالم خواب وہ عالم ہے جس میں اشیاء کی رویت اپنی اصلی صورت پر نہیں ہوتی۔ دیکھئے حضرت یوسف علی نبینا و علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیوں کو تاروں اور آفتاب و ماہتاب کی صورت میں دیکھا یا ہمارے آقا نے علم یا دین کو دودھ یا کرتے کی صورت میں مشاہدہ فرمایا۔ اب اس طرف آئیے۔ یہ عالم جو ہمکو نظر آرہا ہے یہ بھی اپنی اصلی صورت پر نہیں۔ دیکھیے حدیث شریف میں ہے۔ رب کاسیات فی الدنیا عاریات فی الاخرۃ۔ بہت ساری دنیا میں لباس پہننے والیاں آخرت کے اعتبار سے ننگی ہیں۔ یا بہت ساری جو اچھی اور پیاری صورتیں ہمکو نظر آرہی ہیں وہ آخرت کے

اعتبار سے نہایت فصیح صورتیں ہیں۔ یا بقول صوفیہ کرام یوں سمجھئے کہ یار اغیار کی صورت میں نظر آرہا ہے ؎

عاشقے باید کہ باشد دیدہ باز و رو شناس
یار با در صورتِ اغیار ہے آید بروں

غضب کا پردہ نشیں ہے وہ شوخ ہرجائی
ہر انجمن میں ہے ہر انجمن کے پردے میں

جب یہی عالم اصلی صورت کچھ اور کہتا ہے تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہوتا ہے کہ لوگ پڑے سو رہے ہیں۔ یہ دنیاوی زندگانی اصلی حالت نہیں یہ خود عالم خواب ہے۔ جب مرینگے آنکھ کھلے گی۔ ع

مردنِ جسم زادل جان ست

بلکہ اس عالم میں تو ایک پردہ اور پڑا ہوا ہے کہ ہم اس کو خواب نہیں بیداری سمجھ رہے ہیں ؎

ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز جاگے ہیں خواب میں

اب یہاں سے عرفان یوسفی اور عرفان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم امتیاز کر لیجئے۔ مقام صاف کھلا ہوا ہے۔

بعض خواب ضرور ایسے ہوتے ہیں کہ بیداری میں جو خیالات دماغ میں جاگزیں ہو چکے ہیں۔ واہمہ اُن کو خاص لباس پہنا کر حس مشترک کے سامنے لے آتا ہے۔ اسوقت اسکو اصلی اور بناوٹی چیزوں میں امتیاز تام کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصلی اور حقیقی چیزوں کا نظارہ ہو رہا ہے۔ یہ نظارہ اسی حالت تک محدود ہے آنکھ کھلتی ہے تو کچھ بھی نہیں۔ نہ انکی کچھ تعبیر ہے۔ نہ اس میں واقعیت کا رنگ۔ یہی اضغاث احلام ہیں چونکہ اکثر ہمارے پریشان خیالات خواب کا مرقع ہوتے ہیں۔ پس نظر ظاہر بیں نے سمجھ لیا کہ خواب کی حقیقت اسقدر ہے۔ واقعات پر خاک ڈالکر جو چاہے سو کہہ لیجئے

ورنہ رؤیائے صادقہ سے انکار انکار نہیں ہٹ دہرمی ہے ۔

ایک مقام اور سمجھ لیجئے ۔حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار پُرانوار کے متعلق آپ ارشاد فرماتے ہیں من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل بی ۔ یعنی جس نے مجکو خواب میں دیکھا اُس نے واقعی مجھ ہی کو دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت بناکر نہیں آسکتا حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے میں کچھ شک نہیں مگر دیکھنے والے کے مراتب کا فرق ہے ۔کبھی اپنی آلودگیاں آنکھوں کا حجاب ہوجاتی ہے ۔ وہ تو بے حجاب ہی ہوئے مگر یہاں کے حجاب کا کیا علاج ہے

اُنکے جلوونکا تو کیا کہنا مگر دیکھنے والے کو دیکھا چاہیئے

پس یہی وجہ ہے کہ اختلاف حالت سے رؤیت میں بھی اختلاف ہوجاتا ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو ستر مرتبہ خواب میں دیکھا ۔ بالآخر مجکو یقین ہوگیا کہ اپنے آپ ہی کو دیکھا تھا عرفا چاہے اسکا کچھ مطلب لیں ۔لیکن میرے ذہن ناقص میں یہی آتا ہے کہ دیکھنے والا اس سے اپنے مراتب اچھی طرح سے دیکھ سکا ۔ یہ نہیں کہ دیدار سے بہرہ اندوز ہی نہیں ہوا ۔

اب یہاں ایک بات اور سُننے کے قابل ہے وہ یہ کہ شیطان کسی صورت میں آکر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں رسول ہوں لیکن کسی صورت میں آکر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں خدا ہوں ۔اسکی وجہ صاف ہے ۔خدا کی صورت میں آنیسے صاف معلوم ہوجائے گا کہ خداوند عالم نہیں ہے خدا تو صورتوں اور اُنکے تمام لوازمات سے بالکل پاک منزہ ہے ۔ یہاں تو دہوکا کسی طرح سے ہو ہی نہیں سکتا لیکن حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک میں واقعی بڑا دہوکا دے سکتا تھا اس واسطے رحمت الٰہی نے اس دروازے کو فان الشیطان لا یتمثل بی فرماکر

بالکل ہی بند کردیا ہے۔ اس میں علما کا اختلاف ہے کہ پروردگار عالم کی خواب میں رویت ممکن ہے یا نہیں۔ اکثر کی رائے ہے کہ بلا جہت اور بلا کم و کیف رویت قلبیہ جو خواب میں ہوتی ہے اُسکے انکار کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ لا یدرکہ الابصار میں خاص یہی ظاہری بصریں مراد ہیں۔ اسی وجہ سے اُس عالم کی بصروں سے وہ حجابات جو اس عالم میں اُنپر پڑے ہوئے ہیں۔ اُٹھا دیئے جائینگے اور دیدار ہوگا۔ وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربھا ناظرۃ۔ بہت سارے چہرے نہایت تر و تازہ اُسدن پروردگار کے دیدار سے مشرف ہونگے۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے پروردگار عالم کو کم و بیش ایک سو مرتبہ خواب میں دیکھا ہے۔

حضرت امام احمد حنبل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے پروردگار عالم کو خواب میں دیکھا اور عرض کی کہ کس عمل سے نہایت آسانی سے آپ کا تقرب حاصل ہو سکتا ہے؟ ارشاد ہوا کلام پاک کی تلاوت سے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر بے سمجھے ہوئے ہو تو بھی ارشاد ہوا جیسے بھی۔ سمجھکر ہو یا نہ سمجھکر۔ بہرحال تقرب کا ذریعہ ہے۔

جیسے دیدار پُرانوار کے دیکھنے کے لئے آنکھوں کے حجابات کا نہایت مجلّٰی اور شفاف ہونا ضرور ہے۔ اسیطرح کان کے پردے بھی صاف ہونے چاہئیں تاکہ کلام مبارک اچھی طرح سمجھ میں آسکے۔ ایک شخص نے ایک بزرگ سے بیان کیا کہ میں دیدار پُرانوار سے مشرف ہوا۔ آپنے مجھ سے یہ ارشاد فرمایا اشرب الخمر (توبہ توبہ) وہ بزرگ بے چین ہوگئے اور فرمانے لگے کہ اگر تو مشرف ہوا ہے تو واقعی تو نے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی دیکھا ہے۔ لیکن تیری سماعت کا قصور ہے آپنے فرمایا ہوگا لاتشرب الخمر۔ تیرے خیال نے تجکو کچھ کا کچھ سُنا دیا۔ یہ تو کیسے سمجھا۔ کیونکہ شریعت مطہرہ میں تو شراب کی قطعی ممانعت ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ عالم رؤیا میں تجھے کچھ اور ارشاد ہو۔ اس بیان سے یہ بھی

معلوم ہوا کہ سب سے اول احکام شرع سے واقفیت کی ضرورت ہے اسی سے سمجھ میں آئے گا کہ ہمارے کان صاف ہیں یا آلودہ۔ دوسرے حضور پر نور کا حلیہ مبارک معلوم ہونا چاہیئے۔ اس سے یہ معلوم ہوجائے گا کہ ہماری آنکھیں تو قاصر نہیں میرا خیال ہے کہ دیدار پُرانوار خواہ کسی حالت سے ہو۔ ہماری حالت قاصرہ ہو یا کاملہ۔ ہے بڑی مضبوط رسی۔ اگر ہماری حالت ناقصہ ہی ہے تو بھی امید ہے کہ اُسکے ذریعہ سے ہم اُس نقصان سے پاک ہوجائینگے۔ اس رسی سے ہم بام مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ دیکھئے دوسری حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے من رانی فی المنام فیرانی فی الیقظۃ۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھ لیا بہت جلد مجھے بیداری میں دیکھ لیگا۔ علماء نے اسکی دو توجیہیں کی ہیں ایک تو یہ ہی کہ کیا عجب ہے کہ اسی عالم میں دیدار پُرانوار سے مشرف ہوجائے ع برکریماں کارہا دشوار نیست ؂

دوسری یہ کہ قیامت میں وہ دیدار سے مشرف ہوگا جس سے اُسکے لیے بڑی بشارت نکل رہی ہے۔ بہر حال عجب دولت عظمیٰ ہی اور گنہگاروں کے لیے تو کچھ نہ پوچھیے کہ کیا شے ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مجلس میں رونق افروز تھے کہ ایک مست سرشار اینٹھتا ہوا نکلا اور یہ کہتا چلا جارہا تھا اے پیارے پروردگار تو مجھے دیکھ لے۔ حضرت بایزید نے ارشاد فرمایا کہ ہے بھی آپ کی صورت اسی قابل۔ وہ ذرا سنبھلے اور فرمانے لگے کہ اسی واسطے تو عرض کر رہا ہوں کہ پھر کسی قابل ہوجائیگی۔ حضرت بایزید بے چین ہوکر اٹھے اور اُن سے لپٹ گئے۔ حضرات! ہماری حالت کیسی ہی ناقص ہو مگر دیدار پرانوار سے وہی حالت سیئات مبدل بحسنات ہوجائیگی۔ اللھم ارزقنا رؤیۃ صلی اللہ علیہ وسلم بحقہ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم۔ مدبا قیدارہ محمد صدیق انصاری عربستان

شذرات

ہماری عید قربان

یا عید الضحیٰ ایک ایسی مبارک اور شاندار تقریب ہے جسکی نظیر دیگر مذاہب کے میلوں اور تہواروں میں نہیں مل سکتی۔ جیسے رمضان المبارک مع الخیر گزر جانے کی خوشی میں عید الفطر منائی جاتی ہے ویسے ہی اگر محض فریضۂ حج سے سبکدوش ہونے کی تقریب سے یہ تہوار منایا جاتا تو کچھ ایسی زیادہ خصوصیت نہ ہوتی۔ لیکن یہ عید اصل میں ایک عظیم الشان واقعہ کی یادگار ہے۔ جس سے بڑھکر مقام تسلیم و رضا۔ اعلیٰ تر عبودیت و طاعت کسی کے ذہن میں آ نہیں سکتی۔ وہ کیا؟ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا خدا کی راہ میں اپنے بیٹے کو قربان کرنا۔ اور اُسی قربانی کی یادگار میں آج تک مسلمانانِ عالم رسم قربانی ادا کرتے ہیں ۔

قربانی کا ظاہر و باطن

اسلام کا انسان پر یہ ایک عجیب و زبردست احسان ہے کہ اُسنے اپنے تمام احکام میں جسمانی و روحانی دونوں قسم کی بہبود و برکات کو ملحوظ رکھا ہے۔ لہٰذا قربانی سے فقط یہی مراد نہیں کہ ایک جانور لیا اور اُسکے گلے پر چھری پھیر دی۔ درحقیقت یہ لفظ قرب سے مشتق ہے اور اس رسم قربانی کی غایت مقصود یہی ہونی چاہیئے کہ ہم نہ صرف ظاہر میں بلکہ باطن بھی۔ نہ فقط جسمانی طریق پر بلکہ روحانی رنگ میں بھی رضائے الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرنیکے خوگر بن کر اُسکا قرب حاصل کرسکیں۔

واقعاتِ عالم کی سبق آموزی

ہم دنیا کے حالات میں روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ادنےٰ چیز اعلےٰ پر قربان ہوتی رہتی ہے

ہیں۔ چرندوں ومندوں اور پرندوں کا بقائے حیات کی کشمکش میں ایک دوسرے کے کام آجانا کیا ہے؟ قربانی ہی تو ہے! ایک عظیم الجثہ وہیل مچھلی ہزاروں چھوٹی مچھلیوں کو نگل جاتی ہے۔ ہزاروں لاکھوں سپاہ اپنے بادشاہ یا افسر پر جاں نثار کر دیتی ہے۔ اِدھر اُدھر کی مثالیں کیوں دیں؟ خود ہماری اپنی زندگی میں اسکی سب سے زیادہ موثر ومعنی خیز نظیر موجود ہے۔ دیکھو انسان کو جناب باری تعالیٰ نے "ولقد کرمنا" فرما کر اشرف المخلوقات قرار دیا تو اب تمام موجودات عالم ہیں کہ اسکی خدمت میں لگی ہوئی ہیں۔ طرح طرح کی بے شمار نعمتیں ہماری خوراک پوشاک۔ آسائش وآرائش کے کام آتی ہیں۔ یہ قربانی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور تو اور شمس وقمر جیسے جلیل القدر اور نور منظر بھی تو مع دیگر بے شمار اجرام فلکی کے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیئے مسخر فرمادیئے جو دن رات ہمارے گرد طواف کرتے رہتے ہیں۔ اس سے صاف یہی سبق ملتا ہے کہ پھر ہم بھی ان تمام نعما واحسانات الٰہی کے شکریہ میں اپنے مالک ومحسن پر سے قربان ہونے کو ہر وقت تیار رہیں لیکن اگر غور سے کام لیجئے تو کسی کی راہ میں اپنی جان دیدینا اتنا دشوار نہیں جتنا کہ اپنی عزیز ترین چیز کو قربان کر دینا۔ کیونکہ اپنی جان پر کھیل جانے سے تو زندگی کی جہاں تمام بہاروں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اُسکے ساتھ ہی ساری تلخیوں اور کلفتوں سے بھی چھٹکارا مل جاتا ہے۔ پس زیادہ قابل قدر، زیادہ شاق اور ناقابل برداشت قربانی وہ ہے جس میں انسان کو اپنی سب سے پیاری چیز کی دائمی مفارقت مولیٰ کی راہ میں گوارا کرنی پڑے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی میں یہی راز اُس کی۔

عظمت واہمیت کی دلیل ہے کہ ۹۹ برس کا سن ایک اکلوتا چہیتا فرزند بڑھاپے تھکاپے کا بظاہر واحد سہارا۔ عمر ایسی کہ ابھی

اور کسی آس اولاد کی توقع نہیں ہوسکتی۔ خواب میں اس پیارے بیٹے کو اپنے ہاتھوں ذبح کرتا دیکھتے ہیں اور سچ مچ ہی اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے ایک تاویل طلب رؤیا کو صریح امر سمجھ کر اسکے امتثال پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ پھر بیٹے کی سعادتمندی اور بے نفسی دیکھئے بلاتامل فرمادیتے ہیں کہ یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔ اچھا ابا جان! جو کچھ آپ کو خدا کیطرف سے امر (حکم) ہوا ہے بشوق کر گزریئے۔ آپ مجھے انشاء اللہ صابروں میں سے پائینگے۔

اللہ اللہ کیا فرمانبرداری اور فنائیت کے درجہ کو پہنچا ہوا مقام تسلیم و رضا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو تو بیٹے کی جان لینی مقصود ہی نہ تھی۔ وہاں تو منشا یہ تھا کہ جن بے شمار ذریات کا اپنے خلیلؑ کو مقتدا و پیشوا بنانا ہے اُن کیلیے یہ قربانی ایک سبق ہو جو اس امر کی تعلیم دے کہ سچے مسلمان ایسے ہوتے ہیں کہ خواب کی بات کو بھی سچ مچ کر دکھانے پر مستعد۔ حکم ہوتا ہے کہ "اسلم" تو جواب دیتے ہیں کہ "اسلمت لرب العلمین" ۔ اے مولیٰ! میں تو پہلے ہی تیری فرمانبرداری میں سر تسلیم جھکائے ہوئے ہوں۔ اب ہم مسلمانوں کیلیے جو سنت ابراہیمی کو یادگار قربانی کی شکل میں تازہ رکھنے کے مدعی ہیں مقام غور ہے کہ وہاں تو اکلوتا فرزند سعید رضائے مولیٰ کی خاطر ذبح کرنے میں دریغ نہیں ہوا۔ وہ بھی محض ایک خواب کی بنا پر جس کی کچھ اور تعبیر ہوسکتی ہے تو ہماری

غیرت ایمانی

سے کیا اتنا بھی نہیں ہوسکتا کہ جو اوامر ہمارے لیئے شریعت حقہ میں صراحۃً موجود ہیں۔ کم از کم انکی ہی تعمیل بے چون و چرا کرتے رہیں۔ اور وہ احکام حضرت اسمٰعیلؑ جیسے فرزند سعید کو ذبح کر ڈالنے کے برابر کیا یقیناً اسکا سوواں بلکہ ہزارواں حصہ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام

مثل صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ نفس انسانی پر ایک حد تک شاق ضرور گزرتے ہیں۔ لیکن جب لاکھوں کروڑوں انسانوں کا تجربہ صاف ثابت کر رہا ہے کہ وہ بنی آدم کے حق میں سراپا رحمت و برکت ہیں تو پھر اسمیں کیا شک و شبہ ہوسکتا ہے کہ اِن کو دو بھر سمجھنا اور اُنسے جی چرانا محض شیطان کے اغوا اور نفس کے فریب سے ہے۔ پس اگر ہمنے تعظیم لامر اللہ کی اتنی بھی پروانہ کی کہ جس سے اِن دونوں خطرناک دشمنانِ دین و ایمان کو روزمرہ کے معمولی معرکوں میں ہی زیر کر سکیں تو ہم سے کسی عظیم الشان قربانی کی کیا توقع ہوسکتی ہے؟ عید الضحیٰ کے دن بکرے یا دُنبے یا گائے کو ذبح کرنا محض ظاہری تعمیل ارشاد ہے۔ لیکن اگر ہم خدا کا سچا فرمانبردار بندہ بننے اور اتباع نفس کو اُسکی رضا جوئی کے لیئے قربان کر دینے پر آمادہ نہیں تو اُسکے صریحًا یہ معنی ہونگے کہ ہماری قربانی

روحانی نہیں جسمانی

ہے۔ اب یہ خود سمجھہ لو کہ جذبے روح کی کیا قدر و قیمت ہوسکتی ہے۔ اسی لیئے تو ارشاد ہوا ہے کہ لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءِ ھا ولکن ینالہ التقویٰ۔ اللہ تعالیٰ تک نہ اُن قربانیوں کے گوشت پہنچتے ہیں نہ خون بلکہ اُس تک تو فقط تمہارا تقوےٰ پہنچتا ہے۔ پس اگر تقوے پرہیزگاری اور خدا کی فرمانبرداری کی روح ہم میں پیدا نہو تو نرا چوپایوں کا ہلاک کرنا کیا سودمند ہوسکتا ہے؟ اور کچھہ نہیں تو قربانی کے جانور ہی سے ہم بہت کچھہ سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ دیکھو! ہم نے اسے پیدا نہیں کیا بلکہ چند روپیوں کے عوض خریدا ہے۔ اور ذرا اظہور خدمت کی ہے۔ اتنی سی بات پر ہمکو اُسپر اتنا حق حاصل ہوگیا کہ بیدریغ تہ تیغ کر دیتے ہیں۔ اور وہ بھی ہمارے اس منشا سے سرتابی نہیں کرتا۔ تو کیا اُس مولیٰ کا جسنے ہمیں پیدا کیا۔ اور ہر گھڑی ہم پر اُسکے بیشمار افضال و احسانات ہیں اتنا بھی حق نہیں کہ اپنی زندگی کے چلا سود

میں وہ اُسکا حکم مانتے رہیں۔؟ بحالیکہ اس فرمانبرداری میں ہر طرح ہمارا ہی دونوں جہان کا فائدہ ہے۔ پھر بھی اگر ہم ان میں سہل انگاری وغفلت سے کام لیں تو یہ ہماری خسران نصیبی ہے اور سچی اسلامی زندگی وروحانیت سے بیزاری ملت اسلام کے دیگر فرقے تو بیچارے خود رہے۔ ہمیں اسوقت خاصکر اپنی

صوفی برادری

سے کہنا ہے۔ حضرات! آپ کا گروہ اُنہیں مقدس اور خاصان خدا کی یادگار ہے جو اپنے مولی کا قرب اور اسکی رضا حاصل کرنیکے لیئے تمام نفسانی جذبات کو قربان کردیا کرتے تھے۔ جن کی نسبت کسی بزرگ کا یہ قول ہے اور بالکل درست ہے کہ "سچا صوفی پکا مسلمان ہی ہوسکتا ہے" اور جن کی قوت قدسی نے اپنے اسلامی انوار کی کشش سے ہزاروں بھٹکی ہوئی روحوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی اور منزل سلامتی تک پہنچایا۔ پس اس نازک وقت میں جبکہ دین حق بے شمار حملوں کا آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اور اقوام عالم میں سب سے زیادہ افسوسناک وقابل رحم حالت اسی اُمت کی ہے جو خیر الامم تھی۔ اور جبکہ اسلام فی نفسہ تمام عیوب ونقائص سے ایسا ہی پاک ہے جیسا کہ شروع سے تھا محض ہماری کمزوریاں اور غفلتیں ہیں جو اسے بھی ناحق بدنام کررہی ہیں تو کیا

سب سے پہلے اور سب سے زیادہ

یہ ہمارا فرض نہیں کہ اب تک جو سستی وتن آسانی ہم سے ہوئی سو ہوئی۔ مگر اب بلا توقف اسلامی غیرت وحمیت سے کام لیکر اپنی اصلاح حال کا فکر کریں۔ وہ اصلاح حال کیا ہے اور کیونکر ہوسکتی ہے؟ اسکا جواب طول طویل بھی ہوسکتا ہے۔ مگر نہایت مختصر بھی اور وہ یہی ہے کہ خدا تعالی کی سچی طاعت اور حبیب خدا کی سب حکم وکلمات پیروی میں پرسنے پابندی رسم واتباع نفس بلکہ سارے ہی زہد وعبادت کو قربان کر دے

حاذق سے حاذق حکیم بھی جب یہ دیکھتا ہے کہ ایک نسخہ سے مریض کو فائدہ نہیں ہوا تو اسکی جگہ دوسرا نسخہ بدل دیتا ہے۔ اسلام کی خدمت اور اپنی دنیا وعقبےٰ سنوارنے میں ہم سے اب تک جو کچھ بن پڑا وہ تو ظاہر ہے۔ اب ذرا اس نسخہ کو بھی استعمال کرکے دیکھیں تو سہی۔ طریقت شریعت کے خلاف نہیں اور شریعت کے یہ دفتر کے دفتر (قرآن وحدیث) معاذاللہ بیکار نہیں ہیں۔

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ برادران طریقت میں اب بھی بہتر سے بہتر بزرگ کتاب وسنت کے پابند اور خدا و رسول کے پیارے موجود ہیں

لیکن یہ ایک صریح بزدلی و مداہنت ہوگی اگر ہم عام حالت کو کسی لحاظ سے قابل اطمینان یا غیر محتاج اصلاح بتلائیں۔ مگر دین وملت کی حالت اور زمانہ کی رفتار جو اسوقت ہمیں ملزم کررہی ہے یہ الزام تو ہم پر سے جبھی اٹھ سکتا ہے کہ عام و خاص افراد کی نسبت موجودہ خاطر خواہ اصلاح کے بعد نسبت معکوس ہوجائے اللہ تعالیٰ کو سب کچھ قدرت ہے مگر بندوں کی طرف سے سعی واخلاص شرط ضروری ہے۔ اور اسکے ذمہ دار وہی خاص خاص بزرگوار ہیں ؎

(ایڈیٹر)

صدائے حزیں

نظر کن ساقیا بر حالِ زارم — بدہ جرعہ بسے در اضطرارم
خیالِ روئے تو دیوانہ کردہ — ترحم کن بیا بر حالِ زارم
خدنگے بردلم زد نرگسِ مست — کہ از زخمش بغایت بیقرارم
سازِ لے مطربِ دیوانہ پرور — کہ از من دور افتادست یارم
عنانِ گریہ از دستم بدر رفت — فزوں شد غم شکیبائی ندارم
چہ پرسی از من دل سوختہ حال — کہ ہمچو شمع غم را مے گزارم

(مولوی [illegible])

جنگ یورپ کی پیشینگوئی

آخر فتحیاب کون ہوگا

آج سے پورے دو سال پہلے جبکہ ترکوں اور عیسائیوں کی طرابلس اور بلقان کے مید
میں جنگ چل رہی تھی اور دنیا بھر کے مسلمان اپنے بھائیوں کی مظلومیت دیکھ دیکھ
بے چین تھے۔ ہمارے محترم عنایت فرما جناب حافظ شاہ مشتاق احمد صاحب دہلوی
جفر وغیرہ کا حساب لگا کر ترکی فتح کی پیشینگوئی کے نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ شا
کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ حضرت محمد خامس فرمانفروائے مملکت روم و شام ایک
اقبال کے شہنشاہ ہیں۔ جتنا ایک شہنشاہ کا اقبال اوج سعادت پر ہونا چاہیے
آجکل نہیں ہے۔ لیکن ۲۴۔ نومبر ۱۹۱۲ء کو آپ کا ستارہ برج نحوست سے نکل آ
چنانچہ ایسا ہوا۔ آپ اس تاریخ کے اخبارات اٹھا کر دیکھئے۔ لیکن خیر یہ باسی با
ہیں۔ حافظ صاحب ممدوح نے اس کتاب میں ساتھ کے ساتھ ایک نظر تمام یورپ
ڈالی تھی۔ اسے پڑھکر آج حیرت ہوتی ہے کہ ایک نقطہ کا فرق نہیں۔ سنیئے۔ "برج نحو
سے نکل آئیگا" کے بعد فرماتے ہیں۔ "حرکات نجوم سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں موجودہ
ریاستہائے بلقان اقبال سلطانی سے زک پائیگا وہاں اتحاد دول یورپ چندر
لیے خلافت مآب کو شکستگی و پریشانی میں بھی مبتلا کرے گا۔ تاہم چونکہ سیارہ
رفتار حسب حال ہے۔ لہذا یہ پریشانی دیرپا نہوگی۔ اور دشمنوں کے منصوبے
ان کے حق میں وبال جان بن جائینگے۔ روس و آسٹریا کی باہمی جنگ اور جرمن ک
کھلا بر سر پیکار ہونا دکھائی دیتا ہے۔ زائچہ میں قیصر ولیم کا ستارہ مائل بفساد و خو
ہے مگرچہ قیصر کی فساد پسندی خود اُسکی اور اُسکی قوم کی بربادی کا باعث ہوگی مگر د
امن و امان کو بھی اس عقربی موچھوں والے بادشاہ کے ہاتھوں بڑا نقصان پہنچ

نعرۂ مستانہ

کل شیٔ ھالک الا وجہہٗ

کوئی نازک ادا ہے اور میں ہوں ۔ جمالِ دلربا ہے اور میں ہوں

لا الٰہ الا اللہ

نہیں جچتا ہے اب کوئی نظر میں ۔ دلِ بے مدعا ہے اور میں ہوں

زمین و آسماں کی منزلوں میں ۔ مقامِ ماسوا ہے اور میں ہوں

محمد رسول اللہ

مِلا ہے فیض یہ پیرِ مغاں سے ۔ کہ جامِ حق نما ہے اور میں ہوں۔

وما خلقنا السماء والارض وما بینہما للعبین

فروغِ برقِ موسیٰ کی تجلی ۔ کوئی دکھلا رہا ہے اور میں ہوں

ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون

گری ہے خرمنِ دل پر جو بجلی ۔ کہ سب کچھ جل رہا ہے اور میں ہوں

ھو الذی جعل لکم الیل لباسا و النوم سباتا و جعل النھار نشورا

نہ پوچھو میری حیرانی کہ ہر دم ۔ کوئی حیرت فزا ہے اور میں ہوں

والذین اٰمنوا اشد حبا للہ

حسینوں کی نگاہیں کیا کریں گی ۔ اب انکا دیکھنا ہے اور میں ہوں

فنائے عشق میں اک زندگی تھی ۔ دل اب زندہ ہوا ہے اور میں ہوں

نہیں سمجھے مجھے احباب میرے ۔ کسی کا حوصلہ ہے اور میں ہوں

بلا سے جان بھی جائے تو جائے ۔ کہ اب شانِ بقا ہے اور میں ہوں

حمیدؔ آخر امینِ لا الٰہ ہو ۔ کہو عشقِ خدا ہے اور میں ہوں

(حمید صدیقی)

دیکھنا سیلِ فنا سے گھر ہوا کیسا خراب

آہ اے ہندوستاں اے مدفنِ علم و ہنر — تیری مٹی میں دبے ہیں کیسے گنجِ بیحساب
تیری آغوشِ فنا میں اکبر و اورنگ زیب — تیرے شہرِ خامشی میں قیصر و افراسیاب

خوابِ مخمل میں جنہیں کل تک نہیں آتی تھی نیند — آج فرشِ خاک پر دیکھا انہیں مصروفِ خواب
جنکے درشن کے جھروکے پہ لگی رہتی تھی آنکھ — انکو اب صورت دکھلانے میں بھی آتا ہے حجاب
آج خاموشی کا عالم مقبروں پر انکی ہے — بزم میں جنکی سنے تھے نغمۂ چنگ و رباب
جنکے نعرے شتِ پانی پت کو بھی لرزا رہے — اب زبانِ خامشی سے بھی نہیں دیتے جواب

دوسری جانب گیا حسرت سے پھر روتا ہوا — دیدۂ تر سے رواں تھی میرے جوئے خونِ ناب
ٹوٹے پھوٹے اور دیکھے کچھ مزاروں کے نشاں — غور سے پڑھنے لگا میں انکی لوحوں کی کتاب
بلبن و خلجی و تغلق یا بر و شاہجہاں — بادشاہوں کے لکھے تھے نام بیحد و حساب

ہوگئی کچھ کچھ تسلی دیکھکر یہ واقعات — رفتہ رفتہ ہوگیا کم میرے دل کا اضطراب
غرقِ دریائے تحیر ہوکے میں بیٹھا الگ — سر بزانو ہوکے دل سے یوں لگا کرنے خطاب
کیا ہوئے وہ تاج و تختِ ملک و دولت کے نشاں — کیا ہوئے گنجینۂ ملل و متاعِ بیحساب
کیا ہوا وہ سطوت و جبروتِ شاہی کا اثر — جسکے باعث تھا کبھی شیروں کا زہرہ آب آب
کیا ہوئے وہ شہسوار و نیزہ بردارانِ فوج — کردیا سیلِ فنا نے ساری ہستی کو خراب
کیوں نہیں آتی چمن میں اب صدائے عندلیب — چہرۂ گل سے کہاں جاتی رہی وہ آب و تاب
کیا ہوئے محمود و عبد القادر و قطب و عماد — جنکے نورِ علم سے تھا زرد روئے آفتاب

کیا اسی صورت سے عالم میں ہے انساں کی نمود — سطحِ دریا پہ جیسے ہستیِ موج و حباب
غیب سے آئی صدا اے شوق کیوں حیراں ہے تو — اس جگہ پر کچھ نہیں موقوف دورِ انقلاب
ہر کجا افتادہ بینی خشت در ویرانۂ — ہست فرد دفتر احوال صاحب خانۂ

شوق (اصفہا)

۴۸۶

تخمیس غزل قدسی رح

(نا تمام)[1]

کُھل سے کہتے ہیں جو ہوتی تو ہی گو بے ادبی ۔۔۔ آہی جاتی ہے مگر منہ پہ جو ہو دل میں دبی
تجھ سے تکمیل خدائی ہوئی تو وہ ہی نبی ۔۔۔ مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

دیکھکر حسن خداداد کا تیرے عالم ۔۔۔ ہیں کیا ذکر ہی میں تو ہوں اک ادنیٰ عالم
خود خدا بول اُٹھا گرچہ من ایسم آنم ۔۔۔ من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

ہو گیا حشر کے مجمع میں جدھر تیرا گزر ۔۔۔ انبیا ہوں کہ فرشتے ہوں یہی تھا لب پر
صدقے اللہ کے اے شافع روزِ محشر ۔۔۔ چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

بیدل شاہجہانپوری

---

[1] مکمل ہونے پر انشاء اللہ تمام ہی پیش کی جائے گی ۱۲ (اڈیٹر)

سرمدؒ کی ایک غیر مطبوعہ رباعی

آنکس کہ شراب میخورد میگذرد ۔۔۔ وانکس کہ کباب میخورد میگذرد
سرمد کہ بکاسۂ گدائی ناں را ۔۔۔ تر کردہ بآب میخورد میگذرد

مرسلہ بیدل شاہجہانپوری

زمزمۂ نشاط

زندگی مزے کی ہے لطفِ جاں اُٹھائے جا
لطفِ جاں اُٹھائے جا یہ مزے اُڑائے جا

حملہ ہائے فکر و غم ہوں اگرچہ دمبدم
وار سب بچائے جا فکر و غم ٹلائے جا

ظلمِ دشمناں سہی جورِ دوستاں سہی
رشکِ رازداں سہی بھول جا بھلائے جا

زندگی کہیں جسے وہ تو سیلِ آب ہے
بہ چل اور بہائے جا بہ چل اور بہائے جا

شب زیادہ شمع کم ہے اگر تو کیا ہے غم
جب تلک کہ جل سکے بیدھڑک جلائے جا

مغتنم ہے ساقیا فرصت انبساط کی
پی بھی اور پلائے جا پی بھی اور پلائے جا

ماضی پہ خاک ڈال کل پہ چھوڑ کل کا حال
جام و شیشہ اب سنبھال دورِ مے چلائے جا

جو ہوا وہ ہو چکا عاقبت کی فکر کیا
آج ہے بڑا مزا یہ مزہ اُٹھائے جا

میری جان عندلیب بام شاخسار ہے
فرحتِ انبساط سے تختِ نو بہار سے

مستیِ نشاط سے خوب جھپائے جا
خوب جھپائے جا فصلِ گل منائے جا
فصلِ گل منائے جا راگنی سنائے جا
راگنی سنائے جا دل مرا لبھائے جا

تیری زندگی ہے راگ میری زندگی ہے رنگ
راگ و رنگ مل گئے میں سنوں تو گائے جا
محوِ نغمہ و طرب تو مجھے بنائے جا
گائے جا بجائے جا خوب جھپائے جا

اے خیالِ ابتدا اے خیالِ انتہا
اے خیالِ احتیاط اے خیالِ احتیاج
اے خیالِ معصیت اے خیالِ معدلت
اے خیالِ آرزو اے امید و بیم تو

دو گھڑی تو چین لے اتنا مت ستائے جا
اتنا مت ستائے جا ہوش مت اڑائے جا
گل پھبن دکھائے جا سبزہ لہلہائے جا
میری پیاری عندلیب تو بھی جھپائے جا

ہائے وہ تو اڑ گئی لو یہ کیا سنا گئی
جستجوئے عیش میں عمر مت گنوائے جا
بے طلب تو ہاتھ آئے اور طلب سے بھاگ جا
اشتیاقِ انبساط دل سے تو بھلائے جا

خدمتِ خدا و خلق ہے نشاطِ زندگی
اس میں اپنا جان و مال شوق سے لگائے جا

رضا بن انبالوی

کلامِ نوح

اور بھی اوصاف اُنمیں ہیں نبوت کے سوا ۔ ساری دنیا سے سوا ہی کون حضرت کے سوا
خلد والے دیکھتے ہیں آکے یثرب کی بہار ۔ ایک جنت اور بھی ہے باغِ جنت کے سوا
اے تصور یوں نگاہِ شوق کی امداد کر ۔ کچھ نظر آئے نہ اسکو اُنکی صورت کے سوا
اپنے روضہ پر بلا لو اپنی رحمت سے مجھے ۔ داغ فرقت بھی ہی دلمیں داغ الفت کے سوا
اور محبوبِ خدا ہے کون ؟ کوئی بھی نہیں ۔ میرے حضرت میرے حضرت میرے حضرت کے سوا
دیکھ لوں میں آنکھ میں آپ کو پہچان لوں ۔ عقل صائب بھی ہے چشم بصیرت کے سوا
اور کس کا دھیان تھا اُنکو ہمارا دھیان تھا ۔ اور اُنکو فکر کیا تھی فکر اُمت کے سوا
عشق محبوب خدا عشق خدا سے کم نہیں ۔ اسکو کیا جانے کوئی اہل محبت کے سوا
بخشوائینگے محمد حشر میں اللہ سے ۔ اک سہارا اور بھی ہو اسکی رحمت کے سوا
کفر کی ظلمت مٹا کر جگمگا دے خلق کو ۔ یہ ضیا کس میں تھی خورشید رسالت کے سوا
عارضِ احمد کو میں سورج سے کیا تشبیہ دوں ۔ اور سورج میں نہیں کچھ بھی تمازت کے سوا
عرصہ محشر میں کوئی کام آنے کا نہیں ۔ اُس ہمارے شافع روزِ قیامت کے سوا
مرتبہ معراج کا اللہ نے بخشا کسے ۔ میرے حضرت کے علاوہ میرے حضرت کے سوا
ظاہر و باطن کے جلوے سے ہوئی ظاہر یہ بات ۔ حسن صورت بھی تھا اُنمیں حسن سیرت کے سوا
کھو رہا ہی دل سے یہ غیرت پسندی کا خیال ۔ اور کی حسرت نہو اب اُنکی حسرت کے سوا
یا محمد میری عزت اب تمہارے ہاتھ ہی ۔ کچھ نہ اپنے ساتھ میں لایا ندامت کے سوا
یہ شرف بھی حکم خالق سے ملا حسنین کو ۔ اور اُن سے بچ رہا تھا کیا شہادت کے سوا
آرزو یہ ہی کہ میں روضے کو اُنکے دیکھ لوں ۔ میرے دلمیں کچھ نہیں شوق زیارت کے سوا
مر گئے ہیں جو پہنچکر آستانِ شاہ پر ۔ کون اُٹھا سکتا ہی اب اُنکو قیامت کے سوا
نوح پر بھی چشم شفقت ہو خدا کے واسطے ۔ شکلِ راحت اُس نے اب دیکھی جراحت کے سوا

کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ

ہماری شہرت، یہ جاہ و حشمت — نہیں ہے کوئی بھی رہنے والی
برآب ہیں یہ نمائشیں سب — ہر ایک شئے ہے یہاں کی فانی

ہو خواہ وہ شاہِ ہفت کشور — ہو یا کہ در حالتِ گدائی
کوئی بھی اس سے نجائیگا بچ — نہیں بجز مرگ کے رہائی

عبث یہ کبر و منی ہے تیرے — دماغ میں آکے پھر سمائی
ملے گا جب خاک میں تو آکر — تو بھول جائے گا سب بڑائی

اختر جوناگڈھی

نذر رسول صلعم

تضمین

سرکار! میرے حال سے ہیں آپ باخبر — تیغ فراق سے ہوئے ٹکڑے دل و جگر
لطف و کرم سے کیجئے عاصی پہ اب نظر — یا صاحب الجمال و یا سید البشر

ہے رشک ماہ چاردہم روئے خوب تر — صل علیٰ بیاض رخ شاہ خوش سیر
اس شکل و شان کا نہیں پیدا ہوا بشر — من وجھہ المنیر لقد نور القمر

میرے حواس خمسہ جو ہو جائیں ایک سو — ہوگی نہ نعتِ شاہ میں یارائے گفتگو
پوری نہ ہو سکیگی کبھی دل کی آرزو — لایمکن الثناء کما کان حقہ

احمد کی ذات ذاتِ احد میں ہے جلوہ گر — ہے کس نبی میں وصف کوئی اس سے بیشتر
قاصر ہے تیری مدح میں نامی یہ سربسر — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(فقیر حقیر نامی کوہ سواری چشتی)

رباعیات

(۱)

ازجناب مولانا محمد عبد العلیم صاحب آسی۔

غنچہ! تجھے تیری دلفگاری کی قسم — بلبل! تجھے تیری آہ و زاری کی قسم
کس گل کی نسیم صبح خوشبو لائی — بیتاب ہے دل جناب باری کی قسم

سرمایۂ ناز بے نیازی تیری — سامانِ مراد کارسازی تیری
دل سا ویران گھر بسایا تو نے — اللہ اللہ دل نوازی تیری

ہوتے ہو تو میں بھی بے تمنا نہ رہوں — بس میں اپنے بغیر لائے نہ رہوں
اپنا کینہ عدو کی الفت بنکر — دل میں تیرے یا بے سمائے نہ رہوں

ہاں نقش مراد بے بٹھائے نہ رہوں — ہاں لذت وصل بے اٹھائے نہ رہوں

(۲)

(از جناب گووند پرشاد صاحب احسان حیدرآبادی)

میں نے ہر ذرہ میں اک نور کا جلوہ دیکھا
میں نے ہر قطرہ میں دریا کا تماشا دیکھا
ایک جلوہ ہی میں بیہوش ہوئے تم صد حیف
دیکھنا آپ کا اے حضرتِ موسیٰ دیکھا

لوگ دنیا میں زراعت کیلئے آتے ہیں
عیش و عشرت ہی میں عمر اپنی گنوا جاتے ہیں
ہے فقط نامۂ اعمال ہی توشہ اپنا
زادِ رہ ہم بھی دنیا سے لیئے جاتے ہیں

غول کے غول آہی یہ کہ مرجاتے ہیں
پوچھتا ہے جو کوئی کہتے ہیں گھر جاتے ہیں
بس خدا ہی کو ہے معلوم عدم میں کیا ہے
رخ ادھر کا نہیں کرتے جو ادھر جاتے ہیں

دیر و کعبے میں تجھے ڈھونڈھ کے ناکام آیا
اور صنم خانہ و مسجد کو بھی خالی پایا
آئینۂ دل سے جو ہوئی دور سیاہی
پھر تو ہر ذرہ میں تو جلوہ نما نظر آیا

سودا تو نہیں تم کو کچھ اے شیخ ہوا ہے
ہر بات پہ کہتے ہو کہ کل روز جزا ہے
گلگشت رہے آپکو جنت کی مبارک
کچھ غم نہیں ہمکو کہ ہمارا بھی خدا ہے

ہاں شریعت نے خبر مجکو سنائی تیری
ہاں طریقت نے مجھے راہ بتائی تیری
نورِ عرفاں سے ہوئیں جب یہ آنکھیں روشن
پھر حقیقت نے مجھے راہ دکھائی تیری

آتشِ غیظ سے قاتل نے جلایا مجکو
آبِ رحمت سے وہیں اس نے بجھایا مجکو

تازہ نعتیں

(۱)

ازجناب منشی محمد فیاض الرحمن صاحب صدیقی بی۔ ایس سی بریلوی

چہ گویم زاد صاف حمیدہ | کہ خلاق جہاں محبوب چیدہ
حیات دائمی حاصل شد اورا | بلمر آنکس پائے شوب تو چشیدہ
ہمہ تاریک دنیا گشتہ پر نور | قدم ہائے مبارک چوں رسیدہ
بعالم مولد ذات مقدس | شیاطیں در جبلہا شد پشیدہ
ترحم حال برمن کن خدارا | دل مہجورم۔ از فرقت طپیدہ
نبودہ ہیچکس جز ایزد پاک | دراں دم تو نبی اللہ بودہ
توئی محمود عالی در تمامی | توئی ممتاز در خلقت چنیدہ
شب دیجور عالم گشتہ روشن | نقاب از مہر طلعت چوں کشیدہ
چو یوسف حسن طلعت گشتہ ممتاز | ترا محمود وہم فیاض دیدہ

(۲)

(از حضرت مولانا شاہ خلیل احمد صاحب اعظم گڑھی)

کچھ غم نہیں جو بڑھ گیا دفتر قصور کا | شافع مرا حبیب ہے رب غفور کا
شمس و قمر میں غنچہ و گل میں جو دیکھئے | جلوہ ہر اک جگہ ہے محمد کے نور کا
میں عاشق رسول ہوں مجھ سے کیا غرض | دل میں خیال رہتا ہے ہر دم حضور کا
یارب زیارت رخ احمد نصیب ہو | سائل نہیں ہوں تجھ سے میں حور و قصور کا
وہ روشنی روضہ انور جو دیکھ پائیں | موسیٰ بھی بھول جائیں وہاں جلوہ طور کا

وہ عاصیوں کے واسطے شافع ہیں حشر میں | پھر خوف کیا ہے ہمیں اپنے قصور کا
جب شوق ہے تو جائینگے یثرب ضرور ہم | کچھ غم نہیں ہے دوستو نزدیک دور کا
رضواں سے کہدو خلد بریں سے کیا [illegible] | مجکو نشہ چڑھا ہے شراب طہور کا
دیکھا ہے میں نے روئے منور کو خواب میں | کیا حال لکھوں دوستو اپنے سرور کا
یہ عرض ہے خلیل کی اے شاہ دو جہاں | چھوٹے نہ ہاتھ سے کبھی دامن حضور کا

مرسلہ فقیر سلامت علی قطب چھپری

(۳)

ازجناب مولوی حکیم محمد عمر صاحب فصیح الدہلوی ثم الالوری

حق کے محبوب مصطفےٰ ہیں آپ | مفخر جملہ انبیا ہیں آپ
مظہر لطف کبریا ہیں آپ | مصدر صدق ہیں صفا ہیں آپ
رہ طیبہ کی گرد نوری سے | سرمہ چشم اولیا ہیں آپ
بحر مواج حشر میں بخدا | سب کی کشتی کے ناخدا ہیں آپ
حسن صورت میں حسن سیرت میں | درخور لاکھ مرحبا ہیں آپ
صدقہ ہو جاؤں لاکھ جانوں سے | وہ اداؤں میں دلربا ہیں آپ
کیوں میں منت کش اطبا ہوں | ہر مرض کی مرے دوا ہیں آپ
نکہت گیسوئے معنبر سے | روح پرور ہیں جانفزا ہیں آپ
مدح جو کچھ فصیح لکھتا ہے | اُس سے بڑھکر بدرجہا ہیں آپ

(۴)

ازجناب قاضی امداد علی صاحب جمالی الوری

سنبھل اب بھی جمالی چلکے ساکن ہو مدینہ میں | مزا ہندوستاں کے ہے نہ مرنے میں نہ جینے میں
سوا سلطان عالم کے نہ کوئی پوچھنے والا | کہوں کس سے بھری ہیں حسرتیں جو کچھ کہ سینے میں

محمد کی محبت یادِ لاآلِ محمد کی — یہی دو نقش کندہ ہیں مرے دل کے نگینے میں
کبھی وہ دن بھی آئیگا کہ یارب قافلہ اپنا — کبھی داخل ہو مکہ میں کبھی حاضر مدینے میں
الٰہی دیکھیے کب تک مراد اپنی یہ بر آئے — رہے [illegible] میری آنکھوں میں نہیں وہ میرے سینے میں
بساتے تھے پسینے سے لباس دُلہن دُولہا — شمیم مشک و عنبر تھی وہ حضرت کے پسینے میں
منافق قدر کیا کرتے رسول اللہ کی سچ ہے — نظر آتے ہیں کب اندھو نکو جوہر نگینے میں
نہ پوچھو آب خورزندانیان عشق کا ہم سے — غذا لختِ جگر خونابِ دل آتا ہی پینے میں
بجز عشاق کے اس مزے محرم نہیں کوئی — کہ جو مرنے میں لذت ہی کہاں وہ لطف جینے میں
بتاؤں کیا تجھے سائل میں فرقِ عارفِ عالم — عیاں ہے فرق جو ہی علم سینے اور سفینے میں
جمالی مرحبا مردِ خدا یہ تو بتا تو نے — چھپا رکھے تھے یہ جوہر کہاں دل کے خزینے میں

(۵)

از جناب قاضی محمد حسین صاحب برقی مارہری

سینہ آئینہ ہی اور قلب منور آئینہ — جلوہ نور خدا ہے آئینہ در آئینہ
جسم مولا کا ہے ہر عضو منور آئینہ — دلربا ہر آئینہ ہے حق نما ہر آئینہ
کیا رخِ مولا سے نسبت تجکو اِی بدر منیر — داغ دیتے دیکھ اپنے منہ کے لیکر آئینہ
پشت پر مہر نبوت منہ پہ نور کبریا — پیش و پس دونوں سراپا ہیں منور آئینہ
پیش ہونے مصطفےٰ غیرت سے سمٹا ماہ قدر — بن گیا اک خالِ رخسار منور آئینہ
دعویٰ خود بینی گھر میں بیٹھکر زیبا نہیں — باہر آئے کنج عزلت سے نکلکر آئینہ
قلب روشن رنگ خود بینی سے اندھا ہو گیا — ہی غبارِ خود نمائی سے مکدر آئینہ
تیرے آئینہ کا رو و پشت جب یکساں نہیں — پھر بنایا اے سکندر تونے پتھر آئینہ
شکل آئینہ مصفا ہے مرا حسن کلام — کیا تصرف ہی کہ ہی دفتر کا دفتر آئینہ
ذات احمد مجتبےٰ ہی مظہر ذات احد — کیا نورانی ہی یہ اللہ اکبر آئینہ

(سلسلہ کے لیے شوال ۱۳۸۰ھ کا پرچہ ملاحظہ فرمائیے)

اسماء	تاریخ و روز و سنہ وفات	مقام دفن	مختصر کیفیت
ام البشر حضرت حوا علیہا السلام	۶ - محرم		
مہتر زکریا علیہ السلام	۶ -		تین سال کی عمر میں آپ نے انتقال کیا
شیخ ابو القاسم رحمہ اللہ نصیر آبادی مرید شیخ ابو بکر شبلی رح	۶ - سنہ ۳۳۴ھ	مکہ معظمہ	
احمد بن محمد القسطلانی رح محدث مصری	۷ - محرم		
حضرت فضیل عیاض رح	۷ - جمعہ سنہ ۱۸۷ھ	مکہ معظمہ	آپ سمرقند میں پیدا ہوئے
شیخ عبد اللہ بن سید وجیہ الدین رح گجراتی	۷ - آخر شب دوشنبہ		
امام احمد غزالی رح	۷ - سنہ ۵۱۷ھ	قزوین	
شیخ احمد چشتی رح	۷ -		
سید عبد الخالق قادری رح	۷ -		
شاہ علی العباس الحسینی الحیدر آبادی رح	۷ - سنہ ۱۱۹۰ھ	حیدر آباد	آپ شاہ حسن اللہ حسینی علیہ الرحمۃ نبیرہ سید محمد گیسو دراز رح کی اولاد سے ہیں۔
خواجہ شاہ غلام حسن رح عرف محبوب مجذوب	۷ - سنہ ۱۳۰۰ھ	حیدر آباد دکن رنگیلی	
مہتر شعیب علیہ السلام	۸ -		آپ کی عمر شریف دو سو چالیس سال کی تھی۔

اسماء	تاریخ و روز و سنہ وفات	مقام دفن	مختصر کیفیت
سید محمود بن سید شاہ شیخ حبیب بن سید محمود بن قطب عالم رح	۸ محرم	گجرات	
مہتر ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام	۹۔ محرم		آپ نے دو سو سال کی عمر میں انتقال کیا۔
مہتر ارمیان علیہ السلام	۹۔		
سید خواجہ مودود بن سید خواجہ محمد چشتی رح	۹۔ چہار شنبہ سنہ ۱۱۵۲ھ صبح		آپ خواجہ غریب نواز اجمیری رح کی اولاد سے ہیں۔
قاضی ابو الحسن بن الفراء البغدادی الحنبلی رح	شب عاشورہ سنہ ۵۲۶ھ		آپ شہید کئے گئے۔
شیخ ابو الفتح نصر بن ابراہیم المقدسی رح	۹۔ سنہ ۴۹۰ھ	دمشق	
شاہ ظہور الدین عرف گھانسی میاں رح برادر عمزاد والدہ محمود مذنب	۹۔ محرم سنہ ۱۳۱۲ھ	نالیسر جاگیر ضلع نظام آباد دکن	
مولانا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ۔	۹۔ سنہ ۷۳۰ھ	دولت آباد در حریم مقبرہ حضرت زر زری زر بخش رح	
خواجہ گل محمد چشتی رحمہ اللہ احمد پوری	۹ جمعہ ظہر سنہ ۱۲۴۳ھ	احمد پور	

اسماء	تاریخ جمعہ و سنہ ولادت	مقام دفن	مختصر کیفیت
شیخ محمد نظام الدین رح	۹ شوال ۱۳۲۳ھ مغرب شب جمعہ		
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ	۱۰- جمعہ ظہر سنہ ۶۱ھ	کربلا	آپ روز سہ شنبہ چہارم شعبان سنہ ۴ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے
سیدنا عباس بن علی رض	۱۰ر جمعہ سنہ ۶۱ھ	کربلا	
جعفر بن علی المرتضیٰ رض	″	″	
محمد بن علی المرتضیٰ رض	″	″	
ابوبکر بن علی المرتضیٰ رض	″	″	
عون بن علی المرتضیٰ رض	″	″	
عثمان بن علی المرتضیٰ رض	″	″	
عمر بن علی المرتضیٰ رض	″	″	
عبد اللہ بن علی المرتضیٰ رض	″	″	
علی اکبر بن امام حسین رض	″	″	
علی اصغر بن امام حسین رض	″	″	
ابوبکر بن امام حسن رض	″	″	
فضل بن علی رض	″	″	
عقیل بن علی رض	″	″	
عبد اللہ بن امام حسین رض	″	″	
عون بن عبد اللہ بن جعفر ابن ابی طالب رض	″	″	
محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رض	″	″	

اسماء	تاریخ و روز و سنہ وفات	مقام دفن	مختصر کیفیت
جعفر بن عقیل بن ابی طالب	۱۰ جمعہ سنہ ۶۱ھ	کربلا	
عبدالرحمن بن عقیل بن ابی طالب	"	"	
عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب	"	"	
ابراہیم بن عقیل بن ابی طالب	"	"	
عبداللہ بن مسلم بن عقیل	"	"	
محمد بن ابی سعد بن عقیل	"	"	
سلیمان مولائی امام حسینؑ	"	"	
عبداللہ رضیع امام حسینؑ	"	"	
سعد غلام حضرت علیؑ	"	"	
حماد بن انس رضؓ	"	"	
وقاص ابن مالک رضؓ	"	"	
سعد بن حنظلہ رضؓ	"	"	
عمر بن عبداللہ رضؓ	"	"	
حجاز غلام امام حسین رضؓ	"	"	
قیس بن ربیع رضؓ	"	"	
محمد بن انس رضؓ	"	"	
عبداللہ بن ابی دجانہؓ	"	"	
اشعث بن سعد رضؓ	"	"	
اسد بن ابی دجانہ رضؓ	"	"	
فیروز اسی نام غلام امام حسینؓ	"	"	

اسماء	تاریخ و روز سنہ وفات	مقام دفن	مختصر کیفیت
ابخاوۃ بن حارث رض	۱۰ جمعہ سنہ ۶۱ ہجری	کربلا	
شرف ۔ نام غلام امام حسین رض	"	"	
عالیس بن شبیث رض	۱۰ "	"	
حبیب بن مظاہر رض	"	"	
یزید بن ہاجر جعفی رض	"	"	
حجاج بن مسروق جعفی رض	"	"	یہ حضرت امام حسین رض کے رکابدار تھے
عمرو بن مطاع جعفی رض	"	"	
جریر ۔ نام غلام ابوذر غفاری رض	"	"	انہیں انکے مالک نے آزاد کردیا ۔
مالک بن انس مالک رض	"	"	
خالد بن عمرو بن خالد رض	"	"	
یزید بن حصیر المدینی رض	"	"	
شیخ ابوالحسن رض خرقانی	۱۰ شب سہ شنبہ سنہ ۴۲۵ھ	خرقان قصبہ قومس	
حکیم ابوالقاسم سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ سنہ ۳۴۲ ہجری	سمرقند	آپکا نام ابواسحق تھا ابوعبداللہ جلا اور ابراہیم نصارقی کے صحبت یافتہ تھے ۔
شیخ ابوالقاسم بن عیسے البغدادی رح	۱۰ سنہ ۳۴۲ھ	موضع جاکردیزہ سمرقند	آپکا نام اسحق بن محمد بن اسمعیل ابوبکر وراق کے مرید تھے ۔
بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ سنہ ۲۲۷ھ	بغداد	
فارس بن عیسے البغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ سنہ ۳۴۲ھ	موضع جاکردیزہ سمرقند	آپ خواجہ منصور حلاج کے خلفاء سے ہیں ۔
شیخ عبداللہ بلیانی رح	۱۰ سنہ ۳۶۰ھ		

اسمار	تاریخ روز و سنہ وفات	مقام دفن	مختصر کیفیت
سید شاہ عبد النبی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ پنجشنبہ صبح سنہ ۱۰۵۹ھ	میدک توابع دکن	آپ حضرت جنید بغدادیؒ کی اولاد سے تھے اپنے والد شاہ محمد اکبر حسینی سے بیعت تھے آپکا سلسلہ بندہ نوازؒ تک پہنچتا ہے عمر ۱۱۲ سال کی تھی۔
میرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ شب دہم سنہ ۱۱۹۵ ہجری	دہلی	
شاہ میراں رحمۃ اللہ علیہ	۱۰	حیدرآباد دکن مستعید پورہ	آپ حضرت بندہ نوازؒ کی اولاد سے تھے
ابوالحسن محمد شاہ پوری	۱۰ سنہ ۳۲۶ھ		
ملا احمد بیجاپوری رح پسر ملا حبیب بیجاپوری رح	۱۰ سنہ ۹۸۵ھ	گنداگی توابع بیجاپور	
محمد بن ابو جعفر البغدادی	۱۰ سنہ ۲۶۱ ہجری		
احمد بن حجاج الذہلی الشیبانی رح	۱۰ سنہ ۲۲۶ ہجری		
مولانا احمد بن شیخ عبد الملک رح	۱۰ سنہ ۹۶۶ ہجری		
سید شاہ صادق چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ سنہ ۱۱۲۷ ہجری	ارکاٹ چوک داؤد خاں	آپ ظہیر الدین خلیفہ سید شاہ میراں حیدرآبادی مرید شاہ امین الدین اعلیٰ بیجاپوری کے مرید تھے۔
شاہ علی پیر بن بادشاہ حسینی بن امین الدین اعلیٰ بیجاپوری رح	۱۰ محرم		

اسماء	تاریخ و روز و سنہ وفات	مقامِ مزار	مختصر کیفیت
محمد اسمٰعیل مجذوب رحمۃ اللہ	۱۰ محرم پنجشنبہ سنہ ۱۳۲۶ھ	حیدرآباد [illegible]	
ابو البرکات عبد الوہاب ابن احمد البغدادی المعروف بہ ایاطی	۱۱ - سنہ ۵۳۸ھ	بغداد	
سید یوسف بن محمد المصری ثم المکی رح	۱۱ - چہارشنبہ سنہ ۱۰۹۶ھ	مکہ معظمہ	
شیخ عبد اللہ بن احمد بن علی العدنی مرید ابی عکیل رح	۱۱ - شنبہ	عدن نزدیک قبر شیخ خود	
شیخ ابو الحسن رح	۱۱ - سنہ ۹۹۳ھ	لاہور	آپ شیخ فیاض الدین خوافی رح کی اولاد سے ہیں۔
قاضی عبد الکریم السیاح السہروردی رح	۱۱ - محرم		
خواجہ محمد زاہد مودودی رح چشتی۔	۱۲ - محرم		
شیخ عزیز الدین بن کمال محمد فاروقی رح	۱۲ محرم		آپ سید وجیہ الدین رح گجراتی کے اُستاد ہیں۔
شیخ صفی الدین اسحاق اردبیلی رح	۱۲ - دوشنبہ سنہ ۷۲۵ھ		
ابو عبد اللہ شیخ علی رح حضرموتی	۱۲ - یکشنبہ سنہ ۸۹۵ھ		آپ سنہ ۸۱۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔

اسماء	تاریخ و روز و سنہ وفات	مقام دفن	مختصر کیفیت
مہتر دانیال علیہ السلام	۱۳ محرم		
شیخ سلیمان بن عثمان مندوی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ	شب ۱۳ ۔ سنہ ۹۴۴ھ	دہلی قطب صاحب	آپ سلطان ابراہیم ادہم بلخی رح کی اولاد سے ہیں شیخ عیسےٰ جونپوری کے مرید تھے عمر طبعی سے متجاوز تھی ۔
سید ابو محمد اسمٰعیل بن سید عبد الرزاق بن حضرت غوث الاعظم رح	۱۳ ۔ سنہ ۶۰۰ھ	بغداد قریب مقبرہ امام حنبل رح	
بابا نصیب غازی رحمۃ اللہ کشمیری ۔	۱۳ ۔ محرم سنہ ۱۰۴۷ھ	قصبہ تیجبار	
خواجہ حسن بن خالد رح ناگوری	۱۴ ۔ محرم		آپ شیخ ابراہیم مرید شیخ عبد العزیز مرید سلطان التارکین مرید ہبیرہ بصری رح کے مرید تھے ۔
خواجہ نجیب الدین عمر ایرجی رحمۃ اللہ علیہ ۔	۱۴ ۔ سنہ ۸۰۹ھ	بلدۂ ایرج	آپ مرید قاضی شاہ محمد حسینی کے ہیں اور وہ حضرت چراغ دہلی کے مرید
شیخ سلیمان رح قاضی سیف الدین مرید بندہ نواز گیسو دراز رح	۱۴ ۔ سنہ ۹۴۱ھ ۱۴ ۔ محرم	دہلی	
شیخ عبد الفتاح المفتی العلوی رح مرید شیخ وجیہ الدین گجراتی رح	۱۴ ۔ محرم چہارشنبہ		

۱۳ محرم الحرام

۱۴ محرم الحرام

ایک شریر نے زید بن حارثہ رضؓ کے سر پر ایسا تاک کر پتھر مارا کہ زید رضؓ کا سر پھوٹ گیا۔ مگر پھر بھی آپؐ کے سینہ سپر ہو کر پتھروں کو روکتے رہے۔

جب قبیلہ بنو ثقیف کے سرداروں نے آپؐ کی معاونت نہ کی تو آپؐ ملول و محزون ہو کر مکہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ شریروں نے آپؐ کا تعاقب کیا آپؐ عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ کے باغ میں پناہ کے لیے چلے گئے۔ اور اس باغ میں ایک انگور کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ بنو ثقیف کے بدخصائل لوگوں کی شرارت اور ایذا دہی سے آپؐ نہایت دردمند و محزون تھے۔ یکایک مناجات باری تعالیٰ کے لیے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی:۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ	اے اللہ میں اپنی کمزوری اور بے سروسامانی اور لوگوں
وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ	کی تذلیل کی تجھ سے فریاد کرتا ہوں تو ارحم الراحمین ہے
اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَاَنْتَ رَبُّ	اے کمزوروں کے مالک تو ہی میرا رب ہے تو مجھکو کسکے
الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ	سپرد کرتا ہے کیا بیگانے ترش رو کے یا اس دشمن کے
اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ اِلٰى بَعِيْدٍ	جو میرے کام پر قابو رکھتا ہے لیکن اگر مجھ پر تیرا
يَتَجَهَّمُنِيْ اَمْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ	غصہ نہیں تو مجھے کچھ ڈر نہیں تیری عافیت میرے
اَمْرِيْ۔ اِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ	لیے زیادہ وسیع ہو۔ میں تیری ذات کی روشنی سے
فَلَا اُبَالِيْ وَلٰكِنْ عَافِيَتُكَ هُوَ	پناہ مانگتا ہوں جس سے تمام تاریکیاں روشن
اَوْسَعُ لِيْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ	ہو جاتی ہیں۔ اور دنیا اور دین کے کام اس سے
الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ	درست ہو جاتے ہیں (اور میں) تیرے غضب
وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ	سے یا تیری نارضامندی سے جو مجھ پر وارد ہو پناہ
مِنْ اَنْ يَّنْزِلَ بِيْ غَضَبُكَ اَوْ	مانگتا ہوں۔ غصہ اور عتاب تیرے ہی لیے سزاوار
يَحِلَّ عَلَيَّ سُخْطُكَ. لَكَ الْعُتْبٰى	ہے۔ تیرے غصہ کے وقت کسی کو مجال نہیں ہے حتیٰ کہ تو

حَتّٰی تَرْضٰی۔ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِکَ۔ (مدارج النبوۃ و سیرۃ ابن ہشام) رضامند ہوجائے اور بغیر تیری مدد کے نہ بدی سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت ۔

قبیلۂ بنو ثقیف۔ عبد یا لیل بن مسعود۔ حبیب کے ایمان نہ لانے اور بنو ثقیف کے بدخصائل لوگوں کی ایذا دہی سے آپ کو بہت سخت تکلیف ہوئی ۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں بی بی عائشہ صدیقہ رضہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جنگ اُحد کے دن سے بھی زیادہ مصیبت اور المناک دن آپ پر کوئی گزرا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا۔ یوں تو بارہا قوم کی طرف سے مجکو تکالیف و سختیاں اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچتی رہی ہیں جو یوم عقبہ احد کی مصائب سے کہیں زیادہ بڑھکر ہیں۔ لیکن اس دن کی مصیبتوں سے بڑھکر وہ مصیبت ہے جس دن میں عبد یا لیل کے پاس دعوت اسلام کے لئے گیا۔ اُسکو اسلام کی دعوت دی۔ خدا پرستی کی اُس سے درخواست کی۔ اور اُس نے خدا پرستی اور قبول اسلام سے انکار کر دیا۔ اور میں محزون و مغموم۔ بیخود ہو کر چلا آیا۔ قرن الثعالیب[۲] میں پہنچکر مجکو افاقہ ہوا۔ میں نے اپنا سر اُٹھایا تو ابر کے ٹکڑے کو اپنے سر پر سایہ کیے ہوئے دیکھا۔ پھر جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ اُنھوں نے مجھ سے پکار کر یہ کہا کہ اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کا کلام و جواب سُن لیا ہے اور آپکے پاس ملک الجبال (پہاڑوں کے فرشتے) کو بھیجا ہے۔ جو چاہیں آپ ان سے حکم فرمائیں۔ پھر ملک الجبال نے مجکو آواز دی۔ سلام کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کا کلام سُن لیا ہے۔ مجکو آپکی خدمت میں بھیجا ہے۔ آپ کی جو مرضی ہو فرمائیں تو میں ان پہاڑوں

---

۵۱ یہ دعا منجملہ ان ادعیہ کے ہے جنہیں رسول اللہ صلعم مصائب مجز حزن کے وقت پڑھا کرتے تھے امت کے لوگوں کو اسکی تعلیم فرمائی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپنے دو رکعت نماز پڑھکر یہ دعا کی تھی ۔

۵۲ قرن الثعالیب۔ اسکو قرن المنازل بھی کہتے ہیں۔ احرام حج کیلئے اہل نجد کا یہ مقام میقات ہے (احمد)

اخشبین کو (درمیان مکہ آباد ہے) ان ظالموں پر اٹھا کر دے ماریں (آپنے فرمایا) میں یہ نہیں چاہتا۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی آئندہ نسلوں میں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہوں گے اور اسپر ایمان لانے والے ہونگے۔ (خلاصہ صحیحین)

جس باغ میں آپنے پناہ لی اور آرام کیا۔ وہاں عداس نام نینوا کا رہنے والا عقبہ اور شیبہ کا ایک غلام تھا۔ انہوں نے آپ کی یہ حالت دیکھکر آپ پر رحم کھایا اور عداس غلام کو بلا کر کہا کہ تھوڑے انگور طباق میں رکھکر اس شخص کے پاس لیجاؤ غلام نے بموجب حکم کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انگور لاکر رکھدیئے اور کہا کہ انہیں کھائیے۔ اور آپ فرط ادب سے ذرا فاصلہ سے کھڑا ہو گیا۔ آپنے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھکر انگور کھانے شروع کیے۔

عداس نے نورانی چہرہ اور مبارک پیشانی کو دیکھکر نہایت حیرت کیساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ بخدا یہ ایسا کلام ہے کہ میں نے اس سے پہلے یہاں کے باشندوں کو کبھی بولتے نہیں سُنا۔

آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا۔ تم کہاں کے ہو۔ کون شخص ہو۔ تمہارا دین و مذہب کیا ہے۔ عداس نے جواب دیا۔ میں غلام ہوں۔ نصرانی (عیسائی) ہوں نینوے کا رہنے والا ہوں۔

آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ تم مرد صالح یونس بن متی کی بستی کے رہنے والے ہو۔
عداس نے تعجب سے عرض کیا کہ آپ یونس بن متی کو کیا جانیں۔
آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ وہ میرا بھائی ہے۔ میں بھی پیغمبر ہوں۔ وہ بھی پیغمبر تھا۔
عداس نے پوچھا آپ کا اسم مبارک کیا ہے۔
آنحضرت ؐ نے فرمایا میرا نام محمدؐ ہے۔

عداس نے عرض کیا۔ میں نے توریت و انجیل میں آپ کی صفات سُن رکھی ہیں ؛

پھر عداس جھک پڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ۔ سر اور قدم مبارک چوم لیے ؛

عقبہ اور شیبہ نے جب عداس کو یہ کرتے دیکھا تو آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ لو یہ غلام تو ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اس نووارد شخص نے اسے بگاڑ دیا ؛

جب عداس اُنکے پاس لوٹ کر آیا تو اُنہوں نے پوچھا۔ تجھے کیا ہو گیا تھا؟ کہ تو اس شخص کے ہاتھ۔ پاؤں اور سر چومنے لگا تھا ؛

عداس نے جواب دیا کہ اس شخص نے مجھے وہ بات بتلائی ہے۔ جسکو بجز انبیاء کے اور کوئی نہیں بتلا سکتا ؛

اُنہوں نے کہا تو نے یہ کیا کیا کہ اپنے دین کو برباد کیا ؛

عداس نے کہا یہ نہ کہو۔ اس شخص سے بڑھکر آج روئے زمین پر کوئی بھی نہیں ؛ (سیرۃ ابن ہشام وغیرہ)

جنات کا مسلمان ہونا

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو واپس ہوئے۔ اور بطن نخلہ میں پہنچکر رات کو اس جگہ قیام فرمایا (طائف کے راستہ میں یہ ایک مقام ہے۔ مکہ سے صرف ایک دن کا راستہ ہے) آپ نماز میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ شہر نصیبین کے جن اس طرف آنکلے۔ اور کلام اللہ کو سُن کر ٹھہر گئے ؛

جنوں کے آنے کا باعث یہ تھا کہ جب نزول وحی کی وجہ سے جنات آسمانی خبروں کے حاصل کرنے سے روک دیئے گئے۔ اور اگر آسمان کی طرف چڑھتے بھی تو شعلے پڑتے

تب اُنہوں نے ملکر مشورہ کیا کہ آسمانی خبروں کے حاصل کرنیسے ہمکو کیوں روکا گیا ہے؟ مشرق و مغرب میں پھرکر دیکھنا چاہیئے کہ اسکا باعث کون سی چیز ہے۔ چنانچہ بہت سے جنات اس بات کی جستجو اور تلاش میں نکلے۔ انہیں میں سے یہ نو جن بھی تھے۔ جنہوں نے قرآن شریف سُنا۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو یہ ظاہر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اسلام کی دعوت دی۔ اور یہ سب مُسلمان ہوگئے اور انہوں نے یہاں سے جاکر اپنی قوم کو دعوت اسلام کی۔ سورۂ احقاف میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (احقاف ع ۴ پ ۲۶)

اور (اے حبیبؐ) جب ہم نے تمہاری طرف چند جن متوجہ کردیئے وہ قرآن سننے لگے جب وہ وہاں پہنچے تو بولے چُپ رہو۔ پھر جب وہ تمام ہوا تو اپنے لوگوں کی طرف لوٹ گئے۔ تاکہ اُن کو (عذاب سے) ڈرائیں۔ اُنہوں نے (جاکر کہا) کہ اے ہماری قوم! ہم ایک کتاب سن آئے ہیں جو موسٰی کے بعد نازل ہوئی ہے اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے سچا دین حق اور سیدھا رستہ دکھاتی ہے اے قوم! اللہ کیطرف بلانیوالے (محمدؐ) کی بات مانو اور خدا پر ایمان لاؤ۔ تاکہ تمہارے گناہ معاف کرے اور عذاب دردناک سے تم کو پناہ میں رکھے اور جو خدا کی طرف سے پکارنیوالے کی بات نہ مانیگا وہ روئے زمین پر (بھاگ کر خدا کو) عاجز نہ کرسکے گا۔ اور نہ خدا کے سوا (کوئی) اس کے حامی ہیں یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں

جب پچاس سال تین مہینے کی آپ کی عمر شریف ہوئی تو آپ کی خدمت میں جن نصیبین حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے (سرور المحزون) قرآن شریف سننے کے بعد جنوں کو معلوم ہوا کہ اسکے نزول کی وجہ سے آسمانی خبریں بند ہو گئی ہیں (موضح القرآن)۔

آنحضرتؐ کا مکہ میں واپس تشریف لانا

مکہ میں واپس آنیکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ واشاعت اسلام میں مشغول ہوئے۔ مختلف قبائل میں اسلام وایمان اور خدا پرستی کا وعظ فرماتے تھے لوگوں کو شرک و بُت پرستی سے منع کرتے تھے۔ قبیلہ بنو کندہ میں تشریف لے گئے سردار قبیلہ کا نام ملیح تھا۔ اسکو دعوتِ اسلام کی مگر اُس نے قبول نہ کی۔

اسی طرح قبیلہ بنو کلب میں رونق افروز ہوئے۔ اُنہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر بطن بنو عبداللہ میں تشریف لے گئے اور انکو آپنے اسلام کی طرف بلایا۔ اور اُنھیں یہ فرمایا۔ یَا بَنِیْ عَبْدَ اللہِ اِنَّ اللہَ قَدْ اَحْسَنَ اِسْمَ اَبِیْکُمْ (اے بنو عبداللہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا نام بہت اچھا رکھا ہے) انہوں نے بھی اسلام قبول نہیں کیا۔ سیرۃ ابن ہشام)۔

پھر قبیلہ بنو حنیفہ کے گھروں میں تشریف لیگئے۔ اُنہوں نے بہت بُری طرح

ف حدیث میں آیا ہے جس شخص کو بیماری، سفر یا حضر میں جنوں کا خوف ہو اسکو اسمائے الٰہی کے ساتھ استعاذہ کرنا چاہیئے۔ اور یہ دعا پڑھنی چاہیئے اَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ۔ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ الخ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ الخ وَاَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللہِ التَّامَّاتِ کُلِّھَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ اس دعا کی برکت سے جنوں کی طرف سے کچھ آسیب وضرر نہ پہنچیگا۔ تفسیر فتح العزیز ہما عبد التواب

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ نہایت درشتی سے جواب دیا بیحد سختی سے پیش آئے۔

پھر قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے۔ اس قبیلہ کے سردار نے دعوت اسلام سُنکر کہا کہ تم وعدہ کرتے ہو کہ تمہارے بعد خلافت میرے متعلق ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خدا کے اختیار میں ہے۔ سردار نے کہا جاؤ۔ ہم کو تمہاری باتوں سے کچھ سروکار نہیں ہے۔ (ابن اثیر)

الغرض جو قومیں موسم حج میں مکہ معظمہ میں آتی تھیں آپ اُن کے پاس تشریف لے جاتے۔ کسی ذی شرف کو سُنتے کہ مکے میں آیا ہے۔ اُسکے پاس جاتے۔ اسلام کی دعوت فرماتے۔ عرب کے بڑے بڑے بازاروں عکاظ۔ ذو المجاز۔ مجنہ میں تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لیجاتے۔ دعوت اسلام کرتے۔ مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا۔

عقبہ اولیٰ اور مدینہ میں تبلیغ اسلام

آپ ۱۱ سنہ نبوت میں موسم حج میں دعوت اسلام فرما رہے تھے۔ بنو خزرج (انصار) کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں آئے۔ ملاقات کی۔ آپ نے انہیں تبلیغ و دعوت اسلام فرمائی۔ انصار نے آپ کی دعوت سُنکر کہا کہ یہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر یہود کیا کرتے ہیں (کہ عنقریب ایک پیغمبر پیدا ہوں گے جب وہ پیدا ہونگے تو ہم اُنکے ساتھ ہو کر انصار کو قتل کر ڈالیں گے) کہیں ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے اِن سے آملیں۔ یہ سوچکر ان میں سے چھ آدمی اُسیوقت مشرف باسلام ہوئے۔ اور آیندہ سال آنیکے لیے اقرار کیا۔ مدینہ میں پہنچکر ان لوگوں نے آپ کا ذکر کیا۔

وہ چھ بزرگ یہ تھے۔ (۱) ابوامامہ اسعد بن زرارہ (۲) عوف بن الحرث رض۔

(۳) رافع ابن مالک رضؓ (۴) قطبہ بن مالک رضؓ (۵) عقبہ بن عامر رضؓ (۶) جابر ابن عبداللہ رضؓ +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن لوگوں کو نہایت ملاطفت اور نرمی سے اسلام سکھلایا۔ وہ رخصت ہو کر مدینے میں آئے جس جلسہ میں بیٹھتے تھے اسلام ہی کا تذکرہ کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت آگئی تھی کہ انصار کا کوئی جلسہ اور کوئی مکان آپ کے تذکرہ سے خالی نہ رہتا تھا +

نبوت کے بارہویں سال انصار کے بارہ بزرگ مکہ میں آئے۔ پانچ اشخاص تو انہیں چھ میں سے تھے۔ جو گزشتہ سال ایمان لائے تھے۔ اور سات آدمی جو اُن کے ساتھ آئے تھے وہ یہ تھے +

(۱) معاذ بن الحرث۔ عوف بن الحرث کے بھائی (جو سال گزشتہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ (۲) ذکوان بن عبد قیس (۳) خالد بن مخلد (۴) عبادۃ بن الصامت۔ (۵) عباس بن عبادہ۔ (۶) ابو الہشیم مالک (۷) عویم بن ساعدہ۔ رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین +

اِن تمام بزرگوں نے عقبہ (گھاٹی) کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اس امر کی بیعت کی کہ وہ کسی کو اللہ تعالی کے ساتھ شریک نہ کرینگے اور نہ چوری کرینگے اور نہ زنا کرینگے۔ اور نہ اپنی اولاد کو مار ڈالیں گے۔ اور نہ کسی پر بہتان باندھیں گے (اسی بیعت کو بیعت نسا کہتے ہیں۔ یہ بیعت جہاد کی فرضیت سے پہلے ہوئی تھی +

جب اِن لوگوں کے پلٹنے کا وقت آیا تو آنحضرت صلعم نے ابن ام مکتوم رضؓ صحابی اور مصعب بن عمیر رضؓ کو قرآن پڑھانے اور احکام شریعت کے سکھلانے کو اُنکے ہمراہ کر دیا۔ یہ دونوں بزرگ مدینے میں پہنچکر اسعد بن زرارہ کے مکان میں فروکش ہوئے +

آپ کیا غضب کر رہے ہیں

انتخاب نظام المشائخ

جسکا اشتہار نظام المشائخ مین کئی مہینے سے ہو رہا تھا بجتا چلا جاتا ہی آپنے ابتک نہ منگایا ہو تو جلدی ایک کارڈ لیکر لکھد بیجیے کہ آپکو وہ بھی بہیجدیا جاے۔ قیمت عوام سے ۱۲ر خریداران نظام المشائخ سے ۸ر نظام المشائخ یا اخبار طبیب[1] کا نیا خریدار بنا تو مفت محصول ڈاک صرف آپکے ذمے

دیر نہ لگایئے ورنہ پچھتایئے گا

یہ رعایتین صرف ذی الحجہ تک کے لیئے اور ہین۔ پھر بارہ آنہ دینے ہون گے

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

[1] چندہ سالانہ نظام المشائخ عہ اخبار طبیب دو مفتہ وار تین روپے (سے)

ہماری نئی ایجاد

مقوی باہ و جملہ اعضائے رئیسہ و جسم و دماغ کے لیئے اکسیر ہے دنیا بھر
میں ہماری آتنگ نگرہ گولیاں قوت بخشتی ہیں اور اپنے ہاتھوں سے کھوئی
ہوئی طاقت پھیر لانے میں مشہور ہو گئی ہیں بڑے بڑے ڈاکٹروں
طبیبوں اور ویدوں نے اسے اکسیر سے زیادہ بڑھ کر تجربہ میں پایا
ہے ہزارہا سرٹیفکیٹ موجود ہیں قیمت ۳۲ گولیوں کی ایک روپیہ ہے
ہمارا طلا واجی کرن تیل خارجی علاج دو ہفتہ میں نامرد کو مرد
بنا دیتا ہے قیمت فی شیشی ۶ ماشہ تیل پانچ روپیہ صہ
پانچ روپیہ کی فرمائش پر ایک روپیہ کمیشن دیا جائیگا

پتہ

وید شاستری۔ جام نگر۔ کاٹھیاواڑ

دہلی ایجنٹ مسٹر امیر چند ولد بیر چند عطار کناری بازار دہلی

نرخنامہ اشتہارات نظام المشائخ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
۱/۴ صفحہ	عہ	؏	للعہ	؏
۱/۲ 〃	؏	صہ	لعہ	صہ
پورا صفحہ	للعہ	عہ	ہدعہ	سہ

نوٹ۔ متفرق غیر مستقل اشتہارات کی اجرت ۴ فی سطر کے حساب سے ہوگی تخفیف کی گنجائش نہیں۔

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی